[illegible]

سلسلہ تصوف نمبر ۳۰

اُردُو ترجمہ کتاب

نفحات الانس

چھ سو پچیس (۶۲۵) اولیائے کرام کے حالات معہ سوانحعمری حضرت مصنف

تصنیف لطیف

حضرت قبلہ جناب مولنا مولوی عبدالرحمن صاحب جامی نقشبندی

رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کا پتہ

اللہ والے کی قومی دکان (رجسٹرڈ) کشمیری بازار لاہور

مطبوعہ: مشرقی پرنٹنگ پریس ہی ملک شاہ عالم مارکیٹ لاہور

سلسلہ تصوف نمبر ۳۰

اردو ترجمہ کتاب

نفحات الانس

یعنی

چھ سو پچیس (۶۲۵) اولیائے کرامؒ کے حالات مع سوانحعمری حضرت مصنف

از تصنیف لطیف

مقبول بارگاہ کبریا عاشق صادق جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم
حضرت مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی نقشبندی الاحراری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

جناب مولانا حافظ سید احمد علی صاحب چشتی نظامی سلمہ اللہ تعالیٰ

رجسے

اللہ والے کی قومی دوکان رجسٹرڈ

مالک ملک چنن الدین نقشبندی مجددی تاجر کتب بازار کشمیری لاہور نے
بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر نہایت صحت و صفائی کے ساتھ طالبان معرفت
و عاشقان سرکار عالیہ جناب رسول کرم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ بارک وسلم کے لئے
تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوایا

بار دوم . . . . قیمت دس روپے . . . . ۱۰ عـ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر حالات مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ العزیز

نوشتہ پیر غلام دستگیر صاحب نامی

حمد و نعت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؛

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست ۔۔۔ محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست

محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس ۔۔۔ خدا مداحِ شانِ مصطفےٰؐ بس

دیباچہ

یہ دیباچہ مولانا جامی کی کتاب نفحات الانس کا ہے۔ اور اس لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ ناظرین کتاب کو معلوم ہو سکے کہ اس کتاب کے مصنّف مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے۔ کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ کب پیدا ہوئے، کہاں نشو و نما پائی۔ اور دنیا کو ان کی ذات سے کیا فائدے پہنچے۔ اُن کا سالِ وفات کیا ہے۔ اور مزار کہاں ہے۔

میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے حالات میں ایک مستقل کتاب حیات جامی لکھ چکا ہوں۔ جو اُردو میں ایک جامع تالیف ہے۔ اور اپنے وقت پر شائع ہو گی۔ یہاں مولانا

موصوف رح کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ قارئین کو مولانا علیہ الرحمۃ کے حالات سے آگاہی حاصل ہو جائے۔ مولانا کا نعتیہ اور عارفانہ کلام مع شرح حیاتِ جامی میں درج کیا گیا ہے۔ یہاں صرف مختصر حالاتِ زندگی لکھے گئے ہیں ؂

نفحات الانس

یہ کتاب مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے ۸۸۳ھ مطابق ۱۴۷۸ء میں تالیف فرمائی، یہ کتاب صوفی بزرگوں کے حالات میں ایک نادر مجموعہ ہے۔ اس میں مبالغہ اور طوالت کو دخل نہیں۔ بڑے خلوص سے لکھی گئی ہے۔ مضامین آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔ جس زمانے کی یہ کتاب تحریر شدہ ہے اس زمانے میں مصنفین بڑی عبارت آرائی سے کام لیتے تھے۔ اور مضمون کو دقیق بنا دیتے تھے۔ ایسی طرز تحریر میں یہ نقص ہے کہ وہ عام فہم نہیں ہوتی۔ مولانا جامی رح کی کتاب اس عیب سے پاک اور سہل و آسان ہے ؂

نفحات الانس پہلے پہل کلکتہ میں شائع اور ۶۰۴ صفحات میں ختم ہوئی۔ اس میں صوفی بزرگوں کے حالات کے علاوہ حافظ۔ کمال خجندی۔ مغربی اور دوسرے شاعروں کا ذکر بھی ہے۔ جو تیمور کے آخری ایام سلطنت اور شاہرخ کے عہدِ حکومت کے شروع میں ہوئے ؂

اِس کتاب کے ابتدائی صفحات کی نو فصلوں میں اسلامی تصوف کے اصول و احکام اور صوفیوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے ؂

میرے پاس جو کتاب ہے وہ مطبع نامی منشی نولکشور کی ۱۸۸۵ء کی مطبوعہ بزبان فارسی اور ۴۱۳ صفحوں پر تمام ہوئی ہے۔ حاشیہ پر کتاب سلسلۃ الذہب منظوم درج ہے۔ نفحات الانس کی تاریخ تکمیل یہ لکھی ہے ؎

این نسخہ مقتبس ز انفاس کرام ۔۔۔ کز شرے نفحات الانس آمد بہ مشام
از ہجرت خیر البشر و فخر انام ۔۔۔ در ہشت صد و ہشتاد و سوم گشت تمام (۸۸۳)

ایرانیوں نے مولانا جامی رح کے حالات میں ایک مبسوط کتاب "جامی" تالیف اور شائع کی ہے۔

فاضل مؤلف علی اصغر حکمت نے شیعہ ہونے کے باوجود بڑے خلوص سے اُن کے کمالات کی تعریف کی ہے۔ اور کہا ہے کہ مولانا جہاں صحابۂ کبار علیہم الرضوان کا ذکر بڑی عقیدت سے کرتے ہیں وہاں علیؓ اور اولاد علیؓ کے بھی مداح ہیں۔ چنانچہ مولانا کے کلام سے اُن کا عقیدہ اور مذہب ثابت کیا ہے۔ (مفصل بیان حیاتِ جامی میں مطالعہ کریں)۔

کتاب جامی کے آخر میں آقائے محمد قزوینی کی تقریظ درج ہے۔ جس میں جامی رح کو باوجود تعصب مذہبی فاضل دانشمند اور بعد حافظ خاتمۂ شعراءِ بزرگ تسلیم کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ اعتراض بھی جڑ دیا ہے کہ جامی رح نے نفحات الانس میں سُنی صوفیوں کا ذکر بڑی شرح و بسط سے کیا ہے۔ مگر شیعی صوفیوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ درحالیکہ کتاب مذکورہ میں ایسے لوگوں (مجذوبوں) کا حال بھی درج ہے۔ جن کو تن بدن کا ہوش نہیں ہوتا۔ (شیعہ تو تصوّف کے خلاف ہیں۔ اُن میں صوفی کہاں پیدا ہو سکتے ہیں؟)

نفحات الانس کا ترجمہ اُردو ناظرین اس مجلّد میں مطالعہ کریں گے۔ لہٰذا اس کے متعلق زیادہ بیان تحصیلِ حاصل ہوگا۔ عیاں راچہ بیاں۔ قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس پایہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد شاہی لاہور سے کرا کر کتب خانہ اللہ والے کی قومی دکان والوں نے ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔ اب دوسری دفعہ اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس میں ۶۶۲ اولیائے کرام کا تذکرہ ہے۔

مشہور بزرگ خاندان

مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد امام محمد شیبانیؒ بن حسن رح کی اولاد سے ہیں۔ امام موصوف کے والد بزرگوار حسن رح شام سے عراق میں آئے، اور واسط میں متمکن ہوئے۔ یہیں امام موصوف کی ولادت ہوئی۔ آپ سن تمیز کو پہنچکر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے حلقۂ تلامذہ میں داخل اور تمام شاگردوں سے فوق لے گئے۔ بچپن میں آپ نے قرآن شریف سات دن میں حفظ کر لیا تھا۔ امام شافعی رح ان کے شاگرد تھے۔ فرماتے ہیں کہ امام محمد رح ہم سے ہماری عقل اور فہم کے اندازہ پر کلام

کرتے ہیں۔ اگر اپنی عقل اور استعداد کے مطابق کریں تو ہم سمجھ نہ سکیں +

حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلوی راحت القلوب میں فرماتے ہیں کہ امام شافعی رح جو امام موصوفؒ کی رکاب تھام کر چلتے تھے، کہتے تھے کہ اگر میں کہوں کہ قرآن امام محمد شیبانی بن حسینؒ کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ کے کلام میں ایسی ہی فصاحت تھی +

امام حصیری رح خطبۂ شرح جامع کبیر میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ جب امام محمدؒ نے کتاب تصنیف کی اور اُس کی شہرت ہوئی تو رُوم میں ایک نصرانی عالم نے اُس کا مطالعہ کیا، تو وہ اور کئی گبروں کے ساتھ مشرف باسلام ہوگیا۔ اُس سے پُوچھا گیا کہ تمہیں کس بات نے متاثر کیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ اگر اس کتاب کا مصنّف پیغمبری کا دعوٰے کرتا اور اظہارِ معجزہ کے طور پر اس کتاب کو پیش کرتا تو کوئی شخص اس جیسی تصنیف پر قادر نہ ہوسکتا۔ اور سب پر واجب ہوجاتا کہ اُس کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔ پس جب ایسا عالم فاضل شخص دینِ محمدی کے تابع ہے تو بے شبہ یہ دین برحق ہے +

ناقمؔ کے ایک خاندانی بزرگ حضرت جمال الدین ابوبکرؒ نے جن کا مزار آگرہ محلہ جوگی پورہ میں ہے۔ امام محمدؒ کی کتاب وصایاے امام محمدؒ کی شرح لکھی تھی۔ جو بقول محمد غوثی بن حسن بن موسٰے شطاری صاحب کتاب اذکارِ ابرار (مؤلفہ ۱۰۱۴ھ مطبوعہ مطبع مفید عالم آگرہ ترجمہ اردو) جو مشکلوں کو حل کرنے والی ہے۔ اسی شارح نے اصول بزدوی کی بھی شرح لکھی ہے۔ یہ کتاب فخر الاسلام ابو الحسن علی بن محمد بن حسین بزدوی کی تصنیف ہے۔ جس کی ایک شرح مطبوعۂ مصر کشف الاسرار از عبد العزیز بن احمد بن محمد مرکزی حزب الاحناف کے کتب خانہ اندرون دہلی دروازہ لاہور میں ہے +

امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔ آسان مادۂ تاریخ صوفی ہے +

ایک انکشاف۔ کتاب تواریخ آئینۂ تصوّف مصنّفہ مخدوم شاہ محمد حسن صابری چشتی قدوسی حنفی میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کی والدہ خدیجہ صغراےؒ

امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دختر تھیں - انہی کی بھتیجی فاطمہ مسکین دختر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ از بطن حمیدیہ کا نکاح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۱۸ھ میں ہوا - جب کہ امام رح کا سن ۳۷ برس کا تھا - اور زوجہ کا ۱۳ کا - اِس نکاح کا حکم جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے دیا تھا - اور فرمایا تھا کہ اس کے بطن سے پانچ نیک سیرت فرزند پیدا ہونگے - ایک بیٹے کا نام احمد عرف امام عطا - اور دوسرے کا عبد السلام - امام احمد عطا ۳۰ محرم ۱۳۵ھ بروز جمعرات وقت اشراق مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے - امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (نانا) نے انہیں مثل فرزند پرورش کیا - اور وفات (۱۵ رجب ۱۴۸ھ کو) سے پیشتر نواسہ موصوف کو مدینہ منورہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا - امام عطا ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے - ان کے فرزند امام ابراہیم شیخ معروف کرخی رح کی دختر نعمۃ اکبری کے بطن سے تھے - اُن کے بیٹے امام طاہر تھے - اُن کی نسل سے شیخ اسمٰعیل حنفی (متوفی ۸۶۰ھ) شیخ عبد القدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ کے مرشد تھے - واللہ اعلم بالصواب - (از کتاب تواریخ آئینہ تصوف) +

ولادت

مولانا جامی موضع خرجرد علاقہ جام ولایت ہرات میں ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ مطابق ۲ رنومبر ۱۴۱۴ء کو پیدا ہوئے - جہاں آپ کے والد مولانا نظام الدین احمد دشتی بن شمس الدین محمد ہجرت کر کے چلے آئے تھے +

جامی کس طرح ؟ مولانا اپنا تخلص جامی کرنے کی نسبت فرماتے ہیں ؎

مولدم جام و رشحۂ قلمم	جرعۂ جام شیخ الاسلامی است
لاجرم در جریدۂ اشعار	بدو معنے تخلصم جامی است

یعنی مَیں جام میں پیدا ہوا - اور میرے قلم سے جو کچھ ٹپکا ہے وہ شیخ الاسلام کے

جام کا ایک جرعہ ہے۔ اِس لئے میرے بیاض اشعار میں دو جہت سے میرا تخلّص جامی ہے +

تعلیم و تربیت اور سفر

مولانا جامی رح کے والد مولانا نظام الدین احمد غلامی تخلص پہلے اصفہان میں سکونت رکھتے تھے۔ پھر حوادث ایام کے سبب جلا وطن ہو کر خرجام میں تشریف لائے۔ (انسکلوپیڈیا اسلامیہ میں اس مقام کا نام خرجرد لکھا ہے۔ نامی) +

مولانا جامی رح نے بالغ ہونے سے پہلے ہی قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور صرف و نحو اور منطق و معانی وغیرہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے۔ پھر علوم باطنی کے حصول کے لئے ہرات سے سمرقند اور وہاں سے حجاز تشریف لے گئے۔ نیشاپور، بسطام اور سبزوار کے بزرگوں کی زیارت کر کے بغداد پہنچے۔ حضرت غوث الاعظم سید شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور دیگر بزرگوں کے مزارات کے طواف کے بعد دشت کربلا کو چلے۔ اور امام حسین علیہ السلام اور دوسرے شہیدوں کے قبور کی زیارت کی۔ یہاں سے مدینہ منورہ گئے۔ روضۂ رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور شیخین (صدیق اکبر اور عمر فاروق رضوان اللہ علیہما) کی درگاہ معلےٰ میں حاضری دے کر نجف پہنچے۔ جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار بنا ہے۔ پھر عشق محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ و التکریم نے بیتاب کیا۔ تو دوبارہ مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام اور ان کے دو رفیقوں اور دیگر صحابہ کرام رضا امہات المومنین رضا بنات سید المرسلین صلعم کے مزارات کی زیارت سے بہرہ اندوز ہو کر مکہ معظمہ پہنچے۔ حج کیا۔ اور پھر تیسری بار عازم مدینۂ منورہ ہوئے۔ اور دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ و السلام حاضری دے کر شام، روم، حلب اور دمشق کو تشریف لے گئے۔ بعد ازاں خراسان واپس آئے۔ اس لمبے سفر میں بے شمار اولیا و اقطاب کی صحبت میں روحانی درجات کی ترقی سے مستفید ہوئے۔ (سفر کا مفصّل حال حیات جامی میں ملاحظہ کرو) +

شیعی مناظر کی دُرگت

دورانِ سیاحت جب آپ بغداد میں تھے۔ تو چند علماءِ شیعہ نے آپ کے بعض ابیات مندرجہ کتاب سلسلۃ الذہب پر اعتراض کیا۔ اور مباحثہ کے لئے تیار ہوئے مجلسِ مناظرہ منعقد ہوئی جس میں بڑے بڑے علماء و صلحا اور حکامِ وقت شامل تھے۔ علماءِ شیعہ کی طرف سے ایک شخص نعمت حیدری نام جو اُن میں بڑا غالی شیعہ تھا مولانا کے مقابلہ کے لئے آیا۔ آپ نے پوچھا تم شریعت پر گفتگو کرنا چاہتے ہو یا طریقت پر۔ اُس نے جواب دیا۔ بہر دو طریق۔ آپ نے فرمایا۔ پہلے اپنی مونچھوں کے بال جو حدِ شرع سے متجاوز ہیں درست کرو۔ جب تک یہ شریعت کے مطابق ٹھیک نہ ہوں تم سے کلام کرنا حرام ہے۔ حاکمِ وقت نے جو مجلس میں موجود تھا حکم دیا کہ قینچی لاؤ۔ مگر لوگوں نے مقراض کا انتظار نہ کیا۔ اور بالوں کو نعمتِ عظمےٰ سمجھ کر فوراً نوچ لیا۔ یہ حالت دیکھ کر اُسے بات کرنے کی ہمت نہ رہی۔ اور ناکامی اور نامرادی کا داغ لئے چلا گیا۔ (خزینۃ الاصفیا)

نوٹ:۔ اس واقعہ کا ذکر مسٹر براؤن نے اپنی کتاب "فارسی تاریخِ ادب" میں جو بزبانِ انگریزی ہے، اور علی اصغر حکمت نے بھی کتاب "جامی" میں کیا ہے۔ اور اس سزا کا بھی حال لکھا ہے جو نعمت حیدری کو دی گئی۔ (اس کی تفصیل میری کتاب "حیاتِ جامی" میں مطالعہ کریں)

پیرانِ طریقت

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے جن جن بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ اُن کا ذکر کتاب "رشحات عین الحیات" میں مفصل ہے۔ اور حیاتِ جامی میں بھی کر دیا گیا ہے۔ یہاں صرف ناموں پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

(۱) خواجہ سعد الدین کاشغری رح (۲) خواجہ محمد پارسا رح (۳) مولانا فخر الدین لورستانی رح (۴) خواجہ برہان الدین ابو نصر پارسا رح (۵) شیخ بہاء الدین عمر رح (۶) خواجہ شمس الدین محمد کوسوئی رح (۷) خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رح

جو مُرید تھے حضرت مُلّا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ بزرگ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے۔ جن کا سلسلہ تیرہ واسطوں سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچا اور نقشبندیہ کہلاتا ہے ؛ (ملاحظہ ہو مفصل شجرہ مع منظوم "حیاتِ جامی" میں)۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے قصۂ یوسف زلیخا میں جو خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف لکھی ہے۔ اُس کے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے :-

"فقر کی صحیح تعریف لکھنے کے لئے خواجہ کی نوک قلم کی سیاہی درکار ہے۔ ہمارے خواجہ جیسا نادر نقش کسی نقشبند (بزرگ) نے تختی پر نہیں بنایا، جب فقر شاہی لباس میں جلوہ گر ہوا تو میرے عبید اللہ کی تدبیر سے ہوا! بڑے سے بڑا بادشاہ آپ کے خرمن کا خوشہ چین ہے، کون ہے جسے آپ کی درویشی کا علم نہیں۔ سرداری کی چادر آپ کے پاؤں میں لپٹی ہے، جسے آپ کی مہربانی سے فقر نصیب ہوا اُس کی گوڈری اچکن بن گئی، آپ کی نظر میں دُنیا آخرت کی کھیتی ہے اور آپ اس کھیتی سے آخرت کا کام لیتے ہیں، آپ کے زیرِ کاشت ہزاروں کھیت ہیں جن سے آپ بہشت کے سفر کا توشہ تیار کر رہے ہیں۔ خواجہ کے مقام کی بلندی تک خیال نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی تقریر و تحریر میں اُسے بیان کر سکتے ہیں، جب آپ آنکھیں بند کر کے مراقبے میں بیٹھتے ہیں تو دونوں جہان سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ آپ یادِ الٰہی میں اپنی ہستی کو بھول جاتے ہیں۔ اور وہم کی آنکھ دُوئی کی طرف سے بند ہو جاتی ہے، کیونکہ ناچیز قطرہ دریا میں مل جاتا ہے تو اُس میں اور دریا میں تمیز نہیں کر سکتے، وہ لوگ خوش قسمت ہیں جو خواجہ کی خاک پر سر رکھتے ہوئے اور دل اور جان کو آپ کے شکار بند سے بندھے ہوئے ہیں، آپ کی فیض رسانی سے مالا مال ہیں۔ اور آپ کے سایہ میں اکتساب نور کر رہے ہیں۔ الٰہی آپ کا سایہ دنیا میں قائم رہے تاکہ زمانے کی آنکھیں روشن رہیں، فرشتہ سیرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی عمر گردشِ آسمان سے بھی زیادہ ہو۔ یعنی آپ ہمیشہ زندہ رہیں، ؛

اعتقاد نامہ مولانا علیہ الرحمۃ

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری کتاب سلسلۃ الذہب میں مسلمانوں کی ہدایت کے لئے اعتقاد نامہ درج کیا ہے۔ جس میں ذات باری تعالےٰ کی ذات کی نسبت، اس کے کلام کی نسبت، قضاء و قدر کی نسبت، فرشتوں کے وجود کی نسبت۔ انبیا علیہم السلام پر ایمان رکھنے کی نسبت، سب انبیاء پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت، ختم نبوت۔ شرع محمدی، معراج محمدی، معجزات انبیاءؑ۔ کتب سماوی، قرأت کلام اللہ کی نسبت مفصل بحث کی ہے۔ پھر آلؑ و اصحابؓ اور اُمت محمدیہؐ کی بابت جس طرح مسلمانوں کو اعتقاد رکھنا چاہئے۔ اس کو بوضاحت بیان فرمایا ہے۔ نیز اہل قبلہ کی تکفیر پر بحث کی ہے۔ علاوہ ازیں عذاب قبر۔ سوالات منکر و نکیر۔ وزن اعمال۔ عبور پل دوزخ اور اہل ایمان کے جنت میں داخل ہونے کا اور دیدار الٰہی کرنے کا بھی مفصل بیان کیا ہے۔ ناظرین مفصل ذکر حیات جامی میں ملاحظہ کریں گے ؎

حُبّ آلِ نبیؐ و بغضِ صحابہؓ

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اسی کتاب سلسلۃ الذہب میں بتایا ہے کہ آلِ نبیؐ سے محبت رکھنا رفض نہیں بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ سے بغض رکھنا رفض ہے۔ پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی دینی خدمات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد خود ساختہ سیدوں کی خبر لی ہے۔ کہ ماں باپ کا تو کوئی نسب تھا مگر بیٹا سید بن گیا۔ مگر اس کے خط و خال اور چال و مقال بتا رہی ہے کہ اس کا دعوےٰ دروغ بے فروغ ہے ؎

کون سے علیؓ؟

ایک شخص شیعہ مولانا جامیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس کرتا ہے۔ کہ مجھے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب بیان فرمائیں۔ آپ اُس سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کون سے علی کے؟ وہ کہتا ہے کہ علیؓ ابن ابی طالب کے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے وہ علی تھا تو ایک ہی۔ مگر تم نے ایک اور علی بنالیا ہے۔ جسے خلافت کی بڑی حرص تھی مگر باوجود تین بار سخت کوشش کے خلیفہ نہ بن سکا۔ تم نے اسے ایک ایسا پہلوان بنا رکھا ہے جو مونچھوں پر تاؤ دئے ہوئے ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار رہتا۔ مگر کبھی غالب نہ ہوا۔ مغلوب ہی رہا۔ مگر ہمارا جو علیؓ تھا وہ حرص و ہوا سے پاک تھا۔ اسے خلافت کا کوئی لالچ نہ تھا۔ جب ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ فوت ہو گئے تو علیؓ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا۔ جس کو خلیفہ بنایا جاتا۔ چنانچہ اُنہوں نے بادلِ ناخواستہ بارِ خلافت اٹھالیا۔ ہمارا یہ علیؓ عین ابوبکرؓ اور عین عمرؓ تھا۔ اور جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم نبوت تھے اسی طرح علی رضی اللہ عنہ خاتم خلافت ہوئے ؎

این علیؓ در کمالِ خلق و سیر ۔۔۔ عین بوبکرؓ بود و عین عمرؓ
لعنِ ایشاں مکن کہ لعنتِ اوست ۔۔۔ زشت باشد زدوست لعنتِ دوست
بود ختم الرسل نبیؐ و زپے ۔۔۔ شد علیؓ خاتمِ ولایتِ وے

مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے اوصاف

مولانا جامی رح ذوقِ لطیف کے مالک تھے۔ فرماتے تھے کہ خامکار لوگ ہوا و ہوس کا نام عشق رکھ لیتے ہیں۔ ایسوں کا عشق حقیقی کے کوچے میں گزر نہیں۔ سچا عاشق وہ ہے جس کے دل میں سوز و گداز ہو اور نفسانی خواہشات اور راحت و آرام سے کنارہ کش ہو۔ اور آپ کے دل میں عشق حقیقی صحیح طور پر موجود تھا +

آپ صحیح معنوں میں درویش تھے۔ اور تواضع، فروتنی، ترکِ ریا، نفس کُشی۔ اور خلوص عقیدت آپ کے حرکات و سکنات اور قول و فعل سے نمایاں تھا۔ آپ شریعت کے احکام کی بجا آوری میں اکمل تھے۔ اور اُن فضائل و اصاف سے آراستہ تھے۔ جو مشائخ صوفیہ کے لئے اپنے پیرووں کو تعلیم دینے کے لئے ضروری ہیں۔ مگر

آپ میں ظاہرداری اور نمود و ریا کی آلائش بالکل نہیں تھی۔ آپ کے پاس جو آکر بیٹھتا آپ اس کے ساتھ برابر بیٹھے رہتے۔ اور نہ اُٹھتے۔ جب تک وہ خود نہ اُٹھ جاتا۔ طویل نشست سے آپ بیمار بھی ہو گئے۔ مگر اپنی اس شریفانہ عادت کو ترک نہ فرمایا۔ آپ کی کوشش یہ ہوتی تھی۔ کہ سب سے پیچھے بیٹھیں۔ اور ممکن ہوتا تو دہلیز پر بیٹھتے۔ اور کم درجے کے آدمیوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتے۔ زیادہ رغبت آپ کو بے تکلف کھانوں کی تھی۔ آپ کی عادت زیادہ بولنے کی نہ تھی۔ حاضرین سے کہتے کہ دوستو! کوئی بات کرو۔ میرے پاس تو کرنے کی کوئی بات نہیں÷

مولانا جامی رح ضعیفوں کے دستگیر اور مظلوموں کے مددگار تھے۔ اگر واقعی کسی کو محتاج پاتے تو خفیہ طور سے اُس کی مدد کرتے۔ آپ نے شہر ہرات میں ایک مدرسہ خیابان میں مدرسہ اور خانقاہ۔ اور ولایت جام میں مسجد تعمیر کی۔ اور کئی املاک مدرسہ خیابان پر وقف کئے۔ آپ یہ کہنا اخلاص سے بعید جانتے تھے کہ مَیں نے یہ فی سبیل اللہ کام کیا ہے÷

آپ بڑے لوگوں اور بالخصوص بادشاہوں کی خوشامد اور چاپلوسی سے متنفر تھے بلکہ اُنہیں ہمیشہ نیکوکار رہنے کی تلقین بذریعہ مکتوبات کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں بادشاہِ وقت کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔ کہ

"اے بادشاہ! تو جس تاج و تخت کا دلدادہ ہے وہ ناپائدار ہے۔ یہ زندگی فنا ہونے والی ہے۔ نہ یہ زمانہ رہے گا نہ یہ زمین۔ جہاں تک ہو سکے دنیا میں نیکی کر لے۔ کیونکہ یہی کام آنے والی شئے ہے÷

ایک نظم میں آپ نے فرمایا ہے۔ کہ دانتوں سے فولاد میں سوراخ کرنا۔ ناخنوں سے سخت پتھر میں راہ بنانا۔ انگیٹھی میں سر کے بل گرنا۔ پلکوں سے انگارے چننا۔ سر پر تسو اونٹوں کا بوجھ اُٹھا کر مشرق سے مغرب کی طرف دوڑنا جامی کے لئے کمینوں کے احسان کا بوجھ اٹھانے سے زیادہ آسان ہے÷

مولانا جامیؒ سے بادشاہوں کی عقیدت

جب مولانا جامی رحؒ نویں صدی ہجری کے اخیر میں مقیم ہرات تھے۔ تو اُس وقت ایران کی حکومت کی عنان دو بادشاہوں کے ہاتھ میں تھی۔ مشرقی حصہ میں تیموری خاندان حکمران تھا۔ جس کا پائے تخت ہرات اور سمرقند تھا۔ اس علاقے کا آخری سُلطان، سلطان حسین بایقرا تھا۔ جس کا عہدِ حکومت مولانا کی وفات کے ایک سال بعد ختم ہُوا۔ یہ بادشاہ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ ایران کے جنوب اور مغرب میں ترکمان فرمانروا بھی آپ کے عقیدتمندوں میں سے تھے۔ تیسرا عقیدتمند بادشاہ ابوالقاسم بابر تھا۔ جس کی قلمرو میں افغانستان۔ عراق۔ فارس اور خراسان تھے۔ یہ بادشاہ بڑا سلیم الطبع اور درویش منش تھا۔

چوتھا بادشاہ جو آپ کا مرید تھا اس کا نام سلطان ابوسعید تھا۔ اس کی سلطنت کے حدود ایک طرف چین سے ملتے تھے۔ اور دوسری طرف ہندوستان سے ملحق تھے۔ پانچویں عقیدتمند بادشاہ کا نام سلطان یعقوب تھا۔ جس سے مولانا جامیؒ کے نامہ و پیام کا مفصل ذکر "حیاتِ جامی" میں ناقمی نے لکھ دیا ہے۔ چھٹا عقیدتمند بادشاہ سلطان ترکی تھا۔ جس نے زر کے بدرے بھیج کر آپ کو قسطنطنیہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ جسے آپ نے بوڑھی والدہ کی خبرگیری کے عذر سے رد کر دیا۔ ان تمام بادشاہوں سے مولانا جامی رحؒ کی خط و کتابت رہی۔ جو حیاتِ جامی میں ملاحظہ کریں۔

صفوی خاندان کے متعصب بادشاہوں کی مخالفت

ایران کی بدقسمتی سے یہاں ایک عرصہ صفوی خاندان کی حکومت رہی۔ اُس نے اصحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کرنا جُرم قرار دیا۔ اور لعن و تبرا کی اشاعت کی۔ چونکہ مولانا جامیؒ آل و اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عقیدتمند تھے۔ اور اُن کی شان میں قصیدے لکھ چکے اور اُن کے دشمنوں کے منہ میں خاک ڈال چکے تھے۔

اور حضرت علیؓ کے والد ابوطالب کے ایمان کے قائل نہ تھے۔ اس لئے صفیویوں نے حضرت ان کی خانقاہ کو برباد کیا بلکہ حکم دیا کہ جہاں جہاں لفظ جامی لکھا ہو، اس کے جیم کا نقطہ مٹا کر اوپر ڈالدیا جائے تاکہ بجائے جامی کے خامی بن جائے۔ اس متعصب خاندان کی حکومت تباہ ہوگئی۔ اور مولانا کا شہر ہرات سنّی افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور اب تک انہیں کے قبضہ میں ہے۔ انہوں نے مولانا کے مزار کو از سرِ نو آباد اور تاریخی کتبوں سے مزین کیا ہے۔ جزاهم الله احسن الجزا۔ سچ کہا ہے کسی نے ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد ۔۔۔ چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

یعنی اگر تمام جہان ہوائی طوفان سے تباہ ہو جائے تو بھی اللہ کے مقبول بندوں کا چراغ نہیں بجھ سکتا۔ (مفصل ذکر حیاتِ جامی میں مطالعہ کریں)۔

مولانا جامیؒ کی تصنیفات

مولانا جامی رح کی تصانیف اور ان کے مضامین اور رسائل تصانیف کا بالتفصیل بیان تو "حیاتِ جامی" میں مذکور ہے۔ یہاں صرف کتابوں کے نام پر اکتفا کیا ہے۔

نثر میں آپ کی کتابیں یہ ہیں:۔

(۱) شواہد نبوت (۲) نفحات الانس (۳) بہارستان (۴) رسالہ کبیر در معمّٰی موسوم بہ حلیۂ حلل (۵) رسالہ صغیر در معمّٰی (۶) رسالہ در فن قافیہ (۷) نقد النفوس فی شرح نقش الفصوص (۸) لوائح (۹) لوامع فی شرح الخمریہ (۱۰) رسالہ ارکان الحج (۱۱) سخنان خواجہ پارسا (۱۲) چہل حدیث (۱۳) رسالہ تجنیس خط (۱۴) رسالہ نائیہ (۱۵) رسالہ شرح رباعیات (۱۶) رسالہ منشآت (۱۷) تفسیر سورۃ فاتحہ (۱۸) توضیح احادیث روایت کردہ حضرت ابو ذرؓ (۱۹) رسالہ تہلیلیہ لا الٰہ الا اللہ (۲۰) رسالہ بحالت مشہور صوفی بزرگان (خواجہ پارسا رح مولانا رومی رح عبداللہ انصاری رح وغیرہم (۲۱) طریق صوفیان وتحقیق مذہب صوفیان (۲۲) رسالہ تائیہ اور میمیّہ (یا خمریّہ)۔ (۲۳) امیر خسرو دہلوی رح کے ایک دوہا اور رباعیات جامی کی شرح۔

(۲۴) عروض - قوافی - اوزانِ اشعری - اور راگ پر رسالے۔ (۲۵) شرح مفتاح الغیب (۲۶) اشعۃ اللمعات (عراقی کی کتاب لمعات کی شرح (۲۷) شرح ملّا جامی رح ٭

منظوم کتب مولانا جامی رح :-

(۱) ہفت اورنگ جامی رح (۲) سلامان و ابسال (۳) تحفۃ الاحرار (۴) سُبحۃ الابرار (۵) یوسف زلیخا - (۶) سلسلۃ الذہب (۷) لیلےٰ مجنوں (۸) خرد نامۂ اسکندری ٭

دیوان، قصائد و غزلیاتِ جامی رح :-

(۹) فاتحۃ الکتاب (۱۰) واسطۃ العقد (۱۱) خاتمۃ الحیوات ٭

نوٹ :- سام مرزا نے تحفۂ سامی میں مولانا جامی رح کی کتابوں کی تعداد ۴۶ بتائی ہے - جن میں سے مسٹر ولسن نے ۴۲ کا مطالعہ کیا ہے - مگر مصنف مرآۃ الخیال شیر خاں نے ۹۹ لکھی ہے - بعض نے تعداد ہمعددِ لفظ جامی ۵۴ بتائی ہے - واللہ اعلم بالصواب ٭

وفاتِ مولانا جامی

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اس دُنیائے فانی میں ۸۱ برس گزار کر ۱۸ محرم ۸۹۸ھ کو بروز جمعہ وقتِ اذان راہیِ عالمِ بقا ہوئے - مزار پیر کے مزار کے متصل خیابانِ ہرات میں ہے - شاہِ وقت سلطان حسین مرزا نے جنازہ خراسان کے باشندوں کے ساتھ مل کر اٹھایا ٭

مولانا مرحوم و مغفور کی بہت سی تاریخیں کہی گئی ہیں - مگر مجھے دو مادے پسند ہیں - ایک تو وَمَن دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا اور دوسری دود از خراسان بر آمد (۱۴) (۹۱۲) یعنی خراسان سے دھواں نکلا - خراسان کے اعداد سے دُود کے اعداد نکال دیں - تو ۸۹۸ رہ جاتے ہیں - اور یہی مولانا کا سالِ وفات ہے ٭

مزارِ مولانا جامیؒ

جیسا کہ مذکور ہوا مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا مزار ہرات میں ہے۔ جو پہلے ایران کی مملکت میں تھا۔ مگر اب افغانستان کی سلطنت میں شامل ہے۔ امیر شیر علی وزیر سلطان حسین مرزا جو خود بڑا عالم اور مصنف تھا۔ مولانا کا عقیدتمند تھا۔ اُس نے مولانا کے احترام کے پیشِ نظر اعلےٰ درجہ کی عمارت سے مزار کو زینت دی۔ وسیع صحن اور حوض تعمیر کیا۔ ان عمارات کو مولانا کی دشمنی کی وجہ سے شاہ اسمٰعیل صفوی نے معدوم اور ویران کر دیا۔ ایک مدت تک یہ جگہ غیر آباد پڑی رہی۔ صرف قبر کا نشان باقی رہا۔ جب صفویوں کی سلطنت کا تختہ اُلٹ گیا۔ اور افغانوں کا دَور دورہ ہوا۔ تو عمارت از سرِ نو ترتیب دی گئی۔ امیر حبیبُ اللہ خاں شہید نے روضہ کو خوب طرح مزین کیا۔ اب اس عمارت میں محمدؐ عمر وغیرہ خوشنویسوں کے کتبے نصب ہیں + (تفصیل کے لئے دیکھو حیاتِ جامیؒ)

ایک کتبہ یہ ہے ؎

جامی کہ بود مائلِ جنّت مقیم گشت
فی روضۃ مخلدۃ ارضہا السمآء

کلکِ قضا نوشت رواں بر درِ بہشت
تاریخہ "ومن دخلہٗ کان اٰمنا"
۸۹۸ھ

دوسرا قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

اگر خواہی کہ باشد ہمتِ مرداں ترا حامی
بیا در روضۂ جنّت نشانِ عارفِ جامیؒ

فضائے تربتش وسعت فزائے ہر دلِ تنگی
طوافِ مشہدش انجام ہر جا بے سرانجامی

اہالئے ہرات کا عقیدہ ہے کہ جو کوئی سات ہفتے متواتر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کرے۔ اُس کی مُراد پوری ہو جاتی ہے۔ وہاں یہ شعر زبان زدِ عوام ہے ؎

ہر کہ آید یوم شنبہ در طوافِ مولوی
ہر طوافِ مولوی ہفتادِ حج اکبر است

اولادِ مولانا جامیؒ

مولانا علیہ الرحمۃ کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ پہلا بیٹا صرف ایک دن زندہ رہا۔ اس کا کوئی نام نہیں رکھا گیا۔ دوسرے کا خواجہ صفی الدین نام رکھا۔ جو ایک برس بعد فوت ہو گیا۔ تیسرا فرزند ۸۹۱ھ میں پیدا ہوا۔ وہ باسم ضیاء الدین یوسف موسوم ہوا۔ چوتھا بیٹا خواجہ ظہیر الدین عیسےٰ ۸۹۱ھ میں جلوہ گر ہوا۔ جس نے صرف چالیس دن کی زندگی پائی۔ (تفصیلاً حالِ اولاد حیاتِ جامی میں مسطور ہے) +

مولانا رح نے یوسف زلیخا میں جو پندنامہ لکھا ہے وہ تیسرے فرزند کے لئے ہے۔ جب کہ اس کی عمر سات برس کی تھی۔ اور مولانا کی ستر کی۔ معلوم نہیں ہوا کہ ضیاء الدین یوسف سے سلسلہ اولاد چلا کہ نہیں۔ مگر بقولِ ذوق ؎

رہتا ہے نام علم سے زندہ جہاں میں ذوق
اولاد سے تو ہے یہی ۲ دو پشت ۴ چار پشت

پس مولانا جامی رح کا نام علم اور بزرگی کی وجہ سے رہتی دنیا تک زندہ ہے۔ اور آخر یہ دنیا بھی فنا ہونے والی ہے ع

بقا بقائے خدا است و ملک ملکِ خدا

اللہ بس اور باقی ہوس +

غلام دستگیر نامی

مکاندار محلہ چابہ بی بیاں۔ لاہور

۲۷ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۵۵ء

فہرست مضامین کتاب نفحات الانس اُردو

اردو ترجمہ کتاب

نفحات الانس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ الذی جعل مرائی قلوب اولیائہ مجالی جمال وجھہ الکریم ولاح منھا علی صفائح وجوھھم لوائح نورہ القدیم فصاروا بحیث اذا راؤا ذکر اللّٰہ والصلوٰۃ علی افضل من ارتفع حجب الکون عن بصر بصائرھم وانکشف سر سریان وجودہ الساری فی الکل علی اسرائرھم فما راؤا فی الوجود الا ایاہ وعلی الہ الطیبین واصحابہ الطاہرین وعلی من تبعھم وتبع تابعھم اجمعین الی یوم الدین **امّا بعد** عاجز گمنام عبدالرحمٰن بن احمد جامی جس کو خدا تعالیٰ اعمل وقول اعتقاد میں راستی اور درستی کی راہ پر ثابت قدم رکھے کہتا ہے کہ شیخ امام عالم عارف ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی نیشاپوری قدس اللہ تعالیٰ روحہ نے ان مشائخ طریقت قدس اللہ ارواحہم کے حالات میں کہ جو دین کے ناموروں اور اہل یقین کے بڑے لوگوں میں اور علوم ظاہرہ و باطن کے جامع ہیں ایک کتاب لکھی جس کا نام **طبقاتُ الصّوفیہ** رکھا ہے۔ اس کے پانچ طبقے کئے ہیں۔ اور طبقہ[1] سے وہ جماعت مقصود ہے۔ کہ جن کی ولایت کے انوار اور ہدایت کے آثار ایک ہی زمانہ یا قریب قریب زمانہ میں دُنیا پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اُن کے مریدوں اور مستفیدوں کا کوچ و سفر ان کے ساتھ رہا ہے۔ ہر ایک طبقہ میں اس گروہ کے علماء و ائمہ مشائخ کے بیس اشخاص کا ذکر کیا ہے۔ وقت اور مقام کے لحاظ سے ان کے وہ پاکیزہ کلمات اور پسندیدہ عادات کہ جن سے ان کا طریقہ، علم، حال، عادات معلوم ہو سکیں۔ اس میں درج کئے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام لوگوں کے جائے پناہ، سنّت کے حامی۔ بدعت کے جڑ سے اکھیڑنے والے ابو اسمٰعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہرات کے رہنے والے قدس اللہ تعالیٰ روحہ اس کتاب کو جلسوں

[1] درجہ کے معنی میں معروف ہے۔

اور وعظ کی مجلسوں میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اور بعض مشائخ کی اور باتیں جو اس کتاب میں مذکور نہ تھیں۔ نیز ذوق اور وجد کی باتیں اپنی طرف سے زائد بیان کیا کرتے تھے۔ جن کو ان کا ایک محب و مرید جمع کرتا رہا۔ اور کتاب کی صورت میں لکھتا رہا۔ واقعی وہ ایک لطیف کتاب ہے۔ اور شریف مجموعہ ہے جو کہ صوفیائے کرام کے حقائق و معارف، دقائق و لطائف کا ذخیرہ ہے۔ لیکن چونکہ وہ قدیمی ہروی زبان میں ہے۔ جو کہ اُس وقت مروج تھی۔ دیگر یہ کہ کاتبوں کی تحریف اور ردّ و بدل سے کچھ ایسی ہوگئی ہے۔ کہ اکثر مقامات میں مطلب آسانی کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور یہ بھی ہے۔ کہ اس میں صرف متقدمین مشائخ کا ذکر ہے۔ لیکن بعض اور مشائخ اور خود حضرت شیخ الاسلام اور ان کے ہمعصروں اور متاخرین مشائخ کے ذکر سے خالی ہے۔ اس لئے بارہا فقیر کے دل میں یہ بات آئی تھی۔ کہ اپنی طاقت اور حوصلہ کے مطابق ان کی تحریر و تقریر میں سعی کرے۔ اور جو کچھ میری سمجھ میں آجائے۔ اس کو آجکل کی زبان کے محاورہ میں قلمبند کردوں۔ اور جو سمجھ میں نہ آئے۔ اُس کو پوشیدہ ہی رہنے دوں۔ اور دوسری معتبر کتابوں سے چیدہ چیدہ اور سنجیدہ باتیں اور ملادوں۔ ان کے حالات کی شرح اور اُن کے مقامات و معارف و کرامات، تاریخ ولادت، وفات، جو اس کتاب میں مذکور نہیں ہے بڑھا دوں۔ لیکن کثرتِ مشاغل اور رکاوٹوں کے باعث یہ مطلب حاصل نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ۸۸۱ھ ہجری میں درویشوں کے محب معتقد تمام دنیاوی مشاغل سے بیزار اور فقیر و دلیر یعنی امیر نظام الدین علی شیر[1] خدا ان کو قبولیت کی عزت سے معزز کرے۔ اور طریق وصول تک پہنچنے کی توفیق دے (یہ وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی رضا اور رغبت سے اعلےٰ مراتب کو چھوڑ کر تسلیم و رضا کے قدم کے ساتھ فقر و فنا کے راستہ کے طے کرنے کی طرف توجہ کی) اُنہوں نے وہی امر جو میرے ذہن میں تھا میرے سامنے پیش کیا۔ اور اس امر کے پورا کرنے کی التماس کی۔ پھر تو پُرانا خیال تازہ ہوگیا۔ اور جو کچھ پہلے تساہل و تردّد تھا۔ اس میں استحکام کی صورت پیدا ہوگئی۔ اس لئے میں نے صدق ہمت اور خلوص نیت سے اس کام کے پورا کرنے اور اس خواہش کے انجام دینے کی خاطر لکھنا شروع کردیا۔ اب اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں کے عمدہ اخلاق اور مراسم اشفاق سے یہ امید ہے، کہ حبیب اولیائے کرام کے پاکیزہ انفاس کی برکت اور ان کے مقدس ارواح کے فیض سے اُن کا وقت خوش ہو تو اس مجموعہ کی

[1] یہ شخص سُلطان حسین کا وزیر تھا۔ جو کہ وزارت چھوڑ کر مولانا جامی" کے مریدین اور معززین تلامذہ میں شامل ہوگیا تھا۔

تالیف کے باعث کو یعنی مجھ کو کہ جس نے اِس کتاب کا نام نفحات الانس اِس لئے لکھا ہے۔ کہ وہ مشائخ کے پاک انفاس کی اُن خوشبوؤں پر مشتمل ہے۔ جو کہ ان کو تو درگاہ پاک رب العالمین سے ملی ہیں۔ اور پھر وہ مشتاقوں کے دماغوں تک پہنچی ہیں، دُعا خیر سے یاد کریں۔ اور تمام حالات میں اُسی پروردگار بلند پر توکل ہے +

تمہید ولایت اور ولی کے بیان میں

ولایت کا لفظ ولی سے مشتق ہے۔ جس کے معنی قرب کے ہیں۔ اس کی دو قسم ہیں۔ اوّل ولایت عامہ۔ دوم ولایت خاصہ۔ ولایت عام میں تو تمام مومن شریک ہیں قال اللّٰہ تعالیٰ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (یعنی اللہ تعالےٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ اُن کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لیتا ہے) اور ولایت خاص تو اہل سلوک کے خدا رسیدوں کو حاصل ہوتی ہے۔ وھی عبادۃ عن فناءِ العبد فی الحق بقائہ بالحق فالولی ھو الفانی فیہ والباقی بہ (یعنی اس سے مقصود ہے بندہ کا خدا کی ذات میں فنا ہو جانا اور باقی رہنا۔ پس ولی اس کو کہتے ہیں۔ کہ جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ فنا سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تک اس کی سیر کی انتہا ہو۔ بقا سے یہ مطلب ہے۔ کہ خدا کی ذات میں سیر کی ابتدا ہو۔ کیونکہ خدا تک سیر اس وقت پوری ہوتی ہے۔ کہ وجود کے جنگل کو صدق کے قدم کے ساتھ ایک دم قطع کر جائے۔ اور سیر فی اللہ اس وقت ثابت ہوتی ہے۔ کہ فنا مطلق کے بعد بندہ کو ایک وجود ذات جو کہ حدوث کی آلودگی سے پاک ہو۔ عنایت ہو جائے یہاں تک کہ اس وجود سے صفت کے عالم میں خدائی اوصاف اور ربانی اخلاق کے ساتھ ترقی کرتا ہے۔ ابو علی جوزجانی رح کہتے ہیں۔ الولی ھو الفانی عن حالہ ھو الباقی فی مشاھدۃ الحق لم یمکن لہ عن نفسہ اخبار ولا مع غیر اللّٰہ اقرار (یعنے ولی وہ شخص ہے جو کہ اپنے حال سے فانی اور خدا کے مشاہدہ میں باقی ہو۔ اُس کو نہ اپنی طرف سے خبر دینا ممکن ہے۔ اور نہ خدا کے سوا قرار ہے) ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو کہا کہ کیا تو ولی اللہ بننا چاہتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ کیوں نہیں۔ فرمایا لا ترغب فی شئ من الدنیا والاخرۃ وافرغ نفسک اللّٰہ تعالیٰ واقبل بوجھک علیہ (یعنے دنیا اور آخرت کی طرف خواہش نہ کر۔ کیونکہ اُن کی خواہش سے خدا کی طرف سے اعراض ہوگا۔ اور اپنے آپ کو خدا کی دوستی کے لئے فارغ کر چھوڑ۔ دنیا اور آخرت کا خیال دل میں نہ لا۔ بلکہ دل کی توجہ خدا کی طرف کر۔ پس جب یہ اوصاف تجھ میں موجود ہو جائیں۔ تو

اس وقت ولی ہو جائیگا۔ وفی الرسالۃ القشیریۃ ان الولی لہ معینان احدھما فعیل بمعنی مفعول وھو من یتولی امرہٗ قال اللہ تعالیٰ وھو یتولی الصالحین فلا یکلہ الی نفسہ لحظۃ بل یتولی الحق سبحانہ رعایتہ والثانی فعیل مبالغۃ من الفاعل وھو الذی یتولی عبادۃ اللہ وطاعتہ فعبادتہ تجری علیہ علی التوالی من غیر ان یتخللھا عصیان وکلا الوصفین واجب حتی یکون الولی ولیا یجب قیامہ بحقوق اللہ علی الاستقصاء والاستیفاء ودوام حفظ اللہ ایاہ فی السراء والضراء ومن شرط الولی ان یکون محفوظا کما ان من شرط النبی ان یکون معصوما فکل من کان للشرع علیہ اعتراض فھو مغرور وقصد ابو یزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ روحہ بعض من وصف بالولایۃ فلما وافی مسجدہ قعد ینتظر خروجہ فخرج الرجل ورمی ببزاقہ تجاہ القبلۃ فانصرف ابو یزید ولم یسلم علیہ وقال ھذا رجل غیر مامون علی ادب من اداب الشریعۃ فکیف یکون امینا علی اسرار الحق (یعنی) رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے۔ کہ ولی کے دو معنی ہیں ایک تو فعیل بمعنی مفعول ہے یعنی وہ شخص ہے کہ جس کا کام دوسرے کے سپرد ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ وہ ہے کہ صالحین کا متولی اور کارکنندہ ہے اب ولی کے یہ معنی ہوئے کہ خدا اُس کا متولی ہے۔ دوسرے یہ معنی ہے۔ کہ فعیل صیغہ مبالغہ بمعنے فاعل ہے اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ ولی وہ شخص ہے۔ کہ جو خدا کی عبادت اور طاعت کا والی ہے۔ اور اُس کی عبادت اس سے بدون کسی گناہ کے دخل کے متواتر جاری ہے۔ اب یہ دونوں اوصاف ولی میں ضروری ہیں۔ تب جاکر ولی بن سکتا ہے۔ اس کا حقوق اللہ پر پورے طور سے وفاداری کے ساتھ قیام کرنا۔ اور ہمیشہ خدا کی یاد میں فراخی وتنگی کی حالت میں رہنا ایک ضروری امر ہے۔ ولی اللہ کی شرائط میں سے ایک یہ شرط بھی ہے۔ کہ وہ گناہ سے محفوظ ہو۔ جس طرح کہ نبی کی شرط یہ ہے کہ وہ معصوم ہو۔ اب جس شخص پر شرع کی طرف سے کوئی اعتراض ہوتا ہو تو وہ مغرور ہے۔ چنانچہ حضرت ابویزید بسامی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ نے ایک ایسے شخص کی ملاقات کا قصد کیا۔ کہ جس کو لوگ ولی کہتے تھے۔ جب ان کی مسجد میں پہنچے تو اُن کے حجرہ سے باہر نکلنے کا انتظار کیا۔ اتنے میں وہ نکلے۔ اور انہوں نے قبلہ کی طرف مُنہ کرکے تھوکا۔ اسی وقت ابویزیدؒ واپس لوٹے۔ اور سلام تک نہ کیا۔ اور کہا کہ جب یہ شخص شریعت کے آداب سے بے خوف ہے۔ تو خدا کے بھیدوں کا کیونکر امین ہو سکتا ہے۔ ایک شخص ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آیا۔ اور آتے ہی اس نے مسجد میں اپنا بایاں پاؤں رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ نکلجا۔ کیونکہ جو شخص دوست کے گھر میں آنے

کا ادب نہیں جانتا ہیں اس سے صحبت رکھنا مناسب نہیں۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں۔ کہ انبیا علیہم السلام قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہیں۔ اور اولیا گناہ کی قلت سے محفوظ ہیں +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے ان تغفر اللّٰھم فاغفر جماً و ای عبد لک لا الما یعنے اے پروردگار۔ اگر بخشتے ہو تو سب کو بخشدو۔ ورنہ تیرا کونسا بندہ ہے کہ جس نے گناہ نہ کیا ہو) اس عاجز کے نزدیک اس سے بدتر کوئی گناہ نہیں۔ کہ بندہ اپنے آپ کو قصوروار اور مجرم نہ جانے +

معرفت۔ عارف۔ متعرف اور جاہل کے بیان میں

عوارف المعارف کے تیسرے باب کی فصل اول میں مذکور ہے کہ مجمل معلوم چیز کی تفصیلی صورتوں میں معلوم کر لینے کو معرفت کہتے ہیں۔ جیسے مثلاً علم نحو میں اس بات کو جان لینا کہ لفظی معنوی عامل یہ یہ عمل کرتے ہیں۔ اس قسم کے مجملاً جاننے کو علم نحو کہتے ہیں۔ اور پھر عربی عبارت کے پڑھنے اور اس کو اپنے موقع پر استعمال کرنے کے وقت بغیر کسی کے جتلانے اور سوچ کے ہر عامل کا تفصیلی طور پر پہچان لینے کا نام نحو کی معرفت ہے اور باوجود علم کے اس سے غافل رہنا سہو اور خطا ہے۔ اب خدا کی معرفت سے یہ مقصود ہے کہ پہلے مجملاً معلوم کرے کہ حقیقی موجود اور مطلق فاعل تو وہ سبحانہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور اس کے بعد خدا کی ذات و صفات کو حالات اور حادثوں اور امور واقعیہ کی تفصیلی صورتوں میں پہچان لے اور جب تک اجمالی توحید کی علمی صورت علانیہ مفصل نہ ہو جائے۔ مثلاً حق سبحانہ کو علم توحید کا واقف مفصل و اتفاقات اور بڑے متضاد حالات کی صورتوں میں یعنے ضرر نفع عطا۔ منع۔ قبض بسط۔ ضار۔ نافع۔ دینے والا۔ روکنے والا۔ قابض۔ باسط میں بدوں توقف اور فکر کے نہ دیکھے اور نہ پہچانے تو اس کو عارف نہیں کہا جاتا۔ اور اگر پہلی دفعہ اس سے غافل ہو اور عنقریب اس کا حضور ہو جائے۔ اور پھر فاعل مطلق جل ذکرہ کو واسطوں اور رابطوں کی صورتوں میں پہچاننے لگے۔ تو اس کو متعرف کہینگے نہ عارف اور اگر پورے طور پر غافل رہے اور افعال کی تاثیروں کو وسیلوں کے حوالہ کرے تو اس کو بھولنے والا اور کھیل کود میں پڑا ہوا اور مشرک خفی کہتے ہیں۔ مثلاً اگر توحید کے مطلب کی تقریر کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو توحید کے سمندر میں غرق کرتا ہے

لیکن اگر کوئی دوسرا شخص انکار کے طور پر اس سے کہدے کہ یہ تیری باتیں خالی نہیں ہیں۔ بلکہ فکر اور سمجھ کا نتیجہ ہے تو اسی وقت غصہ ہو جائے اور نہ جانے کہ یہ میری رنجش تو منکر کی بات کی اُلٹی تصدیق کر رہی ہے۔ ورنہ فاعلِ مطلق کو اس انکار کی صورت میں بھی پہچان لیتا اور اس پر غصہ نہ کرتا۔ خدا کی معرفت کے لئے کئی مراتب ہیں۔ اول۔ جو اثر کہ معلوم ہو۔ اس کو فاعلِ مطلق جل جلالہٗ کی طرف سے جانے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا۔ دوم۔ جو اثر کہ فاعل مطلق کی طرف سے پائے اس کو یقیناً جان لے کہ یہ اس کی صفات میں سے فلاں صفت کا نتیجہ ہے۔ سوم یہ کہ حق سبحانہٗ کی مراد کو ہر صفت کی تجلی میں پہچان لے۔ چہارم یہ کہ خدا کے علم کو اپنی معرفت کی صورت میں پہچانے۔ اور اپنے آپ کو علم و معرفت کے دائرہ بلکہ وجود سے بھی نکال لے۔ چنانچہ حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ سے پوچھا گیا۔ کہ معرفت کس کو کہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ المعرفۃ وجود جھلک عند قیام علمہ (یعنی معرفت یہ ہے کہ تیرے علم کے وقت تیرا جہل موجود ہو) لوگوں نے کہا کہ آپ اس کی زیادہ تشریح فرمائیے۔ فرمایا ھو العارف والمعروف (یعنی وہ خود ہی عارف اور خود ہی معروف ہو) اور جس قدر قرب کے مراتب بڑھتے ہیں۔ اور خدا کی عظمت کے آثار زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی قدر جہالت ترقی کرتی ہے۔ اور معرفت کا انکار زیادہ ہو جاتا ہے۔ حیرت پر حیرت بڑھتی ہے۔ اور یہ مطلب جو تقریر میں آیا ہے سب علم معرفت ہے۔ نہ خود معرفت کیونکہ معرفت تو ایک وجدانی اور ذہنی امر ہے جس کے اظہار سے تقریر قاصر ہے لیکن علم اس کا مقدمہ ہے۔ پس بدون علم کے معرفت کا حاصل ہونا محالی ہے۔ اور علم بدونِ معرفت وبال ہے ۞

صوفی متصوّف ملامتی فقیر کی تعریف اور اُن کے باہمی فرق کے بیان میں

عوارف کے تیسرے باب کی دسویں فصل میں مذکور ہے۔ کہ جان لے لوگوں کے مراتب۔ ان کے درجوں کے لحاظ سے تین قسم پر ہیں۔ اوّل تو واصلوں اور کاملوں کا مرتبہ ہے۔ یہ اعلےٰ درجہ کے لوگ ہیں۔ دوم۔ کمال کے طریق پر سالک اور چلنے والے یہ متوسط درجہ کے لوگ ہیں۔ سوم۔ نقصان کے گڑھے میں پڑے ہوئے یہ نیچے درجہ کے لوگ ہیں۔

واصلین تو مقربین اور سابقین ہیں۔ اور سالکین نیکوکار اور اصحاب یمین یعنے دائیں طرف والے ہیں۔ اور گروہ مقیمان شریمہ بائیں طرف والے ہیں۔ بعد انبیا علیہم السلام کے واصلین کے دو گروہ ہیں۔ اوّل تو وہ مشائخ صوفیہ کہ جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے سبب وصول کا مرتبہ پالیا ہے۔ اور پھر مخلوق کی دعوت کی طرف بطریق متابعت (شرع) متوجہ ہونے پر مامور و ماذون ہوئے ہیں یہ گروہ کامل مکمل ہے کیونکہ خدا کی ازلی عنایت اور فضل نے ان کو جمعیت کے چشمہ اور توحید کے بھنور میں غرق ہونے کے بعد فناہ کی مچھلی کے شکم سے نکال کر تفرقہ کے کنارے اور بقا کے میدان تک صحیح و سالم پہنچا دیا ہے۔ کہ لوگوں کو راہ نجات اور درجات کا نشان دیں لیکن دوسرے گروہ کی وہ جماعت ہے کہ کمال کے درجہ تک پہنچنے کے بعد مخلوق کی طرف رجوع کرنا اور تکمیل کا اوروں کے حوالہ کرنا ان کو میسر نہیں ہوا۔ بلکہ وہ تو جمعیت کے سمندر میں غرق ہو گئے۔ اور فنا کی مچھلی کے شکم میں ایسے ہلاک اور ناچیز ہوئے کہ تفرقہ کے کنارہ اور بقاء کے گوشہ تک نہ ان کی کوئی خبر ملی۔ اور نہ ان کا کوئی اثر پہنچا۔ یہ تو ان لوگوں کے گروہ میں جا ملے جو کہ غیرت کے قبوں اور حیرت کے ملک کے رہنے والے ہیں۔ اور کمال وصول ولایت کے بعد اوروں کی تکمیل ان کے بہرہ نہ ہوئی ؟

اہل سلوک دو قسم کے لوگ ہیں۔ اوّل تو مقصد اعلےٰ کے طالب اور خدا کی ذات کے مرید ہیں۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (یعنی اسی کی ذات کو چاہتے ہیں) کے مصداق ہیں۔ دوم بہشت کے طالب اور آخرت کے مرید ہیں۔ وَمِنْکُمْ مَنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ (یعنی بعض تو تم میں سے وہ لوگ ہیں کہ جو آخرت کو چاہتے ہیں) اور طالبان حق کے دو گروہ ہیں متصوفیہ، ملامتیہ + متصوفیہ تو وہ گروہ ہے کہ نفوس کے بعض صفات سے چھوٹ گئے ہیں۔ اور صوفیوں کے بعض حالات اور صفات ان میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان کے حالات کی انتہا سے واقف ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک نفسانی خواہشات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ صوفیہ کے قرب کے مقام سے پیچھے رہے ہیں۔ اور ملامتیہ وہ گروہ ہے۔ کہ اخلاص و صدق کی رعایت و محافظت میں نہایت ہی سعی کرتے ہیں۔ اور بندگی اور خیرات کے اخفا میں مبالغہ ضروری جانتے ہیں۔ باوجودیکہ اعمال صالحہ سے کوئی دقیقہ مہمل نہیں چھوڑتے اور تمام فضائل اور نوافل کا بجالانا لازمی سمجھتے ہیں۔ ان کا مشرب یہ ہے کہ ہر وقت اخلاص

کے معنی کی تحقیق میں ہیں۔ اور ان کو اس میں لذت آتی ہے۔ کہ صرف اللہ سبحانہٗ ان کے
احوال و اعمال کو دیکھے۔ اور جس طرح کہ گنہگار گناہ کے ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے اسی طرح
یہ لوگ عبادت کے ظہور سے کہ جس میں ریا کا گمان ہو ڈرتے ہیں۔ تاکہ اخلاص کا قاعدہ نہ
ٹوٹ جائے بعض یوں کہتے ہیں۔ الملامتی ھو الذی لا یظھر خیرا ولا یضمر شرا۔
(یعنی ملامتی وہ گروہ ہے کہ جو نیکی ہو ظاہر نہ کرے اور برائی دل میں نہ رکھے) یہ گروہ اگرچہ نادر الوجود
اور شریف الحال ہے لیکن ابھی تک مخلوق کے وجود کا حجاب ان کی نظر سے پورے طور پر
نہیں اٹھا۔ اس لئے توحید کے جمالی کے مشاہدہ اور عین تفرید و تجرید کے معائنہ میں پردہ نشین
ہیں۔ اس لئے کہ اپنے اعمال و احوال کا مخلوق کی نظر سے مخفی رکھنا اس بات کی خبر دیتا ہے۔
کہ ابھی وہ مخلوق کے وجود اور اپنے نفس کو دیکھتے ہیں۔ جو کہ توحید کے مقصد کے مانع ہیں اور
نفس بھی منجملہ اغیار ہے۔ ابھی تک وہ خودی کو دیکھ رہے ہیں۔ اور اپنے اعمال و احوال کے
مطالعہ کی وجہ سے غیروں کو بالکل نہیں نکالا ان میں اور صوفیہ میں فرق یہ ہے۔ کہ عنایت
قدیمہ کے جذبہ نے صوفیہ کی ہستی کو ان سے بالکل چھین لیا ہے۔ اور مخلوق کا حجاب
اور انانیت و خودی کا پردہ ان کی نظر سے اٹھا دیا ہے۔ اس لئے بالضرور یہ لوگ بندگی
اور خیرات کے کرنے میں اپنے آپ کو اور مخلوق کو دیکھتے ہی نہیں۔ اور مخلوق کی نگاہ کی
اطلاع سے بے خوف ہیں اعمال کے اخفا اور احوال کے چھپانے کے مقید نہیں۔ اگر
مصلحت وقت عبادت کے اظہار کی ہو تو ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور اگر اخفا کی مصلحت ہو تو
مخفی رکھتے ہیں پس ملامتی مخلِص[1] لام کے کسرہ کے ساتھ ہیں۔ اور صوفیہ مخلَص بفتح لام ہیں
ان کی شان میں یہ آیت ہے۔ اِنَّا اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ (یعنے ہم نے ان کو اپنے لئے خالص
کر لیا ہے) اس طرح کہ وہ ہمارے ہو رہیں۔ غیر کے نہ رہیں لیکن آخرت کے طالب چار قسم
کے ہیں۔ زہاد، فقرا، خدام، عباد۔ زاہدوں کا وہ گروہ ہے۔ کہ ایمان اور یقین کے نور سے
آخرت کے جمال کا مشاہدہ کرتے اور دنیا کو بری طرح دیکھتے ہیں۔ دنیا کی بناوٹی خوبصورتیوں
کی طرف رغبت نہیں کرتے صوفیہ سے یہ گروہ یوں پیچھے ہے کہ زاہد اپنے حظ نفس میں مخلوق
سے پردہ میں ہے کیونکہ بہشت بھی حظ نفس کا مقام ہے فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ ط
(یعنی اس میں وہ چیزیں ہونگی کہ جن کو نفوس چاہینگے) اور صوفی جمال ازلی کے مشاہدہ اور

[1] کسرہ سے معنی فاعلی ہوگا یعنی اخلاص کرنیوالی اور فتح سے معنی مفعول یعنے خالص کئے گئے ۱۲ مترجم

ذاتِ لم یزلی کی محبت کی وجہ سے دونوں جہان سے پردہ میں ہے۔ جس طرح وہ دنیا سے کنارہ کش ہے۔ اسی طرح آخرت سے بھی یکسو ہے۔ پس صوفی کا زُہد میں زاہد کے مرتبہ سے بڑھ کر ایک اور مرتبہ ہے۔ وہ یہ کہ حظّ نفس اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اور فقرا کا وہ گروہ ہے۔ کہ دنیاوی اسباب ومال کے کچھ مالک نہیں ہوتے۔ اور خدا کے فضل اور رضامندی کی طلب میں سب کچھ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ دنیا کے چھوڑنے کا باعث تین چیزیں ہیں۔ اوّل تو حساب میں تخفیف کی امید یا عذاب کا خوف۔ کیونکہ حلال کے لئے حساب لازمی ہے۔ اور حرام کے لئے عذاب ضروری ہے۔ دوّم۔ ثواب کی زیادتی اور جنّت میں سب سے پہلے جانے کی امید۔ کیونکہ فقرا غنیوں سے پانسو برس پہلے جنّت میں جائینگے۔ سوم۔ عبادت کی کثرت۔ اور دل کی حضوری اور فراغت اور جمعیّتِ خاطر کی خواہش (جو ترک مال سے ہو سکتی ہے) اور ملامتیہ و متصوفیہ سے فقیر یوں پیچھے ہے۔ کہ وہ بہشت اور اپنے حظّ نفس کا طالب ہے۔ اور یہ لوگ خدا کے طالب اور اس کے قرب کے خواہشمند ہیں۔ اور اس کے مرتبہ کے سوا فقر میں ایک اور مقام ہے۔ کہ جو ملامتیہ اور متصوفہ کے مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور صوفیوں کا خاص وصف ہے۔ کیونکہ صوفی کا مرتبہ اگرچہ فقر کے مرتبہ سے بڑھ کر ہے لیکن مقام فقر کا خلاصہ اس کے مقام میں درج ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ صوفی کا فقرا کے مقام سے گذرنا منجملہ شرائط اور لوازم کے ہے۔ اور جس مقام سے کہ ترقی کر جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ اور برگزیدہ نکال لیتا ہے۔ اور اس کو اپنے مقام کا رنگ دے دیتا ہے۔ پس فقر کو صوفی کے مقام میں ایک زائد وصف حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ تمام اعمال۔ احوال۔ مقامات کی نسبت کو اپنے سے دُور کر دیتا ہے۔ اور اس کا مالک نہیں ہوتا چنانچہ صوفی کوئی عمل کوئی حال کوئی مقام اپنی طرف سے نہیں دیکھتا۔ اور اپنے سے خاص نہیں جانتا بلکہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہی نہیں۔ نہ اس کا وجود ہے۔ نہ اس کی ذات ہے۔ نہ صفت وہ محو در محو اور فنا در فنا ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہی فقر ہے۔ کہ جس کی فضیلت میں مشائخ نے طرح طرح کی باتیں فرمائی ہیں۔ اور جو کچھ اس سے فقر کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔ وہ ایک فقر کا نشان اور اس کی صورت ہے۔ اس کی حقیقت نہیں۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔ الفقر عدم الاملاک والخروج عن احکام الصفات۔ یعنے فقر اس کو کہتے ہیں۔ کہ کسی چیز کا مالک نہ ہونا۔ اور صفات کے احکام سے نکل جانا۔ اور یہ تعریف جامع ہے۔ جو کہ فقر کی رسم اور حقیقت میں شامل ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے۔ الفقیر الذی لا یملک ولا یُملک

(یعنی فقیر وہ ہے نہ مالک ہو نہ مملوک) اور صوفی کا مقام فقیر سے اوپر اس لئے ہے۔ کہ فقیر اپنے فقیر کے ارادہ اور حظِ نفس کی خواہش کے پردہ میں ہے۔ اور صوفی کی کوئی خاص خواہش نہیں ہوتی۔ فقر اور غنا کی صورت میں اس کی خواہش خدا کے ارادہ میں محو ہوتی ہے۔ بلکہ اس کا ارادہ بعینہٖ خدا کا ارادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ فقیر کی صورت اور اس کی رسم کو اپنے اختیار وارادہ سے اختیار کرلے۔ تو وہ پردہ میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا ارادہ خدا ہی کا ارادہ ہوتا ہے۔ ابو عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ الصوفی من استصفاہ الحق لنفسہ تودّدًا والفقیر من استصفی نفسہ فی فقرہ تقربا (یعنی صوفی وہ ہے کہ جس کو خدائے تعالیٰ اپنے لئے دوستی کی وجہ سے پسند کرلے۔ اور فقیر وہ ہے۔ کہ اپنے نفس کو فقر میں خدا کے تقرب کے لئے صاف اور پسند کرلے) اور بعض نے یہ کہا ہے الصوفی ھو الخارجُ عن النعوت والرسوم والفقیر ھو الفاقد للاشیاء۔ (یعنی صوفی تو وہ ہے کہ صفتوں اور رسموں سے علیحدہ ہو۔ اور فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو) ابو العباس نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ الفقر بدایۃ التصوف (یعنی فقر تصوّف کی ابتدا ہے) اور فقر و زہد میں یہ فرق ہے۔ کہ فقر زہد کے بغیر ممکن ہے۔ اور ایسا ہی زہد فقر کے بغیر ممکن ہے۔ چنانچہ کوئی شخص باوجودیکہ اس کی رغبت کے اسباب موجود ہیں ان سے علیحدہ رہے۔ فقر کا نشان تو یہ ہے۔ کہ کسی چیز کا مالک نہ ہو۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ صفات کے احکام سے نکل جانا۔ اور کسی چیز کو خاص اپنی طرف منسُوب نہ کرنا۔ اور فقر کا نشان زُہد کی صورت و علامت ہے۔ اور زہد کے معنی دنیا کی رغبت سے اعراض کرنا ہے۔ جب خدائے تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ بعض اولیاء اللہ کو اپنے زیر سایہ رکھ کر غیروں کی نگاہ سے چھپائے۔ تو اُن کی ظاہری حالت کو غنا کے لباس سے کہ جس میں رغبت کی صورت پائی جاتی ہے ڈھانک دیتا ہے۔ تاکہ ظاہری لوگ اُن کو دُنیا کے طالب سمجھیں۔ لیکن اُن کی واقعی خوبصورتی نامحرموں کی نگاہ سے چھپی رہتی ہے۔ اور فقر و زہد کی بہ حقیقت صوفی کی خاص لازمی صفت ہے۔ لیکن بعض صوفی اسمی فقر کو پسند کرتے ہیں۔ ان کا مقصود اس سے یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اقتدا ہو۔ اور دنیا چھوڑی ہو۔ جس سے اپنے مریدوں کو بھی صُورت فقر کی طرف بزبانِ حال ترغیب ہو۔ اور ان کا اس امر کو پسند کرلینا آخرت کے ثواب کی طلب کی وجہ سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی کے مطابق فقر کو اختیار کرتا ہے۔ لیکن خدام کی وہ جماعت ہے کہ فقرا اور طالبان مولیٰ کی خدمت کرتے ہیں۔ جیسا کہ داؤد علیہ السلام

کو خطاب کیا گیا تھا۔ اذا رایت لی طالبا فکن لہٗ خادما (یعنی جب تو کسی میرے طالب کو دیکھے۔ تو اُس کا خادم بن جا) اور فرائض کے پورا کرنے کے بعد اپنے اوقات کو ان فقراء کی خدمت کرتے ہیں جس سے کہ وہ معاش کی طرف سے فارغ ہو رہیں، اور امور معاد دینی پر بھی ان کو مدد پہنچے بسر کرتے ہیں، اور اس خدمت کو نفلی عبادت پر مقدم رکھتے ہیں۔ اُن کی ضروریات کی خاطر جو کسب کہ شرع میں بُرا نہ ہو اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض کما کر بعض مانگ کر بعض فتوح سے ان کی مدد کرتے ہیں۔ بینے اور دینے میں ان کی نگاہ خدا پر ہوتی ہے۔ بینے پر مخلوق کو حق سُبحانہٗ کے دینے کا رابطہ و ذریعہ جانتے ہیں۔ اور دینے میں خدا کے قبول کرنے کا سبب سمجھتے ہیں۔ اور اس مقام کی شرافت کی وجہ سے لوگوں پر خادم و شیخ کا حال مُشتبہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا خادم و شیخ میں فرق رکھا گیا ہے۔ وہ یہ کہ خادم تو ابرار کے مقام پر ہے۔ اور شیخ مقربین کے مقام پر۔ کیونکہ خادم کا خدمت کرنے سے یہ مقصود ہوتا ہے۔ کہ ثواب آخرت پائے۔ ورنہ اس خدمت کا پابند نہ ہوتا۔ اور شیخ خدا کے مقصود پر قائم رہتا ہے۔ نہ کہ اپنے نفس کے مقصود پر۔ لیکن عباد کا وہ گروہ ہے۔ کہ جو ہمیشہ عبادت کے وظیفوں اور طرح طرح کے نفلوں کی پابندی رکھتا ہے۔ جس سے ثواب آخروی کا پانا مطلوب ہوتا ہے۔ یہ وصف صوفی میں موجود ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس بات و اغراض کی امیزش سے معرّا اور مبرّا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ خدا کی خدا کے لئے عبادت کرتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ ثواب آخروی حاصل کریں۔ زاہدوں اور عابدوں میں یہ فرق ہے۔ کہ عابدوں کو دنیا کی رغبت ہوتے کے ساتھ عبادت کی صورت ممکن ہے۔ اور عابدوں اور فقرا میں یہ فرق ہے۔ کہ ایک شخص باوجود غنی ہونے کے عابد ہو سکتا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ واصلین کے دو گروہ ہیں۔ اور سالکوں کے چھ گروہ۔ اور ان آٹھوں گروہوں میں سے ہر ایک میں دو قسم کے ہم شباہت لوگ ہیں۔ ایک تو سچے ہیں۔ دوسرے جھوٹے (جو لوگ سچے صوفیوں سے مشابہ ہیں وہ متصوفہ ہیں۔ جو کہ صوفیوں کے حالات کے انجام سے واقف اور اُن کے مشتاق ہیں۔ لیکن صفات کے تعلقات کی وجہ سے مقصد اور مقصود سے رہ گئے ہیں۔ اور جھوٹے ان سے وہ مشابہ ہیں۔ کہ اپنے آپ کو صوفیوں کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن ان کے عقائد و اعمال و احوال سے خالی ہیں۔ اور عبادت کی رسی گردن سے نکال کر شتر بے مہار کی طرح اباحت کے سبزہ زار میں چرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ شریعت کے احکام کا پابند رہنا عوام

کا کام ہے۔ کہ جن کی نظر ظاہر چیزوں پر پڑتی ہے۔ لیکن خاص لوگوں کا حال جو کہ اہل حقیقت ہیں
اُن سے بالاتر ہے۔ وہ ظاہری رسوم کے پابند نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کا اہتمام صرف باطن
کی نگاہداشت کا ہے۔ اس کو گروہِ باطنیہ اور مباحیہ کہتے ہیں۔ لیکن جو خدا رسیدہ مجذوبوں
کے ساتھ سچے مشابہ ہیں۔ وہ ایک اہل سلوک کا گروہ ہے۔ کہ جن کی سیر ابھی تک صفات
نفوس کے منازل کے قطع کرنے میں رہی ہے۔ طلب کی حرارت کی تپش سے ان کا وجود
قلق و اضطراب میں ہے۔ اور ذات الٰہی کے کشف کی صبح کے ظہور کے پہلے اور مقام فنا میں
قرار ممکن سے پیشتر کبھی کبھی کشف کی تجلیوں سے کوئی تجلی ان کی شہودی نظر میں چمکا کرتی ہے
اور فنا کے ہوا خانہ سے، وصل کی خوشبوؤں سے، خوشبو ان کے دل کے دماغ تک پہنچتی
ہے۔ اور اُن کے نفوس کی تاریکیاں اس تجلی کے نور کی چمک میں چھُپ جاتی ہیں۔ اور
اس خوشبودار ہوا کا چلنا ان کے باطن کو طلب کی آگ کی بھڑک اور روحی شوق کے اضطراب
سے آرام دیتا ہے۔ اور جب دوبارہ تجلی منقطع ہو جاتی ہے۔ اور وہ خوشبو بند ہو جاتی ہے
تو پھر وہی نفوس کی صفات کا ظہور اور طلب کی حرارت اور شوق کا اضطراب سب
لوٹ آتے ہیں۔ اور سالک چاہتا ہے۔ کہ پورے طور پر وجود کے صفات کے لباس
سے علیحدہ ہو کر فنا کے سمندر میں غرق ہو جائے۔ تا کہ وجود کی سختی سے ایک دم آرام پائے
اور جب یہ مکان ابھی تک اس کا مقام نہیں بنا۔ بلکہ کبھی کبھی اس میں اترتا ہے۔ اور اس
کا باطن اس مقام کا مشتاق ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو مجذوبانِ واصل سے سچا مشابہ کہا
جاتا ہے لیکن وہ گروہ جو کہ مجذوبانِ واصل سے جھوٹا مشابہ ہے۔ اُن کا یہ حال ہے۔
کہ وہ فنا کے سمندر میں غرق ہونے اور توحید کے چشمہ میں ہلاک ہونے کے مدعی ہیں۔ اور
اپنی حرکات۔ سکنات کو کسی طرح اپنی طرف نسبت نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری
حرکات ایسی ہی ہیں۔ جس طرح کہ دروازہ کی حرکت ہے۔ کہ بغیر ہلانے والے کے نہیں
ہو سکتی۔ یہ مطلب گو صحیح ہے۔ لیکن اس گروہ کی شان کے برخلاف ہے۔ کیونکہ اس
بات سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے۔ کہ ہمیں گناہوں کے کرنے کا عذر ہو سکے۔ کیونکہ جب ان کا
حوالہ خدا کی طرف ہو جائیگا۔ تو خود ہم ملامت سے چھوٹ جائینگے۔ اس لئے اس گروہ کو
زندیق کہتے ہیں۔ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ
میرے فعل کی نسبت خدا کے ارادہ سے ایسی ہے۔ جیسے کہ دروازہ کی حرکت کی اس کی محرک

کی طرف. آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا قائل اگر کوئی ایسا شخص ہے۔ کہ اصولِ شریعت کی رعایت اور احکام عبودیت کی حدوں کی محافظت کرتا ہے۔ تو وہ منجملہ صدیقین ہے۔ اور اگر ایسا شخص ہے کہ شرع کے احکام کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اور گناہوں میں غرق ہو رہا ہے اور یہ بات اس لئے کہتا ہے۔ کہ اپنے افعال کا حوالہ حق سبحانہ کی طرف کرے۔ اور دین سے نکلنے کی وجہ سے جو اس کو ملامت ہوگی۔ اس سے بچنا چاہتا ہے۔ تو ایسا شخص منجملہ زندیقین ہے اور ملامتیہ فرقہ سے جو سچّا مشابہ ہے۔ وہ گروہ ہے کہ جو لوگوں کے سنوارنے اور بگاڑنے کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ ان کی سعی اکثر اس امر میں ہوتی ہے۔ کہ مجالس کے آداب کی رسموں کو مٹا دیا جائے۔ اُن کا بڑا سرمایہ بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ خاطر جمع اور دل خوش رہے۔ زاہدوں اور عابدوں کی عادتیں ان سے ہو نہیں سکتیں۔ بہت سے نوافل نہیں پڑھ سکتے احتیاط پر ان کا عمل نہیں ہوتا۔ بجز ادائے فرائض اور کچھ اُن سے نہیں ہوتا۔ دنیوی اسباب کو جمع نہیں کرتے۔ دل کی خوشی پر فارغ ہوتے ہیں۔ اور زیادہ طلب نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو قلندریہ کہتے ہیں۔ چونکہ ان میں ریا نہیں ہوتا۔ اس لئے ملامتیہ سے ان کو مشابہت ہے اور ان میں فرق یہ ہے۔ کہ ملامتی تمام نوافل اور مستحبات کو بجا لاتے ہیں۔ مگر لوگوں کی نگاہ سے چھپاتے ہیں۔ لیکن قلندریہ فرائض کی حد سے نہیں بڑھتے۔ اور اس بات کے مقید نہیں کہ اعمال ظاہر کریں یا خفیہ۔ لیکن وہ گروہ کہ جو آجکل قلندریہ کے نام سے معروف ہے۔ اور اسلام کی رسی کو گردن سے نکال بیٹھے ہیں۔ وہ ان اوصاف سے جن کا شمار کیا گیا ہے۔ خالی ہیں۔ اس لئے یہ نام ان پر عاریتہً ہے۔ ہاں ان کو حشویہ کہدیں تو مضائقہ نہیں (یعنی فضول) لیکن جو گروہ کہ ملامتیہ کے ساتھ جھوٹا مشابہ ہے۔ سو وہ بھی ایک زندیقوں کا فرقہ ہے۔ کہ اخلاص کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن فسق و فجور کے اظہار پر مبالغہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ لوگ ہم کو ملامت کریں۔ جس سے ان کی نظروں سے گر جائیں۔ اور خدائے تعالےٰ تو لوگوں کی بندگی سے بے پروا ہے۔ اور ان کے گناہوں سے اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ وہ گناہ صرف اس کو جانتے ہیں۔ کہ لوگوں کو تکلیف دی جائے۔ اور بندگی صرف یہ کہ ان سے احسان کیا جائے۔ لیکن جو گروہ کہ زاہدوں کے ساتھ سچا مشابہ ہے۔ سو وہ ہے کہ ابھی تک اُن کی دنیا سے رغبت پورے طور پر دُور نہیں ہوئی۔ لیکن وہ چاہتے ہیں کہ ایکدم دنیا سے اعراض کر جائیں۔ اس لئے ان کو متزہد یعنی بناوٹی زاہد کہا

جاتا ہے۔ لیکن جو کہ زاہدوں کے ساتھ جھوٹے مشابہ ہیں۔ سو وہ گروہ ہیں۔ کہ لوگوں کی مقبولیت کے خیال سے دنیا کی زینت کو چھوڑتے ہیں۔ دنیاوی اسباب کے جمع کرنے سے طبیعت کو روکتے ہیں۔ لیکن اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں میں عزت پیدا ہو۔ اور ممکن ہے کہ بعض لوگوں پر ان کا حال مشتبہ ہے۔ اور لوگ گمان کریں۔ کہ یہ لوگ دنیا سے پورے طور پر کنارہ کش ہیں۔ حالانکہ خود انہوں نے ترک مال سے عزت وجاہ کو خریدا ہے تو کوا اللہ نیا اللہ نیا (یعنی دنیا کو دُنیا کی خاطر چھوڑ رکھا ہے) اور ممکن ہے کہ ان پر خود اپنا حال مشتبہ ہو۔ یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ جب ہماری طبیعت اسباب دنیوی کی تلاش میں مشغول نہیں ہے۔ تو یہ بات کی علت ہے۔ کہ ہم دنیا سے کنارہ کر چکے ہیں۔ اس گروہ کو مرائیہ یعنی ریاکار کہتے ہیں۔ لیکن وہ گروہ کہ جو فقراء کے ساتھ سچا مشابہ ہے۔ کہ جس کا ظاہر حال فقیروں کا سا ہو۔ لیکن ان کا باطن حقیقت فقر کا طالب ہو۔ اور ابھی غنا کی طرف میلان ہو اور تکلف کے ساتھ فقر پر صبر کریں۔ اور حقیقی فقیر تو فقر کو خدا کی خاص نعمت جانتے ہیں۔ اور اس امر پر ہمیشہ شکر کرتے ہیں لیکن وہ جو فقرا کے ساتھ جھوٹے مشابہ ہیں۔ سو وہ گروہ ہے۔ کہ ظاہرا تو فقر کی رسم پر رہتے ہیں لیکن اُن کا باطن حقیقت فقر سے ناواقف ہے۔ ان کا مقصود صرف دعویٰ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور لوگوں میں اپنی مقبولیت کا اشتہار۔ اس گروہ کو بھی مرائیہ کہتے ہیں لیکن جو فرقہ خادم کے ساتھ سچا مشابہ ہے۔ سو وہ گروہ ہے۔ کہ ہمیشہ بندگان خدا کی خدمت کرتا ہے۔ اور دل میں چاہتا ہے۔ کہ اُن کی خدمت کو دُنیاوی مالی یا جاہ کی غرض سے نہ ملائے۔ اور اپنی نیت کو خواہشِ نفسانی اور ریا کی میل سے صاف رکھے۔ لیکن ابھی زہد کی حقیقت تک نہ پہنچا ہو۔ پس کسی وقت میں نور ایمان کے غلبہ اور نفس کے چھپانے کی وجہ سے ان کی بعض خدمات ایسی موقع پر ہوتی ہیں۔ کہ وہ لوگ مستحق خدمت ہوتے ہیں۔ اور کبھی نفس کے غلبہ کی وجہ سے اُن کی خدمت خواہشِ نفسانی اور ریا سے مل جاتی ہے۔ وہ ایسی جماعت کی جو قابل خدمت نہیں ہوتی۔ اپنی تعریف کی بنا پر بہت سی خدمت کر دیتے ہیں۔ اور ایسی جماعت کو جو قابلِ خدمت ہے۔ خدمت سے محروم رکھتے ہیں۔ ایسے گروہ کو متخادم کہتے ہیں۔ لیکن جو خادم گروہ کے جھوٹے مشابہ ہیں۔ سو وہ فرقہ ہے۔ کہ خدمت کرتے ہیں ان کی نیت اخروی ثواب کی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کا لوگوں کی خدمت کرنا دنیوی فائدہ کے لئے ایک جال ہوتا ہے۔ کہ جس کے سبب وقفی جائدادوں سے روزی کا حاصل

ہوتا ہے۔ اگر خدمت کرنے سے اُن کا یہ مقصود حاصل نہ ہو۔ تو خدمت چھوڑ دیتے ہیں۔ بس ان کا خدمت کرنا صرف جاہ اور مال اور مُریدوں کی کثرت کے لئے ہے۔ تاکہ محفلوں اور مجلسوں میں اس کی وجہ سے اوروں سے بڑھ جائیں۔ اور فخر حاصل کریں۔ اُن کی نگاہ حظِ نفس پر ہی ہوتی ہے۔ ایسے گروہ کو مستخدم کہتے ہیں۔ لیکن وہ گروہ کہ جو عابد کے ساتھ سچا مشابہ ہے وہ ہے جو کہ تمام اوقات کو عبادت میں مصروف کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ طبیعت کی خواہشات موجود ہیں۔ اور ابھی نفس پورا پاک وصاف نہیں ہے۔ اس لئے ہر وقت اعمال ووظائف میں کچھ سُستی اور روکاوٹیں آجاتی ہیں۔ یا ایسے لوگ کہ عبادت کی لذت ابھی تک اُن کو نہیں آئی۔ اور تکلف سے عبادت کرتے ہیں۔ سو ایسے گروہ کو متعبد کہتے ہیں۔ لیکن وہ جو کہ اُن سے جھوٹے مشابہ ہیں۔ سو وہ ریاکاروں میں کا ایک گروہ ہے۔ کہ عبادت میں اس کی نظر لوگوں کی مقبولیت پر رہتی ہے۔ اور اس کے دل میں آخرت کے ثواب کا یقین نہیں ہوتا اور جب تک کوئی غیر شخص اس کی عبادت کو نہ دیکھتا ہو۔ تب تک وہ عبادت ہی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ ہم کو ریا سے پناہ میں رکھے وباللہ العصمة والتوفیق +

توحید اور اس کے مراتب اور اہلِ توحید کے بیان میں

عوارف کے باب اول اور دوسری فصل میں مذکور ہے کہ توحید کے کئی مرتبہ ہیں۔ اوّل توحید ایمانی۔ دوم توحید علمی۔ سیوم توحید حالی۔ چہارم توحید الہٰی۔ توحید ایمانی یہ ہے۔ کہ بندہ اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں یگانہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی مستحق معبودیت نہیں۔ جس طرح کہ آیات وحدیث میں وارد ہے۔ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرے۔ یہ توحید مخبر کی تصدیق اور حدیث کے صدق کے اعتقاد کا نتیجہ ہے۔ اور ظاہر علم شریعت سے لیا گیا ہے۔ اس پر پابند ہونے سے شرکِ جلی سے خلاصی ہوتی ہے۔ اور اسلام کے رشتہ میں آنے کے لئے مفید ہے۔ گروہ متصوفہ ایمان کی ضرورت کی وجہ سے اس توحید میں عام مومنین کے ساتھ شریک ہے۔ اور توحید کے دیگر مراتب میں تنہا اور خاص ہے۔ لیکن توحید علمی باطنی علم سے ماخوذ ہے۔ کہ جس کو علم یقین کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بندہ طریق تصوف کے شروع میں اس بات کو یقیناً جانے کہ حقیقی موجود اور مطلق مؤثر خداوند عالم جل جلالہٗ کے سوا اور کوئی نہیں۔ باقی تمام افراد صفات افعال کو اسی کی ذات، وصفات و

افعال میں ناچیز جانے۔ ہر ایک ذات کی روشنی ذات مطلق کے نور سے سمجھے۔ اور ہر صفت کو اُسی کے نورِ مطلق کا پرتوہ جانے۔ چنانچہ جہاں کہیں علم قدرت ارادہ سمع بصر پائے۔ اُن کو اُسی کے علم قدرت ارادہ سمع بصر کا اثر جانے۔ علیٰ ہذا تمام صفات و افعال کو خیال کرے۔ اور یہ توحید اہل توحید کے مراتب میں سے کم مرتبہ کی ہے۔ جو متصوفہ سے مخصوص ہے۔ اور اس کا مقدمہ عام توحید کے آخری حصہ سے ملا ہوا ہے۔ اور اس مرتبہ کے مشابہ وہ مرتبہ ہے۔ کہ جس کو کوتہ نظر لوگ توحید علمی کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ توحید علمی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک رسمی توحید ہے جو اعتبار سے گری ہوتی ہے۔ اور یہ اس طرح ہے۔ کہ کوئی شخص دانائی اور ذہانت مطالعہ کتب سے یا سُنے سُنائے توحید کے مطلب کا خیال کرے۔ اور توحید کی صورت کا نشان اس کے دل میں نقش ہو جائے۔ اس لئے کبھی بحث و مناظرہ میں بے مغز بات منہ سے کہدے اور توحید حالی سے اس میں کچھ بھی اثر پیدا نہ ہو۔ توحید علمی گو توحید حالی سے کم درجہ پر ہے لیکن توحید حالی سے کچھ ملاوٹ اس میں آجاتی ہے۔ وَمِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ عَیْناً یَّشْرَبُ بِہَا الْمُقَرَّبُوْنَ ط اس توحید کے شراب کی تعریف میں ہے۔ (یعنی اس کی ملونی آبِ تسنیم سے ہے۔ جو کہ آب چشمہ ہے۔ کہ جس سے مقرب لوگ پئینگے) اسی لئے اس توحید کا حال اکثر ذوق و سرور میں ہوتا ہے۔ کیونکہ حال کے ملنے سے رسم کی بعض ظلمت اِس سے دُور ہو جاتی ہے چنانچہ بعض تصرفات میں اپنے علم کے موافق عمل کرتا ہے اور اسباب کے وجود کو کہ افعال الٰہی کے تعلقات ہیں نہیں دیکھتا لیکن اکثر حالات میں بتقاضائے علم وجود کے ظلمت کے سبب پردہ میں ہو جاتا ہے اور اس توحید سے کچھ شرک خفی پیدا ہوتا ہے لیکن توحید حالی وہ ہے کہ توحید کا حال موحد کی ذات کا لازمی وصف ہو جائے اور وجود کی تمام رسمی تاریکیاں سوائے تھوڑے بقیہ کے توحید کی نور کی چمک میں نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ توحید کا نور اس کے حال کے نور میں چھپ جاتا ہے فلما استبان الصبح اندرج ضوءہ باسفارہ اضواء نور الکواکب (یعنی جب صبح ظاہر ہو گئی، تو اُس کی روشنی اپنی سپیدی کے سبب ستاروں کے نور کی روشنی میں داخل ہو گئی) اس مقام میں موحد کا وجود وجودِ واحد کے جمال کے مشاہدہ میں جمع کے چشمہ میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ بجز واحد ذات و صفات کے اس کی شہودی نظر میں اور کچھ نظر نہیں آتا یہانتک کہ اس توحید کو خدائے واحد کی صفت دیکھتا ہے نہ اپنی صفت اور اس دیکھنے کو بھی اسی کی صفت دیکھتا ہے اور اس

طریق سے قطرہ کی طرح توحید کے سمندر کی موجوں کے تلاطم کے قبضہ میں کرتا ہے، اور جمع میں غرق ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت جنید قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرماتے ہیں! التوحید معنی یضمحل فیہ الرسوم ویندرج فیہ العلوم ویکون اللہ کما لم یزل۔ (یعنی توحید ایک ایسا مطلب ہے کہ جس میں رسمیں مٹ جاتی ہیں۔ اور علوم داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ ہمیشہ سے ہے) اور اس توحید کا منشاء مشاہدہ کا نور ہے، اور توحید علمی کا منشاء مراقبہ کا نور۔ اور اس توحید میں آکر اکثر بشریت کے نشان جلتے رہتے ہیں، اور علمی توحید میں ان نشانات میں سے کچھ تھوڑے دور ہو جاتے ہیں۔ اور توحید حالی میں جو کچھ رسوم باقی رہ جاتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے۔ کہ موحد سے افعال کی تربیت اور اقوال کی تہذیب کا صادر ہونا ممکن ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ زندگی کے وقت توحید کا حق جیسا کہ چاہیئے ادا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ابوعلی دقاق قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ التوحید غریم لا یقضی دینہ و غریب لا یؤدی حقہ (یعنی توحید ایک ایسا تاوان ہے کہ جس کا قرض ادا نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا مسافر ہے کہ جس کا حق ادا نہیں ہو سکتا) اور خاص موحدوں کو زندگی کے وقت خالص توحید کی حقیقت سے یکبارگی وجود کے آثار اور رسوم اس میں لاشئے ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی ایک چمک بجلی کی طرح چمکتی ہے۔ اور اسی وقت نیست ہو جاتی ہے۔ اور نشانات کے بقیہ دوبارہ لوٹ آتے ہیں۔ اس حال میں شرک خفی کے بقیہ پورے طور پر دور ہو جاتے ہیں، اور اس مرتبہ کے سوا آدمی کو کوئی دوسرا مرتبہ ممکن نہیں۔ اور توحید الٰہی اس کو کہتے ہیں۔ کہ حق سبحانہ ازل کے زمانہ سے اپنی ذات میں نہ کہ دوسرے کے واحد بنانے سے ہمیشہ وحدانیت کے وصف اور فردانیت کی تعریف سے موصوف ہے کان اللہ ولم یکن معہ شئی (یعنی اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ تھی) اور ابدالاباد تک اسی طرح رہیگا کل شئی ھالکٌ الا وجھہٗ (یعنی سب شئی ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات) اور بجائے ہالک کے یہلک نہ کہا تاکہ یہ امر معلوم ہو جائے۔ کہ تمام اشیاء کا وجود اس کے وجود میں آج فانی ہے۔ اور اسی حال کے مشاہدہ کا کل پر حوالہ کر دینا پردہ نشینوں کے حق میں ہے۔ ورنہ عقلمند اہل مشاہدات والے جو کہ زمان و مکان کی تنگی سے نکل چکے ہیں۔ اُن کے حق میں یہ وعدہ نقدی ہے۔ اور یہی توحید الٰہی ہے۔ کہ نقصان سے عیب سے بری ہے۔ اور لوگوں کی توحید وجود کے نقصان کی وجہ سے ناقص ہے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے

کتاب منازل السائرین کو ان تین شعروں پر ختم کیا ہے ؎

ما وحد الواحد من واحد	اذ کل من وحدہ جاحد
توحید من ینطق عن نفسہ	عاریۃ ابطلہا الواحد
توحیدہ ایاہ توحیدہ	ونعت من ینعتہ لاحد

جو شخص کہ ایک ہے وہ خدا وحدہ کی توحید نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جو شخص اس کو ایک ثابت کریگا۔ وہ منکر ہوگا۔ اور توحید اس شخص کی جو اپنی طرف سے بولتا ہے ایک عاریت ہے جس کو ایک باطل کر دیتا ہے۔ اس کا اپنی توحید بیان کرنا حقیقتاً توحید ہے۔ اور تعریف کرتا ہے البتہ وہ ایک ہی ہے[1] ✤

اولیاءِ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے اقسام کے بیان میں

کتاب کشف المحجوب[2] میں مذکور ہے کہ خداوند سبحانہٗ تعالیٰ نے نبوی برہان کو قائم و باقی کر دیا ہے اور اولیا کو اس کے اظہار کا سبب کر دیا ہے کہ ہمیشہ خدا کی نشانیاں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی حجت ظاہر ہوتی رہے۔ اور خاص ان کو خدا کے جہان کا والی بنا دیا گیا ہے تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مجرد اور مجدد ہو جائیں۔ اور نفس کی متابعت کا طریقہ بالکل چھوڑا۔ اُن کے قدموں کی برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ اُن کے حال کی صفائی کی وجہ سے زمین سے سبزی اُگتی ہے مسلمان کافروں پر اُن کی ہمت سے فتح پاتے ہیں۔ اور یہ چار ہزار اشخاص ہیں۔ جو کہ چھپے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے۔ اور اپنے حال کی خوبصورتی کو نہیں جانتے۔ ہر حال میں اپنے آپ اور مخلوق سے چھپے رہتے ہیں۔ اس بارہ میں حدیثیں آئی ہیں۔ اور اولیا کی باتیں اس پر گواہ ہیں۔ مجھ کو اس امر میں خدا کی عنایت سے خبر معلوم ہوئی ہے لیکن جو لوگ کہ اہل تصرف اور درگاہ الٰہی کے پیادے ہیں۔ وہ تین سو ہیں۔ کہ ان کو اخیار[3] کہا جاتا ہے اُن میں سے چالیس اور ہیں۔ کہ جن کو ابدال[4] کہا جاتا ہے۔ اور سات اور ہیں جن کو ابرار[5] کہتے ہیں۔ اور چار اور ہیں کہ جن کو اوتاد[6] کہتے ہیں۔ تین اور ہیں کہ جن کو نقباء[7] کہتے ہیں۔ ایک اور ہے کہ

[1] خلاصہ یہ خدا کی توحید خود حق سبحانہ کر سکتا ہے۔ ورنہ کسی ممکن کا توحید کا دعویٰ کرنا توحید کے برخلاف ہے کیونکہ توحید میں نسبت اور طرفین کا ہونا ضروری ہے ۱۲ مترجم از شرح [2] مؤلفہ حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ [3] یعنے پسندیدہ لوگ ۱۲ [4] جو ایک دوسرے کے بدلے ہوتا ہے ۱۲ [5] نیکوکار ۱۲ [6] وتد یعنے میخ یعنے وہ زمین کی میخیں ہیں ۱۲ [7] جمع نقیب ۱۲ ✤

جس کو قطب و غوث کہتے ہیں۔ اور یہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اور کاموں میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور اس پر بھی اخبار و احادیث مروی ہیں۔ اور اہل حقیقت ان کی صحت پر متفق ہیں۔ صاحب کتاب فتوحات مکیہ رضی اللہ عنہ نے اس کتاب کے ایک سو اٹھانوے ۱۹۸ باب کی اکتیسویں فصل میں سات قسم کے اشخاص کو ابدال کہا ہے۔ اور اس میں ذکر کیا ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے زمین کو ہفت اقلیم بنایا ہے اور اپنے بندوں میں سے سات اشخاص کو پسند کر کے اُن کا نام ابدال رکھا ہے۔ ہر اقلیم کے وجود کو ان ساتوں میں سے ایک نگاہ رکھتا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ میں حرم مکہ میں ان سے ملا ہوں۔ اور اُن کو سلام کیا ہوں۔ انہوں نے بھی مجھ کو سلام کہا۔ میں نے اُن سے باتیں کی تھیں۔ فما رایتُ احسن سمتا منھم و لا اکثر شغلا منھم باللہ (پس میں نے جہاں تک دیکھا ہے ان سے بڑھ کر اچھے طریقہ پر اور خدا سے زیادہ لگاؤ والا کوئی نہیں دیکھا) اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ اُن کا مثل بھی کوئی نہیں دیکھا۔ مگر شہر قونیہ میں ایک شخص دیکھا تھا۔ شیخ طریقت شیخ فریدالدین عطار قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ نے کہا ہے۔ کہ اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہے۔ کہ جن کو مشائخ طریقت اور کبرائے حقیقت اویسی کہتے ہیں۔ ان کو ظاہر میں کسی پیر کی حاجت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی عنایت کی گود میں بغیر کسی غیر کے ذریعہ کی پرورش کرتے ہیں۔ جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور یہ بڑا عالی مقام ہے یہاں تک ہر شخص کو نہیں پہنچاتے۔ اور یہ دولت ہر شخص کے نصیب نہیں ہوتی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔ ایسا ہی بعض اولیاء اللہ نے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متبع ہیں۔ اپنے مریدین کی بغیر اس کے کہ ان کا کوئی ظاہر پیر ہو۔ روحانیت کے طور پر پرورش کی ہے۔ اور یہ جماعت بھی اویسیوں میں داخل ہے۔ بہت سے مشائخ طریقت کو اوّل سلوک میں اس مقام کی طرف توجہ ہوئی ہے۔ جیسا کہ شیخ بزرگوار شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی کہ جن کا سلسلہ مشائخ میں سے حضرت ابوالجناب نجم الدین کبریٰ تک ملتا ہے۔ اور شیخ ابوسعید کے طبقہ میں سے ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم کا ابتدا میں یہ ذکر تھا۔ کہ ہمیشہ اویس اویس کہا کرتے تھے۔

معجزہ وکرامت واستدراج کے فرق کے بیان میں

فی التفسیر الکبیر للامام النحریر فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اذا ظہر فعل خارق للعادۃ علی ید انسان فذالک اما ان یکون مقرونا بالدعوی اولا مع الدعوی والقسم الاول وہو ان یکون بالدعوی اما ان یکون دعوی الالٰہیۃ اودعوی بالنبوۃ اودعوی الولایۃ اودعوی السحر وطاعۃ الشیاطین فہذہ اربعۃ اقسام القسم الاول ادعاء الالٰہیۃ وجوز اصحابنا ظہور خوارق العادات علی یدہ من غیر معارضۃ کما نقل ان فرعون کان یدعی الالٰہیۃ وکان یظہر علی یدہ خوارق العادات وکما نقل ذالک ایضاً فی حق الدجال قال اصحابنا وانما جاز ذالک لان شکلہ وخلقتہ یدل علی کذبہ فظہور الخوارق علی یدہ لا یفضی الی التلبیس والقسم الثانی ادعاء النبوۃ وہذا القسم علی قسمین لانہ اما ان یکون ذالک المدعی صادقا اوکاذبا فان کان صادقا وجب ظہور الخوارق علی یدہ وہذا متفق علیہ بین کل اقر بصحۃ النبوۃ واما من کان کاذبا لم یجز ظہور الخوارق علی یدہ وبتقدیر ان یظہر وجب المعارضۃ واما القسم الثالث وہو ادعاء الولایۃ فالقائلون بکرامات الاولیاء اختلفوا فی انہ ہل یجوز ادعاء الکرامۃ ثم انہا یحصل علی وفق دعواہ ام لا القسم الرابع وہو ادعاء السحر وطاعۃ الشیاطین فعند اصحابنا یجوز ظہور خوارق العادات علی یدہ وعند المعتزلۃ لا یجوز اما الثانی وہو ان یظہر خوارق العادات علی ید انسان من غیر شئی من الدعاوی فذالک لان الانسان اما ان یکون صالحا مرضیا عند اللہ واما ان یکون خبیثا مذنبا والاول من القول بکرامات الاولیاء وقد تفق اصحابنا علی جوازہ وانکرہا المعتزلۃ الا الحسن البصری وصاحبہ محمود الخوارزمی واما القسم الثانی وہو ان یظہر خوارق العادات علی بعض من کان مردودا عن طاعۃ اللہ فہذا ہو المسمی بالاستدراج (یعنی امام فخر الدین رازی رضی اللہ تعالٰی علیہ تفسیر کبیر میں کہتے ہیں کہ جب کسی انسان کے ہاتھ پر کوئی فعل خرق عادت کے طور پر ظاہر ہو۔ تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اس کے ساتھ دعویٰ بھی ہوگا یا دعویٰ نہ ہوگا۔ پھر قسم اول کی کئی قسمیں ہیں۔ یا تو اس میں خدائی دعوے ہوگا یا نبوت کا دعوے یا ولایت کا دعویٰ یا جادو اور شیطانوں کی فرمانبرداری کا دعوے ہوگا۔ اب یہ چار قسم ہوگئے۔ قسم اول خدائی دعوے ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے اس قسم کے مدعی کے ہاتھ پر خرق عادت کا ہونا بدون کسی معارضہ کے

جائز رکھا ہے۔ جیسے نقل کیا گیا ہے کہ فرعون خدائی کا مدعی تھا۔ اس کے ہاتھ پر خرق عادت کا ظہور ہوتا تھا۔ اور جیسے دجال کے بارہ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ امر اس لئے جائز ہے۔ کہ اس کی شکل اور خلقت اس کے جھوٹ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کے ہاتھ پر خرقِ عادت کے ظہور سے کچھ شک نہیں پڑتا۔ قسم دوم نبوت کا دعویٰ ہے۔ اور یہ قسم بھی دو قسم پر منقسم ہے۔ کیونکہ یہ مدعی یا تو سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو اس کے ہاتھ پر خرقِ عادت کا ظہور ضروری ہے۔ اور یہ امر ان مسلمانوں میں جو کہ نبوّت کو مانتے ہیں۔ متفق علیہ ہے۔ لیکن جو مدعی جھوٹا ہے۔ تو اس کے ہاتھ پر خرق عادت کا ظہور جائز نہیں۔ اور ظہور کی تقدیر پر اس کا معارضہ ضروری ہے۔ لیکن تیسرا قسم یہ ہے۔ کہ ولایت کے مدعی سے خرق عادت ہو۔ سو جو لوگ اولیا کی کرامات کے قائل ہیں۔ وہ اس امر میں مختلف ہیں۔ کہ کیا کرامت کا دعویٰ جائز بھی ہے پھر یہ کہ اس کے دعوے کے مطابق وہ امر ہو بھی جاتا ہے کہ نہیں۔ چوتھا قسم یہ کہ جادو اور شیطانوں کی اتباع کا مدعی ہے۔ سو ہمارے اصحاب کے نزدیک ایسے شخص کے ہاتھ پر بھی خرقِ عادت جائز ہے۔ لیکن معتزلہ کے نزدیک جائز نہیں۔ دوسرا قسم یہ ہے۔ کہ کسی انسان پر بدون کسی دعوے کے خرقِ عادت ظاہر ہو۔ پھر یہ انسان یا تو خدا کے نزدیک نیکبخت صالح ہوگا۔ یا فاسق فاجر ہوگا۔ پہلی صورت میں تو وہی کرامت اولیاء ہے۔ جس کے جواز پر ہمارے علماء متفق ہیں۔ اور بجز ابوالحسن بصری اور اس کے شاگرد محمود خوارزمی کے تمام معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ دوسرا قسم یہ ہے۔ کہ خرقِ عادت ایسے شخص کے ہاتھ پر ہو۔ جو کہ خدا کی عبادت سے مردود ہے۔ یعنی فاسق۔ فاجر ہے۔ اور اسی خرقِ عادت کا نام استدراج ہے +

کرامات اولیاء کے اثبات کے بیان میں

فی کتاب دلائل النبوة للامام المستغفری رحمۃ اللہ کرامات الاولیاء حق بکتاب اللہ تعالیٰ والاثار الصحیحۃ المرویۃ واجماع اھل السنۃ والجماعۃ علی ذالک فاما الکتاب فقولہ تعالیٰ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ قال اھل التفسیر فی ذالک کان یری عندھا فاکھۃ الصیف فی الشتاء وفاکھۃ الشتاء فی الصیف ومریم

رضی اللہ عنہا لم تکن نبیۃ بالاجماع فھذہ الایۃ حجۃ علی منکر الکرامات للاولیاء۔ (یعنی امام مستغفری کتاب دلائل النبوۃ میں لکھتے ہیں۔ کہ کراماتِ اولیاء حق ہے۔ جس پر کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع اہل السنۃ والجماعۃ شاہد ہے۔ کتاب اللہ تو یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے جب زکریا علیہ السلام مریم کے پاس آتے۔ تو اس کے پاس رزق پاتے۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اس کے پاس میوے دیکھے جاتے تھے۔ گرمیوں کے میوے جاڑے میں اور جاڑے کے گرمی میں۔ اور مریم رضی اللہ عنہا بالاتفاق نبی نہ تھیں۔ پس یہ آیت کراماتِ اولیاء کے منکر پر حجت ہے) اور کتاب کشف المحجوب میں ہے کہ خداوند سبحانہٗ تعالےٰ نے قرآن شریف کے صریح الفاظ میں ہم کو آصف کی کرامت کی خبر دی ہے۔ کہ جب حضرت سلیمان کو اس کی ضرورت ہوئی۔ کہ بلقیس کے تخت کو اس کے آنے سے پہلے وہاں حاضر کر لائے۔ تو خدائے تعالےٰ نے چاہا۔ کہ آصف کی بزرگی لوگوں کو دکھائے۔ اور اُس کی کرامت ظاہر کرے۔ اور اہل زمانہ کو دکھلا دے۔ کہ اولیاء کی کرامت جائز ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تم میں سے کوئی ہے کہ بلقیس کے تخت کو اس کے آنے سے پہلے یہاں حاضر کردے۔ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِکَ (یعنی ایک جن کہنے لگا کہ میں آپ کے پاس پہلے یہاں سے اٹھنے کے لادونگا) سلیمان علیہ السلام نے کہا۔ کہ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ آصف نے کہا۔ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ۔ (یعنی میں آپ کے پاس اس کو آپ کے چشم زدن سے پہلے لادوں گا۔ اس بات سے سلیمان علیہ السلام نے کچھ انکار نہ کیا۔ او ساس کو یہ امر محال نہ معلوم ہؤا۔ اور یہ کسی حال میں معجزہ نہ تھا۔ کیونکہ آصف پیغمبر نہ تھے۔ پس بالضرور کرامت ہوگی۔ اور اصحاب کہف کا قصہ اور ان سے کُتے کا باتیں کرنا اور اُن کا سوتے رہنا۔ اور غار میں دائیں بائیں کروٹ بدلنا یہ بھی کرامات میں سے ہے۔ وَنُقَلِّبُھُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَکَلْبُھُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ بِالْوَصِیْدِ (اور ہم اُن کی کروٹ دائیں بائیں بدلتے رہتے ہیں۔ اور اُن کے کُتے نے اپنے ہاتھوں کو غار کے چوکھٹ کے آگے پھیلا رکھا ہے لیکن کرامات کا سنت سے یہ ثبوت ہے۔ کہ حدیث میں یوں آیا ہے۔ ایک دن صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ہم کو پہلے لوگوں کے عجائبات میں سے کچھ بیان فرمایئے۔ فرمایا کہ تم سے پہلے تین شخص ایک جگہ جا رہے تھے۔ جب رات ہو گئی تو اُنھوں نے ایک غار کا قصد کیا۔ اور اس کے اندر چلے گئے۔ جب کچھ رات گذری۔ تو پہاڑ پر

سے ایک پتھر گرا۔ جس سے غار کا در بند ہو گیا۔ یہ لوگ حیران رہ گئے۔ کہ اب یہاں سے ہم کو کون شخص نکالیگا۔ مگر ہاں یہ صورت ہو سکتی ہے۔ کہ ہم اپنے اپنے وہ عمل خداوند کریم کی جناب میں پیش کریں۔ کہ جو بے ریا کئے ہوں۔ اور اُن کو شفیع بنائیں۔ ایک نے کہا۔ کہ الٰہی میرے والدین تھے۔ اور میرے پاس دنیا کے مال میں سے سوا ایک بکری کے اور کچھ نہ تھا۔ کہ جس کو والدین پر خرچ کرتا۔ اسی کا دُودھ اُن کو پلایا کرتا تھا۔ دن بھر لکڑیاں جنگل سے لاتا۔ اور اُس کی قیمت سے کھانے کا بندوبست کرتا۔ ایک دن مجھے زیادہ دیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے بکری کو دوہا۔ اور ان کا کھانا دُودھ میں ملا دیا۔ اتنے میں والدین سو گئے تھے۔ میں دودھ کا پیالہ لے کر کھڑا ہو گیا۔ اس انتظار میں کہ یہ خود بیدار ہونگے تو دونگا وہ سوتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی پھر وہ بیدار ہوئے۔ اور کھانا کھایا۔ تب میں بیٹھا۔ اور کہا کہ الٰہی اگر میں اس بات میں سچا ہوں تو میری فریاد رسی کر۔ اور پتھر سرکا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ وہ پتھر ہل گیا۔ اور سرکا کہ جس سے روشنی معلوم ہونے لگی۔ دوسرا شخص کہنے لگا۔ کہ الٰہی میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جو حسین تھی۔ مجھ کو اُس سے محبت پیدا ہو گئی۔ میں اُس کو ہر چند بلاتا۔ مگر وہ نہ مانتی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے ایک سو اشرفی کچھ اوپر اس کے پاس بھیجیں۔ حتٰے کہ وہ مان گئی۔ اور ایک رات خلوت میں جمع ہوئے۔ جب وہ میرے نزدیک ہوئی۔ تو میرے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوا۔ اس لئے میں نے اُس سے ہاتھ روک لیا۔ الٰہی اگر میں اس بیان میں سچا ہوں تو ہم پر پتھر کو کھول دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ وہ پتھر اور سرک گیا۔ اور شگاف زیادہ ہو گیا۔ مگر اتنا نہ ہوا۔ کہ ہم باہر نکل سکیں۔ تیسرے شخص نے کہا۔ کہ میں نے مزدوروں کو کام پر لگایا ہوا تھا۔ جب وہ کام کر چکے۔ تو اُن سب کی مزدوری دے دی۔ مگر ایک شخص گم ہو گیا۔[۱] میں نے اس کی مزدوری کی قیمت سے ایک بکری خرید لی۔ اور اُس کے بچوں کی آمد جمع کرتا تھا۔ ایک سال دو سال دس سال بلکہ چالیس سال گذر گئے۔ کہ وہ نہ آیا۔ مگر میں ان کے بچے برابر جمع کرتا رہا آخر ایک دن وہ آیا۔ اور کہا کہ میں نے ایک وقت تمہارا کام کیا تھا۔ تمہیں یاد بھی ہے۔ اب مجھے اس حق اُجرت کی ضرورت ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ جا یہ سب بکریاں تمہارا حق ہے لے جا۔ اس شخص نے کہا کہ کیا مجھ سے ہنسی کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں ہنسی

[۱] صحاح میں ہے کہ اُس شخص نے مزدوری کے لینے سے انکار کیا تھا اور چلا گیا پھر عرصہ کے بعد آیا ۱۲۔

نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں۔ یہ سب جانور تیرے مِلک ہیں لیجا۔ الٰہی اگر میں اس میں سچا ہوں۔ تو اس پتھر کو اور سرکا دے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ وہ پتھر ایک دم وہاں سے بالکل سرک گیا۔ اور وہ تینوں باہر آ گئے۔ یہ واقعہ خرقِ عادت تھا۔ دوسری حدیث جریج راہب کی ہے۔ اس کا راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب (درویش) تھا جس کا نام جریج تھا۔ یہ شخص مرد محنتی عابد تھا۔ اس کی ایک ماں پردہ نشین تھی۔ وہ ایک دن اپنے فرزند کے دیکھنے کو آئی۔ اس وقت وہ نماز میں تھا۔ اس نے اپنے حجرہ کا دروازہ نہ کھولا۔ وہ لوٹ گئی۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی آئی۔ اور واپس گئی۔ آخر ماں نے تنگ دل ہو کر کہا کہ خدایا میرے بیٹے کو رسوا کر۔ اور میرے حق کے سبب اس کو پکڑ۔ اس زمانہ میں ایک بدخو عورت تھی۔ اُس نے کہا کہ جریج کو گمراہ کر دوں گی۔ اُس کے حجرہ میں گئی۔ جریج نے ادھر توجہ نہ کی۔ پھر اس نے راستہ میں ایک چرواہے کے ساتھ صُحبت کی۔ اور حاملہ ہو گئی۔ جب شہر میں آئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ یہ جریج کا حمل ہے۔ جب اُس نے بچہ جنا۔ لوگوں نے جریج کے عبادتخانہ کا قصد کیا۔ اور اس کو بادشاہ کے پاس لائے۔ جریج نے کہا اے بچے تیرا باپ کون ہے۔ بچہ نے کہا۔ میری ماں نے تم پر افترا کیا ہے میرا باپ تو چرواہا ہے۔ ثم قال الامام المستغفری رحمۃ اللہ و الحجۃ علیہم من طریق الآثار کثیرۃ منہا قال ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لابنہ عبد اللہ یا بنی ان وقع بین العرب یوما اختلاف، فأت الغار الذی کنت فیہ انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکن فیہ فانہ یاتیک رزقک بکرۃ وعشیا وفی قولہ رضی اللہ عنہ فانہ یاتیک رزقک بکرۃ وعشیا اثبات الکرامات للاولیاء وروی الامام المستغفری رحمۃ اللہ باسنادہ من جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال امر ابو بکر رضی اللہ عنہ وقال اذا انا مت فجیئوا بی علی الباب یعنی باب البیت الذی فیہ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدقوہ فان فتح لکم فادفنونی فیہ قال جابر رضی اللہ عنہ فانطلقنا فدققنا الباب وقلنا ان ھذا ابو بکر رضی اللہ عنہ قد اشتہی ان یدفن عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم ففتح الباب ولا ندری من فتح لنا وقال لنا ادخلوہ وادفنوہ کرامۃ ولا نری شخصا ولا نری شیئا وروی الامام المستغفری باسنادہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

خطب الناس بالمدینۃ فقال یا ساریۃ بن زنیم الجبل الجبل من استرعی الذئب فقد ظلم قال فانکر الناس ذکر ساریۃ وساریۃ بالعراق فقال الناس لعلی رضی اللہ عنہ انا سمعنا عمر یذکر ساریۃ وساریۃ بالعراق علی المنبر فقال ویحکم دعوا عمر فقلنا دخل فی شئی الاخرج منہ فلم یلبث ان جاء رسول ان ساریۃ لقی العدو ونحن معہم ثم جاء بالغنیمۃ الی سفح الجبل فاراد العدو ان یحولوا بینہم وبین الغنیمۃ وسفح الجبل فاتاھم نداء من السماء یا ساریۃ بن زنیم الجبل الجبل من استرعی الذئب فقد ظلم قال وکان یرون ان صوت عمر رضی اللہ عنہ ھو الذی سمعوہ وروی الامام المستغفری رحمۃ اللہ ایضاً باسنادہ انہ لما فتحت مصر اتی اھلہا الی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فقالوا ایہا الامیر ان لنیلنا ھذہ سنۃ لا یجری الا بہا قال لہا وما ذاک قالوا اذا کان ثنتا عشرۃ لیلۃ خلون من ھذا الشہر عمدنا الی جاریۃ بکر بین ابویہا فارضینا ابویہا فجعلنا علیہا من الحلی والثیاب افضل مایکون ثم القیناھا فی ھذا النیل فقال عمرو ان ھذا الامر لا یکون ابداً فی الاسلام وان الاسلام یھدم ما کان قبلہ فاقاموا ثلثۃ اشہر لا یجری قلیلاً ولا کثیراً حتی سموا بالجلاء فلما رای ذالک کتب عمرو بن العاص الی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بذلک فکتب عمر رضی اللہ عنہ انک قد اصبت الذی فعلت وان الاسلام یھدم ماکان قبلہ وبعث ببطاقۃ فی داخل فی کتابہ وکتب الیانی قد بعثت الیک ببطاقۃ فی داخل کتابی فالقہا فی النیل فلما قدم الکتاب الی عمرو بن العاص اخذ البطاقۃ ففتحہا فاذا فیہا من عبد اللہ عمر امیر المومنین الی نیل مصر اما بعد فانک ان کنت تجری من قبلک فلا تجر وان کان اللہ الواحد القہار سبحانہ ھو الذی یجریک فنسال اللہ الواحد القہار سبحانہ ان یجریک فالقی البطاقۃ فی النیل وقد تھیا اھل مصر للجلاء والخروج منہا لانہا لاتقوم مصلحتہم فیہا الا بالنیل فاصبحوا وقد اجراہ اللہ تعالیٰ ستۃ عشر ذراعاً فی لیلۃ واحدۃ وقطع اللہ تعالیٰ تلک السنۃ السوء عن اھل مصر الی الیوم وروی الامام المستغفری رحمۃ اللہ ایضاً باسنادہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال رای عثمان رضی اللہ عنہ لیلۃ قتل صبیحتہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول یا عثمان انک تفطر عندنا فقتل رضی اللہ عنہ من یومہ وروی الامام المستغفری رحمۃ اللہ باسنادہ ان امیر المومنین علیا

رضی اللہ عنہ سال رجلاً عن حدیث فی الرحبة فکذبہ قال انما کذ بتنی قال ماکذ بتك
تقال فادعواللہ علیك ان کنت کاذبا ان یعمی بصرك قال فادع اللہ فدعا علیہ
امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ فعمی بصرہ فلم یخرج من الرحبة الا ھو اعمی پھر امام مستغفری
رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ منکرین پر بطریق آثار جو حجت ہے۔ سو وہ بہت سے ہیں۔ ان میں
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ بات ہے۔ جو کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔
وہ یہ ہے۔ کہ اے بیٹے اگر کسی دن عرب میں اختلاف پڑ جائے۔ تو پھر تم اس غار میں
چلے جانا۔ کہ جس میں میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گئے تھے۔ اور وہیں رہنا بے شک
تم کو صبح و شام وہیں رزق آیا کریگا۔ ان کے اس قول میں کہ "تم کو صبح و شام رزق آیا کرے گا"
اولیاء کی کرامت کا اثبات ہے۔ اور امام مستغفری رحمۃ اللہ نے اپنی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ
سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے حکم کیا۔ کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو اس دروازہ
کے سامنے لانا جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے۔ پھر اس کو کھٹکھٹانا۔
اگر وہ تمہارے لئے کھول دیا گیا۔ تو مجھ کو وہاں دفن کرنا۔ ورنہ نہیں۔ حضرت جابر رض فرماتے ہیں
کہ ہم لوگ گئے اور جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہم نے کہا۔ کہ یہ ابوبکر رض ہیں۔ چاہتے ہیں کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کئے جائیں۔ پھر دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور ہم نہیں جانتے تھے۔
کہ کس نے دروازہ کھول دیا۔ اور ہم سے کہا کہ ان کو داخل کر دو۔ اور ان کی بزرگی کی وجہ سے
وہاں دفن کر دو۔ یہ آواز تو ہم نے سن لی۔ مگر نہ کسی شخص کو وہاں دیکھا اور نہ کوئی چیز۔ امام مستغفری
اپنے استاد سے نافع سے وہ حضرت عمر رض سے ایک اور روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ مدینہ میں خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں آپ نے یہ الفاظ کہے۔ اے
ساریہ بن زنیم پہاڑ کے پیچھے ہو۔ جو شخص کہ بھیڑئے کو چرواہا بنائے وہ ظالم ہے حضرت
ابن عمر فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں کو ساریہ کا ذکر کرنا بے موقع معلوم ہوا۔ کیونکہ وہ تو عراق میں
تھے۔ پھر لوگوں نے حضرت علی رض سے پوچھا کہ ہم نے حضرت عمر رض کو منبر پر ساریہ کو پکارتے
سنا ہے۔ حالانکہ وہ عراق میں ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ تم پر افسوس ہے چھوڑ دو۔ عمر رض کو۔
کیونکہ وہ کسی امر میں داخل نہیں ہوتے۔ مگر اس میں سے صاف نکلجاتے ہیں۔ (یعنی ان کا کام
بلا وجہ نہ ہوگا) پھر کچھ دن نہ گذرے تھے کہ قاصد آ گیا۔ اس نے بیان کیا کہ ساریہ (ایک لشکر
کا امیر ہو کر گیا تھا) دشمن سے لڑا۔ اور ان کو بھگا دیا۔ پھر لوٹ کا مال پہاڑ کی ایک طرف لایا۔

دشمن نے چاہا۔ کہ ان میں اور مال غنیمت اور پہاڑ کی طرف میں حائل ہو جائے رستے میں آسمان
کی طرف سے آواز آئی۔ کہ اے ساریہ بنی زنیم پہاڑ کے پیچھے ہو۔ جو شخص کہ بھیڑیے کو چرواہا
بناتا ہے تو وہ ظالم ہے۔ ابن عمر فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں کا یہی گمان تھا۔ کہ جو آواز سنی تھی۔
وہ حضرت عمرؓ ہی کی آواز تھی۔ ایک روایت امام مستغفری رحمۃ اللہ کی ان کے اسناد سے
یہ ہے۔ کہ جب مصر فتح ہو گیا۔ تو اس کے باشندے حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی خدمت میں آئے
اور کہنے لگے۔ کہ اے امیر ہمارے اس دریائے نیل کی عادت ہے۔ کہ اس عادت کے پورا ہونے
کے بغیر وہ جاری نہیں ہوا کرتا۔ آپ نے کہا کہ وہ کیا ہے۔ کہنے لگے۔ کہ جب اس مہینہ کی تیرہ تاریخ
ہوتی ہے۔ تو ہم ایک کنواری لڑکی تلاش کرتے ہیں۔ اور اس کے والدین کو راضی کر لیتے ہیں
اس کو عمدہ عمدہ لباس اور زیور جہاں تک ہو سکے پہناتے ہیں۔ پھر اس کو نیل میں ڈال دیتے
ہیں۔ عمروؓ نے کہا۔ کہ بلاشک یہ کام اسلام میں کبھی نہ ہوگا۔ کیونکہ بلاشبہ اسلام پہلی بری
رسموں کو مٹاتا ہے۔ تب تین ماہ گذر گئے کہ دریائے نیل کا پانی بند ہو گیا۔ اس کا تھوڑا بہت
جاری ہونا موقوف ہو گیا۔ یہاں تک کہ لوگ جلاوطنی کے لئے تیار ہو گئے۔ جب یہ معاملہ
ہوا۔ تو عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ حال لکھا۔ تب حضرت
عمرؓ نے ان کو جواب میں لکھا۔ کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ بیشک اسلام پہلی بری رسوم کو مٹا دیتا
ہے۔ اور ایک پرچہ لکھ کر خط میں ڈال دیا۔ اور ان کو لکھا کہ میں نے تم کو ایک پرچہ لکھ کر
بھیجا ہے۔ اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب وہ خط عمرو بن العاصؓ کو ملا۔ تو انہوں نے
وہ پرچہ نکالا۔ اور کھول کر دیکھا۔ تو اس میں یہ مضمون تھا۔ کہ یہ خط خدا کے بندے عمرؓ امیر
المومنین کی طرف سے دریائے نیل کی طرف ہے۔ اما بعد اگر تو اپنی مرضی سے جاری ہوا
کرتا ہے۔ تو بیشک مت جاری ہو۔ اور اگر تجھ کو اللہ واحد قہار سبحانہٗ ہی جاری کرتا ہے۔ تو
ہم اللہ تعالٰے واحد قہار سے سوال کرتے ہیں۔ کہ وہ تجھے جاری کر دے۔ پھر وہ پرچہ دریائے نیل
میں ڈال دیا۔ اور لوگوں نے جلاوطنی کی تیاری کر لی تھی۔ اور نکلنے لگے تھے۔ کیونکہ ان کی ضروریں
تمام اسی دریا پر موقوف تھیں۔ لیکن جب صبح ہوئی۔ تو اللہ تعالٰے نے اسکو ایک ہی رات میں
سولہ ہاتھ تک گہرا جاری کر دیا۔ اور اس بری سنت کو آجتک وہاں سے موقوف کر دیا۔ اور
ایک روایت امام مستغفری کی اپنے اسناد سے جو کہ نافع سے وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔
یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جس صبح کو شہید ہوئے۔ اس کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو دیکھا۔ کہ حضور فرماتے ہیں کہ اے عثمانؓ تم آج ہمارے پاس ہی افطار کرو گے۔ تب اسی روز وہ شہید ہو گئے۔ ایک اور روایت اسی امام کی اپنے اسناد سے یہ ہے۔ کہ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رحبیہ کے بارہ میں بات پوچھی۔ تو اُس نے جھوٹ بتلایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے مجھ سے جھوٹ کہا۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں خدا سے دعا مانگونگا۔ اگر تو جھوٹا ہے تو تجھے اندھا کر دے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ دعا مانگیں۔ پھر حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے اس پر بددُعا کی۔ تب وہ اندھا ہو گیا۔ رحبیہ سے جو نکلا تو اندھا تھا۔ اسی طرح تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین و مشائخ طریقت سے سلسلہ وار اس قدر کرامات و خرق عادات کا اظہار ہوا ہے۔ کہ جو تحریر و تقریر میں آ نہیں سکتیں۔ قال الامام القشیری رحمۃ اللہ فی رسالۃ ولکثرۃ ما تواتر باجناسھا یعنی باجناس الکرامات الاخبار والحکایات صار العلم بکونھا وظھورھا علی الاولیاء علماء قویا انتفی عنہ الشکوک، ومن توسط ھذہ الطائفۃ وتواتر علیہ حکایاتھم واخبارھم لم یبق لہ شبھۃ فی ذالک امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں۔ چونکہ اخبار و حکایات میں کثرت سے کرامات کا تواتر کے طور پر ذکر آچکا ہے۔ تو اب اولیاء اللہ کے لئے ان کرامات کا ظہور ایک ایسا علم قوی ہو گیا ہے۔ کہ جس سے شکوک جاتے رہے ہیں۔ اور جو شخص اس گروہ سے وابستہ ہو گیا ہے۔ اور اس کو یہ حکایات و اخبار متواتر پہونچے ہیں۔ تو اس کو اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ ہمارا کرامات اولیاء میں طول دینا اور مبالغہ کرنا اس لئے ہے۔ کہ کوئی شخص سلیم القلب جس نے کہ اس گروہ کے حال کا مشاہدہ اور ان کے اقوال کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جاہلوں اور گمراہوں کی سُست باتوں اور نکمی حکایات سے کہ جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور کرامات کی نفی بلکہ انبیا علیہم السلام کے معجزات کا بھی انکار کرتے ہیں فریفتہ ہو جائے۔ اور اپنے دین کو برباد کر دے۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ لوگ جو کرامات اولیاء سے منکر ہیں۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کا ولی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ اولیاء کے حالات سے اور ان امور سے محض ناواقف ہوتے ہیں۔ اُن میں ان باتوں کا اثر تک نہیں ہوتا۔ تو اب وہ انکار اس لئے کرتے ہیں۔ کہ کہیں ہم عوام کے سامنے رسوا نہ ہوں۔ اور اُن کو خواص کی نصیحت کرنے کا کچھ اندیشہ نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے

اگر ان میں ہزار کرامات بھی پیدا ہو جائیں۔ تاہم ان کا ظاہری حال شریعت کے مطابق نہیں ہوتا۔ اور ان کا باطن بھی آداب طریقت کے موافق نہیں ہوتا۔ تو اس لئے وہ خرق عادت مکر استدراج کے ذیل میں ہوگا۔ ولایت وکرامات سے اس کو کوئی تعلق نہیں اور کتاب اعلام اللہ وعقیدت ارباب التقی میں ہے بلکہ شیخ امام قطب انام شہاب الدین ابو عبداللہ عمر بن محمد سہروردی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ کی تصنیف ہے۔ ونعتقد ان للاولیاء من امتہ یعنی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کرامات واجابات وھکذا کان فی من کل کان رسول لھم اتباع ظہرت کرامات وخرقات للعادات وکرامات الاولیاء من تتمۃ معجزات الانبیاء ومن ظہر لہ وعلی یدہ من المخرقات وھو علی غیر الالتزام باحکام الشریعۃ نعتقد انہ زندیق وان الذی ظہر لہ مکر واستدراج یعنی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے اولیاء ہیں۔ جن کی کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ علیٰ ہذا ہر ایک رسول کے زمانہ میں ان کے تبعین ہوتے تھے۔ جن سے کرامات وخرق عادات ظاہر ہوا کرتے تھے۔ اولیاء کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہے لیکن جو شخص کہ احکام شرعیہ کا ملتزم نہیں۔ اور اس کے ہاتھ پر خرق عادات کا ظہور ہو۔ تو ہمارے اعتقاد میں وہ شخص زندیق بے دین ہے۔ اور جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ مکر واستدراج ہے ✦

کرامات وخرق عادات کے اقسام کے بیان میں

خرق عادات کے اقسام تو بہت ہیں۔ جیسے معدوم کا موجود کر دینا۔ موجود کا معدوم کر دینا ایک پوشیدہ امر کا ظاہر کرنا، اور ظاہر امر کا چھپا دینا۔ دعا کا مقبول ہونا۔ مسافت بعیدہ کا تھوڑی مدت میں طے کر جانا۔ جو امر کہ حس سے غائب ہے۔ اس کی خبر واطلاع دینا۔ ایک ہی وقت میں متعدد مکانوں میں حاضر ہونا۔ مُردوں کا زندہ کرنا۔ زندوں کا مارنا۔ حیوانات، نباتات جمادات کا کلام تسبیح وغیرہ کا سننا۔ بوقت حاجت بدون اسباب ظاہریہ کھانے پینے کا موجود کر لینا وغیر ذالک من فنون الاعمال الناقضۃ للعادۃ کالمشی علے الماء والسیاحۃ فی الھوا وکالاکل من الکون وکتسخیر الحیوانات الوحشیۃ وکالقوۃ الظاہرۃ علی ابدانھم کالذی اقتلع شجرۃ برجلہ من اصلھا وھوید ودفی السماع وضرب الید علی الحائط

فیشق و بعضھم یشیر باصبعہ الی شخص لیقع فیقع اویضرب عنق احد بالاشارۃ فیطیر راس المشار الیہ (یعنی ان کے سوا طرح طرح کے کام جو کہ عادت کے برخلاف ہوں مثلاً ہوا پر چلنا۔ اور ہوا میں سیر کرنا۔ اور موجود شے سے کھانا کھالینا۔ وحشی حیوانات کا مسخر کرلینا۔ یا ان کے اجسام میں قوت کا آجانا۔ مثلاً ایک شخص سماع کی حالت میں چکر لگا رہا ہو۔ اور وہ اپنے پاؤں سے درخت کو جڑ سے اکھیڑ دے۔ یا دیوار پر ہاتھ مارے تو وہ پھٹ جائے۔ اور بعض اپنی انگلی سے کسی شخص کی طرف اشارہ کیا کرتے ہیں۔ کہ وہ گر جائے۔ پھر وہ اسی وقت گر جاتا ہے۔ یا اشارہ سے کسی کی گردن اڑا دیں۔ تو فوراً اس کا سر اڑ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنے دوستوں میں سے بعض کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر بناتے ہیں۔ تو جہاں کے ہوتے ہیں۔ جس طرح وہ چاہے تصرف کرسکتا ہے۔ درحقیقت وہ اثر و تصرف حق سبحانہ تعالےٰ کا ہی ہوتا ہے۔ اور وہ خود درمیان نہیں ہوتا۔ قال بعض کبراء العارفین و الاصل الذی یجمع لک ھذا کلہ انہ من خرق عادۃ فی نفسہ فما استمرت علیھا نفوس الخلق او نفسہ فان اللہ یخرق لہ عادۃ ماھا فی مقابلتہا یسمی کرامۃ عند العامۃ واما الخاصۃ فالکرامۃ عندھم العنایۃ الالھیۃ التی وھبتھم التوفیق والقوۃ حتی خیر قوا عوائد انفسھم فتلک الکرامۃ عندنا ؑ فاما ھذا التی تسمی فی العموم کرامۃ فالرجال انفوا من ملاحظتھا المشارکۃ المستدرج الممکوریۃ فیھا و لکونھا معاوضۃ فیخافوا ان یکون حظ عملھم لان الحظوظ محلھا الدار الاخرۃ فاذا عجل منھا بشئ فواغیا ان یکون حظ عملنا وقد وردت فی ذالک اخبار و انی لیصح الخوف مع الکرامۃ فاذن لیست بکرامۃ عندنا و انما ھی خرق عادۃ فان اقترن معھا البشری بانھا زیادۃ لا تنقص حظا ولا سبقت بحجاب بجنہ یسمی کرامۃ فالبشری علی الحقیقۃ ھی الکرامۃ و قال ایضاً اجل الکرامات و اعظمھا التلذذ بالطاعات فی الخلوات والجلوات ومنھا مراعات الانفاس مع اللہ ومنھا حفظ الادب معہ فی تلقی الواردات فی الاوقات ومنھا الرضاء عن اللہ فی جمیع الحالات ومنھا البشری لھم من اللہ بالسعادۃ الابدیۃ فی الدار الاخرۃ۔ (یعنی بعض بڑے

عارفؒ نے فرمایا ہے کہ اصل اس بارہ میں جو کہ سب کی جامع ہو یہ ہے کہ جس شخص نے لوگوں کی عادت یا اپنی عادت کو چھوڑ دیا ہو تو خدا تعالیٰ ویسی ہی اس کو خرق عادت اس کے مقابلہ میں دیتا ہے جس کو عام لوگ کرامت کہتے ہیں لیکن خاص لوگوں کے نزدیک کرامت یہ ہے۔ کہ خدا کی وہ عنایت ان کے شامل حال ہو۔ کہ جس نے ان کو توفیق اور قوت دی ہو۔ حتیٰ کہ وہ اپنی نفوس کی عادات کو چھوڑ دیں۔ پس ہمارے نزدیک یہ کرامت ہے۔ لیکن جن کو عام لوگ کرامت کہتے ہیں۔ اس سے یہ لوگ کراہت کرتے اور ناک چڑھاتے ہیں۔ کیونکہ سکار اور مستدرج بھی اس میں شریک ہیں۔ اور اس لئے بھی یہ ایک قسم کا معاوضہ ہے۔ اب وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ ان کے عمل کی جزا نہ ہو جائے کیونکہ ثواب کا محل تو دار آخرت ہے۔ پھر اگر ان میں سے دنیا میں بھی جلدی ملجائے۔ تو وہ اس بات سے اعتراض کرتے ہیں۔ کہ شاید یہ ہمارے عمل کا بدلہ نہ ہو۔ اور اس بارہ میں احادیث بھی آئی ہیں۔ اور کرامت میں خوف کہاں ہوا کرتا ہے۔ (یعنی نہ ہونا چاہیئے) اور جب یہ حال ہے۔ تو ہمارے نزدیک یہ کرامت نہ ہوئی۔ ہاں یہ خرقِ عادت ہے۔ اگر اس کے ساتھ اس بات کی خوشخبری ملجائے۔ کہ یہ ایک زیادتی ہے (نہ جزائے عمل) تو پھر ثواب کو نہ توڑیگی۔ اور نہ کوئی حجاب وخوف ہوگا۔ پھر اس وقت اس کو کرامت کہینگے پس وہ اصل خوشخبری ہی حقیقت میں کرامت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ سب سے بڑی کرامت یہ ہے۔ کہ خلوت وجلوت میں عبادت میں مزہ آئے۔ اور یہ کہ سانسوں کی اللہ تعالےٰ کے ساتھ حفاظت کرنا۔ اور یہ کہ جب کوئی خاص چیزیں بعض اوقات میں وارد ہوں۔ تو ان میں خدا کے ساتھ ادب کا لحاظ رکھنا۔ اور یہ کہ تمام حالات میں خدا کی رضا کا ہونا۔ اور یہ کہ ان کو خدا کی طرف سے دار آخرت میں سعادت ابدیہ کی خوشخبری ہو:

اِس بیان میں کہ صُوفی کو صُوفی کب کہتے ہیں

قال القشیری رحمۃ اللہ اعلموا رحمکم اللہ ان المسلمین بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تسم افاضلھم فی عصرھم بتسمیۃ علم سوی صحبۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اذ لا فضیلۃ فوقھا فقیل لھم الصحابۃ ولما ادرکھم اھل العصر الثانی

لہ یہاں مراد شیخ محی الدین اکبر ہیں قدس سرہٗ ۱۲

سمی من صحبتہ لصحابۃ التابعین ولیس وراء ذالک اشرف سمیۃ ثم قیل لمن بعدھم اتباع التابعین ثم اختلف الناس وبتاینت المراتب فقیل الخواص الناس ممن لھم شدۃ عنایۃ بامر الدین الزھاد والعباد ثم ظھرت البدعۃ وحصل التداعی بین الفرق فکل فریق ادعوا ان فیھم زھاد افانفرو اخواص اھل السنۃ المراعون انفسھم مع اللہ الحافظون قلوبھم عن طوارق الغفلۃ باسم التصوف واشتھر ھذا الاسم لھؤلاء الاکابر قبل المائتین من الھجرۃ (امام قشیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ جان لو۔ خدا تم پر رحم کرے۔ کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کے لئے اُن کے زمانہ میں کوئی نام بڑی فضیلت والا سوائے صحبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں رکھا گیا۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں۔ تب ان کو صحابہ کہا گیا۔ اور جب دوسرے زمانہ والوں نے اُن کو پایا۔ تو جن لوگوں نے صحابہ کی صحبت حاصل کی۔ ان کا نام تابعین رکھا گیا۔ اور ان کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی نام نہ تھا۔ پھر ان کے بعد والوں کو تبع تابعین کہا گیا۔ پھر مختلف قسم کے لوگ پیدا ہوئے۔ اور اُن کے مراتب میں فرق پڑ گیا۔ تب ان خواص لوگوں کو جنہیں دین کے کام میں زیادہ توجہ تھی۔ زاہد عابد کہا گیا۔ پھر بدعت ظاہر ہو گئی۔ اور فرقوں کے مدعی پیدا ہو گئے۔ ہر ایک فریق نے یہ دعویٰ کیا۔ کہ ہم میں زاہد ہیں۔ تب اہل السنتہ کے خاص لوگوں نے جو خدا کے ساتھ اپنے نفسوں کی رعایت کرنے والے اور اپنے دلوں کی غفلتوں کے آنے سے حفاظت کرنے والے تھے۔ اس نام کو چھوڑ کر اپنا نام اہل تصوف رکھا۔ اور ان اکابر کا دو سو سن ہجری کے پہلے یہ نام مشہور ہو گیا۔ اب اس کتاب میں جو ذکر ہو گا۔ تو انہیں صوفیہ کرام کے اکثر مشائخ کا ہو گا۔ ان کی تاریخ ولادت۔ تاریخ وفات۔ اُن کے حالات۔ کرامات۔ مقامات کا ذکر ہو گا۔ شاید کہ اُن کے مطالعہ کرنے والوں کو اس گروہ کے ساتھ یقینی نسبت حاصل ہو جائے۔ ان لوگوں کی بکواس جو کرامات کے منکر ہیں۔ ان میں اثر نہ کرے گی۔ اور وہ اُن لوگوں کی گمراہی کی ہلاکت سے محفوظ رہیں گے اعاذنا اللہ وجمیع المسلمین من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا (بچائے اللہ تعالےٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ہمارے نفسوں کی بُرائیوں اور ہمارے بُرے اعمال سے بچائے رکھے) اور سوائے اس کے اور بہت سے فائدے ہیں۔ کہ ان میں سے بعض کا مفصل ذکر ہو گا۔ قال سید الطائفۃ ابو القاسم جنید بن محمد بن الصوفی قدس اللہ

تعالیٰ سرہ حکایات المشائخ جند من جنود اللہ عزوجل یعنی للقلوب۔ گروہ صوفیہ کے سردار ابوالقاسم جنید بن محمد بن صوفی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔ کہ مشائخ کی حکائیتیں خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے یعنی دلوں کے لئے۔ ان سے پوچھا گیا۔ کہ ان حکایات کا مریدوں کو کیا فائدہ ہے۔ جواب میں فرمایا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (یعنی ہم پیغمبروں کے قصے اور اخبار تم کو سناتے ہیں۔ اور اُن کے حالات سے تم کو واقف کرتے ہیں۔ تاکہ تمہارے دل میں ثابت قدمی اور تقویت پیدا ہو۔ اور جب تم کو تکلیف و رنج پیش آئے۔ اور اس کا غلبہ ہو تو اُن کے اخبار و حالات سنو اور سوچو۔ پھر جان لوگے۔ کہ جب اس قسم کے رنج و تکالیف ان کو پہنچے ہیں۔ اور اس میں وہ صبر اور بُردباری کو کام میں لائے ہیں۔ اُس سے تمہارے دل کو تقویت اور صبر و عزم بڑھ جائیگا۔ اسی طرح بزرگوں کی باتوں اور پیروں کی حکایات اور اُن کے حالات سے مُریدوں کے دل کو تربیت ہوتی ہے۔ اور قوت و پختگی اعتقاد بڑھتی ہے۔ خدا کی طرف سے ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔ اور بلا اور امتحان اور ناکامی میں اُن کے پاؤں درویشی پر جم جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مردان خدا کا عزم اور اُن کی خصلت حاصل ہوجاتی ہے۔ اور یہ بھی ہے۔ کہ دوستان خدا کی باتوں سے ان کی دوستی پیدا ہوتی ہے۔ اور اُن کی دوستی سے ایک نسبت قرابت متحقق ہوتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں المودۃ احدی القرابتین (دوستی بھی ایک قسم کی قرابت ہے) اور یہ بھی کہتے ہیں۔ لا قرابۃ اقرب من المودۃ ولا بعد ابعد من العداوۃ واللہ در القائل ؎

القوم اخوان صدق بینہم نسب عن المودۃ لم یعدل بہ سبب

یعنی کوئی قرابت دوستی سے بڑھ کر نہیں۔ اور کوئی دوری عداوت سے بڑھ کر نہیں۔ اور کیا اچھا کسی نے کہا ہے۔ یہ قوم ایسے سچے بھائی ہیں۔ ان میں دوستی کی ایسی نسب ہے۔ کہ جس کے برابر کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا۔ کہ ایک شخص کسی قوم کو دوست رکھتا ہے۔ لیکن اُن کے عمل تک نہیں پہنچا۔ آپ نے فرمایا۔ المرء مع احب یعنی آدمی اسی کے ساتھ ہوگا۔ جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن ایک بندہ اپنے اعمال کی افلاس کی وجہ سے ناامید ہوگا۔ تو اُس وقت حق سبحانہٗ تعالیٰ کہیگا کہ کیا تو فلاں دانا کو کہ جو فلاں محلہ میں رہتا تھا جانتا تھا۔ اور فلاں سے مراد عارف ہے۔ وہ کہیگا کہ ہاں میں پہچانتا تھا۔ حق تعالیٰ فرمائیگا۔ کہ جا تجھ کو اس کی

وجہ سے بخشدیتا ہوں، پھر جب صرف کسی بزرگ کا پہچاننا نجات کا سبب ہو سکتا ہے۔ تو اُن کی دوستی اور ان کی سی عادت اختیار کرنا۔ اور نیکی میں اُن کے پیچھے چلنا بطریق اولے نجات کا باعث ہوگا۔ ابو العباس عطا فرماتے ہیں۔ کہ اگر تجھے اُن کی دوستی کا موقع نہ ملے۔ تو ان کے دوستوں سے دوستی پیدا کر۔ کیونکہ ان کے دوستوں کی دوستی گویا انہیں کی دوستی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یا ابن مسعود اتدری ای عری الاسلام اوثق قال قلت اللہ ورسولہ اعلم قال صلی اللہ علیہ وسلم الولایۃ فی اللہ والحب فیہ والبغض فیہ (یعنے اے ابن مسعود تم جانتے ہو۔ کہ اسلام کا کونسا کڑا مضبوط ہے۔ ابن مسعود کہتے ہیں۔ کہ میں نے یہ کہا۔ کہ اللہ اور اُس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے لئے دوستی اور اسُی کے لئے دشمنی۔ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندہ کو کہیگا۔ یا ابن ادم اما زھدک فی الدنیا فطلبت الراحۃ لنفسک واما انقطاعک الی انما طلبت العز لنفسک ولکن ھل عادیت عدوا او والیت لی ولیا (یعنی اے ابن آدم تو نے دنیا میں جو زُہد اختیار کیا تو اپنے نفس کی راحت کی خاطر اور تو میری طرف تعلق چھوڑ کر آیا، تو اپنے نفس کی عزت کا طالب ہوا، لیکن یہ بتلا کہ کیا کسی دشمن سے دشمنی، اور کسی دوست سے صرف دوستی میرے لئے کی ہے) اس گروہ کی حکایات سُننے کا کم از کم یہ فائدہ ہے۔ کہ سننے والا یہ بات جان لیتا ہے۔ کہ میرے افعال۔ احوال اقوال ان حضرات جیسے نہیں ہیں۔ اس لئے اپنے اعمال میں مستی اور خودی کو دُور کر دیتا ہے۔ اور اُن کے اعمال کے مقابلہ میں اپنے آپ کو قصور وار ٹھیراتا ہے۔ تکبر دریا، اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنے سے پرہیز کرتا ہے۔ شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبد اللہ الانصاری الہروی قدس اللہ سرہ نے وصیت فرمائی ہے۔ کہ ہر بڑے بوڑھے کی بات یاد رکھو۔ اور اگر یاد نہ رکھ سکو۔ تو اس کا نام ہی یاد رکھو تم کو اس سے فائدہ ہوگا اس کتاب میں جہاں شیخ الاسلام کا ذکر ہوگا۔ اس سے مراد یہی بزرگ ہونگے۔ اور یہ بھی انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ اس میں پہلا نشان یہ ہے۔ کہ مشائخ کی باتیں سُن کر خوش ہو جائے۔ اور دل سے اُن کا میلان ہو۔ اور انکار نہ کرے۔ اور جب اللہ تعالےٰ تجھ کو اپنے دوستوں میں سے کسی کو دکھلائے۔ اور تو اُس کو قبول نہ کرے۔ بلکہ حقیر سمجھے۔ تو یہ گناہ ان سب گناہوں سے بدتر ہے۔ کہ جن کو تو خود کرے۔ کیونکہ یہ تیری محرومی اور حجاب کی دلیل ہے۔ نعوذ باللہ من الحذلان (ہم رسوائی سے پناہ مانگتے ہیں)

اور اگر تیری نظر میں غلطی ہو جائے۔ اور جس کو تو نے بنظر قبول دیکھا ہے۔ وہ فی الواقع ویسا بزرگ نہیں ہے۔ تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ تیری نیت تو درست ہے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان (یعنی اللہ سے مدد طلب کی ہے۔ اور اسی پر توکل ہے)۔

ابو ہاشم صوفی قدس اللہ سرہ

آپ اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ شام کے علاقہ کے آپ شیخ ہیں۔ در اصل کوفی ہیں اور سفیان ثوری کے ہمعصر ہیں۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں ۱۶۱ھ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ لولا ابوھاشم الصوفی ماعرفت دقائق الریا۔ یعنی اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریا کی باریکیاں نہ پہچانتا۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ جب تک میں نے ابو ہاشم صوفی کو نہ دیکھا تھا۔ مجھ کو معلوم نہ تھا۔ کہ صوفی کیسے ہوتے ہیں۔ پہلے ان سے بہت بزرگ گذرے ہیں۔ کہ جو زہد، پرہیزگاری اور توکل اور محبت کے طریق میں نیک عمل تھے۔ لیکن اول جس شخص کو صوفی کہا گیا وہ یہی حضرت ہیں پہلے ان سے کوئی اس نام سے بلایا نہیں گیا۔ علیٰ ہذا صوفیوں کے لئے پہلے جس نے خانقاہ بنائی یہی ہیں۔ انہوں نے شام کے ٹیلہ پر خانقاہ بنائی اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک آتش پرست امیر شکار کو گیا تھا راستہ میں اس نے اس گروہ کے دو شخصوں کو دیکھا کہ ملے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے بغلگیر ہوئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ جو کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاس رکھتے تھے۔ ملکر کھانے لگے۔ پھر چل دئے۔ اس امیر کو ان کا برتاؤ اور باہمی الفت پسند آئی۔ ان میں سے ایک کو بلا کر دریافت کیا۔ کہ وہ کون شخص تھا۔ کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب تھا۔ کہا کچھ نہیں۔ کہا کہ وہ کہاں سے آیا تھا۔ کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس امیر نے کہا کہ پھر یہ محبت کیسی۔ جو تم کو ایک دوسرے کے ساتھ تھی۔ درویش نے کہا کہ یہ ہمارا طریقہ ہے۔ کہا کہ کوئی تمہارا مکان ہے۔ جہاں کہ باہمی ملا کرتے ہو۔ کہا کہ نہیں۔ کہا کہ میں تمہارے لئے ایک مکان بنا دیتا ہوں۔ جہاں کہ تم سب جمع ہوا کرو۔ تب اس نے ایک خانقاہ ایک ٹیلہ پر بنادی۔ شیخ الاسلام قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

خیر دار حل فیھا خیر ارباب الدیار ۔۔۔ وقد یما وفق اللہ خیرا لخیار

(جس گھر میں بہترین گھروں والے اتریں وہ بہتر گھر ہے۔ اور ہمیشہ سے حق تعالیٰ اچھوں کو اچھے کام کی توفیق دیا کرتا ہے۔ اور یہ بھی انہی حضرت قدس سرہٗ کا شعر ہے ؎

ھی المعالم والاطلال والدار　　دار علیہا من الاحباب آثار

(در اصل وہی نشان اور ٹیلہ اور گھر ہیں۔ کہ جن پر دوستانِ خدا کے آثار ہیں) ابو ہاشم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:۔ لنقلع الجبال بالابر ایسر من اخراج الکبر من القلوب۔ (یعنی پہاڑوں کا سوئی سے اکھیڑ دینا دلوں سے کبر نکالنے سے بہت آسان ہے) ابو ہاشم نے قاضی شریک کو یحییٰ خالد کے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا تو روئے اور کہا۔ اعوذ باللہ من علم لا ینفع۔ (یعنی میں پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے) اور یہ بھی فرمایا ہے۔ اخذ المرء نفسہ بحسن الادب تادیب اھلہ۔ (یعنی خود انسان کا حسن ادب کو اختیار کرنا اپنے اہل کو ادب سکھانا ہے) منصور عماد دمشقی کہتے ہیں۔ کہ ابو ہاشم صوفی مرض موت کی بیماری کی حالت میں تھے۔ میں نے اُن سے کہا۔ کہ اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو۔ کہا میں بڑی بلا دیکھتا ہوں۔ لیکن ہوا یعنی محبت و دوستی بلا سے بڑھ کر ہے یعنی بلا تو بڑی ہے۔ لیکن محبت کے مقابلہ میں حقیر ہے۔ شیخ الاسلام قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ اگر بلا بھی عشق کے برابر ہوتی تو پھر عشق نہ ہوتا۔

ذوالنون مصری قدس اللہ روحہٗ

یہ حضرت اوّل طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام توبان میں ابراہیم ہے۔ آپ کی کنیت ابو الفیض ہے۔ اور لقب ذوالنون۔ اس کے سوا اور بھی القاب ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح یہی ہے۔ آپ موضع اخمیم مصر میں رہتے تھے۔ جہاں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔ آپ کے والد نوبی[1] تھے۔ قریش کے موالی[2] تھے۔ نوبہ صعید مصر و حبش کے درمیان ایک علاقہ ہے۔ آپ کے بھائی تھے جن میں سے ایک ذوالکفل تھے۔ جن سے معاملات وغیرہ میں حکایات منقول ہیں بعض کہتے ہیں۔ کہ ان کا نام میمون تھا۔ اور ذوالکفل لقب تھا۔ ذوالنون امام مالک بن انس کے شاگردوں سے ہیں۔ مذہب مالکی رکھتے تھے۔ موطا کو اُن سے سُنا تھا۔ اور فقہ بھی آپ سے پڑھی تھی۔ آپ کے پیر ایک مغربی شخص تھے۔ جن کا نام اسرافیل تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ذوالنون وہ شخص نہیں۔ کہ جن کو لوگ کرامات سے آراستہ کریں۔ اور مقامات سے ان کی تعریف کریں۔ مقام حال وقت اُن کے ہاتھ میں ایک ہنسی کھیل تھا۔ اور نکمی چیز۔ یہ حضرت امام وقت اور یگانۂ روزگار اور اس گروہ کے سردار تھے۔ تمام مشائخ کو اُن کی طرف نسبت

---

[1] منسوب بہ نوبہ ۱۲　[2] مولیٰ وہ غلام جو آزاد کر دیا گیا ہو ۱۲

ہے۔ پہلے اس سے بھی مشائخ گذرے ہیں۔ لیکن یہ پہلے وہ شخص یہی، کہ جو اشارات کو عبارات میں لائے۔ اور اس طریقہ کی باتیں کیں۔ اور جب دوسرے طبقہ میں حضرت جنیدؒ ظاہر ہوئے تو انہوں نے اس علم کو ترتیب دیا۔ اور شرح بسط سے لکھا۔ اور حضرت شبلیؒ پیدا ہوئے تو انہوں نے اس علم کو منبر پر لیجا کر ظاہر کر دیا۔ حضرت جنیدؒ کہا کرتے۔ کہ ہم اس علم کو سردابوں اور گھروں میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ لیکن شبلیؒ آیا۔ جس نے اس کو منبر پر لیجا کر لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ ذوالنونؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے تین سفر کئے ہیں۔ اور تین علم لے کر آیا ہوں۔ پہلے سفر میں وہ علم لایا۔ کہ نہ خاص نے قبول کیا اور نہ عام نے۔ فبقیت سریداً طریداً وحیداً (یعنے ہم میں لوگوں سے بھاگا ہوا دور کیا ہوا تنہا رہ گیا۔ شیخ الاسلام قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ اول تو بہ کا علم تھا۔ کہ جس کو خاص و عام قبول کر لیا کرتے ہیں۔ دوسرا علم توکل اور معاملہ و محبت کا تھا۔ کہ جس کو خاص تو قبول کر لیتے ہیں۔ مگر عام لوگ قبول نہیں کرتے۔ تیسرا علم حقیقت کا تھا۔ کہ جو لوگوں کے علم و عقل کی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے دریافت نہ کر سکے۔ بلکہ اس کو چھوڑ دیا۔ اور اس سے انکار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے ۲۴۵ھ ہجری میں گذر گئے۔ جب اُن کا جنازہ لے چلتے تھے۔ تو اُن کے جنازہ پر جانوروں کا ایک غول دیکھا گیا کہ جس نے لوگوں کو اپنے سایہ سے چھپا لیا تھا۔ اور اُن جانوروں میں سے کسی نے ایک کو بھی نہ دیکھا تھا۔ مگر اُن کے بعد امام مزنیؒ شاگرد امام شافعیؒ کے جنازہ پر دیکھا گیا۔ ذوالنونؒ عام میں مقبول ہو گئے۔ دوسرے دن ان کی قبر پر یہ عبارت لکھی پائی گئی۔ جو لوگوں کے خط سے نہ ملتی تھی۔ ذوالنون حبیب اللہ من الشوق قتیل اللہ (یعنی ذوالنون خدا کے محبوب ہیں۔ اور شوق محبت سے خدا کے مقتول ہیں) جب اس تحریر کو چھیلتے تھے۔ تو پھر وہی لکھا ہوا پاتے تھے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ وہ تیسرا محبوب سفر پاؤں سے نہ تھا۔ وہ قدم سے نہیں چلا کرتے بلکہ ہمت سے چلتے ہیں۔ ذوالنون فرماتے ہیں۔ ما اعز اللہ عبداً لعز اعز لہ من ان یدلہ اللہ علیٰ ذل نفسہ (یعنے اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ نے کسی بندہ کو عزت نہیں دی ہے، مگر اس کو جو اپنے نفس کو، خدا کے لئے ذلیل بنائے) اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے اخفی الحجاب و اشدہ رویتہ النفس وتدبیرھا (یعنے بڑا پوشیدہ اور سخت پردہ نفس کا دیکھنا اور اُس کی تدبیر ہے) اور یہ بھی ان کا مقولہ ہے۔ التفکر فی ذات اللہ تعالیٰ جھل والاشارۃ الیہ شرک والحقیقۃ المعرفۃ حیرۃ (یعنے خدا کی ذات میں سوچنا جہالت ہے اور اُس کی طرف

اشارہ کرنا شرک ہے اور معرفت کی حقیقت حیرت ہے) اور شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ حیرت دو قسم پر ہے۔ اوّل حیرت عام ہے۔ وہ تو الحاد و گمراہی ہے۔ اور دوسری حیرت موجودات میں ہے۔ اور وہ حیرت مشاہدہ دیافت ہے۔ یہ بھی کہا ہے۔ اوّل توڑنا اور جوڑنا ہے۔ اور آخر میں نہ توڑنا ہے نہ جوڑنا۔ شیخ الاسلام قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

کیف یحکی وصل اثنین | هما فی الاصل واحد
من قسم الواحد جهلا | فهو بالواحد جاحد

یعنی دو کے وصل کی حکایت کیسے کر سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں دراصل ایک ہی ہیں۔ جو شخص کہ ایک کو جہالت کی وجہ سے تقسیم کرتا ہے سو وہ ایک کا منکر ہے۔) ذوالنونؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ مرید کون ہے۔ اور مراد کون ہے۔ فرمایا المرید یطلب والمراد یھرب (یعنے مرید تو طلب کرتا ہے۔ اور مراد بھاگتا ہے) شیخ الاسلام نے کہا کہ مرید طلب کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہزاروں نیاز ہوتے ہیں۔ اور مراد بھاگتا ہے۔ اس کے پاس ہزاروں ناز ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ احمد چشتی وہ ہے۔ کہ جس نے پہلے پہلے سفید بال میرے پاؤں پر ملے ہیں۔ اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ ابوسعید معلم کے ہمراہ جن کی شیخ ابو اسحٰق شہریار کی قبر کے پاس پارس میں قبر ہے۔ پیل گردن کے بازار میں مجھ سے ملے۔ اور دونوں کا اس میں مناظرہ تھا۔ کہ مرید بہتر ہے یا مراد۔ جب مجھ سے ملے تو کہنے لگے۔ کہ یہ حاکم آگیا ہے۔ میں نے کہا لا مرید ولا مراد ولا خبر ولا استخبار ولا حد ولا رسم وھو الکل بالکل (یعنے نہ کوئی مرید ہے نہ مراد ہے نہ خبر ہے نہ خبر کی طلب۔ نہ حد ہے نہ رسم اور وہ کل ہے کل کے ساتھ) ابوسعید کے سر پر اوڑھنی تھی۔ سر سے اتار کر پھینک دی اور چند نعرے مار کر چل دیئے۔ اور چشتی میرے پاؤں پر گر پڑا۔ اور سفید بال میرے پاؤں پر ملتا تھا۔ ذوالنونؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک وقت چند لوگوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھا تھا۔ تاکہ مصر سے جدہ کی طرف جاؤں۔ ایک جوان اوڑھنی اوڑھے ہوئے ہمارے ساتھ کشتی میں تھا۔ اور مجھے اس کی صحبت کی خواہش تھی۔ لیکن اس کی ہیبت مجھ کو اس سے باتیں کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ کیونکہ زمانہ بھر میں وہ ایک عزیز شخص تھا۔ اور کبھی بھی عبادت سے خالی نہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک شخص کے زر و جواہرات کی تھیلی چرائی گئی۔ اور تھیلی والے نے خاص اس جوان ہی کو متہم کیا۔ لوگوں نے چاہا۔ کہ اس پر ظلم کریں۔ میں نے ان سے کہا کہ ان سے تم اس کی بابت کچھ نہ پوچھو

جب تک کہ میں خود اُن سے نہ پوچھ لوں۔ میں اس کے پاس آیا۔ اور اس سے نرمی کے ساتھ بات کی۔ کہ ان لوگوں کا مال جاتا رہا ہے۔ اور تم پر بدگمان ہو گئے ہیں۔ میں نے اُن کو سختی و ظلم سے روک دیا ہے۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور کچھ پڑھا۔ دریا کی مچھلیاں پانی پر آگئیں۔ اور ہر ایک کے منہ میں ایک موتی تھا۔ اُس نے ایک موتی لیا۔ اور اُس مرد کو دیدیا۔ اور خود دریا پر قدم رکھکر چل دیا۔ بعد ازاں جو شخص کہ تھیلی لے گیا۔ اُس نے تھیلی پھینکدی۔ اور مال مسروقہ مل گیا۔ تمام کشتی والے بہت شرمسار ہوئے۔ ذوالنون سیاح بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں سفر میں تھا۔ ایک جوان کو میں نے دیکھا۔ جس کے دماغ میں شور تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ میاں مسافر کہاں سے آتے ہو۔ اُس نے کہا کہ مسافر تو وہ ہوتا ہے۔ کہ جو خدا سے محبت نہ رکھتا ہو۔ میں نے بے اختیار نعرہ مارا اور میں بیہوش ہو کر گر پڑا جب مجھے ہوش آیا۔ تو وہ کہنے لگا۔ کیا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ علاج بیماری کے موافق ہو گیا تھا۔ شیخ الاسلام قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ خدا کا حال بندہ پر جب ظاہر ہوتا ہے۔ تو اُس کو جو شخص دیکھتا ہے۔ اس کے تن میں جان اس کی عاشق بن جاتی ہے۔ جہاں وہ آرام پاتا ہے۔ وہاں دشمن فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ غریبوں کا وطن ہے۔ اور مفلسوں کا مایہ دوستوں کے ہمراہ ہے۔ جس وقت کہ ایسا شخص تجھے مل جائے۔ کہ تیرا مال اس کے ہاتھ میں ہو اور تیری بیماری اس کے علاج کے ساتھ موافق ہو جائے۔ تو اس کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ ذوالنون مصریؒ ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے مغرب میں حضرت عزیزی کی خدمت میں جو کہ متقدمین مشائخ سے تھے گئے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ کیوں آیا ہے۔ اگر اس لئے آیا ہے کہ اولین و آخرین کا علم سیکھے تو یہ ممکن نہیں۔ کیونکہ ان کا عالم تو خدا تعالیٰ ہے۔ اور اگر اس لئے آیا ہے۔ کہ اس کو ڈھونڈے۔ تو جہاں سے تو نے پہلا قدم اٹھایا تھا وہ تو وہیں تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے ڈھونڈھنے والے کے ہمراہ ہے۔ وہ ڈھونڈھنے والے کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طلب میں دوڑاتا ہے۔ اسرافیل رحمۃ اللہ متقدمین میں سے ہیں شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ ذوالنون مصری کے پیروں میں سے ہیں مغرب کے رہنے والے تھے۔ اور مصر میں آگئے تھے۔ ان کی باتیں زہد و توکل و حسن اعمال میں بہت سی مذکور ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ فتح شنجرف چھ سو فرسنگ سفر طے کر کے مصر میں ایک سوال کے حل کے لئے گئے۔ اور جب فرصت ملی تو اسرافیلؒ

الفرد

سے پوچھا هل تعذب الاشرار قبل الذنب (یعنے کیا بُرے لوگ برائی اور گناہ سے پہلے کے عذاب دئے جائینگے) کہا کہ مجھے تین روز تک صبر کرنے دے۔ چوتھے روز کہا کہ مجھے یہ جواب ملا ہے۔ کہ اگر عمل کرنے سے پہلے ثواب ملنا جائز ہے۔ تو گناہ سے پہلے کے عذاب بھی جائز ہوگا۔ یہ کہا اور ایک چیخ ماری۔ اس کے بعد تین دن تک زندہ رہے۔ پھر انتقال کر گئے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ تین دن کا دیر کرنا۔ اور پھر جواب دینا دراصل اور تین روز کی مہلت چاہتا تھا۔ ورنہ اگر فوراً جواب دیتے تو فوراً مر جاتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ربوبیت بھی عین عبودیت ہے اس۔ مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے تقسیم کر دی ہوئی ہے۔ اور مخلوق اسی کی مرضی و حکم کے ماتحت مقید ہے۔ تاکہ ہر ایک کے لئے کیا کچھ لکھا ہے۔ آخر وہی کرتا ہے۔ جو خود چاہتا ہے اُسی کا حکم ہے۔ اس میں وہ عادل ہے۔ کوئی چون وچرا نہیں کر سکتا۔ اور نہ مناسب ہی ہے۔ کیونکہ وہ سب کام علم و حکمت سے کرتا ہے۔ اور کر چکا ہے یہ معلوم نہیں کہ کس پر عتاب ہوتا ہے۔ اور کس پر مہربانی ہے +

ابو الاسود مکیؒ رحمۃ اللہ

یہ حضرت شیخ عزیزی کی زیارت کو گئے۔ اور جا کر سلام کہا۔ اور کہا۔ کہ اے شیخ میں آپ کا دوست ہوں۔ عزیزی جگہ سے کُود پڑے۔ اور کہنے لگے۔ علیک السّلام۔ مزاج کیسے ہے۔ اور اُس وقت غائب ہو گئے۔ تین دن تک اسی پر رہے۔ ابو الاسود نے جان لیا۔ کہ عزیزی پانی، مٹی اور انسانی رسوم سے باہر ہو گئے ہیں۔ انکی زیارت کو کافی سمجھا اور واپس آگئے +

ابو الاسود چیرواہا رحمۃ اللہ

یہ بھی مشائخ میں سے ہیں۔ ایک وقت جنگل میں اپنی بیوی سے کہنے لگے۔ تم سلامت رہو میں تو جاتا ہوں۔ اس کی ہمشیر جاتے اُن کو ایک لوٹا دودھ کا بھرا ہوا دیا۔ جب وضو کی ضرورت ہوئی۔ تو چاہا کہ وضو کرے۔ لیکن لوٹے میں سے دودھ نکلا۔ پھر واپس آئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ میرے پاس پانی نہیں۔ جس سے وضو کروں۔ مجھے پانی کی ضرورت ہے۔ دُودھ کو کیا کروں گا۔ لوٹے کو دودھ سے خالی کیا۔ اور پانی سے بھر دیا۔ اور پھر چل دئے۔ جب وضو کرتے تو پانی نکلتا۔ اور جب بھوکے ہوتے تو دُودھ نکل آتا +

ابو ہاشم یعقوب رحمۃ اللہ

یہ بھی گروہ مشائخ سے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے وہ عید کا دن جو ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آیا تھا۔ کبھی بھولتا نہیں۔ لوگ عیدگاہ سے واپس آتے تھے۔ اور کھیلتے کودتے تھے ذوالنون کہتے تھے۔ کہ لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ کہ اپنی امانت ادا کر چکے ہیں لیکن اُن کو خود یہ معلوم نہیں کہ آیا یہ امانت اُن کی مقبول بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ یعنے رمضان کی عبادت۔ مجھے کہا کہ ایک طرف کو چلیں۔ اور اُن کی حالت پر روئیں۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے۔ کہ یہ حکایت وہی جوہر اور جوہری کی ہے۔ جو شخص کہ جوہر کی قیمت نہیں جانتا وہ اس کو پروتا ہے۔ اور جو جانتا ہے۔ وہ اس کے پرونے سے ڈرتا ہے۔ کہ کہیں وعید نہ آ جائے۔ اور اپنی جگہ پر نہ جائے۔ جو لوگ وعید کے لائق ہیں۔ وہ تو غافل ہیں اور جو اس کے لائق نہیں وہ بیدار تھے۔ وہ وعید ان سے جا لپٹی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ سیلع موصلی نے کہا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ خداوندا تو نے مجھے کہا ہے۔ کہ ہاتھ منہ خدمت کے لئے دھو۔ اب مجھے صحبت کے لئے بلاتا ہے۔ مگر صحبت کے لئے میرے دل کو کیا چیز دھوئیگی۔ کہا کہ الھموم والاحزان یعنے غم و اندوہ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس راہ میں غم سے گریز نہیں ہو سکتی۔

ولید بن عبداللہ السقا رحمۃ اللہ

ان کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ اور یہ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والوں سے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ ذوالنون فرماتے تھے۔ میں نے جنگل میں ایک سیاہ حبشی کو دیکھا۔ جب اللہ کہتا تو سفید رنگ ہو جاتا۔ ذوالنون کہتے ہیں۔ کہ جو شخص خدا کو یاد کرتا ہے۔ تو در اصل اس کی حالت اور ہی کچھ ہو جاتی ہے۔ ولید سقا سنہ ۳۲۰ھ ہجری میں اور بعض کے نزدیک ۳۲۶ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ ابو عبداللہ رازی کہتے ہیں۔ کہ میں ولید سقا کی خدمت میں گیا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ فقر کے بارہ میں اُن سے سوال کروں۔ اُنہوں نے سر اُٹھایا۔ اور کہا کہ فقر کا نام اس کو مناسب ہے۔ کہ کبھی بھی خدا کے سوا اس کے دل میں اور کچھ نہ گذرا ہو۔ اور وہ قیامت کے دن اس بات کی ذمہ داری سے باہر نکل سکتا ہو۔

فضیل بن عیاض قدس اللہ تعالےٰ

یہ حضرت پہلے طبقہ والوں میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو علی ہے۔ دراصل کوفہ کے باشندہ ہیں بعض نے کہا ہے۔ کہ اُن کی اصل خراسان ہے۔ مرو کے علاقہ کے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آپ کی ولادت سمرقند کی ہے۔ اور باورد میں بڑے ہوئے۔ اور کوفی الاصل ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ دراصل بخاری ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ آپ کی وفات ۱۸۷ھ میں ہوئی ہے حضرت فضیل قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے دوستی سے خدا تعالےٰ کی عبادت کی ہے۔ بس اگر عبادت نہ کروں۔ تو مجھے صبر نہیں آتا محمود وراق فرماتے ہیں ؎

تعصی الالٰہ وانت تظھر حبّہ ۔۔۔ ھذا ورتی فی القیاس بدیع

لو کان حبّک صادقا لاطعتہ ۔۔۔ ان المحب لمن یحب مطیع

یعنے تو خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ خدا کی قسم اس بات کا قیاس میں آنا عجیب ہے۔ اگر تیری سچّی محبت ہوتی۔ تو البتہ اس کی اطاعت کرتا کیونکہ بیشک دوست اپنے دوست کا مطیع ہوا کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جو شخص خدا کی عبادت خوف کی وجہ سے کرتا ہے۔ وہ اپنی عبادت کرتا ہے۔ اور اپنی نجات کے طمع میں حرکت کرتا ہے نہ محبت اور حکم کی اطاعت کی وجہ سے۔ اور جو شخص کسی امید پر اس کی عبادت کرتا ہے۔ وہ بھی اپنی پرستش کرتا ہے۔ اور نعمت وراحت کی امید پر حرکت کرتا ہے۔ نہ محبت اور فرمانبرداری کی وجہ سے۔ لیکن میں اس کی عبادت نہ کسی امید پر کرتا ہوں اور نہ کسی خوف کی وجہ سے۔ بلکہ اس کے حکم کی وجہ سے عبادت کرتا ہوں۔ چونکہ اس نے کہا ہے کہ عبادت کر، اس لئے عبادت کرتا ہوں۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی دوستی میں اپنے قصور کا اقراری ہوں۔ محمد بن سعید زنجی رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھا گیا۔ کہ کمینہ کون شخص ہے۔ فرمایا جو شخص کہ حقتعالےٰ کی عبادت امید وخوف پر کرے۔ کہا گیا کہ آپ کیسی عبادت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کی محبت و دوستی مجھ کو عبادت پر لگاتی ہے۔ یوسف اسباط رحمۃ اللہ علیہ متقدمین سے ہیں۔ اور تشرع کے اہم گذرے ہیں زہد میں سردار تھے۔ پرہیز گاری اور خوف نے ان پر غلبہ کیا ہوا تھا۔ اور ان کا علم جوش

میں تھا۔ ۱۹۶ھ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ خدا کے دوستوں کو تین چیزیں ملی ہیں۔ حلاوت ہیبت۔ محبت۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ فضیل بن عیاضؒ کا ایک صاحبزادہ تھا۔ جس کا نام علی تھا۔ زہد عبادت و خوف میں باپ سے بڑھ کر تھا۔ ایک دن مسجد حرام میں چاہ زمزم کے پاس ایک شخص نے پڑھا۔ ویوم القیمۃ تری المجرمین یعنے قیامت کے دن تم مجرموں کو تم دیکھو گے۔ صاحبزادہ نے سنا اور ایک چیخ ماری اور جان دے ڈالی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ دوست کی طرف سے نشان۔ ۔ اور عارف کی طرف سے بیت

من مات عاشقا فلیمت ھکذا لا خیر فی عشق بلا موت

یعنے جو شخص کہ عشق کی وجہ سے مرے تو چاہئے۔ کہ ایسا مرے۔ ایسے عشق میں بہتری نہیں جس میں موت نہ ہو۔

معروف کرخی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

یہ حضرت پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ اور متقدمین مشائخ سے ہیں۔ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محفوظ ہے۔ آپ کے والد کا نام فیروز ہے۔ بعض کہتے ہیں فیروزان۔ بعض کہتے ہیں کہ معروف بن علی کرخی کے باپ مولیٰ تھے۔ اور امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ کے دربان تھے۔ کہتے ہیں کہ انہیں کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ایک دن ارادہ (نام جگہ) میں تھے۔ لوگوں نے ہجوم کیا۔ گر پڑے۔ اور اسی میں فوت ہوگئے معروف کرخی داؤد طائی رحمۃ اللہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ داؤد طائی ۱۶۵ھ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ اور معروف ۲۰۰ھ ہجری میں دنیا سے رحلت فرما ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ صوفی یہاں پر مہمان ہے۔ اب مہمان کا میزبان پر تقاضا کرنا اس پر ظلم کرنا ہے۔ جو مہمان باادب ہوتا ہے۔ وہ منتظر رہتا ہے نہ کہ تقاضا کرتا ہے۔ ایک شخص نے معروف کرخیؒ سے کہا کہ مجھ کو وصیت فرمایئے۔ کہا احذر ان لا یراک اللہ الا فی زی مسکین (یعنی ڈرتے رہو کہ خدائے تعالیٰ تم کو سوائے مسکینی لباس کے اور کسی لباس میں نہ دیکھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں کہا کرتے تھے۔ اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک وبحق الراغبین الیک وبحق ممشائی الیک یعنے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ تیرے

سائلین کے حق سے اور تیری طرف رغبت کرنے والوں کے حق سے اور تیری طرف میرے قدم چلنے کے حق سے۔ وسُئل معروف عن المحبۃ فقال المحبۃ لیست من تعلیم الخلق انما ھی مواھب الحق وفضلہ (یعنے معروف سے محبت کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت کچھ لوگوں کی تعلیم سے نہیں آتی۔ بلکہ وہ تو خدا کی عنایت اور اس کا فضل ہے) حضرت معروفؒ کا مزار بغداد میں

ابو سلیمان دارانی قدس اللہ تعالےٰ سرہ

یہ بھی پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام عبدالرحمن بن احمد بن عطیۃ عنسی ہے بعض کہتے ہیں عبدالرحمن عطیہ شام کے قدماء مشائخ سے ہیں۔ اور آن کے رہنے والے ہیں جو دمشق کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ آپ کی قبر بھی اسی گاؤں میں ہے۔ اور یہ احمد بن ابی الحواری کے استاد ہیں۔ ریحانۃ الشام یعنی عزیز و متبرک شام ۲۱۵ھ ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ ابو سلیمان سے پوچھا گیا۔ کہ معرفت کی حقیقت کیا ہے۔ کہا یہ ہے۔ کہ ایک کے سوا دونوں جہان میں اور کوئی مقصود و مراد نہ ہو۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کذب من ادعی محبتی اذا جاءہ اللیل نام عنی۔ یعنی وہ شخص جھوٹا ہے۔ جو میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور جب رات آتی ہے تو سو رہتا ہے۔ یہ بھی اُنہوں نے کہا ہے کہ جب میں عراق تھا تو عابد تھا۔ اور اب شام میں ہوں تو عارف ہوں۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں۔ کہ شام میں اس لئے عارف ہوئے۔ کہ عراق میں عابد تھے۔ اگر وہاں زیادہ عابد ہوتے تو یہاں زیادہ عارف ہوتے۔ اور یہ بھی ابو سلیمان نے کہا ہے۔ ربما ینکت الحقیقۃ فی قلبی اربعین یوما فلا اذن لھا ان تدخل قلبی الا بشاھدین من الکتاب والسنۃ یعنی اکثر حقیقت کی باتیں میرے دل میں چالیس دن تک آتی رہتی ہیں لیکن میں ان کو دل میں جگہ نہیں دیتا۔ سوائے کتاب و سُنّت کے دو گواہوں کے۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔ کہ جو چیز تجھ کو حق سبحانہٗ سے پھرا دے وہ منحوس ہے۔ اور جو چیز کہ تیری عادت کو خدا سے روک دے اور اسباب دنیوی کی طرف لگا دے وہ تیری دشمن ہے۔ اور جو تیرا سانس حق سبحانہٗ کی یاد سے غفلت میں نکلے تو وہ درحصل داغ ہے۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے ادخلھم الجنان قبل ان یطیعوہ وادخلھم النار قبل ان یعصوہ یعنے داخل کر دیا اُن کو جنّت میں ان کی طاعت سے پہلے۔ اور داخل کیا اُن کو دوزخ میں اُن کے

گناہ سے پہلے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے اذا بلی القلب من الفقد ضحکت الروح یعنے جب دل مطلوب کے گم ہونے سے غمناک ہوتا ہے تو روح اُس کے پا لینے کی وجہ سے ہنستی ہے۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں۔ ابو سلیمان سے میں نے کہا کہ میں نے خلوت میں نماز پڑھی۔ تو اس سے مجھے مزہ آیا۔ اُنہوں نے پوچھا۔ کہ لذت کا سبب کیا تھا۔ میں نے کہا یہ تھا۔ کہ مجھ کو کسی نے نہ دیکھا تھا۔ کہا الضعیف حیث خطر بقلبک ذکر الخلق یعنے بیشک تو ضعیف المعرفت ہے۔ کیونکہ تیرے دل میں مخلوق کا خطرہ گذرا اور یہ بھی کہا ہے من اظهر الانقطاع الی اللہ فقد وجب علیہ خلع ما دونہ من رقبتہ یعنے جو شخص خدا کے لگاؤ کا اظہار کرے۔ تو اس کو ماسوائے خدا کے بوجھ کا گردن سے اتارنا ضروری ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے ابلغ الاشیاء فیما بین العبد المحاسبۃ یعنی خدا اور بندہ کے درمیان سب سے زیادہ پہنچا دینے والی چیز ہے وہ نفس کا حساب لینا ہے +

داؤد بن احمد دارانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت ابو سلیمان دارانی کے بھائی ہیں بڑی ریاضت اور محنت کرتے تھے۔ اور ابو سلیمان ؒ کی صحبت میں رہا ہے معاملات میں انکی باتیں اپنے بھائی کی سی ہیں احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے داؤد سے پوچھا کہ ایسے دل کی بابت آپ کیا کہتے ہیں کہ جس میں خوش آواز اثر کرتی ہو۔ کہا کہ وہ دل ضعیف اور بیمار ہے اس کا علاج کرنا چاہئے اور یہ بھی کہا ہے بکل شئ صداء وصداء القلب الشبع یعنے ہر شے کا زنگار ہوتا ہے اور دل کا زنگار پیٹ کا بھرنا ہے +

ابو سلیمان داؤد بن نصر الطائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے مشائخ اور اہل تصوّف کے سرداروں میں سے ہیں۔ اپنے زمانہ میں بے نظیر امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ اور حضرت فضیل و ابراہیم ادھم وغیرہ کے ہمعصر تھے۔ آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔ اور طریقت میں جیب چرواہےؒ کے مرید ہیں۔ تمام علوم میں پوری دسترس رکھتے تھے۔ اعلے درجہ کے عالم تھے۔ فقہ میں فقیہوں سے بڑھ کر تھے۔ گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور ریاست سے کنارہ کشی کی۔ زہد ورع تقویٰ کا طریق اختیار کیا۔ آپکے فضائل و مناقب بیشمار ہیں ایک یہ ہے کہ آپنے فرمایا ان اردت السلامۃ سلم علی الدنیا وان اردت الکرامۃ کبّر علی الاخرۃ یعنی اگر سلامتی چاہتے ہو تو دنیا کو رخصت کر دو۔ اور اگر کرامت چاہتے ہو تو آخرت پر تکبیر کہو۔ معروف کرخی قدس سرہٗ سے روایت ہے کہ میں نے داؤد طائی سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا۔ کہ وہ دنیا کو اسقدر حقیر و بے قدر سمجھتا ہو۔ دنیا اور دنیاداروں کی اُن کے نزدیک کچھ بھی قدر نہ تھی۔ فقرا کی طرف گو وہ سخت آفت میں ہوتے بنظر کمال دیکھتے +

ابراہیم بن ادھم قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ آپ کا نسب یوں ہے۔ ابراہیم بن ادھم بن سلیمان بن منصور بلخی آپ شہزادوں میں سے ہیں۔ جوانی میں آپ نے توبہ کی۔ ایک دفعہ جنگل میں شکار کے لئے گئے تھے۔ ہاتف نے آواز دی۔ کہ اے ابراہیم تم کو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اسی وقت آپ کو ہوش آ گیا۔ اور طریقت میں اچھی مضبوطی کے ساتھ قائم ہوئے مکہ معظمہ میں گئے۔ اور وہاں پر سفیان ثوری فضیل عیاض ابو یوسف غسولی سے صحبت رکھی۔ پھر شام میں گئے۔ وہاں پر مال حلال کماتے تھے۔ ناطور بانی (جنگل کی حفاظت) کرتے تھے۔ آپ محدث ہیں۔ اور اہل کرامات و ولایت ہیں۔ مُلک شام میں انتقال کیا ہے۔ ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ ہجری میں بعض کہتے ہیں کہ ۱۶۶ھ ہجری میں اور یہی زیادہ مشہور ہے۔ ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے ہمراہ رہا۔ اور ہمراہی دیر تک رہی۔ جب وہ چاہتا کہ جاؤں تو آپ فرماتے شائد کہ تم اس صحبت میں مجھ سے ناراض ہو گئے ہو۔ ٹھیرو کہ میں نے تمہاری بہت بیحرمتی کی ہے۔ ابراہیمؒ نے کہا میں تیرا دوست تھا۔ اور دوستی نے تیرا عیب مجھ پر چھپا دیا۔ سو میں نے دوستی کی وجہ سے نہ دیکھا کہ تم اچھا کرتے ہو یا برُا۔ شعر

ویقبح من سواک الفعل عندی   فتفعلہ یحسن منک ذاک

یعنے تیرے سوا کوئی اور شخص بُرا کام کرے تو مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تو وہی کام کرتا ہے۔ تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ عثمان عمارہ کہتے ہیں۔ کہ میں رجحر کے علاقہ میں تھا۔ اور ابراہیم بن ادھم محمد بن ثوبان عباد منقری سے ملکر باہم باتیں کر رہے تھے۔ ایک جوان بہت دُور بیٹھا تھا۔ اُس نے پورے اعتقاد و نیاز سے ہم کو کہا۔ کہ اے جوانمردو۔ میں ایک مرد ہوں۔ کہ جو اس کام کے پیچھے پھر رہا ہوں۔ نہ رات کو نیند ہے نہ دن کو خوراک اپنی عمر تکلیف میں گذارتا ہوں۔ ایک سال حج کرتا ہوں۔ ایک سال جہاد کرتا ہوں۔ مگر میرا کیا حال ہے۔ کہ وہاں تک رسائی نہیں اور دل میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم اس بارہ میں کیا کہتے ہو۔ ہم میں سے کسی نے اس کو جواب نہیں دیا۔ اپنی باتوں میں لگے رہے آخر یاروں میں سے ایک شخص بولا۔ کہ میرا دل اس کی عاجزی پر جلا اور میں نے کہا اے جوانمرد۔ یہ لوگ جو اس کام کے درپے ہیں۔ وہ خدا کے طالب ہیں۔ یہ نہ زیادہ عبادت و خدمت میں سعی کرتے ہیں

لیکن اس کے دیکھنے میں خوب سعی کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدمت و عبادت کرنی نہیں چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ اور چیز کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔ صوفی عبادت و خدمت کے بغیر نہیں ہوتا۔ لیکن تصوّف خدمت نہیں ہے۔ صُوفی عبادت چھوڑتے نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ کرتے ہیں۔ لیکن جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ اُس کو خیال میں نہیں لاتے یعنے اس کی مزدوری اور بدلہ و عوض نہیں لیا چاہتے۔ اُن کا سرمایہ باطن میں کچھ اور ہی ہے۔ ظاہر میں تو اشتباہی حالت میں بسر کرتے ہیں۔ مگر باطن میں دوسرے جہان میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ابو القاسم نصر آبادی کہتے ہیں۔ جذبۃ من جذبات الحق تربی علےٰ عمل الثقلین یعنی خدا کے جذبات میں سے ایک جذبہ ایسا ہے۔ کہ انسان اور جن کے عمل سے بڑھ کر ہے۔ ابراہیم ادھم علی بکار حذیفہ مرعشی سلم خواص ایک دوسرے کے یار اور دوست ہیں سب نے ملکر اس بات کا عہد و پیمان کر لیا۔ کہ کوئی چیز جب تک حلال کی معلوم نہ ہو جائے نہ کھائینگے۔ لیکن جب خالص حلال کے ملنے سے عاجز ہوئے تو تھوڑا تھوڑا کھانے لگے یہ کہنے لگے۔ کہ ہم اسقدر کھائیں کہ جس سے گزر نہ ہو سکے۔ القصہ شبہ بہت تھوڑا ہوتا تھا۔

ابراہیم بن سعد العلوی الحسنی قدس اللہ رُوحہٗ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق شریف ہے۔ حضرت امام حسنؓ کی اولاد میں اور بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ وہاں سے شام میں گئے۔ اور وہیں وطن بنا لیا۔ ظاہر کرامات والے تھے جیسے ابراہیم ادھم۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ایک ہزار دو سو کچھ اوپر مشائخ کو میں جانتا ہوں۔ دو تو علوی تھے۔ ایک ابراہیم بن سعد۔ اور دوم حمزہ علوی صاحب کرامات۔ ابراہیم سعد ابو الحارث اولاسی کے اُستاد ہیں۔ ابو الحارث اولاسی ابتدائی حالت میں گھر میں خاگینہ (قسم طعام) کھا کر یاروں کے بغیر ابراہیم سعد کے سامنے گئے۔ وہ سفر میں تھے۔ پانی پر پاؤں رکھا۔ اور ابو الحارث سے کہا کہ ہاتھ لا۔ اُس نے اپنا ہاتھ ان کو دیا لیکن اس کا پاؤں پانی میں گرا۔ ابراہیم نے کہا کہ تیرا پاؤں خاگینہ میں لٹکا ہوا ہے۔ اس بات سے اس کو گویا اس کام پر عتاب کیا۔ پھر کہا کہ تم اس کام کے متلاشی نہیں ہو سچلے جاؤ۔ لوگوں کی عزت حاصل کرو۔ دل کی فراغت تلاش کرو۔ اور اپنا کام

کرو (مطلب یہ کہ تم اس معرفت کے کام کے نہیں ہو)

ابو الحارث اولاسی رحمۃ اللہ

ان کا نام فیض بن الخضر ہے۔ ابراہیم سعد علویؒ کے شاگرد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابتدا میں ابراہیم سعد کو میرا دیکھنا اسوجہ سے تھا۔ کہ میں حج کے موسم کے دنوں کے بغیر اولاس سے مکہ معظمہ کے ارادہ سے نکلا۔ راستہ میں مجھے تین شخص ملے میں نے کہا کہ میں بھی تمہارے ہمراہ چلتا ہوں۔ ان میں سے دو شخص تو جدا ہو گئے پھر میں رہا۔ اور ایک اور شخص وہ ابراہیم سعد علوی شریف حسنی تھے۔ مجھ سے کہنے لگے۔ کہ تم کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا شام کو۔ انہوں نے کہا کہ میں کوہ لگام کو جاتا ہوں۔ اس کے بعد ہم دونوں جدا ہو گئے۔ لیکن ہمیشہ ان کے خط مجھ کو آیا کرتے۔ اور یہ بھی ابو الحارث کہتے ہیں۔ کہ ایک دن میں ابراہیم علوی کے ساتھ کوہ لگام سے آرہا تھا۔ ایک سپاہی نے ایک عورت کے دراز گوش کو پکڑا ہوا تھا۔ اس عورت نے ہم سے فریاد کی۔ ابراہیم نے اس سپاہی سے کہا۔ مگر اس نے قبول نہ کیا۔ انہوں نے بد دعا کی۔ وہ سپاہی اور عورت دونوں گر پڑے۔ بعد ازاں عورت کو کھڑی ہو گئی۔ اور وہ سپاہی مر گیا میں نے کہا کہ میں پھر تمہارا ساتھ نہ کروں گا۔ کیونکہ تم مستجاب الدعوۃ ہو۔ میں ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں مجھ سے کوئی بے ادبی نہ ہو جائے۔ اور تم بد دعا کرو۔ کہا کہ کیا تم اس سے بے خوف نہیں ہو۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ پھر وصیت کی اور کہا۔ کہ جہانتک ہو سکے۔ دنیا کی تھوڑی چیز پر قناعت کیجو اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔ کہ میں ایک دن اولاس میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرا دل کہیں باہر جانے کو چاہتا تھا۔ باہر نکلا اور دیکھا۔ کہ ایک شخص درختوں میں نماز پڑھتا ہے۔ مجھے اس سے ڈر لگا۔ جب اچھی طرح دیکھا تو ابراہیم سعدؒ تھے۔ انہوں نے نماز مختصر کی اور سلام دیا سمندر کے کنارہ پر آیا۔ اور پانی کو ہلایا۔ بہت سی مچھلیاں قطار باندھ کر ان کے سامنے آگئیں۔ میرے دل میں گذرا۔ کہ شکاری کہاں ہیں۔ یہ سنکر وہ سب بھاگ گئیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ کہ اے ابو الحارث تو اس کام کا مرد نہیں۔ تجھے چاہئے۔ کہ اس ریگستان سے چھپ جائے۔ اور دنیا سے تھوڑی چیز پر قناعت کرے۔ یہاں تک کہ تیری اجل آ پہنچے۔ یہ کہکر غائب ہو گیا۔ پھر میں نے اسکو نہیں دیکھا۔ اور ابو الحارث یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ذو النون کی شہرت سنی۔ تو چند مسئلوں کے لئے ان کی زیارت کا ارادہ کر لیا۔ جب میں مصر

ہیں پہنچا تو لوگوں نے کہا کہ وہ تو کل انتقال کر چکے۔ میں اُن کی قبر پر گیا۔ اور اُن کے جنازہ کی نماز پڑھی اور بیٹھ گیا۔ مجھے نیند آ گئی۔ اُن کو خواب میں دیکھا اور جو کچھ مجھے مشکل مسئلے پیش آئے تھے اس کی بابت پوچھا۔ اُنہوں نے سب کا جواب دیا۔

ابراہیم ستنبہ ہروی قدس اللہ رُوحہٗ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ آپ حضرت ابراہیم ادھم کے ہم صحبت اور ابو یزیدؒ کے ہمعصر ہیں۔ آپ دراصل کرمان کے رہنے والے ہیں۔ اور ہرات میں مقیم ہوئے ہیں۔ اس کے بعد آپ کو ہروی کہنے لگے۔ اور آپ کی قبر قزوین میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اور اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم ادھمؒ کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے مجھ کو پہلے دنیا سے الگ رہنے کے لئے اشارہ کیا۔ بعدازاں مجھ کو کسب کے لئے حکم دیا۔ میں کسب کرتا رہا۔ اس کے بعد مجھ سے کہا کہ کسب چھوڑ دے۔ اور اپنے توکل کو خدا پر صحیح کر کہ تجھے صدق و یقین حاصل ہو جائے۔ جو کچھ آپ نے کہا میں نے اس کی تعمیل کی۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ جنگل میں جا۔ وہاں گیا۔ وہاں مجھے سچا توکل اور خدا پر بھروسہ حاصل ہوا۔ کہتے ہیں کہ وہ بڑے پایہ کے شخص تھے۔ اور چند حج توکل پر کئے اور تمام راہ میں یہ دعا مانگا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ اِقْطَعْ رِزْقِیْ مِنْ اَمْوَالِ اَھْلِ ھَرَاۃَ وَزَھِّدْھُمْ فِیَّ یعنی خدایا میرا رزق ہرات کے لوگوں کے مال سے قطع کر دے۔ اور ان کو مجھ سے زاہد بنا دے۔ یعنی میری طرف ان کی رغبت نہ رہے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں کئی کئی دن تک بھوکا رہتا تھا۔ اور جب بازار میں جایا کرتا تو لوگ باہم کہا کرتے کہ یہ وہ شخص ہے کہ ہرات کے لوگوں کو اسقدر روپیہ دیا کرتا ہے۔ ایک دفعہ حج کو تنہا پیدل گئے۔ چند روز جنگل میں تھے۔ کچھ نہ کھایا نہ پیا کہنے لگے کہ نفس نے مجھ سے کہا۔ کہ خدا کے نزدیک تیری قدر و مرتبہ ہے۔ اتفاقاً ایک شخص دائیں طرف سے مجھے کہتا ہے یا ابراھیم تری اللّٰہ فی سرک یعنی اے ابراہیم کیا دل میں خدا کو دیکھتا ہے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا قد کان ذالک یعنی جیسا تم کہتے ہو ویسا ہی ہے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ تجھے معلوم ہے۔ کہ میں کتنے عرصہ سے یہاں ہوں۔ کہ میں نے کچھ کھایا نہیں۔ اور نہ کچھ مانگا ہے۔ باوجودیکہ ایک جگہ زمین پر پڑا ہوا ہوں۔ میں نے کہا خدا تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ کہا کہ اسّی روز ہو چکے ہیں۔ اور مجھے خدا تعالیٰ سے شرم

آتی ہے۔ کہ کہیں میرے دل میں وہ خطرہ نہ گذرے۔ کہ جو تیرے دل میں گذرا ہے۔ اور اگر میں خدا کو قسم دلاؤں کہ یہ درخت سونے کا کردے۔ تو البتہ سونے کا کردے۔ اس کی زیارت کی برکت سے مجھے واقفیت ہوگئی۔ ایک دن حضرت بایزیدؒ اپنے یاروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے۔ کہ اٹھو خدا کے دوستوں میں سے ایک دوست کے استقبال کو چلیں۔ جب دروازہ پر پہنچے تو ابراہیم ستنبہ کو دیکھا۔ کہ وہ آرہے تھے۔ بایزید نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ تمہارے استقبال کو آؤں۔ اور تم کو اپنے لئے خدا کی درگاہ میں شفیع بناؤں۔ ابراہیم نے کہا کہ اگر تمام مخلوق کی شفاعت مجھے دیدی جائے۔ تو ایک مٹی کا ٹکڑا دیا جائے گا۔ شیخ اس کے جواب میں حیران ہوئے۔ کہ بہت ہی اچھا کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں بایزید کی مجلس میں حاضر ہوا۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ فلاں شخص نے فلاں شخص سے علم سیکھا ہے۔ بایزید کہنے لگے۔ بیچارے لوگ مردوں سے علم سیکھتے ہیں۔ مگر ہم نے ایسے زندہ سے علم سیکھا ہے۔ کہ وہ کبھی نہیں مریگا۔ اور یہ بھی اُس نے کہا ہے۔ من اراد ان یبلغ الشرف کل الشرف فلیختر سبعًا علی سبع الفقر علی الغنی والجوع علی الشبع والدون علی المرتفع والذل علی العز والتواضع علی الکبر والحزن علی الفرح والموت علی الحیوۃ۔ (یعنے جو شخص چاہتا ہے۔ کہ میرا مرتبہ بلند ہو۔ پورے طور پر تو اس کو چاہئے۔ کہ سات چیزوں کو سات چیزوں پر اختیار کرلے۔ فقر کو غنٰی پر۔ بھوک کو سیری پر۔ نیچا پن کو بلندی پر۔ ذلت کو عزت پر۔ تواضع کو تکبر پر۔ غم کو خوشی پر۔ موت کو حیات پر ٭ (نوٹ) اس کتاب میں نام ابراہیم ستنبہ لکھا ہے۔ خاکی۔

ابراہیم رباطی رحمۃ اللہ تعالیٰ

یہ حضرت ابراہیم ستنبہ کے مرید ہیں۔ اور توکل کا طریقہ اُن سے سیکھا ہے۔ ان کی قبر ہرات میں زنگی زادہ کی سرائے میں ہے۔ ایک دفعہ ابراہیم ستنبہ کے ساتھ سفر میں تھے۔ جب راستہ میں جارہے تھے۔ ابراہیم ستنبہ نے رباطی سے کہا۔ کہ تیرے پاس کچھ نقدی توشہ ہے رباطی نے کہا کہ نہیں۔ کچھ دور جاکر پھر پوچھا۔ کہ رباطی تمہارے پاس کچھ توشہ ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ پھر آگے چلے اور بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ سچ بتلا۔ کیونکہ میرے پاؤں تھک گئے ہیں۔ میں چل نہیں سکتا۔ رباطی نے کہا۔ کہ میرے پاس جوتے کے چند تسمے ہیں۔ کہ جب ٹوٹ جاتے ہیں۔ تو اُن سے باندھ لیتا ہوں۔ کہا کہ اب ٹوٹے گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کہا

کہ پھر پھینک دے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی وجہ سے میں چل نہیں سکتا۔ رباطی نے ان کو پھینک دیا۔ وہ نادم ہو گئے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ بہت جلد تسمہ ٹوٹ جائے۔ تاکہ اسے ملامت کرے۔ اتفاقاً ایک ٹوٹ گیا۔ ہاتھ آگے بڑھایا۔ کہ اس کو نکال دے۔ پھر دیکھا کہ گرا ہوا تھا۔ تمام راہ ایسا ہی حال تھا۔ آخر اس کو کہا۔ کذا من عامل اللہ علی الصدق یعنے ایسا ہی حال ہوتا ہے۔ اس شخص کا کہ جو خدا کے ساتھ سچا معاملہ کرتا ہے ✦

ابراہیم اطروش رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ متاخرین سے ہیں۔ اُن کا مقولہ ہے۔ کہ صوفی کا پیالہ اس کی ہتھیلی ہے۔ اس کا تکیہ اس کا ہاتھ ہے۔ اور خزانہ اس کا وہی ہے یعنی حق سبحانہ تعالیٰ شیخ الاسلامؒ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص اُس پر اور بڑھائے وہ کام اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ جس سے گر جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ ایک صوفی دنیا میں پڑ گیا۔ لوگوں نے کہا کس سبب سے۔ کہا ایک سوئی کے سبب۔ سفر میں جا رہا تھا۔ میں نے کہا مجھے سوئی چاہئے۔ جب سوئی ملی تو پھر مجھے خیال ہوا کہ کوئی شے چاہئے جس میں اس کو رکھوں۔ ایک تلہ دانی مہیا کی۔ پھر میں نے کہا کہ اس کو ہاتھ میں نہیں رکھ سکتا اس کے لئے ایک لوٹا مہیا کیا۔ پھر دل میں کہا۔ کہ اس کو میں اٹھا نہیں سکتا۔ پھر ایک رفیق کو مہیا کیا۔ یہ اسباب موجود ہو گئے۔ یہاں تک کہ میری یہ حالت ہو گئی۔ یہ سب کچھ ایک سوئی کی وجہ سے ہوا۔ ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں؎

لقد وضح الطریق الیک حقا   فما احد بغیرک یستدل

فان ورد الشتاء فانت کھف   وان ورد المصیف فانت ظل

یعنی بے شک تیری طرف کا راستہ ظاہر ہو گیا۔ پس تیرے سوا کوئی رہنما نہیں ہے۔ اگر جاڑے آتے ہیں تو پھر تو ہی پناہ اور غار ہے۔ اور اگر گرمیاں آتی ہیں تو تو ہی سایہ ہے ✦

ابراہیم الصیاد البغدادی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ معروف کرخی کی صحبت میں رہے ہیں۔ معروف نے ان سے کہا تھا۔ کہ فقر کو لازم پکڑو۔ اور اس سے نہ ڈرو۔ ان کا مذہب مجرد رہنا۔ اور انقطاع تھا۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ وہ ایک دن سَری سقطی کے سامنے آئے ایسے

حال میں رکھ ایک بورئیے کا ٹکڑا تہمند بنائے ہوئے تھے جب سری نے ان کو دیکھا۔ تو اپنے ایک یار سے کہا کہ ان کے لئے بازار سے جُبّہ خرید لاؤ اور کہا کہ اے ابو اسحٰق اس کو پہن لو۔ میرے پاس ایک دس درم تھے۔ ان سے تمہارے لئے یہ جُبہ خرید لیا گیا ہے۔ ابراہیمؒ نے کہا کہ تم فقرا کے ساتھ بیٹھے ہو۔ اور دس درم جمع رکھتے ہو پس وہ جُبہ نہ پہنا +

ابراہیم آجُرّی صغیر رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ ابو محمدؒ جریری اور ابو احمد مغازلی کہتے ہیں۔ کہ ایک یہودی ابراہیم آجری کے پاس اپنی چیز کے تقاضے کے لئے آیا۔ باہمی باتوں کے بعد یہودی نے کہا کہ مجھ کو کوئی ایسی چیز دکھا۔ کہ جس سے مجھے تیرے دین کی بزرگی معلوم ہو جائے۔ اور پھر میں ایمان لاؤں۔ ابراہیمؒ نے کہا کہ کیا سچ کہتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں۔ ابراہیم نے کہا کہ اپنی چادر مجھے دے۔ اس کی چادر لیکر اس کو اپنی چادر میں لپیٹ دیا۔ اور آتشخانہ کی آگ میں ڈال دیا۔ اور اس کے بعد آ کر چادر کو پکڑ لیا۔ اور اپنی چادر کو کھولا۔ یہودی کی چادر اس کے اندر جل گئی تھی۔ اور اس کے باہر کی چادر جو ابراہیم کی تھی صحیح سلامت تھی۔ یہودی یہ دیکھ کر ایمان لے آیا + (نوٹ) آجُر کے معنی پکی اینٹ۔ خاکی)

ابراہیم آجُرّی کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ

حضرت جنیدؒ قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ عبدون شیشہ گر سے میں نے سُنا تھا۔ کہ ابراہیم آجُری کبیر نے مجھے کہا۔ لان تردد الی اللہ عزوجل ھمک ساعۃ خیرلک ممّا طلعت علیہ الشمس (یعنی تیرا ایک گھڑی خدا کی طرف قصد و اہتمام کرنا ان سب چیزوں سے بہتر ہے کہ جن پر آفتاب چڑھتا ہے + یعنی دنیا ہے۔

محمدؒ بن خالد آجُرّی رحمۃ اللہ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ جعفر خلدی اُن کی بہت سی باتیں بیان کرتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس نے یہ کہا ہے۔ کہ ایک وقت میں اینٹوں کے کام میں مشغول تھا۔ اینٹوں کے درمیان جو بنائی گئی تھیں چار ہاتھ تھا۔ اتفاقاً ایک اینٹ نے دوسری اینٹ

سے کہا کہ تم کو سلام ہو۔ کہ آج رات میں آگ میں جاؤنگی۔ میں نے مزدوروں کو اینٹوں کے آگ میں ڈالنے سے منع کر دیا۔ اور سب کو اسی حال پر چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد پھر میں نے اینٹوں کو نہ پکایا +

ابراہیم شماس سمرقندی قدس سرہٗ

آپ مُدتوں بغداد میں رہے ہیں۔ اور سمرقند میں مُدت کے بعد آئے۔ ایک دفعہ کفار کا لشکر سمرقند میں آیا۔ وہ رات کو اُٹھے اور باہر گئے۔ اور لشکر پر ایک آواز دی جس سے وہ سب متفرق ہوگئے۔ اور ایک دوسرے کو بہت مارنے لگے۔ اور صبح کو بھاگ گئے اُن کا مقولہ ہے کہ ہر شخص کہتا ہے۔ ادب کیا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ ادب یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو تو پہچان لے۔ اُن کی وفات سمرقند میں ہوئی ہے +

فتح بن علی موصلی قدّس اللہ رُوحہٗ

آپ موصل کے بزرگوں اور بڑے مشائخ میں ہیں۔ بشر حافی رح ان کے نظیر ہیں ۲۲۰ ھ ہجری میں بشر حافی کے انتقال سے سات سال پہلے اُن کا انتقال ہوا ہے۔ وہ عید الضحیٰ کا دن تھا۔ اور پہاڑوں میں جا رہے تھے۔ لوگوں کو دیکھا۔ کہ وہ قربانیاں دے رہے ہیں۔ کہا الٰہی تو جانتا ہے۔ کہ میرے پاس کوئی قربانی نہیں جو قربان کروں۔ میں تو اپنی جان ہی رکھتا ہوں۔ پھر انگلی اپنے گلے پر رکھدی۔ اور گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو فوت ہو چکے تھے۔ اور ایک سبز خط گلے پر ظاہر تھا۔ ایک دن بشر حافی رح کے گھر آئے اور کہنے لگے۔ اگر کچھ کھانا ہے۔ تو لاؤ۔ کھانا لائے۔ کچھ کھالیا اور باقی گدڑی میں رکھ لیا۔ اور لے گئے۔ ایک چھوٹے سے لڑکے نے دیکھ کر کہا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ فتح متوکلوں کا امام ہے۔ مگر یہ دیکھئے کہ کھانا اٹھا کر لے گئے ہیں۔ بشر کہنے لگے۔ کہ وہ تم کو سکھاتے ہیں۔ کہ جب توکل پورا درست ہو جاتا ہے۔ تو پھر کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ جب تجرید درست ہو جائے تو ملک سلیمان بھی معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن جب تجرید درست نہ ہو۔ تو ہاتھ سے آستین بڑھی ہوئی بھی معلوم ہوتی ہے۔ (یعنی اس قدر کا بھی لحاظ ہوتا ہے) +

فتح بن شخرف مروزی قدس اللہ روحہٗ

آپ کی کنیت ابو نصر ہے۔ خراسان کے متقدمین مشائخ سے ہیں۔ سپاہیوں کی طرح قبا پہن کر پھرتے تھے۔ عبد اللہ بن احمد حنبل کہتے ہیں۔ کہ خراسان کی زمین سے فتح جیسا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ تیرہ سال تک بغداد میں رہے۔ بغداد کی خوراک نہیں کھائی۔ انطاکیہ سے ان کے لئے ستو لایا کرتے تھے۔ اور وہی کھاتے تھے۔ نزع کی حالت میں کچھ چپکے باتیں کرتے تھے۔ لوگوں نے کان لگائے تو یہ کہہ رہے تھے۔ الٰھی اشتد شوقی الیك فعجل قدومی علیك یعنی اے خدا میرا شوق تیری طرف بڑھ گیا ہے۔ سو میرے پہنچنے میں اپنی طرف جلدی کر۔ جب ان کو غسل دیا گیا۔ تو اُن کی پنڈلی کی ستر رگ پر جو چمڑے سے اُٹھی ہوئی تھی۔ یہ لکھا گیا تھا۔ الفتح للہ یعنے فتح خدا کا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابراہیم حربی کہتے ہیں۔ میں حاضر تھا۔ اس لکھے ہُوئے کو میں نے دیکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ۳۳ مرتبہ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔ قریباً تیس ہزار آدمی جمع ہوئے تھے۔ شعبان کی پندرھویں تاریخ ۲۷۳ھ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

بشر بن الحارث بن عبد الرحمٰن حافی قدس سرہٗ

یہ حضرت پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو النصر ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ دراصل آپ مرو کے بعض دیہات کے رہنے والے ہیں۔ پھر بغداد میں مقیم ہو گئے۔ اور وہیں بروز بدھ ۱۰ محرم ۲۲۷ھ ہجری کئی سال امام احمد حنبلؒ سے پہلے فوت ہو گئے۔ لوگ ان کو امام موصوف سے زیادہ بزرگ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ خلق قرآن کا فتنہ واقع ہوا۔ اس وقت یہ تو گھر میں بیٹھ رہے اور امام احمد بن حنبل سامنے آ گئے۔ اُن سے لوگوں نے کہا۔ کہ آپ کیوں باہر نہیں نکلتے۔ اور دین کی مدد اور اہل سنت کی تقویت کے لئے باتیں نہیں کرتے۔ آپ نے کہا۔ افسوس جب احمد بن حنبل پیغمبروں کے قائمقام کھڑے ہیں۔ اور وہ یہ کام کر سکتے ہیں۔ تو مجھے کچھ ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی آپ نے کہا ہے۔ ما اعظم مصیبتہ من فاتہ اللہ عزوجل (یعنی جس شخص سے اللہ عزوجل فوت ہو جائے اس سے بڑھ کر کس کی مصیبت ہے)

ؔ وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ بغداد وقف تھا ۱۲

بشر طرانی قدس سرہٗ

آپ طبریہ کے متقدمین مشائخ سے ہیں۔ اور کامل بزرگ صاحب کرامت تھے۔ اس کی بابت مشائخ نے کہا ہے۔ کہ جب تک بشر طبریہ میں ہیں۔ ہم کو روم سے بیفکری ہے جب انہوں نے یہ بات سُنی۔ تو ان غلاموں کو جن کی قیمت ہزار ہزار دینار تھی۔ سب کو آزاد کر دیا آپ کے بیٹے نے کہا کہ آپ نے ہم کو درویش کر دیا۔ فرمایا کہ اے بیٹا۔ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ حقتعالےٰ نے میرے دوستوں کے دلوں میں ایسی بات ڈال دی +

قاسم حرمی رحمۃ اللہ

آپ اپنے حال میں راہ راست پر تھے۔ اور دنیا کے اسباب سے مجرد بشر حانی آپ کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ ایک دن آپ بیمار ہوئے۔ بشر حانی ان کی عیادت کے لئے آئے۔ دیکھا کہ ایک اینٹ سرہانے رکھی ہے۔ اور ایک پرانا بوریا نیچے ڈالا ہوا ہے۔ جب بشر باہر نکلے۔ تو ان کے ہمسایوں نے کہا کہ تیس سال ہوئے ہیں۔ کہ یہ ہمارے ہمسایہ ہیں۔ انہوں نے کبھی کوئی چیز ہم سے طلب نہیں کی +

شفیق بن ابراہیم بلخی قدس اللہ روحہٗ

آپ پہلے طبقہ کے ہیں۔ کنیت ابو موسیٰ ہے۔ پہلے یہ صاحب رائے تھے۔ پھر اہل حدیث ہوئے۔ اور سُنی پاکیزہ ہیں۔ امام زفرؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ بلخ کے متقدمین مشائخ سے ہیں۔ حاتم اصم کے اُستاد ہیں۔ ابراہیم ادھم کے ہم صحبت ہیں۔ اور ان کے امثال میں سے ہیں۔ اور زہد و فتوت میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ توکل پر چلتے تھے۔ ایکدفعہ ابراہیم ادھم سے کہنے لگے۔ کہ تم گذارہ کیسے کر سکتے ہو۔ ابراہیم نے کہا۔ کہ ہم جب کھانے کو پاتے ہیں۔ تو شکر کرتے ہیں۔ اور جب نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں شفیق کہنے لگے۔ کہ خراسان کے کُتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ تم کیسے کرتے ہو۔ کہا کہ جب ہم پاتے ہیں۔ تو اوروں کو دے ڈالتے ہیں۔ اور جب نہیں پاتے تو شکر کرتے ہیں۔ ابراہیم ادھمؒ نے اُن کے سر پر بوسہ دیا۔ اور کہا کہ آپ اُستاد ہیں۔ اور کتاب سیر السلف میں اس حکایت کو اس کے

برعکس لکھا ہے۔ جو بات یہاں پر شفیق کی نسبت کہی گئی ہے۔ وہاں پر حضرت ابراہیم ادھم کی نسبت بیان کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ شفیق کہتے ہیں۔ کہ میں قاضی ابو یوسف رح کے ساتھ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مدت تک ہم میں جدائی رہی۔ جب میں بغداد میں آیا تو ابو یوسف کو میں نے دیکھا۔ کہ قضا کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ انہوں نے میری طرف دیکھا۔ اور کہا کہ اے شیخ تم نے اپنا لباس کیوں ایسا بدل لیا ہے۔ میں نے کہا کہ جو کچھ تم نے طلب کیا۔ وہ پا لیا۔ اور جو میں نے طلب کیا وہ نہ پایا۔ اس لئے ماتم زدہ سوگوار ہو کر نیلا لباس پہن لیا ہے۔ امام ابو یوسف رح رونے لگے۔ انہوں نے کہا ہے۔ کہ میں ناکردہ گناہ سے بہ نسبت گناہ کئے ہوئے کے زیادہ ڈرتا ہوں۔ یعنی گناہ کردہ کو تو جانتا ہوں۔ کہ یہ کیا ہے۔ لیکن آیندہ نہیں جانتا کہ کیا کروں گا۔ یہ بھی کہا ہے۔ کہ توکل یہ ہے۔ کہ جو کچھ خدائے تعالےٰ نے تجھے وعدہ دیا ہے۔ اس سے آرام پائے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ اصحب الناس کما تصحب النار خذ منفعتها واحذر ان یحرقک۔ یعنے لوگوں سے ایسا مل۔ جیسے آگ سے ملتا ہے۔ اس کا نفع لیلے اور اس سے ڈر کہ وہ تجھے جلا دے۔ بلخ کی بعض تواریخ میں ہے۔ کہ شفیق کو ۱۷۴ھ میں ولایت ختلان میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔

داؤد بلخی قدس اللہ سرّہ

خراسان کے متقدمین مشائخ میں ہیں۔ ابراہیم ادھم فرماتے ہیں۔ کہ میں کوفہ اور مکہ کے درمیان ایک شخص کا ساتھی ہوا۔ جب وہ مغرب کی نماز پڑھتا۔ تو اس کے بعد دو رکعت ہلکی پڑھتا۔ اور کچھ چپکے پڑھتا۔ اس کے دائیں طرف سے ایک پیالہ ثرید کا اور ایک کوزہ پانی کا ظاہر ہو جاتا وہ خود بھی کھاتا اور مجھ کو بھی دیتا۔ اس قصہ کو میں نے ایک شیخ سے جو کہ صاحب کرامات تھا ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ بیٹا وہ میرا بھائی داؤد ہے اور اس کا بہت سا حال بیان کیا۔ جتنے لوگ اس مجلس میں تھے۔ سب رونے لگے۔ پھر کہا کہ وہ بلخ کے دیہات سے ایک گاؤں کا رہنے والا ہے وہ گاؤں بہ نسبت اور دیہات کے فخر رکھتا ہے۔ کہ داؤد وہیں کے رہنے والے ہیں۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم کو اس نے کیا سکھایا۔ میں نے کہا کہ اسم اعظم۔ کہا کہ وہ کیا ہے۔ میں نے

کہا کہ وہ میرے دل میں اس سے زیادہ بزرگ ہیں کہ ان کو میں زبان پر لاؤں ۔

حارث بن اسد المحاسبی قدس اللہ سرہٗ

آپ پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ اُن کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ علماء مشائخ اور متقدمین سے ہیں۔ علوم ظاہر و علوم اصول و معاملات و اشارات کے جامع ہیں۔ یہ صاحب تصانیف ہیں۔ آپ بغدادیوں کے اُستاد ہیں۔ در اصل بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ لیکن بغداد میں جا رہے تھے۔ اور امام احمد بن حنبل کے دو سال بعد وہیں ۲۴۳ھ ہجری میں اُن کا انتقال ہوا ہے۔ حارث فرماتے ہیں من صحح باطنہ بالمراقبۃ والاخلاص زین اللہ ظاھرہ بالمجاھدۃ واتباع السنۃ یعنی جس شخص کا باطن مراقبہ اور اخلاص سے صحیح و درست ہو جائے۔ تو خدا تعالےٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور اتباع سنتہ سے آراستہ کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی وہ کہتے ہیں۔ من لم یھذب نفسہ بالریاضات لا یفتح لہ السبل الی سائن المقامات (یعنے جو شخص اپنے نفس کو ریاضات سے درست نہیں کرتا۔ اس کے لئے مقامات کے طریقے نہیں کھلتے) ابو عبد اللہ خفیف کہتے ہیں اقتدوا بخمسۃ من شیوخنا والباقون سلموا احوالھم حارث المحاسبی والجنید ورویم وابن العطاء وعمرو بن عثمان المکی قدس اللہ تعالےٰ اسرارھم لانھم جمعوا بین العلم والحقائق (یعنی ہمارے پانچ مشائخ کی اقتدا کرو۔ اور باقی مشائخ کو اپنے حالات پر چھوڑ و۔ حارث محاسبی۔ جنید۔ رویم۔ ابن عطاء۔ عمرو بن عثمان مکی قدس اللہ اسرارہم۔ کیونکہ ان پانچوں نے علم اور حقائق معرفت کو جمع کیا ہے حارث محاسبی نے یہ بھی کہا ہے صفۃ العبودیۃ ان لاترٰی لنفسک ملکا وتعلم انک لا تملک لنفسک ضرا ولا نفعا (یعنی عبودیت کی صفت یہ ہے۔ کہ اپنے نفس کی ملک کوئی چیز نہ دیکھے۔ اور جانے کہ تو اپنے نفس کے ضرر و نفع کا کچھ مالک نہیں) کہتے ہیں کہ حارث محاسبی چالیس سال تک نہ دن کو نہ رات کو دیوار سے پیٹھ لگا کر نہیں بیٹھے۔ دو زانو بیٹھا کرتے تھے اُن سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیوں اپنے آپ کو اتنی سختی میں ڈال رکھا ہے۔ کہا مجھے شرم ہے کہ خدا کی حضوری میں بندہ کی طرح نہ بیٹھوں ۔

ابو تراب نخشبی قدس اللہ روحہ

آپ پہلے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام عسکر بن الحصین ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ عسکر بن محمد حصین خراسان کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ ابو حاتم عطار بصری اور حاتم اصم کی صحبت میں رہے ہیں ابو عبد اللہ جلا اور ابو عبید بُسری کے اُستاد ہیں۔ ابو تراب تین سو درویشوں۔ رکوہ بردار کیساتھ جنگل میں گئے۔ دو شخص آپ کے ساتھ رہے۔ ابو عبد اللہ جلا اور ابو عبید بسری اور باقی سب واپس آگئے۔ انہوں نے کہا ہے۔ عارف وہ ہے۔ کہ کوئی چیز اس کو سیاہ نہ کرے بلکہ سب چیزیں اسی سے روشن ہو جائیں۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔ کہ بندگیوں سے کوئی بندگی زیادہ نفع دینے والی سوا اس کے نہیں۔ کہ دلوں کی اصلاح کی جائے۔ یہ بھی کہا ہے۔ من شغل مشغولاً باللہ عن اللہ ادرکہ المقت فی الوقت۔ یعنی جو شخص کہ خدا کے مشغول شدہ کو خدا سے پھرا دے تو خدا تعالےٰ کا غضب اس کو اسی وقت پکڑ لیتا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ اذا تواترت علی احد کم النعم فلیبک علی نفسہ فقد سلک غیر طریق الصالحین وکان ھو ایضاً یقول بینی وبین اللہ عھد ان لا امد یدی الی حرام الا قصرت یدی عنہ یعنے جب تم میں سے کسی پر نعمتیں پے درپے آئیں تو چاہئے۔ کہ وہ اپنے نفس پر روئے کیونکہ وہ صالحین کے طریق کے سوا چل رہا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتے تھے۔ کہ مجھ میں اور اللہ تعالیٰ میں عہد ہوا ہے۔ کہ میرا ہاتھ حرام کی طرف بڑھے تو روک ہی لوں) اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ جب خدائے تعالےٰ کی طرف سے کسی بندہ کو کنارہ کشی ہو جائے۔ تو اس کی زبان طعن اولیاء اللہ کے حق میں دراز ہو جاتی ہے۔ ابو تراب جنگل میں نماز پڑھتے تھے۔ کہ تیز لو نے اُن کو جلا دیا۔ ایک سال تک پاؤں پہ کھڑے رہے ۲۴۵ھ ہجری میں جس سال کہ ذوالنون مصری فوت ہوئے تھے انتقال کیا ۔

ابو تراب رُملی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ اپنے یاروں کے ساتھ مکّہ سے باہر نکلے۔ ابو تراب نے اُن سے کہا کہ تم عام راستہ سے جاؤ۔ میں تبوک کے راستہ سے آتا ہوں کہنے لگے کہ گرمی سخت ہے۔ کہا اس کا کوئی

ؔ رکوہ کہتے خورد جو فقراء رکھتے ہیں دھیلے کوزہ و مشک بھی ہے ۱۲

علاج نہیں لیکن جب تم رملہ میں آؤ۔ تو میرے فلاں دوست کے گھر میں اُترنا۔ جب رملہ میں پہنچے تو اُس دوست کے گھر اترے۔ اُس نے اُن کے لئے گوشت کے چار ٹکڑے بھُونے۔ اور حاضر کئے۔ اتفاقاً چوہے گیر جانور ہوا سے آیا۔ اور ایک ٹکڑا اٹھا کرلے گیا۔ یہ لوگ کہنے لگے۔ کہ خیر وہ ہماری قسمت کا نہ تھا۔ باقی کو کھانے لگے۔ جب دس روز کے بعد ابو تراب آ گئے تو انہوں نے اُس سے پوچھا۔ کہ راستہ میں کوئی چیز کھانے کی تم کو ملی۔ انھوں نے کہا نہیں مگر فلاں دن ایک موش گیر نے ایک ٹکڑا بھونے ہوئے گوشت کا گرم میری طرف ڈالا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بس ہم سب نے ملکر وہ گوشت کھایا۔ وہ گوشت ہمارے پاس سے وہ لے گیا تھا۔ ابو تراب نے کہا کہ صدق۔ ایسا ہی ہوتا ہے ؞

ابو حاتم عطار قدس اللہ روحہٗ

آپ ابو تراب کے ہمعصروں میں سے ہیں۔ اور ابو سعید خراز کے اُستاد ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے کہا ہے۔ کان ابو حاتم العطار ظاھرہ ظاھر التجار وباطنہ باطن الابرار یعنی ابو حاتم عطار کا ظاہر حال تو سوداگروں کا سا تھا لیکن ان کا باطن نیکو کاروں کا باطن تھا۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اول جس نے اشارات کے علوم کی باتیں کی ہیں وہ یہ ہیں جب کسی صوفی کو اوڑھنی اور چادر سے دیکھتے تو کہتے یا سادا تی قد نشرتم اعلامکم وضربتم طبو لکم فیالیت شعری فی اللقاء ای رجال تکونون یعنی میرے سردارو تم نے اپنے نشانات کو پھیلا رکھا ہے۔ اور اپنے ڈھولوں کو بجایا ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا۔ کہ خدا کی ملاقات میں تم کیسے جوانمرد ہو۔ ایک شخص ابو حاتم عطار کے دروازہ پر گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور کہا کہ ایک درویش ہے کہ جو اللہ کہتا ہے۔ ابو حاتم نے دروازہ کھولا اور باہر نکلا۔ اور خاک پر منہ رکھا۔ اُس کے پاؤں پر بوسہ دیا۔ اور کہا کہ الحمد للہ کوئی ہے۔ جو اللہ کہتا ہے۔ ایک وقت بغداد کو آراستہ کیا گیا تھا۔ اور فسق و فجور اس میں بہت ہوتا تھا۔ شبلیؒ سے خواب میں کہا گیا۔ کہ اگر تم نہ ہوتے جو اللہ اللہ کہتے ہو۔ تو ہم بغداد کو بالکل جلا دیتے۔ شبلیؒ نے پھر اللہ کہا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ ہم بھی اللہ کہتے ہیں۔ کہا کہ تم کہتے ہو اللہ نفساً بنفس یعنے نفس سے نفس کو کہتے ہو اور میں کہتا ہوں اللہ حقا بحق فذ اللہ ثم ذرھم وحقیقۃ الحق شیئ لیس یحد فد الا الجحد فیہ حق التجرید یعنے میں اللہ کہتا ہوں خدا سے خدا کہ کہدے اللہ پھر ان سب کو چھوڑ دے

اور خدا کی حقیقت دو شئی ہے۔ کہ جس کو سوائے اُس شخص کے کہ اس میں پورے طور پر مجرد ہو کوئی دوسرا پہچان نہیں سکتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تمام لوگ ایک اللہ کہتے ہیں لیکن ہزار سے جا اٹکتے ہیں۔ اور یہ قوم ایک کہتی ہے اور اپنے نشان سے بھاگتے ہیں۔ ؎

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل　　وکل نعیم لا محالۃ زائل

دیکھو سوا اللہ کے ہر شئے باطل ہے۔ اور تمام نعمتیں ضرور دور ہونے والی ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں السیاحۃ بالقلوب یعنی سیر دلوں سے ہوتی ہے *

سری بن المغلس سقطی قدس اللہ سرہٗ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الحسین ہے۔ آپ حضرت جنید اور تمام بغدادیوں کے اُستاد ہیں۔ حارث محاسبی اور بشر حافی کے ہمعصر ہیں۔ اور معروف کرخی کے شاگرد ہیں۔ جو لوگ کہ دوسرے طبقہ کے ہیں۔ اکثر ان کی طرف منسوب ہیں۔ ۳۔ رمضان منگل کی صبح کے وقت ۲۵۳ھ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ حضرت جنید فرماتے ہیں ما رایت اعبد من السری اتت علیہ سبعون سنۃ ما رانی مضطجعا الا فی علۃ الموت یعنی میں نے سری سے بڑھ کر کسی کو زیادہ عابد نہیں دیکھا۔ ستر سال ہو گئے۔ کہ میں نے کبھی سوا مرض موت کے ان کو لیٹا ہوا نہیں دیکھا۔ حضرت جنید یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دن میں سری کے گھر میں آیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ گھر میں جھاڑو دے رہے ہیں۔ اور شعر پڑھ رہے ہیں اور روتے ہیں۔ ؎

لا فی النہار ولا فی اللیل فرح　　فلا ابالی الحال اللیل ام قصرا

یعنے نہ مجھے دن میں چین ہے نہ رات میں۔ سو اب مجھے کوئی پروا نہیں راتیں لمبی ہوں یا چھوٹی جب سری نزع کے وقت میں تھے تو جنید سے کہنے لگے ایاک من صحبۃ الاشرار ولا تقطع عن اللہ بصحبۃ الاخیار۔ یعنی بروں کی صحبت سے بچیو اور نیکوں کی صحبت میں بھی خدا سے قطع تعلق نہ کرنا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جنید نے کہا ہے ایک دفعہ میں سری سقطی کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک قوم اُن کے دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھ کو کہا کہ دروازہ پر کون ہے کوئی بیگانہ تو نہیں ہے۔ میں نے کہا نہیں ایک درویش ہے کہ یہی مطلب ڈھونڈھتا ہے۔ کہا کہ اس کو بلاؤ۔ میں نے بلایا۔ سری اُس سے باتیں کرنے لگے۔ اور دیر تک کرتے رہے۔ باتیں ایسی

آہستہ تھیں کہ مجھے کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ میں تنگدل ہو گیا۔ آخر سری نے کہا کہ تم نے کسی کی شاگردی کی ہے۔ اس نے کہا کہ ہرات میں ایک میرا ایسا اُستاد ہے۔ کہ نماز کے فرائض تو میں نے اسکو سکھلائے چاہئے۔ لیکن علم توحید وہ مجھے پڑھاتا ہے۔ سری نے کہا جب تک یہ علم خراسان میں اپنے موقع پر ہوگا تو سب جگہ ہوگا۔ اور جب وہاں پر تمام ہو چکیگا۔ تو پھر اور کہیں نہ ملیگا۔ سری نے کہا ہے۔ کہ معرفت اوپر سے اُترتی ہے جس طرح جانور اڑتا ہے۔ یہاں تک کہ جس دل میں شرم وحیا دیکھتی ہے۔ اس میں اُتر آتی ہے۔ اور یہ بھی اُس نے کہا ہے۔ بدایۃ المعرفۃ تجرید النفس للتفرید للحق یعنے معرفت کا شروع نفس کا خدا کے لئے مجرد اور تنہا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا ہے۔ من تزین للناس بما لیس فیہ سقط من عین اللہ عزّ وجلّ یعنی جو شخص لوگوں کی خاطر ان اوصاف سے آراستہ ہو جو اس میں نہیں ہیں۔ تو وہ خدا کی نظر سے گر جاتا ہے۔ اور یہ بھی اُس نے کہا ہے۔ کہ میں طرسوس میں بیمار ہو گیا۔ ایک جماعت ظاہری زاہدوں کی کہ جن کا آنا مجھے گراں تھا۔ میری عبادت کو آئے۔ اور اتنی دیر تک بیٹھے۔ کہ میں تنگ آگیا۔ بعد ازاں مجھ سے دعا کے طلبگار ہوئے۔ میں نے ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا مانگی۔ اللھم علمنا کیف نعود المرضیٰ یعنی خدایا ہم کو بیمار پرسی کا علم سکھا دے۔ کہ کیسے کیا کرتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے کہا۔ کہ میں ایک دن سری سقطی کے پاس آیا۔ مجھ کو ایک کام کہا۔ میں نے وہ کر دیا۔ پھر میں اُن کے سامنے گیا۔ مجھ کو ایک پرچہ کاغذ کا دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ سمعت حادیا یحدو فی البادیۃ ویقول ؎

ابکی وما یدریک ما یبکینی ابکی حذاران تفارقینی
وتقطع حبلی و تھجرینی

یعنی میں نے ایک حدی خوان کو دیکھا۔ جو جنگل میں یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ میں روتا ہوں۔ اور تجھے کیا معلوم ہے کہ کیوں روتا ہوں۔ میں اس ڈر کے مارے روتا ہوں کہ تو مجھے چھوڑ دیگی۔ اور میرے رشتہ محبت کو توڑ دے گی۔ اور مجھ سے جدائی کرے گی *

علی بن عبد الحمید غضائری رحمۃ اللہ

آپ متقدمین مشائخ سے ہیں۔ آپ کے عجیب حالات اور بلند اعمال ہیں۔ اور ابدال سے شمار کئے جاتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سری کے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ تو

میں نے سُنا کہ وہ کہتے ہیں۔ اللھم من شغلنی عنک فاشغلہ بک عنی یعنی اے خدا جس شخص نے مجھے تجھ سے ہٹا دیا ہے۔ اُس کو مجھ سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کر لے۔ اس کی دعا کی برکت سے خدا تعالےٰ نے مجھ کو حلب سے چالیس حج نصیب کئے *

ابو جعفر سماک رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ بغدادی ہیں۔ اور سری سقطی کے مشائخ میں سے گوشہ نشین اور قطع تعلق والے اور عابد تھے۔ حضرت جنید کہتے ہیں۔ کہ میں نے سری سے سُنا کہتے تھے کہ ایک دن ابو جعفر سماک میرے پاس آئے۔ دیکھا تو میرے پاس چند لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ کھڑے رہے۔ اور نہ بیٹھے اور کہنے لگے۔ یا سری صرت مناخ البطالین یعنی اے سری تو بیہودہ لوگوں کی نشستگاہ بن گیا ہے۔ واپس چلے گئے۔ اور اس جماعت کا میرے پاس بیٹھنا پسند نہ کیا *

احمد بن خضرویہ بلخی قدس اللہ سرہٗ

آپ پہلے لوگوں میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو حامد ہے۔ خراسان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ بلخ کے باشندہ ہیں۔ ابو تراب نخشبی اور حاتم اصم کے ہم صحبت رہے ہیں۔ اور ابراہیم ادھم کو دیکھا تھا وہ کہتے ہیں۔ کہ ابراہیم ادھم نے یہ کہا ہے۔ التوبۃ ھی الرجوع الی اللہ بصفاء السر یعنی توبہ یہ ہے کہ خدا کی طرف دل کی صفائی سے رجوع ہو۔ بایزید اور ابو حفص حداد کے امثال میں ہیں۔ حج کے سفر میں ابو حفص کی نیشاپور میں زیارت کی ہے۔ اور بایزید کی بسطام میں۔ ابو حفص سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ صوفیہ کے گروہ سے تم نے کس کو بزرگتر دیکھا ہے۔ کہا کہ میں نے احمد خضرویہ سے بڑھ کر ہمت اور صدق احوال میں کوئی بزرگ نہیں دیکھا۔ ایک شخص نے احمد سے وصیت چاہی کہا امت نفسک حتی تحییہا یعنے مار نفس کو یہاں تک کہ اس کو زندہ کر دے۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے۔ الطریق واضح والحق لائح والداعی قد اسمع فما التحیر بعد ھذا الا من العمی۔ یعنی راستہ واضح ہے اور حق روشن ہے۔ اور پکارنے والا بڑا سُنانے والا ہے۔ پس اس کے بعد حیرانی صرف اندھاپن کی وجہ سے ہے۔ وہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۶ھ ہجری میں فوت ہوئے ان کی قبر بلخ میں مشہور ہے۔ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اور اس سے تبرک حاصل

کیا جاتا ہے +

یحییٰ بن معاذ رازی روح اللہ روحہ

آپ پہلے طبقہ والوں میں ہیں۔ کنیت ابو زکریا ہے۔ اور لقب واعظ یوسف بن حسین رازی کہتے ہیں۔ کہ میں ایک سو بیس شہروں میں علماء و حکماء و مشائخ کی زیارت کے لئے گیا ہوں۔ بلکہ یحییٰ معاذ رازی سے بڑھ کر میں نے کسی کو بات کہنے پر قادر نہیں پایا۔ اور اُن کا یہ مقولہ ہے۔ انکسار العاصین احب الی من صولۃ المطیعین یعنی گنہگاروں کی عاجزی میرے نزدیک تابعداروں کے دیدبہ سے زیادہ محبوب ہے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ ایک وقت ایسا آتا ہے۔ کہ مرد کو بندگی میں اور وہاں سے نکال کر غرور میں ڈال دیتا ہے۔ اور خود اپنے آپ میں مغرور ہو جاتا ہے۔ اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے۔ کہ کسی شغل میں ڈالتا ہے یا کسی گناہ میں۔ پھر وہاں سے اس کو اچھی طرح نکال لیتا ہے۔ اور اس غفلت میں اس کو اپنی طرف مشغول کر لیتا ہے۔ اپنا نظارہ اس کو عنایت کرتا ہے۔ وہ مالک ہے جو چاہے کرتا ہے۔ اور کر سکتا ہے۔ اس کے لائق یہی امر ہے۔ اور دونوں باتوں پر بے فکر ہو جانا غرور اور مکر ہے۔ کیونکہ اس کے حکم تو جانتا نہیں۔ اور اپنا انجام بھی تجھے معلوم نہیں۔ تجھے دلیر نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ایسی قوم کی شکایت کرتا ہے کہ جو دلیرانہ گناہ میں پڑ جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں سَیُغْفَرُ لَنَا یعنے وہ ہم کو بخشدے گا گناہ میں اُس کے حقیر جاننے سے کوئی چیز زیادہ بڑی نہیں۔ اُس کی حقارت کا خیال نہ کر۔ اس امر کی طرف دیکھ کہ کس کا گناہ کرتا ہے۔ یحییٰ معاذ سے لوگوں نے کہا جو قوم کہ یہ کہتی ہے۔ کہ ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ کہ ہم کو نماز نہ پڑھنی چاہئے وہ کیسے ہیں کہا کہ وہ قبر تک پہنچے ہیں لیکن دوزخ تک پہنچے نہیں۔ اور اُس نے یہ کہا ہے صدق المحبۃ العمل بطاعۃ المحبوب یعنی محبت یہ ہے۔ کہ محبوب کی فرمانبرداری کی جائے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ زاہد لوگ دُنیا کے غریب ہیں۔ اور عارف لوگ آخرت کے غربا ہیں۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ حق سبحانہ تعالےٰ جس قوم کو دوست رکھتا ہے۔ اُن کے دل کو اپنی طرف لگا دیتا ہے۔ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے۔ اس کے دل کو اپنی طرف مائل کر کے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ جس شخص نے دوست سے دوست کے سوا اور کچھ

دیکھلو جو اُس نے دوست کو نہ دیکھا۔ اور یہ بھی اُس نے کہا ہے۔ کہ معرفت والے خدا کے وحشی ہیں۔ زمین میں انسانوں کے ساتھ محبت نہیں کرتے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ نیکی سے نہ بڑھے اور ظلم سے نہ گھٹے۔ قال اهل التاریخ خرج یحیی من معاذ الی بلخ واقام بها مدة ثمرجع الی نیشابور و مات بها سنة ثمان وخمسین ومائتر۔ یعنی تاریخ والے کہتے ہیں۔ کہ یحییٰ بن معاذ بلخ کی طرف گئے۔ اور وہاں ایک مدت تک رہے۔ پھر نیشاپور کی طرف واپس آگئے۔ اور وہیں ۲۵۸ھ ہجری میں فوت ہوئے +

خلف بن علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ اور یحییٰ بن معاذ کے ہم صحبت تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ یحییٰ بن معاذ کی مجلس میں تھا۔ ایک شخص کو وجد ہو گیا دوسرے نے شیخ سے پوچھا۔ کہ اس کو کیا ہُوا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ اس نے خدا کی بات سُنی وحدانیت کا راز اس کے دل میں کھل گیا۔ انسانیت کی صفت محو گئی +

بایزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ پہلے طبقہ والوں میں ہیں۔ آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سُروشان ہے۔ آپ کا دادا بُت پرست مذہب تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ خضرویہ ابو حفص یحییٰ ابن معاذ کے ہمعصر ہیں۔ اور شفیق بلخی کو آپ نے دیکھا ہے۔ آپ کی وفات ۲۶۱ھ ہجری میں ہوئی ہے۔ بعض نے ۲۳۴ھ ہجری میں بھی کہا ہے۔ لیکن اول صحیح تر ہے۔ آپ کا اُستاد ایک کردی تھا۔ آپ نے وصیت کی تھی۔ کہ میری قبر اُستاد سے بہت نیچے کرنا۔ اس میں اُستاد کی عزت کا لحاظ تھا آپ اصحاب رائے واجتہاد تھے۔ لیکن چونکہ آپ ولی بن گئے۔ اس لئے مذہب اس میں ظاہر نہ ہُوا شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ بایزید پر بہت سا جھوٹ لوگوں نے لگایا ہے۔ منجملہ ان کے یہ ہے۔ کہ آپ نے یہ کہا ہے کہ میں اوپر گیا۔ اور عرش پر جا کر خیمہ گاڑا شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ بات شریعت میں کفر ہے۔ اور حقیقت میں دوری ہے۔ حقیقت درست کرنا ہے۔ تو اپنے آپ کو دیکھنے سے کہ حقیقت کیا ہے یہ ہے کہ اپنے آپ سے چھوٹ جانا۔ حقیقت ایک بنا ہے خود درست کرنا اور اپنا برابر میں ذکر کرنا کفر ہے۔ تو توحید کو دوئی

سے درست کرتا ہے۔ اور وہ پہنچنے سے چاہئے نہ آگے بڑھنے سے۔ حصری کہتے ہیں۔ کہ اگر میں عرش کو دیکھوں تو کافر ہو جاؤں. جنیدؒ برقرار تھے۔ اس لئے ان کو شطح کی حالت نہ تھی۔ امر و نہی کو وہ بڑا سمجھتے تھے۔ اور ان کے کام نے اصل اور جڑھ حاصل کی۔ ان کو لوگوں نے قبول کر لیا ان سے لوگوں نے کہا۔ کہ آپ کا وطن کہاں ہے۔ کہا کہ عرش کے نیچے۔ یعنی میری ہمت کی انتہا اور میری نظر کی حد اور میری جان کا آرام۔ اور میرے کام کا انجام یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تو غریب مسافر ہے۔ اور میں تیرا وطن ہوں۔ کہتے ہیں کہ جب بایزید نماز پڑھتے تو اُن کے سینہ کی ہڈیوں سے آواز نکلتی تھی۔ جس کو لوگ سُن لیتے خدا کی ہیبت اور شریعت کی تعلیم کی وجہ سے۔ بایزید نے مرگ کے دروازہ یعنی مرگ کے وقت یہ کہا الٰہی ما ذکرتک الا عن غفلۃ و ما خدمتک الا عن فترۃ یعنی خدایا میں نے تجھ کو یاد نہ کیا۔ مگر غفلت سے۔ اور میں نے تیری خدمت سوا نقصان کے نہیں کی۔ اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ ابو موسیٰ آپ کے شاگرد کہتے ہیں۔ کہ بایزید کہتے تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ اور کہا کہ الٰہی تمہارے پاس پہنچنے کا راستہ کیونکر ہے۔ کہا کہ جب تو اپنے سے چھوٹ گیا، تو مجھ تک پہنچ گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کا راستہ تو آسان ہے۔ مگر اس کے پا لینے کا راستہ مشکل ہے۔ لوگوں نے بایزید قدس اللہ سرہٗ کو ان کے انتقال کے بعد دیکھا۔ اور پوچھا۔ کہ آپ کا کیا حال ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ مجھ کو پوچھا گیا۔ کہ اے بوڑھے تم کیا کچھ لائے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ جو درویش بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس سے یہ سوال نہیں کرتے بلکہ پوچھتے ہیں کہ کیا چاہتے ہو کہتے ہیں۔ کہ نیشاپور میں ایک بڑھیا تھی جس کا نام عزافیہ تھا دروازوں سوال کرتی پھرتی۔ جب وہ فوت ہو گئی تو لوگوں نے اس کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہا کہ مجھ کو کہا گیا۔ کہ کیا لائی ہے۔ میں نے کہا افسوس۔ تمام عمر مجھ کو لوگ یہ کہتے رہے۔ کہ تجھ کو خدا دے۔ اب کہتے ہیں کہ کیا لائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ سچ کہتی ہے اسکو چھوڑ دو۔

ابو سندی قدس اللہ سرہٗ

شرح شطحیات شیخ روزبہان بقلیٰ میں مذکور ہے۔ کہ آپ بایزید کے اُستادوں میں سے ہیں۔ بایزید کہتے ہیں۔ کہ میں ابو علی سے توحید میں فنا ہونے کا علم سیکھتا تھا۔ اور ابو علی مجھ سے

ﮯ بظاہر خلاف شرع باتیں کرنا ۱۲

الحمد و قل ہو اللہ سیکھتے تھے ⁂

ابو حفص حداد قدس اللہ سرہٗ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کا نام عمرو بن سلمہ ہے۔ نیشاپور کے دیہات کے رہنے والے تھے۔ یگانہ روزگار تھے۔ ماربنہ کے شیخ اور عثمان حیری کے پیر ہیں۔ شاہ شجاع کرمانی ان سے اپنی نسبت درست کرتے ہیں شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ اپنے وقت میں جہان کے نمونہ تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو ظاہر کر دیا کہ مجھ کو ایسا ہونا چاہیئے قال المومل الحصاص الشیرازی رحمۃ اللہ اعطی الجنید الحکمۃ واعطی شاہ شجاع الکرمانی الوجود واعطی ابو حفص الاخلاق واعطی ابو یزید البسطامی الحمیان یعنی مومل حصاص شیرازیؒ کہتے ہیں کہ خدا نے جنیدؒ کو تو حکمت دی اور شاہ شجاع کرمانی کو وجود دیا۔ اور ابو حفص کو اخلاق دیئے اور ابو یزید بسطامی کو حیرت دی۔ ابو حفص احمد خضرویہ اور بایزید کے رفیقوں میں سے ہیں۔ اور عبداللہ مہدی کے شاگرد ہیں۔ اس کے ساتھ رہے ہیں۔ مات ابو حفص فی سنۃ اربع و ستین و مائتین وقیل فی سنۃ سبع و ستین و مأتین والاول الاکثر و فی تاریخ الامام عبداللہ الیافعی انہ مات سنۃ خمس و ستین و مأتین یعنی ابو حفص ۲۶۴ھ ہجری میں فوت ہوئے بعض کے نزدیک ۲۶۷ھ میں لیکن اول پر متفق ہیں۔ اور امام عبداللہ یافعی کی تاریخ میں ہے کہ وہ ۲۶۵ھ میں فوت ہوئے۔ آپ نے کہا ہے کہ ظاہری حسن ادب، باطنی حسن ادب کا نمونہ ہے مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو خشع قلبہ لخشع جوارحہ یعنی اگر دل عاجزی کرے تو اعضا بھی عاجزی کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حج کو جاتے تھے۔ بغداد میں پہنچے۔ حضرت جنیدؒ نے ان کا استقبال کیا۔ ابو حفص پیر تھے۔ مرید ان کے سامنے کھڑے تھے۔ اور اچھا آداب کرتے تھے۔ جنیدؒ نے اپنے یاروں سے کہا کہ بادشاہوں کے آداب تم نے سیکھے ہیں۔ کہا کہ دوستانِ خدا کا ظاہری ادب بجا لانا خدا کے باطنی ادب کا نمونہ ہے۔ اور شیخ الاسلام نے کسی شخص کا یہ شعر پڑھا ؎

وقل من ضمنت شیئاً طویۃ ۔۔۔ الا وفی وجہہ من ذالک عنوان

یعنی ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص دل میں کچھ چھپائے اور پھر اس کے چہرہ پر اس کا نمونہ نہ ہو۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ جو شخص ہر وقت اپنے افعال و اقوال احوال کو کتاب و سنت کی میزان میں نہ تولے۔ اور اپنے دل کو اس میں نہ لگائے۔ تو اس کو ہم مردوں میں

سے شمار نہیں کرتے اور یہ بھی کہا ہے الفتوۃ اداءالانصاف وترک مطالبۃ الانصاف
یعنے جوانمردی یہ ہے کہ انصاف تو دے لیکن انصاف کو طلب نہ کرے ⁂

ابو محمدؒ حداد رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ ابو حفص کے مریدوں میں سے ہیں۔ کوپان سے ابو حفص کے پاس نیشاپور میں آئے آپنے ان سے کہا کہ لوہار کا کام کر اور درویشوں کو دے۔ اور اس سے خود نہ کھا۔ اور آپ مانگ کر کھا۔ کچھ مدت ایسا کیا۔ تو لوگوں نے طعن کرنا شروع کیا۔ کہ دیکھو کہ کماتا بھی ہے اور پھر مانگ کر بھی کھاتا ہے لیکن جب آخر ان کو اعلیٰ درجہ تک پہنچایا گیا۔ کہ ان کا حال کس قسم کا ہے تو مقبولیت عامہ ظاہر ہوئی۔ اس لئے لوگوں نے احسان کا ہاتھ کھولا اور بہت کچھ دینے لگے۔ ابو حفص فرمانے لگے کہ جب تمہارا حال یہاں تک کر دیا گیا۔ تو اب سوال مت کر۔ اب تم پر سوال کرنا حرام ہو گیا۔ جو کام کہ کرتا ہے۔ اس میں سے کھا اور اس میں سے دے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ایک مرید ان کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے کہا۔ کہ اگر اس راہ کا تجھے قصد ہے تو جا پہلے جا کر حجامی سیکھ یہاں تک کہ لوگ تجھ کو حجام کہیں پہلے سے تجھ کو لوگ عارف نہ کہیں پھر اگر تیرا جی چاہے تو حجامی کر نا جی چاہے چھوڑ دینا ⁂

ظالم بن محمدؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے مشائخ میں ہیں۔ آپ کا نام ابو عبداللہ تھا۔ لیکن اپنے آپ کو ظالم کہتے تھے کہ مجھ سے ہرگز بندگی کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اس لئے میں ظالم ہوں۔ اور وہ ابو جعفر حداد کے یاروں سے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص چاہتا ہے۔ کہ یہ راہ اُس پر کھل جائے تو اس کو چاہیئے کہ تین کام ضروری کرے۔ خدا کے ذکر سے آرام پانا۔ لوگوں سے بھاگنا۔ کم کھانا ⁂

ابو مزاحم شیرازی رحمۃ اللہ

وہ فارس کے بزرگوں میں سے تھے۔ جنیدؒ اور شبلیؒ سے اُن کی اَن بَن رہی تھی۔ جب یہ معرفت میں باتیں کرتے۔ تو مشائخ بھی اس سے ڈرتے۔ صاحب حدیث اور بڑے بزرگ تھے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف نے ان کو اپنی کتاب میں فارس کے مشائخ کے چند ناموں

میں ذکر کیا ہے۔ ان کا ۲۶۵ھ میں انتقال ہوا۔ ابو حفص کی زیارت کے لئے جاتے تھے ابو حفص اور اس کے یاروں کو چند درم کہیں سے ملے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ان سے بیت الخلاء کو صاف کرینگے ابو حفص نے کہا کہ یہ تو ہم نے گندے کئے ہیں۔ پھر ہم ہی کو پاک کرنا چاہئے اور جو درم ملے ہیں وہ درویشوں کو کام میں لانا چاہئے اس صفائی میں مشغول تھے۔ کہ ایک شخص آگیا۔ ابو حفص سے کہنے لگا۔ کہ اپنے آپ کو دھو ڈالو اور کپڑے پہن لو۔ کہ شیخ ابو مزاحم فارس سے آئے ہیں۔ کہا کہ اگر یہ وہی ابو مزاحم ہیں کہ جن کو میں پہچانتا ہوں۔ تو چاہئے کہ وہ مجھے اسی حال پر دیکھیں۔ اسی وقت ابو مزاحم آگئے۔ جب یہ حال دیکھا تو سلام کیا۔ اور کپڑے اتار کر کام میں لگ گئے۔ ابو حسین توشنجی صوفی کہتے ہیں۔ من ذل فی نفسہ رفع اللہ قدرہ ومن عز فی نفسہ اذلہ اللہ فی اعین عبادہ یعنی جو شخص اپنے آپ میں ذلیل ہوتا ہے خدا اس کے مرتبہ کو بڑھاتا ہے۔ اور جو اپنے آپ میں بلند ہوتا ہے خدائیتعالے اس کو لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کرتا ہے۔ ابو بکر دراق کہتے ہیں یہ کام اس شخص کا ہے کہ خدائیتعالے کے لئے پاخانوں کو خوشی سے صاف کرتا ہے ؛

ابو عبداللہ مہاری باوردی رحمۃ اللہ

آپ اس گروہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔ ابو حفص حداد کے استاد ہیں۔ ابو حفص باورد میں جاتے اور ان کی شاگردی کرتے۔ ابو عبداللہ ابتدا میں لوہار تھے۔ اور کام کے ہاتھ اٹھانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن لوہے کو آگ میں رکھا ہوا تھا۔ کہ ایک اندھا ان کی دکان پر گزرا۔ اور یہ آیت پڑھتا تھا۔ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ یعنی آج کے دن رحمٰن کا سچا ملک ہے۔ ابو عبداللہ نے یہ سنا اور وہ لوہا جو ان کے ہاتھ میں تھا ہاتھ سے گر گیا۔ اور بیخود ہو کر گرم لوہے پر ہاتھ مارا اور اٹھایا۔ اس کے شاگرد نے یہ حال دیکھا تو وہ بیہوش ہو کر گر گیا۔ شاگرد سے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا تھا۔ دیکھا تو لوہا اپنے ہاتھ میں ہے کہا کہ جب میرا بھید ظاہر ہو گیا۔ تو اب میں چھوٹ گیا۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور چل دئے۔ اور دکان کو چھوڑ دیا ؛

حمدون قصار قدس اللہ روحہ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو صالح ہے آپ ملامتیوں کے شیخ و امام ہیں۔

اور نیشاپور میں ملامتی طریق کو انہوں نے ہی رواج دیا۔ یہ پہلا مسئلہ ہے جو ان کی طرف سے اور ان کے اصحاب کی طرف سے عراق میں بھیجا گیا۔ اور ان کے حالات لوگوں نے بیان گئے۔ سہل تستری و جنیدؒ نے کہا ہے۔ اگر احمد مرسل صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر ہونا ممکن ہوتا۔ تو ان میں سے حمدون قصار ہوتے۔ عالم اور فقیہ تھے۔ سفیان ثوری کے مذہب پر تھے۔ اور طریقت میں وہ عبداللہ منازل کے استاد ہیں۔ اور اُن کے شاگردوں میں سے کسی نے بھی ابن منازل کی طرح ان کا طریقہ اختیار نہ کیا۔ اس کی صحبت سلم بن البار وسی ابو تراب نخشبی و علی نصر آبادی کے ساتھ تھی۔ اور ابو حفص کے رفیق تھے۔ ۲۷۱ھ ہجری میں ان کا انتقال نیشاپور میں ہوا۔ اُن کی قبر محلہ حیرہ میں ہے۔ اور اُس نے کہا ہے کہ میں اپنے نفس کو فرعون کے نفس سے نہیں بڑھاتا۔ لیکن اپنے دل کو فرعون کے دل سے فضیلت دیتا ہوں۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ من نظر فی سیر السلف عرف تقصیرہ وتخلفہ عن درجات الرجال یعنے جو شخص کہ سلف کے حالات دیکھے گا۔ تو وہ اپنے مقرر اور مردانِ خدا کے درجات سے اپنا پیچھے رہنا پہچان لیگا۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ من رایت فیہ خصلۃ من الخیر فلا تفارقہ فانہ یصیبک من برکاتہ یعنے جس شخص میں تم کوئی اچھی عادت دیکھو تو اُس سے جُدا نہ ہو۔ کیونکہ تمہیں اس کی برکتیں پہنچینگی۔ ایک دفعہ حمدون ایک جگہ مہمان تھے۔ میزبان باہر گیا ہُوا تھا ان کو ایک پرچہ کاغذ کی ضرورت پڑی۔ میزبان والوں کے گھر والوں نے کاغذ کا پرچہ باہر ڈال دیا۔ حمدون نے اس کو کھولا اور کہا کہ اس کا برتنا جائز نہیں۔ کیونکہ گھر والا غیر حاضر ہے۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ وہ مُردہ ہے یا زندہ یعنے یہ مال اس کا ہے یا اس کے وارثوں کا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان کی تمام عادات اور کام ایسے ہی ہوتے۔ اب ایک جماعت نے بے باکی اور سُستی شروع کر رکھی ہے۔ اور زندقہ، بے ادبی، بے حُرمتی اختیار کی ہوئی ہے۔ اور اس بات کو ملامت کہتے ہیں۔ ملامت یہ نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص شرع کی بے عزتی کا کام کرے۔ اور لوگ اس کو ملامت کریں۔ ملامت یہ ہے کہ[1] خدا کے کام میں لوگوں سے خوف نہ کرے۔

ابوالحسین باروسی قدس اللہ سرہ

آپ کا نام اسلم بن الحسین باروسی ہے۔ اور کنیت ابو عمران شیخ ابو عبدالرحمٰن نے اُن کا

[1] جیسے خدا فرماتا ہے لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم یعنی وہ خدا کے بارہ میں کسی ملامت کنندہ کا خوف نہیں رکھتے۔ مترجم ۱۲

صوفیہ کی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ وہ نیشا پور کے پرانے مشائخ صوفیہ سے ہیں۔ حمدون قصار کے اُستادوں میں سے ہیں۔ اور اُن کی دعا مقبول تھی۔ انہوں نے کہا ہے۔ لایظہر علی احد شئی من نور الایمان الا باتباع السنۃ ومجانبۃ البدعۃ وکل موضع تری فیہ اجتہاداً ظاہراً بلا نور فاعلم ان ثمہ بدعۃ خفیفۃ یعنی کسی شخص پر سوائے اتباع سنت اور بدعت سے بچنے کے کچھ بھی نور ایمان ظاہر نہیں ہوتا اور جہاں تو ظاہری کوشش و ریاضت بلا نور دیکھے تو یقیناً سمجھ لے کہ وہاں پر کوئی پوشیدہ بدعت ہے۔ ابو عبداللہ کہرام نے اُن سے کہا۔ کہ آپ میرے یاروں کے بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ کہا کہ اگر وہ رغبت جو اُن کی باطنی حالت میں ہے۔ اُن کی ظاہر میں ہوتی۔ اور وہ زہد کہ ان کے ظاہر میں ہے۔ ان کے باطن میں بھی ہوتا۔ تو یہ مردانِ خدا تھے میں اُن کی نمازیں روزے تو بہت دیکھتا ہوں۔ مگر ان میں نور ایمان کچھ بھی نہیں۔ اور کہا کہ باطنی تاریکی کی وجہ سے ظاہری تاریکی ہوا کرتی ہے (نوٹ) میرے نسخہ میں نام ابوالحسن لکھا ہے
نامی

منصور بن عمار قدس اللہ سرہٗ

آپ پہلے طبقہ والوں میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو السری ہے۔ مرو کے رہنے والے ہیں۔ بعضوں نے ان کو باورد کا رہنے والا کہا ہے۔ اور بعض نے پوشنگ و بصرہ کا رہنے والا کہا ہے۔ آپ حکماء و مشائخ سے ہیں۔ اور معاملات میں ان کی اچھی باتیں مذکور ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ آپ کا حال کیسا ہے۔ کہا کہ مجھ پر بڑی مہربانی کی گئی۔ ساتویں آسمان پر میرا منبر رکھا گیا اور مجھ کو کہا کہ وہاں جا دنیا میں تو میری طرف سے جو کہتا تھا اب یہاں مجھ سے اور میرے دوستوں اور فرشتوں سے کہہ۔ ایک دفعہ ایک جوان نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔ پھر توبہ توڑ کر برگشتہ ہو گیا۔ آپ نے کہا کہ مجھ کو اور کوئی سبب سوائے اس کے معلوم نہیں ہوتا۔ کہ تو نے اپنے ہمراہی تھوڑے دیکھے۔ اس لئے ملول ہوا۔ اور وحشت کھا کر برگشتہ ہو گیا۔

احمد بن عاصم انطاکی رحمۃ اللہ

آپ پہلے لوگوں میں ہیں۔ کنیت ابو علی ہے۔ بعض نے ابو عبداللہ کہا ہے۔ اور یہ زیادہ صحیح ہے۔ بشر حافی سری سقطی حارث محاسبی کے ہمعصروں میں ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ

فضیل عیاضؒ کو دیکھا ہے۔ احمد ابی الحواری کے اُستادوں میں ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہر عمل کا امام علم ہے۔ اور ہر علم کا امام عنایت ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کہتا ہے۔ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَنَحْنُ نستزید من الفتنة یعنی بیشک تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے اور ہم ہیں کہ فتنہ کو زیادہ چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔ وافقنا الصالحین فی اعمال الجوارح وخالفناھم فی الھمم یعنی ہم نے نیکبختوں سے ان کے اعضاء کے عملوں سے موافقت کی ہے۔ اور ان کے پختہ ارادوں اور ہمتوں سے مخالفت کی ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ الصبر من اول الرضاء یعنے صبر رضا کا اوّل مرتبہ ہے۔ اُن سے اخلاص کی بابت پوچھا تو کہا کہ جس وقت تو اچھا عمل کرے۔ اور نہ چاہے۔ کہ لوگ تجھ کو اس سے یاد کریں اور اس کی وجہ سے تجھے بزرگ سمجھیں۔ اور اس کا ثواب خدا کے سوا کسی اور سے نہ مانگے اس کو اخلاص کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ اعمل علی ان لیس فی الارض احد غیرک ولا فی السماء غیره۔ یعنے عمل ایسا کر کہ زمین میں تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔ اور آسمان میں خدا کے سوا اور کوئی نہیں +

محمد بن منصور طوسی قدس اللہ سرہٗ

آپ بغدادی تھے۔ صوفی اور محدث ہیں۔ عثمان بن سعید دارمی۔ ابوالعباس مسروق ابو جعفر حداد وغیرہ کے اُستاد ہیں۔ ابوسعید خراز کہتے ہیں۔ کہ ابتدا ارادت میں مجھے بہت ہی محبت تھی ایک دن محمد بن منصور طوسی نے کہا ہے۔ کہ اے فرزند اپنے مقام ارادت کو لازم پکڑ تا کہ تجھ پر ہر قسم کی نیکی کا دروازہ کھل جائے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ محمد بن منصور طوسی نے کہا ہے کہ میں طواف میں تھا۔ ایک اور شخص طواف کرتا تھا۔ اور روتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ خداوندا میرے اُس گم شدہ کو واپس دیدے۔ میں نے کہا کہ تمہاری کیا چیز ہے۔ جو گم ہوگئی ہے کہا کہ میری اسی سے زندگی ہے۔ میں ایک دفعہ خوشی سے جنگل میں پیاسا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے بیگانوں کی طرح کہا کہ گرمی ہے اور جنگل۔ اب پانی کہاں سے لاؤں۔ ہلاک ہو جاؤنگا۔ اُسی وقت بادل آیا۔ اور اتنی بڑی بارش ہوگئی۔ کہ میں نے کہا کہ اب بھی میں غرق اور ہلاک ہو جاؤنگا۔ جب میں ہوش میں آیا۔ تو وہ اچھی زندگی بدمزہ ہو چکی تھی۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کو تکلیف دی کہ تم نے کیوں مجھے نہ پہچانا۔ کیونکہ میری قدرت میں

گرمی اور سردی ایک سا ہے۔ ابو سعید خراز نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ محمد منصور سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ فقر کی حقیقت کیا ہے۔ تو کہا السکون عند کل عدم والبذل عند کل وجود یعنے ہر نیستی کے وقت سکون اور وجود کے وقت خرچ کر دینا یعنی نہ ہُوا تو صبر اور ہوا تو خرچ کرنا یحتاج المسافر فی سفرہ الی اربعۃ اشیاء علم یسوسہ وذکر یونسہ وورع یحجزہ ویقین یحملہ یعنی مسافر اپنے سفر میں چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک تو علم کا جو اس کو وسوسہ میں ڈالے۔ دوم ذکر کا جو اس کا مونس ہو۔ سوم پرہیز گاری کا جو اُسے بُرے کاموں سے روکے۔ چہارم یقین کا جو اس کو اٹھائے لئے پھرے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ تمام عمران چار چیزوں کے بغیر بسر نہیں ہوتی کیونکہ تو ہمیشہ سفر میں ہے۔ اور منزل کی طرف تیری توجہ ہے۔ جو شخص کہ ان چار چیزوں سے خالی ہے۔ وہ برباد ہے۔ ایک تو علم جو اس کا تابع ہو۔ اُس کو درست و نرم کرے۔ اور ذکر جو اس کا مونس ہو۔ کہ تنہائی میں اُس کو وحشت نہ ہو۔ اور پرہیز گاری کہ اس کو اس بات سے روکے۔ کہ بُرے کام کے درپے نہ ہو۔ اور یقین جو اس کی سواری ہو۔ تاکہ پیچھے نہ رہ جائے پھر جس شغل میں کہ ہو اس کی زندگی بلا رنج ہوگی۔ اور ایک دفعہ یہی محمد بن منصور ایک جماعت سے باتیں کر رہے تھے۔ اور ملامت وملامتی کا ذکر ہو رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک شخص بول اُٹھا کہ ملامتی کی باتیں سُننا ہمارا کام نہیں۔ ہم ملامتی نہیں ہیں۔ آپ نے جواب میں کہا۔ کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ یعنے نیکبختوں کے ذکر کے وقت رحمت اترا کرتی ہے۔ اتنا کہنا تھا۔ کہ اسی وقت بارش ہونے لگی۔ حالانکہ بادل کوئی نہ تھا۔

علی عکی رحمۃ اللہ

آپ بھی اسی گروہ کے ہیں مکہ معظمہ میں مجاور تھے۔ ان کا مقولہ ہے۔ من رضی من الدنیا بالدنیا فھو ملعون ومن رضی من العلم بالعلم فھو مفتون ومن رضی من الزھد بالزھد فھو محجوب ومن رضی من الحق بشئ سادون الحق کائنا ماکان فھو طاغ یعنی جو شخص کہ دنیا میں سے دنیا کے ساتھ ہی راضی ہوا تو وہ ملعون ہے۔ جو شخص علم سے علم کے ساتھ راضی ہوا تو وہ فتنہ میں پڑ گیا۔ اور جو شخص زہد سے تعریف پر راضی ہو گیا۔ تو وہ خدا سے پردہ میں ہے۔ اور جو خدا سے سوا خدا کے کسی اور شئے سے راضی ہوا۔ تو وہ سرکش ہے۔ کوئی بھی ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تو جانتا ہے دُنیا کیا چیز ہے۔ مادنا من قلبک فالعائے

یعنی جو چیز تیرے دل پر گذرے۔ پھر وہ تجھ کو کھیل میں ڈال دے۔ تو وہ دُنیا ہے۔ اور جو چیز کہ تجھ کو اس سے روک لے تیرا فتنہ ہے۔ اور جو شخص علم سے علم پر ہی راضی ہے وہ فتنہ میں ہے۔ علم نیک خصلت کے لئے ہے۔ اور واقفی کام کرنے کے لئے۔ جو علم تجھ کو خصلت نہ دے۔ اور جو معلومات تجھ کو کام نہ کرنے دیں۔ وہ تیرا فتنہ ہے۔ اور ان کی دعا میں یہ ہوتا تھا۔ کہ خدایا ہم کو واقفیت بررت چھوڑ۔ کیونکہ واقفیت تو ایک شغل ہے۔ اور دانائی کا دروازہ بند کر دے کیونکہ دانائی محض درد و رنج ہی ہے۔ اور جب تک بندہ خودی میں ہے۔ خشک لکڑی اور سرد لوہا ہے۔ اور جو شخص زہد میں تعریف اور نیک نامی سے خوش ہے۔ وہ پردہ میں ہے۔ اور صوفی کے پاس آدھا درم بھی خزانہ ہے +

حاتم بن عنوان اصم قدس اللہ سرہ

آپ پہلے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ خراسان کے پُرانے مشائخ میں ہیں۔ اہل بلخ میں سے شقیق بلخی کے ساتھ رہے ہیں۔ احمد خضرویہ کے اُستاد ہیں۔ ۲۲۷ھ ہجری میں واشجر میں جو کہ بلخ کے اطراف میں ہے۔ انتقال کیا۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ بہرے نہ تھے۔ مگر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک دفعہ ایک بڑھیا سے باتیں کر رہے تھے۔ باتوں میں اتفاقاً بڑھیا سے ہوا نکل گئی۔ اس وقت آپ نے کہا مائی ذرا اونچی بول۔ کیونکہ میں بہرا ہوں۔ اس سے اس کی شرمندگی دفع کرنا منظور تھا۔ تب وہ خوش ہو گئی۔ اور سمجھ گئی کہ حاتم بہرے ہیں۔ جب سے آپ کا لقب اصم ہوا یعنی بہرے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اس راہ پر آتا ہے۔ اس کو چاہئے کہ چار موتوں کو اپنے لئے ضروری سمجھے۔ ایک سفید موت جو بھوک ہے۔ دوم سیاہ موت اور وہ لوگوں کی تکلیف پر صبر کرنا ہے۔ سیوم سُرخ موت اور وہ نفس کی مخالفت ہے۔ چہارم سبز موت۔ اور وہ لباس کے لئے تھگڑیوں کا سینا یعنے گدڑی پہننا۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ ہر صبح کو شیطان کہتا ہے۔ کیا کھائیگا۔ تو میں کہتا ہوں موت۔ اور کہتا ہے کہ کیا پہنے گا۔ میں کہتا ہوں کہ کفن۔ وہ کہتا ہے کہاں رہیگا۔ میں کہتا ہوں قبر میں۔ ایک شخص نے اُن سے پوچھا۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ کہا دن سے رات کا آرام چاہتا ہوں۔ اس شخص نے کہا آرام کیا یہ نہیں جو تجھے ہر روز میسر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دن کا آرام یہ ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا گنہگار نہ بنوں۔ ایک شخص نے اس سے نصیحت چاہی کہا اذا اردت ان تعصی مولاک

فاعصہ فی موضع لا یراک یعنے جب تو اپنے مولا کے گناہ کا ارادہ کرے۔ تو ایسی جگہ گناہ کرے کہ وہ تجھے نہ دیکھتا ہو۔ ایک بزرگ نے کچھ آپ کے پاس بھیجا۔ جسے قبول کر لیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیوں قبول کیا۔ کہا کہ اسکے لینے میں میں نے اپنی ذلت دیکھی۔ اور اس کی عزت۔ اور نہ لینے میں اپنی عزت اور اسکی ذلت پس میں نے اسکی عزت کو اپنی عزت پر۔ اور اپنی ذلت کو اس کی ذلت پر ترجیح دی لوگوں نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں۔ فرمایا خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ یعنے آسمانوں اور زمین کے خزانے خدا کے ملک میں ہیں۔ لیکن منافق سمجھتے نہیں ٭

احمد بن الحواری قدس سرہٗ

آپ پہلے طبقہ والوں میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ دمشق کے رہنے والے ہیں۔ ابوسلیمان دارانی اور ابو عبداللہ بناجی وغیرہ مشائخ سے ملتے رہے ہیں۔ آپ کا ایک بھائی تھا جس کا نام محمد بن ابی الحواری تھا جو زہد و تقویٰ میں ان کے برابر تھا۔ اور آپ کا بیٹا عبداللہ بڑا زاہد تھا۔ اور اُن کا باپ ابوالحواری کہ جن کا نام میمون تھا۔ پرہیزگاروں اور عارفوں میں سے تھا۔ ان کا سب خاندان ہی پرہیزگار و زاہد تھا۔ سنہ ۲۳۰ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت جنید فرمایا کرتے تھے احمد بن ابی الحواری ریحانتہ الشام یعنے احمد بن ابی الحواری شام کے باغ کے ایک پھول ہیں۔ اُن کا مقولہ ہے۔ کہ دنیا پاخانہ اور کتّوں کا مجمع ہے۔ اور کتّے سے کمتر وہ شخص ہے۔ کہ اس سے دور نہیں ہوتا۔ کیونکہ کُتّا تو اپنی ضرورت دنیا سے لے کر چل دیتا ہے۔ مگر اس کا دوست اس سے کسی حال میں جدا نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ اس کا ابوسلیمان دارانی سے عہد تھا۔ کہ ہرگز اس کے حکم کی مخالفت نہ کروں گا ایک دن ابوسلیمان مجلس میں باتیں کر رہے تھے۔ احمد آئے اور کہنے لگے۔ کہ تنور تپ گیا ہے۔ اب کیا حکم ہے۔ ابوسلیمان نے جواب نہ دیا۔ تین بار اسی طرح کہا۔ آخر ابوسلیمان ناراض ہو گئے۔ اور کہا کہ جاؤ وہاں ہی جا کر بیٹھ۔ ابوسلیمان کچھ دیر مشغول رہے۔ بعد اس کے یاد آیا۔ کہ احمد کو میں نے کیا کہا تھا۔ کہا کہ احمد کو ڈھونڈو۔ کہ وہ تنور میں ہوگا۔ جب اس کو ڈھونڈا تو تنور میں پایا۔ ایک بال بھی جلا نہ تھا۔ اور یہ بھی اُس نے کہا ہے۔ کہ محمد بن سماک بیمار تھے۔ میں نے ان کے قارورہ کو لیا۔ تاکہ ایک نصرانی حکیم کے پاس لے جاؤں۔ راستہ میں ایک شخص خوبرو و خوشبو پاکیزہ جامہ پہنے ہوئے ملا۔ کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا فلاں طبیب کے

پاس . تاکہ یہ قارورہ اُسے دکھاؤں . اُس نے کہا کہ سبحان اللہ ۔ دوست خدا کے علاج میں خدا کے دشمن سے مدد ڈھونڈھتے ہو ۔ اس قارورہ کو زمین پر پھینکو ۔ اور ابن سماک سے کہدو ۔ کہ اپنا ہاتھ درد کے مقام پر رکھو اور کہو وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ یعنے ہم نے اُسکو سچا اُتارا اور سچ کے ساتھ اُترا پھر وہ غائب ہو گیا ۔ چنانچہ اُس کو ہم نے نہ دیکھا ۔ پھر ابن سماک کی طرف ہم واپس گئے ۔ اور یہ قصہ اُن سے کہا ۔ انہوں نے اپنا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھا ۔ اور جو کچھ اُس مرد نے کہا تھا ۔ پڑھا ۔ اسی وقت درد کا آرام آ گیا ۔ ابن سماک نے کہا کہ وہ مرد خضر علیہ السلام تھے ۔

عبداللہ بن خبیق بن سابق انطاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ پہلے طبقہ کے لوگوں میں ہیں کنیت ابو محمد ہے وھو من زھاد الصوفیۃ والا کلین عن الحلال والورعین فی جمیع الاحوال یعنے آپ صوفیوں میں سے بڑے زاہد اور حلال کے کھانے والے اور تمام حالات میں بڑے پرہیزگار ہیں ۔ دراصل آپ کوفہ کے رہنے والے ہیں ۔ لیکن انطاکیہ میں مقیم ہو گئے تھے ۔ اور تصوف میں آپ کا طریقہ سفیان ثوریؒ کا تھا ۔ کیونکہ سفیان ثوری کے یاروں کے ساتھ رہتے تھے ۔ فتح بن شنجرف کہتے ہیں کہ میں نے جب پہلی دفعہ عبداللہ بن خبیق کو دیکھا تو اُنہوں نے مجھ کو کہا اے خراسانی چار چیزوں کے سوا اور کچھ نہیں ۔ آنکھ ، زبان ، ہوا ، ہوس ۔ اپنی آنکھ کو اس سے بچا ۔ کہ جو خدا تعالیٰ کو ناپسند ہوا سے نہ دیکھے ۔ اور اپنی زبان کو اس سے بچا کہ ایسی بات نہ کہے ۔ کہ خدا تعالےٰ اس کو تیرے دل سے خلاف جانے ۔ اور اپنے دل کو اس سے بچا ۔ کہ اس میں کسی مسلمان سے خیانت و کینہ نہ ہو اور اپنی خواہش نفسانی کو بچا کہ کسی ناشائستہ کام کی طرف مائل نہ ہو ۔ جس وقت کہ تم میں یہ عادتیں نہ ہوں ۔ تو اُس وقت اپنے سر پر راکھ ڈال ۔ کیونکہ پھر تو بدبخت ہو گیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو ایسی خبر پہنچی ہے ۔ کہ بنی اسرائیل کا ایک عالم یہ کہتا تھا ۔ یارب کم عصیتك ولا تعاقبنی فاوحی اللہ الی نبی من انبیاء بنی اسرائیل قل لہ کم اعاقبك وانت لا تدری الم اسلبك حلاوۃ مناجاتی ۔ یعنے اے میرے پروردگار میں نے تیری کس قدر نافرمانی کی ہے لیکن تو نے مجھ کو عذاب نہیں دیا ۔ پھر بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وحی آئی ۔ کہ اس سے کہدے میں تجھے کتنا عذاب دوں ۔ حالانکہ تجھ کو معلوم نہیں ۔ کیا میں نے تجھ سے اپنی مناجات کی شیرینی نہیں چھین لی ۔ (نوٹ) صحیح لفظہ خبیق ہے یا جبیق ! (نامی)

سہل بن عبداللہ تستری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ اس گروہ اور گروہ علماء کے بڑے لوگوں میں سے ہیں یہ امام ربانی ہوئے ہیں۔ جن کی پیروی چاہئیے۔ ان کے حالات قوی تھے لیکن بات یعنی توحید میں ضعیف ہیں۔ ذو النون مصری کے شاگرد ہیں۔ اور اپنے ماموں محمد بن سوار کی صحبت میں رہے ہیں۔ جنیدؒ کے ہمعصر ہیں۔ اور جنید سے پہلے محرم ۲۸۳ھ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر اسّی سال کی ہوئی ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں تین سال کا تھا۔ کہ رات کو جاگتا رہتا تھا۔ اور اپنے ماموں محمد بن سوار کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا تھا۔ مجھ کو وہ کہتے تھے۔ کہ اے سہل تو جا سو رہو کہ میرے دل کو تو مشغول رکھتا ہے ایک دن مجھ سے کہا کہ تو اپنے خدا کو یاد نہیں کرتا میں نے کہا کہ کس طرح یاد کروں کہا کہ ہر رات اپنے سونے کے لباس میں تین دفعہ دل میں کہا کہ بدون اس کے کہ زبان ہلائے کہا۔ اللہ معی اللہ ناظری اللہ شاھدی یعنی میرا اللہ میرے ساتھ ہے میرا اللہ مجھے دیکھتا ہے میرا اللہ میرا گواہ ہے۔ چند راتیں میں نے یہ وظیفہ پڑھا۔ اور پھر ان کو اطلاع دی ماموں نے کہا کہ اب سات دفعہ کہو چند رات میں نے یہ کیا۔ اور پھر ان کو اطلاع دی! اس کے بعد کہا کہ اب گیارہ دفعہ کہا کرو۔ چند رات میں نے اسکو کیا۔ تو اپنے دل میں اسکی شیرینی مجھے معلوم ہوئی۔ جب ایک سال اُس پر گذر گیا تو کہا جو کچھ میں نے سکھایا تھا۔ اُس کو یاد رکھیو اور ہمیشہ کرتا رہو۔ یہاں تک کہ قبر میں جائے۔ کیونکہ یہ تجھ کو دنیا و آخرت میں نفع دیگا۔ بعد کچھ مُدت کے پھر مجھے کہا۔ من کان اللہ معہ وھو ناظرہ وشاھدہ یعجبہ ایاک والمعصیۃ یعنے کیا وہ شخص اس خدا کی نافرمانی کرتا ہے جو اس کے ساتھ ہو اس کو دیکھتا ہو۔ اس کا گواہ ہو خبردار گناہ سے بچیو۔ سہل سے لوگوں نے پوچھا کہ بدبختی کا نشان کیا ہے۔ کہا یہ ہے۔ کہ تجھ کو خدا علم دے۔ اور عمل کی توفیق نہ دے۔ اور عمل دے۔ لیکن اخلاص نہ دے۔ جو عمل کرے بیکار ہو۔ اور نیکوں کی زیارت وصحبت دے لیکن مقبولیت نہ ہو۔ عتبہ غسال سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ نیکبختی اور بدبختی کا نشان کیا ہے کہا کہ نیکبختی کا تو یہ نشان ہے۔ کہ تجھ سے خدمت لیں۔ اور تجھے حاضر کریں یعنی حضوری بھی نصیب ہو۔ اور بدبختی کا نشان یہ ہے۔ کہ خدمت لیں لیکن حضوری نہ ہو۔ اور عتبہ غسال نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ بدبختی یہ ہے۔ کہ باوجود شناخت کے دوست تک نہ پہنچنا۔ دوزخ

میں جانا ہے۔ اور نیک بختی یہ ہے کہ شناخت کے ساتھ دوست سے ملنا نہ بہشت میں جانا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ۔ کہ بدبختی کا زیادہ روشن اس سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ۔ کہ دن بدتر ہو جو شخص زیادتی میں ہے وہ نقصان میں ہے۔ سہل کہتے ہیں اول ھذا الامر علم لا یدرک واخرہ علم لا ینفد یعنی اس امر کا شروع ایک ایسا علم ہے جو وہاں تک نہیں پہونچ سکتے اور اس کا آخر ایک ایسا علم ہے کہ جو ختم نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی کہا ہے مادمت تخاف الفقر فانت مناقق یعنی جب تک تو فقر سے ڈرتا ہے تب تک منافق ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ درویش جس کے دل سے اس چیز کی تشیر بنی جو لوگوں سے اس کو ملتی ہے نہ جائے۔ وہ ہرگز کامیاب نہ ہوگا۔ اور اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ یعنے کر دے میرے لئے اپنے پاس سے دلیل جو کہ مددگار ہو۔ تفسیر یہ کی ہے یعنی لسانا ینطق عنك ولا ینطق عن غیرك یعنی ایسی زبان دے کہ تیری طرف سے بولے اور تیرے غیر کی طرف سے نہ بولے۔ اور اس آیت اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ یعنی اللہ تعالےٰ عدل اور احسان کا حکم کرتا ہے، تفسیر میں کہا ہے۔ عدل یہ ہے کہ رفیق کا انصاف نعمت کے لقمہ میں دے اور احسان یہ ہے کہ اُس کو لقمہ کے ساتھ اپنے سے زیادہ مناسب سمجھے۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص صبح کو اُٹھے اور اس کی ہمت یہ ہو کہ کیا کھائیگا۔ اس سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ شیطان بھوکے سوئے ہوئے سے بھاگتا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ وہ شخص اچھا ہے جو خدا کے دوستوں کو ڈھونڈھتا ہے۔ اگر خدا کے دوستوں کو پا لیا تو نور پا لیا۔ اور اگر اُن کی طلب میں مرگیا۔ تو شفیع پا لیا۔ لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ مسلمانوں میں سے کافری کی طرف کون زیادہ نزدیک ہے کہا وہ شخص کہ جس کا امتحان ہو اور بے صبر ہو۔ آپ کو بواسیر رہی۔ اور بیمار لوگ اُن کی دعا سے اچھے ہوتے تھے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ جانتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ مخلوق کا شفیع ہو۔ اور اپنے لئے جھگڑے نہیں ابونصر حمر شبیری نے مجھے کہا کہ سہل کو بواسیر باوجود ایسے ولی ہونے کے کیوں تھی۔ میں نے کہا کہ سہل نے ولایت اسی بیماری سے پائی تھی۔ اس لئے اس کے اچھے ہونے کے لئے دعا نہ کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ ان کے مریدوں میں ایک بے ریش جوان تھا۔ اُس نے شیخ سہل سے داڑھی کی درخواست کی۔ آپ نے کہا کہ ہاتھ رکھ کہاں تک چاہتا ہے۔ جب اس نے ہاتھ کیا تو اچھی داڑھی اُس کے ہاتھ سے نکل آئی ؂

عباس بن حمزہ نیشاپوری قدس اللہ روحہٗ

آپ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ بڑے بزرگ مرد تھے متقدمین میں سے ذوالنون اور بایزید وغیرہ کے ہم صحبت تھے۔ ربیع الاول کے مہینہ ۳۰۸ھ ہجری میں جنید سے پہلے آپ کا انتقال ہوا ہے۔ ابوبکر حفید کے دادا ہیں ابوبکر حفید کہتے ہیں کہ عباس کہتے ہیں ذوالنون نے کہا ہے لو علموا ما طلبوا ھان علیھم ما بذلوا یعنے لوگ اگر جان لیتے جس کو وہ طلب کرتے ہیں۔ تو ان پر جو کچھ خرچ کرتے ہیں آسان ہو جاتا۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ ذوالنون نے کہا ہے۔ کیف لا ابتھج بک سرورا وقد کنت اخصر ببالک حین رزقتنی الاسلام یعنے میں کیونکر تجھ سے خوش نہ ہوں، حالانکہ میں تیرے دل میں گزرتا تھا جبکہ تو نے مجھ کو اسلام نصیب کیا، اور دوسری روایت میں یوں آیا ہے۔ جعلتنی من اھل التوحید یعنے جب کہ تو نے مجھ کو اہل توحید سے شامل کر دیا۔ میرے نقطہ اخضر ایک جگہ لکھا ہے صحیح غالباً اخصر ہے۔ مترجم

عباس بن یوسف شکلی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کی کنیت بھی ابوالفضل ہے۔ بغداد کے قدیم مشائخ میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے۔ جو شخص کہ حق سبحانہ کی درگاہ میں مشغول ہے اُس کے ایمان کی بابت پوچھنا نہ چاہیے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ جو شخص کہ آج کے دن اس سے مشغول ہے یعنے اپنے سے اور لوگوں سے مشغول ہو رہا ہے۔ تو وہ کل کو خدا سے فارغ ہو گا۔ یعنے اس کے مشاہدہ کی دولت سے پردہ میں ہو گا۔ ایک قوم ایسی ہے کہ اس سے مشغول ہے اور تمام مخلوق سے دُور۔ اور ایک قوم ہے۔ کہ غیر سے مشغول رہ کر اس سے فارغ ہے۔ شعر

اشغلت قلبی عن الدنیا ولذتھا ۔ فانت والقلب شیٔ من غیرہ مفترق

وما تتابعت الاجفان عن سنتہ ۔ الاوجدتک بین الجفن والحدق

میں دنیا اور اس کی لذت سے فارغ ہوں اور تو اور دل ایک شے ہے جو کہ جدا نہیں ہونے والی۔ اور پلکیں اونگ سے نہیں ملتیں۔ مگر میں تجھ کو پلک اور آنکھوں میں دیکھتا ہوں۔ یعنی خواب کی حالت میں تو میری آنکھوں میں رہتا ہے ۔

عباس بن احمد شاعر ازدی رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت بھی ابو الفضل ہے۔ آپ شام کے مشائخ میں یکتا تھے۔ اپنے وقت میں اچھی زبان رکھتے تھے۔ اور جوانمردی ظاہر۔ آپ ابو المظفر کرمان شاہی کے شاگردوں میں ہیں شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے۔ جس نے کہ اُن کو دیکھا ہے۔ یعنے شیخ ابو القاسم بوسلمہ مادردی کو۔ اور عباس کا گھر شام کے ٹیلے پر تھا۔ شیخ ابو سعید مالینی حافظ کہتے ہیں کہ میں شیخ کے سرہانے تھا۔ اور ان کی نزع کی حالت تھی۔ میں نے کہا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ میں متردد ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کیا کروں۔ اگر میں جانے کو اختیار کروں۔ تو ڈرتا ہوں۔ کہ دلیری اور گستاخی اور دعوٰی داری ہو گی۔ اور اگر یہاں رہنا پسند کروں۔ تو ڈرتا ہوں۔ کہ آرزو میں قصوروار ہونگا۔ اور دیدار کی کراہیت ہو گی۔ میں انتظار کرتا ہوں۔ کہ وہ خود کیا فرماتے ہیں۔ اور کیا کرتے ہیں۔ شیخ ابو سعید کہتے ہیں۔ کہ میں باہر آیا ہوں۔ تو وہ اسی وقت انتقال کر گئے تھے ؎

ولو قلت امت سمعا وطاعۃ   وقلت الداعی الموت اھلا ومرحبا

یعنے اگر تو کہے کہ مر جا میں بڑی خوشی سے بسر وچشم مر جاؤں۔ اور موت کے پیادہ کو کہوں۔ کہ خوش آمدی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ مالک دینار کی نزع کا وقت تھا۔ تو کہا خدایا۔ تو جانتا ہے کہ میں زندگی نہر کھودنے کے لئے نہیں چاہتا ہوں۔ اور وہ وہ وقت تھا۔ کہ بصرہ میں نہریں کھودتے تھے۔ پھر کہا کہ اگر چھوڑ دے گا۔ تو تیرے لئے جیونگا۔ اور اگر مار ڈالیگا تو بھی تیرے پاس آؤنگا۔ پھر اسی وقت فوت ہو گئے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنے بیشک میری نماز اور میرے تمام احکام اور زندگی اور مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ قوم یعنے خدا کے دوست اسی کے لئے جیتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور اسی کے لئے مرتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ اُٹھینگے۔ اور باقی مخلوق اسلئے جیتی ہے کہ کھائیں اور اپنے لئے جیتے ہیں۔ اور اس کے دوست اس لئے کھاتے ہیں۔ تاکہ جئیں۔ اسی کے لئے جیتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ جیتے ہیں۔

ابو حمزہ خراسانی قدس اللہ سرہٗ

آپ تیسرے طبقہ میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ دراصل نیشاپور کے رہنے والے ہیں عراق کے مشائخ کے ساتھ رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ سفر کئے ہیں۔ اور حضرت جنید کے ہمعصر ہیں۔ ابو تراب نخشبی کے ساتھ رہے ہیں۔ اور سفر کیا ہے۔ ابو سعید خراز کے رفیق رہے ہیں۔ آپ مشائخ کے جوانمردوں میں ہیں۔ آپ کا جنید و نوری سے پہلے اور خراز و ابو حمزہ کے بعد ۲۹۰ھ ہجری میں انتقال ہوا۔ آپ نے ایک دفعہ رے کی مسجد میں پاتابہ مانگے۔ کسی نے ایک بڑا قیمتی جبہ آپ کی طرف پھینکدیا۔ آپ نے اس کو پھاڑ ڈالا اور پاؤں پر لپیٹ لیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیا کیا۔ اس جبہ سے تو آپ بہت سے پاتابہ خرید سکتے تھے۔ آپ نے جواب میں کہا۔ لا اخون فی المذھب کہ میں مذہب میں خیانت نہیں کرتا۔ صاحب کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے متاخرین میں سے ایک درویش کو دیکھا ہے۔ بادشاہ نے اس کو تین ہزار مثقال سونا بھیجا۔ کہ آپ اس کو حمام میں صرف کریں۔ آپ حمام میں گئے۔ اور وہ سب مال حمامی کو دیدیا۔ اور چل دئے۔ شیخ الاسلام نے کہا التصوف والتصرف لا یکون یعنے تصوّف اور تصرف دونوں جمع نہیں ہوتے۔ دنیا کا دریغ کرنا۔ اور اس کی قیمت مقرر کرنا مرد کو تصوّف سے باہر نکال دیتا ہے۔ صوفی لوگ دنیا کی قیمت اتنی بھی نہیں رکھتے جتنی کہ مچھر کے بال کی ہے۔ اس پر غم نہیں کھاتے۔ اگر تمام دنیا کا ایک لقمہ بنائیں۔ اور صوفی کے منہ میں رکھدیں تو بھی اسراف نہیں۔ اسراف یہ ہے کہ خدا کی رضامندی میں صرف نہ کریں۔ د اللہ تعالےٰ تجھ سے چند دن دنیا کا ترک نہیں چاہتا۔ بلکہ یہ چاہتا ہے۔ کہ دنیا کی دوستی تجھ سے جاتی رہے۔ ع

الدنیا مدرۃ لک منها غبرۃ

(یعنے تمام دنیا ایک ڈھیلہ ہے۔ اور اس ڈھیلے سے تیرے نصیب میں گرد ہے)

حضرت شبلیؒ کہتے ہیں۔ جو شخص دنیا میں زاہد ہوا اس نے خدا کو دکھلایا۔ کہ اس نے میری قدر کی ہے (یعنے یوں چاہئے کہ زہد سے خدا پر احسان نہ رکھے) اگر خدا کے نزدیک دنیا کی کچھ قدر قیمت ہوتی۔ تو وہ اپنے دشمنوں کو نہ دیتا۔ ابو حمزہ وجد اور صحت حال میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ جب ہوا کی آواز سنتے۔ تو ان کو وجد ہو جاتا۔ ایک دفعہ حارث محاسبی کے گھر میں

ایک بکری کی آواز سنی تو ان کو وجد ہو گیا۔ اور کہا عنی اللہ جل جلالہٗ حارث نے کہا۔ کہ یہ کیا حال ہے۔ اگر بیان کرے تو بہتر ہے۔ ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ کہا اے میاں جاؤ راکھ اور بھسی ملا کر اور کئی سال تک کھا جب تجھ کو یہ مسئلہ معلوم ہو گا +

ابوحمزہ بغدادی قدس اللہ روحہٗ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ محمد ابراہیم آپ کا نام ہے کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن ابان کے فرزندوں میں سے ہیں۔ اور سری سقطی کے ہمزمان ہیں۔ اور ان سے ملے بشر حافی سے ملتے رہے ہیں۔ اور سفر میں ابوتراب نخشبی کے رفیق رہے ہیں۔ ابوبکر کنانی و خیر نساج (جولاہے) وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔ ۲۸۹ھ ہجری میں جنید و ابوحمزہ خراسانی سے پہلے اور ابوسعید خراز سے پیچھے اُن کا انتقال ہوا ہے۔ اُنہوں نے کہا ہے۔ لولا الغفلۃ لمات الصدیقون من روح ذکر اللہ یعنے اگر غفلت نہ ہوتی تو صدیق لوگ خدا کے ذکر کی راحت سے مر جاتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ تیری یاد سے ڈرتا ہوں۔ اور اپنے علم سے بھاگتا ہوں۔ اپنی طاقت پر ڈرتا ہوں۔ غفلت میں پڑ جاتا ہوں۔ اور کہا کہ کوئی ایسا وقت آئے کہ مجھ کو کوئی شخص خوش طبعی اور غفلت میں ایک گھڑی لگائے رکھے تو اُس بوجھ سے جو مجھ پر ہے تھوڑی دیر تک آرام پاؤں۔ اور مجھے طمع رہے۔ کہ تمام گناہوں سے آزاد ہو جاؤں۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف سے لوگوں نے کہا۔ کہ عبدالرحیم اصطخری کیوں کتے والوں کے ساتھ جنگل میں جاتا ہے۔ کہا اس لئے کہ اس وجود کے بوجھ سے جو اس پر ہے دم لے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ لذت و خوشی طلب میں ہے۔ خوشی کے پالینے میں نہیں ہے۔ پانے میں ایک صدمہ ہے کہ تجھ کو توڑتا ہے۔ شیخ الاسلام کا شعر ہے ؎

وجدانکم فوق السرور　　　وفقدکم فوق الحزن

یعنے تمہارا پالینا خوشی سے اوپر ہے۔ اور تمہارا گم ہونا غم سے اوپر (یعنے ملنے میں رنج ہے اور گم ہونے میں مسرور ہے کیونکہ خوشی سے اوپر رنج کا رتبہ اور حزن سے اوپر سرور کا مرتبہ ہے) اور نفس جاہلوں سے زیادہ جاہل ہے۔ اس بات کے زیادہ لائق ہے۔ کہ اس سے کنارہ کریں۔ ایک دفعہ ابوحمزہ بغداد میں خدا کے قرب کی بات سوچ رہے تھے۔ کہ اپنے آپ سے غائب ہو گئے۔ اسی حالت میں چلتے چلتے بھٹک گئے۔ جب ہوش

میں آئے تو اپنے آپ کو جنگل میں ایک میل کے نیچے دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ شیخ ملی سقا جنگل میں قرب الٰہی میں کچھ سوچ رہے تھے۔ اتنے میں اپنے آپ سے غائب ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تیرہ دن گذر گئے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا تمہیں کیونکر یقین ہو گیا۔ کہ تیرہ دن گذر گئے۔ کیونکہ کوئی تھا نہیں۔ جو تم کو خبر دے۔ کہا کہ پہلے اس سے کہ میں غائب ہو جاؤں۔ مہینہ میں تیرہ دن باقی تھے جب ہوش میں آیا۔ تو میں نے نیا چاند دیکھا۔ اس سے میں نے جان لیا۔ کہ تیرہ دن گذر گئے ہیں۔ ابو حمزہ کہتے ہیں۔ حب الفقراء شدید ولا یصبر علیہ الا صدیق یعنے فقرا کی محبت سخت ہوتی ہے۔ اور اس پر سوائے صدیق کے کوئی صبر نہیں کرتا۔ ایک دفعہ طرسوس میں گئے۔ تو وہاں پر اُن کی بڑی مقبولیت ظاہر ہوئی۔ اور لوگ اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اچانک اُن سے سکر کی حالت میں ایک بات مُنہ سے نکل گئی۔ جس کا لوگ مطلب نہ سمجھ سکے۔ اُن پر حلول اور زندقہ کی گواہی دینے لگے۔ اور طرسوس سے نکال دیا۔ اور اُس کے چار پایہ کو لوٹ لیا۔ اور چلاتے تھے۔ کہ یہ چار پائے ایک زندیق کے ہیں۔ جب آپ طرسوس سے نکلے تو یہ شعر پڑھا ؎

لك فی قلبی المکان المصون کل عتب علی فیك یھون

میرے دل میں تیرا محفوظ مکان ہے۔ تیرے بارہ میں میرے تمام شکوے آسان ہیں۔ ابو حمزہ کہتے ہیں۔ حب الفقراء شدید ولا یصبر علیہ الا صدیق (ترجمہ اوپر گذرا)۔

حمزہ بن عبداللہ علوی حسینی قدس اللہ سرہٗ

آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ سافر بادیۃ علی التوکل سنین بقال لہ لم یضع جنبہ علی الارض ستین فی الحضر وکان لا یحمل معہ فی اسفارہ رکوۃ ولا یفتر فی الذکر یعنے آپ نے جنگل میں کئی سال تک توکل پر سفر کیا۔ ان کی بابت کہتے ہیں۔ کہ حالت قیام میں انہوں نے کئی سال تک اپنا پہلو زمین پر نہیں لگایا۔ اور سفر میں اپنے لئے کوئی کوزہ نہ اٹھاتے تھے۔ اور ذکر میں غفلت نہیں کرتے تھے۔ حمزہ علوی ابوالخیر تیناتی کے شاگرد ہیں۔ وہ بھوکے جنگل میں اوقات بسر کرتے تھے۔ کہا کرتے کہ میرا شکم علم سے سیر ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ صوفی کو جنگل میں وہی نگاہ رکھنا چاہئے جو کہ شہر میں۔ کیونکہ صوفی سفر کی حالت میں شہر ہی میں ہے۔ ایک

علوی نے شیخ الاسلام کے سامنے کہا۔ کہ میرا باپ پانچ سال تک ہر روز مجھ کو ابو زید کے پاس جو کہ مرو کے صوفیوں میں سے ایک پیر تھے۔ بھیجتا رہا۔ اُن سے ایک فائدہ کی بات مجھے یاد ہے جو انہوں نے کہی تھی۔ یہ کہا تھا۔ کہ جب تک اس اپنی علوی گری یعنی تکبر اور بلندی سے بالکل باہر نہ آئیگا۔ تب تک اس تصوف سے خوشبو بھی نہ پائیگا۔ شیخ الاسلام نے کہا۔ کہ بات یہی ہے جو انہوں نے کہی ہے۔ جو شخص کہ ایسا کہتا ہے۔ اور اس پہ سے ناز کرتا ہے۔ وہی صوفی ہے۔ ورنہ نسبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ بعد میں کہا کہ اس گروہ کے ایک ہزار دو سو اماموں کو جانتا ہوں۔ ان میں سے صرف ایک آدھ علوی مجھے معلوم ہے۔ ایک تو ابراہیم سعد علوی ہیں۔ جو صاحب کرامات ہیں۔ اور دوسرے حمزہ علوی ہیں +

ابو سعید خراز قدس اللہ سرّہٗ

آپ دوسرے طائفہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن عیسٰی ہے۔ اور خراز لقب ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ ایک دن موزہ سیتے تھے۔ اور پھر کھول دیتے تھے۔ لوگوں نے کہا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اپنے نفس کو پہلے اس سے کہ وہ مجھے مشغول کرے مشغول کرتا ہوں آپ دراصل بغداد کے ہیں۔ اور صوفیوں کی محبت میں مصر میں گئے ہیں۔ اور مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں۔ صوفیوں کے امام اور بڑے شیخ ہیں۔ یکتا اور بے نظیر ہیں۔ محمد بن منصور طوسی کے شاگرد ہیں۔ ذوالنون مصری ابو عبید بُسری سری سقطی بشر حافی وغیرہ کے ساتھ رہے ہیں کہتے ہیں۔ کہ آپ ان سب سے پہلے لوگوں میں ہیں۔ کہ جنہوں نے فنا اور بقا میں بات کہی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ اپنے آپ کو جنید بغدادی کے شاگردوں میں ظاہر کرتے تھے۔ لیکن وہ جنید کے خواجہ اور ان پر غالب تھے۔ اُن کے بڑے یاروں میں سے ہیں۔ لیکن وہ اُن سے پہلے ۲۸۶ھ ہجری میں دُنیا سے انتقال کر گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے ایک سال پہلے اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے ایک سال بعد انتقال ہُوا۔ ایسا ہی امام عبداللہ یافعیؒ کی کتاب تاریخ میں ہے۔ جنید کہتے ہیں۔ لوطالبنا اللہ تعالیٰ بحقیقۃ ما علیہ ابوسعید الخراز لھلکنا وسئل عن راوی ھذہ الحکایۃ عن الجنید ایش کان حالہ قال اقام کذا وکذا سنۃ بخرز ما فاتہ الحق بین الخرزتین (یعنے اگر ہم خدا سے اس حقیقت کو طلب کریں۔ کہ جس پر ابوسعید خراز تھے۔ تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ اور جس راوی

نے جنید سے یہ حکایت بیان کی ہے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ ابوسعید کا کیا حال تھا۔ تو کہا کہ وہ اتنے سال تک موزہ سیتے رہے۔ لیکن دو سلائیوں میں اُن کو خدا نہ بھولا۔ خراز کہتے ہیں۔ کہ میں شروع حال میں اپنے سر اور وقت کی محافظت کا ارادہ کرتا تھا۔ ایک دن جنگل میں آمد و رفت کرتا تھا۔ میرے پیچھے سے ایک چیز کی آواز آئی۔ اپنے دل کو ادھر کی توجہ سے اور اپنی آنکھ کو اُدھر کے دیکھنے سے بچا لیا۔ لیکن وہ میری طرف آتی تھی۔ یہاں تک کہ میرے نزدیک آ ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ دو بڑے درندے جانور میرے کندھوں میں آ بیٹھے ہیں۔ میں نے اُن کی طرف نہ دیکھا نہ تو آنے کے وقت اور نہ اٹھنے کے وقت۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ بایزید سید العارفین ہے سو در اصل سید العارفین تو خدا ہے اور اگر آدمیوں میں سے کہتے ہو۔ تو محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اگر صوفیوں میں سے کہتے ہو تو ابوسعید خراز ہیں۔ مرتعش کہتے ہیں۔ جبکہ خراز حق کی باتیں کہتے ہیں۔ تو تمام خلقت ان پر وبال معلوم ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ مشائخ میں سے میں کسی کو علم توحید میں اس سے بہتر نہیں جانتا ہوں۔ اس پر سب وبال ہیں۔ کیا واسطی کیا فارس عیسیٰ بغدادی وغیرہم۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ خراز سے دین بھرا ہوا تھا۔ اور انجام تک سنبھالتے رہے۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ قریب تھا کہ خراز اپنی بزرگی کی وجہ سے پیغمبر ہوتے۔ وہ اس کام کے امام ہیں۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ ابوسعید میں کچھ دانائی تھوڑی ہونی چاہیئے تھی۔ کہ وہ ایک بڑے علم والا تھا (مطلب یہ کہ اُن کی باتیں لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ اس لئے چاہیئے تھا۔ کہ لوگوں کے حوصلہ کے مطابق باتیں کرتے) اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ خراز ایسے انتہا درجے پر ہے کہ جس سے اوپر کوئی اور نہیں۔ اور یہ بھی اس نے کہا ہے۔ کہ خراز کہتے ہیں۔ کہ اس کام کا اوّل مرتبہ حق تعالیٰ کی مقبولی ہے۔ کہ مرد کی طرف مُنہ کرے۔ اور اُس کے آخر میں اس کا حصول ہے۔ اور شیخ الاسلام نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ توحید اور حصول یہ ہے۔ کہ وہ دل میں جگہ کر لے اور غیروں کو رخصت کر دے۔ کسی نے کہا ہے کہ غیب دانوں نے مجھ سے کہا ہے کہ معرفت اور حصول نہ سیکھنے کی چیز ہے نہ لکھنے میں آتی ہے۔ اور اُس نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک زمانہ تک میں اسکو ڈھونڈھتا رہا۔ تو اپنے آپ کو پاتا رہا۔ اب جو میں اپنے آپ کو ڈھونڈھتا ہوں تو اسکو پاتا ہوں۔ جب اسکو پائیگا تو چھوٹ جائیگا۔ اور جب چھوٹ جائیگا تو پائیگا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کونسی بات بڑھ کر ہے۔ یہ وہی جانتا ہے

جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو تو نہیں ہوتا اور جب تو نہیں ہوتا تو وہ ظاہر ہوتا ہے اب نہیں سے کونسا امر بڑھ کر ہے یہ وہی جانتا ہے حضرت بایزید فرماتے ہیں کہ جب تک میں اپنے آپ سے نہیں چھوٹا اس امر تک نہیں پہنچا اور جبتک اسکو نہیں ملا ہوں اپنے سے نہیں چھوٹا ان میں سے کونسا امر بڑھ کر ہے وہی جانتا ہے شیخ ابو علی سیاہ کہتے ہیں کہ ماوراء النہری صوفی کہتے ہیں۔ کہ جبتک نہ پائیگا نہ چھوٹیگا یہ ہر دو قول در اصل ایک ہی ہیں خواہ مٹکے کو پتھر پر مار دیا پتھر کو مٹکے پر مطلب ایک ہی ہے لیکن عراقیوں کے ساتھ ہوں کیونکہ اس سے سبق بہت اچھا ملتا ہے۔ ابو سعید خراز کہتے ہیں۔ من ظن انہ ببذل المجہود یصل فمتعن ومن ظن انہ بغیر بذل المجہود یصل فمتمن یعنے جو شخص گمان کرتا ہے کہ خدا تک سعی و کوشش سے پہنچ سکتے ہیں۔ تو وہ (ناحق) رنج اٹھاتا ہے۔ اور جو شخص گمان کرتا ہے کہ بغیر مشقت و رنج کے وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ تو وہ (بیفائدہ) آرزو کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ خدا کو طلب سے نہیں پا سکتے۔ لیکن طالب کو چاہیے کہ جبتک اُسکو نہ پالے طلب نہ چھوڑے اور یہ بھی خراز کہتے ہیں ریاء العارفین خیر من اخلاص المریدین یعنے عارفین کا ریا کرنا مُریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ گذشتہ زمانہ کا تدارک کرنا موجودہ وقت کا ضائع کرنا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں کبھی اس سے کسی نعمت سے خوش نہیں ہوا۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ میں ایک دن مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص آسمان سے اُترا اور کہنے لگا کہ سچی دوستی اور اس کی علامت کیا ہے۔ میں نے کہا کہ وفاداری کہنے لگا کہ تم سچ کہتے ہو پھر آسمان کی طرف اڑ گیا۔ ایک دفعہ خراز عرفات میں تھے حاجی لوگ دُعا مانگتے تھے۔ اور رو رہے تھے۔ یہ کہتے ہیں مجھے بھی خیال ہوا۔ کہ میں بھی دُعا مانگوں۔ پھر میں نے کہا کہ کیا دعا مانگوں یعنے کوئی چیز نہیں کہ اُس نے مجھ کو نہ دی ہو۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ دعا کروں۔ ہاتف نے آواز دی کہ خدا کے وجود کے بعد دعا مانگتا ہے یعنے ہمارے پانے کے بعد ہم سے کچھ مانگتا ہے۔ ابو بکر کتانی نے ابو سعید خراز کو خط لکھا کہ جب سے تم یہاں سے گئے ہو۔ صوفیوں میں عبادت ظاہر ہو گئی ہے۔ اور محبت جاتی رہی ہے اُس نے جواب میں لکھا۔ کہ اُن پر خدا کا رشک ہے تا کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہ کریں۔ ابو الحسن مزین کہتے ہیں۔ کہ جس دن صوفیوں میں لڑائی نہ ہو۔ اس دن کو بہتر نہیں جانتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ لڑائی جنگ کا نام نہیں ہے لڑائی یہ ہے۔ کہ ایک دوسرے سے کہے کہ کر اور یا نہ کر یعنے جو کچھ اُن کے طریقہ کے موافق ہو

اس کا حکم کرتے ہیں۔ اور جو موافق نہ ہو، اس سے منع کرتے ہیں۔ تا کہ حق صحبت کے عہدہ سے نکل سکیں۔ اور خراز کی طرف یہ اشعار منسوب ہیں ؎

الوجد یطرب من فی الوجد راحتہ والوجد عند وجود الحق مفقود

قد کان یطربنی وجدی فاذھلنی عن رویۃ الوجد من بالوجد مقصود

یعنے وجد اُس شخص کو خوش کرتا ہے کہ جس کی خوشی وجد میں ہوتی ہے لیکن جب خدا مل جائے۔ تو وجد جاتا رہتا ہے۔ بیشک میرا وجد مجھ کو خوش کیا کرتا تھا لیکن اب جو وجد سے مقصود تھا (یعنی خدا تعالیٰ) اُس نے وجد کے شوق سے مجھ کو غافل کر دیا۔ شیخ الاسلام ابو عبد الرحمن سلمی رحمۃ اللہ نے اس کتاب میں کہ جس میں پہلے مشائخ کے شروع ارادات و احوال لکھے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ ابو عبد اللہ جلا کہتے ہیں۔ کہ ابو سعید خراز نے کہا ہے۔ کہ میں لڑکپن میں خوبصورت تھا۔ ایک شخص مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور نہایت عاجزی کرتا تھا لیکن میں اس سے بھاگتا تھا۔ آخر ایک دن تنگ آ کر میں جنگل کو نکل گیا۔ جب کچھ دُور نکل گیا۔ تو دیکھا کہ وہ شخص میرے پیچھے آ رہا ہے۔ جب وہ میرے پاس آ پہنچا، تو کہنے لگا۔ کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ اس طرح مجھ سے چھوٹ جاؤ گے؟ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اللھم اکفنی شرہ کہ خدایا اس کی شرارت سے مجھے بچائیو۔ اور وہاں سے ایک کنواں پاس ہی تھا۔ میں اس میں کود پڑا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے کنوئیں میں بچا لیا۔ وہ شخص کنوئیں کے کنارہ پر بیٹھ گیا۔ اور رو رہا تھا۔ میں نے کہا خدایا تو قادر ہے مجھ کو اس کنوئیں سے نکال لے۔ اور اس شخص کے شر سے بچا لے۔ اتنے میں مَیں نے دیکھا کہ ہوا مجھ کو لپٹ گئی اور مجھ کو کنوئیں سے باہر نکال دیا۔ وہ شخص میرے سامنے آیا اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور عذر کیا۔ اور کہا کہ مجھے قبول کر دو۔ میں تمہاری خدمت کرونگا۔ اور اپنے ارادہ میں ایسا پختہ ہُوا کہ مجھ کو اس پر بوجہ اس کے کمال صدق و اخلاص کے کہ اُس سے دیکھا رشک آتا تھا۔ وہ ہمیشہ میری صحبت میں رہتا رہا۔ یہاں تک کہ دُنیا سے رحلت کر گیا۔

احنف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ہمدان کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میرا شروع میں یہ کام تھا کہ جنگل میں رہتا تھا تنہا تھا۔ اور بیمار ہو گیا تب مَیں نے عاجزی سے دُعا کے لئے ہاتھ

اٹھایا۔ اور کہا خداوندا میں ضعیف ہوں اور رہ چکا ہوں تیری ضیافت پر آیا ہوں اور جب میں نے یہ کہا تو میرے دل میں یوں آیا۔ کہ مجھ کو یوں کہتے ہیں۔ مجھ کو کس نے بلایا ہے پھر میں نے کہا الٰہی یہ تیرا ایسا ملک ہے کہ طفیلی کو بھی گنجائش رہا ہے۔ اتفاقاً کسی نے میرے پیچھے سے آواز دی جب میں نے مڑ کر دیکھا۔ تو ایک جنگلی اونٹ پر سوار آ رہا ہے اور کہتا ہے کہ اے عجمی کہاں جاتا ہے میں نے کہا کہ مکہ معظمہ کو۔ اُس نے کہا کہ تم کو کس نے بلایا ہے میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اُس نے کہا کہ اس راہ کیا استطاعت یعنی طاقت وزاد راہ کی شرط نہیں لگائی گئی۔ میں نے کہا ہاں شرط تو ہے۔ لیکن میں طفیلی ہوں۔ کہا کہ تو اچھا طفیلی ہے۔ تیرا ملک فراخ ہے۔ اور کہا کہ کیا تو اس اونٹ سے ہمدردی کرے گا۔ میں نے کہا ہاں۔ تب وہ اونٹ سے اُتر پڑا۔ اور وہ مجھے دیدیا۔ اور کہا کہ خدا کے گھر کو جا۔

ابو شعیب مقفع رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کا نام صالح ہے مصر کے رہنے والے ہیں ابو سعید خراز کے ہمزمانہ تھے آپ نے ستر حج پا پیادہ کئے ہیں۔ ہر حج میں بیت المقدس کے پتھر سے احرام باندھتے اور توکل پر تبوک کے جنگل میں آتے۔ کہتے ہیں کہ آخیر حج میں آپ نے ایک کتے کو دیکھا کہ جنگل میں پیاس کے مارے اُس کی زبان مُنہ سے باہر نکل رہی ہے۔ آپ نے آواز دی کہ کوئی ہے۔ جو ستر حج ایک پانی کے گھونٹ کے عوض خریدلے۔ ایک شخص نے ایک گھونٹ پانی کا آپ کو دیا۔ آپ نے اُس کُتے کو پلا دیا۔ اور کہا کہ مجھ کو یہ میرے حجوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی کل ذات کبد حری اجرٌ یعنی ہر ایک صاحب جگر میں کہ جس کو پیاس کی حرارت نے گھیرا ہو اجر ہے۔

ابو عقال بن علوان مغربی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ مشہور مشائخ میں سے ہیں ابو ہارون اندلسی کے ساتھ رہے ہیں۔ مکہ معظمہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپ کی قبر وہیں ہے۔ ابو عثمان مغربی کہتے ہیں۔ کہ ابو عقال کے بعض دوستوں نے مجھ سے کہا۔ کہ اُس نے مکہ معظمہ میں چار سال تک نہ کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے

یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔ اور بعضوں نے اس سے بڑھ کر کہا ہے اُنہوں نے کہا ہے۔ کہ میرے ساتھ ستر درویش کوزہ دار تھے۔ مکہ معظمہ میں قحط پڑا۔ سوا میرے اور چھ آدمیوں کے باقی سب فوت ہو گئے۔ سترہ روز گذر گئے۔ میں نے کچھ کھانے کو نہ پایا۔ اور زندگی سے نا امید ہو گیا۔ آخر میرے دل میں یہ بات آئی کہ رکن تک جاؤں اس کو پکڑوں اور وہیں مر جاؤں تب میں نے اٹھنا چاہا۔ مگر نہ اُٹھ سکا۔ اس لئے زمین سے گھسیٹتا ہوا وہاں تک پہنچا۔ رکن کو پکڑ لیا۔ اور یہ چند بیت میرے دل میں آئے اور پڑھے گئے۔ تب میں نے دیکھا کہ میرے تن میں جان آ گئی ہے۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

عقدت علیک مکنونات خواطری ۔۔۔ عقد الرجاء فالزمتک حقوقا

ان الزمان عدا علی فزادنی ۔۔۔ علما بانک صاحبی تصدیقا

ما نالنی یوما بوجہ مساءۃ ۔۔۔ الا عمدت بہ الیک طریقا

حسبی بانک عالم بمصالحی ۔۔۔ اذ کنت مامونا علی شفیقا

یعنے میرے دل میں جو تیری عنایات پوشیدہ ہیں۔ اُنہوں نے امید کی گرہ کو مضبوط کر دیا ہے پھر اُنہوں نے تیرے کرم کے حقوق کو لازم کر دیا ہے۔ بیشک زمانہ نے مجھ پر ظلم کیا ہے لیکن اُس نے میرے اس علم کو زیادہ کر دیا ہے کہ تو میرا سچا صاحب ہے۔ زمانہ نے مجھ کو کسی دن بُرائی نہیں پہنچائی۔ مگر اُس سے تیری جناب کی طرف راستہ لیا ہے۔ مجھے یہ کافی ہے۔ کہ تو میری ضروریات کا عالم ہے کیونکہ تو محفوظ ہے اور مجھ پر شفیق ہے۔ پھر میں لوٹا اور چاہ زمزم پر پُشت لگا کر بیٹھا۔ اتنے میں ایک حبشی غلام آیا۔ اور ایک بُھنتا ہوا بترہ اور بہت سی روٹیاں اور بڑا پیالہ کھانے کا لایا۔ کہنے لگا کہ ابو عقال تم ہی ہو میں نے کہا ہاں۔ اس نے وہ سب کچھ میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے دوستوں کو اشارہ کیا۔ وہ سب رینگتے رینگتے آ گئے۔ اور میں بھی ان میں کا ایک تھا۔

حماد قرشی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ کی کنیت ابو عمرو ہے۔ بغداد کے رہنے والے اور بڑے مشائخ سے ہیں حضرت جنید ان کے ساتھ سفر گئے ہیں۔ جعفر خلدی کہتے ہیں۔ چند روز ہوئے کہ میں نے حماد قرشی کو نہ دیکھا۔ اور ان کے مکان تک گیا۔ وہ مکان پر نہ تھے۔ میں بیٹھ گیا۔ یہاں

تک وہ آگئے ہیں حجرہ میں گیا۔ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ اپنی بیوی کی اوڑھنی اس کے سر سے اتار کر اور بیچکر کچھ کھانا لایا۔ اور دوستوں کے سامنے لاکر رکھدیا۔ ایک شخص آیا۔ اور تیس دینار سونے کے لایا۔ وہ اُن کو دیتا تھا۔ اور وہ نہ لیتے تھے۔ آخر قسم کھائی اور قبول نہ کیں۔ اس کی بیوی نے گھر میں سے آواز دی۔ کہ آج میری اوڑھنی بیچی ہے۔ اور کچھ خریدا ہے۔ دیکھو کیا کرتے ہو۔ جعفر خلدی کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت جنیدؒ کے پاس گیا۔ اور قصہ بیان کیا۔ جنید نے اُن کو بلا کر کہا کہ اس کی بابت مجھے بتلا۔ انہوں نے کہا کہ میں بازار میں گیا۔ اور وہ اوڑھنی دلال کو دی۔ اس نے چکر لگایا۔ اور بیچ لایا۔ میں نے ایک آواز سنی کہ کہتے ہیں۔ تم نے یہ کام ہمارے لئے کیا ہے۔ اس کا جواب تم کو ملے گا۔ سو وہ تیس اسی کا جواب دیا ہے۔ کہ جس کو میں نے قبول نہ کیا۔ جنید نے اُن سے کہا۔ کہ تم نے اچھا کیا۔ کہ نہ لیں۔ شیخ الاسلام نے کہا۔ دیکھو کہ معاوضہ میں دھوکہ نہ کھایا +

ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ اور آپ کا نام احمد بن محمدؐ ہے بعض کہتے ہیں کہ محمدؐ بن محمدؐ اور احمد زیادہ صحیح ہے۔ ابن بغوی کی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کا والد بغشور شہر کا رہنے والا تھا۔ جو کہ ہرات و مروؔ کے مابین ہے۔ آپ کی پیدائش بغدادی کی ہے۔ حضرت سری سقطی محمدؐ بن علی قصاب اور احمد بن ابی الحواری کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور ذوالنون مصری کو دیکھا ہے۔ حضرت جنید کے ہمزمانہ تھے۔ لیکن جنید سے تیز وقت تھے۔ جنید علم میں بڑھ کر تھے۔ اور نوری ان کی زندگی میں مشورہ کے قابل تھے۔ ایک دفعہ حضرت جنید سے لوگوں نے توکل کی بابت پوچھا۔ انہوں نے جواب دینا چاہا۔ مگر نوری نے چلا کر کہا۔ کہ تم صوفیوں کی محنت کے وقت علیحدہ ہوگئے۔ اور دانائی میں ہاتھ مارنے لگے ہو۔ اس لئے اس گروہ کی باتوں میں دخل نہ دو۔ حضرت جنید سے پہلے ۲۹۵ھ ہجری میں اُن کا انتقال ہوا ہے۔ اور تاریخ یافعیؒ میں ہے۔ ۲۸۶ھ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ حضرت جنید فرماتے ہیں۔ کہ نوری کے انتقال سے آدھا علم جاتا رہا۔ نوری ہمیشہ ہاتھ میں تسبیح رکھتے تھے ان کو لوگوں نے کہا تستجلب الذکر یعنے اس تسبیح سے چاہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری یاد میں رہے۔ آپ نے جواب میں کہا لا بل استجلب الغفلۃ یعنے ذکر نہیں۔ بلکہ غفلت ڈھونڈھتا ہوں۔

اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے لا یغرنک صفاء العبودیة فان فیه نسیان الربوبیة یعنے تم کو بندگی کی صفائی دھوکا میں نہ ڈالے۔ کیونکہ اس میں خدا کو بھول جانا ہوتا ہے۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ نے خدا تعالیٰ کو کس چیز سے پہچانا۔ کہا کہ اللہ ہی سے پہچانا۔ کہا گیا کہ عقل کیا چیز ہے۔ کہا کہ وہ خود عاجز ہے۔ اور عاجز کے سوا اور کسی کو راہ نہیں دکھاتی۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے سے چھپاتے ہیں۔ تو اس وقت تک کوئی دلیل اور خبر نہیں پہنچاتے اذا ستر الحق عن احد لم یهده استدلال ولا خبر یعنے جب اللہ تعالیٰ کسی سے چھپ جاتے ہیں تو اس کو کوئی دلیل و خبر ہدایت نہیں کرتی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ایک خراسانی جوان ابراہیم قصار کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں نوری کو دیکھنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ چند سال ہو گئے۔ کہ وہ ہمارے پاس تھا۔ دہشت سے کبھی نہ نکلتا تھا۔ سال تک شہر کے گرد چکر لگاتا رہا۔ کسی سے ملتا نہ تھا۔ دو سال تک جنگل میں گھر کر اپر لید اور کبھی سوائے نماز کے باہر نہ نکلتا تھا۔ ایک سال سے زبان بند کر رکھی ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اس جوان نے کہا کہ میں تو ضرور ان کو دیکھوں گا۔ تب اس نے نوری کا پتہ بتلایا۔ جب اس کے پاس آیا تو نوری نے کہا کہ تم کس کی صحبت میں رہے ہو۔ کہا کہ شیخ ابو حمزہ خراسانی کے پاس رہا ہوں۔ کہا کہ وہی مرد جو قرب سے نشان دیتا ہے۔ اور اشارہ کرتا ہے۔ کہا کہ ہاں۔ نوری نے کہا جب تم ان کے پاس جاؤ۔ تو اُن کو میرا سلام کہنا۔ اور کہو کہ جہاں ہم لوگ ہیں قرب بھی بُعد ہے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں۔ کہ جب تک مسافت نہ ہو۔ قرب نہیں۔ مشایخوں سے کہا کرتے۔ کہ جب تک مسافت ہوگی دوئی قائم رہیگی۔ پس قرب بعد ہوگا۔ یہ بھی نوری کہتے ہیں۔ کہ عارف کی ایک گھڑی اس کے مولے پر ہزار ہزار سال کی عبادت سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور یہ بھی اس نے کہا ہے نظرت یوما الی النور فلم ازل انظر علیه حتی صرت ذالک النور یعنے میں نے ایک دن نور کی طرف دیکھا۔ پھر میں اُس کو ہمیشہ دیکھتا رہا۔ یہانتک کہ میں وہ نور بن گیا +

سید الطائفہ جُنید بغدادی قدس سرہٗ

آپ بھی دوسرے طبقہ کے ہیں۔ کنیت ابوالقاسم ہے۔ اور آپ کا لقب قواریری اور زجاج وخراز ہے۔ زجاج اس لئے کہتے ہیں کہ آپکے والد شیشہ بیچا کرتے تھے۔ اور تاریخ یافعی میں ہے۔

کرخزاز خاء معجمہ اور زاء مشدّدہ کے ساتھ۔ اور آپ کو خزاز اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ آپ موزہ دوزی کا کام کرتے تھے۔ آپ دراصل نہاوند کے رہنے والے تھے۔ اور پیدائش بغداد کی تھی۔ ابو ثور کا مذہب رکھتے تھے۔ جو کہ امام شافعیؒ کے بڑے شاگردوں میں ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ سفیان ثوری کا مذہب رکھتے تھے۔ سرّی سقطی اور حارث محاسبی و محمد قصاب کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور ان کے شاگردوں میں ہیں۔ آپ صوفیوں کے امام و سردار ہیں۔ اور خراز و رویم و نوری و شبلی وغیرہم سب آپ کی طرف نسبت درست کرتے ہیں۔ ابو العباس عطار کہتے ہیں اماما فی هذه العلم و مرجعنا المقتدى به الجنيد یعنے جنید اس علم میں ہمارے امام ہمارے مرجع ہمارے پیشوا ہیں۔ خلیفہ بغداد نے رویم سے کہا۔ اے بے ادب۔ اس نے کہا میں بے ادب ہوں۔ حالانکہ میں آدھا دن جنید کی خدمت میں رہا ہوں۔ سے جو شخص آدھا دن بھی ان سے صحبت رکھیگا۔ وہ بے ادبی نہیں کر سکتا۔ پھر اس کا کیا حال جو کہ زیادہ تر ان کی صحبت میں رہا ہو۔ شیخ ابو جعفر حداد کہتے ہیں۔ کہ اگر عقل مرد ہوتی۔ تو حضرت جنید کی شکل پر ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اس صوفیہ کے گروہ میں تین شخص گذرے ہیں۔ کہ جن کا چوتھا نہیں ہے۔ جنید بغداد میں ابو عبد اللہ جلا شام میں۔ ابو عثمان حیری نیشاپور میں ۲۹۷ھ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ ایسا ہی کتاب الطبقات اور رسالہ قشیریہ میں ہے۔ اور تاریخ یافعی میں ہے کہ ۲۹۸ھ ہجری میں اور بعض کے نزدیک ۲۹۹ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ واللہ اعلم۔ ایک دن جنید لڑکپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ سرّی سقطی نے کہا ما تقول فی شکر یا غلام یعنے اے لڑکے شکر کے بارہ میں تم کیا کہتے ہو۔ جنید نے جواب میں کہا۔ الشکر ان لا تستعین بنعمة على معاصيه یعنے شکر یہ ہے کہ نعمت کے ساتھ اس کے گناہوں پر مدد نہ طلب کیے سری نے کہا کہ میں اس سے بہت ڈرتا ہوں۔ کہ تیرا حصہ یہی تیری زبان سے ہو۔ جنید کہتے ہیں۔ کہ میں ہمیشہ اس بات سے ڈرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کے پاس آیا۔ اور جو کچھ ان کے لئے ضروری تھا۔ ہمراہ لے گیا۔ انہوں نے مجھے کہا تجھے خوشخبری ہو۔ کیونکہ میں نے حق سبحانہ تعالےٰ سے درخواست کی تھی۔ کہ اس کو کسی فلاح یافتہ اور توفیق یافتہ کی معرفت تجھ تک پہنچا دے۔ جنید نے کہا کہ سری نے مجھے کہا۔ وعظ کیا کر۔ اور لوگوں کو سنایا کر۔ لیکن میں اپنے آپ کو متہم جانتا تھا۔ اور اس کا مستحق خیال نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک جمعرات کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں کلم

علی الناس یعنے لوگوں کو وعظ سنایا کر۔ پھر میں جاگا۔ اور صبح سے پہلے سری کے گھر پر گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُنہوں نے کہا کہ تم نے مجھے سچا نہ سمجھا۔ جب تک تم کو کہا نہ گیا۔ پھر صبح کے وقت میں نے مجلس میں وعظ کہنا شروع کیا۔ یہ خبر تمام مشہور ہوگئی۔ کہ جنید وعظ کرتا ہے۔ ایک جوان کافر لیکن کفر کے لباس میں نہ تھا۔ وہ مجلس کے ایک کنارہ پر کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا ایھا الشیخ ما معنے قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ یعنے مومن کی دانائی سے ڈرو۔ کیونکہ بیشک وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ جنید کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایک گھنٹہ سر نیچے کر لیا۔ بعد ازاں سر کو اٹھا کر اس سے کہا کہ اسلام لا۔ تمہارے اسلام لانے کا وقت آپہنچا ہے۔ امام یافعی کہتے ہیں کہ لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ اس میں جنید کی کرامت ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس میں ایک چھوڑ دو کرامتیں ہیں۔ ایک تو اس کے کفر پر اطلاع پانا دوم اس بات سے واقف ہو جانا۔ کہ وہ اسی وقت اسلام لائیگا۔ جنید سے پوچھا گیا کہ تم یہ علم کہاں سے کہتے ہو۔ کہا کہ اگر کہیں سے ہوتا۔ تو وہاں تک ختم ہو جاتا۔ یعنی اُس کی حد کوئی نہیں۔ اُنہوں نے کہا ہے۔ کہ تصوف یہ ہے۔ کہ ایک گھڑی بدون علاج کے بیٹھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ بے علاج یہ ہے۔ کہ بے ڈھونڈھے پا لینا۔ اور بغیر دیکھے دیدار کر لینا۔ کیونکہ دیدار میں دیکھنے والا بیماری ہے۔ اور اُنہوں نے کہا ہے استغراق الوجد فی العلم خیر من استغراق العلم فی الوجد وجد کا علم میں غرق ہو جانا علم کے وجد میں غرق ہونے سے بہتر ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ اشرف المجالس واعلاھا الجلوس مع الفکر فی میدان التوحید یعنی مجلسوں میں سب سے بڑھ کر فکر کے ساتھ توحید کے میدان میں بیٹھنا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی کہا ہے۔ اصرف ھمتک الی اللہ عزوجل وایاک ان تنظر بالعین التی بہا تشاھد اللہ عزوجل الی غیر اللہ عزوجل فتسقط عین اللہ یعنی اپنی ہمت کو اللہ عزوجل کی طرف پھیر۔ اور بچ اس سے کہ جس آنکھ سے اللہ تعالے کو دیکھے۔ اسی آنکھ سے غیر اللہ تعالے کو دیکھے پھر خدا کی آنکھ سے گر جائے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ یاروں کے ساتھ موافقت کرنا ان پر مہربانی کرنے سے بہتر ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ فرمانبرداری تعظیم کرنے سے بہتر ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ میں سری سقطی رح کا شاگرد ہوں۔ میں تو محمد بن علی قصاب کا شاگرد ہوں۔ میں نے اُن سے پوچھا۔ کہ تصوف کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ لکن خلق کریم یظھرہ الکریم فی زمان کریم من

رجل کو پیدا بین قوم کو پیر یعنی لیکن (اسکے لوازم یہ ہیں) وہ خلق کریم ہے جسکو کریم مرد بزرگ زمانہ میں کریم شخص سے بزرگ قوم میں ظاہر کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ بات عمدہ اور خوب ہے کہ پہلے یوں کہا۔ کہ میں نہیں جانتا پھر کہا کہ وہ ایک بزرگ خلق ہے جس کو بزرگ مرد بزرگ زمانہ میں بزرگ لوگوں سے بزرگوں کی قوم میں ظاہر کرتا ہے۔ اور اللہ تعالے جانتا ہے کہ وہ خلق کیا ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ اذا اصافی عبدا ارتضاہ بمخالصتہ وعدہ من خاصتہ القی الیہ کلمۃ کریمۃ من لسان کریم فی وقت کریم علی مکان بین قوم کرام الکلمۃ الکریمۃ یعنی جب اللہ تعالی کسی بندہ کو اپنی خالص محبت کیلئے پسند کرتا ہے اور اسکو خاص بندوں سے شمار کرتا ہے تو اسکو بزرگ کلمہ القا کرتا ہے کریم کی زبان سے کریم وقت میں کریم مکان میں بزرگ قوم میں جو کہ بیہودہ باتوں سے آسودہ ہیں تازہ بات۔ بیخودی کے ہاتھ سے خدا کی طرف سے بھیجی ہے اور آسودہ کان کو اکھاڑ کر پیاسے دل پر کاٹنے والی اور جان پر جو کہ ازل کو دیکھنے والی ہے پہنچا دی ہے۔ وہ دوستی کی بات ہے اور دوست کا نشان دیتی ہے پیاسے کے لئے شراب ہے۔ بیمار کے لئے علاج ہے۔ اس کا سننا آسان ہے۔ اور اس سے چھوٹ نہیں سکتے۔ ؎

دخولک من باب الھوی ان اردتہ یسیر ولکن الخروج عسیر

یعنے اگر چاہے تو عشق کے دروازہ سے داخل ہونا آسان ہے۔ لیکن اس سے نکلنا مشکل ہے۔ من لسان کریم ایسی زبان سے جو کہ خدا کی ترجمان ہے اور ایسے خطہ سے ہے جو محبت کے عنوان والا ہے۔ نہ تو کہنے والے نے جانا۔ اور نہ سخن کی زبان نے سب لوگ کان سے سنتے ہیں۔ اور وہ جان سے فی وقت کریم کسی زمانہ میں۔ ایسے زمانہ میں کہ خدا کے سوا اور کچھ اس میں یاد نہیں۔ اور گزشتہ عمر اس کی بہتری سے شرمسار ہے۔ اور لوگوں کی عمر اس کی آرزو سے روتی ہے علی مکان کریم ایسی جگہ پر کہ جہاں نہ دل پراگندہ ہے۔ اور نہ زبان طلبگار ہے۔ اور نہ سننے والا دیکھ رہا ہے۔ بین قوم کرام نزدیک محقق کہنے والے اور سننے والے اور چلنے والے اور دیکھنے والے پوچھنے والے کے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت جنید ذوالنون کے ساتھ فلیح مجنون کے پاس گئے۔ اس کو کہا کہ کیا مجھے بتلاتا نہیں کہ یہ تیرا جنون کیوں ہے۔ جواب دیا۔ حبست فی الدنیا فجننت بفراقہ یعنی میں دنیا میں مقید ہوا۔ پس خدا کی جدائی میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔ حضرت جنید سے لوگوں نے پوچھا کہ بلا کیا چیز ہے فرمایا البلاء ھو الغفلۃ عن المبلی یعنے بلا یہ ہے کہ بلا بھیجنے والے سے غافل ہو جائے۔ اور شبلی رح سے پوچھا کہ آرام کیا چیز ہے کہا العافیۃ فراد القلب مع اللہ لحظۃ

یعنے آرام یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ ایک لحظ دل قرار پائے۔ ایک شخص نے جنید سے پوچھا کہ خراسان کے پیروں کو میں نے اس امر پر پایا ہے۔ کہ حجاب تین ہیں۔ ایک تو خلقت کا۔ دوم دنیا کا۔ تیسرا نفس کا۔ آپ نے جواب میں کہا۔ کہ یہ دل کا حجاب عام ہے۔ اور خاص دوسری چیز سے ہی پردہ میں ہے۔ رویۃ الاعمال ومطالعۃ الثواب علیہا ورویۃ النعم یعنے اپنے اعمال کا دیکھنا اور ثواب کا مطالعہ کرنا اور نعمتوں کا دیکھنا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جو شخص اپنے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اُس کا دل خدا سے پردہ میں ہے۔ اور جو شخص اُن پر اپنا بدلہ تلاش کرتا ہے۔ اور جو شخص نعمت دینے والے سے نعمت کو دیکھتا ہے۔ وہ بھی پردہ میں ہے۔ واسطی کہتے ہیں۔ مطالبۃ الاغواض علی الطاعات من نسیان الفضل یعنے عبادت کے بدلہ کو مدنظر رکھنا اور ثواب فضل کا طلب کرنا خدائتعالیٰ کے احسان کو بھلا دینا ہے۔ اور واسطی یہ بھی کہتے ہیں۔ ایاکم ولذات الطاعات فانھا سموم قاتلۃ یعنی طاعات کی لذتوں سے بچو۔ کیونکہ قاتل زہر ہیں۔ خارسی عیسی بغدادی کہتے ہیں۔ حلاوۃ الطاعات والشرک سواء عبادات کی شیرینی اور شرک دونوں برابر ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں جب تک تو اپنے آپ نہ پسند کریگا تجھے اچھا معلوم نہ ہوگا۔ اور لذت نہیں پائیگا۔ اور اپنے آپ کو پسند کرنا شرک ہے۔ علم اور سنت کی شرط کے موافق جس طرح حکم ہے۔ بندگی کر اور پھر اسکو پسند نہ کر۔ اسی کے سپرد کر۔ اور اپنے پسند کو دیو کے مُنہ پر مار ؎

اذا محاسنی اللاتی اسر بھا ھی الذنوب فقل لی کیف اعتذر

یعنے جب میری وہ نیکیاں جن سے میں خوش ہوتا ہوں گناہ ہیں۔ تو پھر مجھ سے کہو۔ کہ میں کیسے گناہ کا عذر کروں۔ سئل الجنید یکون عطاء من غیر عمل فقال کل العمل من عطایہ یکون یعنے حضرت جنید سے پوچھا گیا کہ کیا بخشش بغیر عمل کے ہوتی ہے۔ کہا کہ جو عمل ہیں۔ وہ بخشش ہی سے ہوتے ہیں +

ابوجعفر بن الکربتی قدس اللہ روحہ

آپ حضرت جنید کے ہمزمانہ ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اُن کے اُستاد ہیں۔ آپ بڑے مشائخ میں ہیں۔ جعفر خلدی کہتے ہیں۔ کہ حضرت جنید ابن الکربتی کی وفات کے دن ان کے سرہانے بیٹھے تھے۔ پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ ابوجعفر کہنے لگے کہ بُعد ہے اور

دوری اپنے سر کو زمین کی طرف ڈالو۔ ابو جعفر نے جو یہ کہا کہ بُعد اور دوری ہے اُس کا مطلب یہ ہے ان الحق اقرب الی العبد من ان یشار الیہ فی جھتہ یعنے خدائتعالی بندہ سے زیادہ قریب ہے اس امر سے کہ اس کو کسی جہت میں اشارہ کیا جائے۔ (نوٹ) میرے نسخہ میں قطلہ الکرینی ہے نامی۔

کھمش بن حسین ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ ہمدان کے رہنے والے ہیں۔ اور بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں ایک رات ہمدان میں اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دل میں کہا شاید جنید ہونگے۔ جب دروازہ کھولا تو جنید ہی تھے۔ سلام کہا۔ اور کہا کہ میں تمہارے ملنے کو آیا ہوں۔ تمہارے دل کی سچائی معلوم ہو گئی۔ پھر واپس چلے گئے۔ اگلے دن میں نے اُن کو ہمدان میں تلاش کیا۔ تو نہ پایا۔ اور اس جماعت سے کہ بغداد سے آئی تھی میں نے پوچھا کہ فلاں وقت وہ غائب تھے۔ تو کسی نے نشان نہ دیا۔ معلوم ہوا کہ اُسی رات آئے تھے اور پھر چل دیئے۔ میرے نسخہ میں کہمش لکھا ہے۔ نامی

عمرو بن عثمان مکّی صوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ حسین بن منصور حلاج کے اُستاد ہیں۔ اپنی نسبت جنیدؒ سے کرتے ہیں۔ اور خرازؒ کے ساتھ صحبت رکھتے ہے۔ اور اُن کے ہمزمان ہیں۔ ابو عبد اللہ بناجی کو دیکھا تھا۔ وکان یقول ما صحبت احد اکان انفع فی صحبتہ ولا رویتہ من ابی عبد اللہ البناجی یعنے وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو عبد اللہ بناجی سے بڑھ کر کوئی شخص صحبت میں زیادہ مفید نہیں دیکھا۔ آپ علوم حقائق کے عالم تھے۔ دراصل یمن کے رہنے والے ہیں۔ ان کی باتیں باریک ہیں۔ اس لئے ان کو علم کلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور مکہ سے باہر نکال دیا گیا۔ جدہ میں گئے۔ وہاں پر قاضی بنائے گئے۔ ابن جوزی کی کتاب صفوۃ الصفوہ میں ہے۔ کہ وہ بغداد میں ۲۹۶ھ ہجری میں فوت ہوئے بعض نے ۲۹۷ھ ہجری میں اور بعض نے ۲۹۱ھ ہجری میں کہا ہے۔ کہ وہ مکّہ میں فوت ہوئے ہیں۔ مگر اوّل زیادہ صحیح ہے۔ انہوں نے کہا ہے المروۃ التغافل عن ذلل الاخوان وقال ابو حفص المروۃ ان تبذل لاخوانک جاھک وما لک وما لا یحی فی الدنیا و

مختصھم باللہ عارفی العقبی یعنے مروۃ یہ ہے کہ بھائیوں کی لغزشوں سے غفلت کی جائے ابو حفص کہتے ہیں کہ مروت یہ ہے کہ اپنا مرتبہ و بال دنیا میں بھائیوں پر صرف کر دے۔ اور آخرت میں اُن کو دُعا سے خاص کر دے۔ اور عمرو بن عثمان نے یہ بھی کہا ہے۔ لا یقع علی کیفیۃ الوجد عبارۃ لانہ سر اللہ عند المؤمنین یعنے وجد کی کیفیت کو عبارت میں ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ مومنین کے نزدیک وہ ایک خدا بھید ہے۔ اور جس عبارت پر بندہ تصرف کرتا ہے وہ خدا کا بھید نہیں ہوتا۔ کیونکہ بندہ کی تکلیف بالکل ربانی اسرار سے منقطع ہوتی ہے۔ کہتے عمرو اصفہان میں آ گئے۔ اور ایک نوجوان ان کی صحبت میں بیٹھا۔ باپ نے اس کو اس سے منع کیا۔ وہ جوان بیمار ہوا۔ اور عرصہ تک بیمار رہا۔ ایک دن عمرو اُٹھے اور فقرا کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی عیادت کے لئے گئے۔ اس جوان نے عرض کی کہ قوال کچھ پڑھے۔ عمرو نے قوال کو اشارہ کیا اور اس نے یہ بیت پڑھا ؎

مالی مرضت فلم یعد لی عاید منکم و یمرض عبدکم فاعود

یعنے یہ کیا بات ہے کہ میں بیمار ہوتا ہوں۔ تو تم میں سے کوئی بھی میری بیمار پرسی نہیں کرتا۔ لیکن اگر تمہارا غلام بھی اگر بیمار ہو جائے تو میں اُس کی بیمار پرسی کرتا ہوں۔ جب بیمار نے یہ شعر سُنا تو اُٹھ بیٹھا اور اس کی بیماری کی سختی بہت کم ہو گئی۔ کہا کہ اور پڑھ قوال نے یہ شعر پڑھا ؎

واشد من مرضی علی صدودکم وصدود عبدکم علی شدید

یعنے اور میری بیماری سے زیادہ سخت مجھ کو تمہاری رُکاوٹ ہے۔ اور تمہارے غلام کی رُکاوٹ اور بھی سخت ہے۔ اُس کی بیماری جاتی رہی۔ اور تندرست ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کے باپ نے اس اندیشہ سے جو اس کے دل میں گذرا تھا۔ توبہ کی۔ اور اس کو عمرو کے سپرد کر دیا۔ اور وہ منجملہ بزرگان طریقت ہو گیا۔ ایک دن علی سہل نے اُن سے کہا ماقانون الذکر فی الجملۃ یعنے ذکر کے قانون کا خلاصہ کیا ہے کہا وجود افرادہ مع معرفۃ اوصافہ یعنی اس کا یکتا ماننا اور پھر اس کے اوصاف کا پہچاننا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ آدمی مولیٰ کی یکتائی کو نہیں پا سکتا۔ اور جو مولیٰ کی یکتائی کو پاتا ہے۔ وہ آدمی نہیں ہے۔ یہ جو کھاتا اور سوتا ہے اور ہی چیز ہے۔

شاہ شجاع کرمانی قدس اللہ روحہٗ

آپ دوسرے طبقہ سے ہیں۔ شاہزادہ ہیں۔ اور ابو حفص کے رفیقوں میں ہیں۔ ابو تراب نخشبی اور ابو عبد اللہ ذراع بصری، ابو عبید بصری کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابو عثمان خیری کے اُستاد ہیں۔ آپ قبا پہن کر چلتے تھے۔ اور باب فرغانی نوری سیروانی خیری طیلسان (چادر منقش) پہن کر چلتے تھے۔ اور دقاق گدڑی پہنکر پہلوانوں کی طرز پر چلتے تھے۔ شاہ موصوف ابو حفص کے بعد ۲۷۰ھ اور بعض نے کہا ہے کہ ۳۰۰ھ سے پہلے دنیا سے رحلت کر گئے ہیں۔ آپنے ایک کتاب لکھی جس میں یحییٰ معاذ رازی کا رد کیا ہے جنہوں نے غنا کو فقر پر ترجیح دی تھی۔ آپنے اس کا جواب لکھا ہے اور جیسا کہ فی الواقع ہے فقر کو غنا پر ترجیح دی ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ درویشی کی فضیلت کے لئے تجھے یہ کافی ہے۔ کہ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے درویشی کو تونگری پر ترجیح دی ہے۔ اور اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اختیار و پسند کیا شاہ شجاع بزرگ تھے۔ خواجہ یحییٰ عمار کہتے ہیں شاہ بادشاہ ہی تھا۔ ایک دن ابو حفص نیشاپور میں بیٹھے تھے۔ شاہ شجاع ان کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ اور قبا پہنے تھے۔ اُن سے کچھ پوچھنے لگے۔ ابو حفص نے ادھر کو دیکھا کہ قبا پہنے ہوئے ہیں۔ تب یہ کہا کہ خدا کی قسم تو بادشاہ ہے۔ آپ نے کہا کہ ہاں میں بادشاہ ہوں۔ اس سوال میں مان گئے۔ کہ میں بادشاہ ہوں۔ انہوں نے بھی سمجھ لیا کہ یہ سوال میرے سوا اور کسی سے نہیں کر سکتے۔ ابو حفص نے کہا کہ قبا پہنتے ہو۔ شاہ نے جواب دیا۔ وجدنا فی القباء ما طلبنا فی العباء یعنی ہم نے قبا میں وہ بات پائی جو عبا میں طلب کی تھی۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے شاہ شجاع چالیس سال تک نہیں سوئے تھے۔ ایکدفعہ سوتیکے طمع پر سو گئے تو حقتعالیٰ کو خواب میں دیکھا جاگے تو یہ بیت کہا ؎

رأیتک فی المنام سرور عینی فاحببت التنعس والمناما

یعنی اے میری آنکھوں کی خوشی تجھ کو میں خواب میں دیکھا اسلئے میں اونگھ اور نیند کو دوست رکھتا ہوں۔ بعد اسکے ہمیشہ لوگ انکو سویا ہوا یا خواب کی طلب میں پاتے۔ مجنوں کا یہ شعر ہے ؎

وانی لاستغشی وما بی غشیۃ لعل خیالا منک یلقی خیالنا

اور بیشک میں البتہ بیخودی اور غیند کو طلب کرتا ہوں۔ حالانکہ مجھ کو بیخودی کی نیند نہیں آتی۔ شاید کہ تیرا خیال میرے خیال ہی سے ملجائے۔ ایک دن شاہ مجلس میں بیٹھے تھے ایک درویش کھڑا ہوا۔ اور دو من روٹیاں مانگیں کسی نے اسکو نہ دیں شاہ نے کہا کون ہے کہ جو میرے بچاس حج کو دو من روٹیوں کے بدلے خریدلے۔ اور اس درویش کو دیدے ایک فقیہ وہاں پر بیٹھے تھے انہوں نے سنکر کہا اے شیخ کیا شریعت کی بیعزتی کرتے ہو۔ آپ نے کہا کہ

میں نے کبھی اپنی قدر و قیمت نہیں کی، تو اپنے اعمال کی کیا قیمت کروں گا۔ اُس نے یہ بھی کہا ہے من غض بصرہ عن المحارم وامسک نفسہ عن الشہوات وعمر باطنہ بدوام المراقبۃ وظاہرہ باتباع السنۃ لم یخطائہ فراستہ یعنی جس شخص نے حرام چیزوں سے اپنی آنکھ چھپا لی اور اپنے نفس کو شہوتوں سے روک لیا۔ اور اپنے باطن کو ہمیشہ سے مراقبہ سے اور اپنی ظاہری حالت کو اتباع سنت سے آباد کیا تو اُس کی عقل خطا نہ کھائے گی +

ابو عثمان خیری قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ اور آپ کا نام سعید بن اسمٰعیل خیری نیشاپوری ہے۔ دراصل آپ رے کے رہنے والے ہیں۔ اور شاہ شجاع کے شاگرد ہیں۔ ابو حفص حداد اور یحییٰ معاذ کی صحبت میں رہے ہیں۔ امام اور یکتائے زمانہ تھے۔ شاہ شجاع کے ساتھ مرو سے نیشاپور میں آئے ابو حفص نے اُن سے کہا کہ یہیں ٹھیرو۔ کیونکہ شاہ تو وہاں پر عیال و سامان رکھتا ہے۔ تم تو کچھ نہیں رکھتے۔ شاہ تو واپس چلے گئے۔ اور یہ ابو حفص کے پاس رہے۔ ابو حفص نے ان کے لئے مجلس قائم کی۔ ماہ ربیع الاوّل ۲۹۸ھ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ آپ کی قبر نیشاپور میں ہے۔ اُن سے لوگوں نے کہا کہ جوانمرد کون لوگ ہیں۔ کہا کہ وہ ہیں۔ جو اپنے آپ کو نہیں دیکھتے یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔ التشوق من شعائر المحبۃ یعنے شوق محبت کے علامات سے ہے۔ اُن کو امام و پیشوائے ربانی کہتے ہیں۔ ربانی وہ ہے جو کہ شاگردوں کو علم کے کیسے سے پالتے تا کہ وہ بزرگ علم کے لئے قوی ہو جائیں۔ اور وہ ایسے ہی تھے۔ یمن توحید میں ضعیف تھے لیکن معاملہ میں اچھے تھے۔ یہ بھی انہوں نے کہا ہے التھاون بالامر من قلۃ المعرفۃ یعنے کسی کام میں سستی کرنا معرفت کی کمی کی وجہ سے ہے۔ (نوٹ) لفظ حیری ہے یا خیری وناجی

زکریا بن دلویہ رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کی کنیت یحییٰ ہے۔ نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ احمد حرب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ زاہدوں اور متوکلوں میں سے تھے۔ اور کھانے میں بڑی احتیاط کرتے تھے۔ اپنی کمائی کا کھاتے۔ ابو عثمان خیری رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص ابو یحییٰ کی طرح زندگی بسر کرے۔ اس کو مرگ کا کوئی اندیشہ نہیں چاہئے۔ اور بعد مرگ کے اندیشہ بھی نہ ہوگا۔ آپ کی وفات ۲۹۴ھ

میں نیشاپور میں ہوئی ہے +

زکریا بن یحییٰ ہروی رحمۃ اللہ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں ۔ اور مقبول الدعا تھے ۔ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ زکریا منجملۂ ابدال ہیں ۔ ابو سعید زاہد کہتے ہیں کہ میں نے زکریا کو دیکھا ۔ اور اُس کی صحبت میں رہا ہوں ۔ آپ صدیقوں میں تھے ۔ اور آپ کی وفات ہرات میں رجب کے مہینہ ۲۵۵ھ میں ہوئی ہے +

زیاد کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ہمدان کے رہنے والے ہیں ۔ اور حضرت جنید قدس سرہٗ کی صحبت میں رہے ہیں ۔ فقیہہ اور مقبول الدعا تھے کہمش ہمدانی رحمۃ اللہ کہتے ہیں ۔ کہ ایک دفعہ میں جامع مسجد میں گیا ۔ مَیں نے زیاد کو دیکھا ۔ کہ محراب میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ اور استسقاء کے لئے دعا مانگ رہے ہیں ۔ ابھی اُن کی دعا پوری نہ ہوئی تھی ۔ کہ اس قدر بارش ہُوئی کہ گھر تک واپس نہ آسکا +

ابو عثمان مغربی قدس اللہ سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ میں ہیں ۔ آپ کا نام سعید بن سلام المغربی ہے ۔ ابوالحسین ضائغ دینوری کے شاگرد ہیں ۔ جو قیروان مغرب کے گوشہ میں ہے ۔ برسوں مکہ میں مجاور رہے ہیں ۔ اور وہاں پر سیدالوقت اور یکتا مشائخ میں تھے ۔ وہاں کچھ جھگڑا آپڑا ۔ اور نیشاپور میں آگئے ۔ وہاں ہی ۳۷۳ھ میں انتقال ہوُا ۔ آپ کی قبر نیشاپور میں ہے ۔ ابو عثمان خیری اور ابو عثمان نصیبی کے پہلو میں اور یہ تینوں قبریں پاس پاس ہیں ۔ ابو علی کاتب کی صُحبت میں رہے ہیں ۔ اور حبیب مغربی ابو عمرو زجاج ابو یعقوب نہرجوری کو دیکھا تھا ۔ صاحب کرامات و فراست ظاہرہ کے ہوئے ہیں ۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا ہے ۔ کہ اس کام میں آنے کی ابتدا مجھ سے اس طرح ہوئی تھی ۔ کہ میں ایک گھوڑا اور ایک کتا رکھتا تھا ۔ اور ایک جزیرہ میں ہمیشہ شکار کھیلا کرتا تھا ۔ ایک لکڑی کا میرے پاس پیالہ تھا ۔ جس میں دودھ ڈالا کرتا تھا ۔ ایک دن مَیں نے چاہا ۔ کہ اس پیالہ سے دودھ پیوں ۔ تو کُتے نے بہت چلانا شروع کیا ۔ اور مجھ پر حملہ کرنے لگا ۔

چنانچہ مجھ کو دودھ پینے سے روک لیا۔ پھر جب دوبارہ میں نے پینے کا ارادہ کیا۔ تو اُس نے پھر مجھ پر حملہ کیا۔ جب تیسری بار پینے لگا۔ تو اُس نے پیالہ میں مُنہ ڈال دیا۔ اور پینا شروع کیا۔ ایک گھنٹہ تک اُس کا بدن سُوج گیا۔ اور مر گیا۔ بیشک اُس نے دیکھا ہوگا۔ کہ سانپ نے اُس میں منہ ڈالا ہے۔ آخر اُس نے اپنے آپ کو مجھ پر قربان کر دیا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو توبہ کی۔ اور اس کام میں آگیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابوالحسن کواشانی نے مجھے کہا ہے۔ ابوعثمان مغربی نے مجھے کہا تھا جس روز میں دُنیا سے جاؤنگا۔ تو فرشتے سر پہ خاک ڈالیں گے ابوالحسین کہتے ہیں کہ جس روز اُن کا انتقال ہوا۔ میں حاضر تھا۔ نیشاپور میں اُس روز گرد کی وجہ سے کوئی شخص ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے تھے۔ کہ وہ تیس سال تک مکہ معظمہ میں رہے۔ حرم کی تعظیم کی وجہ سے کبھی حرم کی حد میں پیشاب نہیں کرتے تھے۔ ابوعثمان کہتے ہیں۔ لا یجئی ھٰذا الامر الا برائحۃ الدم یعنے یہ امر سوائے خون کی بُو کے پا نہیں سکتے۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔ لا اعتکاف حفظ الجوارح تحت الاوامر یعنے اعتکاف کی حقیقت یہ ہے۔ کہ حکموں کے نیچے اعضا کی حفاظت کرنا۔ اور یہ بھی اس نے کہا ہے۔ العاصی خیر من المدعی لان العاصی ابدا یطلب طریق توبۃ والمدعی یخبط ابدا فی خیال دعواہٗ یعنی گنہگار عبادت کے مدعی سے بہتر ہے۔ کیونکہ گنہگار تو ہمیشہ اپنی توبہ کا طریقہ طلب کرتا رہتا ہے۔ اور مدعی ہمیشہ اپنے دعویٰ کے خیال میں خبطی بنا رہتا ہے ✦

ابوطالب اخمیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ منجملہ مشائخ ہیں۔ اور آپ سے کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ ابوعثمان مغربی کہتے ہیں کہ میں نے ابوطالب کو دیکھا ہے۔ کہ جانوروں سے باتیں کرتا ہے۔ اور یہ بھی ابوعثمان کہتے ہیں۔ کہ ابوطالب کے ساتھ میں سفر میں تھا۔ راستہ میں درندہ سے بڑا خوف معلوم ہوا۔ اور درندے بہت تھے۔ میں نے کہا کہ جلدی چلنا چاہیئے۔ ابوطالب نے رات وہاں قیام کیا۔ اور میں خوف کی وجہ سے وہاں ذرا نہ سویا۔ اور وہ سو گیا۔ پھر مجھے کہا کہ تم کیوں نہ سوئے۔ میں نے کہا کہ درندوں کے خوف سے مجھے نیند نہ آئی۔ کہا کہ جس کو خدا کا خوف ہوتا ہے۔ وہ اور کسی سے نہیں ڈرا کرتا۔ جب تو درندے سے ڈرتا ہے۔ تو میرے ساتھ نہ رہو۔ اور چل دئے۔ وہ دُعائیں کہتے تھے۔ کہ خداوندا اگر تیرا حکم نہ ہوتا۔ تو کس کو اس بات کی

طاقت ہوتی۔ کہ تیرا نام زبان پر لیتا۔ (نوٹ) میرے نسخہ میں نقطہ اخمی ہے۔ (نامی)

طلحہ بن محمد بن محمد صباح نیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ابو عثمان خیری کے بڑے یاروں میں ہیں۔ ۳۱۰ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا ہے ابو عثمان مغربی نے آپ سے کہا تھا۔ کہ کیا تم چاہتے ہو۔ کہ میں تم کو کوئی نصیحت دوں۔ کیونکہ مجھے پچاس سال ہو گئے ہیں۔ لوگوں کو وعظ سناتا ہوں۔ لیکن وہ قبول نہیں کرتے۔ اُنہوں نے کہا کہ اچھا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے نصیحت دیں۔ کہا کہ اپنے عمل پر تہمت رکھ رتاکہ اسکی قدر ہو۔ اور لوگوں پر تہمت لگانا چھوڑ دے تاکہ جنگ جاتا رہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صحبت تین چیزوں سے ہے۔ اس کے فضل اور اپنے عیب کو دیکھنا اور مخلوق کو معذور سمجھنا۔ اور اس کا جو تھا نہیں ہے۔ لوگوں کو یوں معذور رکھ۔ کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ اس کے تقدیر وحکم کے نیچے مجبور ہیں۔ اور اپنے عیب کو دیکھ تاکہ اس کا احسان یاد آئے۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے۔ کہ ابو عثمان نصیبی کہتے ہیں۔ کہ شبلی نے کہا ہے۔ کہ میں نے ابو یعقوب میدانی کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور یہ وہ وقت تھا۔ کہ جب میں مصر کو جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ جبرک اللہ خدا تعالیٰ تیرا جبر نقصان کرے۔ اُس کے بدن پر کوئی بال نہ تھا۔ کہ جو آئینہ نہ کہتا تھا۔ میرے نسخہ میں جبرک اللہ ہے نامی

ابو العباس بن مسروق قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طبقہ کے ہیں۔ اور آپ کا نام احمد بن محمد بن مسروق ہے۔ طوس کے رہنے والے ہیں۔ بغداد میں مقیم ہوئے۔ اور وہیں ان کا ۲۹۹ھ میں انتقال بھی ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ ماہ صفر ۲۹۸ھ ہجری میں ہوا ہے واللہ اعلم۔ حضرت جنید ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابو علی رودباری کے اُستادوں میں ہیں۔ حارث محاسبی سری سقطی محمد بن منصور محمد بن الحسین برجلانی کے شاگردوں میں ہیں۔ اور اُن کی صحبت میں رہے ہیں آپ بڑے جلیل مشائخ میں ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو العباس مسروق بغدادی یہ کہتے ہیں۔ کہ میں ہفتہ کی رات بیٹھا ہوا تھا۔ اور میرے ماں باپ اس سختی کی وجہ سے کہ میں جمعہ کی نماز سے آتا تھا۔ اور بڑے بوڑھوں سے جو باتیں سنتا تھا کہتا تھا۔ رویا کرتے تھے۔ سئل من التصوف قال خلوا

لاسواد مما سنہ ید و تعلقہا بما لیس منہ بد یعنی اُن سے تصوف کی بابت پوچھا گیا تو کہا کہ دل کا ان باتوں سے خالی رہنا جن کی ضرورت نہیں۔ اور اس کا تعلق ان باتوں سے جو ضروری ہیں۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔ من ترک التدبیر عاش فی راحۃ یعنی جو شخص تدبیر کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ خوشی کی زندگی بسر کرتا ہے ؛

شیخ ابو العباس مُورہ زنؒ بغدادی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے۔ کہ اپنے نفس کو مشغول رکھ پہلے اس سے کہ وہ تجھے شغل میں ڈالے ؎

لقد جاب لفراغ عبابک شغلا   واسباب البلاء من الفراغ

یعنی بیشک فراغ خاطر نے تیرے شغل کو کھینچ لیا ہے۔ اور فراغت ہی سے بلا کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں

ابو عبد اللہ مغربی قدس سرہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ اور نام آپ کا محمد بن اسمٰعیل ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ ابراہیم خواص۔ ابراہیم بن شیبان کرمانشاہی۔ ابوبکر بیکندی کے اُستاد ہیں۔ اور ابوالحسن علی زرین ہروی کے شاگرد ہیں۔ ابو عبد اللہ کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی۔ اور اُن کے استاد ابوالحسین کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی ہے ابوالحسین شاگرد عبدالواحد زید بصری کے ہیں۔ اور عبدالواحد حسن بصری رحمہم اللہ کے شاگرد ہیں۔ ابو عبد اللہ کی قبر طور سینا کے پہاڑ پر اپنے استاد ابوالحسین علی بن زرین کے پہلو میں پڑے توت کے نیچے ہے۔ کہتے ہیں کہ ۲۷۹ھ ہجری میں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ۲۹۹ھ ہجری میں انتقال ہوا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے کبھی تاریکی نہیں دیکھی۔ جہاں لوگ اندھیرا دیکھتے ہیں۔ وہ روشنی دیکھتے تھے۔ وہ کہا کرتے کہ مجھ کو اُس خدا کی قسم ہے کہ جس نے ابو عبد اللہ مغربی کو پیدا کیا ہے۔ اگر خدا تعالےٰ شہوت کی طاقت مجھ سے لے لے مجھ کو اس سے بڑھ کر پیاری ہے کہ یوں کہے کہ بہشت میں جا۔ اور یہ وہی بات ہے جو کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اختیار دیں کہ بہشت میں جا یا مسجد میں تو میں مسجد میں جاؤں گا۔

ف زنگ دُور کرنے والے ۱۲

کیونکہ بہشت اس کے نزدیک میرا نصیبہ ہے اور مسجد میرے نزدیک اس کا نصیبہ ہے
ایک دفعہ ابو عبداللہ مغربی کوہ سینا پر وعظ کہتے تھے۔ بات وہاں تک پہنچی۔ کہ یہ کہا بندہ خدا
تک اس قدر نزدیک ہو جاتا ہے کہ وہ صرف خدا کا ہو رہتا ہے (اس بات کے اثر سے)
ایک پتھر پہاڑ سے ہل پڑا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور جنگل میں آپڑا۔ وہ کہتے تھے۔
افضل الاعمال عمارة الاوقات فی الموافقات یعنے اعمال میں سے بڑا وہ عمل ہے۔
کہ اوقات کو موافق احکام الٰہی کے آباد رکھا جائے۔ یہ بھی کہا ہے۔ ما فطنت الا ھذہ
الطائفة واحترقت بما فطنت یعنے سوا اس فرقہ کے اور کوئی فرقہ دانا نہیں ہے۔ اور وہ
اپنی دانائی کے سبب جل گیا ہے۔ ولابی عبداللہ المغربی قدس سرہٗ یا من یعد
الوصال ذنبا کیف اعتذاری من الذنوب ان کان ذنبی لدیک حبی فاننی منہ لا
اتوب ابو عبداللہ مغربی قدس سرہٗ نے یہ کہا ہے اے وہ شخص جو وصال کو گناہ سمجھتا ہے اگر
میرا گناہ تیرے نزدیک میری محبت ہے۔ تو میں گناہوں سے کیونکر حذر کر سکتا ہوں۔
کیونکہ میں ایسے گناہ سے تو تو یہ نہیں کرونگا۔ یہ بھی انہوں نے کہا ہے ما رایت انصف
من الدنیا ان خدمتہا خدمتک وان ترکتہا ترکتک یعنے میں نے دنیا سے زیادہ
منصف کوئی نہیں دیکھا۔ اگر تو اس کی خدمت کرے تو وہ تیری خدمت کرتی ہے۔ اور
اگر تو اس کو چھوڑ دے تو وہ بھی تجھے چھوڑ دیتی ہے۔ اور تیرے دل پر اتنا اندیشہ نہیں
لاتی۔ پس جو شخص کہ سچے طور پر دنیا سے کنارہ کر جائے۔ تو وہ اس کے شر سے محفوظ
ہو جاتا ہے۔ اور اس کی آفت سے چھوٹ جاتا ہے۔

ابو عبداللہ بناجی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ کا نام سعید بن بزید ہے۔ اور پرانے مشائخ میں ہیں۔ ذو النون مصری کے
ہمزمانہ ہیں۔ اور احمد بن الحواری کے استادوں میں ہیں۔ بناجی کہتے ہیں الادب
حلیة الاحرار یعنے ادب آزادوں کا زیور ہے۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔
لکل شئی خادم وخادم الدین الادب یعنے ہر شئے کا خادم ہوا کرتا ہے
اور دین کا خادم ادب ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو عبداللہ بناجی کہتے ہیں
کہ خدا پر امید رکھ کہ کوئی نشان اس سے بڑھ کر روشن نہیں ہے۔ یہ بھی ابو عبداللہ نے

کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے۔ خداوندا میں تجھ کو کہاں پاؤں کہا کہ جب قصد صحیح کریگا۔ تو مجھ کو پالیگا۔ کتانی کہتے ہیں۔ کہ جب تو نے ارادہ درست کر لیا تو اُس کو پا لیا۔ حلاج کہتے ہیں۔ لا تعراج یعنے مقیم نہ رہو۔ مگر وہ تو ایک قدم ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں وہ ایک قدم تو ہی ہے۔ جب خودی سے گذر گیا تو اُس تک پہنچ گیا +

ابوعبد اللہ انطاکی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ کا نام احمد بن عاصم انطاکی ہے صوفیہ میں بڑے مشہور اور اُن کے سردار اور علوم شریف کے عالم تھے۔ بڑی لمبی عمر کے ہوئے ہیں۔ اور پُرانے مشائخ کے ساتھ صحبت رکھی تھی۔ اور تبع تابعین کو پایا ہے۔ اور بشر و سری سقطی کے ہمزمان ہوئے ہیں۔ حارث محاسبی کے مُرید ہیں۔ اور حضرت فضیل کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا ہے مجھے کسی شخص اور کسی چیز پر حسد نہیں آیا۔ مگر عارفوں کی معرفت پر آتا ہے۔ تصدیقی معرفت پر نہیں۔ ابوعلی دقاق کہتے ہیں معرفۃ رسمیۃ کقطرۃ دسمینۃ لا علیلا تشفی ولا غلیلا تسقی یعنی رسمی معرفت بارش گرما کے قطرہ کی طرح ہے جو بیمار کو شفا نہیں دیتا۔ اور پیاسہ کی پیاس نہیں بجھاتا۔ اور یہ بھی انطاکی کہتے ہیں۔ انفع الفقر ما کنت بہ متجملا وبہ راضیا سب سے بڑھ کر نفع دینے والا فقر یہ ہے کہ تو اس کو اچھی طرح سنبھالے۔ اور اس سے خوش رہے۔ یعنے تمام خلقت کا جمال تو اسباب کے اثبات میں ہے۔ اور فقر کا جمال اسباب کی نفی اور مسبب کے اثبات اور اس کی طرف رجوع کرنے اور اس کے احکام سے رضامند ہونے پر ہے۔ کیونکہ فقر اسباب کے گم کرنے کا نام ہے۔ اور غنا سبب کے وجود کو کہتے ہیں بے سبب خدا کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور با سبب اپنے ساتھ پس سبب حجاب کا باعث ہے اور اسباب کا ترک محل کشف ہے۔ اور دو جہان کا جمال کشف و رضا میں ہے۔ عالم کی ناخوشی حجاب اور غصہ میں ہے اور یہ بیان فقر کو غنا پر تفضیل رکھنے میں واضح ہے۔ واللہ اعلم +

ممشاد علو دینوری قدس اللہ روحہٗ

آپ تیسرے طبقہ میں ہیں۔ اور عراق کے بڑے مشائخ اور ان کے جوانمردوں میں ہیں علم میں یکتا تھے۔ آپ کی کرامات ظاہر تھیں۔ اور حالات عمدہ اور یحیٰی جلا وغیرہ مشائخ کی صحبت

میں رہے ہیں۔ حضرت جنید۔ اور رویم و نوری وغیرہم کے ہمزمانہ میں کہتے ہیں کہ ۲۹۹ھ ہجری میں اُن کا انتقال ہُوا ہے اُنہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عارف کو آئینہ دیا ہے۔ کہ جب وہ اس میں دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ مومن کے دل میں خدا کی جگہ ہے۔ کہ اس کے سوا کہیں باطن میں نہیں پہنچتا۔ جب تفرقہ میں رہ جاتا ہے تو واپس چلا آتا ہے۔ اور آرام پاتا ہے۔ حصری کہتا ہے کہ میں کل سوچتا تھا کہ کبھی کبھی مجھ کو بھی ایسا تفرقہ ہو جاتا ہے۔ تو میرے مریدوں اور شاگردوں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا۔ کہ وہ اپنے دوستوں کے دلوں میں جگہ رکھتا ہے کہ بجز اس کے اور کوئی اس کو پکڑ نہیں سکتا۔ اور سوائے اس کے اور کوئی وہاں گذر نہیں سکتا تو میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ؎

مالی بالی بعیون وظنون اتقیھا لی فی سری مراۃ اری وجھاتہ فیھا

یعنے مجھے کوئی پروا نہیں اگر میری آنکھیں اور میرے گمان مشاہدہ الٰہی سے بچیں کیونکہ میرے اندر ایک آئینہ ہے کہ تیرے چہرہ کو اس میں دیکھ لیتا ہوں۔ اور ممشاد نے یہ بھی کہا ہے کہ چالیس سال ہوگئے ہیں کہ بہشت کو اور جو کچھ اس میں ہے میرے سامنے پیش کرتے ہیں۔ لیکن میں نے کبھی گوشہ چشم سے بھی ادھر توجہ نہیں کی۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ اس کی صحبت اور حضوری میں کسی غیر کو دیکھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ یعنی آنکھ نہ ٹیڑھی ہوئی ہے۔ اور نہ سرکش کہدے کہ بس اللہ ہی ہے۔ پھر ان کو چھوڑ دے۔ اور یہ بھی ممشاد نے کہا ہے کہ میں کسی پیر کے سر پاس نہ گیا اور جب تک کہ اپنے دل کو کسی امیر سے صاف نہیں کر لیا کوئی سوال نہیں کیا۔ یہاں تک کہ وہ دیکھا تو کیا کہتے ہیں۔ (اس کا منتظر رہا ہوں) اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے پوری معرفت خدا کے ساتھ صدق و احتیاج ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ طریق الحق بعید والسیر مع الحق شدید یعنے خدا کا راستہ دُور ہے۔ اور خدا کے ساتھ چلنا سخت ہے۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے خدا تک راہ دور ہے۔ مگر وہ ہاتھ پکڑ لے تو آسان ہے۔ اور خدا سے ملنا اور صبر کرنا اور مُدت گذارنا سخت ہے۔ مگر وہ غمخوار ہو تو آسان ہے۔ اور یہ بھی ممشاد کہتے ہیں کہ جو شخص خدا کے دوستوں میں سے کسی دوست سے انکار کرے اس پر کم از کم یہ عذاب ہے کہ جو اس دوست کے پاس ہے وہ ہرگز اس کو نہیں دینے۔ ذوالنون کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مکار کے فریبی نعرہ پر انکار کرے تو ہرگز وہ بجا نعرہ نہ پا سکیگا۔ یعنی اصل نعرہ پر انکار کرے۔ تجھ کو اس کے مکر کا کیا نقصان ہے کیونکہ اس کے مکر کا نقصان اس پر ہے۔ تو اسکو صحیح سچا دیکھ تا کہ فائدہ حاصل کرے۔ شیخ الاسلام کہتے

ہیں کہ ابوعامر ممشاد کے شاگرد کہتے ہیں۔ ایک روز میں ممشاد کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک جوان مرد دروازہ میں سے آیا۔ اور صحانی کی اجازت مانگی۔ شیخ نے کہا کہ کیا تو صوفیوں کو اپنے گھر لیجا سکتا ہے ایسے حال میں کہ بازار درمیان نہ پڑے۔ شیخ بہانہ چاہتے تھے۔ اس لئے دعوت قبول نہ کی۔ جب وہ باہر چلا گیا۔ یاروں نے کہا حضرت آپ نے تو کبھی پہلے ایسا نہ کیا تھا۔ یہ کیا بات ہوئی۔ شیخ نے کہا کہ وہ انہیں جوانمردوں میں سے تھا۔ اس کو دنیا مل گئی ہے۔ پھر یہ بات اس سے جاتی رہی ہے۔ اب آتا ہے اور کچھ خرچ کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اپنا سرمایہ پھر پالے۔ مگر جب تک کہ اس کی محبت دل سے نہ نکال لیگا۔ یہ فقری واپس نہیں آئیگی۔ قال الشیخ وھو عبد اللہ الطاقی رحمۃ اللہ سمعت محمد بن خفیف یقول رایت ممشاد الدینوری فی النوم کانہ قائم رافع یدیہ الی السماء وھو یقول یارب القلوب یارب القلوب والسماء تنزل وراسہ حتی وقعت علی راسہ فانشقت وحمل ممشاد یعنے شیخ عبد اللہ طاقی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن خفیف سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ممشاد دینوری کو خواب میں دیکھا۔ گویا کہ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ اے دلوں کے رب اے دلوں کے رب۔ اور آسمان ان کے قریب ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے سر پر پڑا اور پھٹ گیا اور اور ممشاد کو اٹھایا۔ ایک دن ممشاد اپنے گھر سے باہر نکلے۔ تو کتا بھونکنے لگا۔ آپ نے کہا۔ لا الٰہ الا اللہ کتا اسی وقت مرگیا۔ وقال ممشاد ادب المرید فی التزام حرمات المشائخ وخدمۃ الاخوان والخروج من الاسباب وحفظ ادب الشرع فی نفسہ یعنے ممشاد کہتے ہیں مرید کا ادب یہ ہے۔ کہ مشائخ کی عزت اور بھائیوں کی خدمت اور اسباب کے نکلنے اور اپنے نفس پر آداب شرع کی حفاظت کا التزام کرے +

ابوالحسن بن علی مسبوحی قدس اللہ سرہٗ

آپ کی کنیت ابو علی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ ابو حمزہ کے استادوں میں ہیں۔ لیکن دراصل ان کے ہمزمانہ ہیں۔ سری سقطی کے بڑے یاروں میں سے ہیں۔ حضرت جنید کہتے ہیں حسن مسبوحی کو میں نے انس کے بارہ میں کہا۔ اس نے کہا۔ ویحك لوماتت من تحت السماء ما استوحشت یعنی اگر تمام لوگ مرجائیں تو مجھے کوئی ملال اور وحشت نہ ہوگی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ محمد نفیسہ کہتے ہیں کہ محمد عبد اللہ گاذر نے آپ کو ایک جگہ تنہا بٹھا دیا تھا۔ اولاھفتہ

تک اس کو بھلا دیا۔ پھر آکر عذر کرنے لگا کہ میں نے تم کو بھلا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا رنج نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں سے وحشت تنہائی کو دُور کر دیا ہے۔ سمنون کا یہ شعر ہے

علیک یا نفس بالتخلی فالعیش فی الانس والتسلی

یعنے اے نفس تنہائی کو لازم کر۔ کیونکہ عیش خدا کی محبت اور تسلی میں ہے۔ اور بغداد کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ سری سقطی کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور اُن سے روایت کرتے ہیں۔ حسن مسوحی سے بھی روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک ہی پیراہن اور چادر اور جوتی میں بغیر اس کے کہ کوئی پیالہ یا کوزہ ہو حج کیا کرتے تھے۔ البتہ شامی سیب کوزہ میں رکھ لیتے۔ اور اس کو سونگھ لیا کرتے۔ اور بغداد سے لے کر مکہ معظمہ تک اسی پر گذران کرتے۔ اُنہوں نے کہا ہے۔ من فتح له شئی من غیر مسئلة فرده وهو محتاج الیه احوجه الله الی ان یاخذ مثله بمسئلة۔ یعنے جس شخص کو بے سوال کوئی چیز مل جائے۔ پھر وہ اس کو رد کر دے حالانکہ وہ اس کا محتاج ہے۔ تو خدائے تعالیٰ اس کو اس کا محتاج بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی قدر سوال سے لے لیگا +

رویم بن احمد بن یزید بن رویم قدس اللہ سرہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ اور آپ کی کنیت ابو محمدؒ ہے کہتے ہیں کہ ابو بکر ہے، ابوالحسین اور ابو شیبان بھی کہتے ہیں۔ آپ بڑے رویم کے پوتے ہیں۔ جو کہ قرأت کی روایت نافع سے کرتے ہیں۔ آپ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ وہاں کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ فقیہ اور عالم اور داؤد اصفہانی کے مذہب پر تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ رویم اپنے آپ کو جنید رح کے شاگرد بتلاتے تھے۔ اُن کے یاروں میں سے ہیں۔ اور اُن سے بہتر ہیں۔ اور میں رویم کا ایک بال سو جنید سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ میری آنکھوں نے ہرگز کسی کو نہیں دیکھا کہ توحید میں ایسی بات کہتا ہو۔ جو رویم کہتے تھے۔ سئل رویم عن التصوف فقال هو الذی لا یملك شیئا ولا یملکه وقال له ایضاً التصوف ترك التفاضل بین الشیئین یعنے رویم سے تصوف کی بابت پوچھا گیا۔ تو کہا کہ صوفی وہ شخص ہے کہ نہ وہ کسی چیز کا مالک ہو نہ اُس کا کوئی مالک ہو۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ تصوف یہ ہے۔ کہ دو چیزوں میں زیادتی چھوڑ دی جائے۔ آخر عمر میں اپنے آپ کو دنیا میں رکھا۔ اور اس سے پوشیدہ رہے۔ لیکن اس شغل سے پردہ میں نہ تھے۔ حضرت جنید کہتے ہیں۔ کہ ہم فارغ ہو کر مشغول ہوتے ہیں۔

اور رویم مشغول ہو کر فارغ ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ رویم بزرگ ہیں۔ جو بظاہر اپنے آپ کو تونگر و سردار ظاہر کرتے تھے۔ وکیل قاضی بنتے اور گاؤ تکیہ رکھتے۔ اور بڑے ٹھاٹھ سے رہتے۔ ابو عمرو زجاج کچھ مدت جنید کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ اس کو انہوں نے کہا کہ خبردار رویم کے پاس نہ جائیو۔ جب زجاج کا ارادہ ان کے پاس جانے کا ہوا۔ تو دل میں کہا کہ بغداد سے جاؤنگا۔ اور رویم کو نہ دیکھا ہوگا۔ جب کوئی پوچھیگا۔ تو کیا عذر کرونگا۔ جنیدؒ سے پوشیدہ اُن کے پاس گئے اور اُن کو دیکھا کہ گاؤ تکیہ لگائے بڑے تزک و احتشام سے بیٹھے ہیں۔ جب خلوت ہوئی تو ایک دن ان کی چھوٹی سی لڑکی اُن کے پاس آئی۔ رویم نے ابو عمرو سے کہا کہ تیرے دوست تو یہ کہتے ہیں۔ کہ کیوں اس شغل کو نہیں چھوڑتا۔ اور ہمارے پاس نہیں آتا۔ ہم کیسے ہیں۔ کیونکہ یہ شغل بچے نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ میں ان کو پاتا ہوں جس امر کی مجھے اطلاع ہوئی ہے۔ اس سے اُن کو باخبر کرتا ہوں۔ اور اُن کو علم توحید سکھاتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جنید اور اُن کے یاروں کی نسبت کہتے تھے۔ ابو عمرو جنیدؒ کے پاس آیا۔ اور کسی نے جنید سے کہدیا تھا۔ کہ ابو عمرو رویم کے پاس گیا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے ابو عمرو سے پوچھا کہ تم نے رویم کو کیسے دیکھا۔ اُس نے کہا کہ بڑے بزرگ ہیں۔ کہا الحمد للہ۔ میں تم کو ہنسی سے کہتا تھا۔ کہ وہاں مت جانا۔ ایسا نہ ہو کہ اس میں ان کی عادت اور بناوٹ کو دیکھے اور تیری نظر میں نہ جچے۔ پھر اپنے ذخیرہ مال کو برباد کر دے۔ الحمد للہ تو نے بہت اچھا واقعی بزرگ شخص ہے۔ فتوحات میں مذکور ہے کہ رویم کہتے ہیں۔ من قعد مع الصوفیۃ وخالفہم فی شئی مما یتحققون بہ نزع اللہ نور الایمان من قلبہ یعنے جو شخص صوفیوں میں بیٹھے اور جن امور کو وہ تحقیق کر چکے ہیں۔ ان میں وہ ان کی مخالفت کرے۔ تو خدا تعالیٰ نور ایمان کو اس کے دل سے نکال لیتا ہے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے ان کو لباس و احتشام کی نسبت پوچھا تو کہا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں۔ کہ پائتابہ سر سے باندھوں اور بازار میں جاؤں۔ تب بھی مجھے کچھ خوف نہ ہوگا۔ ابو عبد اللہ خفیف ان کے پاس گئے۔ جب واپس ہوئے۔ تو رویم نے اُسکے شانہ پر ہاتھ رکھا۔ اور کہا کہ اے بیٹا ھو بذل الروح فلا تشتغل بترہات الصوفیۃ یعنے وہ روح کا خرچ کرنا ہے پس تو صوفیوں کی بیہودہ باتوں میں مشغول نہ ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ روح کا خرچ کرنا یہ نہیں کہ جہاد میں جلئے کہ تجھے مار ڈالیں بلکہ جان کا دینا یہ ہے۔ کہ اپنی جان کے لئے خدا سے نہ جھگڑے۔ جان و تن و دل اسی کے کام میں لگا دے۔ پھر

بھی اپنے اوپر اس کی باقی رکھے نہ یہ کہ تھوڑے سے رنج پر جو کہ اس کی طرف سے پہنچے شکایت کرنے لگے۔ ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اور اُن سے کہنے لگا۔ کیف حالک آپ کا مزاج کیسے ہے۔ آپ نے جواب میں کہا کیف حال من کان دینہ ھواہ وھمتہ دنیاہ لیس بصالح تقی ولا بعارف نقی یعنے اس شخص کا کیسا حال ہے جس کا دین اس کی خواہش ہو۔ اور اُس کی ہمّت اس کی دنیا ہو۔ نہ وہ نیکبخت متقی اور نہ عارف پاکیزہ ہو۔ اور یہ عیوب نفس کی طرف اشارہ ہے اور بیشک جواب میں سائل کے حال کی تحقیق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ کہ اس کو لوٹا دیا ہوتا۔ یہاں تک کہ وصف سے اپنا وجود مراد لیا اور اپنی صفت کا القاف دیا ہے وسئل رویم عن الانس فقال ان تستوحش من غیر اللہ حتی من نفسک وسئل عن المحبۃ فقال الموافقۃ فی جمیع الاحوال وانشد ؎

ولو قالت مُت مُتُّ سمعا و طاعۃ   وقلت لداعی الموت اھلا ومرحبا

وقال الرضاء استلذاذ البلوی والیقین ھو المشاھدۃ یعنے رویم سے محبت کی بابت پُوچھا تو کہا کہ تو غیر اللہ سے گھبرائے حتی کہ اپنے نفس سے اور محبت کی بابت پوچھا گیا۔ تو کہا کہ تمام حالات میں موافقت کرنا۔ اور یہ شعر پڑھا۔ اگر تو کہدے کہ مرجا تو میں بخوشی مرجاؤنگا۔ اور موت کے پکارنے والے کو خوش آمدی کہونگا۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ رضاء بلا سے لذت حاصل کرنے کا نام ہے۔ اور یقین مشاہدہ کو کہتے ہیں۔ شیخ الاسلام خراز کے بعد رویم کو بڑا سمجھتے اور جنید کے بعد نوری کو۔ رویم کہتے ہیں کہ مجھ کو بیس سال ہو چکے کہ مجھ کو کھانے کا کبھی خیال نہیں گزرا مگر جبکہ کھانا حاضر ہو جائے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ اخلاص یہ ہے کہ تیری نظر تیرے عمل سے نہ بڑھ جائے یعنے عمل کو نہ اپنی طرف سے دیکھے اور نہ اپنی طرف سے جانے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ جوانمردی یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کو ہر لغزش سے جو ان سے سرزد ہو معذور سمجھے۔ اور اُن سے ایسا معاملہ نہ برتے کہ اُن سے عذر لیا جائے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ اذا وھب اللہ لک مقالا و فعالا فاخذ منک المقال وترک علیک الفعال فلا تبال فانھا نعمۃ وان اخذ منک الفعال وترک علیک المقال فنح فانھا مصیبۃ وان اخذ منک المقال والفعال فاعلم انھا نقمۃ یعنے جب اللہ تعالی تجھ کو قول و فعل دے۔ اور تجھ سے قول لیلے۔ اور فعل کو تجھ پر چھوڑ دے (یعنی کام کرے) تو اس کی پروا نہ کر کیونکہ یہ تو نعمت ہے۔ اور اگر تجھ سے فعل لے لے۔ اور قول تجھ کو چھوڑ دے۔ (یعنی صرف باتیں بنا کرے) تو تجھے رونا چاہئے۔ کیونکہ یہ مصیبت ہے۔ اور اگر تجھ سے قول

فعل دونوں بیلے تو جان لے کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ کہ فقیر کی ایک عزت وہ اس کا سترا اور اخفا اور اس پر غیرت ہے۔ جس نے اس کو کھول دیا اور خلقت کو دکھایا تو وہ فقیر نہیں ہے۔ اور اس کو فقر میں عزت نہیں ہے۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے۔ من حکما لحکیم ان یوسع علی اخوانہ فی الاحکام ویضیق علی نفسہ فیھا فان التوسعۃ علیھم اتباع العلم والتضییق علی نفسک من حکم الورع یعنے حکیم کے اصول و حکم میں سے یہ بات ہے۔ کہ احکام میں اپنے بھائیوں پر فراخی کرے اور اپنے نفس پر ان میں تنگی کرے۔ کیونکہ ان پر فراخی علم کی اتباع ہے۔ اور اپنے نفس پر تنگی پرہیزگاری ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ ادب المسافران لایجاوز ھمہ قدمہ وحیث ما وقف قلبہ یکون منزلہ یعنی مسافر کا ادب یہ ہے کہ اس کا قصد اس کے قدم سے نہ بڑھے۔ اور جہاں کہ اس کا دل ٹھیرے وہیں اس کی منزل ہو۔ (نوٹ) میرے نسخہ میں نام یزید بن زید لکھا ہے نامی

یوسف بن الحسین رازی قدس اللہ سرہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ اور کنیت ابو یعقوب ہے۔ ملک رے اور پہاڑوں کے شیخ تھے یعنی کوہستان ہمدان۔ اپنے وقت میں صوفیوں کے امام ہوئے ہیں۔ مگر ظاہر میں ملامت کا طریق رکھتے تھے۔ لوگوں کو اپنے اوپر شور کرنے دینا۔ اور اپنی مقبولیت کو خراب کرنا۔ لوگوں کی آنکھوں میں اپنے آپ کو گرانا ان کا کام تھا۔ ذوالنون مصری رح کے شاگرد ہیں۔ ابو تراب نخشبی اور یحییٰ معاذ رازی وغیرہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابو سعید خراز کے سفر میں دوست رہے ہیں۔ ان کی بہت اچھی خط و کتابت جنید کے ساتھ رہی ہے۔ ۳۰۳ھ یا ۳۰۴ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ انتقال کے وقت آپ نے کہا تھا۔ الٰہی میں نے لوگوں کو کوشش کے ساتھ تیری طرف بلایا۔ اور جہاں تک ہو سکا اپنے پر برائی کی۔ مجھ کو ان میں سے ایک کی طفیل بخشدے۔ پھر انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے کہا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے کہا کہ وہ بات پھر کہو۔ میں نے پھر وہی بات کہی۔ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ میں نے تم کو تمہاری طفیل بخشدیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تو جانتا ہے۔ کہ یہ کیوں کہا کہ میں نے تم کو تمہاری طفیل بخشدیا۔ کیونکہ اپنے میں اور اس میں کوئی واسطہ نہ لایا۔ اس لئے کہ اس میں اور ان میں وسیلہ اور واسطہ وہی ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنے یاروں کو وصیت کی۔ کہ ایک دوسرے کے محتاج رہا کرو۔ کیونکہ جو کچھ تم کو چاہیئے وہ تم ہی سے آتا ہے۔ ان میں ترجمہ

وو سیلہ بھی یہی ہیں۔ یوسف بن الحسین کہتے ہیں۔ کہ میں ذوالنونؒ کے پاس مصر میں گیا۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو میرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مجھ کو دیکھا اور کہا۔ کہ کہاں سے آتے ہو میں نے کہا رے سے آتا ہوں۔ کہا کہ کیا زمین تجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ کہ مصر میں آیا۔ میں نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ آپ کی زیارت و خدمت کروں۔ کہا کہ دور ہو جا کیونکہ جھوٹ کہتا ہے یا خیانت کرتا ہے۔ پھر کہا یا بنی صحح حالک مع اللہ لایشغلک عنہ شاغل ولا تشغل بما یقول الخلق منک فانھم لن یغنی عنک من اللہ شیئا واذا صححت حالک مع اللہ ارشدک للطریق واقتد بسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وظاہر العلم وایاک ان تدعی فیما لیس لک فما اھلک عامۃ المریدین الا الدعاوی۔ یعنے اے میرے بچے خدا کے ساتھ اپنے حال کو درست کر۔ اور اس سے تجھے کوئی نہ روکے اور جو کچھ لوگ تیری بابت کہتے ہیں اس میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ وہ تجھے خدا کے عذاب سے کچھ فائدہ نہ دینگے۔ اور جب تو خدا سے اپنا حال درست کر لیگا۔ تو وہ تجھے سیدھا مضبوط راستہ بتلائیگا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ظاہر علم کی پیروی کر۔ اور بچ اس سے کہ ایسا دعویٰ کر بیٹھے جس کا تو اہل نہیں ہے کیونکہ اکثر مریدوں کو دعووں نے ہلاک کر دیا ہے۔ ایک دن ذوالنون مصریؒ سے وصیت کی درخواست کی۔ انہوں نے کہا ایاک وھذہ الاوراد المتصلۃ فان النفس تالفھا فانظر ما فیہ مخالفۃ نفسک من صیام او فطر فاعملھا فان فی متابعۃ النفس طاعۃ کانت او معصیۃ فتنۃ فما الفت النفس شیئا الا وفیہ بلاء وخطر یعنے بچ ان متواتر وظیفوں سے کیونکہ نفس ان سے مالوف ہو جاتا ہے پس دیکھ اس امر کو کہ جس میں نفس کی مخالفت ہو خواہ روزے ہوں یا کہ افطار ہو پس اس پر عمل کر کیونکہ نفس کی متابعت میں خواہ عبادت ہو یا گناہ فتنہ ہوا کرتا ہے۔ پس نفس کسی شے سے مانوس نہیں ہوتا مگر اس میں بلا اور خطرہ ہوتا ہے۔ اور ذوالنون نے اس کو یہ بھی وصیت کی ہے فقال لا تسکن الی مدح الناس ولا تجزع عن قبولھم وردھم فانھم قطاع الطریق واسکن الی ما یتحقق من احوالک سرا وعلانیا یعنے یہ کہا کہ لوگوں کی طرف سے تسلی نہ پا۔ اور ان کے قبول و رد سے گھبرا مت کیونکہ لوگ راہزن ہیں۔ اور جو تیرے خود حالات ظاہر باطن متحقق ہوں۔ ان سے تسلی رکھ۔ اور یوسف بن الحسین نے کہا ہے۔ الخیر کلہ فی بیت ومفتاحہ التواضع والشر کلہ فی بیت ومفتاحہ الکبر یعنے تمام نیکی ایک گھر میں ہے۔ جس کی کنجی تواضع ہے۔ اور تمام برائی ایک گھر میں ہے۔ جس کی کنجی تکبر ہے۔ یوسف بن حسین

کہتے ہیں کہ جب میں ذوالنون سے جدا ہوا۔ تو میں نے کہا کہ مجھے وصیت کیجئے تو کہا کہ اپنے تن کو خلقت کے رنج وتکلیف سے دریغ نہ کر اور جہاں تک ہو سکے۔ اپنے دل کو خدا کے سوا خالی نہ رکھ۔ اور خدا کے حکم کی عزت کر تاکہ وہ تیری عزت کرے (مترجم) میرے نسخہ میں نام یوسف بن لاذری ہے (جامی)

عبداللہ بن حاضر قدس اللہ روحہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ یوسف بن الحسین کے ماموں ہیں۔ متقدمین مشائخ میں ہیں۔ ذوالنون کے ہمعصر اور اُن سے بہتر ہیں۔ یوسف بن حسین کہتے ہیں۔ کہ میں مصر سے ذوالنون کے پاس سے آیا تھا اور رَے کی طرف متوجہ ہوا۔ جب بغداد میں پہنچا۔ تو میرے ماموں عبداللہ حاضر وہاں موجود تھے۔ اور حج کو جانا چاہتے تھے۔ میں ان کے پاس گیا مجھے کہا کہ کہاں سے آتا ہے۔ میں نے کہا مصر سے آتا ہوں۔ اور رَے کو جاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے کچھ وصیت کرو کہنے لگے کہ تم قبول نہ کرو گے میں نے کہا کہ شائد قبول کروں۔ کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم قبول نہ کرو گے۔ میں نے پھر کہا شاید قبول کروں۔ کہا کہ جب رات ہو جائے۔ تو اپنی دونوں کتابوں کو جو کچھ ذوالنون کا لکھا ہوا ہے ان سب کو دجلہ میں ڈال دے۔ میں نے کہا کہ سوچوں گا۔ اس رات مجھے اس اندیشہ کے مارے نیند نہ آئی۔ اور یہ بات میرے دل سے نہ گئی۔ کہنے لگے کہ میں نے کہا نہ تھا۔ کہ تم میری وصیت قبول نہ کرو گے۔ میں نے کہا کچھ اور کہئے۔ کہا کہ وہ بھی نہ مانو گے۔ میں نے کہا کہ مانونگا۔ کہا جب رَے میں جانا تو یہ نہ کہنا کہ میں نے ذوالنون کو دیکھا ہے۔ اور اس سے بازار نہ بنانا (یعنی اپنی رونق نہ کرنا) یوسف نے کہا کہ خیر میں اس کو بھی سوچوں گا۔ تمام رات سوچتا رہا۔ اور یہ بات مجھ کو پہلی بات سے زیادہ ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ دوسرے روز میں نے اُن سے کہا کہ یہ بات مجھے سخت ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ کہنے لگے کہ میں نے تمہیں نہ کہا تھا۔ کہ میری بات نہ مانیگا۔ آخر کہا کہ میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں کہ تجھ کو وہ ضرور ماننا پڑے گی۔ میں نے کہا کہ کہئے۔ کہا جب گھر میں واپس جائے۔ تو لوگوں کو اپنی طرف نہ بُلا۔ اس وجہ سے کہ میں اُن کو خدا کی طرف بُلاتا ہوں۔ اور ایسا رہو کہ ہمیشہ خدا تعالےٰ تجھے یاد رہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ اے موسیٰ ایسا کر کہ ہمیشہ تیری زبان میری یاد میں رہے۔ اور جہاں تو رہے تیرا گزر مجھ پر ہو۔ ابو عبداللہ بناجی نے یوسف بن الحسین سے کہا کہ جہاں بھوں سے

خالی ہو گیا ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو سچ کو تمام حالات میں ضروری عمل نہیں لا۔ اور یہ جان کہ جب تک خلائق کا مردود نہ ہو گا تو مردوں کے گروہ میں یہ راہ نہ پائیگا۔ اور ان کا مرتبہ تجھے نہ ملیگا۔ اور تعلقات کو جب تک نہ چھوڑ یگا خدا کے خالص بندوں میں نہ ہو گا۔ یوسف بن حسین کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو جس قدر ابوعبداللہ بناجی کی بات نے نفع پہنچایا ہے۔ اس قدر کسی کی بات نے نہیں پہنچایا۔ کیونکہ اس نے مجھ کو نام آوری کے دور کرنے کے لئے اشارہ کیا۔ جس کو میں نے قبول کر لیا۔

ثابت خباز (نان بائی) رحمۃ اللہ

آپ بڑے مشائخ میں ہیں۔ جنید اور رویم کے ساتھ رہے ہیں۔ اور صوفیوں کا طریق ان سے سیکھا ہے ہمیشہ اُن کی باتیں کہتے رہے ہے۔

ابو ثابت رازی رحمۃ اللہ

آپ علماء اور قاریوں اور فقراء میں بڑے مشہور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ایک بچہ کو قرآن پڑھاتا تھا۔ اتنے میں یوسف بن حسین کا وہاں گذر ہوا۔ مجھ کو کہنے لگے کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ مخنث کو قرآن پڑھاتا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ سبحان اللہ چھوٹے لڑکے بہشتی کو ایسی بات کہتا ہے کہ مدت نہ گذری کہ اس لڑکے کو میں نے مخنثوں کے ساتھ دیکھا۔ میں اُن کی خدمت میں گیا۔ اور ان کا مرید ہو گیا۔

سمنون بن حمزہ المحب الکذاب قدس اللہ سرہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ اور امام المحبۃ ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے کہتے ہیں کہ ابوالقاسم نے اپنا لقب کذاب رکھا ہوا تھا۔ جب تک کذاب نہ کہتے نہ دیکھتے علم محبت میں یکتا تھے اور تمام عمر محبت کی باتیں کہتے رہے سری سقطی محمد بن علی قصاب ابو احمد قلانسی کے پاس رہے ہیں۔ جنید اور نوری کے ہمعصر ہوئے ہیں اور جنید سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ان کے بعد انتقال ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بندہ جب تک تمام

جہاں پر اپنی بُرائی ظاہر نہ کرے ۔ اس کی محبت صاف نہیں ہوتی ۔ اور یہ بھی اُس نے کہا ہے ۔ اول وصال العبد للحق هجرانه لنفسه واول هجران العبد للحق واصلته لنفسه یعنے بندہ کا خدا سے پہلا وصال اپنے نفس کو چھوڑ دینا ہے ۔ اور بندہ کا خدا سے پہلا فراق اپنے نفس سے ملنا ہے ۔ ایک دن سمنون کو لوگوں نے دجلہ کے کنارہ پر دیکھا ۔ کہ لکڑی کی شاخ اپنی ران پر مارتے تھے اور اُن کی ران زخمی ہو گئی تھی جس سے خون بہتا تھا ۔ لیکن اُن کو خبر تک نہ تھی ۔ اور یہ شعر پڑھتے تھے ؎

کان لی قلب اعیش به — ضاع منی فی تقلبه

رب فاردده علی فقد — ضاق صدری فی تطلبه

واغث مادام لی رمق — یا غیاث المستغیثین به

یعنے میرا ایک دل تھا ۔ کہ جس سے میری زندگی تھی اور وہ پلٹا کھا کر ضائع ہو گیا اے پروردگار اس کو پھر لوٹا دے ۔ کیونکہ میرا سینہ اس کی طلب میں تنگ ہو گیا ہے اور جب تک مجھ میں جان باقی ہے اے فریاد والوں کے فریاد رس میری فریاد پوری کر ۔ کہتے ہیں کہ ایک روز سمنون نے یہ دو شعر پڑھے ؎

ترید منی اختبار سری — وقد علمت المراد منی

ولیس لی فی سواک حظ — فکیف ماشئت فاختبرنی

یعنے تو میرے دل کے بھید کا امتحان لیا چاہتا ہے ۔ حالانکہ تو میرے مقصود کو جانتا ہے ۔ اور مجھ کو تیرے سوا اور کسی میں حصہ نہیں ہے ۔ پس جس طرح چاہے میرا امتحان لیلے ۔ اسی وقت اس کو قید کر کے امتحان لیا گیا ۔ مگر وہ گھبرایا نہیں بلکہ صبر کیا ۔ اس رات اس کے چند دوستوں نے اُن کو خواب میں دیکھا کہ وہ دعا و عاجزی کر رہے ہیں ۔ خدا تعالےٰ سے شفا چاہتے ہیں ۔ جب سمنون نے جان لیا کہ اس سے مقصود عبودیت کے آداب کی تعلیم ہے ۔ اور اظہار عجز ہے نہ حال کا چھپانا ۔ تب مکتبوں کے گرداگرد چکر لگاتے تھے ۔ اور بچوں سے کہتے تھے ۔ ادعوا عمکم الکذاب یعنے دعا مانگو اپنے جھوٹے چچا کے لئے ۔ ایک شخص نے ان کو دیکھا کہ سر نیچے کیا ہوا ہے ۔ بعد ایک گھڑی کے سر کو بلند کیا ۔ اور آہ سرد نکالی ۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

تذکرت الفواد علیاء یعاد — وشروت نومی فصالی رقاد

یعنے تونے میرے دل کو بیمار کر رکھا ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے ۔ اور بھگا دیا تونے میری نیند کو سو مجھ کو اب نیند نہیں آتی ۔ ابو احمد قلانسی کہتے ہیں سمنون کا ورد وظیفہ ہر رات دن میں پانسو رکعت نماز تھی ۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں ۔ کہ ایک مرد نے بغداد میں فقراء پر چالیس ہزار درم تقسیم کئے سمنون نے کہا ۔ کہ اے ابو احمد ہم کو اس خرچ کے لینے کی جرأت نہیں ہے اُٹھ تاکہ گوشہ میں چلے جائیں ۔ اور ہر درم کے بدلے ایک رکعت نماز پڑھیں ۔ پس ہم مدائن میں گئے اور چالیس ہزار رکعت نماز پڑھی ۔ ایک شخص غلام الخلیل ریاکار تھا ۔ اس نے خلیفہ کے سامنے اپنے آپ کو صوفی مشہور کر رکھا تھا ۔ اور ہمیشہ خلیفہ کے کان میں مشائخ اور درویشوں کی بُری باتیں پہنچاتا رہتا تھا ۔ تاکہ یہ متروک ہوں ۔ اور اس کا اعتبار بڑھ جائے ۔ ایک دن ایک عورت کی آنکھ سمنون پر پڑی ۔ اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا ۔ سمنون نے کچھ توجہ نہ کی ۔ وہ عورت جنید کی خدمت میں گئی ۔ اور کہنے لگی ۔ کہ سمنوں سے کہئے کہ وہ مجھ سے نکاح کرلے ۔ جنید کو یہ بات ناگوار گزری اور اس کو جھڑک دیا ۔ وہ عورت غلام الخلیل کے پاس گئی ۔ اور جیسا کہ عورتوں کا قاعدہ ہے سمنون پر تہمت لگائی ۔ غلام الخلیل نے اس بارہ میں کوشش کی ۔ اور خلیفہ کو اُن سے بھڑکا دیا ۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر ڈالیں ۔ جب جلاد کو بلایا گیا اور اُس نے چاہا کہ ان کے قتل کا حکم ملے ۔ بادشاہ کی زبان پکڑی گئی ۔ پھر اس میں تاخیر کی ۔ رات کو خلیفہ کو خواب میں دکھلایا گیا ۔ کہ تیرے ملک کا زوال اس کے قتل میں ہے ۔ اگلے دن ان کو بلایا اور عذر کیا ۔ وانشد ابو فراس لسمنون المحب ؎

وکان فوادی خالیا قبل حبکم ۔۔۔ وکان بذکر الخلق یلھو و یمزح

فلما دعا قلبی ھواک اجابہ ۔۔۔ فلست اراہ عن فنائک یبرح

رمیت ببین منک ان کنت کاذبا ۔۔۔ وان کنت فی الدنیا بغیرک افرح

وان کان شئی فی البلاد باسرھا ۔۔۔ اذا غبت عن عینی بعینی یملح

فان شئت واصلنی وان شئت لا تصل ۔۔۔ فلست اری قلبی بغیرک یصلح

یعنے تمہاری محبت سے پہلے میرا دل خالی تھا ۔ اور لوگوں کی یاد میں کھیلتا اور خوش طبعی کرتا رہتا تھا لیکن جب میرے دل کو تمہاری محبت نے بلایا ۔ تو اُس نے مان لیا ۔ اب میں گمان نہیں کرتا ۔ کہ وہ تیرے گھر کے صحن سے چلا جائے ۔ اگر میں جھوٹا ہوں ۔ اور تیرے بغیر خوش ہوتا ہوں تو تیری جدائی کا تیر مجھے لگے ۔ اور اگر میری آنکھوں سے تو غائب ہو جائے ۔ اور

شہروں کی تمام چیزوں میں میری آنکھ میں بھلی معلوم ہوں تو پھر تیرا اختیار ہے چاہے مجھ سے ملاپ کرے اور چاہے نہ ملے کیونکہ میرا دل تیرے سوا کسی کے لائق ہی نہیں۔ پس نہ میں غیر کو چاہونگا۔ اور تو مجھ سے فراق کرے گا +

زہرون مغربی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ طرابلس کے رہنے والے ہیں اور مظفر کرمان شاہی کے ہمزمان ہیں۔ دونوں ملکہ مکہ معظمہ گئے ہیں۔ زہرون آگے چلتے تھے۔ اور مظفر ان کے پیچھے۔ اور سیدہ مظفر کی بیوی ان سب سے پیچھے چلتی تھیں۔ اور یہ تینوں مکہ میں فوت ہوئے ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ابوعبداللہ ام مغربی کہتے ہیں۔ کہ میں نے زہرون کی طرح کوئی جوانمرد نہیں دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ایک درویشوں کی جماعت کے ساتھ باہر سیر کو گئے۔ یہ دو بیت پڑھے گئے ؎

وسنا برق نفی عنی الکری لم یزل یلمع لی من ذی طوی
منزل سلمی بہ نازلتہ طیب المساحۃ معمور الفناء

یعنے روشنی چمکی اور اس نے میری نیند دور کر دی۔ اور وہ ذو طوی سے ہمیشہ چمکتی تھی۔ وہ مقام ہے جہاں کہ سلمی اُتری تھی جس کا میدان عمدہ ہے اور اُس کا گرداگرد آباد ہے اُنہوں نے یہ اشعار سُن کر شور مچایا۔ اور چند نعرے مارے اور واپس ہوئے۔ اور کہا کہ میں نے اپنی سیر کر لی +

عروہ بن الوثابیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو الاصبع ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ احمد ابی الحواری کو میں نے دیکھا تھا۔ کہ وہ مکہ اور شام کے شیخ تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا اُنہوں نے کہا حاسبونا فدققوا ثم منوا فاعتقوا یعنے میرا ذرہ ذرہ حساب لیا گیا۔ پھر احسان کیا۔ اور معاف کر دیا +

میمون مغربی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

ھو من اھل المغرب وکان من السیاحین وھو من قدماء المشائخ وکان یرافق

ابا موسیٰ الدبیلی فی الاسفار وکان صاحب کرامات وایات یعنے آپ مغربی تھے سیّاح تھے۔
اور بڑے مشائخ میں تھے۔ ابو موسیٰ دبیلی کے ساتھ ہیں سفروں میں رہے تھے۔ اور کرامات ونشانات
والے تھے۔ آپ سیاہ رنگ کے تھے۔ اور جب سماع میں ہوتے تو سفید رنگ ہو جاتا تھا
لوگوں نے کہا کہ سماع میں آپ کا حال بدل جاتا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر تم بھی وہ بات جانو
جو میں جانتا ہوں تو تمہارا حال بھی بدل جائے۔ وحکی انہ کان معہ جراب کلما اراد
شیئاً ادخل یدہ فیہ واخرجہ منہ یعنے کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک تھیلی تھی جب کسی
شئے کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھ کو اس میں داخل کرتے اور اس سے نکال لیتے ۔

سعدون مجنون رحمۃ اللہ

عطا بن سلیمان کہتے ہیں۔ ایک دفعہ بصرہ میں قحط پڑا تھا۔ اور لوگ نماز استسقا کے لئے باہر
گئے تھے۔ اور میں ان کے ساتھ تھا۔ قبرستان میں میں نے دیکھا تو سعدون مجنون کو قبرستان
کے چہار طاق میں بیٹھے ہوئے پایا۔ وہ اپنے گھٹنے پر ہاتھ مارتے تھے۔ اور کچھ اپنے سے باتیں
کر رہے تھے۔ میں ان کے سامنے گیا۔ اور ان کو سلام کہا۔ انہوں نے کہا۔ علیک السّلام
عطا من کشف عنک الغطا یعنے اے عطا تم پر سلام ہو۔ تم سے کس نے پردہ کھول دیا ہے
پھر کہا کہ یہ کیسا ہجوم ہے۔ نفخ فی الصور ام بعث من فی القبور یعنے صور پھونکا گیا ہے یا
مُردے قبروں سے اٹھے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ نماز استسقا کے لئے آئے ہیں۔ کیونکہ
قحط پڑ گیا ہے۔ کہا کہ تم بھی ان کے ساتھ آئے ہو۔ میں نے کہا ہاں بقلب سماوی ام بقلب
خاوی یعنے آسمانی دل کے ساتھ آیا ہے۔ یا خالی دل کے ساتھ۔ پھر کہنے لگے کہ تم چاہتے ہو۔ کہ
میں بھی پانی مانگوں۔ میں نے کہا کیوں نہیں چاہتا۔ کہا حذا و نذا تجھ کو اس کل کی رات کے
راز کی قسم ہے۔ اتنے میں بارش شروع ہو گئی۔ کہا۔ اے عطا جب تک تجھ کو نہ ماریں
اس کوچہ سے نہ پھرنا ۔

عطا بن سلیمان رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ بصرہ کے زاہدوں میں سے ہیں۔ اپنے وقت کے بزرگ ہوئے ہیں۔ ایک دن
بیمار تھے اور دھوپ میں پڑے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ سایہ میں کیوں نہیں سوتے۔ کہا کہ میں

چاہتا ہوں کہ سایہ میں آؤں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ نہ کہیں کہ اپنے نفس کے آرام میں پڑ گئے ہو۔

علی بن سہل بن الاظہر اصفہانی رحمۃ اللہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ اصفہان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ محمد بن یوسف بنا کے شاگرد ہیں۔ اور جنیدؒ کے ہمعصر ہیں۔ اور اُن کی آپس میں خط وکتابت رہی ہے۔ ابوتراب نخشبی کی صحبت میں رہے ہیں۔ وکان لہ ریاضتہ عظیمہ ربما کان امتنع عن الاکل والشرب عشرین یوماً یبیت فیھما قائماً ھائماً بعد ان کان نشوہ نشوابناء النعمۃ والمترفین۔ آپ بڑی ریاضت والے تھے۔ بسا اوقات بیس بیس دن تک کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔ اور کھڑے ہوئے حیران رہ کر رات کاٹا کرتے تھے۔ اور نشو نما آپ کا بڑی نعمت اور ناز پروردہ لڑکوں کا سا ہوا تھا۔ آپ کہتے ہیں۔ ما احتلمت قط الا بولی و شاھدین یعنے خواب میں مجھے احتلام اسی صورت میں ہوا ہے۔ کہ ولی اور دو گواہ موجود ہوئے ہیں۔ (یعنے خواب میں بھی شرعی طور پر نکاح کے بعد صورت جماع ہوئی ہے۔ نہ عام قاعدہ کے موافق۔ ایک دفعہ عمرو بن عثمان مکی پر مکہ میں تیس ہزار درہم قرض ہوگیا۔ اصفہان میں علی سہل اصفہانی کے پاس آئے تاکہ وہ کچھ اُن کی مدد کریں۔ علی سہل نے اُن کا قرضہ معلوم کیا۔ جس قدر تھا۔ سب مکہ بھیجدیا۔ اور اس کو خبر تک نہ کی۔ پھر ان پر مہربانی کی اور روانہ کردیا۔ وہ واپس تو جاتے تھے مگر قرض کے فکر میں تھے۔ جب مکہ میں پہنچے تو دیکھا۔ کہ اس کا قرضہ ادا ہو چکا تھا۔ تب اُن کو آرام آیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ علی سہل نے ایسا کیوں کیا تھا۔ عذرخواہی اور پھر شکر کرنے کے خوف سے کیونکہ کوئی آزاد شخص ایسا نہیں کرسکتا۔ علی بن سہل کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس گروہ کو درویش نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ لوگ ان لوگوں میں سے زیادہ تونگر ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے جو دنیا داروں کو عمدہ عمدہ لباس دیا ہے۔ تو درویشوں کو لباس میں رونق دی ہے۔ پاکیزہ کھانا دیا۔ اور کھانے کی لذتؔ بھی درویشوں ہی کو دی ہے۔ اور علی نے یہ بھی کہا ہے۔ اعاذنا اللہ وایاکم من

ؔ کیونکہ یہ لوگ خوب بھوک کے وقت کھاتے ہیں۔ تو ایسے وقت خواہ مخواہ کوئی کھانا کھاؤ لذیذ معلوم ہوگا بخلاف امیروں کے کہ بلا اشتہا کھاتے ہیں۔ انہیں عمدہ کھانا بھی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مترجم ۱۲

محمد غرور حسن الاعمال مع فساد بواطن الاسرار یعنے ہم کو اور تم کو خدا تعالےٰ ہمارے اچھے اعمال کے دھوکے سے اور باطنی حالات کے فساد سے پناہ میں رکھے۔ اور یہ بھی اُنھوں نے کہا ہے التصوف التبری عن دونہ والتخلی عمن سواہ یعنے تصوف اس کا نام ہے۔ کہ ماسوائے اللہ سے بیزاری اور علیحدگی ہو جائے۔ توحید کی حقیقت ان سے دریافت کی گئی تو کہا۔ قریب من الظنون بعید من الحقائق یعنے وہ گمان کے ساتھ تو قریب ہے۔ لیکن حقیقت کے لحاظ سے دُور ہے اور بعض کا یہ شعر پڑھا ہے

فقلت لاصحابی ھی الشمس ضوءھا قریب ولکن فی تناولھا بعد

یعنے میں نے اپنے یاروں سے کہا۔ کہ وہ محبوب آفتاب ہے جس کی روشنی تو قریب ہے۔ لیکن اس کا پالینا دور اور مشکل ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ علی سہل سے پوچھا گیا۔ کہ قالوا بلی کا دن یاد ہے۔ کہا کیوں یاد نہیں۔ گو یا وہ کل تھا۔ اور بعض اس بات کو ابو جعفر محمد بن فاذہ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ جو کہ محمد بن یوسف البنا کے شاگرد ہیں۔ جیسا کہ سیر السلف کتاب میں مذکور ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ یہ بات ان دونوں بزرگوں سے ہوئی ہو۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ کسی راوی کو سہو ہو گیا ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس کلام میں نقص ہے۔ صوفی کو کل گزشتہ اور کل آئندہ کیا ہے۔ اُس دن کی ابھی رات نہیں ہوئی۔ اور صوفی بھی اسی دن میں ہے۔ وکان علی بن سہل یقول لیس موتی کموت احدکم انما ھو دعاء واجابتہ ادعی فاجیب فکان کما قال یوما قاعدا فی جماعۃ فقال لبیک ووقع میتا یعنی علی بن سہل کہتے ہیں کہ میری موت تمہاری موت کی سی نہیں۔ وہ صرف پکارنا اور قبول کرنا ہے۔ سو ایسا ہی ہُوا۔ وہ ایک روز جماعت میں بیٹھے تھے۔ کہ اتنے میں کہا لبیک یعنے حاضر ہوں اور مُردہ ہو کر گر پڑے۔

محمد بن یوسف معدن البنا قدس اللہ سرہٗ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے کہتے ہیں کہ تین ہزار شیخ سے حدیث کی کتابت کی تھی۔ بعد ازاں خلوت اور انقطاع تعلق کا ارادہ اُس پر غالب ہُوا۔ اور مکہ معظمہ کے سفر کے ارادہ سے نکلے۔ اور جنگل کو تنہائی کے قدم سے قطع کیا۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ دن کو معماری کے کام میں لگے رہتے۔ جو کچھ اُس سے محنت ملتی کچھ تھوڑی اس میں سے اپنے لیے رکھتے۔ اور باقی فقراء پر صدقہ کر دیتے۔ اور باوجود کسب اور عمل کے ہر روز ایک ختم قرآن شریف کا کرتے

جب عشا کی نماز پڑھ لیتے پہاڑ کی طرف جاتے اور صبح تک وہیں رہتے۔ اور اکثر یہ کہتے خداوندا یا تو مجھ کو اپنی آشنائی اور پہچان و معرفت نصیب کر، یا پہاڑ کو حکم دے۔ کہ مجھ پر گر پڑے۔ کیونکہ تیری آشنائی اور معرفت کے بغیر میں زندگی نہیں چاہتا۔ اُنہوں نے کہا ہے۔ جب میں مکہ میں آیا تو دیکھا۔ کہ بزرگ لوگ مقام ابراہیم میں بیٹھے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا قاری نے پڑھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میرے دل میں کچھ خیال آیا اور چلا اٹھا۔ اُن بزرگوں نے قاری سے کہا۔ ذرا چُپ رہنا۔ پھر مجھے کہنے لگے۔ اے جوان تجھے کیا ہوا کہ ابھی قاری نے ایک آیت بھی نہیں پڑھی تھی۔ کہ چلا اٹھا۔ میں نے کہا باسمہ قامت السمٰوٰت والارض و باسمہ قامت الاشیاء وکفی بسم اللہ یعنے اس کے نام سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ اور اسی کے نام سے تمام چیزیں قائم ہیں۔ اور بسم اللہ کا سماع کافی ہے۔ تمام بزرگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ کو اپنے درمیان بٹھا لیا۔ اور میری عزت کرنے لگے۔ اور یہ بھی وہ کہتے ہیں کہ میں بہت دعا مانگا کرتا تھا۔ کہ خدایا میرے دل کو اپنی واقفیت و معرفت دے یا میری جان لے لے۔ کیونکہ تیری معرفت کے بغیر مجھ کو جان کی حاجت نہیں ہے۔ پھر میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے۔ کہ اگر یہ چاہتا ہے۔ تو ایک مہینہ روزے رکھ۔ اور کسی سے بات نہ کہو۔ پھر زمزم پر آنا۔ اور اپنی حاجت مانگنا۔ جب مہینہ پورا ہو گیا۔ تو میں زمزم پر آیا اور دعا مانگی۔ ہاتف نے زمزم کے کنوئیں سے مجھ سے کہا۔ یا ابن یوسف اختر من الامرین واحد ایہما احب الیک العلم مع الغنی والدنیا ام المعرفۃ مع القلۃ والفقر۔ یعنے اے ابن یوسف دو باتوں میں سے ایک بات پسند کر لے جو تم کو زیادہ پیاری ہو علم (ظاہری) غنا اور دنیا کے ساتھ یا معرفت الٰہی تھوڑے مال اور فقر کے ساتھ۔ میں نے کہا المعرفۃ مع القلۃ والفقر یعنے معرفت تھوڑے مال اور فقر کے ساتھ چاہتا ہوں۔ پس چاہ زمزم سے یہ آواز آئی۔ قد اعطیت قد اعطیت یعنے بیشک تم کو یہی دیا گیا یہی دیا گیا کہتے ہیں کہ جنید قدس سرہٗ اُن کے فضل و کمال کے قائل تھے۔ جو خط کہ جنیدؒ نے شیخ علی بن سہل اصفہانی کو لکھا تھا۔ اس میں یہ لفظ تھے۔ سل شیخک ابا عبد اللہ ما الغالب علیک یعنے اپنے شیخ ابو عبد اللہ سے سوال کر۔ کہ تجھ پر کیا چیز غالب ہے۔ پس علی بن سہل نے اپنے شیخ سے سوال کیا۔ تو شیخ نے (کسی خادم سے) کہا کہ اس کو لکھ دے واللہ غالب علی امرہ کہ اللہ ہی اپنے امر پر غالب ہے +

محمد بن فاذہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ محمد یوسف بنا کے شاگرد ہیں۔ کان مجتھدا قویا فی العبادۃ سخیا فی البذل دا لعطیعۃ یعنے عبادت میں بڑے قوی اور محنتی تھے بخشش اور دینے میں سخی تھے۔ ہر روز تین قرآن ختم کرنا اُن کا وظیفہ تھا۔ باپ سے بہت مال ورثہ میں ملا تھا۔ برسوں تک محمد یوسف اور ان کے عیال پر خرچ کرتے اس طرح کہ ان کو معلوم نہ ہوا۔ ایک دوست کو کہہ رکھا تھا۔ کہ ان کی ضروریات خرید کر ان کے مکان پر بھیجدیا کرو۔ اور اس کو کہہ رکھا تھا۔ کہ کسی کو خبر نہ کرنا جب کئی سال اس پر گذر گئے۔ تو محمد یوسف نے اس کے دوست کو بڑے اصرار سے پوچھا کہ کہو۔ کون شخص ہے کہ جو میرے عیال کا خرچ برداشت کرتا ہے۔ اُس نے کہا۔ محمد بن فاذہ۔ انھوں نے کہا۔ جزاہ اللہ عنی بافضل الجزاء۔ خدا اس کو میری طرف سے عمدہ جزا دے۔ ایک دوست جاڑوں میں محمد بن فاذہ کے پاس آیا۔ اور ان کو دیکھا کہ ایک ہی پیراہن میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہا اے ابو جعفر آپ کو سردی معلوم نہیں ہوتی۔ کہا اپنا ہاتھ لا اور کہو لا الہ الا اللہ میں نے اپنا اُس کے پیراہن کے نیچے کیا۔ اور کہا لا الٰہ الا اللہ سو میں نے دیکھا کہ گرمی سے وہ پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔

سہل بن علی مروزی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ہی تھے کہ عبد اللہ مبارک کے گھر پہ گئے۔ تو کہا کہ یہ لونڈیاں آراستہ کرکے کوٹھے پر کیوں چڑھا رکھی ہیں۔ اُن کو نیچے کیوں نہیں بلاتے ہو۔ ابن مبارک نے کہا۔ کہ ایسا ہی کرونگا جب وہ باہر نکل گئے تو ابن مبارک نے کہا۔ جلدی دوڑو اور اس کو ملو۔ کیونکہ ابھی وہ فوت ہو جائینگے۔ جن کو اُس نے میرے محل پر دیکھا۔ وہ حوریں تھیں۔ کہ بہشت سے اُس کے لئے بھیجی گئی تھیں۔ ورنہ میرے کوٹھے پر کوئی نہ تھا۔ اور وہ جھوٹ نہیں بولے جب وہ گھر سے باہر گئے اُسی وقت جان دیدی۔ سہل علی مروزی کو پوچھا گیا۔ کہ خدا کی مہربانیوں میں سے جو بندہ پر ہوتی ہیں۔ سب سے بڑھ کر کونسی ہے۔ کہا کہ دل کی فراغت۔ مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحۃ والفراغۃ یعنے دو نعمتیں ہیں کہ جس میں بہت سے لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ یعنی قدر نہیں کرتے۔ ایک صحت دوم

دل کی فراغت۔ اور سہل یہ بھی کہتے ہیں۔ الفراغ بلاء من البلایا یعنی فراغت بلاؤں میں سے ایک بلا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جس شخص پر تقوے غالب نہ ہو اُس کو شغل فراغت سے بہتر ہوتا ہے تاکہ فراغت سے اُس پر بلا نہ آئے۔ لیکن جو شخص کہ متقی پرہیز گار اور صاحب دل ہے تو اُس کے لئے فراغت ایک بے بہا ملک ہے۔ اور دل کی فراغت خدا کی صحبت کا گھر ہے۔ اور درویش نادار اس کام کے لائق ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں جو شخص کہ پختہ ارادہ نہیں رکھتا۔ وہ ترقی نہیں کرسکتا +

علی بن حمزہ اصفہانی حلاج رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ حسین منصور کی طرح حلاج نہ تھے۔ محمد بن یوسف بنا کے اصفہان میں شاگرد ہوئے ہیں۔ علی بن حمزہ کہتے ہیں کہ میں ایک مدت تک محمد یوسف بنا کے پاس اصفہان میں رہا ہوں۔ اور اُن کے ساتھ نشست برخاست کی ہے۔ اور حلال کھانے کے علم کے بارہ میں بہت کچھ کہا کرتے میں اُن کی حکایات لکھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں اُن کے پاس سے حج کو گیا۔ اور بصرہ میں پہنچا۔ اتنے میں محمد بن یوسف کے انتقال کی خبر مصر میں پہنچی۔ مجھ کو اتنا غم ہوا۔ کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا کہ میں اصفہان میں جا نہیں سکتا۔ پھر بصرہ میں سہل تستری کے شاگردوں کے پاس رہا۔ یہ لوگ اس کی باتیں کیا کرتے۔ اور اُس کی خبریں دیا کرتے جو بات مجھے اچھی معلوم ہوتی۔ میں کہتا کہ میں آپ پڑھ ہوں مجھے یہ لکھدو۔ ایک دن پانی کے کنارے پر میں طہارت کرتا تھا جو کچھ لکھا ہوا تھا میری آستین سے پانی میں گر گیا۔ اور خراب ہو گیا۔ مجھ کو اس دراز مدت کی محنت پر بڑا رنج ہوا۔ اس رات سہل تستری کو میں نے خواب میں دیکھا مجھ کو کہتے ہیں۔ اے مبارک تم اس لئے رنجیدہ ہوئے ہو کہ تمہارا دفتر پانی میں گر گیا۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ اے اُستاد کہا کہ کیوں ان باتوں کا حق اور خدا کا حق اور اس کے دوستوں کا حق اپنے سے طلب نہیں کرتا۔ میں نے کہا کہ اے اُستاد۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں میں اس بات میں تھا کہ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا۔ کہ آپ تشریف لاتے ہیں۔ اور اصحاب صفہ میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ ہے۔ جب میں نے حضورؐ کو دیکھا تو خوشی کے مارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑا مجھے دیکھکر آپ مسکرائے۔ اور فرمایا۔ کہ اس صدیق یعنے سہل تستری کو کیوں نہیں کہتا۔ کہ اس گروہ کی

دوستی اور یہ باتیں عین حقیقت ہیں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ سہل سے یہ بات فرمائیں سہل نے کہا۔ یا رسول اللہ میں خدا سے استغفار کرتا ہوں ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور میں خوشی سے جاگ اٹھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کام کی دوستی یہ کام ہے۔ نزدیک ہے کہ اس کام پر انکار کرنا یہ کام ہو۔ کیونکہ حقیقت سے کوئی چیز مجاز تک نہیں جاتی۔ غلام الخلیل آخر عمر میں مجذوم ہو گیا۔ اس گروہ کے بزرگوں میں سے ایک نے سُنا تو کہا کہ ایک نارسیدہ متصوف نے اپنا ارادہ اس میں کیا ہے لیکن اچھا نہیں کیا۔ کہ وہ اس گروہ سے جھگڑتا ہے کبھی کبھی ان کے اعمال اُس تک پہنچتے ہیں۔ خدا اس کو شفا دے۔ یہ بات غلام الخلیل سے لوگوں نے کہی۔ غلام الخلیل نے اس سے توبہ کی۔ اور جو کچھ اس کے پاس تھا۔ وہ مشائخ کے پاس بھیجدیا۔ انہوں نے قبول نہ کیا دیکھ کہ اس گروہ کے انکار نے اس مرد کو توبہ تک پہنچایا۔ جو شخص کہ اقرار کرتا ہوگا۔ وہ خود کیسا ہوگا +

علی بن شعیب سقا قدس اللہ سرہ

آپ حیرہ سے نیشا پور میں آئے۔ اور ابو حفص کے ساتھ صحبت رکھی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے پچپن حج کئے تھے سب حجوں میں نیشا پور ہی سے احرام باندھتے تھے۔ اور ہر میل پر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ کیسی نماز ہے کہا۔ لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ یعنے تاکہ حاضر ہوں اپنے نفع کے لئے۔ یہ میرا حج سے نفع ہے جو خدا سے حاصل ہوتا ہے۔ اور خدا کی حضوری میں ان کا خوف کھانا۔ اور خودی سے تیرہ دن تک جنگل میں غائب ہونا۔ یہ سارا قصہ ابو حمزہ بغدادی کے احوال میں گذر چکا ہے +

علی بن موفق بغدادی رحمۃ اللہ

آپ عراق کے قدیمی مشائخ میں سے ہیں۔ بہت سے سفر کئے ہیں۔ اور ذوالنون مصری کو دیکھا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ان کے جو ہنر حج شمار کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حج کیا تو دل میں افسوس سے کہتے تھے کہ میں جاتا اور آتا تو ہوں۔ مگر نہ میرا دل ہے نہ وقت ہے پھر کیا کرتا ہوں۔ حق سبحانہ خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ اسکو فرماتا ہے اے موفق کے فرزند تو اپنے گھر میں جسکو نہیں چاہتا تیں بُلاتا ہیں اگر میں بھی نہ چاہتا تو نہ بلاتا۔ اور نہ لاتا۔ انہوں نے کہا ہے خداوندا اگر میں دوزخ کے خوف

سے تیری عبادت کرتا ہوں تو مجھ کو دوزخ میں ڈالیو اور اگر بہشت کی امید پر عبادت کرتا ہوں تو مجھے ہرگز وہاں جگہ نہ دیجو۔ اور اگر محبت کی وجہ سے عبادت کرتا ہوں تو ایک دیدار مجھے کرا دینا پھر جو چاہے کیجو۔

ابو احمد قلانسی قدس اللہ تعالےٰ روحہٗ

آپ پُرانے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کا نام مصعب بن احمد بغدادی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ دراصل مرو کے رہنے والے ہیں۔ جنید اور رویم کے ہمزمانہ ہیں۔ اور تاریخ میں ہے۔ کہ ابو احمد قلانسی نے ۲۷۰ھ ہجری میں حج کیا۔ اور مکہ معظمہ میں حاجیوں کے لوٹنے کے تھوڑے دن بعد فوت ہوئے ابو محمد قلانسی کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دن قوم کے درمیان تھا۔ کہ میں نے کہا میری آزار۔ یہی لفظ کہا تھا۔ کہ میری بات لوگوں نے کاٹ لی۔ کہ تو نے کیوں کہا میری آزار۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ صوفیوں میں یہ ادب کی بات نہیں۔ کہ تم یوں کہو میری آزار یا میری جوتیاں ان کا ادب یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو یاروں کے درمیان کسی چیز کا مالک نہ دیکھیں۔ مگر ظاہری ضرورت کے لئے شیخ سیروانی کہتے ہیں۔ کہ جب صوفی یوں کہے۔ کہ میری جوتیاں یا میرے آزار تو چاہیئے کہ اس کی طرف خیال بھی نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے ملک میں کوئی چیز نہیں ہوتی جب احمد قلانسی بیمار ہوئے اور قریب المرگ تو کہنے لگے۔ خداوندا اگر تیرے نزدیک میرا کچھ قدر ہوتا تو میری مرگ دو منزلوں کے درمیان ہوتی۔ کچھ ضرورت ایسی پیش آئی۔ کہ اُن ڈیرے میں باہر لائے کہ اور جگہ لے جائیں۔ پھر راستہ میں فوت ہوئے۔

ابو الغریب اصفہانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ محققین میں سے صاحب آیات و کرامات ہیں عشق میں عین جمع تک پہنچے تھے۔ لوگ ان کو حلوائی کہتے تھے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف اس کو دوست رکھتے تھے۔ اور اس سے خوش طبعی کیا کرتے۔ ایک دفعہ شیراز میں زندگی سے ناامید ہو چکے تو اپنے یاروں کو اپنے سامنے بلایا۔ اور کہنے لگے۔ خدا کے لئے تم سے مجھے ایک ضرورت ہے۔ کیا پوری کرو گے۔ یاروں نے کہا۔ کہ ہاں فرمایئے۔ کہنے لگے کہ جب مجھے یہاں موت آجائے تو گیروں کے قبرستان میں دفن کرنا۔ یار حیران رہ گئے۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے خدا تعالےٰ سے کہا تھا۔ کہ اگر تیرے نزدیک میری قدر ہے تو مجھے طرسوس میں مرگ دیجو۔ لیکن میں اب یہاں مرتا ہوں۔

اس لئے جان گیا ہوں کہ اس کے نزدیک میری کچھ قدر نہیں ہے۔ اس کے بعد بہت جلدی اس میں صحت کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور طرسوس کو چلدیئے۔ پھر ان کا انتقال ہوا۔ صوفیوں سے ایک کہتا ہے۔ کہ میں ابوالغریب کے پاس طرطوس میں آیا۔ اُن کی دونوں ران سوج گئی تھیں۔ اور سُرین سے لیکر گھٹنہ تک پھٹ گیا تھا۔ اور پیپ وخون بہت بہتا تھا۔ اور عجیب حالت ہو رہی تھی۔ ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ کیسے ہو کہا جیسا تم دیکھتے ہو لیکن ابھی تک میں نے مَسَّنِیَ الضُّرُّ[1] نہیں کہا یعنے مجھ کو تکلیف پہنچی ہے +

ابو عبداللہ قلانسی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ قوم کے بزرگوں اور اس گروہ کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے ایک سفر میں کشتی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ہوا اُٹھی اور بڑا طوفان آگیا۔ کشتی والے دُعا اور عاجزی کرنے لگے۔ اور نذریں ماننے لگے۔ مجھ سے کہا کہ تم بھی نذر مانو۔ میں نے کہا کہ میں تو دنیا سے مجرد ہوں۔ میں کیا نذر مانوں۔ تب وہ بہت ہی اصرار کرنے لگے۔ میں نے کہا خداوندا میں نے یہ نذر کی ہے۔ کہ اگر تو مجھے اس مصیبت سے خلاصی دے۔ تو فیل بچہ کا کبھی گوشت نہ کھاؤنگا لوگوں نے کہا کہ یہ کیا نذر ہے۔ جو تم مانتے ہو۔ کیا کبھی کسی نے ہاتھی کا بچہ بھی کھایا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے دل میں ایسا ہی آیا۔ اور خدا تعالےٰ نے میری زبان پر یہی گذر دیا۔ اتفاقاً کشتی ٹوٹ گئی۔ اور میں ایک جماعت کے ساتھ کنارہ پر آگیا۔ اور چند روز گذر گئے۔ کہ ہم نے کچھ نہ کھایا تھا۔ اتنے میں ہاتھی کا بچہ ظاہر ہوا۔ لوگوں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور مار ڈالا۔ اور اس کا گوشت کھایا۔ انہوں نے کھایا اور مجھے بھی دیا۔ میں نے کہا۔ کہ میں نے نذر کی تھی۔ کہ ہاتھی کا بچہ نہ کھاؤنگا اُنہوں نے بہت اصرار کیا۔ کہ یہ وقت اضطرار کا تھا۔ اور عہد کے توڑنے کی بھی اجازت ہے میں نے اُن کا حکم نہ مانا۔ اور اپنے عہد سے نہ پھرا۔ جب کچھ کھا چکے۔ تو سو گئے۔ ابھی بہ نیند میں تھے۔ کہ اس بچہ کی ماں آئی۔ اور بو لیتی تھی۔ یہاں تک کہ اپنے بچہ کی ہڈیوں تک پہنچی۔ اور اُن کو سونگھنے لگی۔ بعد اس کے آئی اور اُن مردوں کو سونگھنے لگی۔ جس شخص سے کہ بو پاتی تھی اسی کو اپنے ہاتھ پاؤں تلے ملتی اور مار ڈالتی۔ یہاں تک کہ سب کو مار ڈالا۔ پھر میری طرف آئی۔ اور مجھ کو بھی دیر تک سونگھتی رہی۔ جب مجھ سے کچھ بُو نہ معلوم ہوئی۔ تو پیٹھ میری طرف کی اور اپنے سونڈ

[1] یہ مقولہ ایوب علیہ السلام کا تھا جب بدن میں کیڑے پڑ گئے اور ایک کیڑا دل وزبان کو کھانے لگا اس وقت آپنے یہ کلمہ کہا تھا مترجم

سے اشارہ کیا کہ سوار ہو جا مجھے سمجھ نہ آئی۔ پھر اس نے اپنے پاؤں کو اونچا کیا۔ میں نے جان لیا۔ کہ وہ چاہتی ہے کہ میں سوار ہو جاؤں۔ تب میں سوار ہو گیا۔ پھر اشارہ کیا۔ کہ دائیں طرف بیٹھو۔ میں دائیں طرف بیٹھ گیا۔ تو بہت جلد چلنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ مجھ کو ایسی جگہ لائی کہ جہاں کھیتی اور سیاہی نظر آتی تھی۔ اس وقت اشارہ کیا کہ نیچے اتر آ۔ میں نیچے اتر آیا۔ پھر وہ پہلے سے بہت جلد واپس چلی گئی۔ جب صبح ہوئی تو ایک جماعت ظاہر ہوئی۔ اور وہ اپنے گھر مجھے لے گئے۔ اور انہوں نے مجھ سے جان نے میرا حال دریافت کیا میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ وہ مجھ کو کہنے لگے تمہیں معلوم ہے کہ جہاں سے تمہیں لائی ہے یہاں سے کتنی دور کا فاصلہ ہے۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں کہنے لگے کہ وہ آٹھ دن کی راہ ہے جو تجھ کو ایک رات میں لے آئی۔

ابو عبداللہ جلا قدس اللہ روحہ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن یحیٰی جلا ہے کہتے ہیں کہ محمد بن یحیٰی ہے اور احمد زیادہ صحیح ہے۔ دراصل بغداد کے رہنے والے ہیں۔ لیکن رملہ و دمشق میں چلے گئے تھے۔ آپ شام کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابو تراب نخشبی اور ذوالنون مصری کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور وہ کہا پ سے یحیٰی جلا اور ابو عبید بسری پیدا ہوئے ہیں استاد وقتی کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ سفر کرتے رہے ہیں۔ عالم اور پرہیزگار تھے ایک دفعہ ابو الخیر لتیاتی نے ابو عبداللہ جلا کو دیکھا کہ ہوا اور بادل میں اڑا جاتا تھا۔ ابو الخیر نے آواز دی کہ میں نے پہچان لیا۔ جواب دیا کہ تم نے نہیں پہچانا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو الخیر وجود و شخص کی شناخت کو کہتے تھے۔ اور ابو عبداللہ مقام و شرب کی شناخت کو کہتے تھے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ ابو بکر واسطی نے باوجود اپنی بزرگی کے کہا ہے کہ میں نے ڈیڑھ آدمی دیکھا ہے۔ پورا مرد تو ابو امیہ ماجوری ہے۔ اور آدھا مرد ابو عبداللہ جلا ہے واسطی سے لوگوں نے پوچھا کہ اسکو کیوں پورا مرد کہا اور اسکو آدھا کہا کہ ابو امیہ ماجوری نے کسی مخلوق کے ہاتھ سے کچھ نہیں کھایا وہ کان یا کل مما لیس للمخلوقین فیہ صنع اور وہ چیزیں کھاتے تھے کہ جن میں لوگوں کی صنعت کو دخل نہ تھا۔ مثل جڑ بوٹی وغیرہ کے اور ابن جلا ایک مرد کو کھانا کھلاتے تھے جسکو علی بن عبداللہ قطان کہتے تھے۔ ابو بکر واسطی کسی کو پسند نہ کرتے نہ اس وجہ سے کہ مخلوق انکے نزدیک ذلیل تھی بلکہ اپنے علم میں توحید کی عزت کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ ابو عبداللہ جلا سے محبت کی بابت لوگوں نے پوچھا تو کہا مالی وللمحبۃ وانا ارید ان اتعلم التوبۃ یعنی مجھے محبت سے کیا واسطہ میں تو توبہ سیکھنے

کا ارادہ کرتا ہوں۔ انکو لوگوں نے پوچھا۔ متی یستحق الفقیر اسم الفقیر یعنی فقیر کا نام فقر کے لئے سزاوار ہوتا ہے۔ کہا اذا لم یبق علیہ من نفسہ مطالبۃ ظاھرا و باطنا یعنے جب اس پر نفس کی طرف سے ظاہر باطن مطالبہ باقی نہ رہے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابو تراب نخشبی کے ساتھ تین ہزار آدمی جھاگلوں کے ساتھ جنگل میں گئے۔ ان کے ساتھ صرف دو آدمی رہے۔ ایک تو ابو عبداللہ جلا اور دوم ابو عبید بسری۔

ابو عبداللہ خاقانی صوفی رحمتہ اللہ

آپ بغداد شریف کے بڑے صوفیوں میں ہیں۔ شیخ جعفر خلد کہتے ہیں۔ کہ وہ صاحب کرامات تھے۔ ابن قصاب رازی سے منقول ہے۔ کہ میرا باپ بغداد کے بازار میں دکان کرتا تھا اور میں دکان کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک شخص گزرا مجھ کو گمان ہوا کہ یہ شخص بغداد کے فقرا میں ہے۔ اور میں ابھی حد بلوغ تک نہیں پہنچا تھا۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا اس لئے میں اٹھا۔ اور ان کو سلام کہا میرے پاس ایک اشرفی تھی۔ میں نے ان کو دے ڈالی۔ انہوں نے لے لی اور چل دئے۔ اور میری طرف چنداں توجہ نہ کی۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ یہ دینار ضائع گئے۔ میں ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ شونیزیہ مسجد میں پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ تین درویش اور بیٹھے ہیں۔ اس دینار کو ان میں سے ایک کو دیدیا۔ اور آپ نماز پڑھنے لگے جس شخص نے دینار لیا تھی وہ باہر گیا۔ اور میں اُن کے پیچھے ہو لیا۔ یہاں تک کہ اس نے کھانا خریدا اور یاروں کے سامنے لایا۔ اور ملکر کھا لیا۔ اور وہ شخص ویسی ہی نماز پڑھتے رہے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا تم جانتے ہو کہ مجھ کو کونسی بات تمہاری موافقت سے مانع ہوئی۔ انہوں نے کہا استاد ہمیں معلوم نہیں۔ کہا کہ ایک جوان نے وہ دینار دی تھی۔ میں اس وقت تک خدا سے مانگ رہا تھا۔ کہ اس کو دنیا کی بندگی سے آزاد کردے۔ سو اس نے آزاد کر دیا۔ ابن قصاب کہتے ہیں۔ کہ میں ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ استاد آپنے درست کہا۔ اور وہ حضرت شیخ خاقانی صوفی تھے ۲۷۹ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔

ابو عبداللہ البسری قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ

آپ کا نام محمد بن حسان ہے۔ پرانے مشائخ میں سے ہے۔ ابو تراب نخشبی کی صحبت

میں رہے ہیں۔ ابن جلا رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔ لقیت ستمائۃ شیخ ما رایت منہم مثل اربعۃ ذوالنون المصری وابوتراب النخشبی وابوعبداللہ البسری والعباس بن عطا قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم یعنے میں چھ سو مشائخ سے ملا ہوں ان میں سے چار جیسا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ ذوالنون مصری ابوتراب نخشبی ابوعبداللہ بسری عباس بن عطا قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم۔ ابوعبید بُسری کے یاروں سے ایک کہتے ہیں کہ وہ ایک کام میں مشغول تھے اور حج میں صرف تین دن رہ گئے تھے۔ چند صوفی آگئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ اے ابوعبید کیا حج کو جاتے ہو۔ کہا کہ نہیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا کہ تیرے شیخ نے اپنا نقصان چاہا۔ خدا تعالیٰ ان سے جو کہتے ہیں زیادہ قادر ہے یعنے طی ارض (زمین کا لپیٹا جانا) کہتے ہیں۔ کہ جب رمضان شریف آتا۔ ابوعبید گھر میں آتے اور گھر والوں سے کہتے کہ گھر کا دروازہ ان پر بند کر دیں۔ فقط ایک سوراخ چھوڑتے۔ اور ہر رات کو ایک روٹی وہاں سے ڈال دیتے۔ پھر جب عید کا دن آتا۔ اور دروازہ کھولتے تو دیکھتے کہ تیس روٹیاں گھر کے کونہ میں رکھی ہوئیں۔ ان میں سے کچھ بھی کھایا نہ ہوتا۔ نہ پانی پیا ہوتا۔ نہ سوتے تیس رات دن میں ایک ہی وضو سے نماز پڑھتے کہتے ہیں کہ ابوعبید بچھیرے پر سوار ہو کر جہاد میں گئے۔ راستہ میں وہ گھوڑا گر پڑا۔ اور مر گیا۔ کہا کہ خداوندا اس جوان گھوڑے کو مجھے عاریتاً دیدے۔ یہاں تک کہ میں بُسری پہنچ جاؤں۔ گھوڑا زمین سے اٹھ کھڑا ہوا اور زندہ ہو گیا۔ جب لڑائی سے فارغ ہوئے اور بُسری میں پہنچ گئے۔ اپنے فرزند سے کہا کہ گھوڑے کی زین اتار لے۔ لڑکے نے کہا کہ ابھی گرم ہے۔ اور اس کو پسینہ آیا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ اٹھا لے۔ کیونکہ وہ عاریت ہے۔ جب زین اُس سے اتار لی۔ گھوڑا گر پڑا۔ اور مر گیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ النعم طرد فمن رضی بالنعم فقد رضی بالطرد والبلاء قربۃ فمن ساءہ البلاء فقد احب ترک القربۃ والتقرب الی اللہ تعالیٰ یعنے مردود ہونے کا سبب ہیں پس جو شخص نعمتوں سے راضی ہوا تو وہ مردود ہونے پر راضی ہو۔ اور بلا و امتحان خدا کے قرب کا سبب ہے پس جسکو بلا بُری معلوم ہوئی تو اس نے خدا کی قربت اور تقرب کے ترک کو دوست رکھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اپنے اصحاب کے ساتھ دمشق میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک سوار گذرا۔ اور اُس کے پیچھے ایک غلام تھا۔ جس نے زین پوش کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ اور غصہ میں دوڑتا ہوا جا رہا تھا۔ جب وہ ابوعبید اور ان کے یاروں کے برابر پہنچا تو کہا اللہم اعتقنی من مولای یعنے اے پروردگار تو مجھے آزاد کر دے اور اس سے

آرام دے۔ پس ابو عبید کی طرف منہ کیا۔ اور کہا اے شیخ آپ میرے لئے دعا کریں۔ ابو عبید کہتے ہیں۔ اللھم اعتقہ عن النار ومن الرق یعنے اے پروردگار اس کو دوزخ سے اور غلامی سے آزاد کردے۔ اسی وقت اس سوار کی سواری نے اُس کو گرادیا۔ اور اس غلام کی طرف اُس نے متوجہ ہو کر کہا کہ میں نے تجھ کو اللہ کے لئے آزاد کردیا غلام نے زین پوش کو اُس کے سامنے ڈالدیا اور کہا اے خواجہ تم نے مجھ کو آزاد نہیں کیا۔ بلکہ اس جماعت نے آزاد کیا ہے۔ اور ابو عبید اور اس کے یاروں کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ انہی کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ فوت ہوا۔ ایک دن اُس کا لڑکا اس کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ گھی کے چند مٹکے میرے پاس تھے۔ اور وہی میرا مال تھا۔ میں باہر لاتا تھا۔ سو وہ گر کر ٹوٹ گیا جس سے میرا سرمایہ ضائع ہوگیا۔ کہا اے فرزند اپنا سرمایہ وہ بنا جو تمہارے باپ کا ہے۔ واللہ کہ تمہارے باپ کے پاس دنیا و آخرت میں اللہ کے سوا اور کچھ سرمایہ نہیں ٭

ابو عبداللہ السبخری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ اور خراسان کے بڑے مشائخ میں داخل ہیں۔ اور بڑے جوانمرد ہیں۔ ابو حفص[1] کے ساتھ رہے ہیں۔ اور بارہا توکل پر سفر کرتے رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ علامۃ الاولیاء ثلثۃ تواضع عن رفعۃ و زھد عن قدرۃ و انصاف عن قوۃ۔ یعنے اولیاء کی تین علامات ہیں۔ بلند ہو کر تواضع کرنی۔ قدرت مال کی رکھ کر زہد اختیار کرنا۔ قوت ہوتے ہوئے انصاف کرنا۔ اور یہ بھی کہا ہے۔ جو واعظ کہ اس کی مجلس سے تونگر درویش ہو کر نہ اُٹھے۔ اور درویش تونگر ہو کر تو وہ واعظ نہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مُریدوں کے لئے فائدہ مند نیکبختوں کی صحبت ہے۔ ان کے افعال اور اخلاق کی پیروی کرنا۔ دوستان خدا کی قبروں کی زیارت کرنا۔ اور یاروں اور فقیروں کی خدمت بجا لانا۔ اُن کو لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیوں صوفیوں کی طرح گدڑی نہیں پہنتے۔ کہا کہ یہ نفاق کی بات ہے۔ جوانمردوں کا لباس تو پہن لوں۔ اور جوانمردی کے بوجھ کے تلے نہ رہ سکوں۔ پھر لوگوں نے کہا۔ کہ جوانمردی کیا چیز ہے۔ کہا کہ لوگوں پر جو کچھ گذرے۔ اُن کو معذور سمجھنا۔ اور اپنا قصور دیکھنا۔ اور تمام مخلوق پر شفقت کرنا۔ خواہ نیک ہوں یا بد۔ اور جوانمردی کا کمال یہ ہے۔ کہ تجھکو مخلوق خدا سے نہ روک دے۔ ایک شخص نے آپ سے کہا۔ کہ میں ایک دینار سونے کا رکھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ

آپ کو دوں۔ آپ کی کیا مرضی ہے۔ فرمایا۔ اگر دیگا تو تجھے بہتر ہے۔ اگر نہ دیگا تو مجھے بہتر ہوگا۔ ایک صوفی کہتے ہیں۔ کہ میں ابو عبداللہ سنجری کے ساتھ طرابلس سے میں ہمراہ ہوا چند دن رات ہم چلے اور کچھ نہ کھایا تھا۔ راستہ میں ایک تر کدوے کا ٹکڑا ہم نے دیکھا۔ میں نے اٹھالیا کہ کھاؤں شیخ نے میری طرف دیکھا۔ میں نے جانا کہ وہ اس کو برا سمجھے۔ میں نے وہ پھینک دیا۔ بعد ازاں پانچ دینار کہیں سے مل گئے۔ پھر ہم گاؤں میں گئے۔ میں نے کہا۔ شاید کھانا خریدینگے۔ وہاں سے آگے چلے۔ اور نہ خریدا۔ بعد اس کے کہا۔ شائد کہ تو کہیگا۔ کہ ہم پیادہ چلتے ہیں۔ اور بھوکے ہیں۔ اور کچھ نہیں خریدا۔ یہ دیکھ راستہ پر ایک گاؤں ہے۔ اور وہاں ایک مرد ہے صاحب عیال جب اس گاؤں میں آئینگے۔ وہ ہماری خدمت میں مشغول ہوگا۔ وہ پانچ دینار اسے دینا۔ تاکہ ہم پر اور اپنے عیال پر خرچ کرے۔ پھر جب ہم اُس گاؤں میں پہونچے تو ہم نے وہ دینار ان کو دیدئے۔ اُس نے خرچ کئے۔ جب باہر آئے۔ تو کہا۔ کہاں تک جائیگا۔ میں نے کہا۔ آپ کی ہمراہی کرتا ہوں۔ کہا میں تیرا ساتھ ترک کرتا ہوں تر کدو کے بارہ میں خیانت کرتا ہے۔ اور پھر ساتھ چاہتا ہے اسلئے ایسے شخص کو ہم ساتھ نہیں رکھتے +

ابو عبداللہ الحصری قدس سرہٗ

آپ بصرہ کے رہنے والے قدیمی مشائخ سے ہیں۔ فتح موصلی کے شاگرد ہیں۔ یقول سمعت الفتح الموصلی یقول صحبت ثلثین شیخا کانوا یعدون من الابدال کلهم اوصونی عند فراقی ایاهم فقالوا ایاك ومعاشرة الاحداث یعنے وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے فتح موصلی سے سُنا تھا وہ کہتے تھے۔ کہ میں تیس ۳۰ ایسے مشائخ کی صحبت میں رہا ہوں۔ کہ جو ابدال میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان سب نے میری جدائی کے وقت مجھے یہ وصیت کی تھی۔ کہ نوجوانوں کی صحبت سے بچیا رہیو +

جعفر بن المبرقع رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ صوفیہ مشائخ کے عالموں میں ہیں۔ ذکرہ عبد اللہ الحصری انه سمعه یقول منذ ثلثین سنة اطلب من یقول اللہ فی تحقیق هذا الاسم فلم اجده یعنے ذکر کیا اس کو ابو عبداللہ الحصری نے کہ اس نے سنا۔ اُن سے کہتے تھے۔ کہ تیس سال ہوئے۔ کہ

میں ایسے شخص کو ڈھونڈھتا ہوں۔ کہ اسم اللہ تحقیق کے ساتھ کہتا ہو۔ مگر میں نے نہیں پایا۔

علی بن بندار بن حسین الصوفی الصیرفی قدس سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ میں ہیں۔ کنیت آپ کی ابوالحسن ہے۔ نیشاپور کے متاخرین کے بڑے مشائخ میں ہیں مشائخ کی زیارت سے باہرہ اور ان کی صحبت سے کامیاب تھے نیشاپور میں ابو عثمان خیری اور محفوظ کی صحبت میں رہے تھے اور سمرقند میں محمد فضل بلخی اور بلخ میں محمد حامد اور جوزجان میں علی جوزجانی اور رے میں ابو یوسف بن الحسین اور بغداد میں جنید و رویم و ممنون اور ابن عطا اور حریری کی اور شام میں طاہر مقدسی اور ان جلا اور ابن عمر دمشقی کی اور مصر میں ابوبکر مصری اور ابوبکر زقاق اور ابو علی رودباری کی صحبت میں رہے تھے۔ جہاندیدہ تھے۔ اور حدیثیں بہت یاد رکھتے تھے۔ اور ثقہ تھے۔ سنہ ۳۵۹ھ میں اُن کا انتقال ہوا ہے۔ ایک دفعہ علی بندار شیخ ابو عبد اللہ خفیف کے ساتھ تنگ پل پر پہونچے۔ شیخ ابو عبد اللہ خفیف نے ان سے کہا اے ابو الحسن آگے چل۔ ابو الحسن نے اُن سے کہا۔ کہ میں آگے کیوں چلوں۔ ابو عبد اللہ خفیف نے کہا۔ کہ تم نے جنید کو دیکھا ہے۔ اور میں نے نہیں دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس گروہ کی بڑی نسبت پیروں کا دیدار ہے۔ اور اُن کی صحبت میں رہنا۔ علی بندار کہتے ہیں دار اسست علی البلوی بلا بلوی محال یعنے جو گھر بلا پر بنایا گیا ہو۔ اس کا بغیر بلا کے ہونا محال ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ یطلب الحق بالھوینا وانما وجود الحق بطرح الدارین۔ یعنے خدا کی طلب کی جاتی ہے آسانی کے ساتھ حالانکہ خدا کا پانا دونوں جہان کا چھوڑ دینا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مخلوق کے ساتھ مشغول ہونے سے دور رہو کیونکہ آج لوگوں سے مشغول رہنے میں کچھ فائدہ نہیں رہا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں دمشق میں گیا۔ تین دن کے بعد ابو عبد اللہ الجلا کے پاس آیا۔ کہا کہ تم کب آئے تھے۔ میں نے کہا تین دن ہو گئے ہیں۔ کہا ان تین دنوں میں کہاں تھا۔ میرے پاس کیوں نہ آیا کہا کہ میں ابن جو صا کے پاس حدیث لکھتا رہا۔ کہا۔ شغلک الفضل عن الفرض یعنے تجھ کو نوافل کے فضائل نے فرض سے روک رکھا شیخ الاسلام کہتے ہیں پیروں کا دیدار اس گروہ کے نزدیک فرض ہے۔ کیونکہ یہ لوگ پیروں کی زیارت سے وہ بات حاصل کرتے ہیں۔ جو اور کسی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ مرضت فلم تعدنی فی الحدیث یعنے حدیث قدسی میں ہے (اللہ تعالےٰ فرمائیگا) میں بیمار ہوا تھا۔ تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی تھی۔ اور یہ بھی شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ الٰہی یہ کیا بات ہے کہ تو نے اپنے دوستوں سے

کی ہے۔ جو شخص انکو ڈھونڈھتا ہے۔ وہ تجھ کو پالیتا ہے۔ اور جب تک تجھ کو نہ دیکھا۔ انکو نہیں پہچانا۔ شیخ الاسلام نے اپنا شعر ہم کو سنایا۔ ؎

حبیبتی مراۃ من یبغیک من یرنی یرنک
وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون

یعنے تو نے مجھ کو آئنہ اس شخص کا بنایا ہے۔ جو تجھے طلب کرتا ہے پس جو شخص کہ مجھ کو دیکھتا ہے وہ تجھے دیکھتا ہے۔ (اسی معنی میں یہ آیت ہے اور ان کو تو دیکھتا ہے۔ کہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ دراصل دیکھتے نہیں ہیں۔ جوانمردوں کی باتیں جوانمردوں کے ساتھ ہوا کرتی ہیں جوانمرد کو چاہیئے۔ کہ جوانمرد کو ضرور دیکھا کرے۔ کیونکہ جس نے جوانمرد کو دیکھا۔ اس نے دراصل اس کو نہیں دیکھا۔ بلکہ خدا تعالےٰ کو دیکھا۔ کیونکہ وہ وہ نہیں ہے۔ رقصہ کوتاہ اللہ تعالےٰ کبھی بندہ کو اس کی گرفتاری سے چھڑا دیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بندہ کے بہانہ سے قوم کی آنکھوں میں دکھاتا ہے۔ تاکہ آنکھیں اس کے دیکھنے سے آرام پائیں۔ پس بعض تو وہ ہیں۔ کہ حقیقت جاتی رہتی ہے۔ اور بندگی واپس آتی ہے۔ اور بعض کبھی بھی بندگی میں نہیں آتے۔ (جیسے مجذوب) تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بندگی کا فتنہ بھی بندگی سے پیدا ہوتا ہے۔ جو کچھ کہ بہانہ سے کم ہوتا ہے وہ حقیقت سے بڑھ جاتا ہے۔ اور جب بہانہ پورے طور پر درمیان سے اٹھ گیا۔ تو حقیقت آجاتی ہے۔ آدمی اس کام میں کیا ہے۔ کیونکہ یہ کام آدمی کے لئے نہیں ہے۔ ایک کی نگاہ بہانہ پر پڑی۔ اور ایک کی حقیقت پر۔ حقیقت ایک کام کی چیز ہے بہانہ کی کیا قدر ہے۔ علی بندار کے ایک فرزند تھے۔ جن کا نام محمد تھا۔ شریف بن شریف اور عزیز تھے اور عارف بن عارف باللہ تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ علی محمد بن بندار کے ایک خط کی کتاب میں نے دیکھی ہے۔ جس میں ہے کہ واسطی کہتے ہیں۔ جو کچھ یہ کام صوفی لوگ رکھتے ہیں۔ ان سب کا علم و سخن ان دو آیتوں سے پاتے ہیں۔ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً[1] یعنے اتارا آسمان سے پانی اور دوسری آیت وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ[2] یعنے پاکیزہ شہر۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس آیت سے میں نے اس کو پہچانا ہے۔

محمد بن فضل البلخی قدس اللہ سرہ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ دراصل بلخ کے رہنے والے

[1] اس سے مقصود فاعل کی قوت ہے یعنی اسما کا علو مرتبہ ہونا ۱۲ [2] اس سے زمین مستعد و قابل مقصود ہے یعنی ممکنات قابلہ ۱۲

ہیں متعصبین نے آپ کو بلخ سے باہر نکال دیا تھا۔ ان کا کوئی گناہ نہ تھا۔ صرف ان کے مذہب کے سبب سے آپ نے شہر کی طرف منہ کیا اور ان پر ملامت کی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ بعد اس کے بلخ سے کوئی صوفی نہ پیدا ہوا۔ آپ سمرقند میں گئے۔ وہاں پر آپ کو قاضی کر دیا گیا۔ وہاں سے حج کا ارادہ کیا۔ اور نیشاپور میں آئے۔ لوگوں نے آپ سے وعظ سننا چاہا کرسی پر بیٹھے اور کہا۔ اللہ اکبر و لذکر اللہ اکبر و رضوان من اللہ اکبر یعنے اللہ بہت بڑا ہے۔ اور البتہ خدا کا ذکر بہت بڑا ہے۔ اور تھوڑی خدا کی رضامندی بہت بڑی ہے۔ یہ کہہ کر کرسی سے نیچے اتر آئے۔ اور آخر سمرقند میں واپس چلے گئے۔ اور وہاں پر ۳۱۹ھ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ ابو عثمان حیری نے آپ کو لکھا کہ بدبختی کی علامت کیا ہے۔ کہا تین چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ علم دیں مگر عمل کی توفیق نہ دیں۔ دوم عمل کی توفیق دیں۔ مگر اس میں اخلاص سے محروم رکھیں۔ سوم یہ کہ خدا کے دوستوں کی صحبت کی دولت تو نصیب ہو لیکن اُس کی عزت و حرمت نہ کریں۔ ابو عثمان کہتے ہیں محمد بن الفضل سمسار الرجال یعنے پرکھنے والے مردوں میں سے ہیں۔ سمسار وہ شخص ہے جو چیز دل کی قیمت جانے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو بکر واسطی فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص اس جیسی بات نہیں کہتا۔ وہ اپنی باتیں کہتے ہیں۔ اور دوسرے کی بات کم کرتے ہیں۔ ایک ان میں سے یہ ہے جو انہوں نے کہی ہے۔ وہ چیز کہ جس کے ہونے سے تمام نیکیاں اچھی ہوتی ہیں۔ اور اس کے نہ ہونے سے تمام برائیاں بُری ہوتی ہیں۔ استقامت ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ یہ بات اُس نے بہت اچھی کہی ہے۔ فاستقم کما امرت یعنے استقامت کرو جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ ایک شخص نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ مجھ کو آپ نصیحت فرمائیں فرمایا قل امنت باللہ ثم استقم یعنے کہدے کہ میں اللہ پر ایمان لایا۔ پھر اس پر استقامت کر۔ محمد بن الفضل کہتے ہیں۔ مجھ کو ایسے شخص سے تعجب آتا ہے۔ کہ جنگل بیابان تو قطع کرتا ہے تاکہ اس کے گھر تک پہنچے۔ اور وہاں انبیاء علیہم السلام کے آثار دیکھتا ہے لیکن وہ کیوں نفس و ہوا کی وادی کو قطع نہیں کرتا۔ تاکہ دل تک پہنچے۔ اور اپنے پروردگار کے آثار دیکھے۔ اور یہ بھی وہ کہتے ہیں۔ کہ جب تو مرید کو دیکھے کہ دنیا کی زیادتی کی طلب کرتا ہے۔ تو وہ اس کی بدبختی و ادبار کا نشان ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اعرف الناس باللہ اشدھم مجاھدۃ فی اوامرہ واتبعھم بسنۃ نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنے سب سے زیادہ خدا کا عارف وہ شخص ہے کہ ان سب سے زیادہ مجاہدہ کرتا ہے خدا کے احکام میں اور سنت نبی صلعم اللہ

علیہ وسلم کا ان میں سے زیادہ تبیع ہے۔ جو شخص کہ خدا سے زیادہ نزدیک ہوگا۔ تو وہ اس کے امر کی بجا آوری کا زیادہ حریص ہوگا۔ اور جو شخص کہ اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے دور ہوگا۔ وہ خدا سے اعراض کرنے والا ہوگا۔ اور ان کو زہد کی بابت پوچھا گیا۔ تو کہا دنیا کی طرف نقصان کی آنکھ سے دیکھنا۔ اور اس سے الگ رہنے میں عزت اور بزرگی سے جینا +

محمد بن علی الحکیم ترمذی قدس اللہ سرہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بڑے مشائخ میں سے ابو تراب نخشبی اور احمد خضرویہ اور ابن جلا کی صحبت میں رہے ہیں۔ بڑے محدث تھے۔ ان کی تصانیف بہت ہیں۔ اور کرامات ہر کتاب کے بیان میں ظاہر ہیں۔ جیسے ختم الولایۃ۔ کتاب النہج۔ نوادر الاصول اور سوا ان کے اور کتابیں بھی ان کی تصنیف ہیں۔ علوم ظاہریہ میں اُن کی کتابیں ہیں۔ اور ایک تفسیر لکھنی شروع کی تھی۔ لیکن عمر نے اس کے پورا کرنے کے لئے وفا نہ کی۔ اور وہ خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابو بکر وراق جو ان کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہر اتوار کی رات کو خضر علیہ السلام ان کے پاس آتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے حالات پوچھا کرتے۔ کشف المحجوب کے مصنف فرماتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک وہ بڑے ہی بزرگ ہیں۔ چنانچہ میرا دل پورے طور پر ان کا شکار ہے۔ اور میرے شیخ فرمایا کرتے کہ محمد دُر یتیم ہے۔ کہ جہان میں اپنا مثل نہیں رکھتا۔ اور انہوں نے کہا ہے ما صنفت حرفا من التدبیر ولا لینسب الیّ شئی منہ ولکن اذا اشتد علی وقتی التسلی بہ یعنے میں نے کوئی حرف اپنی سوچ تدبیر سے تصنیف نہیں کیا۔ اور نہ اسلئے کہ اس میں سے کچھ بھی میری طرف منسوب ہو۔ لیکن جب مجھ پر وقت سختی کرتا تھا۔ تو اس سے تسلی لیتا تھا۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے من جھل باوصاف العبودیۃ فھو باوصاف الربوبیۃ اجھل یعنے جو شخص کہ عبودیت کے اوصاف سے جاہل ہے وہ ربوبیت کے اوصاف سے زیادہ جاہل ہوگا۔ یعنے جس نے اپنے آپ کو نہ پہچانا وہ خدا کو کیا پہچانیگا۔ اور یہ بھی وہ کہتے ہیں۔ خدا کی دوستی کی حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کی یاد سے ہمیشہ محبت ہو۔ وسئل عن صفۃ الذات والفعل فقال کلما یحتمل الزیادۃ والنقصان فھو من صفات الفعل وکل ما لا تقع علیہ الزیادۃ والنقصان فھو من صفات الذات وسئل عن الایثار فقال اختیار حظ غیرک علی حظ نفسک وقال فی الیقین الیقین استقرار القلب

بالمتحد یعنے ذات اور فعل کی صفت کی بابت اُن سے پوچھا گیا۔ تو کہا کہ ہر وہ چیز کہ زیادتی و نقصان کا احتمال رکھتی ہے۔ تو وہ فعل کی صفات میں سے ہے۔ اور جس پر زیادتی و نقصان نہیں آتا تو وہ ذات کی صفات میں سے ہے۔ اور ان سے ایثار کی نسبت پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ تیرا اپنے نفس کے نصیب پر غیر کے نصیب کو اختیار کرنا اور یقین کے بارہ میں کہا کہ یقین وہ ہے۔ کہ دل انعام دینے والے سے قرار پکڑے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین محمد بخاری المعروف نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ جبکہ اپنے احوال اور سلوک کے مبادی کی حکایت کرتے ہیں۔ اور اپنی توجہات کے اثر کو مشائخ کبار کے ارواح طیبہ کے ساتھ بیان میں لاتے تھے۔ تو فرماتے تھے کہ جب کبھی برگزیدہ اولیا خواجہ محمد علی حکیم ترمذی کی روحانیت سے توجہ کی جاتی ہے تو اس توجہ کا اثر بغیر صفت محض کے ہوتا تھا۔ اور جس قدر اس توجہ میں سیر ہوتی تھی۔ تو وہ کچھ اثر نہ کرتی۔ اور کوئی صفت مطالعہ میں نہ آتی تھی۔ مشائخ کہتے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ مختلف ہیں بعض تو بے صفت اور بے نشان ہوتے ہیں۔ اور بعض باصفت اور بعض صفات سے با نشان ہوتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ اہل معرفت یا اہل معاملہ یا اہل محبت یا اہل توحید ہیں۔ اور سادہ اولیا کا کامل درجہ اور کامل حال بے صفتی اور بے نشانی میں کہتے ہیں۔ جو بے نشانی کشف ذاتی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ بہت بڑا مقام اور بلند درجہ ہے جس کے مرتبہ کی حقیقت کے بیان سے عبادت اور اشارت قصور دار ہے ✦

علی بن بکار قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ متقدمین مشائخ میں سے ہیں۔ ابراہیم ادھم کی صحبت میں رہے ہیں۔ سکن المصیبتہ رابطہ[1] یعنے مصیصہ میں مرابط ہو کر یعنے گھوڑے کو لڑائی کے لئے نگاہ رکھتے تھے کہتے ہیں کہ جب رات آتی۔ اور لونڈی سونے کے کپڑے بچھاتی۔ تو اس کو اپنے ہاتھ سے چھوتے اور کہتے۔ کہ واللہ تو بہت عمدہ ہے۔ مگر واللہ میں آج تجھ پر نہ سوؤنگا پس صبح کی نماز عشا کے وضو سے پڑھتے تھے۔ ایک صوفی کہتے ہیں۔ کہ میں علی بکار کی خدمت میں آیا۔ اور اُن کو دیکھا کہ اپنے گھوڑے کے لئے جو صاف کر رہے ہیں۔ میں نے کہا اے ابو الحسن تیرے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو یہ کام کرے۔ کہا کہ میں ایک لڑائی میں تھا۔ اس

---

[1] در بند روم ہے ۱۲

میں مسلمانوں کو شکست آئی مسلمان بھاگ گئے اور میں بھی اُن کے ساتھ بھاگا میرے گھوڑے نے سستی کی میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ گھوڑے نے بھی مجھ سے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وہ وقت یاد ہے کہ فلاں لونڈی کو مقرر کیا تھا کہ میری خبرداری کرے اُس وقت سے میں ضامن ہوا۔ کہ اس کے بعد میں خود اس کی خدمت کیا کرونگا اور دوسرے پر نہ چھوڑونگا۔ اور اُن کا حال بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے ایک یار کے ساتھ جنگل میں گئے۔ تاکہ لکڑیاں جمع کریں۔ ایک دُوسرے سے دُور جا پڑے۔ اُن کے یار نے ہر چند انتظار کیا۔ مگر ان کا پتہ نہ لگا۔ اُن کے پیچھے گیا۔ دیکھا کہ آپ چار زانو بیٹھے ہیں۔ اور درندہ نے ان کی بغل میں سر رکھا اور سو رہا ہے۔ اور آپ اس کی مکھی ہلا رہے ہیں۔ ان کے یار نے کہا کب تک آپ بیٹھینگے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ درندہ میری گود میں سر رکھ کر سو رہا ہے۔ منتظر ہوں۔ کہ جب جاگے تو پھر تم سے ملوں +

ابوعبداللہ عبادانی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ خاص سہل بن عبداللہ تستری کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ ایک دن شیخ شبلی رح کی باتیں میرے کان میں پہنچتی تھیں۔ مجھے خواہش ہوئی۔ کہ اُن کو دیکھوں میرا باپ بوڑھا اور ضعیف تھا۔ اس کی وجہ سے میں معذور تھا۔ جا نہ سکتا تھا۔ پھر جب باپ کا انتقال ہو گیا۔ تو میں بغداد آیا۔ اور جب میں آپ کے نزدیک پہنچا۔ تو چند درویشوں کو دیکھا۔ کہ ان کے پاس سے آ رہے تھے۔ اُنہوں نے مجھے پہچان لیا۔ اور کہا کیوں آئے ہو میں نے کہا اس لئے آیا ہوں کہ شبلی رح کی زیارت کروں۔ وہاں تک رسائی ہے۔ کہنے لگے رسائی تو ہے۔ مگر خبردار کسی قسم کا دعوے وہاں نہ کرنا میں نے کہا۔ کہ میں کچھ کرونگا۔ پھر جب میں اُن کے پاس گیا تو وہ جمعہ اور اسکے شور و پکار کا دن تھا۔ میں نے کہا۔ سلام علیکم تو کہا وعلیک السلام الیش ابادک اللہ یعنے تو کون ہے خدا تجھے ہلاک کرے۔ اور ان کی عادت تھی کہ ایسا کہا کرتے ہیں نے کہا کہ وہ نقطہ ہوں جو کہ پاؤں کے نیچے ہوتا ہے۔ اس نے کہا اپنا مقام معلوم کر۔ کہ کہاں سے ہے میں نے کہا کہ اگر میں بتلاؤں۔ تو بھی قبول نہ کریگا۔ اس لئے ان سے بھاگا۔ اور کچھ دُور کھڑا ہوا۔ کہ ان کو سیر ہو کر دیکھ لوں۔ اور چلا جاؤں۔ اتنے میں ایک درویش آیا اور کہنے لگے سلام علیک شبلی رح نے کہا۔ علیک السلام

ایش انت ابارك الله اس درویش نے کہا۔ محال۔ کہا کس حال میں ہے۔ کہا کہ فی الحال۔ یعنے حال میں ہوں۔ ان کو یہ بات اچھی معلوم ہوئی ہنس پڑے۔ میں نے یہ فائدہ ان سے حاصل کر لیا۔ اور چل دیا ؛

ابوعبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ تعالےٰ

مرتعش کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ حضرمی سے تصوف کی بابت میں نے سوال کیا۔ اور ان کو بیس سال ہو گئے تھے کہ کوئی بات نہ کی تھی۔ مجھ کو قرآن سے جواب دیا۔ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ یعنے وہ لوگ ہیں۔ کہ جن باتوں کا خدا سے عہد کر چکے ہیں سچ کر دکھاتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ صوفی ایسے لوگ ہوتے ہیں) میں نے کہا ان کی باتیں کیسی ہوتی ہیں کہا لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ یعنے اُن کی نگاہ اپنی طرف نہیں پڑتی۔ اور اُن کے دل ہوا ہوتے ہیں۔ (یعنے خدا کی طرف لگے رہتے ہیں۔ اور غیر کے اندیشہ سے خالی ہوتے ہیں) میں نے کہا کہ ان کے احوال کا محل کہاں ہے کہا فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ یعنے سچی جگہ میں بادشاہ قادر کے نزدیک۔ میں نے کہا اور فرمایئے۔ کہا اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا یعنے بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے پوچھا جائیگا (مطلب یہ کہ بہت باتیں نہ کر) ؛

ابوعبداللہ سالمی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ کا نام احمد بن سالم بصری ہے۔ آپ بصرہ میں رہتے تھے۔ اور سہل تستری کے شاگرد تھے تیس سال یا ساٹھ سال اُن کے ساتھ رہے تھے۔ اور طریقت ان سے سیکھی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ سالمی کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ ازل میں تمام چیزوں کو دیکھتا تھا۔ اس لئے اُسکو لوگوں نے چھوڑ دیا۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ اس سے زمانہ کا قدیم ہونا لازم آتا ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابوعبداللہ خفیف نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ ممکن ہے کہ انہوں نے علم کو دیدار سے تعبیر کیا ہو۔ ابوعبداللہ سالمی سے کہا گیا۔ کہ لوگوں میں اولیاء اللہ کو کیسے پہچان لیں۔ کہا کہ ان علامات سے زبان میں نرمی ہو۔ حسن اخلاق ہو۔ خندہ پیشانی ہو۔ نفس کے سخی ہوں اعتراض کم کریں۔ جو شخص انکے سامنے عذر کرے اس کو قبول کر لیں۔ تمام خلقت پر

شفقت ہو۔ خواہ نیک ہوں یا بُرے ہوں۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے۔ کہ کسی کے احسان پر نظر رکھنا دوستی کی کلید ہے ؛

ابوطالب محمدؒ بن عطیہؒ حارثی مکیؒ رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کتاب قوت القلوب کے مصنف ہیں جو کہ اسرار طریقت کی جامع ہے۔ قالوا لم یصنف فی الاسلام مثلہ فی دقائق الطریقۃ نشاء بمکۃ اشرف بقعہ علی وجہ الارض ثم دخل البصرۃ وقدم بغداد وتوفی بھا فی جمادی الآخر سنۃ ست وثمانین وثلثمائۃ یعنے کہتے ہیں کہ طریقت کی باریکیوں میں اسلام میں کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ مکہ معظمہ میں آپ پیدا ہوئے جو زمین پر اشرف جگہ ہے۔ پھر بصرہ میں داخل ہوئے۔ اور بغداد میں آئے۔ اور وہیں ماہ جمادی الآخر ۳۸۶ھ میں انتقال ہوا۔ اور تصوف میں آپ کی نسبت شیخ عارف ابوالحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد بن سالم بصری سے ہے۔ اور ابوالحسن کی نسبت اپنے باپ ابوعبداللہ احمد بن سالم سے ہے۔ اور انکے باپ کی نسبت سہل بن عبداللہ تستری سے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ ارواحھم ؛

ابوعبداللہ چاؤپارہ صوفی ہمدانی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ روم کی سرحد میں چاؤپارہ ایک مقام کا نام ہے۔ آپ نے عہد کیا تھا۔ کہ جس چیز سے میرا دل بھاگے اور نفرت کرے وہ نہ کھاؤنگا۔ ایک دفعہ مسجد شونیزہ میں تھے۔ کہ لوگ کھانا لائے۔ آپ کا دل اس سے متنفر ہوا۔ نہ کھایا۔ یاروں نے کہا۔ ہر دفعہ خلاف کرتے ہو۔ کھاؤ۔ آخر کھایا۔ اس رات اسی مسجد میں رہے۔ ان کو احتلام ہو گیا۔ خواب میں اس سے کہا گیا۔ کہ وہ کھانا کھاتا ہے۔ کہ جس سے تیرا دل نفرت کرے تمہیں معلوم نہیں تھا۔ کہ تجھ پر بلا پڑے گی۔ آپ نے کہا ہے کہ میں نے شیخ ابوبکر زقاق مصری سے پوچھا تھا کہ کس سے صحبت رکھوں۔ کہا اس شخص کے ساتھ کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ تیری نسبت جانتا ہے اس سے کہدے اور وہ تجھ سے نہ بھاگے نہ قطع تعلق کرے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ صحبت کا قبول کرنا عیب دیکھنے کے بعد ٹھیک ہوتا ہے۔ کیونکہ آدمی عیب کا چشمہ ہے۔ اور جب اس سے اچھی بات دیکھے تو اُس کی صحبت میں رہے۔ اور جب اس کا عیب ظاہر ہو تو صحبت ہٹائے تو وہ صحبت نہیں ہے صحبت تو در اصل عیب پہچاننے کے بعد معتبر ہوتی

ہے۔ مگر ہاں ایک عیب دینی اور بدعتی ہوتا ہے۔ سو یہ اور قسم کا عیب ہے۔ کیونکہ اس سے چشم پوشی کرنا دین میں مداہنت اور نامردی ہے۔ مگر بقدر ورت ایسے عیب سے کہ نہ دین میں ہے نہ بدعت ہے سو یہ امر جدا ہے۔ اور اس سے چشم پوشی چاہئیے۔ کیونکہ آدمی معصوم نہیں ہے۔ اس سے عیب و جرم ہو جاتا ہے۔ اور وہ ناشکر ظالم جاہل ہے۔ شافعیؒ کہتے ہیں۔ کہ وہ تیرا دوست نہیں۔ جس سے تجھے مدارا کرنی پڑے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جو شخص ایسا ہے۔ کہ اگر تو کوئی عیب یا خطا کرے تو تجھے اس سے عذر کرنا پڑے۔ اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کرے۔ تو تجھے اس کا شکریہ ادا کرنا پڑے۔ تو اس کا نام دوستی اور صحبت نہیں ہے۔ ایک شخص نے یحییٰ معاذ سے پوچھا کہ میں کس کی صحبت میں رہوں۔ اُنہوں نے کہا۔ اُس کی صحبت میں رہو۔ کہ جب تو بیمار ہو جائے تیری بیمار پرسی کے لئے آئے۔ جب تجھ سے کوئی عیب دیکھے۔ تو وہ خود تجھ سے عذر چاہے۔ اور صحبت کی شرائط میں سے یہ ہے۔ کہ صحبت کا حق ادا کرے۔ اور اپنا حق نہ طلب کرے۔ اپنا عیب دیکھے اور دوسروں کے عیب کا عذر کرے۔ اور مخلوق کو تقدیر و جبر کے پھندے میں مضطر اور مجبور سمجھے تا کہ جھگڑا جاتا رہے۔ اور تاوان کو اپنے اوپر لازم کرلے اور عذر نہ کرے۔ ایک دفعہ امیر کافور نے شیخ ابو عبداللہ جاؤ پارہ کو بہت سا مال بھیجا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ اور واپس کر دیا یعنے سپاہی سے کافور نے کہا اَیْ سَرَدَ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا وَمَاتَحْتَ الثَّرٰی فَاَیْنَ الْکَافُوْرُ۔ یعنے اے خشک کلام خدا کا کلام ہے کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان میں ہے۔ اور جو کچھ نیچے زمین کے ہے۔ پھر کافور کہاں ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ کافور کی بات اس کے بہتر عمل سے تھی لیکن یہ بھی اس کے پیر کی برکت سے تھی۔ شیخ ابو علی کاتب سے لوگوں نے کہا۔ کہ فلاں شخص سپاہی سے کچھ نہیں لیتا۔ اور فلاں شخص لے لیتا ہے۔ کہا جو شخص نہیں لیتا۔ وہ علم سے نہیں لیتا۔ اور جو شخص لیتا ہے تو وہ عین مشاہدہ سے لیتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ بعض مشائخ نے ایسا کیا ہے۔ اور وہ ان کو عین مشاہدہ سے درست ہوتا تھا۔ اور جب با علم تھے۔ تو ایسا نہ کرتے تھے۔ اور یہ نادر بات ہے۔ اور وہ بکثرت ہے۔ کیونکہ وہ تمام چیزوں کو نیک ہوں یا بد۔ شادی ہو یا غمی نعمت ہو یا بلا سب کچھ ایک ہی جگہ سے دیکھتے تھے۔ اور سوا اس کے اور کسی کو دیکھتے ہی نہ تھے لیکن وہ شخص کہ جسے عین مشاہدہ دربدار نہ ہو۔ اور پھر ان جیسا کرنے لگے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کے پردہ کو پھاڑ دیتا ہے۔ اور دین و شریعت اُس پر غالب کر دیتا ہے۔ خدا ہم کو اور تمام مسلمانوں

کو اس سے پناہ میں رکھے ؛

ابوبکر وراق ترمذی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمدؐ بن عمر الحکیم الترمذی ہے۔ دراصل ترمذ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔ آپ بلخ میں رہتے تھے۔ اور ابو عیسیٰ ترمذی کے ماموں ہیں (صاحب مسند ہیں، (کتاب حدیث) احمد خضرویہ کو آپ نے دیکھا تھا۔ اور اُن کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کی بہت تصانیف ہیں۔ تورات، انجیل، زبور اور کتب آسمانی پڑھی تھیں۔ آپ کا ایک دیوان ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اگر طمع سے پوچھا جائے۔ کہ تیرا باپ کون ہے۔ تو کہیگی تقدیر میں شک کرنا۔ اور اگر کہیں کہ تیرا پیشہ کیا ہے۔ تو کہیگی ذلت وخواری کا کسب اور اگر کہیں کہ تیری غایت کیا ہے تو کہیگی محرومی وکان ابوبکر الوراق یمنع اصحابہ عن الاسفاد والسیاحات ویقول مفتاح کل برکۃ الصبر فی موضع ارادتک الی ان تصح لک الارادۃ فاذا صحت لک الارادۃ فقد ظھر علیک اوائل البرکۃ یعنے ابوبکر وراق اپنے یاروں کو سفر اور سیاحت سے منع کیا کرتے اور کہتے کہ ہر ہر برکت کی کنجی تیرے ارادہ کے وقت صبر کرنا ہے یہاں تک کہ تیرا ارادہ صحیح وپختہ ہو جائے۔ اور جب تیرا ارادہ پختہ ہو جائے تو تجھ پر برکت کے شروع آثار ظاہر ہونے لگیں گے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ اب جو شخص سفر میں جاتا ہے۔ نماز اور مذہب کو چھوڑ دیگا۔ اور خدا کی حفاظت سے باہر نکلا ہوگا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ یعنے اللہ تعالےٰ متقیوں اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نیکی کرتے ہیں۔ اور ابو بکر وراق نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک امرا دوم علما سوم فقرا۔ جب امرا بگڑ جائیں تو رعیت کی معاش وکمائی بگڑ جاتی ہے۔ اور جب علما بگڑ جائیں تو بندگی اور شریعت کے طریقے بگڑ جاتے ہیں۔ اور جب فقرا بگڑ جائیں۔ تو لوگوں کی عادات خراب ہو جاتی ہیں۔ امرا کا بگڑنا ظلم سے ہوتا ہے۔ علماء کا طمع سے اور فقرا کا ریا سے ؛

ابوالقاسم رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام جعفر بن احمدؐ بن محمدؐ ہے۔ نیشاپور میں رہتے تھے۔ اور ابن عطاء اور محمدؐ بن ابی الحواری ابوعلی رودباری رحمہم اللہ کی صحبت میں رہے تھے۔ بڑے مالدار تھے۔ تمام مال انہی صوفیوں پر

خرچ کرتے رہے چنانچہ درویش خالی ہاتھ ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ مشائخ رے کہتے ہیں کہ چار چیزیں ابو القاسم رازی میں جمع تھیں۔ کہ اور کسی کو حاصل نہ تھیں۔ اوّل جمال ظاہری۔ دوم مال۔ سوم کامل زہد چہارم پوری سخاوت۔ ایک دعوت میں صوفیوں کے ساتھ موجود تھے۔ اور جعفر خلدی بھی وہاں تھے۔ جب دسترخوان چنا گیا۔ تو ابو القاسم نے ہاتھ نہ بڑھایا۔ انہوں نے کہا کہ موافقت کرنی چاہئے۔ آپ نے کہا کہ مجھے روزہ ہے۔ جعفر خلدی نے کہا اگر تمہارے روزہ کا ثواب تمہارے نزدیک بھائیوں کے دل کی خوشی سے بڑھ کر ہے۔ تو نہ کھولو۔ پھر اسی وقت کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آپ کی وفات ۳۷۰ھ ہجری میں ہوئی ہے *

ابو القاسم حکیم سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل ہے۔ وقد قالوا فی وصفہ لم یکن نظرہ من العرش الی الثریٰ الا الی اللہ سبحانہ وکان معاملتہ مع الخلق طلبا لحظوظھم دون حظہ یعنی بیشک لوگوں نے ان کی تعریف میں یہ بات کہی ہے۔ کہ ان کی نگاہ عرش سے لے کر فرش تک سوا اللہ سبحانہٗ کے اور کسی طرف نہ تھی۔ اور لوگوں سے اُن کا معاملہ اس لئے تھا۔ کہ ان کا فائدہ طلب نہ کریں نہ اپنا فائدہ۔ آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابو بکر وراق کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کی باتیں معاملات اور نفس کے عیب اور اعمال کی برائیوں میں بہت اچھی ہیں۔ آپ ماہ محرم میں عاشورہ کے دن ۳۴۲ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ اور جاگر دیزہ کے مقبرہ میں دفن ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبری جائز ہوتی۔ تو ہمارے زمانہ میں ابو بکر وراق ہوتے۔ بوجہ ان کے علم و حکمت و مخلوق پر شفقت کرنے اور عدل و انصاف کے کہتے ہیں۔ کہ ایک دن ابو القاسم حکیم اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ ابو طاہر جو کہ اس وقت کے بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کے دروازہ پر آئے۔ دیکھا تو ایک پانی کا حوض ہے۔ اور سرو کے درخت ہیں۔ واپس چلے گئے۔ اور دکان پر جا بیٹھے۔ شیخ ابو القاسم نے غلام سے کہا کہ کلہاڑی لا اور ان سرووں کو کاٹ ڈال۔ اس وقت کہا کہ جا اور ابو طاہر کو بلا لا۔ جب وہ آئے تو کہا کہ اے ابو طاہر جو چیز تجھ کو حق سبحانہٗ تعالےٰ سے حجاب بن گئی تھی ہم نے اُس کو درمیان سے اُٹھا دیا۔ لیکن خدا کے ساتھ ایسی صحبت رکھ۔ کہ کوئی درخت تجھ کو اس سے پردہ نہ بنے۔ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے۔ اور لوگوں میں حکم چلا رہے تھے۔

ایک بزرگ اُن کی زیارت کو آئے۔ اور ان کو اس میں مشغول دیکھا۔ تو حوض پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنے لگے جب فارغ ہوئے تو شیخ ابوالقاسم نے ان سے کہا کہ اے برادر یہ کام تو بچے بھی کرتے ہیں۔ مردوده ہے کہ اتنے شغل میں دل کو خدا سے لگائے رکھے +

ابوبکر سُغدی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ سُغد سمرقند کے رہنے والے ہیں۔ اور اس گروہ میں سے ابوبکر وراق رحمۃ اللہ کے شاگرد ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ابوبکر وراق ایک سخی مرد تھے۔ خدا کا کام مزدوری پر نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس کی تعظیم کی وجہ سے کرتے تھے +

صالح بن مکتوم رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی سُغد سمرقند سے ہیں۔ اور ابوبکر وراق رحمۃ اللہ کے شاگرد ہیں +

ہاشمی سُغدی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی ابوبکر وراق رحمۃ اللہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ بلخ کے رہنے والے ہیں۔ اُن کی باتیں یاد رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ انہی کی باتیں کرتے رہتے اُن کی وفات کے دن تک ان کے ساتھ رہے آپ کہتے ہیں۔ کہ ابوبکر وراق کہتے تھے۔ زیادہ باتیں کرنا دل کو سخت کر دیتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان سے پہلے لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ بہت سونا اور بہت کھانا اور بہت باتیں کرنا دل کو سخت کر دیتا ہے۔ اور ابوبکر وراق نے کہا ہے کہ بہت باتیں نیکی اور برائی ہیں۔ ایک صوفی کہتے ہیں۔ کہ میں ابوبکر وراق رحمۃ اللہ کے ساتھ راستہ میں جا رہا تھا۔ اُن کی چادر کی ایک طرف حرف خ میں نے لکھا ہوا دیکھا۔ اور دوسری طرف میم لکھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اس لئے لکھتا ہوں۔ کہ جب خ کو دیکھوں تو مجھے اخلاص یاد آئے۔ اور جب میم کو دیکھوں تو مروت یاد آئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ اخلاص یہ ہے۔ کہ معاملہ میں اُس کے ساتھ کسی کو نہ دیکھے۔ اور لوگوں سے مروت اِس لئے ہے۔ کہ لوگوں پر تم ناگوار نہ ہو یعنے وہ تجھ سے خوش رہیں۔ ابوبکر وراق یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ بندگی کو صاف[1] رکھنا مجوسیت کا اثبات

[1] کیونکہ عمل کو صاف رکھنا اپنے دیکھنے کو شامل ہے۔ اور اپنے آپ کو دیکھنا دوئی کو لازم کرتا ہے۔ اور دوئی کو دیکھنا مجوسیت ہے۔ کہ جس میں تعدد الٰہ ہے ۱۲

اور خدائی کا انکار ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ وہ شخص عارف نہیں۔ جو دنیاداروں کے سامنے معرفت کا علم بیان کرے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوبکر وراق نے کہا ہے۔ کہ محمد مسلم بوریاباف ایک دعوت میں تھے۔ اور اُن کے ساتھ یوسف درزی ترمذی تھے۔ میزبان کسی شغل میں تھا۔ محمد مسلم نے کہا کہ جلدی کرو کہ مجھے کام ہے۔ وہ زاہد عابد تھے۔ اُن کا دل وظیفہ میں لگا ہوا تھا۔ یوسف خیاط نے کہا کہ تم کو اسکے سوا اور بھی ایک کام ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہارے سامنے لائیگا۔ یہ بھی تو بتلاؤ۔ کہ کیا تم اس نیت سے گھر سے نکلے تھے پھر گھر میں جاؤنگا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے تیس سال ہو گئے ہیں۔ کہ کبھی اس نیت سے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں۔ کہ پھر گھر کو واپس آؤنگا۔ ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ یوسف کی وہ دو باتیں محمد مسلم کی سو سالہ عبادت سے بہتر ہیں۔ اور ابوبکر وراق یہ بھی کہتے ہیں۔ ربما اصلی رکعتین وانصرف منہما وانا بمنزلۃ من ینصرف من السرقۃ من الحیاء یعنے میں اکثر دفعہ دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔ اور سلام پھیرتا ہوں۔ تو اس حالت میں ہوتا ہوں کہ کسی نے چوری کی ہوتی ہے۔ اور شرماتا ہے۔

ابوذر ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ خراسان کے مشائخ میں تھے۔ اور صاحب کرامات عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ ایک جماعت کے ساتھ ہم ابوذر کی صحبت میں رہتے تھے۔ جس وقت کہ ہم لوگوں کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی وہ اٹھتے اور نماز میں کھڑے ہو جاتے اسی وقت وہ چیز سامنے آجاتی ہے۔

محمد بن حسن جوہری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔ اور بغداد کے رہنے والے ہیں۔ ذوالنون مصری کے شاگرد ہیں۔ بزرگ مرد ہیں۔ شیخ ابوبکر واسطی باوجود اپنی بزرگی کے اُن کی باتیں کرتے ہیں۔ ابوبکر واسطی امام توحید کہتے ہیں۔ کہ محمد حسن جوہری کہتے ہیں۔ کہ ایک مرد نے ذوالنون مصری سے کہا کہ میرے لئے دعا کریں۔ کہا اے جوانمرد۔ اگر تیرا کام خدا کی تقدیر میں پہلے ہو چکا ہے۔ اور بہت دعائیں نہ کی جائیں تو بھی وہ مقبول ہے۔ اور اگر تقدیر میں نہیں ہے۔ تو پانی میں ڈوبے ہوئے کو آواز دینے سے سوائے غرق ہونے اور حلق میں زیادہ پانی آنے سے کیا فائدہ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے پیر سے کہا۔ کہ میرے لئے دعا کرو۔ کہا جو کچھ تیرے بارہ میں خدا کے علم میں ہو چکا

ہے وہ بہتر ہے۔ اس کے مقابلہ کرنے سے ایک پیر کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ نہ ہوتا جو خدا نے فرمایا ہے کہ مجھ کو پکارو اور مجھ سے مانگو یعنے اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ای لِیَدْعُوْنِیْ یعنے مجھے پکارو میں قبول کرونگا۔ اور میں نے جن و انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ میری عبادت کریں یعنے مجھے پکاریں۔ تو میں ہرگز دعا نہ مانگتا۔ لیکن اُس نے کہا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ مانگ اس لئے میں بھی مانگتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ دُعا کرنا صوفیوں کا مذہب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ پہلے حکم کو دیکھ لیا کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہونے والا تھا وہ ہو چکا۔ وہ خاوران میں حفص سے ایک پہر رات گذر گئی بعد یہ کہتے تھے۔ کہ جو کام ہو چکا ہے اسے نہ ہوئی کیسے کروں۔ کیسے کروں۔ کیسے کروں۔ سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا ہوگا۔ حکیم دانا یہ کہتا ہے کہ کیا ہو چکا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ دُعا نہ کرنی چاہیئے۔ وظیفہ نہ پڑھنا چاہیئے۔ دیکھو میں ہر رات دن میں اپنا وظیفہ پڑھتا ہوں اور وہ دو سو فصل دُعا کے ہیں۔ لیکن میں کچھ نہیں چاہتا۔ وہ صرف زبان کا ذکر ہے۔ خدا کی فرمانبرداری کے لئے ورنہ میرا اہتمام کچھ اور ہی ہے ۔

ابوبکر کسائی دینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ قہستان عراق کے رہنے والے ہیں۔ اور دینور میں انتقال ہوا ہے۔ بزرگ مرد ہیں۔ حضرت جنیدؒ کے بڑے یاروں میں اور انکے ہمزمانہ ہیں۔ اُن کی بڑی ریاضتیں اور سفر مشہور ہیں جنید فرماتے ہیں کہ ابوبکر کسائی نہ ہوتے تو میں عراق میں نہ ہوتا۔ حضرت جنید کی اُن کے ساتھ خط و کتابت رہی ہے۔ اور اچھے اچھے خط ہیں۔ حضرت جنیدؒ سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہے۔ حضرت جنید سے انہوں نے ہزار مسئلہ پُوچھا۔ جن کا جواب آپ نے لکھ دیا تھا۔ اور اُن کو بھیجدیا تھا جب اُن کی وفات کا وقت آیا تو ان سب کو بھلا دیا۔ اُن کی وفات کی خبر جنیدؒ کو پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کاش ان مسئلوں کو جو اُنھوں نے مجھ سے پوچھے تھے۔ دھو ڈالتا۔ لوگوں نے کہا۔ اُنہوں نے دھو ڈالے تھے۔ حضرت جنید خوش ہو گئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ جنیدؒ اس سے نہ ڈرتے تھے۔ کہ وہ عام کے ہاتھ میں پڑ جائینگے یا بادشاہ کے ہاتھ پڑ جانے سے ڈرتے تھے۔ بلکہ ڈرتے تھے۔ کہ کہیں صوفیوں کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔ اور اُن سے دُکان نہ بنالیں۔ یعنے باتیں کہنے میں اور مقبول ہونے کی طلب میں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہزار صوفیوں میں ایک عالم صوفی اس لئے کافی ہے کہ سُنتا ہے۔ اور جانتا ہے اس قوم میں سے ایسا دل کام کا ہے

کہ جو فصیح ہو نہ فقط زبان کا فصیح۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ رویم کہتے ہیں جب حال مردوں سے لے لیتے ہیں اور باتیں چھوڑ دیتے ہیں تو اس کو ہلاک کر دیا کرتے ہیں۔ شیخ ابو الخیر عقلانی فرماتے ہیں کہ جب ابو بکر کسائی سوتے تھے۔ تو اُن کے سینہ سے قرآن شریف کی آواز سُنا کرتے تھے +

ابو علی جورجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ اور آپ کا نام حسن بن علی ہے خراسان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ اپنے وقت کے بینظیر ہیں۔ آپ کی تصانیف معاملات اور آفات کے دیکھنے میں ہیں وربما یتکلم فی شیئی من العلوم والمعارف والحکم یعنی اکثر آپ علوم اور معرفت اور حکمتوں میں باتیں کیا کرتے۔ محمد بن علی ترمذی اور محمد فضیل بلخی کی صحبت میں رہے ہیں اور اُن کے قریباً ہمسن ہیں آپ فرماتے ہیں۔ الخلق کا ھم فی میادین الغفلۃ یرتعون و علی الظنون یعتمدون وعند ھم انھم فی الحقیقۃ یتقلبون وعن المکاشفۃ ینطقون۔ یعنی لوگ سب کے سب غفلت کے میدانوں میں دوڑ رہے ہیں اور گمانوں پر بھروسہ کئے ہیں اور اُن کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ قدم حقیقت میں گشت لگا رہے ہیں اور مکاشفہ سے باتیں کر رہے ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بڑا بدبخت وہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اُسکے گناہ کو اس سے چھپا دے اور وہ اس کا اظہار کرے +

محمد و احمد ابناء ابی الورد رحمہما اللہ تعالیٰ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں عراق کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ حضرت جنیدؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ سری سقطی ابو الفتح حمال حارث محاسبی بشر حافی سے بھی ملے ہیں۔ اور پرہیزگاری میں اُن کا طریق بشر حافیؒ کا ہے۔ آپ کی کنیت محمد بن ابو الحسن ہے بشر حافی کے شاگرد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نماز شام کی میں نے پوری کی۔ اور پاؤں لمبے کئے۔ ہاتف نے آواز دی اور کہا اھکذا تجالس الملوک یعنے کیا ایسا ہی بادشاہوں کی خدمت میں بیٹھا کرتے ہو۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں فقیروں میں آداب فقر یہ ہے کہ دنیاداروں کو جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں ملامت نہیں کیا کرتے بلکہ مہربانی و شفقت کریں اور اُن کے حق میں دعائے خیر کریں تا کہ خدا تعالیٰ اُن کو جس حال میں ہیں اس سے خلاصی دے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگوں کی ہلاکت دو چیز میں ہے نفلوں میں مشغول رہنا اور فرضوں کو چھوڑ دینا اور دل کی توجہ کے بغیر اعضاء سے عمل کرنا دسئل عن الولی

فقال من یوالی اولیاء اللہ ویعادی اعدائہٗ یعنے ولی کی بابت آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ولی وہ ہے کہ جو اولیاء اللہ کا دوست ہو اور خدا کے دشمنوں کا دشمن ہو۔ احمد بن ابی الورد کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ولی میں تین چیزیں بڑھاوے تو وہ تین باتوں میں بڑھ جاتا ہے۔ جب اس کے مرتبہ میں بڑھائے تو وہ تواضع اور عاجزی میں بڑھ جاتا ہے۔ اور جب اس کا مال بڑھتا ہے۔ تو وہ سخاوت میں بڑھ جاتا ہے۔ اور جب اس کی عمر بڑھاتا ہے تو وہ عبادت میں زیادہ مجاہدہ کرتا ہے۔

طاہر مقدسی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ شام کے بڑے مشائخ میں ہیں۔ حضرت ذوالنون کو دیکھا ہے اور یحییٰ جلا کی صحبت میں رہے ہیں۔ عالم تھے۔ ذوالنون کہتے ہیں۔ کہ شبلی ان کو حبر الشام یعنے شام کا عالم کہتے اور طاہر مقدسی کہتے ہیں۔ کہ ذوالنون مصری نے مجھ سے کہا تھا۔ العلم فی ذات الحق جہل والکلام فی حقیقۃ المعرفۃ حیرۃ والاشارۃ عن المشیر شرک یعنے خدا کی ذات کا علم جہالت ہے۔ اور معرفت کی حقیقت میں کلام کرنا حیرۃ اور اشارہ اشارہ کرنیوالے سے شرک ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ذات حق میں بات کرنا جہالت ہے کیونکہ کسی کو خدا کی ذات میں کلام کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے آپ کو کہا ہے یا اسکے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس بارہ میں کہا ہے۔ اس کی کیفیت جاننے کی نہیں۔ اور بجز تصدیق و تسلیم اور کچھ جائز نہیں۔ اور معرفت میں حقیقت کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو حق الحقیقۃ کے ساتھ پہچانتا ہے۔ اور سب لوگ عاجز اور حیران ہیں۔ وہ اپنے فضل سے خدا کی معرفت سے بندہ کے عاجز ہونے کو معرفت شمار کرتا ہے۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم خدا کی ثناء و دعا میں یہ فرماتے ہیں۔ لا ابلغ مدحك ولا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك یعنے میں تیری مدح تک نہیں پہنچ سکتا ہوں تو ایسا ہی ہے جیسے کہ اپنے نفس کی خود تعریف کرتا ہے اور حق تعالےٰ فرماتا ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا یعنے وہ اس کے علم کو احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس سے صرف اسی قدر تو جانتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ یکتا بے مثل ہے۔ اور مشیر سے اشارہ کرنا شرک ہے یعنی شرک خفی ہے۔ کیونکہ اشارت کو اشارہ کرنے والا چاہئے اور وہ دوئی میں نہیں آسکتا۔ ہستی اسی کی حقیقت سے ہے۔ اور باقی اور سب بہانہ ہیں۔ اور وہ خدا بود اور ہستی میں یگانہ الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل یعنے

دیکھو تمام چیزیں خدا کے سوا باطل ہیں۔ طاہر مقدسی کہتے ہیں کہ اگر لوگ عارف کے نور کو دیکھیں تو اُس میں جل جائیں۔ اور اگر عارف وجود کے نور کو دیکھے تو وہ جل جائے وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ حد المعرفة التجرد من النفوس وتدبيرها فيما يجل ويصغر یعنے معرفت کی تعریف یہ ہے۔ کہ لوگوں سے اور اُن کی تدبیروں سے خواہ بڑی ہوں یا چھوٹی علیحدہ رہنا +

ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کا نام یوسف بن حمدان ہے۔ آپ ابو یعقوب نہرجوری کے اُستاد ہیں۔ اور بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔ بصرہ میں رہتے تھے۔ اور ابلہ میں کہ بصرہ سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر شہر ہے بصرہ سے پہلے کا آباد ہے بڑا قدیمی شہر ہے۔ یوں کہا گیا ہے کہ وہ دنیا کی جنت میں سے ایک جنت ہے۔ انتقال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں جو شخص کہ علم توحید تکلف سے کہتا ہے۔ وہ شرک میں ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جو شخص علم تصوف تکلف کے ساتھ کہتا ہے وہ شرک میں ہے اور جو شخص بات کرے جس وقت کہ چاہے وہ دھوکا ہے۔ بات زندگی کی کہنی چاہئے۔ اور وہ اس وقت کہنی چاہئے جب سکوت میں خدا تعالےٰ مدد ہو۔ کبھی نالائقی کا پھر بات تحقیق اُس کو مباح کر دیتی ہے اس گروہ کا کلام اوروں کے کلام کی طرح نہیں جب زندگی نہ ہو تو زندقہ تک لیجاتی ہے۔ اور اباحت وہاں سے لیجاتی رہتی ہے۔ چاہیئے کہ جب متفرق ہو تو جمع و توحید کی بابت کچھ نہ کہے۔ لیکن جب خودی میں آئے۔ تو تجھ کو تفرقہ سے کیا کام۔ خراز کہتے ہیں لا يصلح هذا العلم الا من يعبر عن وجده وينطق عن فعله یعنے یہ علم اس شخص کے سوا اور کسی کو لائق نہیں ہے۔ جو اپنے وجد سے تعبیر کرے۔ اور اپنے فعل سے بات کرے +

ابو یعقوب نہرجوری قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ

آپ چوتھے طبقہ میں ہیں۔ آپ کا نام اسحٰق بن محمدؐ ہے۔ علماء مشائخ سے ہیں۔ جنید اور عمرو بن عثمان مکی کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابو یعقوب سوسی کے شاگرد ہیں۔ اور برسوں مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں۔ اور وہیں آپ کا انتقال ہوا ہے سنہ ۳۳۰ھ ہجری میں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ وہ کہتا تھا۔ میں نے اُن کو دیکھا ہے لیکن مجھے یقین نہ ہوا۔

ابو یعقوب نہر جوری کہتے ہیں، کہ جب تک علم و عمل و مخلوق کو نہ چھوڑیگا، اس کام تک نہ پہونچیگا یعنی دل اور ہمت کے ساتھ علم اور خبر سے گذر جائے گا نہ یہ کہ ہاتھ روک لے، اور ثواب کے لئے عمل نہ کرے یعنی ثواب کے لئے نہ رہے بلکہ ظاہر و باطن میں اسکے ساتھ رہے، نہ یہ کہ عمل کرے اور اس کا ثواب چاہے ابراہیم بن فاتک کہتے ہیں کہ ابو یعقوب بن نہر جوری کہتے ہیں، الدنیا بحر والاٰخرۃ ساحل والمرکب التقوی والناس علی سفر انشد للنہر جوری شعر

العلم لی مناک وقطا العذر عندک لی | حتی التقیت فام نعذ انو لم تتکمو
اقام علمک فاجنح عندک لی | مقام شاھد عدل غیر متھم

یعنے دنیا ایک سمندر ہے اور آخرت کنارہ ہے اور سواری تقویٰ ہے، اور لوگ سفر کر رہے ہیں، اور ابراہیم نے نہر جوری کے یہ شعر پڑھے۔ یعنے تیرے علم نے میرا عذر تیرے سامنے بیان کیا، یہاں تک کہ میں تجھ سے ملا پس آپ مجھے ملامت اور طعنہ نہ کریں، تیرے علم نے میرے لئے حجت قائم کی، اور عادل گواہ کے قائم مقام ہوا جس پر تہمت نہیں لگائی جاتی، اور ابو یعقوب یہ بھی کہتے ہیں اعرف الناس باللہ اشدھم تحیرا فیہ یعنے خدا کو لوگوں میں سے زیادہ پہچاننے والا وہ شخص ہے جو کہ ان میں سے خدا کے بارہ میں زیادہ حیرت زدہ ہے، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں، من اخذ التوحید بالتقلید فھو عن الطریق بعید یعنے جو شخص توحید کو تقلید کے طور پر حاصل کرتا ہے، وہ اصل راہ سے دُور پڑا ہوا ہے ۞

ابو یعقوب زیات رحمۃ اللہ تعالےٰ

حضرت جنید فرماتے ہیں، کہ ایک دوستوں کی جماعت کے ساتھ ابو یعقوب زیات کے دروازہ کو ہم نے جا کھٹکھٹایا، کہا کہ تم کو خدا تعالےٰ سے شغل نہ تھا۔ کہ میرے پاس آنے سے روکتا، میں نے کہا کہ جب ہمارا تمہارے پاس آنا خدا کی مشغولی میں سے ہے، تو ہم اس میں خدا سے رُکے نہیں۔ ابو یعقوب نے اپنے بعض مریدوں سے پوچھا، کہ تمہیں قرآن بھی یاد ہے، کہا کہ نہیں، کہا اے خدا فریاد رس جو مرید کہ قرآن یاد نہیں کرتا وہ نارنگی کی طرح ہے کہ جس کی خوشبو نہیں، پس کس چیز سے نعمت حاصل کرتا ہے، اور کس چیز سے گاتا ہے، اور کس چیز سے اپنے خدا سے راز و نیاز کرتا ہے (یعنی قرآن کے سوا اور کوئی چیز ان باتوں کو جمع نہیں کرتی) ۞

احمد بن وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو جعفر ہے بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ابو حاتم عطار کی صحبت میں رہے ہیں اور ابو یعقوب زیارت کے استاد و پیر تھے۔ ایک مدت تک شونیزیہ کی مسجد میں متوکل بیٹھے رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص غذا کی طلب کے لئے اُٹھا تو فقیر کا نام اُس سے اُٹھ جاتا ہے اُن کی وفات ۲۷۰ھ ہجری میں ہوئی ہے ❊

ابو یعقوب مزابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بغدادی ہیں اور حضرت جنیدؒ کے ہمعصر۔ ان سے پوچھا گیا۔ کہ تصوّف کیا چیز ہے کہا۔ حال یضمحل فیھا معالم الانسانیۃ یعنے وہ ایک حالت ہے۔ کہ جس میں انسانی آثار جاتے رہیں ❊

ابو یعقوب اقطع رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بصرہ کے بڑے مشائخ میں تھے۔ حضرت جنید کے کاتب اور ایلچی ہیں۔ آپ مکّہ میں رہے ہیں۔ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ابو الحسن مزین نے کہا ہے۔ کہ میں مکّہ معظمہ میں گیا۔ شیخ ابو یعقوب اقطع نزع کی حالت میں تھے۔ میں اُن کی خدمت میں آیا۔ لوگوں نے کہا کہ تجھ سے التفات کریں۔ تو کلمہ شہادت ان پر پیش کیجو۔ مجھ کو انہوں نے دھوکا دیا کیونکہ میں بچہ تھا۔ میں اُن کے سرہانے بیٹھ گیا۔ مجھے دیکھا میں نے کہا ایھا الشیخ تشھد ان لا الہ الا اللہ یعنے اے شیخ آپ گواہی دیتے ہیں۔ کہ کوئی معبود سوائے خدا کے نہیں۔ انہوں نے کہا۔ ایای تعنی بعزۃ من لا یذوق الموت ما بقی بینی وبینہ الاحجاب العزۃ۔ یعنے کیا تمہارا مطلب مجھ سے ہے۔ کہ میں کلمہ شہادت پڑھوں۔ مجھ کو اس کی عزت کی قسم ہے۔ جو موت نہیں چکھتا۔ مجھ میں اور اس میں صرف عزت کا پردہ باقی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ پردہ عزت وہی ہے کہ وہ وہ ہے اور تو تو ہے۔ ابو الحسن مزین لوگوں سے کہتے تھے۔ کہ مجھ جیسا چھوٹا آیا تھا۔ کہ خدا کے دوستوں میں سے ایک دوست کے سامنے شہادت پیش کرے شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ایک مرد خدائی میں جلتا تھا۔ لوگ آئے کہ

پردہ عزت سے ورے اس پر کلمہ شہادت پیش کریں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابو عبداللہ طاقی نزع کی حالت میں تھے۔ ایک شخص نے ان پر کلمہ شہادت پیش کیا۔ کہا کہ چپ رہو۔ لوگ بے ادب اور بے حرمت آگئے ہیں۔ اور خدا کے دوست پر کلمہ شہادت پیش کرتے ہیں۔ تو خود کہو کیونکہ میں نے خود کہا ہے۔ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔ یعنے اے خدا مجھ کو مسلمان کر کے ماریو اور نیک بختوں سے ملائیو۔ یہ کہا اور جان دیدی۔ ایک دفعہ ایک جماعت نے ایک شیخ پر کلمہ شہادت پیش کیا۔ اُن کو اِس امر سے غیرت آئی۔ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک ایک کو کلمہ شہادت پڑھایا۔ یہاں تک کہ سب نے کہا پھر سر رکھا اور جان دیدی۔ ایک شخص نے وفات کے بعد اُن کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ کہا بہت اچھا کہا۔ کہ ایمان لے گئے تھے۔ کہا کہ ہاں لے گیا تھا۔ کہا کہ مرنے کے وقت تو کلمۂ شہادت تم نے نہ کہا تھا۔ کہا۔ وہ خود مجھ میں پیدا ہوا تھا اور اُگا تھا +

ابو یعقوب ابن زبزی رحمۃ اللہ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ابن زبزی کے ساتھ سماع میں حاضر تھا۔ قوال یہ شعر پڑھتا تھا۔ شعر

لو استندت میتا الی نحرھا　　　عاش ولم ینقل الی المقبر

یعنے اگر محبوبہ مُردہ کو اپنی گود میں تکیہ دے تو وہ زندہ ہو جائے۔ اور قبر کی طرف نہ جائے ابن زبزی خوش ہو گئے۔ اور ہاتھوں کو بیٹھ کے پیچھے سے زمین پر رکھا اور اپنا سینہ اونچا کر لیا۔ اور آنکھیں آسمان کی طرف لگالیں اور کہتے تھے۔ اسی کو کہو واللہ کہ میرے سوا اور کوئی نہیں سنتا۔ ایک دم اُن کی رگوں سے خون نکلنے لگا۔ کہتے ہیں کہ تم نے معلوم کیا۔ وہیں سے فصد کیا گیا ہے۔ پھر اسی حالت پر تھے کہ بیہوش پڑ گئے۔ لوگوں نے اُن کو پکڑا اور خون دھویا۔ اور کپڑا اس پر باندھ دیا اور شیخ عبداللہ خفیف یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابراہیم خواص اور ابن زبزی میں نزاع ہو پڑی ابن زبزی نے اس کو کہا۔ تم کیا دعوی کرتے ہو۔ اور اس پر فخر کرتے ہو۔ کہ توکل پر میں جنگل کو جاتا ہوں۔ جو کچھ تمہارے پاس گدڑی اور چھاگل ہے یہ سب جھوٹ کے اسباب ہیں اگر توکل کا دعوی کرتا ہے۔ تو جس طرح میں تم کو کہتا ہوں۔ اس طرح جنگل میں آ۔ ابراہیم خواص کو غصہ آیا۔ اور باہر نکل گیا۔ ابن زبزی اُس کے پیچھے گئے۔ اور ایک اچھا

نہ بند اور چادر ہمراہ لے لئے اور ایک کاریخ کا کوزہ لے لیا۔ جب اُن سے ملے تو کہا کہ اپنی گدڑی اُتار اور یہ پہن لے۔ تب گدڑی اُتار لی اور وہ پہن لئے۔ چھاگل اس سے لے لی۔ اور وہ کوزہ اس کو دیدیا اور کہا کہ اب جاؤ۔ جب ابراہیم نے حج کیا۔ اور واپس لوٹے تو ابن زیزی نے اُن کی گدڑی اور چھاگل اُٹھائی۔ اور استقبال کیا۔ اور کہا کہ اب جو چاہے پہن۔ اور خواص نے چونکہ بہت سی ریاضتیں کی تھیں۔ اس لئے اُن کے بال سب گر گئے تھے۔ ابن زیزی کہ کہنے لگے۔ قتلتنی ابعدک اللہ یعنے تم نے مجھے قتل کر ڈالا خدا تجھے دُور کرے۔ (یعنی اس سے جو مناسب نہ ہو) اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابو طالب خزرج کہتے ہیں۔ کہ مجھ میں اور ابن زیزی میں اخلاص کے بارہ میں باتیں ہوتی تھیں۔ اور دوست یہ چاہتے تھے۔ کہ رات کو میرے گھر رہیں جب یہ بات کرتا وہ کہتے تھے۔ ٹھہر۔ یہاں تک کہ رات پڑ جائے۔ اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ جب میں اُٹھا تو ابن زیزی نے کہا کہ میرا انتظار نہ کرنا۔ کہ میں دیر کر کے آؤنگا ہم نے کھانا کھالیا۔ اور اُن کا حصہ رکھ چھوڑا۔ کچھ رات گذر گئی تھی۔ کہ آئے اور غسلخانہ میں گئے۔ ہم نے کہا شاید طہارت کرتے ہیں۔ وہ اپنے ہمراہ دف رکھتے تھے۔ وہاں چھپا کر واپس آئے۔ جب کچھ اور رات گذر گئی اور لوگ سو گئے۔ اور ہم خوش وقت ہو کر بیٹھے ہوئے۔ کہ ابن زیزی اُٹھے اور دف جو چھپا رکھی تھی اسکو نکال لائے اور دف بجانے اور گانے لگے سب ہمسایہ جمع ہو گئے۔ اور دیکھتے تھے ہمسائیوں سے کہنے لگے کہ شاید ابو طالب تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔ تو ایسا نہ کرتے ہونگے ہم نے تو یہ انہیں سے سیکھا ہے۔ اور وہ ہمارا اس کام میں شیخ ہے۔ پھر دف بجاتے تھے۔ اور گاتے تھے۔ اور ہمسائیوں سے باتیں کرتے تھے۔ ابو طالب کہتے ہیں۔ صبح ہی کو میں نے گھر خالی کیا۔ اور دوسرے محلہ میں چلا گیا۔ جب صبح ہو گئی تو میں نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر کبھی اخلاص کا ذکر نہ کروں گا۔

ابو یعقوب نہکوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

لوگوں نے اُن سے پوچھا۔ کہ توکل کیا ہے۔ کہا کہ اختیار کا ترک کر دینا۔ اور سہل تستری سے پوچھا گیا تو کہا تدبیر کا ترک کر دینا۔ بشر حافی رح سے پوچھا گیا تو فرمایا رضا ہے۔ اور ابو حفص حداد سے پوچھا گیا تو کہا کہ اپنی طاقت سے بیزاری۔ حلاج سے پوچھا گیا تو کہا سبب کا دیکھنا۔ فتح موصلی سے پوچھا گیا تو کہا سبب سے ملال پیدا ہونا۔ شقیق سے پوچھا گیا۔ تو کہا۔ کہ دیدار کا عجز میں غرق ہونا

یعنے اس کے سوا سب عاجز ہیں۔ شبلیؒ سے پوچھا گیا۔ تو کہا کہ دیدار میں دل کو سب سے بھلا دینا +

ابو یعقوب میدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نصیبین کے مشائخ میں سے ہیں۔ شبلیؒ بغداد سے مصر کو اس وقت کی معافی کی طلب میں جاتے تھے جبکہ آپ زمینداری کیا کرتے تھے۔ تو گھوڑے نے کسی زمین میں زراعت کھائی تھی پھر اُن کا گذر ابو یعقوب میدانی پر ہوا۔ وہ شبلیؒ کی مقبول خاطر ہوئے۔ وہ ابھی نئے نئے اس کام میں آئے تھے۔ اور پہلی دفعہ معتقد بنے تھے۔ جسیم آدمی تھے۔ شبلیؒ نے اُن کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا جَبَرَكَ اللهُ یعنے خدا تیرا جبر نقصان کرے۔ ابو یعقوب نے کہا۔ آمین۔ لوگوں نے کہا۔ یہ کیا ہے۔ آپ نے اُن سے کہا یہ ایسا ہی ہے۔ کہا جس طرح بچوں کو کہا کرتے ہیں۔ بعد ازاں ابو یعقوب کی وہ بات ہوئی جو ہوئی دینی ترقی کر گئے۔ شبلیؒ کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور جبرک اللہ کہا۔ تو اُس کے سر کا کوئی بال نہ تھا۔ جو یہ کہتا ہو کہ آمین + (نوٹ) میرے نسخہ میں دعا خیرک اللہ ہے (فانی)

ابو یعقوب خراط عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نے کہا ہے کہ میں ابو الحسین نوری کے پاس آیا۔ اور اپنے پاس دوات رکھتا تھا۔ مجھ کو کہا کہ اے لڑکے چاہتے ہو کہ کچھ لکھو۔ مَیں نے کہا ہاں۔ چند شعر فی البدیہہ کہدیئے۔ کہ لکھ لے۔ مَیں نے لکھ لئے۔ اشعار کا حاصل مطلب یہ تھا۔ کہ جو کچھ تم ان اوراق میں ثابت کرتے ہو۔ اور لکھتے ہو۔ ہم نے ان کو محو کر دیا ہے۔ اس لئے تم اس اثبات کے سبب امر مقصود کی سمجھ و ادراک سے پردہ میں ہو۔ اور ہم پر اس محو کے سبب ادراک اور فہم کے بے انتہا دروازے کھل گئے ہیں اور اس نصیحت و وعظ کا باعث ہماری تم سے خیر خواہی ہے۔ تم کب تک یہ اوراق لکھتے اور گنتے رہوگے۔ اور اپنے آپ کو مقصود کی بات سے پردہ میں رکھے رہوگے +

ابو یعقوب کورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ مَیں نے اُن کو دیکھا ہے۔ کہ وہ ایک پیر روشن ضمیر تھے۔ اور صاحب وقت و کرامات تھے۔ ہمیشہ ایک لکڑی ہاتھ میں رکھتے۔ اس کے درمیان میں ایک کپڑا رومال

بندھا رہتا تھا۔ اُن سے لوگوں نے کہا کہ یہ کیا بھید ہے۔ کہا کہ یہ بھی ایک فن فریب ہے شیخ ابو معمر مالکی نے مجھ سے کہا کہ ایک دن جا رہے تھے۔ ایک جماعت عادلوں کی بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے اُن پر یہ آیت پڑھی تحسبھم جمیعًا وقلوبھم شتّٰی یعنے تم ان کو اکٹھے گمان کرتے ہو۔ حالانکہ اُن کے دل متفرق پریشان ہیں۔ یہ کہہ کر چل دئیے +

خیر نسّاج قدّس اللہ تعالیٰ سرّہٗ

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ اور نام محمد بن اسمٰعیل ہے۔ اور اصل میں آپ سامرہ کے رہنے والے ہیں۔ اور بغداد میں آکر رہے تھے۔ ابو حمزہ بغدادی کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور سری سقطی سے سوالات کئے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت سری کے مُرید تھے۔ اور حضرت جنیدؒ کے ہمزمانہ تھے۔ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ اور نوری اور ابن عطاء وجریری کے اُستاد ہیں۔ اور ابراہیم خواص اور شبلی دونوں نے ان کی مجلس میں توبہ کی ہے۔ شبلیؒ کو حضرت جنید کے پاس بھیجدیا۔ کہ جنید کی حفظ حرمت کریں۔ اور خدمت بجا لائیں۔ اور جنید نے کہا ہے۔ خیر خیرنا یعنے ہمارا خیر ہمارا بہتر ہے آپ کی عُمر بہت بڑی ہوئی ہے۔ ایک سو بیس سال زندہ رہے۔ اور ۳۲۲ھ ہجری میں انتقال ہُوا شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ کپڑا نہ بنتے تھے۔ بلکہ وہ باتیں بُنا کرتے تھے۔ جعفر خلدی کہتے ہیں کہ میں نے خیر نسّاج سے پوچھا کہ کیا آپ کا پیشہ جولاہے کا تھا۔ کہا کہ نہیں۔ کہا کہ پھر تم کو نساج کیوں کہتے ہیں۔ کہا کہ میں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ کھجور ہرگز نہ کھاؤنگا۔ ایک دن نفس مجھ پر غالب ہُوا اور کچھ کھجوریں میں نے لیں۔ جب میں نے ایک کھجور کھائی تو ایک نے میری طرف دیکھا۔ اور کہا اے خیر۔ اے بھاگنے والے۔ اور اس کا ایک غلام تھا۔ جس کا نام خیر تھا۔ اور اس سے بھاگا ہُوا تھا۔ اور اُس کا شبہ مجھ پر پڑا۔ پس لوگ جمع ہوگئے اور کہنے لگے۔ کہ واللہ تیرا خیر غلام یہی ہے میں حیران ہوگیا۔ اور میں نے معلوم کر لیا۔ کہ جس کے سبب گرفتار ہوگیا۔ اور اپنے گناہ کو پہچان لیا۔ پھر مجھے جہاں اس کے اور غلام کپڑا بُنتے تھے لے گیا۔ اور کہا اے بدکار غلام اپنے صاحب سے بھاگا تھا۔ اور وہی کام کر جو کہ پہلے اس سے کرتا تھا۔ سو میں نے اپنے پاؤں کھڈی میں لٹکا دئے۔ اور کپڑا اس طرح بُننے لگا کہ گویا برسوں سے بُنتا چلا آیا ہوں۔ چار ماہ تک اس کے پاس رہا اور کپڑا بُنا کرتا تھا۔ ایک رات میں اُٹھا اور وضو کیا۔ اور سجدہ میں گرا۔ اور کہا خداوندا۔ جو کچھ میں نے قصور کیا۔ پھر نہ کرونگا۔ پھر جب صبح ہوئی۔ تو

اُس غلام کا شبہ جو مجھ پر تھا جاتا رہا۔ اور میں اپنی اصلی صورت پر آگیا۔ اور خلاصی پائی۔ لیکن یہ نام مجھ پر رہا پس جولاہے کا نام اسی گناہ کے سبب سے باقی رہا۔ اور خدا نے یہ مجھے سزا دی۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ اس بات کو دوست رکھتے کہ ان کو خیر کہیں۔ اور کہتے تھے۔ کہ یہ ناجائز نہیں۔ کہ ایک مسلمان نے میرا یہ نام رکھا ہو اور پھر اس کو بدلا دوں۔ بعد اُن کے انتقال کے لوگوں نے اُن کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ خدا تعالےٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ جواب دیا لا تسئلنی عن ھذا ولکن استرحت من دنیا کم القذرة یعنے تم مجھ سے اس کی بابت مت پوچھو۔ لیکن تمہاری گندی دنیا سے میں راحت پا گیا ہوں۔ ابوالحسین مالکی کہتے ہیں۔ کہ خیر نساج کے نزع کے وقت میں حاضر تھا۔ شام کے وقت میں آیا تھا۔ اُن کو غش پڑ گیا تھا اور جب آنکھ کھولی تو گھر کے دروازہ کی طرف اشارہ کیا قف عافاك الله یعنے ٹھیر خدا تجھے معاف کرے۔ چاہیئے کہ تھوڑی دیر مجھے آرام دے تو بھی خدا کا مامور ہے۔ اور میں بھی اس کا مامور ہوں۔ اور اس کے فرمان کا بندہ۔ جو فرمان تو رکھتا ہے وہ تجھ سے فوت نہ ہوگا۔ اور میں خود تیرے قبضہ میں ہوں۔ لیکن میری نماز کا ایک وقت بندھا ہوا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ فوت نہ ہو جائے پس پانی مانگا اور وضو کیا اور شام کی نماز پڑھی۔ پھر سو گئے۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔ اور جان دیدی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ خدا ان پر اپنی بڑی رحمت کرے +

محفوظ بن محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ تیسرے طبقہ میں ہیں۔ نیشاپور کے پُرانے مشائخ میں ہیں۔ اور اُن کے بڑے ہیں۔ ابوحفص کے مُریدوں میں ہیں۔ اور ابوحفص کے بعد ابوعثمان حیری کی صحبت میں رہے ہیں۔ یہاں تک کہ دُنیا سے ۳۰۳ یا ۳۰۴ ہجری میں گذر گئے۔ ابوحفص کی ایک طرف ان کی قبر ہے۔ اُنہوں نے کہا ہے۔ التوکل ان یاکل العبد بلا طمع ولا شرہ یعنے توکل یہ ہے کہ بندہ بغیر طمع و حرص کے کھائے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں من اراد ان یبصر طریق ارشادہ فلیتھم نفسہ فی الموافقات فضلا عن المخالفات یعنے جو شخص اپنی ہدایت کے راستہ کو دیکھنا چاہے۔ تو اس کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو موافق چیزوں میں ملامت کرے۔ چہ جائیکہ مخالف چیزوں میں +

محفوظ بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بغدادی ہیں۔ اور صوفیوں میں سے ایک صوفی ہیں۔ آپ کہتے ہیں۔ من ابصر محاسن نفسہ ابتلی بمساوی الناس ومن ابصر عیوب نفسہ سلم من رویۃ مساوی الناس الیہ یعنے جس شخص نے اپنے نفس کی خوبصورتیوں کو دیکھا۔ تو لوگوں کی بُرائیوں میں مُبتلا ہو گیا۔ اور جس نے اپنے عیب دیکھے تو وہ لوگوں کی بُرائیوں کے دیکھنے سے بچ گیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں۔ اکثر الناس خیرا اسلمہم المسلمین صدرا یعنے لوگوں سے بہت بہتر وہ شخص ہے۔ کہ جس کا سینہ مسلمانوں کے عیب سے زیادہ بچا ہُوا ہو۔

ابراہیم الخواص قدس اللہ تعالیٰ سرّہٗ

آپ دوسرے طبقہ میں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تیسرے طبقہ میں ہیں۔ آپ کی کنیت ابو اسحٰق تھی۔ تجرید و توکل کے طریقہ اور اپنے وقت کے مشائخ میں یکتا تھے۔ ابوجعفر فلدی اور بڑے بیروانی وغیرہ کے اُستاد ہیں۔ بغدادی ہیں۔ اور آپ کا باپ آمل کے رہنے والا تھا۔ آپ حضرت جنیدؒ نوری کے ہمزمان تھے۔ اور اُن سے پہلے انتقال کر گئے تھے۔ ۲۹۱ھ ہجری میں۔ اگر یہ صحیح ہے۔ یوسف بن الحسین نے آپ کو غسل دیا تھا۔ اور مسجد میں دفن کیا تھا۔ اسہال کی بیماری سے انتقال ہُوا۔ ہر دفعہ فارغ ہو کر غسل کرتے کہتے ہیں کہ جس روز انتقال ہُوا تھا۔ ستر بار غسل کیا تھا۔ سردی سخت تھی۔ آخیر دفعہ پانی ہی میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر طبراک قلعہ کے نیچے ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے ہرگز کوئی قبر ایسی بارعب و پُرشوکت نہیں دیکھی جیسی ابراہیم الخواص کی ہے۔ گویا شیر لیٹا ہُوا ہے کہ اگر اُس کے پاس جاؤ تو کھا جائے۔ وہ حضرت خضر علیہ السّلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ ابوبکر کتانی کہتے ہیں۔ ایک دفعہ خواص سفر سے آئے میں نے کہا کہ جنگل میں کیا عجائبات دیکھیں۔ کہا خضر علیہ السّلام میرے پاس آئے۔ اور کہا اے ابراہیم تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے ہمراہ میں رہوں۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ وہ خدا رشک والا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ میرا دل تم سے نہ لگ جائے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ شیخ خرقانی نے مجھ کو کہا کہ اُن باتوں میں سے جو اُنہوں نے مجھے کہی تھیں۔ ایک یہ تھی۔ کہ اگر خضرؑ سے ملاقات کرے تو توبہ کیجو۔ اور اگر ایک رات میں مکہ پہنچے تو اس سے بھی

تو یہ کرنا۔ ابراہیم الخواص کہتے ہیں۔ العلم کلمۃ فی کلا ستین لا یتکلف ما کفیت ولا تضیع ما استکفیت یعنے تمام علم دو باتوں میں ہے۔ ایک تو یہ کہ ایسی چیز کی طلب میں رنج نہ اُٹھا جو ازلی قسمت میں تیرے لئے کافی ہو چکی ہے۔ اور وہ رزق ہے۔ اور اس چیز کو ضائع اور خراب نہ کر جس کا پورا کرنا تجھ سے طلب کیا گیا ہے۔ اور وہ خدا کے حکم کی فرمانبرداری ہے یعنے اس کے احکام اور منہیات کا خیال رکھنا ابوالحسن علوی کہتے ہیں۔ کہ میں دینور کی مسجد میں گیا۔ خواص کو مسجد کے صحن میں ریت پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں نے کہا اے ابو اسحٰق سلام علیک آؤ کہ کپڑے پہننے کے مقام میں چلیں۔ کیونکہ مجھ کو اس پر رحم آیا۔ کہنے لگا کہ مجھ کو مجوسیت کی طرف بلاتا ہے۔ یعنے تنہائی سے سبب کی طرف آنا اور اکیلے رہنے سے تعلقات میں پڑنا مجوسیت ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جب تک دوئی کا نشان قائم ہے۔ مجوسیت بھی قائم ہے۔ ابوالحسن کہتے ہیں۔ پس خواص نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے بدن پر رکھا تو دیکھا کہ عرق میں غرق ہے۔ قریب تھا کہ گرمی کے مارے میرا ہاتھ جل جائے پھر میری طرف دیکھا اور ہنسا اور یہ دو بیت پڑھے ؎

لقد وضح الطریق الیک حقا فما احد بغیرک یستدل

فان ورد الشتاء فانت کھف وان ورد المصیف فانت ظل

یعنے تیرا سچا راستہ ظاہر ہو گیا پس تیرے بغیر کوئی شخص راستہ طلب نہیں کرتا۔ اگر سردی آگئی۔ تو تو ہی جائے پناہ ہے اور اگر گرمی آگئی تو تو ہی سایہ ہے ممشاد دینوری فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد میں آدھی رات کے وقت نیم خواب کی حالت میں تھا۔ کہ مجھ کو یہ معلوم کرایا گیا۔ کہ اگر ہمارے دوست کو دیکھنا چاہتا ہے تو اٹھ کھڑا ہو اور توبہ کے ٹیلہ پر جا۔ میں جاگا تو برف پڑی ہوئی تھی وہاں پر گیا۔ خواص کو میں نے دیکھا کہ چار زانو بیٹھے ہیں۔ اور اسکے گرداگرد ڈھال کی مقدار پر سبزہ برف سے خالی تھا۔ اور باوجود اس تمام برف کے کہ جو اس کے سر پر پڑی تھی۔ عرق میں غرق تھا۔ میں نے کہا کہ تم نے یہ مرتبہ کیسے پایا۔ کہا کہ فقرا کی خدمت سے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اُن کو جنگل میں دیکھا۔ کہ حبوۂ[1] مار کر مزہ سے بیٹھے تھے۔ کہا اے ابو اسحٰق یہاں کیسے بیٹھے ہو۔ کہا چل اے بیہودہ۔ اگر دنیا کے بادشاہ جان لیں کہ میں یہاں کس حال میں ہوں۔ تو حسد کے مارے تلوار لے کر میرے سر پر آئیں۔ ایک دفعہ مصلے پر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے درموں کی مٹھی اس کے مصلے پر رکھدی۔ آپ اُٹھ بیٹھے اور مصلے کو جھاڑ دیا اور

[1] حبوہ اس طرح کی ایک بیٹھک کو کہتے ہیں۔ کہ گھٹنوں کو کھڑے کرنا اور بیٹھ پر بیٹھنا اور چادر سے اپنی کمر اور گھٹنوں کو لپیٹ کر باندھ لینا ۱۲۔

اس چاندی کو خاک مٹی میں ملا دیا۔ اور کہا کہ یہ مصلے اس سے پہلے میرے پاس آیا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے کبھی ان کی عزت کے برابر کسی کو نہیں دیکھا جو ایسا کیا۔ اور اپنی ذلت کے برابر کوئی ذلت نہیں دیکھی کہ میں وہ چاندی زمین سے چنتا تھا۔ فضل رازی کو رے میں ایک لاکھ درم میراث میں پہنچے۔ ان سب کو گرا دیا۔ اور جب ہوش میں آئے۔ اور حال سے نکل کر معلوم کیا۔ تو صرف دس درم باقی رہ گئے تھے۔ کہا کہ ان کو علم سیکھنے میں کام میں لاؤنگا۔ آخر کہا کہ میں نے یہ کیا کیا تھا۔ وجد سے علم کی طرف پڑ گیا۔ ابراہیم خواص کے پاس گیا۔ اور اس سے پوچھا کہ میں نے ایک لاکھ میراث پائی تھی۔ میں نے سب گرا دی۔ اور دس درم رہ گئے۔ وہ علم کے کام میں لایا۔ خواص نے کہا کہ تجھے یہ اس لئے اتفاق پڑا۔ کہ اس سے پہلے ایک گھونٹ پانی کا پیا تھا۔ کیوں ادھر ہاتھ کیا تھا۔ تاکہ تجھے آخر اس کے سبب پکڑا گیا گیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اور کہا کہ میں اس ہاتھ پہ قربان ہوتا ہوں۔ کہ جب وجد سے اس نے تنزل کیا تو علم میں پڑا۔ یعنی جہل میں نہ پڑا۔ ایک شخص نے شیخ شبلیؒ سے پوچھا کہ دو سو درم میں سے کس قدر درم زکوٰۃ نکالنا چاہئے۔ کہا کہ تیرے لئے بتاؤں یا اپنے لئے۔ اس نے کہا کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ اور تمہارے لئے کیا۔ فرمایا کہ تجھ کو دو سو درم سے پانچ درم دینے چاہئیں اور مجھ کو دو سو درم سے دو سو اور پانچ درم۔ کہا بھلا یہ دو سو تو سمجھا مگر پانچ اوپر کے کیسے کہا وہ دو سو جو رکھتا ہے دے ڈالے۔ اور اور پانچ قرض کر کے دے۔ کہا کہ یہ کس کا مذہب ہے۔ کہا یہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے*

ابراہیم بن عیسیٰ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ صفہان کے رہنے والے تھے۔ اور معروف کرخیؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابراہیم خواص قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ میں بغداد میں تھا۔ اور دجلہ کے کنارہ پہ وضو کر رہا تھا۔ ایک شخص کو میں نے دیکھا۔ کہ دجلہ کے اس طرف سے پانی پر چلا آتا ہے۔ تب میں نے منہ زمین پر رکھا اور کہا کہ خدایا تیرے عزت و جلال کی قسم ہے میں سر اوپر نہ اٹھاؤنگا جب تک یہ معلوم نہ کر لوں کہ یہ کون شخص ہے۔ میں نے ابراہیم بن عیسےٰ کو دیکھا کہ وہ آئے ہیں اور مجھ کو پاؤں سے ہلایا اور کہا کہ جب یہ چاہے کہ کسی خدا کے ولی کو پہچانے تو کہو هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ یعنے وہی اوّل ہے وہی آخر ہے۔

نہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔ اور وہ سب شئے کا جاننے والا ہے۔ ان کی وفات ۲۴۷ھ کو اصفہان میں ہوئی ہے ؛

ابراہیم بن ثابت رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ بغداد کے مشائخ میں سے ہیں، حضرت جنیدؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان کو دیکھا۔ اور کہا کہ میرے لئے دعا کرو۔ کہا کہ تیرا اس چیز کو اختیار کر لینا جو تیرے لئے روز ازل سے مقرر کر رکھا ہے وقت کے معارضہ کرنے سے بہتر ہے۔ اور میں نے اُن سے یہ بھی کہا کہ مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے۔ کہا کہ وہ کام نہ کر کہ جس سے پشیمان ہو۔ ان کی وفات ۳۶۹ھ ہجری میں ہوئی ہے ؛

ابو محمد جریری قدس اللہ تعالےٰ روحہٗ

آپ تیسرے طبقہ میں ہیں۔ اور نام احمد بن محمد بن الحسین ہے۔ کہتے ہیں کہ حسین بن محمدؒ ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن یحییٰ ہے۔ آپ حضرت جنید کے بڑے یاروں میں ہیں اور جنید کے بعد ان کی جگہ ان کو بٹھایا گیا تھا۔ کیونکہ وہی بزرگ تھے، مشائخ صوفیہ کے علماء میں سے تھے۔ سہل عبداللہ تستری کی صحبت میں رہ چکے تھے۔ ہبیر کے سال قرامطہ کے جنگ میں پہلے فوت ہوئے تھے ۳۱۲ھ میں بعض کے نزدیک ۳۱۴ھ میں۔ ایک درویش کہتا ہے کہ میں اس سال ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ قرامطہ کے ہاتھ سے خستہ ہو گیا تھا۔ جب وہ چلے گئے تو میں قافلہ کے نزدیک اسلام کی شفقت کی وجہ سے کہ کسی خستہ کو پانی پلاؤں یاد یکھوں کہ ان کا کیا حال ہے گیا۔ میں زخمیوں کے درمیان پھر رہا تھا۔ ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور آپ کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ میں نے کہا کہ اے شیخ کیا دعا نہیں کرتے ہو۔ کہ خدا تعالےٰ اس بلا کو دور کر دے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے دعا مانگی تھی۔ مجھ کو یہ جواب ملا۔ کہ ہم وہ کرینگے جو ہمارا جی چاہے۔ درویش نے کہا کہ میں نے دوبارہ یہ بات اُن سے کہی۔ تب مجھ کو کہا کہ اے برادر یہ وقت دُعا کا نہیں ہے یہ وقت رضا و تسلیم کا ہے۔ یعنے دُعا بلا کے نازل ہونے سے پہلے چاہئے۔ لیکن جب بلا آجائے تو اُس وقت رضا اختیار کرنی چاہئے وہ کہتے ہیں۔ التصوف عنوۃ لا یصلح

یعنے تصوف صلح سے حاصل نہیں کیا کرتے بلکہ یہ جنگ سے لیا کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں تصوّف طلب اور صلح سے نہیں پا لیتے۔ کیونکہ وہ اس تیر کی فہرست ہے کہ جو بجلی کی طرح بڑے نور سے اوپر سے نیچے کو آئے۔ پھر دیکھیں کہ کس کی طرف پھینکتے ہیں۔ جو اس کا طالب ہے اس سے تو وہ تیر بھاگتا ہے۔ اور جو اس کا اہل ہے۔ وہ اگرچہ بھاگتا ہے لیکن وہ اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہے۔ اور یہ بھی شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ وہ جنگ یہ ہے۔ کہ تو بھاگتا ہے۔ اور وہ تجھ سے لپٹتا ہے۔ یہ نہیں کہ تو ہاتھ مارتا ہے۔ اور وہ ہاتھ میں نہیں آتا۔ جس نے یہ بات کہی ہے۔ اپنے مذاق سے کہی ہے۔ اور ظاہری طور سے کہا ہے۔ اور یہ بات علم کے طور پر نہیں۔ کیونکہ علم سے ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ ایک درویش نے ابو محمد حریری سے کہا کہ میں محبت کی بساط پر تھا۔ اور مجھ پر ایک دروازہ بسط کا کھولدیا گیا۔ اور میں اپنے مقام سے پھسل گیا۔ اور اس سے پردہ میں آگیا۔ اب بتلایئے۔ کہ میں اپنا گم شدہ راستہ کیونکر پاؤں۔ مجھ کو وہ راستہ بتلایئے۔ کہ جو وہاں تک پہنچادے۔ ابو محمدؒ رو پڑے۔ اور کہا کہ اے برادر سب اسی درد میں گرفتار ہیں۔ اور اسی داغ میں مبتلا۔ لیکن تجھے چند بیت سناتا ہوں۔ کہ بعض صوفیوں نے کہے ہیں۔ ؎

قف بالدیار فھذہ آثارھم ۔۔۔ تبکی الاحبة حسرة وتشوقا

کم قد وقفت بھا اسائل مخبرا ۔۔۔ عن اھلھا او صادقا او مشفقا

فاجابنی داعی الھوی فی رسمھا ۔۔۔ فارقت من تھوی فعُز الملتقیٰ

یعنے محبوبوں کے گھروں میں ٹھیر کیونکہ یہ اُن کے آثار ہیں۔ دوست حسرت اور شوق کے مارے روتے ہیں۔ میں کس قدر ان میں ٹھیرا ہوں۔ میں کسی مخبر سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہاں کے لوگوں کی خیر دے۔ سچّا ہو یا جھوٹا۔ دوست ہو یا غیر دوست۔ پس مجھ کو محبت کے بُلانیوالے نے جواب دیا کہ تم نے اپنے دوست کو چھوڑ دیا ہے اور اُس کی مُلاقات مشکل ہے (بلا نوٹ)

غانم بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔ اور ابو محمدؒ حریری کی صحبت میں رہے تھے۔ اور پرہیزگاری اور مجاہدہ میں کامل تھے۔ اُن کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔ اور کہا گیا۔ کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ کہا کہ مجھ پر رحم کیا۔ اور بہشت میں داخل کیا۔ اور کہا گیا کہ کیا نہیں

ریاضیات کی وجہ سے، کہا نہیں۔ (بلکہ فضل سے)، اگر انہیں ریاضیات کی طرف دیکھا جاتا۔ تو میں وہیں ہوتا ✦

غیلان سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے مشائخ میں ہیں۔ اور حضرت جنید کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور ان سے طریقت کا علم سیکھا تھا۔ اور معرفت میں صاحب سخن تھے وہ کہتے ہیں۔ عارف خدا سے خدا کی طرف دیکھتا ہے اور عالم دلیل سے خدا کی طرف دیکھتا ہے اور صاحب وجد ہر دو سے مستغنی ہے ✦

غیلان مُوسوِس رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کو غیلان مجنون بھی کہتے تھے۔ عراق کے متقدمین مشائخ میں ہیں۔ جنگلوں میں رہا کرتے اور کسی سے نہ ملتے۔ اور کسی سے کچھ نہ لیتے تھے۔ اور کسی نے نہ دیکھا تھا۔ کہ وہ کیا کھاتے ہیں۔ محمد بن سمین کہتے ہیں۔ کہ میں نے غیلان کو کوفہ کے جنگلوں میں دیکھا۔ تو اُن سے پوچھا کہ بندہ غفلت کے خطرہ سے کب چھوٹ جاتا ہے۔ کہا اس وقت کہ جو کچھ اس کو حکم دیا گیا ہے اس میں مشغول رہے۔ اور جس سے منع کر دیا گیا ہے غافل رہے۔ اور اپنے نفس سے حساب لینے میں غافل ہو ✦

ابو العباس بن عطا رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ تیسرے طبقہ میں ہیں۔ آپ کا نام احمد بن محمدؒ بن سہل بن عطاء الادمی ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں علمار مشائخ سے ہیں۔ اور خوش طبع صوفیوں میں ہیں۔ اُن کی باتیں اچھی ہیں۔ اور زبان فصیح ہے۔ قرآن کے معنے میں صاحب تصنیف ہیں۔ اور قرآن کی تفسیر لکھی ہے۔ اوّل سے آخر تک اشارات بیان کئے ہیں۔ ابراہیم مارستانی کے شاگرد ہیں۔ اور جنید کے یاروں میں ہیں۔ ابو سعید خراز اُن کو بزرگ جانتے تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ التصوف خلق و لیس انا بہ و ما رایت من اھلہ الا الجنید۔ یعنے تصوف ایک خُلق کا نام ہے۔ اور میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ اور سوائے جنید کے میں نے کسی کو اس کا اہل نہیں دیکھا۔ اور یہ عطا حلاج کے سبب قتل کر دئے گئے تھے۔ بماہ ذیقعدہ ۳۰۹ھ میں۔ اور کہتے ہیں ۳۱۱ھ میں فاھربا اللہ

کی خلافت کے زمانہ میں۔ جس وزیر نے حلاج کو مارا تھا۔ اس نے ابو العباس سے پوچھا کہ حلاج کے بارہ میں کیا کہتے ہو، کہا کہ تو خود اس قدر گناہ رکھتا ہے۔ کہ وہ بوجھ اٹھا نہیں سکتا۔ لوگوں کی چاندی واپس دے۔ وزیر نے کہا کہ چوٹ کرتے ہو حکم دیا تا کہ ان کے دانت ایک ایک کر کے اکھاڑ دئے جائیں۔ اور ان کے سر میں ٹھوک دئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے سئل ابن العطاء ما افضل الطاعات قال ملاحظۃ الحق علی دوام الاوقات یعنے ابن عطا سے پوچھا گیا۔ کہ کونسی بندگی افضل ہے۔ کہا تمام اوقات میں ہمیشہ خدا کا خیال رہے۔ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِیْ یمیتنی عنی ثم یحییینی بہ یعنے تو مارتا ہے مجھ کو مجھ سے اور پھر مجھے تو زندہ کرتا ہے اس کے ساتھ (پہلے اشارہ فناء کا ہے پھر بقاء کا) اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا علی انفراد القلب باللہ تعالےٰ یعنے جن لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارا رب ہے پھر اُس پر انہوں نے استقامت کی۔ یعنے دل کو فقط خدا کی طرف لگا دیا اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ الادب الوقوف مع الحسنات فقیل لہ وما معنی ذالک فقال ان تعامل اللہ بالادب سرا وعلانیۃ فاذا کنت کذالک کنت ادیبا وان کنت اعجمیا اذا نطقت جاءت بکل ملیحۃ وان سکتت جاءت بکل ملیح یعنے ادب یہ ہے کہ نیکیوں پر قیام کیا جاوے۔ پھر اُن سے کہا گیا۔ کہ اس کا مطلب کیا ہوا تو کہا کہ خدا کے ساتھ تیرا معاملہ ظاہر و باطن میں ادب کے ساتھ ہو۔ پھر جب تو ایسا ہوگا۔ تو ادیب ہوگا۔ اگرچہ دراصل عجمی اور گونگا ہوگا۔ جب تو بولیگا۔ تو تیری بات نہایت نمکین مزہ دار ہو گی۔ اور اگر چپ رہیگا تو تاہم وہ خاموشی بڑے مزے کی ہو گی۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے ادب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے تیرا معاملہ ہو جائے۔ آب و خاک و نفس کی رعونت و تکبر سے درگذر کرے۔ یہ کبھی نہ کہے کہ میں ہوں۔ اور یہ میرے عمل ہیں۔ بلکہ یہ کہے کہ وہی ہے۔ اور اس کی توفیق و عنایت ہے۔

ابو صالح مزین رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ اپنے زمانہ کے بزرگوں میں ہوئے ہیں۔ ابن عطا کی صحبت میں رہے ہیں۔ گوشہ نشین تھے اور کسی سے نہ ملتے تھے سہل بن عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو یہ آرزو تھی۔ کہ ابو صالح کی صحبت میں رہوں۔ ایک دفعہ میں نے اس کو حرم شریف میں دیکھا۔ اور اس سے درخواست کی

کہ مجھ کو اپنی صحبت میں رکھو۔ کہا اے سہل اگر ابو صالح کل کو مر جائے تو تم کس کی صحبت میں رہو گے۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ کہا کہ اب بھی وہی سمجھ۔ اور میری آنکھوں سے غائب ہو گیا +

ابو العباس ارزبرنی رحمۃ اللہ تعالےٰ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا ہے کہ ابو الحسین عبادانی کہتے ہیں۔ میں اور ایک درویش بصرہ میں آئے چھ روز ہو چکے تھے کہ ہم نے کچھ نہ کھایا تھا۔ ساتویں دن ایک شخص آیا سونے کے دو ٹکڑے لایا۔ ایک مجھے دیا۔ اور ایک میرے یار کو دیا۔ میں نے اپنا ٹکڑا اس کو دیا کہ خوراک لائے۔ ہم نے کھانا کھایا اور پھر چل دئے۔ اور دریا کے کنارہ پر پہونچے۔ اس زر کے دوسرے ٹکڑے کو ہم نے ملاح کو دیا تاکہ ہم کو کشتی میں بٹھلائے۔ دو دن کشتی میں چلے۔ دیکھا کہ ایک درویش کونہ میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہے۔ جب نماز کا وقت آجاتا نماز پڑھ لیتا۔ اور پھر سر جھکا کر بیٹھ رہتا۔ میں اس کے سامنے گیا۔ اور کہا کہ ہم تمہارے یار ہیں۔ اگر کچھ کام ہو تو بتلا دینا کہا جب ہو گا بتلا دوں گا۔ کہا کہ کل ظہر کے وقت میں دنیا سے رخصت ہو جاؤنگا۔ تم نے ملاح سے کہنا کہ تم کو کنارہ تک لے جائے۔ اگر میرے اس کپڑے سے کچھ اس کو دینا ہو۔ تو دے دینا۔ اور جب تم کنارہ پر جاؤ گے تو وہاں درختوں کا بن دیکھو گے۔ وہاں پر ایک بڑے درخت کے نیچے میرا تمام سامان کفن دفن کا دیکھو گے۔ میرا کام پورا کر کے مجھے وہاں دفن کر دینا۔ اور یہ میری گدڑی ضائع نہ کرنا۔ جب حلہ میں پہونچو۔ تو ایک عمدہ خوش خُلق جوان اس گدڑی کو تم سے لیگا۔ اس کو دے ڈالنا۔ خیر اگلے روز ظہر کی نماز اس نے پڑھی۔ اور گدڑی میں سر کر لیا پھر جب ہم اس کے پاس گئے تو اس وقت انتقال کر چکا تھا۔ ملاح کشتی کو کنارہ پر لے گیا وہاں پر ہم نے ایک بن دیکھا۔ اور ایک بڑا درخت تھا۔ ہم وہاں پر گئے تو دیکھا کہ قبر بھی نکالی ہوئی اور تمام سامان تیار کر رکھا ہے۔ اس کا ہم نے غسل دکفن وغیرہ سب کیا۔ اور گدڑی کو لے لیا۔ اور حلہ شہر میں پہنچے۔ ایک جوان ہمارے ڈیرہ پر اسی شکل و شباہت کا آیا اور ہم سے کہا کہ وہ امانت لاؤ۔ ہم نے کہا اچھا دیتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ خدا کے لئے ہم تم سے بات کرتے ہیں۔ کہا کہو ہم نے کہا کہ وہ کون تھا۔ اور تم کون ہو۔ اور یہ قصہ کیا ہے۔ کہا کہ وہ ایک درویش تھا۔ اور میراث رکھتا تھا۔ ان سے وارث طلب کیا۔ مجھے اس کو بتلا دیا گیا۔ اب وہ میراث تم میرے سپرد کر دو۔ اور چلے جاؤ۔ ہم نے وہ گدڑی اس کو سپرد کر دی۔

کہا تم یہاں ہی ٹھیرو۔ یہاں تک کہ میں واپس آؤں۔ اتنا کہہ کر ہماری آنکھ سے غائب ہو گیا۔ اور وہ گدڑی پہن لی۔ اور اپنے سب کپڑے اتار ڈالے۔ اور کہا کہ یہ تمہاری ملک ہے۔ اور چلا گیا۔ اور ہم محلہ کی مسجد میں چلے گئے۔ دو روز وہاں ٹھیرے کچھ کہیں سے نہ ملا۔ اُن کپڑوں میں سے ایک کپڑہ مَیں نے اپنے یار کو دیا کہ جا بازار میں سے کھانا خرید لا کہ کھائیں۔ ایک گھڑی گزری تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ آتا ہے اور بہت لوگ اس کے پیچھے لگے آ رہے ہیں۔ اور مجھ کو بھی پکڑ لیا گیا ہے اور کھینچ رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ آخر کیا باعث ہے۔ بتلاؤ کہنے لگے۔ کہ آج تین دن ہو گئے ہیں کہ محلہ کے رئیس کا بیٹا ملتا نہیں۔ اور اُس کے کپڑے ہم تمہارے پاس پاتے ہیں۔ آخر ہم کو رئیس کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ رئیس نے کہا کہ میرا لڑکا کہاں ہے۔ جس کے کپڑے تمہارے پاس ہیں۔ تم یہ قصّہ اوّل سے آخر تک سچ سچ کہدو۔ ہم نے سب قصہ بیان کر دیا۔ رئیس رو پڑا۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ کہ الحمد للہ میری پیٹھ سے اس جیسا لڑکا تھا۔ کہ جو تیری جناب کے لائق تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ تمام لوگ زندے مُردہ سے ورثہ پاتے ہیں۔ مگر یہ گروہ صوفیہ ہیں۔ کہ مُردے زندہ سے میراث لیتے ہیں اور کہا کہ جو کوئی بھی ان اولیاء اللہ کی صُحبت میں رہتا ہے۔ پھر جب وہ ولی انتقال کرتا ہے۔ تو ضرور کچھ نہ کچھ اس کی ولایت کے حال سے میراث لے رہتا ہے +

ابوالعباس دینوری قدس اللہ رُوحہٗ

آپ پانچویں طبقہ سے ہیں۔ اور نام آپ کا احمدؒ بن محمدؒ ہے۔ آپ یوسف بن الحسین کے ساتھ رہے ہیں۔ اور عبداللہ خراز جریری ابن عطا رویم کو دیکھا ہُوا ہے۔ آپ کا طریق بہت اچھا استقامت کے ساتھ تھا۔ نیشاپور میں آئے۔ اور وہاں ایک مُدت تک اقامت کی۔ اور لوگوں کو معرفت میں اچھی طرح نصیحت کیا کرتے۔ بعد ازاں نیشاپور سے ترمذ میں آئے۔ خواجہ محمد حامد ابوبکر وراق کے شاگرد آئے۔ اور اس کی رکاب پر بوسہ دیا۔ شاگردوں کو یہ بات اچھی معلوم نہ ہوئی۔ اس سے کہنے لگے کہ یہ آپ نے کیا کیا۔ کہا کہ میں نے یہ سُنا ہے۔ کہ وہ میرے خدا کی اچھی تعریف کرتا ہے۔ آپ ترمذ سے سمرقند میں گئے۔ اور وہیں اُن کا انتقال سنہ ۳۴۰ھ ہجری میں ہُوا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ ادنی الذکران ینسی ما دونہ ونہایۃ الذکران تغیب الذاکر فی الذکر عن الذکر ویستغرق بمذکورہ عن الرجوع الی مقام الذکر وھذا حال فناء فی الفناء

یعنی ادنےٰ ذکر یہ ہے کہ خدا کے ماسوا کو بھول جائے۔ اور نہایت ذکر کی یہ ہے۔ کہ ذاکر ذکر میں اپنے ذکر سے غائب ہو جائے اور اپنے مذکور یعنی خدا میں ایسا غرق ہو جائے۔ کہ مقام ذکر تک رجوع نہ کرے۔ اور یہ فنا در فنا کا حال ہے +

ابوالعباس احمد بن یحییٰ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ ابو عبداللہ خفیف کے اُستاد ہیں۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے تھے۔ کہ میں نے وجد کی حالت میں کوئی ویسا با حقیقت نہیں دیکھا۔ پورا اُسکر رکھتے تھے۔ جب جنگل میں جاتے تو شیر سے کھیلا کرتے۔ جنیدؒ رویمؒ سہل عبداللہ سے ملے تھے۔ شیخ ابو عبداللہ نے کہا۔ کہ ایک رات میں شیخ احمد یحییٰ کے ساتھ تھا۔ اور ہمارے ساتھ ان کے اصحاب میں سے ایک لڑکا تھا۔ اور سونے کے لئے اپنے گھر جانا چاہتے تھے۔ جاڑا تھا۔ اور بڑی آگ روشن کئے ہوئے تھے۔ احمد یحییٰ کھڑے تھے۔ اور اُن کا وقت خوش تھا۔ سماع میں بڑا خوش تھا۔ بعض اصحاب نے کہا۔ کون ہے جو فلاں لڑکے کو اس کے گھر تک پہنچا دے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ احمد بن یحییٰ نے دو بڑے انگار اپنے ہاتھ پر رکھے۔ اور آستین اس پر چھوڑ دی۔ اور لڑکے سے کہا۔ اُٹھ اور اُس کو اس کے گھر پہنچا دیا۔ اور ہم اُس انگار کی روشنی اس کے کپڑے کے اوپر سے دیکھتے تھے۔ وہ لڑکا اپنے گھر پر آگیا۔ اور اُن دونوں انگاروں کو ہاتھ سے گرا دیا۔ اور وہ کوئلے بنے ہوئے تھے۔ اس کے بعد مسجد میں آئے۔ اور نماز پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ صبح کی نماز ہو گئی +

ابوالعباس باوردی رحمۃ اللہ

آپ بزرگ ہوئے ہیں۔ شبلی رہ کو دیکھا تھا۔ اور نیشاپور میں رہے ہیں۔ شیخ ابوبکر طمستانی بھی نیشاپور میں تھے۔ اور شبلی رہ کو دیکھا تھا۔ دونوں صاحب کہتے ہیں۔ کہ شبلی صاحب حال تھا لیکن توحید کا ذرہ اُن میں نہ تھا۔ شیخ الاسلام نے کہا جیسا کہتے ہیں۔ وہ ویسے ہی تھے۔ توحید میں مدعیانہ باتیں کہتے تھے۔ اور حالی نہ تھیں +

ابوالعباس بردعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام احمد بن محمد بن ہارون بردعی صوفی ہے۔ شیخ ابو بکر طاہر ابہری اور مرتعش سے حکایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ مرتعش نے کہا ہے۔ کہ جس کی زیارت تجھے فائدہ نہ دے اس کی بات بھی فائدہ نہ دیگی اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابو طاہر ابہری کہتے ہیں۔ لا یصلح الکلام الا الرجل اذا سکت خاف العقوبۃ بسکوتہ یعنے کلام کرنا اس شخص کو لائق ہے۔ کہ جب چپ کرے تو اپنے چپ رہنے سے عذاب سے ڈرتا ہو

ابوالعباس سیاری قدس اللہ سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ اور قاسم بن القاسم مہدی نام ہے۔ احمد بن سیار کے نواسہ ہیں۔ مرو کے رہنے والے ہیں۔ اور اُن کے شیخ ہیں۔ ابو بکر واسطی کے شاگرد ہیں۔ احوال کے حقائق کے عالم تھے۔ فقیہ اور بڑے محدث تھے۔ باپ سے اُن کو ورثہ بہت پہنچا تھا۔ سب دیدیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو موئے مبارک خرید لئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان دونوں بالوں کی برکت سے ان کو توبہ نصیب کی۔ اور ابو بکر واسطی کی صُحبت میں رہے۔ اور اس درجہ تک پہنچے۔ کہ صوفیوں کے ایک گروہ کے امام بن گئے۔ کہ جن کو سیاریہ کہتے ہیں۔ اور جب انتقال کرنے لگے تو یہ وصیت کی۔ کہ ان بالوں کو اُن کے مُنہ میں رکھ دیں۔ آپ کی قبر مرو میں ہے۔ اور لوگ اپنے مطلب کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ اور ان کے مطالب پورے ہوتے ہیں۔ اور اُن کا تجربہ ہو چکا ہے ۵۴۲ھ ہجری میں انتقال ہُوا ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ التوحید ان لا یخطر بقلبک ما دونہ یعنے توحید یہ ہے کہ تیرے دل پر اس کے سوا اور کسی کا گزر نہ ہو۔ اور لوگوں کے دلوں کا تجھ پر گزر نہ ہو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ واسطی کو فوت ہونے کے وقت کہا گیا۔ کہ آپ ہم کو وصیت کریں۔ کہا احفظوا مراد اللہ فیکم یعنی اپنی مراد کو اپنے میں محفوظ رکھو یعنی جو خدا تعالیٰ نے تم سے امر و نہی کی بابت طلب کیا ہے اُسکو نہ بھُولو۔

عبدالواحد بن السیّاری رحمۃ اللہ

آپ ابوالعباس کے بھانجے ہیں۔ اور اس کے شاگرد بھی ہیں۔ مرو میں اپنا گھر

صوفیوں پر وقف کرر کھا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ انھوں نے صوفیوں کی دعوت کی تھی وہ حال میں تھی۔ اور ان میں سے ایک صوفی حال کی حالت میں ہوا پر اُڑ گیا۔ اور ایسا گم ہؤا۔ کہ ہرگز واپس نہ آیا۔ آپ ۳۷۵ھ ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے ماموں ابو العباس سے سُنا تھا وہ کہتے تھے۔ کہ اگر یہ بات جائز ہوتی۔ کہ نماز میں بجائے قرآن کے کوئی بیت پڑھ لیا کرتے تو وہ یہ بیت ہوتا۔ شعر

اتمنی علے الزمان محالا ان تری مقلتای طلعة حر

یعنے میں زمانہ میں ایسے موقع کی آرزو کرتا ہوں۔ کہ جس میں میری آنکھیں کسی آزاد مرد کی صورت کو دیکھیں +

ابو العباس بن سہروردی رحمۃ اللہ

آپ کا نام احمد ہے۔ مکّہ میں رہتے تھے۔ مشائخ وقت جیسے سیروانی وغیرہ سے صحبت رکھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں منا میں تھا۔ اور عید الضحیٰ کا دن تھا۔ ایک جماعت بیٹھی تھی۔ شیخ سیروانی حاضر تھے۔ اور قوال کچھ گاتا تھا۔ سیروانی روتے ہوئے اُٹھے اور چلے گئے۔ لوگوں نے کہا یہ کیا بات تھی کہ جو اُس نے کی ہے۔ شائد کہ سماع پر انکار کیا ہے۔ شیخ ابو الحسن سرکی حاضر تھے کہنے لگے۔ خدایا میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر وہ سماع کا منکر ہے تو میں آئندہ ہرگز سماع میں نہ بیٹھوں گا۔ شیخ ابو العباس سہروردی نے کہا۔ کہ میں تم سے موافق ہوں۔ دوسرے دن یہ دونوں اُٹھ کر مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ سیروانی کے سلام کو گئے۔ اُنھوں نے چاہا۔ کہ اس کی بابت پوچھیں۔ اُنھوں نے خود کہا۔ میں ایک مدت تک ریت پر سوتا تھا۔ اور اپنا ہاتھ سرہانا بناتا تھا۔ اور پتھر کا نشان میرے پہلو پر تھا۔ اس وقت میں سماع میں بیٹھتا تھا۔ اب میں فرش پر بیٹھتا ہوں۔ اور تم ایسے جلے ہوئے ہو اس لئے مجھے کب حلال ہے۔ کہ تمہارے ساتھ سماع میں بیٹھوں +

ابو العباس بن نہاوندی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام نے آپ کو چھٹے طبقہ میں رکھا ہے۔ اور ان کا نام احمد بن محمد بن فضل ہے آپ ابو جعفر خلدی کے شاگرد ہیں۔ اور شیخ عمو کے پیرو ہیں شیخ ابو العباس ان کو عمو کہا کرتے

تھے۔ اور عمو سردار ہوا کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ عباس ہروی فقیر نے مجھے کہا کہ ابو العباس نہاوندی کہتے ہیں۔ کہ جو شخص اس علم سے بات کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس کی دلیل نہیں بنتا۔ تو وہ اس کا مقابل بن جاتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ خدا کی باتیں کرنا تین قسم کی ہیں۔ اوّل اسکی ذات کی بابت بات کرنا اور سننا اس میں اسناد ہیں یعنی کتاب و سنتہ سے سننا۔ دوم اس کے دین کی بات کہنا اور کتاب و سنتہ و اجماع و آثار صحابہ اس کے اسناد ہیں۔ سوم اس کی صحبت کی بات کرنا۔ اب جو شخص یہ بات کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ موجود نہیں ہے۔ اُس کے کان ہیں۔ کہ جن سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ ہے کہ جن سے وہ دیکھتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اُس کا مقابل ہو جاتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ نہاوندی نے کہا ہے۔ کہ جو لوگ صاحب ہمت ہیں۔ اگر اُن کے بائیں ہاتھ اس سے غافل کرا دیں۔ تو وہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو کاٹ دیں۔ اور شیخ الاسلام یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص رال فروش تھا۔ نہاوندی اور دیگر فقیر دنیا میں اس سے آرام پایا کرتے تھے۔ اور آخر میں اس کو چھوڑ دیا۔ اور اُس سے کچھ نہ لیتے تھے۔ نہاوندی کو اس کی بابت پوچھا گیا۔ تو کہا کہ وہ اس بات پر خوش ہوا۔ کہ درویشوں کی برکت سے اُس کا مال بڑھتا ہے۔ اس لئے اس کا مال فقرا پر حرام ہو گیا۔ نہاوندی کہتے ہیں۔ ابتدا حالت میں کہ مجھ کو اس کام کا درد ہوا۔ تو میں نے بارہ سال تک سر گریبان میں رکھا یہاں تک کہ دل کا ایک کونہ مجھے دکھایا گیا۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ تمام جہان اس آرزو میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک گھڑی ان کا بن جائے۔ اور میں اس آرزو میں ہوں کہ خدا تعالےٰ مجھ کو ایک گھڑی دے کہ جس میں میں سوچوں۔ کہ میں خود کیا چیز ہوں۔ اور کہاں ہوں۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر کی باتوں میں مذکور ہے۔ کہ اس بات کی اصل یہ ہے۔ کہ خدا مرد کو اس کی طرف نہ چھوڑے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ اللھم لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ولا اقل من ذالک یعنے اے خدا مجھ کو ایک لمحہ بھر اور اس سے کم میرے پر نہ چھوڑ۔ میں نے مرو میں اس بڑھیا عورت کو دیکھا کہ جس نے اُستاد ابو علی دقاق کی باتیں سنی تھیں۔ جاتی تھی۔ اور کہتی تھی۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم کو ایک چشم زدن تک ہمارے پر مت چھوڑ۔ میں خود دُعا کرتی ہوں۔ اور روتی ہوں۔ کہ خدایا مجھ کو ایک چشم زدن تک مجھ پر چھوڑ تا کہ خود جانوں کہ میں کہاں کھڑی ہوں۔ اور نہاوندی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ خدائے تعالےٰ کے پاس بہت بیٹھے۔ اور لوگوں کے ساتھ تھوڑا۔ ایک شخص آتش پرست تے

سُنا کہ مسلمانوں میں عقلمند ہوا کرتے ہیں۔ شیخ ابوالعباس قصاب کی خانقاہ میں آیا۔ شیخ الاسلام نے کہا بیگانہ کا آشنا کے کوچہ میں کیا کام۔ آتش پرست واپس چلا گیا۔ اور کہا ایک تو معلوم ہو گیا۔ اور وہاں سے شیخ ابوالعباس نہاوندی کی خانقاہ کا ارادہ کیا۔ جب وہاں پہنچا تو شیخ آیا اور اُنھوں نے کچھ نہ کہا۔ چار ماہ تک اُن کے ساتھ وضو کر کے نماز پڑھتا رہا۔ چار ماہ کے بعد جوتی پہن کر جانے لگا۔ تو شیخ نے فرمایا۔ کہ یہ جوانمردی کا کام نہیں ہے۔ کہ جب نان و نمک کا حق ہو چکا تو پھر تم بیگانہ آؤ۔ اور بیگانہ ہی چلے جاؤ۔ تب وہ آتش پرست مسلمان ہوا اور وہیں ٹھہر گیا۔ اور شیخ کے بعد بجائے شیخ کے بیٹھ گیا۔

اخی فرج زنجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ ابوالعباس نہاوندی کے مُریدہیں۔ بدھ کے دن یکم رجب ۴۵۷ھ کو دُنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی قبر زنجان میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک بلی تھی۔ جب کبھی مہمانوں کی جماعت شیخ کی خانقاہ کی طرف آتی تو وہ بلی ہر ایک کے شمار کے مطابق آواز کرتی۔ خانقاہ کا خادم ہر آواز کے بدلے ایک پانی کا پیالہ دیگ میں ڈال دیتا۔ ایک روز مہمانوں کی تعداد اُس کے آواز سے ایک عدد بڑھ گئی۔ لوگوں نے تعجب کیا۔ وہ بلی اس جماعت میں آئی اور ایک شخص کو سونگھنے لگی۔ اور اس پر پیشاب کر دیا۔ جب تلاش کیا وہ دین سے بیگانہ تھا۔ یعنے بیدین آملا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن خادم یا ورچی نے دیگ میں کچھ دودھ ڈالا تھا۔ تاکہ صوفیوں کے لئے دودھ چاول یعنی کھیر پکائے۔ سیاہ سانپ کا اس دیگ میں گزر ہو گیا۔ اور اس بلی نے اس کو دیکھ لیا۔ اور دیگ کے گرداگرد پھرنے لگی۔ اور گھراتی تھی۔ خادم چونکہ اس مطلب سے بے خبر تھا۔ اس کو جھڑکتا تھا۔ اور دُور کرتا تھا۔ آخر جب خادم کسی طرح خبردار نہ ہوا۔ تب بلی نے اپنے آپ کو دیگ میں ڈال دیا۔ اور مر گئی۔ جب کھیر کو پھینکا گیا۔ تو سیاہ سانپ اندر سے نکلا۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ اس بلی نے اپنے آپ کو درویشوں پر قربان کر دیا۔ اس کی قبر بناؤ۔ اور زیارت کیا کرو۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اب تک بھی اس کی قبر مشہور ہے۔ اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

ابوالعباس نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام احمد بن محمد زکریا ہے۔ دراصل نیشاپور کے ہیں۔ اور مصر میں رہتے تھے شیخ عباس

فقیر ہروی نے اسکو مصر میں دیکھا تھا۔ اور شیخ عمو نے مکہ معظمہ میں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ عباس مجھے کہتے تھے۔ کہ ہمیشہ اسکے گھر کے دروازہ پر ان لوگوں کے گھوڑے کھڑے رہتے تھے۔ جو آپکی زیارت کو آیا کرتے۔ ایک دفعہ مجھے دروازہ پر بھیجا کہ گھوڑوں کی حفاظت کروں۔ میرے دل میں یہ بات گزری کہ میں نے اچھا کام لیا۔ کیا خراسان سے مصر میں اس لئے آیا ہوں کہ گھوڑوں کی حفاظت کروں۔ میں خود وہاں آرام سے رہتا تھا۔ پھر اسی وقت ایک شخص آیا۔ کہ شیخ تجھے بلاتے ہیں۔ میں گیا تو فرمایا اے ہروی ابھی تو مرا نہیں ہے۔ بہت جلد یہ امر ہوگا کہ صدر میں بیٹھے گا۔ اور تیرے گھر کے دروازہ پر گھوڑے بندھینگے۔ اور تجھ سے بھی کسی کی ضرورت پڑیگی۔ کہ اُن کی حفاظت کرے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ شیخ نے کہا تھا۔ عباس کے دروازہ پر ہمیشہ گھوڑے کھڑے رہتے تھے یعنی بادشاہی نوکر اُن کے پاس آیا کرتے تھے ۔

ابو العباس سریج رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام احمد بن عمران بن سریج ہے ۳۰۵ھ کو دُنیا سے رحلت کر گئے ان کو بزرگی کے باعث چھوٹا شافعی کہتے تھے۔ وہ عراق کے فقیہ تھے بغداد میں رہے ہیں۔ اور جنید رح کو دیکھا تھا۔ اور اُن کی صحبت میں رہے تھے جس وقت اصول و فروع میں کلام کرتے تو حاضرین تعجب کرتے تھے۔ وہ کہتے کہ تم جانتے ہو۔ میں یہ باتیں کہاں سے کہتا ہوں۔ یہ باتیں ابو القاسم جنید رح کی مجلس کی برکت کی وجہ سے ہیں۔ عبد العزیز بحرانی ابو العباس سریج کی مجلس کے ایک کنارہ پر بیٹھے تھے۔ اور اُن سے اس طریقہ کی بابت سوال کیا۔ تو جواب بہت عمدہ پایا۔ پھر نعرہ مارا اور بیہوش۔ جب ہوش آیا تو ابو العباس نے کہا کہ میں ایک مدت تک تمہارے پیر جنید قدس سرہٗ کی خدمت اور صحبت میں رہا ہوں۔ اب ان فقہ کے مسئلوں نے مجھے مشغول کر رکھا ہے۔ اگر تم چاہو تو ایک دن خاص تمہاری باتوں کے لئے مقرر کردوں۔ جس میں صوفیوں کی باتیں ہوں۔ شیخ ابو عبد اللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ پہلے اس سے کہ ابن سریج شیراز میں آئے۔ سب لوگ صوفیوں کو جاہل سمجھا کرتے تھے لیکن جب آپ شیراز میں آئے تو انکے مرتبہ اور مقام کو بیان کیا۔ اور اُن کی زبان میں باتیں کیں۔ اُن کے فضل اور بزرگی کی گواہی دی۔ اور بار ہا علماء کی مجلس میں کہا کہ واللہ ہم انہیں کی صحبت سے آدمی بنے۔ اور انہیں سے ادب سیکھا۔ تب علماء نے صوفیوں کو پہچانا۔ اور اُن کی بزرگی کے قائل ہوئے ۔

ابو العباس حمزہ بن محمد قدس سرہٗ

آپ ہرات کے قدیمی مشائخ میں ہیں۔ پورے پرہیزگار تھے اور مقبول الدعا۔ اور بڑے سخی تھے۔ امام احمد حنبل کے رفیق تھے۔ ہرات میں حنبلی مذہب کو وہی لائے اور ابراہیم ستنبہ کی صحبت میں رہے ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ جس شخص کو اولیاء اور مشائخ کی صحبت مہذب نہ بنائے اس کو اور کوئی نصیحت مہذب نہیں بنا سکتی۔ ان کی وفات ۲۲۱ھ ہجری میں ہوئی ہے۔

حسین بن منصور حلاج بیضاوی قدس اللہ سرہٗ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ اور ان کی کنیت ابو المغیث ہے۔ بیضا کے رہنے والے ہیں۔ جو کہ فارس کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ وہ دُھنئے نہ تھے۔ لیکن ایک دن دُھنئے کے مکان پر تھے جو کہ ان کا دوست تھا۔ آپ نے اس کو تو ایک کام کے لئے بھیجا۔ اور خود انہوں نے کہا اس کا بینئہ کیا۔ انگلی سے اشارہ کیا۔ روئی علٰحدہ ہوگئی۔ اور بنولے الگ ہو گئے اس لئے آپ کو حلاج کہنے لگے۔ عراق میں رہے ہیں۔ اور جنید و نوری کے ملنے والوں میں سے ہیں۔ عمرو بن عثمان مکیؒ کے شاگرد ہیں۔ اس کے کام میں مشائخ مختلف ہوئے ہیں۔ اکثر نے تو ان کو رد کیا ہے۔ مگر چند صوفی یعنے ابو العباس عطاء اور شبلی اور شیخ ابو عبداللہ خفیف اور شیخ ابو القاسم نصیر آبادی نے اور ابو العباس سریج انکے قتل پر راضی نہ تھے۔ اور فتوی پر دستخط بھی نہیں کئے تھے۔ کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اور کشف المحجوب میں ہے کہ تمام متاخرین صوفیہ قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم نے اس کو قبول کیا ہے۔ اور بعض متقدمین قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم کا اس کو چھوڑ دینا نہ اس وجہ سے ہے۔ کہ اس کے دین میں طعن کرتے تھے۔ جو شخص معاملہ میں متروک ہو وہ دراصل متروک نہیں ہوا کرتا اور متاخرین سلطان طریقت شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ نے فرمایا ہے۔ کہ حسین منصور حلاج قدس اللہ روحہ بڑے مرتبہ میں ہیں ان کے زمانہ میں مشرق میں اس جیسا اور کوئی نہیں ہوا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں اسکو مشائخ کی موافقت اور شرع کی رعایت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا۔ اور رد بھی نہیں کرتا۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔ اور اس کو چھوڑ رکھو۔ اور اس کو جو اسے قبول کرتا ہے اس کے رد کرنے والوں کی نسبت زیادہ

دوست رکھتا ہوں۔ ابو عبد اللہ خفیف نے اس کو امام ربانی کہا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں
کہ وہ امام ہے لیکن ہر شخص سے کہہ دیا۔ اور ضعیفوں پر اسکو محمول کیا۔ اور شریعت کی رعایت
نہ کی۔ جو کچھ اُن پر ہوا وہ اسی سبب سے ہوا۔ باوجود اس تمام دعوٰی کے ہر رات دن میں
ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور جس دن کہ قتل کئے گئے اس کی رات پانسو رکعت
نماز پڑھی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ان کو الہام کے مسئلہ کے سبب قتل کیا تھا۔ اور اس
میں ان پر ظلم کیا گیا۔ کہ جو یہ کہتے تھے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ میں پیغمبر ہوں۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔
شبلی اُس کی سولی کے پیچھے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اَوَ لَمْ نَنْھَکَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ
یعنے کیا ہم نے تم کو لوگوں پر کہنے سے بند نہیں کیا تھا۔ جس قاضی نے کہ اس کے قتل کا حکم دیا۔
کہتا تھا کہ وہ پیغمبری کا دعوٰی کرتا ہے۔ اور یہ خدائی دعوٰی کرتا ہے۔ شبلیؒ نے کہا ہے کہ میں
بھی وہی کہتا ہوں۔ جو وہ کہتا تھا۔ لیکن دیوانگی نے مجھے تو چھوڑ لیا۔ اور عقل نے اسکو گرا دیا۔
ایک دفعہ جنیدؒ کے دروازہ کو جا کھٹکھٹایا۔ تو انہوں نے کہا۔ کون ہے۔ کہا کہ خدا ہوں۔
کہا کہ تو خدا نہیں ہے مگر خدا کے ساتھ ہے ای خشبۃ تفسد ھا وہ کونسی لکڑی اور
سولی ہے کہ جسکو تجھ سے تر کرینگے۔ اور جو مصیبت ان پر پڑی وہ اُن کے اُستاد عمرو بن عثمان
کی دعا کی وجہ سے پڑی۔ کہ جنہوں نے توحید اور صوفیوں کے علم میں ایک سالہ لکھا تھا۔ جسکو
انہوں نے پوشیدہ لے لیا۔ اور ظاہر کر دیا۔ اور لوگوں کو دکھا دیا۔ بات باریک تھی۔ لوگ نہ
سمجھ سکے۔ اور اس کے منکر ہو گئے۔ اور اس کو چھوڑ دیا۔ اُنہوں نے حلاج پر ملامت کی۔ اور کہا۔
خداوندا ایسے شخص کو اس پر مقرر کر۔ کہ جو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ اور آنکھ نکال دے
سُولی چڑھا دے۔ چنانچہ یہ سب باتیں اُن کے اُستاد کی دُعا کے سبب۔ پُوری ہوئیں ٭

عبد الملک اسکاف رحمۃ اللہ تعالیٰ
موچی ۱۲

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ عبد الملک اسکاف منصور حلاج کے شاگرد ہیں۔ اُن کی عمر
ایک سو تیئس سال کی تھی۔ بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ اور میرا باپ اور
پیر خارسی اور ابو الحسن طبری ابو القاسم حنانہ یہ سب شریف حمزہ کے یار تھے۔ اور شریف حمزہ
میرے باپ کو سب سے زیادہ بہتر جانتا تھا۔ میرے والد یہ کہتے تھے۔ عبد الملک اسکاف نے
یہ کہا تھا۔ کہ ایک دفعہ میں نے حلاج سے کہا۔ کہ اے شیخ عارف کس کو کہتے ہیں۔ کہا عارف وہ ہے

کہ منگل کے دن ذیقعدہ ۳۰۹ھ سے چھ دن ابھی رہتے ہونگے کہ اسکو بغداد کے باب الطاق پر لیجائینگے۔ اور اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹینگے اور اس کی آنکھیں نکال دینگے۔ اور الٹا سولی پر لٹکا کر جلائینگے۔ اور اُس کی راکھ اُڑا دینگے۔ عبدالملک کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس کا انتظار کیا۔ تو وہ خود نکلے۔ اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا ان کے ساتھ کیا گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ معاملہ اُن کے ساتھ ہوگا یا خود ایسا کہتے تھے۔ پھر خود اُن کا حال یہ ہؤا۔ ایک ہیکل اُن کا شاگرد تھا۔ اس کو بھی اُن کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ اس کا نام شاگرد الحسین رکھا گیا۔ اور ابو العباس عطار کو بھی اس کے باعث قتل کر دیا گیا۔

ابراہیم بن فاتک وقیل احمد بن فاتک رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو فاتک ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ حضرت جنید اور نوری کی صحبت میں رہے ہیں وکان الجنید یکرمہٗ یعنے جنید ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ وہ بھی حلاج کے شاگرد تھے۔ اور اُن کی طرف منسوب تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جس رات اُن کو سُولی پر چڑھایا گیا تو میں نے اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا۔ اور کہا خداوندا تو نے حسین کے ساتھ یہ کیا معاملہ کیا جو تیرا بندہ تھا۔ فرمایا وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنا بھید اس پر ظاہر کیا تھا۔ اس نے لوگوں سے کہدیا۔ میں نے اسکو انعام دیا تھا۔ وہ مغرور ہو گیا۔ اور لوگوں کو اپنی طرف بُلایا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ قتل حلاج کے لئے نقص تھا۔ کرامت نہ تھی۔ اگر وہ کامل ہوتا تو اس کو یہ مصیبت نہ پڑتی۔ بات اہل سے کہنی چاہئے۔ تاکہ اس کا بھید ظاہر نہ ہو جائے۔ اور جب نااہل سے کہیگا تو تجھ کو بھی نااہل سمجھا جائیگا جس سے تجھ کو تکلیف اور سزا ملیگی۔ شیخ الاسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ جس امر میں کہتے تھے ناقص تھے۔ اگر اس میں وہ پورے ہوتے۔ تو وہ بات ان کا مقام اور نفس و زندگی ہوتی۔ اور کوئی اس پر انکار نہ کرتا۔ ایسی بات نہ ہونی چاہئے۔ کہ اس کے کہنے کا ابھی وقت نہ ہو۔ اور کوئی محرم بھی نہ ہو۔ میں بات کہتا ہوں۔ اور اس سے بہتر کہتا ہوں۔ جو وہ کہتا تھا۔ عام بھی ہوتے ہیں۔ لیکن انکار نہیں کرتے۔ وہ بات پوشیدہ رہتی ہے۔ کیونکہ جو شخص اس کا اہل نہیں ہے۔ وہ خود معلوم نہیں کر سکتا۔ شیخ عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ میں بڑی تدبیر سے قید خانہ میں گیا۔ وہاں اچھا مکان اور اچھا فرش دیکھا۔ مجلس ابھی اچھی تھی۔ ایک رسی لٹکتی دیکھی۔ اور ایک رومال اُس پر

بڑا ہوا ایک خوبصورت غلام کھڑا تھا میں نے اس سے کہا۔ کہ شیخ کہاں ہیں۔ کہا کہ سقاوہ میں
ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ تو کب سے شیخ کی خدمت کرتا ہے۔ کہا اٹھارہ مہینے ہو چکے ہیں۔ میں نے
کہا کہ اس قید خانہ میں وہ کیا کرتے رہتے ہیں۔ کہا کہ باوجود تیرہ من آہنی بیڑی کے ہر روز ہزار
رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ پھر کہا کہ یہ دروازے جو آپ دیکھ رہے ہیں ہر ایک میں ایک کوٹھڑی
ہے۔ اور اس میں ایک چور یا خونی ہے۔ شیخ ان کے پاس جاتے ہیں۔ اور اُن کو نصیحت کرتے ہیں
اور اُن کی موچھوں کے بال چنتے ہیں۔ میں نے کہا کھاتے کیا ہیں۔ کہا کہ ہر روز ہم طرح طرح
کے کھانوں کا ایک خوان ان کے پاس لاتے ہیں۔ تھوڑی دیر ان سب کو دیکھتے ہیں۔
اس وقت انگلیوں کو ان پر مارتے ہیں۔ اور کچھ گلتے ہیں۔ اور اس میں سے کچھ بھی
نہیں کھاتے۔ اس وقت ان کے سامنے سے ہم اُٹھا لیتے ہیں۔ ہم یہی باتیں کر رہے تھے۔
کہ وہ سقاوہ سے باہر نکل آئے۔ جن کا چہرہ اور قد خوبصورت تھا۔ سفید صوف پہنے ہوئے
تھے۔ اور سبز رملی دوپٹہ سر پر باندھے ہوئے تھے۔ صفہ کی طرف نکل آئے۔ اور مجھ سے کہا کہ
اے جوان تم کہاں سے آئے ہو۔ میں نے کہا کہ پارس سے آیا ہوں۔ کہا کس شہر کے ہو۔ میں نے
کہا شیراز کا ہوں۔ وہاں کے مشائخ کی خبر مجھ سے پوچھی میں نے بتلائی۔ یہاں تک کہ ابو العباس
عطا کی بات ہوئی۔ کہا کہ جب اُن کے پاس جائے تو کہدینا۔ کہ ہرگز ان رقعوں کو نہ رکھنا۔ پھر
کہا کہ یہاں میرے پاس تم کیسے آگئے۔ میں نے کہا کہ پارس کے بعض سپاہیوں کی جان پہچان
سے آگیا۔ ہم انہیں باتوں میں تھے کہ جبیل کا داروغہ آگیا اور زمین چوم کر بیٹھ گیا۔ آپ نے کہا کہ تمہارا
کیا حال ہے۔ کہا کہ میرے دشمنوں نے خلیفہ کے پاس میری شکایت کی ہے۔ کہ اس نے کسی
امیر کو قید سے چھوڑ دیا ہے۔ اور دس ہزار رشوت لی ہے۔ اور کسی عامی شخص کو اس
کی جگہ بٹھا دیا ہے۔ مجھے ابھی لیجا رہے ہیں کہ قتل کر ڈالیں کہنے لگے کہ اچھا جاؤ بسلام جب
وہ چلا گیا تو شیخ اسی گھر میں دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے۔ اور
سر نیچے ڈالا۔ اور سبابہ انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ کہ اتفاقاً رونے لگے۔ اور اس قدر روئے
کہ ان کی آنکھوں کے پانی سے زمین تر ہو گئی۔ اور بیہوش جا پڑے۔ اور زمین پر منہ رکھ لیا۔
اتفاقاً وہی داروغہ آگیا اور بیٹھ گیا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا حال ہوا۔ کہا کہ جناب مجھ کو خلیفہ نے
آزاد کر دیا۔ کہا کیونکر گذری۔ کہا کہ جب مجھ کو خلیفہ کے سامنے لے گئے۔ تو اس نے کہا کہ اب تک تو
میں اسی خیال میں تھا۔ کہ تجھ کو فی الفور قتل کر ڈالوں۔ لیکن ابھی میرا دل تم سے خوش ہو گیا ہے

اب جا کہ میں نے معاف کر دیا۔ پس شیخ نے چاہا۔ کہ اپنا منہ صاف کرے۔ اور وہ رسی جس پر وہ رومال تھا۔ بیس گز اونچی تھی۔ ہاتھ بڑھایا۔ اور وہ رومال اٹھا لیا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کا ہاتھ لمبا ہو گیا تھا یا کہ رومال ان کے سامنے آگیا تھا۔ اس وقت میں باہر نکل آیا۔ اور ابن عطا کے پاس گیا۔ اور ان کا پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس کو دیکھے تو یہ کہہ دینا کہ اگر مجھ کو کسی رات اجازت دیں۔ کہ ستر مرید کوزہ بردار کے ساتھ بیت المقدس جائے۔ اس وقت قندیلوں کو بجھایا ہوا ہو۔ وہاں کے درویشوں سے کہوں کہ ان قندیلوں کو کب جلاؤ گے وہ کہیں کہ صبح کے وقت میں۔ کہوں کہ صبح تک تو دیر ہوگی۔ سبابہ کی انگلی سے اشارہ کروں۔ اور کہوں اللہ۔ تب ایک نور اس کی انگلی سے ظاہر ہو۔ اور چار سو قندیل اس نور سے روشن ہوئی ہوں۔ پھر وہ نور اس کی انگلی میں واپس آجائے۔ اور درویش کہیں کہ تم کس دین پر ہو تو وہ کہے کہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے سچے مذہب والوں میں سے کمتر شخص ہوں۔ پھر وہ درویشوں سے کہے کہ تم اپنے پاس میرا بیٹھنا چاہتے ہو۔ یا چلے جانا وہ کہیں کہ تمہارا اختیار ہے۔ وہ کہے کہ میرے ساتھی بھوکے اور پیاسے ہیں۔ اور وہ تیرہ ہزار درم شیخ کے سامنے لائے۔ اور ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ کہ وہ سب خرچ کر ڈالے۔ تب باہر چلا گیا ہو۔ ایک شخص کے پاس طوطی تھی۔ وہ مر گئی۔ حلاج نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ اس کو زندہ کر دوں۔ اس نے کہا کہ ہاں چاہتا ہوں۔ انہوں نے انگلی کا اشارہ کیا۔ وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ توحید کس کو کہتے ہیں۔ کہا افراد القدم عن الحدث یعنے قدیم کو حادث سے علیحدہ کرنا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ تو جانتا ہے کہ صوفیوں کی توحید کیا ہے۔ نفی الحدث و اقامۃ الازل یعنے وہ حدوث کی نفی کر دینا اور ازل کا قائم کرنا ہے ✣

فارس بن عیسیٰ بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ اور حسین منصور حلاج کے خلفاء میں سے ہیں۔ فارس بغدادی رہ مشائخ صوفیہ کے متکلمین سے تھے۔ ان کا کلام باریک ہوتا تھا۔ حالات اور اشارات میں عمدہ کلام کرتے تھے۔ خراسان میں آئے اور وہاں سے سمرقند میں گئے۔ اور وہیں رہائش کی یہانتک کہ انتقال کر گئے۔ شیخ علم الہدیٰ ابو منصور ماتریدی کے ہمعصر ہوئے ہیں۔ شیخ ابو منصور

۳۳۵ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ فارس رحمۃ اللہ شیخ ابوالقاسم سمرقندی کے بھی معاصر ہوئے ہیں ان کی تاریخ وفات گذر چکی ہے۔ شیخ ابومنصور اور شیخ ابوالقاسم ایک دوسرے کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور یہاں تک ساتھ نبھایا ہے۔ کہ صرف موت نے اُن کو باہم جدا کر دیا ہے۔ اور تفرقہ کا پتھر راہ میں ڈال دیا۔ فارس بغدادی سب کے مقبول ہوئے ہیں۔ اُس کے حال کی لوگوں نے تصحیح کی ہے۔ اور اُن کی باتوں کا اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ شیخ عارف ابوبکر بن اسحٰق کلاباذی بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب میں بواسطہ ان کی بہت سی باتیں روایت کی ہیں۔ اور شیخ عبدالرحمٰن سلمی اور امام قشیری نے ایک واسطہ یا زیادہ سے اور ان کے سوا اوروں نے بھی ان سے بہت روایات بیان کی ہیں۔ فارس کہتے ہیں۔ کہ میں نے حلاج سے پوچھا۔ مرید کون ہے۔ کہا ھو الرامی باول قصدہ الی اللہ سبحانہ فلا یعرج حتی یصل یعنے مرید وہ ہے کہ پہلے ہی نشانہ میں اپنا قصد خدا کو بنا لے۔ اور جب تک وہاں نہ پہنچے کسی چیز سے اس کو آرام نہ آئے۔ اور کسی چیز سے مشغول نہ ہو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ خاطر الحق ھو الذی لا یعارضہ شیئ یعنے خدا کا دل میں اندیشہ یہ ہے۔ کہ کوئی چیز اس کے مقابل نہ ہو سکے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ حلاج پر لوگوں نے جھوٹی باتیں کہی ہیں۔ اور جھوٹ اور بے سمجھی کی باتیں بنائی ہیں۔ اور جھول کتابیں اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو بات ٹھیک تھی۔ وہ اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ اور اس کے شعر فصیح ہوتے تھے۔ اور حلاج کے یہ شعر مجھ کو لوگوں نے سُنائے ہیں۔ ؎

انت بین الشغاف والقلب تجری ۔۔۔ مثل جری الدموع فی الاجفان
وتحل الضمیر جوف فوادی ۔۔۔ کحلول الارواح فی الابدان
لیس من ساکن تحرک الا ۔۔۔ انت حرکہ خفی المکان
یا ھلالا لاربع الاربع عشر ۔۔۔ اثمان واربع واثنتان

یعنے تو درمیان دل اور اس کے پردہ کے ایسا چلتا ہے۔ جیسے آنسو آنکھوں میں اور دل کے اندر اس طرح داخل ہو جاتا ہے۔ جیسے ارواح بدنوں میں کوئی ساکن پوشیدہ مکان میں تیری حرکت دینے کے بغیر نہیں چلتا۔ اے محبوب تو تو چودھویں رات کا چاند ہے۔ یعنے ۸ و ۴ و ۲ کا مجموعہ + (نوٹ) میرے نسخہ میں نام فارسی بن علی ہے۔ نامی

احمد بن الحسین بن منصور الحلاج رحمتہ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو عبداللہ باکو سے میں نے یہ بات سنی وہ کہتے تھے۔ کہ احمد منصور کے فرزند سے میں نے خجند میں سُنا کہ پچھلی رات کو میں نے باپ سے کہا مجھے وصیت فرمایئے فرمایا کہ اپنے نفس کو پہلے اس سے کہ وہ تجھے شغل میں ڈالے کام میں لگائے رکھ۔ مَیں نے کہا ابا جان کچھ اور فرمایئے۔ فرمایا کہ اگر تمام دنیا تیری خدمت میں لگی رہے۔ لیکن تو ایسی بات میں سعی کر۔ کہ جس کا ایک ذرہ ثقلین کے عمل سے بہتر و برتر ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ثقلین جن و انسان کو کہتے ہیں۔ پھر بیٹے نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے فرمایا معرفت الہٰی +

ابو منصور گاو کلاہ رحمتہ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابو منصور گاو کلاہ سرخس میں رہتے تھے۔ ملامتی مشائخ میں سے تھے۔ وہ ایک دفعہ فارغ اور بیکار تھے۔ ان کے مُرید سفر میں گئے ہوئے تھے ایک باغ میں چلے گئے۔ اور کنواں کھودنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پانی تک پہنچا دیا جب وہ پورا ہو چکا تو باہر نکل آئے۔ تو اس کے پاس ہی ایک اور کنواں کھودنا شروع کر دیا اور اس کا ملبہ پہلے کنوئیں میں ڈالنے لگے۔ جب وہ پورا ہو چکا تو پھر اور کنواں کھودنے لگے۔ ایک شخص نے یہ حال دیکھ کر ان سے کہا کہ تم دیوانے بھی نہیں اور مزدور بھی نہیں۔ پھر یہ کیا کام کرتے ہو۔ کہا کہ اپنے نفس کو پہلے اس سے کہ وہ مجھے کام میں لگائے۔ کام میں لگاتا ہوں۔ اور مشائخ نے بھی ایسا کیا ہے۔ ابو عبداللہ دینوری دریا میں تھے۔ اپنی گدڑی کو کاٹ کر پہننے لگے۔ اور اس کی ٹوپی بنالی +

ابو عمرو دمشقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ اور شام کے بڑے برگزیدہ مشائخ ابو عبداللہ جلا اور ذوالنون کے اصحاب کی صحبت میں رہے ہیں۔ سنہ ۳۲۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ اُن کا مقولہ ہے کہ جس طرح پیغمبروں پر آیات اور معجزات کا اظہار فرض ہے۔ اسی طرح اولیاء پر کرامات کا چھپانا فرض ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں۔ ان کا یہ بھی مقولہ ہے۔ کہ موجودات کو نقصان کی آنکھ

سے دیکھنے کا نام تصوف ہے۔ بلکہ ہر ناقص چیز کی طرف سے اس ذات کے مشاہدہ کی خاطر جو تمام عیبوں سے پاک ہے۔ آنکھ کا چھپا لینا ہے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ دل کی سختی کی علامت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ بندہ کو اس کی تدبیر کی طرف لگا دے۔ تب وہ اسی تدبیر سے الفت کرنے لگے۔ اور خدا سے اچھی حفاظت اور رعایت نہ طلب کرے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ الٰہی میری اس طرح حفاظت کر جیسے ننھے بچے کی کرتا ہے۔ اور آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب ارواح بوجہ قرب الٰہی الائش سے پاک وصاف ہو جائیں۔ تو شکلوں پر میری موافقت یعنی طاقت انوار و آثار ظاہر ہو جاتے ہیں +

محمد بن حامد ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ دوسرے طبقہ کے ہیں۔ کنیت ابو بکر ہے۔ خراسان کے جوانمرد مشائخ میں سے ہیں۔ احمد خضرویہ اور غیرہ کو دیکھا ہے۔ آپ کا فرزند ابو نصر محمد بن محمد حامد خراسان کے جوانوں میں سے تھا۔ محمد حامد کہتے ہیں۔ کہ تیرا سرمایہ تیرا دل اور وقت ہے۔ لیکن جب تو نے اپنے دل کو ہر قسم کے ظن وگمان میں جو کہ تیرے دل میں آئے لگا دے۔ تو اپنی اوقات کو لایعنی اور غیر مفید امور میں ضائع کر دیگا۔ پھر جس شخص کا سرمایہ نقصان ہے وہ نفع کب لے سکتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ دراصل صوفی دل اور وقت وزندگی ہے۔ اگر صوفی سے یہ تینوں جاتے رہیں۔ تو پھر کیا رہیگا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جب تیرا کوئی وقت غفلت کی آفت سے بچ جائے۔ تو اس وقت پر غیرت کر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے خلاف کر بیٹھے۔ کیونکہ یہ باطن کے حصول کی علامت ہے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ الانسان فی خلق احسن منہ فی جدید غیرہ۔ یعنے انسان اپنے پرانے کپڑوں میں بہ نسبت غیر کے نئے پہننے کے بدت اچھا معلوم ہوتا ہے +

عبداللہ بن محمد خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ تیسرے طبقہ میں سے ہیں۔ اور رَے کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ مکہ معظمہ میں برسوں مجاور رہے ہیں۔ آپ متقی، راست گو، بیباک بڑے بہادر تھے۔ شیخ ابو عمران کبیر کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابو حفص حداد کو بھی دیکھا ہے۔ بایزید رہ کے اصحاب ان کو بزرگ جانتے تھے۔ ۳۲۰ھ سے پہلے فوت ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ الجوع طعام

الزاهدین والذ کو طعام العارفین یعنے زاہدوں کا کھانا بھوک ہے اور عارفوں کا ذکر۔ اور آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ صیانتہ الاسرار عن الالتفات الی الاغیار من علامات الاقبال علی اللہ تعالیٰ۔ یعنے خدا کی طرف متوجہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ غیر کی طرف التفات کرنے سے دل کی حفاظت کی جائے اور آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ العبودیتہ الظاہرۃ والحریتہ الباطنۃ من اخلاق الکرام یعنے خدا کی علانیہ طور پر عبادت کرنا اور (غیر کی اطاعت سے) باطنی آزادی رکھنا نیکوں کے عادات میں داخل ہے یوسف بن الحسین کہتے ہیں۔ کہ میں نے عبداللہ جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ اور عبداللہ نے بھی اپنا مثل نہیں دیکھا دق کہتے ہیں۔ کہ عبداللہ خراز مکہ میں تھے اور یہ کہتے تھے۔ کہ ہمارا طریق جوانمردی ہے نہ قرائی یعنے قاریوں اور ظاہری عابدوں کا جب مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اور ان میں سے ایک بوڑھے شخص نے کہا کہ تمہاری مرضی ہو تو میں اپنے شیخ کی جوانمردی تم کو بتاؤں۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ بتلایئے۔ کہا کہ آپ بیس آدمیوں کے ساتھ جو مکہ معظمہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ رَے سے نکلے۔ جب اس منزل پر پہنچے جو مکہ معظمہ سے ۱۸ میل پر تھی رتب اپنے اصحاب سے کہنے لگے۔ کہ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ سب نے کہا حضرت کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ اب تو آپ میں اور مکہ میں تھوڑا فاصلہ باقی ہے۔ فرمایا کہ میں رَے سے یہاں تک تم کو پہنچانے کی نیت سے آیا تھا۔ اور یہاں تک میرا دل تمہاری ہمراہی سے خوش تھا۔ لیکن اب میں رَے کو واپس جاتا ہوں۔ اور پھر وہاں سے حج کی نیت سے چلونگا۔ انشاءاللہ تم کو مل جاؤنگا۔ اس وقت سے حج کے موسم تک پانچ ماہ کا عرصہ باقی تھا ؂

محمد جمال قدس اللہ سرہٗ
پانڈی

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ آپ دراصل واسطہ کے رہنے والے ہیں۔ لیکن مصر میں رہتے تھے۔ اور وہیں رمضان ۳۱۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ آپ مصر کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ سچ بولنے والے اور اچھی باتوں کا حکم دینے والے تھے۔ آپ کے مقامات مشہور ہیں۔ اور کرامات زبان زد خلائق۔ حضرت جنید اور اپنے وقت کے مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابوالحسین نوری کے استادوں میں ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ پانڈی نہ تھے۔ بلکہ وہ امام تھے۔ ایک دفعہ آپ نے امر بالمعروف کیا تھا۔ اس لئے آپ کو شیر کے پنجرہ میں اس کے سامنے ڈال دیا گیا۔ شیر آپ کو سونگھتا اور چاٹتا تھا۔ اور جب آپ کو باہر نکالا گیا۔ تو آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ جب شیر

آپ کو چاہتا تھا تو آپ کے دل میں کیا گزرتا تھا۔ فرمایا مجھے اس وقت فقہاء کے اس اختلاف کا خیال تھا جو کہ درندوں کے آب دہن کے بارہ میں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ صوفیوں کا بہت بڑا حال کیا ہے فرمایا الثقة بالمضمون والقیام بالاوامر و مراعات السر والتخلی من الکونین بالتشبث بالحق تعالیٰ یعنے ان کا بڑا مقام یہ ہے۔ کہ جن باتوں کا خدا ضامن ہو چکا ہے۔ اُن پر بھروسہ کرنا۔ خدا کے احکام کی تعمیل کرنا۔ دل کی محافظت کرنا۔ دونوں جہان سے علیحدہ ہو کر خدا سے جا ملنا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مکہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور میرے پاس ایک جوان تھا۔ ایک شخص نے درہموں کا ایک کیسہ اس کے سامنے رکھدیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس شخص نے کہا کہ فقیروں، مسکینوں پر تقسیم کر دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ میں نے اس کو شام کے وقت دیکھا کہ جنگل میں اپنے لئے کوئی چیز ڈھونڈھتا ہے۔ میں نے کہا کاش! تم اپنے لئے ان درہموں میں سے کچھ رکھ لیتے۔ کہا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا۔ کہ اس وقت تک زندہ رہونگا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ کچھ دن مجھے کچھ نہ ملا جس سے میں اپنی غذا بناتا۔ اور میرا کام ضرورت کی حد تک پہنچ گیا۔ میں نے راستہ میں دیکھا کہ ایک ٹکڑا سونے کا پڑا ہوا ہے۔ چاہا کہ اٹھالوں۔ پھر میں نے دل سے کہا کہ یہ لقطہ ہے۔ اس لئے چھوڑ دیا۔ پھر میں نے اس حدیث کو یاد کیا کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے لو کانت الدنیا دما عبیطا لکان قوت المسلم منها حلالاً یعنے اگر تمام دنیا خالص خون بن جائے تاہم مومن کی غذا تو حلال ہی سے ہوگی۔ تب میں نے اسکو اٹھالیا۔ اور اپنے منہ میں رکھ لیا۔ اور چلا جاتا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ بچوں کی ایک جماعت حلقہ لگائے بیٹھی ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک لڑکا ایک بڑے ٹیلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ تصوف میں باتیں کرتا تھا میں کھڑا ہو گیا۔ کہ سنوں۔ کیا کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے پوچھا متی یجد العبد حلاوة الصدق یعنے بندہ سچ کا مزہ کب پاتا ہے کہا اذا رمی القطعة من الشدق یعنے جب اپنے مُنہ کے جبڑہ سے ٹکڑہ پھینک دے۔ میں نے اُسی وقت وہ مُنہ سے پھینک دیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں مکہ معظمہ میں مجاور تھا۔ خواصؒ وہاں تھے۔ میری ان سے ملاقات نہ تھی۔ لیکن جب ان کو دیکھتا تھا۔ تو اُن کا رعب میرے دل میں بیٹھ جاتا تھا۔ اُن کا طریق یہ تھا۔ کہ جب کوئی فقیر اُن کے پاس حجامت کے لئے آتا تب وہ گوشت خریدتے اور کھانا پکاتے۔ یہاں تک کہ فقیر کھاتا تھا۔ میں اُن کی دکان پر گیا۔ اور کہا کہ میں چاہتا ہوں حجامت بناؤں۔ آپ نے کسی شخص کو بھیجا کہ گوشت خریدے اور کھانا پکائے۔ حجامت کی حالت میں میرے دل میں گذرا۔ کہ جب حجامت سے فارغ

ہو جاؤنگا۔ تو کھانا بھی پک جائیگا۔ اس کے بعد مجھے خیال ہوا۔ کہ یہ خطرہ خوب نہیں۔ تب میں نے نفس سے یہ بات کہی یا حجامت بنایا کھانا۔ اور قسم کھالی۔ کہ اس کھانے سے نہ کھاؤنگا۔ حجامت کے بعد میں کھڑا ہوگیا کہ چلا جاؤں۔ حجام نے کہا۔ سبحان اللہ۔ تم خود میری عادت کو جانتے ہو۔ میں نے عذر کیا اور مسجد الحرام میں گیا۔ اس دن مجھے کچھ کھانے کو نہ ملا۔ اور دوسرے دن عصر تک بھی کچھ نہ ملا جب عصر کی نماز کے لئے اٹھا۔ تو منہ کے بل بیہوش ہوکر گر پڑا۔ لوگ میرے گرد بیٹھ گئے۔ اور سمجھ گئے۔ کہ یہ شخص پاگل ہوگیا ہے۔ ابراہیم خواص وہیں تھے۔ لوگوں کو مجھ سے علٰحدہ کیا۔ اور میرے سامنے بیٹھ گئے۔ مجھ سے محبت کی۔ اور باتیں کرنے لگے۔ کہ کچھ کھاؤ گے۔ میں نے کہا کہ رات نزدیک ہے۔ کہا کہ لے مبتدیو۔ تم اچھا کام کرتے ہو۔ تم اسی امر پر اپنے قدم جمائے رکھو تا کہ خلاصی اور فلاح پاؤ۔ پھر اٹھا اور چل دیا۔ جب ہم عشا کی نماز پڑھ چکے۔ تو وہ آئے اور اپنے ساتھ ایک مسور کا پیالہ اور دو روٹیاں لائے۔ اور کہا کہ کھاؤ۔ میں نے وہ کھالیں۔ کہا کہ اور کھاؤ گے۔ میں نے کہا۔ کہ ہاں۔ گئے۔ اور ایک اور پیالہ اور دو روٹیاں لے آئے۔ میں نے وہ بھی کھالیں۔ کہا اور کھاؤ گے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ پھر گئے۔ اور ایک اور پیالہ اور دو روٹیاں لائے۔ میں نے وہ بھی کھالیں۔ کہا اور کھاؤ گے۔ میں نے کہا۔ بس یہی کافی ہیں۔ تب میں سوگیا۔ اور صبح تک نہ اٹھا۔ نہ تہجد کی نماز پڑھی۔ اور نہ طواف کیا۔ تب میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ بناں میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ فرمایا۔ من اکل الشرہ اعمی اللہ تعالے عین قلبہ یعنے جو شخص حریص ہوکر کھاتا ہے۔ تو خدا تعالے اسکے دل کی آنکھ کو اندھا کر دیتا ہے۔ تب میں جاگا۔ اور اپنے دل سے عہد کر لیا۔ کہ کبھی پیٹ بھر کر نہ کھاؤنگا۔ احمد بن مسروق کہتے ہیں۔ کہ بناں بانڈی کہتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اپنے ایک دوست کی دعوت کی۔ اس نے یہ شعر پڑھا ؎

من دعانا فابینا فلہ الفضل علینا — فاذا نحن اجبنا رجع الفضل الینا

یعنے جو شخص ہماری دعوت کرے اور ہم اس سے انکار کریں۔ تو اس کو فضیلت ہوگی نہ ہم کو اور جب ہم مان لیں تو وہ فضیلت ہم کو مل جائیگی۔

اسحٰق بن ابراہیم حمال (بانڈی) قدس اللہ سرہٗ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کی کرامات ظاہر ہیں۔ آپ کوہ لگام میں رہتے

تھے۔ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں کوہ لگام میں راستہ بھول گیا تھا۔ اتفاقاً ایک پیرمرد کے پاس پہنچا۔ جو پوستین پہنے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا۔ تو کہا اللہ اکبر تم ہی راستہ بھول گئے تھے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ کہا مجھے تیس سال ہو چکے تھے۔ کہ کسی آدمی کو نہ دیکھا تھا۔ مجھ کو ایک لکڑی دی اور کہا کہ یہ تم کو راستہ تبلادیگی۔ پھر مجھے کہا کہ اب تم جاؤ۔ میں تھوڑی دیر چلا تو اپنے آپ کو انطاکیہ میں پایا۔ عصا میں نے رکھ دیا۔ کہ وضو کر لوں۔ پھر دیکھا تو عصا وہاں نہ تھا۔ انطاکیہ والوں سے میں نے یہ حکایت کہی تو وہ کہنے لگے۔ وہ اسحٰق حمال تھے۔ اس کو بہت کم لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے یہ بات سُن کر افسوس کیا +

بنان بن عبداللہ رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ اور مشائخ مصر کے بزرگوں میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جس صوفی کا دل روزی کے غم میں معلق ہو۔ اس کو کسب کا حکم دینا چاہئے +

شیبان بن علی رحمۃ اللہ

آپ مصر کے متقدمین مشائخ میں سے ہیں۔ آپ مقبول الدعا ہیں۔ بہت سے مشائخ آپ کے مُرید ہیں۔ علم طریقت میں آپ کی بہت سی باتیں ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ کا ایک مرید آیا۔ اور اجازت چاہی کہ حج کو جائے۔ تنہائی کے لئے حکم دیا۔ کہ اوّل اپنے آپ کو سہو وغفلت سے مجرد کر اور نفس کو ہوا و خواہش سے۔ زبان کو لغو باتوں سے۔ جب تجرید حاصل ہو جائے پھر چاہے دُنیا رکھ چاہے نہ رکھ +

ابوالحسن بن محمد مزین (حجام) رحمۃ اللہ

آپ تیسرے طبقہ والوں میں ہیں۔ آپ کا نام علی بن محمد ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں جنید اور سہل عبداللہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور اپنے ہمعصروں کے ساتھ مکہ معظمہ کے مجاور رہے ہیں۔ وہیں ۳۲۷ھ یا ۳۲۸ھ میں انتقال ہوا ہے۔ ابو یعقوب اقطع سے حکایت کرتے ہیں۔ کہ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابوالحسن مزین دو گزرے ہیں۔ ایک بڑے ایک چھوٹے۔ بڑے بغداد کے رہنے والے ہیں۔ اور بغداد میں مدفون ہیں۔ ان کے شاگرد کہتے ہیں۔ الکلام من غیر

ضرورۃ مقت من اللہ تعالیٰ بالعبد یعنے بلا ضرورت کلام کرنا بندہ پر خدا کا غضب ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ عمل کے گرد موتری باتوں سے سوا گرفتاری کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ چھوٹے مزین بھی بغداد کے رہنے والے ہیں۔ لیکن مکہ میں مدفون ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ دونوں مزین آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ چھوٹے مزین کہتے ہیں۔ کہ خدا کے راستے آسمان کے ستاروں کے شمار سے بڑھ کر ہیں۔ اور میں ان میں سے ایک ہی راستہ کی خواہش میں ہوں۔ لیکن نہیں پاتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ موجود میں غرق تھا۔ لیکن پیاس کی وجہ سے ایسی باتیں کہتا تھا۔ کیونکہ وہ پیاسا تھا۔ اور یہ راستہ مستسقی (استسقا والے) کی طرح ہے۔ جو کہ پانی بہت مانگتا ہے۔ جس قدر زیادہ پانی پیتا ہے۔ اسی قدر زیادہ چاہتا ہے۔ اور سیری نہیں ہوتی زر دیں عزیز ہے جہاں پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص تجھ کو زیادہ دیکھتا ہے۔ زیادہ ڈھونڈھتا ہے۔ اور چھوٹے مزین نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ایسے شخص کو پہچانتا ہوں۔ جو کہ ایک جگہ پھسل گیا۔ اور اس کی انگلی زخمی ہو گئی۔ اُس کے نفس نے تھوڑا سا زیتون کا روغن چاہا۔ دیکھا کہ اس کے سامنے زیتون زیت کا چشمہ بہ رہا ہے۔ اس کی طرف توجہ نہ کی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں مکہ میں تھا۔ میرا سفر کا ارادہ ہو گیا۔ جب ایک جگہ پہنچا۔ جس کو بر میمون کہتے ہیں۔ تو وہاں پر ایک جوان کو دیکھا۔ کہ نزع کی حالت میں تھا۔ میں نے کہا کہو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اُس نے آنکھیں کھولیں اور کہا ؎

انا ان مت فالھوی حشو قلبی　　　وبدین الھوی یموت الکرام

یعنے اگر میں مر گیا تو محبت میرے دل کے پردہ میں ہوگی۔ اور محبت کے طریق پر اچھے لوگ مرا کرتے ہیں۔ پھر اس نے جان دیدی۔ میں نے اُس کا کام کیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا۔ میرا سفر کا ارادہ جاتا رہا۔ اور لوٹ کر مکہ معظمہ میں آ گیا۔ کہتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے آپ کو بڑا بُعلا کہتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ حجام ہو کر اولیاء خدا کو تلقین کرنے لگا۔ سخت افسوس ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابوالحسن مزین شیر سے ملے۔ پھر کہنے لگے۔ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ یعنے پھر مارا اس کو اور قبر میں داخل کر دیا۔ شیر وہیں مر گیا۔ جب پہاڑ کے سر پر پہنچے تو کہا ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ یعنی پھر جب چاہا اس کو زندہ کر دیا۔ شیر اپنے پاؤں پر زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

ابوالحسن صائغ دینوری قدس سرہٗ

آپ تیسرے طبقہ میں سے ہیں۔ علی بن محمد سہل نام ہے۔ دینور کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ مصر میں رہا کرتے تھے۔ اور وہیں آپ کا انتقال ۳۲۰ھ میں ہوا۔ شیخ ابوسعید مالینی کہتے ہیں۔ کہ آپ ہفتہ کی رات ۱۵۔ رجب ۳۳۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ شیخ ابوالحسن قرانی دوقی اور شیخ ابوعثمان مغربی کے اُستاد ہیں۔ ابوعثمان مغربی کہتے ہیں۔ کہ میں نے مشائخ میں سے زیادہ روشن اور زیادہ نورانی ابویعقوب نہرجوری سے اور زیادہ باہیبت ابوالحسن صائغ دینوری سے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ آپ ابوجعفر صیدلانی کے شاگرد ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ دُنیا سے دو دفعہ بیزار ہونا چاہیئے۔ ایک تو اس وقت کہ جب دُنیا سے باہر نکل آئے۔ اور لوگ تیری طرف متوجہ ہو جائیں۔ دوم یہ کہ پھر دُنیا کی طرف بغیر شغل و حرص کے جائے۔ اس قدر کہ لوگوں کا قبول جاتا رہے۔ اور باطن میں اس سے منقطع ہو جائے۔ تاکہ دُنیا کے ترک کا گناہ اس کی طلب سے بڑھ نہ جائے۔ کیونکہ قبول خلق کا فتنہ دُنیا کی طرف متوجہ ہونے کے فتنہ سے بڑھ کر ہے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ من فساد الطبع التمنی والامل یعنے آرزو اور اُمید طبیعت کے بگاڑ دینے والے ہیں۔ یہ بھی آپ فرماتے ہیں۔ محبتک لنفسک ھی التی تھلکھا یعنے تیرا اپنے نفس سے محبت کرنا ہی اسکو ہلاک کرنا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ مرید کس کو کہتے ہیں اس کی صفت کیا ہے۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ یعنے ان پر زمین باوجود کشادگی کے تنگ ہو گئی اور اُن پر اپنی جانیں تنگ ہو گئیں۔ اُنہوں نے گمان کر لیا۔ کہ اللہ کے عذاب سے سوائے اس کے اور کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔

ابوالحسن الصبیحی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ تیسرے طبقہ کے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپ کا نام حسن بن عبداللہ بن بکر۔ اور ابوعبداللہ کنیت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ اور کنیت ابوعبید ہے لیکن زیادہ صحیح وہ بات ہے۔ جو پہلے کہی گئی۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ کی سرائے میں ایک گھر تھا۔ جو کہ زمین میں کھودا ہوا تھا۔ تیس سال وہیں رہے۔ اور مجاہدہ عبادت

میں مشغول تھے کہتے ہیں کہ کھانا نہ کھایا کرتے تھے۔ بصرہ والوں نے آپ کو بصرہ سے باہر نکال دیا۔ تب آپ سوس میں گئے۔ اور وہیں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر بھی وہاں ہے۔ رحمۃ اللہ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ جمعہ کے دن بصرہ کی مسجد کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ اپنے شاگردسے کہنے لگے۔ ان لوگوں کو جو تم دیکھتے ہو۔ سب بہشت کی بھرتی ہیں۔ یہ چھوٹا سا کام ہمارے متعلق ہوا ہے بصرہ کی مسجد اس وقت اتنی چھوٹی تھی۔ کہ لوگ ہجوم کے باعث زمین پر سجدہ نہ کر سکتے تھے۔ ایک دوسرے کی پُشت پر سجدہ کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ الغریب ھو البعید عن وطنہ وھو مقیم فیہ یعنے مسافر وہ ہے جو کہ اپنے وطن سے دُور ہو حالانکہ وطن میں ہے۔ یہ بھی آپ کہتے ہیں الغریب ھو الذی لا جلس لہٗ یعنے مسافر وہ ہے کہ جس کا کوئی ہمنشین نہ ہو یہ بھی آپ کہتے ہیں الغریب من صحب الاجناس یعنے مسافر وہ ہے کہ اپنے ہمجنسوں سے صحبت رکھتا ہے۔ یعنی خدا کو چھوڑ کر اپنے ہمجنسوں کے پاس رہتا ہے +

ابو الحسن سیوطی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ صوفیہ کے گروہ میں سے ہیں۔ شیخ ابو علی رودباری کہتے ہیں کہ ہارون نے جو کہ سہل عبداللہ کا ساتھی ہے۔ کہا ہے۔ کہ ابو الحسن سیوطی کے ساتھ جنگل میں تھے جب بھوکے ہوتے اور کسی قبیلہ اور آبادی کا راہ نہ جانتے۔ تو ابو الحسن بھیڑیئے کی آواز بولتے یہاں تک کہ جہاں کوئی کتا ہوتا وہ آواز دیتا۔ وہ اس آواز سے معلوم کر لیتا۔ کہ یہاں آبادی ہے۔ یاروں کے لئے کچھ لاتے۔ شیخ ابو علی رودباری کہتے ہیں۔ کہ کوئی شخص اپنے یاروں سے محبت و شفقت کرنے میں ابو الحسن سیوطی جیسا نہ تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ چاہیئے کہ یاروں کی خدمت اپنے ذمہ ضروری اور واجب سمجھے۔ اور خدمت کرنے میں اپنا مقصود دیکھے نہ مخدوم کو یعنی تیری نگاہ مقصود حقیقی پہ ہو جو کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ ہے۔ نہ اُس شخص پر۔ کہ جس کی خدمت کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک درویش نے شیخ شیروانی کے سامنے دوسرے درویش سے کہا۔ کہ اس کام کو میرے لئے کر۔ حکم اور امر کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ شیخ شیروانی کی وجہ سے وہ چلدیئے۔ اور کہا کہ وہ فقیر ہی نہیں۔ جو کہ اپنے یار کی خدمت اپنے اوپر واجب نہ جانے +

ابوالحسن بن شعرۃ رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کا نام عمرو بن عثمان بن الحکم بن شعرہ ہے۔ صوفیوں کے مشائخ ہیں۔ ابو سعید مالینی اپنے اربعتین میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ مصر کے مشائخ میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ لوگ ان کی قبر سے قرآن پڑھنے کی آواز سُنا کرتے تھے۔ جو شخص زیارت کو جاتا سُنا کرتا تھا +

ابوالحامد اسود المعروف بازنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ابوعلی رودباری کے اُستادوں میں سے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابن شعرہ مصر کے جامع مسجد میں گئے۔ ابو حامد زنگی کو دیکھا۔ کہ نماز پڑھتے تھے۔ کہا۔ اے ابوحامد تم تو بڑی بزرگ جگہ پر اُترے ہو۔ کہا کہ گنہگاروں کی شفاعت کے لئے ایسے مقام پر آیا ہوں شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابو عبداللہ رودباری کہتے تھے۔ کہ حسن بن محمد رازی سے میں نے سُنا تھا۔ جن کی کنیت ابو عبید تھی۔ وہ کہتے تھے۔ مجھ پر سردی اور بھوک نے غلبہ کیا۔ سو گیا تو ہاتف نے آواز دی۔ کہ تو یہی سمجھتا ہے کہ عبادت صرف نماز روزہ ہے۔ حالانکہ خدا کے احکام پر صبر کرنا۔ نماز روزہ سے بھی افضل ہے۔ ابوالحسن حجامؒ کہتے ہیں۔ کہ ابو حامد زنگی تیس سال مسجد حرام میں کعبہ کے برابر بیٹھے رہے۔ صرف طہارت کے لئے باہر نکلا کرتے۔ کسی نے اُن کو نہ دیکھا تھا۔ کہ کچھ کھاتے یا پیتے ہیں۔ ابو حامد کو جب کبھی وجد ہوتا تو سفید رنگ ہو جاتے۔ اور جب کبھی وجد کی حالت سے نکل جاتے تو پھر سیاہ ہو جاتے +

ابراہیم بن داؤد قصّار زقی رحمۃ اللہ تعالیٰ

دھوبی ۱۲

آپ تیسرے طبقہ سے ہیں۔ ابو اسحٰق کنیت ہے۔ شام کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت جنید اور ابو عبداللہ جلا وغیرہ کے ہمعصر ہیں۔ آپ کی عمر بڑی ہوئی ہے۔ اور تیسرے طبقہ تک رہے ہیں۔ شیخ شبلی سلمی نے ان کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اور ۳۲۶ھ ہجری میں دُنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ آپ کی صحبت شام کے مشائخ سے رہی ہے۔ ذوالنونؒ کو بھی دیکھا ہے۔ فقر اور تجرید میں اچھی زندگی بسر کرتے۔ اور اُن کے اہل سے دوستی رکھنے کو لازم کیا ہوا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس نے تیس سال تک ایک سفر

کیا تھا۔ تاکہ لوگوں کے دل صوفیوں کی طرف میلان کریں۔ اور درست ہو جائیں۔ جو بے ادب صوفیوں نے غیر مناسب باتیں کر رکھی تھیں۔ ان سب کو درست کریں۔ دیکھ کیسی جوانمردی کی ہے۔ کہ اپنی تمام عمر اُس پر قربان کر دی۔ کہ ان لوگوں کی اصلاح کریں۔ کہ جو صوفی کہلاتے ہیں۔ اسلام اور صوفیوں کی طرف سے اُن کو جزاء خیر ہو۔ ابراہیم قصار کہتے ہیں۔ کہ قیمۃ کل انسان بقدر ہمتہ فانکانت ہمۃ الدنیا فلا قیمۃ لہ وانکانت ہمۃ رضی اللہ فلا یمکن استدراک غایۃ قیمتہ ولا الوقوف علیہا یعنے ہر انسان کی قدر و قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ سو اگر اس کی ہمت دنیا طلبی ہے تو اس کی کچھ قدر نہیں۔ اور اگر اس کی ہمت خدا کی رضا مندی ہے۔ تو اس کی قیمت کی قدر کی غایت کو لوگ نہ پا سکتے ہیں۔ نہ اس سے واقف ہو سکتے ہیں۔ ابراہیم مرادی کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے ابراہیم قصار سے پوچھا۔ ھل یبدی المحب حبہ او ھل ینطق بہ او ھل یطیق کتمانہ فانشد یقول متمثلا۔ شعر۔

ظفرتم بکتمان اللسان فمن لکم بکتمان دمع دمعہ الدھر یذرف

حماتم جبال الحب فوقی واننی لاعجز عن حمل القمیص واضعف

یعنے کیا عاشق اپنی محبت کو ظاہر کرے یا محبت کی بات کہے یا چھپانے کی طاقت رکھتا ہے۔ تو انہوں نے یہ شعر پڑھا کہ تم (بالفرض) زبان کے چھپانے پر قادر ہو گئے۔ مگر یہ بتلاؤ کہ تمہارے ان آنسوؤں کے چھپانے کا کون ضامن ہے۔ جن کو زمانہ نے گرایا ہے۔ تم نے محبت کا پہاڑ مجھ پر لاد دیا ہے۔ حالانکہ میں قمیص کے اٹھانے سے بھی زیادہ عاجز اور زیادہ ضعیف ہوں۔ وانشدنا شیخ الاسلام قال انشدنا الشیخ ابو عبد اللہ الطاقی بعضھم رحمھم اللہ ؎

یبد وفا جھدان اکاتم حبہ فبین فی علامۃ الکتمان

خفقان قلبی وارتعاد مفاصلی وغبار لونی وانعقاد لسانی

فمنی یکذب بنی شھود اربع وشھود کل قضیتہ اثنان

وانشدنا ایضًا بعضھم ؎

حماتمونی علے ضعفی بفرقتھم مالیس یحملہ سھل ولا جبل

یعنے شیخ الاسلام نے ہمیں شعر سنائے وہ کہتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ طاقی نے کسی صوفی کے یہ شعر پڑھے جس سے اس کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کی محبت کو چھپاؤں۔ لیکن مجھ میں چھپانے کی علامت ظاہر ہوتی ہے یعنے دل کا اضطراب اور جوڑوں کا لرزہ رنگ کی سیاہی زبان

کی بستگی اب میں کیونکر محبّت چھپا سکتا ہوں۔ جبکہ مجھے چار گواہ جھٹلاتے ہیں۔ حالانکہ ہر معاملے کے عموماً دو گواہ ہوتے ہیں۔ اور اس نے ہمیں کسی صوفی کے یہ اشعار بھی سنائے۔ تم نے مجھ پر باوجود ضعف کے ان کی جدائی کا اس قدر بوجھ لاد دیا ہے۔ کہ جس کو نہ تو نرم زمین اٹھا سکتی ہے۔ اور نہ پہاڑ اُٹھا سکتے ہیں۔ ابراہیم قصار (دھوبی) کہتے ہیں۔ تم کو دنیا میں سے دو چیزیں بہت اچھی ہیں۔ ایک تو کسی فیقر کی صحبت۔ دوم کسی خدا کے دوست کی خدمت کرنا۔ یہ بھی آپ کہتے ہیں۔ من تعزز بشئی غیر اللہ فقد ذل فی عزہ یعنے جو شخص خدا کے سوا اپنے آپ کو باعزت سمجھے۔ پس وہ اپنی عزت (فرضی) میں دراصل ذلیل ہے۔ آپ یہ بھی کہتے۔ کہ امام احمد بن حنبل قرآن کے غیر مخلوق کہنے کے وقت قید خانہ میں تھے۔ لوگوں نے یہ خبر دی۔ کہ ذوالنون مصری کو قید خانہ میں لے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کو غیر مخلوق کہتے ہیں۔ میں نے ذوالنون کی شہرت سُنی ہوئی تھی۔ لوگ بھی ان کے دیکھنے کو جا رہے تھے۔ اور میں اُس وقت لڑکا تھا۔ میں بھی گیا۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو میری نظر میں وہ حقیر معلوم ہوئے۔ کیونکہ وہ ظاہری صورت میں حقیر سے تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ باوجود ایسی شہرت کے ذوالنون یہ ہیں۔ اسی وقت ذوالنون نے میری طرف توجہ کی اور کہا کہ اے لڑکے جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ سے مُنہ موڑتا ہے۔ اس وقت اس کی زبان اولیاء اللہ کے طعن کے لئے لمبی ہو جاتی ہے۔ میں یہ سُنکر بیہوش ہو گیا۔ یہاں تک کہ میرے مُنہ پر پانی چھڑکا گیا۔ تب ہوش آیا۔ اور اُٹھا۔ صوفی شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو کیونکر دیکھ سکتے ہیں۔ جس کو خدا نے اپنے آپ میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔ تمام خلق اس کے پردے ہیں۔ اور وہ اپنے دوستوں کے سامنے حجاب ہے۔ قیامت کے دن جو لوگ ان کو دیکھیں گے۔ وہاں بھی خود نہ پہچانینگے۔ جس طرح کہ یہاں دیکھتے ہیں۔ اور پہچانتے نہیں۔ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ. یعنے تم ان کو سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ دیکھتے نہیں۔ محمود سُبکتگین بایزید کی قبر پر گئے۔ ایک درویش کو وہاں دیکھا اور پوچھا۔ کہ یہ تمہارا اُستاد کیا کہتا تھا۔ اُس نے کہا وہ کہتے تھے۔ کہ جس نے مجھے دیکھا ہے۔ اس کو (دوزخ میں) نہ جلائینگے۔ محمود نے کہا کہ یہ کچھ بات نہیں۔ ابوجہل نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ لیکن اسکو جلائینگے۔ اس درویش نے کہا اے امیر اُس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا پر نہ دیکھا یعنے اُس نے تو ابوطالب کا بھتیجا سمجھ کر دیکھا تھا۔ نہ پیغمبر خدا جان کر ورنہ اُس کو نہ جلاتے۔

نوٹ! میرے نسخہ میں نام "ابراہیم بن داؤد القصار الرقی" لکھا ہے۔ نامی

ابو جعفر حفار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

چاہ کن ۱۲

آپ حضرت جنیدؒ کے مریدوں میں سے ہیں۔ ان کی عمر کے قریب تھے۔ لوگ ان کو جنیدؒ کا ہمعصر کہتے تھے۔ اور وہ اپنے آپ کو اُن کا مرید کہتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جنیدؒ فرماتے ہیں۔ میں بغداد میں ایک جوان کے ساتھ پھر رہا تھا۔ جنگل میں گیا۔ تو شیخ ابو جعفر حفار بغدادی کو دیکھا مجھے اس بات سے رنج پہنچا۔ جو اُس نے میرے آنے کو بُرا سمجھا۔ اس لئے میں شرمندہ ہوا۔ میں نے کہا اے شیخ کوئی بات کہو تاکہ میں واپس چلا جاؤں۔ کہا کیا کہوں۔ میں نے کہا کہ خدا کی راہ کیسی ہے اُس نے کہا تم کو خوشخبری ہو۔ اگر وہ تیرا خریدار نہ ہوتا۔ تو اُس کا خریدار نہ ہوتا۔ اگر تجھے اس کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کی راہ نہ دریافت کرتا ؎

ابو جعفر سومانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ صوفیہ کے گروہ میں سے ہیں وہ کہتے ہیں۔ صدیقک من حذرک الذنوب و رفیقک من بصرک العیوب واخوک من سایرک الی علام الغیوب۔ یعنے تیرا دوست وہ ہے جو کہ تم کو گناہوں سے ڈرائے اور تیرا رفیق وہ ہے کہ جو تجھ کو تیرے عیب دکھائے۔ بھائی تیرا وہ ہے کہ جو تجھے علام الغیوب تک لیجائے ؎

ابو جعفر صیدلانی رحمۃ اللہ

آپ ابو الحسن صائغ دینوری کے اُستاد ہیں۔ اور بغداد کے رہنے والے جنیدؒ اور ابو العباس کے معاصر ہیں۔ مکہ میں مجاور رہے۔ اور مصر میں انتقال ہوا۔ آپ کی قبر زقاق مصری کے پہلو میں ہے۔ ابو سعید خراز کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابن الاعرابی کے اُستادوں میں ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابو الحسن صائغ دینوری کہتے ہیں۔ کہ میرے اُستاد ابو جعفر صیدلانی کہتے ہیں۔ کہ میں نے پہلی عقیدت میں مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور ایک چبوترے پر بیٹھے ہیں۔ اور مشائخ صوفیہ کی ایک جماعت آپ کے گرداگرد بیٹھی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھولدئے گئے ہیں۔ اور ایک فرشتہ نیچے اترتا ہے۔ طشت اور لوٹا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا ایک ایک کے سامنے رکھتا تھا۔ اور وہ

سب ہاتھ دھونے تھے۔ جب مجھ تک پہنچا تو کہا کہ اُٹھا لو۔ کیونکہ یہ ان میں سے نہیں ہے۔ لوٹے والے نے لوٹا اٹھالیا۔ اور چلا گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میں ان سے تو نہ سہی۔ لیکن آپ جانتے ہیں۔ کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ ان کو دوست رکھتا ہے وہ انہیں میں سے ہے طشت واپس لایا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے ہاتھ دھوئے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھتے اور ہنستے تھے۔ فرمایا کہ اگر ہم کو دوست رکھتا ہے۔ تو ہمارے ساتھ ہی ہے۔ ابو جعفر کہتے ہیں۔ کہ اس وقت تک ان صوفیوں سے میری صحبت نہ تھی۔ ابراہیم ادھم کہتے ہیں۔ کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ فرشتہ کے پاس ایک کاغذ ہے۔ اور کچھ لکھ رہا ہے۔ میں نے کہا کیا لکھتے ہو۔ کہا خدا کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کیا میرا نام بھی لکھا ہے۔ کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں نہ ان میں سے ہوں نہ اس کا دوست ہوں۔ لیکن اس کے دوستوں کا دوست ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ان کو دوست رکھتا ہوں میں اسی میں تھا۔ کہ ایک فرشتہ آیا۔ اور کہنے لگا کہ کاغذ کو شروع سے لے اور اس کا نام سب سے پہلے لکھ۔ کیونکہ میرے دوستوں کا دوست ہے۔ ابو العباس عطا کہتے ہیں۔ کہ اگر تجھے خدا تک رسائی نہیں۔ تو اس کے دوستوں تک رسائی کر۔ اگرچہ درجہ میں ان کے برابر نہ ہوگا۔ لیکن وہ تیرے شفیع ہونگے +

ابو جعفر احمد بن حمدان بن علی بن سنان رحمۃ اللہ

آپ تیسرے طبقہ میں سے ہیں۔ نیشاپور کے بڑے مشائخ سے ہیں۔ ابو عثمان حیری کی صحبت میں رہے ہیں ابو حفص کو دیکھا ہے خوف، تقویٰ و زہد میں یکتاء زمانہ تھے۔ ۳۱۱ھ ہجری میں انتقال ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں تکبر المطیعین علی العصاۃ بطاعتہم شرمن معاصیہم واضرعلیہم۔ یعنے فرمانبرداروں کا گنہگاروں پر اپنی بندگی سے تکبر کرنا ان کے گناہوں سے بُرا اور اُن کو زیادہ ضرر پہنچانیوالا ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ جمال الرجل فی حسن مقالہ وکمالہ فی صدق فعالہ یعنے مرد کی خوبصورتی اُس کی اچھی باتوں میں ہے۔ اور اس کا کمال اس کے سچے کاموں میں۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ علامۃ من انقطع الی اللہ علی الحقیقۃ ان لا یرد علیہ ما یشغلہ عنہ یعنے حقیقتاً جو خدا کی طرف ہو جائے۔ اس کی علامت یہ ہے۔ کہ اس پر وہ باتیں نہ آئیں۔ جو اُس کو خدا کی طرف سے روک دیں +

ابو جعفر فرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بغداد کے رہنے والے اور حضرت جنید کے یاروں اور مریدوں اور اُنکے کلام کے ناقل ہیں۔ آپکا نام محمدؒ بن عبداللہ ہے آپ فرماتے ہیں التوکل باللسان یورث الدعویٰ و التوکل بالقلب یورث المعنیٰ یعنے زبانی توکل جتلانا دعویٰ کو پیدا کرتاہے اور دل سے توکل کرنا معنی کو پیدا کرتاہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ باکو فرماتے ہیں۔ کہ ابو جعفر فرغانی ابوعثمان حیری کے خادم ہیں۔ ایک دن نیشاپور میں اس کی رکاب کے ہمراہ جارہے تھے۔ بارش پڑ رہی تھی۔ اور بہت کیچڑ ہو رہا تھا۔ ابو جعفر کے دل میں یہ گزرا کہ وہ گھوڑے پر سوار کیا جانتے ہیں۔ کہ میرا حال اس کیچڑ میں کیا ہو رہا ہے۔ ایک گھڑی کے بعد ابوعثمان گھوڑے پر سے اُتر پڑے اور ان سے کہا کہ تم گھوڑے پر چڑھو۔ اس نے کہا کہ یا شیخ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا یہ کیا بات ہے۔ میں درہم یہ ہم ہوتا تھا کہ میں گھوڑے پر نہ بیٹھونگا۔ دوبارہ کہا کہ بیٹھ جا۔ مفید نہ ہوا۔ آخر بیٹھ گیا ابوعثمان نے زین پوش گردن پر رکھ لیا۔ اور اس کے آگے آگے چلتے تھے۔ ابو جعفر گھوڑے پر شرمسار ہو کر آخر اتر پڑا۔ شیخ نے کہا۔ فرغانی گھوڑے پر تمہاری کیا حالت تھی۔ کہا اے شیخ نہ پوچھئے۔ شیخ نے کہا۔ کہ جب میں گھوڑے پر سوار تھا۔ اور تم زین پوش کندھے پر اٹھا کر میرے آگے چلتے تھے۔ اس وقت میرا بھی یہی حال تھا کہ جب تو گھوڑے پر تھا۔ اور میں تیرے آگے چلتا تھا۔ آپ نے اُس کو اِس طرح ادب سکھایا +

ابو جعفر سامانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کوہ لبنان پر میرا گذر ہوا۔ وہاں پر میں نے ایک جماعت کو دیکھا۔ کہ ان میں ایک جوان تھا۔ جو اُن کی خدمت کرتا تھا۔ شام کے وقت گھاس کا ایک گٹھا کاٹتا اور اُن کے لئے پکاتا۔ میں وہاں تین دن تک رہا۔ چوتھے روز صبح کے وقت ان سب نے مجھ سے کہا کہ ہماری گزران تم نے دیکھ لی۔ اب تم چلے جاؤ ہمارے ساتھ تمہارا گزارہ نہ ہوگا۔ مجھ کو دُعا کی اور میں وہاں سے چل دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرا گذر بغداد میں ہوا۔ اُس جوان کو میں نے دیکھا۔ کہ دلالی کرتا ہے۔ اور من یزید (یعنی کون اس سے بڑھ کر دام دیتاہے) کہتاہے کہ میں دیکھ کر تعجب کرنے لگا۔ اور اس کی طرف دیکھتا تھا۔ کہ آیا وہی شخص ہے یا اور وہ سمجھ گیا

اور ایک طرف ہو کر کہنے لگا۔ کیا دیکھتے ہو۔ میں نے کہا۔ خدا کی قسم۔ کیا تم وہی تو نہیں جس کو میں نے کوہ لبنان پر دیکھا تھا۔ اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ میں نے کہا۔ پھر یہاں کیسے آپڑے۔ اور یہ کیا کام کر رہے ہو۔ اس نے کہا ایک دن میں مچھلی تل رہا تھا۔ تقسیم کے وقت بہتر حصہ میں نے اپنے لئے رکھ لیا۔ اس لئے اس حالت میں ہو گیا +

ابو جعفر حداد (لوہار) رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو جعفر حداد دو ہیں۔ ایک چھوٹے اور ایک بڑے۔ بڑے تو بغدادی ہیں۔ اور حضرت جنید اور رویم کے ہمعصر ہیں۔ دوم ابو جعفر۔ بن بکیر حداد مصری ہیں۔ بڑے ابو جعفر کے مرید ہیں۔ اور ابن عطاء کے ساتھ رہے ہیں۔ ان کی شاگردی کی ہے۔ ابو تراب نخشبی کو دیکھا ہے۔ اور اس کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو جعفر حداد مصر میں تھے۔ ستر سال تک لوہارا کام کرتے رہے۔ ہر روز ایک دینار اور دس درم کماتے۔ لیکن اس میں سے اپنے کام میں کچھ نہ لاتے۔ سب درویشوں پر خرچ کر دیتے۔ رات کو چند گھر پھر کر گداگری کرتے۔ اور کھاتے اور مسجد میں رہتے۔ وہیں سوتے اور کسی پیر سے کسی قسم کا سوال نہ کرتے۔ بلکہ اُن کو صرف دیکھتے اور ان کا نظارہ کرتے۔ کہ ان کا کیا حال ہے۔ آپ فرماتے ہیں اذا رایت ضر الفقیر فی ثوبہ فلا ترج فلاحہ یعنے جب تو فقیر کا ضرر اس کے کپڑے میں دیکھے تو اس کی بہتری کی امید نہ رکھ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابو جعفر حداد جنگل میں تھے۔ کنوئیں کے کنارہ پر پانی کو دیکھ رہے تھے۔ ابو تراب وہاں پہنچے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ ابو تراب نخشبی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ دوسرے شخص ہیں۔ کہا کہ بابا جعفر یہاں کیا کرتے ہو۔ کہا کہ سولہ دن گذر چکے ہیں۔ مجھ کو پانی نہیں ملا۔ اب پانی پر پہنچا ہوں۔ یقین اور علم کے درمیان ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ ان میں سے کون غالب رہتا ہے۔ جس پر عمل کروں۔ ابو تراب نے کہا۔ اے ابو جعفر تم کو اس سے بڑا مرتبہ حاصل ہو گا۔ اور وہاں سے چل دئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ یقین نہ تھا۔ کہ اب تو پیاسا نہیں ہوں۔ اس لئے پانی کی حاجت نہیں۔ صبر کر سکتا ہوں۔ اور علم یہ تھا۔ کہ اللہ سبحانہ کی عبادت کرنی چاہئے۔ اور یہ جائز نہیں۔ کہ اپنا خون کروں۔ اس لئے پانی لینا چاہئے۔ ممکن ہے کہ پانی نہ ملے۔ ابو تراب اس بھید کو سمجھ گئے۔ اس لئے ابو جعفر نے اس کو نہ چھپایا۔ اور اُن پر ظاہر کر دیا +

ابو جعفر معاذ مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ابو الحسن سیروانی خرو کے اُستاد ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر حداد مصری اور ابن البرقی سے کہ دونوں مصر میں رہتے تھے پوچھا تھا کہ تصوّف کیا چیز ہے۔ دونوں نے جواب دیا کہ تصوّف زمین پر اس کا اثر ہے۔ کبھی تو ظاہر ہوتا ہے اور کبھی پوشیدہ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر تم ایک ہزار سال کی عمر پاؤ۔ تب بھی اس بارہ میں اس سے بہتر نہ سنوگے۔ اُس نے آسمان زمین تمام مخلوق خود ظاہر کئے۔ وہ جیسا اپنے دوستوں کی آنکھوں میں ظاہر ہے۔ ویسا کسی شے میں ظاہر نہیں۔ یہ اُس کے دوستوں کا ڈھونڈھنا۔ سفر اور اُن کی زیارت کرنا اسی لئے ہے۔ کسی گدڑی پوش کو کسی شخص سے حیب تک وہ یہ نہ جانے جائز نہیں۔ کہ اس کا دن رات بن جاتے۔ اُس کے دیدار سے تیرے بدن میں تیری رُوح ہو۔ اور اس کے دوستوں کی زیارت سے تیری جان میں جان آئے۔

ابو عبداللہ البرقی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ مصر کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ اور بڑے عقلمندوں میں گنے جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو علی کاتب نے ابو عثمان مغربی سے کہا۔ ابن البرقی بیمار تھے پانی کا ایک گھونٹ ان کے پاس لائے تو نہ پیا۔ اور کہا ملک میں فساد پھیلا ہوا ہے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کیا ہوا ہے پانی نہ پیونگا۔ اس پر تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا۔ اتنے میں خبر آگئی کہ قرامطہ حرم پر آپڑے ہیں۔ اور لوگوں کو مار ڈالتے ہیں۔ حجر اسود کو توڑ ڈالا ہے تب کھایا۔ ابو عثمان مغربی نے ابو علی کاتب سے کہا کہ یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ ابو علی نے کہا۔ اگر یہ کام بڑا نہیں ہے تو بتلاؤ۔ کہ آج مکہ میں کیا واقعہ ہوا ہے۔ کہا۔ آج مکہ میں ابر ہے۔ کہ تمام مکہ بادل کے نیچے ہے۔ اور طلحیوں اور بکریوں میں لڑائی ہے طلحیوں کا مقدمۃ الجیش ایک شخص ہے۔ کہ جو سیاہ گھوڑے پر سوار ہے۔ اور اُس کی پگڑی سُرخ ہے۔ اس بات کو لوگوں نے لکھ لیا۔ اس کے بعد دریافت کیا تو ویسا ہی نکلا۔ جو انہوں نے کہا تھا۔ ابو عثمان مغربی کہتے ہیں۔ جس شخص نے خدا کی باتوں کو مان لیا۔ تو مخلوق نے اس کی باتوں کو مان لیا۔ شریف حمزہ عقیلی نے بلخ میں کہا تھا۔ کہ جس شخص کو یہ خبر نہ ہو کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا پیدا ہوا ہے وہ عارف نہیں

ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ عبودیت اس کی متحمل نہیں ہوتی۔ بندہ پر اس قدر بوجھ رکھتے ہیں جس کو وہ اٹھا سکے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں اور بعض نہیں۔ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا ومَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ یعنے پس اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور خدا ایسا نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کرے۔ سب کچھ خدا ہی جانتا ہے اور بس ؂

ابوجعفر مجذوم قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ ابو العباس عطا کے ہمعصر ہیں۔ زمانہ کے غوث تھے۔ اور غوث چھپے رہتے ہیں۔ یا تو اچھی حالت کے ساتھ یا بُری حالت کے ساتھ (جیسے خدام وغیرہ) ابن خفیف کہتے ہیں۔ ابو الحسین دراج سے میں نے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ سفر میں مجھ کو ہمراہیوں سے رنج پہنچا۔ کیونکہ ان میں باہمی عداوت بہت تھی۔ میں نے پختہ ارادہ کر لیا۔ کہ تنہا چلونگا۔ جب مسجد قادسیہ میں پہنچا۔ تو ایک بوڑھے جذامی کو دیکھا۔ کہ جس پر بڑی بلا تھی۔ جب مجھے دیکھا۔ تو مجھے سلام کیا۔ اور کہا۔ اے ابو الحسین کرامت اور غصہ کے ساتھ حج کا ارادہ رکھتے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ کہا میرے ہمراہی چاہتے ہو۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ تندرستوں کی ہمراہی سے بھاگا۔ تو مجذوم کے ہاتھ میں پڑ گیا میں نے کہا تمہاری ہمراہی نہ کرونگا۔ کہا کہ ہمراہی کر۔ میں نے کہا بخدا ساتھ نہ کرونگا۔ کہا اے ابو الحسین خدا تعالےٰ ضعیف کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے۔ جس سے قوی تعجب کرتا ہے۔ میں نے کہا۔ ایسا ہی ہے۔ اور انکار کرتا گیا۔ جب میں دوسری منزل پر پہنچا۔ تو چاشت کے وقت میں نے اس کو دیکھا کہ بافراغت بیٹھا ہے۔ کہا اے ابو الحسین لصنیع اللہ بالضعیف حتی یتعجب القوی یعنے اللہ تعالےٰ ضعیف سے وہ معاملہ کرتا ہے۔ جس سے قوی تعجب کرتا ہے۔ میں نے کچھ نہ کہا اور چل دیا۔ لیکن میرے دل میں اس کی نسبت تردد اور وسوسہ پیدا ہوا۔ جب بہت جلد صبح کے وقت اگلی منزل پر پہنچا۔ اور مسجد میں آیا۔ تو پھر میں نے اس کو دیکھا کہ بافراغت بیٹھا ہے۔ پھر وہی جملہ کہا۔ جو اوپر دو بار کہا تھا۔ تب میں اُن کے سامنے گیا۔ اور زمین پر گر پڑا۔ اور کہا المعذرۃ الی اللہ والیک یعنے پہلے خدا کے سامنے عذر کرتا ہوں۔ پھر آپ کی طرف۔ کہا تمہارا قصور کیا ہے۔ کہا میرا قصور ہوا۔ میں اب ہمراہی چاہتا ہوں۔ کہا تو نے کہا تھا۔ کہ میں ہمراہی نہیں چاہتا اور اس پر قسم کھائی تھی۔ اب مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہاری قسم کو جھوٹا کروں۔ کہا

؂ ان ہر دو آیات کے بعد رسول کا استثنا موجود ہے۔ پھر باعلام اللہ جب رسولوں کو اطلاع ہو سکتی ہے تو ان کو طفیل اولیا کرام کو ہونا باطل نہیں ہو سکتا۔ ہاں بالذات سوائے عالم الغیب کے غیب پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔ مترجم

پس ایسا کریں۔ کہ ہر منزل پر میں آپ کو دیکھ لوں۔ کہا کہ اچھا مجھے منظور ہے۔ تب مجھ سے راستہ کی تکلیف اور بھوک جاتی رہی۔ اور مجھ کو سوا اس کے اور کوئی غم نہ رہا۔ کہ جلد منزل پر پہنچوں۔ اور ان کو دیکھوں۔ جب مکہ میں پہنچا تو صوفیوں سے میں نے یہ قصہ بیان کیا۔ شیخ ابو بکر کتانی اور ابو الحسن حجام کہنے لگے۔ وہ شیخ ابو جعفر مجذوم ہیں۔ تیس سال ہوئے ہیں۔ ہم اسی آرزو میں ہیں۔ کہ ان کو دیکھیں۔ کاش ان کو پھر تو دیکھے۔ میں گیا۔ اور جب طواف کرنے لگا۔ تو ان کو دیکھا۔ اور میں نے واپس آ کر ان کو کہا کہ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ کہنے لگے کہ اگر اس دفعہ اس کو دیکھو۔ تو ان کو روکے رہنا۔ اور ہم کو آواز دینا۔ میں نے کہا ایسا ہی کرونگا۔ جب منا اور عرفات پر گیا۔ تو میں نے اس کو نہ پایا۔ کنکر مارنے کے دن کسی نے مجھ سے بات کی اور کہا السلام علیک یا ابا الحسین۔ میں نے دیکھا تو وہی ہیں۔ مجھ کو ان کے دیکھنے سے ایک حالت طاری ہوئی جس سے فریاد کرنے لگا۔ اور بیہوش پڑ گیا۔ جب مسجد خیف میں گیا تو یاروں سے یہ بات کہی۔ میں وداع کے دن مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ کسی نے بیٹھ کے پیچھے سے مجھے کھینچا۔ اور کہا اے ابو الحسین اب بھی چلاؤگے میں نے کہا ہرگز نہیں۔ اے شیخ میں تجھ سے التماس کرتا ہوں۔ کہ میرے حق میں دعا کر۔ اس نے کہا میں دعا نہیں کرتا۔ پھر کہا تم دعا مانگو میں آمین کہونگا۔ میں نے تین دعائیں کیں۔ اور اس نے آمین کہی۔ ایک یہ دعا کی کہ میری روزی دن کی دن ہو۔ سو ایسا ہی ہوا کتنے سال ہیں کہ مجھ پر کوئی رات نہیں گزری۔ کہ کل کے لئے کچھ ذخیرہ کیا ہو۔ دوسری یہ دعا مانگی۔ کہ مجھ کو درویشی سے محبت ہو جائے۔ اب یہ حال ہے۔ کہ دنیا میں درویشی سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں۔ تیسری یہ دعا مانگی۔ کہ کل قیامت کو جب لوگوں کو اٹھائے۔ تو مجھ کو اپنے دوستوں میں اٹھائیو اور مجھے وہاں دخل دیجیو۔ سو امیدوار ہوں۔ کہ ایسا ہی ہوگا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ محمد شگرف نے مجھ سے حکایت کی کہ جب محمود غزنوی کا باپ سبکتگین ہرات میں آیا۔ تو اس کے سپاہیوں میں سے ایک نے زمیندار سے گھاس کا گٹھ خریدا۔ اور اس کی پوری قیمت دیدی۔ اس زمیندار کا باپ بوڑھا تھا۔ اس کے پاس آیا۔ اور اس سے دوستی پیدا کر لی۔ اتفاقاً ذی الحجہ کا عرفہ آیا۔ تو اس بڈھے زمیندار نے کہا کہ آج حاجی لوگ حج کرتے ہونگے۔ کاش ہم بھی وہاں ہوتے۔ سپاہی نے کہا تمہارا جی چاہتا ہے۔ تو میں تم کو وہاں پہنچا دوں۔ مگر یہ شرط ہے۔ کہ کسی سے مت نہ کہنا۔ اس نے کہا میں کسی سے نہیں کہتا۔ اس نے اس روز اس کو عرفات میں پہنچا دیا۔ اور دونوں نے حج ادا کر لیا۔ اور واپس آگئے۔ اس زمیندار نے کہا مجھے تعجب ہے۔

کہ باوجود اس حال کے سپاہیوں میں رہتے ہو۔ کہا اگر مجھ جیسا اس لشکر میں نہ ہو۔ تو تم جیسا ضعیف یا بوڑھا آئے اور انصاف چاہے۔ تو اس کی طرف کون توجہ کرے۔ اور اس کا انصاف کون کرے۔ اور اگر جوان کی عورت کو لوٹ کر لے جائیں۔ تو اس کو ان کے ہاتھ سے کون چھڑائے میں اس لشکر میں ایسے کاموں کے لئے ہوں۔ خبردار کسی سے کوئی بات نہ کہنا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ کسی کی طرف حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ خدا کے دوست چھپے رہتے ہیں۔ جب تک سچی عادت و خصلت نہ رکھے۔ لوگوں میں تصرف نہ کرنا کہ اس میں اپنے پر ظلم کریگا۔ خرقانی فرماتے ہیں۔ جب کہ امانت لوگوں سے اٹھ گئی تو خدا نے اپنے دوستوں کو چھپا لیا۔ اور یہ کہا ہے۔ میں کون ہوں کہ تجھ کو دوست رکھونگا۔ ہاں تیرے دوستوں کا دوست ہوں +

ابو جعفر دامغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ایک صوفی کہتے ہیں۔ میں مدینہ میں تھا۔ اتفاقاً میں نے ایک عجمی مرد کو جس کا سر بڑا تھا دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوتا ہے۔ جب وہ باہر نکلے تو میں ان کے پیچھے مسجد ذوالحلیفہ تک گیا۔ وہاں نماز پڑھی اور تلبیہ کیا یعنے لبیک کہا پھر میں ان کے پیچھے چلا۔ میری طرف توجہ کی اور کہا کیا چاہتا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ اُس نے منع کیا۔ میں نے اصرار اور عاجزی کی۔ اُس نے کہا اگر ضرور میرے ساتھ چلنا ہے۔ تو میرے قدم پر ہی قدم رکھو۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ وہ چلے اور مشہور راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ سے چلے۔ جب کچھ رات گذر گئی۔ تو میں نے چراغ کی روشنائی دیکھی۔ کہا کہ یہ حضرت عائشہؓ کی مسجد ہے۔ تم آگے چلتے ہو یا میں۔ میں نے کہا آپ کا اختیار ہے۔ آپ آگے چلے اور میں سو گیا۔ جب صبح کے وقت مکہ میں آیا تو میں نے طواف و سعی کی پھر ابو بکر کتانیؒ کی خدمت میں آیا۔ اور ان کے پاس مشائخ کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ شیخ ابو بکر کتانی نے مجھ سے کہا۔ کہ تم کب آئے۔ میں نے کہا ابھی آیا۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ میں نے کہا مدینہ شریف سے۔ کہا کہ وہاں سے کب چلے تھے۔ میں نے کہا کل۔ وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ شیخ ابو بکر نے مجھ سے کہا کہ تم کس کے ساتھ باہر نکلے تھے۔ میں نے کہا ایک ایسے مرد تھے۔ اور ان کا حال یہ تھا کہا وہ تو شیخ ابو جعفر دامغانی ہیں۔ اور یہ بات اُن کے حال کے لحاظ سے تھوڑی ہے۔

بعد ازاں کہا کہ اُٹھو اور اُن کی تلاش کرو۔ اور مجھے کہا کہ اے فرزند میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارا حال نہیں ہے۔ پوچھا کہ تم نے زمین کو اپنے قدموں کے نیچے کیسے پایا تھا۔ میں نے کہا اس موج کی طرح جو کشتی کے پیچھے آتی ہے +

ابوالحسین الوراق قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ تیسرے طبقہ کے مشائخ میں سے ہیں۔ محمد بن سعد نام ہے۔ نیشاپور کے بڑے اور قدیم مشائخ سے ہیں۔ ابو عثمان حیری کے مریدوں میں ہیں۔ آپ ظاہری علوم کے عالم ہیں۔ علوم کی باریکیوں اور معاملات اور غائبانہ افعال میں باتیں کرتے تھے۔ سنہ ۳۲۰ھ سے پہلے آپ فوت ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ معانی میں کرم یہ ہے کہ اپنے یار کے گناہ کو بعد معاف کرنے کے یاد بھی نہ کرے۔ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ دل کی زندگی ایسی ذات کی یاد کرنے میں ہے جو ہرگز مرتی ہی نہیں۔ اور خوش مزہ وہی زندگی ہے جو کہ خدا کے ساتھ گزری ہو یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ خدا کی دوستی کی علامت یہ ہے۔ کہ اس کے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جائے +

ابوالحسین درّاج رحمۃ اللہ علیہ المغفرۃ

آپ تیسرے طبقہ سے اور بغداد کے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کے خادم ہیں سماع میں سنہ ۳۲۰ ہجری کو آپ کا انتقال ہوا ہے۔ شیخ ابوبکر دمشقی اور ابو عمران حجام کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابوالحسین درّاج بغداد سے رَے میں یوسف بن الحسین کی زیارت کو آتے تھے۔ یوسف نے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو۔ کہا کہ آپ کی زیارت کے لئے۔ کہا اگر تم کو کوئی شخص راستہ میں مکان آراستہ اور پاکیزہ لونڈی دیدیتا۔ تو وہ میری زیارت سے البتہ روک لیتے۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر ایسا ہوتا تو مجھے معلوم نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے خود مجھ کو اس امر سے آزمایا نہیں۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ اس نے جواب بہت اچھا دیا لیکن ان کو خود ایسا سوال پوچھنا نہ چاہیئے تھا +

بکیر الدرّاج رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ابوالحسین درّاج کے بھائی ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ ابوالحسین ان سے زیادہ فاضل بڑے زاہد اور بڑے بزرگ تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں جب سے اس راستہ پر آیا ہوں۔ (یعنی تصوّف کبھی میرے دل پر فاسد خیال نہیں آیا دیہ بڑی ہمت اور تائید غیبی ہے)+

ابوالحسین سلامی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ ایک بزرگ مرد ہوئے ہیں۔ اور صاحب تاریخ ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ عیسیٰ موصلی راھب تھے کہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں پر ایک آیت نازل ہوئی ہے لیکن میں نہیں جانتا۔ کہ اس آیت کے بعد کیوں تکلیف دیدیتے ہیں۔ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ الآیۃ یعنے تین شخصوں میں کوئی راز نہیں ہوتا۔ مگر ان کا چوتھا خدا ہوتا ہے +

ابوالحسین مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام احمد بن سعید مالکی ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ خوش بیان تھے حضرت جنید اور نوری اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے ملتے رہے ہیں۔ پھر طرطوس میں رہے اور وہیں انتقال ہوا +

ابوالحسین ہاشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ دل کب خوش ہوتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جب وہ دل میں ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ جوانمردوں میں سے باتیں کرتے تھے۔ دل میں اس کی یاد اور محبت اور صحبت تھی۔ اور کہا کہ دل اس وقت خوش ہوتا ہے۔ کہ وہ حاضر و ناظر ہو[1] +

ابوبکر واسطی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ کا نام محمد بن موسیٰ ہے۔ اور ابن فرغانی کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت جنید

[1] یعنے دل اسکے ساتھ ہو۔ نہ یہ کہ دل اس کا ظرف ہو۔ تعالی اللہ عن ذالک ۱۲

اور نوری کے پرانے مریدوں میں سے ہیں ۔ مشائخ صوفیہ کے علما میں سے تھے ۔ اصول تصوف میں اُن کا سا کسی کا کلام نہیں ۔ اصول اور علم ظاہری کے عالم تھے ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ۔ کہ واسطی توحید کے امام ہیں ۔ علم اشارت میں امام مشرق ہیں ۔ جوانی کے دنوں میں عراق سے آئے تھے ۔ عراق میں ان کا کلام کم ہوا ہے ۔ پھر مرو میں آئے ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ میں شہر بشہر کسی سُننے والے کی آرزو میں پھرتا رہا ہوں ۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے مرو میں کیوں قیام کیا ہے فرمایا کہ ان کو میں نے ذہین تیز فہم پایا ہے ۔ اور آپ کا وہیں ۳۲۰ھ ہجری سے پہلے انتقال ہوا ہے ۔ اور وہیں مزار ہے جو مشہور ہے ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس گروہ میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کو اپنے سے کم رتبہ دیکھتا ہوں ۔ اور بعض وہ ہیں ۔ کہ جن کو برابر دیکھتا ہوں ۔ اور بعض وہ ہیں ۔ کہ جن کو بڑھ کر دیکھتا ہوں ۔ یحییٰ معاذ رازی کو کم درجہ اور نصر آبادی کو برابر اور واسطی کو بڑھ کر دیکھتا ہوں ۔ شیخ الاسلام کا بیان ہے ۔ کہ واسطی کہتے ہیں ۔ کہ (یوں کہنا) میں اور وہ اور وہ اور میں میرے عمل اور اس کا بدلہ، میری دعا اور اس کا قبول کرنا یہ باتیں) سب دوئی دوگانگی کا اثبات ہے ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ۔ کہ خراسان میں جس قدر واسطی کی زبان سے توحید پھیلی ہے ۔ اور کسی کی زبان سے نہیں پھیلی ۔ جب عراق سے آکر نیشاپور میں پہنچے ۔ تو ابو عثمان حیری فوت ہو چکے تھے ۔ اس کے شاگردوں کو دیکھا ۔ اور اُن کی باتوں کو سُنا ۔ اُن سے لوگوں نے پوچھا ۔ کہ ان شاگردوں کو تم نے کیسے پایا ۔ تو کہا کہ اُن کے اُستاد نے ان کو صرف مجوسیت ہی سکھائی ہے ۔ یعنی دوئی میری اور اس کی ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ۔ کہ ابو بکر قحطبی ابو عثمان حیری کے شاگردوں میں ہیں ۔ کسی نے اس کو بغداد میں دیکھا تو کہا کہ تم کو تمہارا پیر کیا سکھاتا تھا ۔ کہا کہ نماز پڑھنی عبادت کرنی اگناہ کو قصور سمجھنا ۔ اس نے کہا یہ تو محض گبر ہے تصوف[1] میں توحید و یگانگی چاہئے ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ۔ کہ قصور تو اس وقت دیکھیگا ۔ جب اپنے عمل کو دیکھے کیوں نہ سب کچھ اُسی کو دیکھے ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ۔ من لم یندرج له وفاءُ العبودیة فی عز الربوبیة لم تصف له العبودیة یعنے جس شخص کی بندگی خدائی عزت میں فنا نہ ہو جائے اس کی بندگی صاف نہیں ہوتی ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ۔ کہ واسطی رح کا ایک اُستاد ہے ایک شاگرد ۔ استاد تو حضرت جنید رح ہیں ۔ اور شاگرد ابو العباس سیار ۔ حضرت جنید نے ان کو خط لکھا تھا جس کا سرنامہ یہ ہے ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

---

[1] یعنی تمام توجہ صرف خدا کی طرف چاہئے نہ ظاہری عبادت اور معصیت کی طرف ۱۲

سلام علیک یا ابا بکر رحمتہ اللہ و برکاتہ عافانا اللہ و ایاک بالکرامتہ یعنے اے ابوبکر تم کو سلام ہو اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔ خدا تعالیٰ ہم کو اور تم کو کرامت کا آرام دے۔ آخر میں لکھا علما اور حکما۔ خدا کی طرف سے مخلوق پر رحمت ہیں۔ اپنی بات میں ایسا ہو۔ کہ لوگوں کے لئے رحمت بنے اور اپنے لئے بلا۔ اپنے حال سے باہر آؤ۔۔ اور ان کے حال کے ساتھ رہو۔ اگر ان سے باتیں کرو تو ان کی طاقت اور حال کے مطابق اُن سے باتیں کرو کہ جس طرح ان کو پاؤ۔ فھذا ابلغ لک ولھم وقل لھم فی انفسھم قولاً بلیغاً سو یہ تم کو اور ان کو بہت ہی اعلےٰ درجہ کی بات ہے۔ اور کہو ان سے ان کے بارہ میں ایسی بات جو اُن تک اچھی طرح پہنچ سکے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے جان لیا تھا۔ کہ وہ لوگوں کی طاقت کے موافق باتیں نہ کرتے تھے۔ اس لئے ان کو ترحمی اور مہربانی کے لئے حکم دیا گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ واسطی کا یہ قول ہے۔ کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں نزدیک ہوں۔ وہ در اصل دور ہے۔ اور جو شخص کہ دُور ہے تو وہ اُس کی ہستی میں نابود ہے۔ اور تصوف اسی کا نام ہے۔ (یعنی جو شخص کہ توحید کے مرتبہ تک نہیں پہنچا در اصل اس کا وجود خدا کے وجود میں فانی ہے لیکن وہ جانتا نہیں۔ پھر اس فنا کا پا لینا تصوف ہے)

ابوبکر زقاق کبیر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

شیخ الاسلام نے ان کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ آپ کا نام احمد بن نصر ہے۔ آپ مصری ہیں۔ اور ابوبکر زقاق صغیر اور ابوبکر دقی کے اُستاد ہیں۔ جب زقاق کبیر نے انتقال فرمایا تو شیخ ابوبکر کتانی فرماتے ہیں۔ انقطع حجتہ الفقراء فی دخولھم مصر یعنے فقرا کی حجت و دلیل جو مصر میں آنے کی تھی۔ وہ منقطع ہو گئی۔ آپ حضرت جنید کے ہمزمانہ اور دوستوں میں ہیں آپ فرماتے ہیں۔ ثمن ھذا الطریق روح الانسان کہ اس طریق کی قیمت انسان کی رُوح ہے آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ باتیں اس شخص کے لائق ہیں۔ جو برسوں خدا کے لئے پاخانہ گیا ہو۔

ابوبکر زقاق صغیر قدس اللہ سرہٗ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ زقاق صغیر بغدادی ہیں۔ اور زقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔

شروع میں حدیث میں مشغول رہتے. حدیث لکھا کرتے. اس کے بعد اہل حقیقت کے طریقہ پر ہو گئے۔ آپ یک چشم تھے۔ ابوبکر رازی کہتے تھے. میں نے ان سے پوچھا۔ آپ کی آنکھ نکل جانے کا کیا باعث ہوا۔ فرمایا میں جنگل میں گیا۔ توکل اختیار کیا۔ اور دل میں ٹھان لیا تھا کہ میں کسی سے کچھ لیکر نہ کھاؤنگا۔ یہ صرف تقوی تھا۔ اس لئے بھوک کے مارے ایک آنکھ میرے چہرہ پر اتر آئی۔ فرمایا۔ چالیس سال ہو چکے ہیں۔ کہ فنا کے بارہ میں حضرت جنیدؒ سے ایک ہی بات سُنی تھی۔ جس کا مزہ اب تک میری جان میں معلوم ہوتا ہے۔

ابوبکر کتانی قدس اللہ سرہٗ

آپ چوتھے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمدؒ بن علی بن جعفر بغدادی کتانی ہے۔ حضرت جنیدؒ کے اصحاب میں سے ہیں۔ برسوں مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں۔ اور وہیں ۳۲۲ھ میں جس سال عبدالواحد اصفہانی جنکی کنیت ابوالغریب تھی۔ طرطوس میں انتقال کر گئے تھے۔ وفات پائی ہے۔ مرتعش کہتے ہیں. کتانی حرم کے چراغ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں الصوفیۃ عبید الظواھر واحرار البواطن یعنے صوفیہ ظاہر میں تو بندے ہیں۔ اور باطن میں آزاد۔ یعنے شریعت ظاہری کے عامل اور باطن میں غیر خدا کے تصرف سے آزاد ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے ہم صحبت رہے ہیں۔ ایک دفعہ خضر نے ان سے کہا اے ابوبکر۔ اس گروہ کے سب لوگ مجھے پہچانتے ہیں۔ اور میں ان کو نہیں پہچانتا۔ آپ فرماتے ہیں. خضر نے کہا ہے۔ میں یمن کی مسجد صفا میں تھا۔ عبدالرزاق کے پاس لوگ حدیث پڑھتے تھے۔ اور مسجد کے گوشہ میں ایک جوان تھا۔ جس نے گریبان میں سر دیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ لوگ عبدالرزاق کی حدیث سنتے ہیں۔ اور تم یہاں بیٹھے ہو کیوں وہاں نہیں جاتے کہ اُن سے حدیث سنو۔ اس نے جواب دیا میں یہاں رزاق سے حدیث سن رہا ہوں اور تم مجھے عبدالرزاق کی طرف بلاتے ہو۔ میں نے کہا۔ اگر تم سچ کہتے ہو۔ تو بتلاؤ۔ کہ میں کون ہوں۔ کہا کہ تم خضر ہو اور پھر گریبان میں سر ڈال لیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ بات اس سے زیادہ عمدہ ہوتی۔ کہ جس طرح رزاق سے سنتے تھے عبدالرزاق سے بھی سن لیتے کیونکہ مشائخ میں سے وہ بڑے لوگ ہیں کہ جن کا ظاہر عام لوگوں کا سا ہوتا ہے۔ اور ان کا باطن خاص لوگوں کا باطن اسلئے کہ شریعت کا تن پر اثر ہے اور حقیقت کا جان

اور سر پر۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں ؏ من لم یتادب باستاد فھو بطال یعنے جو شخص اُستاد سے تعلیم یافتہ نہیں ہے وہ نکمّا ہے۔ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کن فی الدنیا ببدنک وفی الآخرۃ بقلبک یعنے دنیا میں اپنے بدن سے رہو۔ اور آخرت میں اپنے دل سے۔ شیخ ابوبکر رازی فرماتے ہیں شیخ ابوبکر کتانی نے ایک بوڑھے کو جس کا سر سپید تھا۔ اور مانگتا پھرتا تھا۔ دیکھ کر کہا۔ ھذا رجل اضاع امر اللہ فی صغرہ فضیعہ اللہ فی کبرہ یعنے یہ وہ مرد ہے۔ کہ جس نے خدا کے حکم کو لڑکپن میں ضائع کیا ہے اب بڑھاپے میں خدا نے اس کو ضائع کیا۔ اگر وہ جوانی میں خدا کے حکم میں سعی کرتا۔ تو بڑھاپے میں سوال کی رسوائی میں گرفتار نہ ہوتا۔ کیونکہ اہل سنّت کے بوڑھے جس قدر بڑے ہوتے ہیں اسی قدر لوگوں کی آنکھ اور دل میں زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے۔ کہ ابوبکر کتانی کو مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا شاگرد کہتے تھے۔ اس لئے کہ اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بہت ہی دفعہ دیکھا تھا۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم سے سوال کیا کرتے تھے۔ اور جواب سُنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کہا۔ کہ جو شخص ہر روز ۴۰ بار یہ کہے یا اللہ یالا الہ الا انت جب اور دل مرینگے تو اس کا دل نہ مریگا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابو القاسم دمشقی جو کہ سالمی کے اُستاد ہیں فرماتے ہیں۔ میں نے کتانی سے پوچھا کہ تصوّف کیا چیز ہے۔ کہا کمتہ یہ ہے۔ کہ تو نہ پائے۔ کسی نے ابوحفص سے پوچھا کہ صوفی کون ہے۔ جواب دیا۔ کہ صوفی یہ نہیں پوچھا کرتا۔ کہ تصوّف کیا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ علم خدا کا بھید ہے اور یہ قوم صاحب اسرار۔ پھر چوکیدار کو بادشاہوں کے بھید سے کیا کام۔ اس کام کی اصل پالینا ہے نہ دریافت کرنا جس نے اُس کا انکار کیا اُس نے اس کو نہ پایا۔ کوشش وطلب سے اُسکو نہ پائیگا بلکہ عزت وادب سے۔ سائل کا سوال اس کام سے انکار کرتا ہے۔ جو شخص اس کام کی خوشبو رکھتا ہے۔ اس کو سوال سے کیا کام۔ انکار مت کر۔ کیونکہ انکار نحوست ہے۔ انکار وہی کرتا ہے۔ کہ جو اس کام سے محروم ہے۔ بعض تو اس کام سے غافل ہیں۔ اور بعض منکر اور بعض اسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جو شخص اس کام کا انکار کرتا ہے وہ مزدور ہے۔ اور جو اس کام میں لگا ہوا ہے وہ نور میں مستغرق ہے +

ابوبکر عطا جعفی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ ان کا یہ بیان ہے۔ ایک روز میں ٹیلہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھا

کہ وہ آرہی ہے۔ اور ایک عماری کو لاتی ہے۔ جس میں ایک مرد بلند آواز سے کہتا تھا۔ اللّٰھم لبیک لبیک وسعدیک لئن ابتلیت فلطا لما عافیت یعنے اے پروردگار میں حاضر ہوں حاضر ہوں۔ اگر تونے بلا میں ڈالا ہے۔ تو مدتوں آرام بھی دیا ہے۔ اور وہ اس کو بہلئے لئے جاتی تھی۔ دریا تک اور جحفہ تک جو کہ رحبہ کی جگہ ہے خود اس کو جحفہ اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ سیلاب کے اور جو کچھ اس کے سامنے آئے اُس کو صاف کرکے لے جائے +

ابوبکر شفاق رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام محمد بن عبداللہ ہے ابوسعید خراز کے مرید ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خراز نے یہ فرمایا تھا۔ ایک دن میں جنگل میں جاتا تھا۔ گاؤں کے نزدیک چرواہوں کے کتوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ جب میرے نزدیک پہنچے۔ تو میں مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ اتفاقاً ایک سفید کتا ان میں سے باہر آیا۔ اس نے ان پر حملہ کیا۔ اور مجھ سے اُن کو دُور کیا۔ اور مجھ سے جب تک کُتے دُور نہ گئے جدا نہ ہوا اس کے بعد میں نے پلٹ کر جو دیکھا تو اُس کو نہ پایا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابو سعید خراز نے فرمایا ہے۔ کن بذکر اللہ فان قویت حالک غبت عن ذکر اللہ وذکر اللہ ایاک۔ خدا کا ذکر کرنے والا ہو۔ پھر اگر تیرا حال قوی ہو اتو اس بات سے غائب ہو جائیگا۔ کہ تو خدا کو یاد کرے اور وہ تجھے یاد کرے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ زبان ذکر کے خیال میں ہے۔ ذکر مذکور کے خیال میں۔ دل محبت کے خیال میں محبت نور کے خیال میں۔ جان عین ذات باری کے خیال میں ہے۔ اور عین بیان سے دُور ہے۔ خدا کا حصہ خدا کو، اور آدم کا حصہ آدم کو پہنچا۔ کہ پانی مٹی فنا ہو گئے۔ اور دوگانگی معدوم ہوئی۔ رجع الحق الی اصحابہ وبقی المسکین فی التراب رمیما یعنے حق اپنے اصحاب کی طرف لوٹ گیا۔ اور مسکین مٹی میں بوسیدہ ہڈیاں ہو گیا +

ابوبکر شبلی قدس اللہ سرہٗ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ جن کا نام جعفر بن یونس ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دلف میں جعفر ہے۔ بعض دلف بن جحدر کہتے ہیں۔ بغداد میں اُن کی قبر پر جعفر بن یونس لکھا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ مصر کے رہنے والے ہیں۔ بغداد میں آئے۔ اور خیر نساج کی مجلس میں آ کر توبہ کی۔ جنید کے شاگرد ہیں۔ عالم فقیہ اور واعظ تھے۔ مالکی مذہب پر تھے۔ موطا

حفظ کئے ہوئے تھے۔ آپ کا والد خلیفہ کا بڑا دربان تھا۔ اور طبقات السلمی میں ہے۔ کہ آپ خراسانی اصل ہیں۔ بغداد کی پیدائش ہے۔ اور در اصل اشروشنہ کے رہنے والے ہیں۔ جو کہ فرغانہ میں سے ہے۔ اور مولد ان کا بقول بعض سامرہ ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔ لا تنظروا الی ابی بکر الشبلی بالعین التی تنظر بعضکم الی بعض فانہ عین من عیون اللہ۔ یعنے ابو بکر شبلی کی طرف اس آنکھ سے مت دیکھو کہ جس سے تم ایک دوسرے کو دیکھتے ہو۔ کیونکہ وہ خدا کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ ہے۔ ان کی عمر ۸۷ سال کی تھی ۳۳۴ھ ہجری کو ذی الحجہ کے مہینہ میں دُنیا سے انتقال کیا ہے۔ جنیدؒ یہ بھی فرماتے ہیں۔ لکل قوم تاج و تاج ھذا القوم الشبلی یعنے ہر قوم کا تاج ہوتا ہے۔ اور اس قوم کا تاج شبلیؒ ہے۔ شبلیؒ بائیس مرتبہ شفاخانہ میں رہے ہیں۔ شبلی فرماتے ہیں۔ الحریۃ ھی حریۃ القلب لا غیر۔ یعنے آزادی وہ ہے جو دل کی ہو نہ کسی اندام کی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابو سعید مالینی حافظ صوفی نے شبلیؒ سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ تم جو سرمایۂ وقت رکھتے ہو وہ نیاز ہے۔ کل بھی رکھو گے۔ اور ہمیشہ اسی سے صحبت رکھنی چاہیئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہاں لے جانی چاہیئے۔ کیونکہ کل منافقوں سے یہ کہیں گے۔ ارْجِعُوا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا۔ یعنے اپنے پیچھے کی طرف لوٹو اور نور کو تلاش کرو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے وصیت کی۔ کہ اس حکایت کو لکھ لو۔ کیونکہ تم شبلی سے کوئی اس سے بہتر حکایت نہ لا سکو گے۔ کل کو یہ وقت نہ لائیگے کیونکہ یہ وقت جو تم رکھتے ہو۔ وہ اس سے بیزار ہیں۔ کسی نے شبلیؒ سے کہا کہ آپ میرے لئے دعا مانگیں۔ آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

مضی زمن والناس یستشفعون بی
فہل لی الی لیلی الغداۃ دلیلی

یعنی وہ زمانہ جاتا رہا۔ کہ لوگ مجھ کو لیلی کے سامنے شفیع ٹھیراتے تھے۔ کیا اب کوئی ایسا ہے۔ کہ صبح کی لیلی کی طرف میرا رہنما بنے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کو خوب موٹا تازہ دیکھتے ہیں۔ حالانکہ جس محبت کا آپ دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ لاغری چاہتی ہے۔ آپ نے جواب دیا ؎

اُحب قلبی ما ادری بدنی
ولو ادری ما اقام فی السمن

یعنی میں دل کو دوست رکھتا ہوں۔ اور اپنے بدن کا حال مجھے معلوم نہیں۔ اگر میں بدن کو جانتا تو وہ موٹا نہ ہوتا۔ ان کو پوچھا گیا ایک ایسا شخص ہے۔ کہ سماع سُنتا ہے لیکن وہ جانتا نہیں کہ کیا سُنتا ہے۔ تو یہ کیا بات ہے۔ آپ نے ان اشعار سے اس کا جواب دیا ؎

رب ورقاء هتوف بالضحی | ذات تیجو صاح حت فی فتن
ولقد اشکو فما افهمها | ولقد تشکر فما تفهمنی
غیر انی بالجوی اعرفها | وهوالفیابا لهوی تعرفنی
ذکرت الفا ودهرا مالحا | فبکت تیجو او هاجت شجنی

یعنے بہت سے کبوتر ، غمزدہ ہیں۔ کہ چراگاہ میں شاخ پر بیٹھ کر چلاتے ہیں۔ بیشک میں شکایت (فراق) کرتا ہوں۔ لیکن اس کو سمجھا نہیں سکتا۔ اور وہ بھی ضرور شکایت کرتی ہے لیکن مجھے سمجھا نہیں سکتی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے۔ کہ میں اس کے چلانے سے اس کا حال پہچان لیتا ہوں۔ اور وہ بھی میرے عشق و محبت کی وجہ سے مجھے پہچان لیتی ہے۔ وہ محبت کو اور اچھے زمانہ کو یاد کرکے غمزدہ ہو کر روتی ہے۔ اور میرے غم کو بھی جوش دلاتی ہے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ یہ شعر معنیوں کے ہیں۔ نہ شبلیؒ کے۔ لیکن شبلیؒ نے یہ شعر حسب حال پڑھے تھے۔ شبلیؒ نے عبدالرحمٰن خراسانی سے کہا۔ یا خراسانی هل رایت غیر الشبلی یقول اللہ قط قال فقلت فما رایت الشبلی یوما یقول اللہ قال فخر الشبلی مغشیا علیہ یعنے اے خراسانی کیا تم نے کبھی شبلیؒ کے سوا کسی کو کسی دن اللہ کہتے ہوئے سُنا ہے۔ خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔ میں نے تو شبلیؒ کو اللہ کہتے ہوئے کسی دن نہیں سُنا۔ تو شبلی بیہوش ہو کر گر پڑے۔ عبدالرحمٰن خراسانی کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص شبلیؒ کے گھر پر آیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا شبلی ننگے پاؤں ننگے سر باہر نکلے۔ اور پوچھا کہ کس کو بلاتے ہو۔ کہا شبلیؒ کو۔ انہوں نے کہا کیا تم نے سُنا نہیں کہ وہ کافر ہو کر مرا۔ خدا اُس پر رحم نہ کرے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے نفس کی نسبت کہتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ لوگ آپ کے گھر میں موجود تھے۔ آپ نے آفتاب کی طرف دیکھا۔ کہ ڈوبنے والا ہے۔ کہا نماز کا وقت آگیا ہے۔ لوگ اُٹھے۔ اور عصر کی نماز پڑھی۔ شبلی ہنسے اور کہا کہ کیا اچھا کسی نے کہا ہے ؎

نسیت الیوم من عشقی صلوتی | فلا ادری غدائی من عشائی
فذکرک سیدی اکلی وشربی | ووجھک ان رایت شفاء دائی

یعنے میں عشق کی وجہ سے آج نماز ہی بھول گیا۔ مجھے صبح اور شام کا حال ہی معلوم نہیں۔ پس اے میرے سردار تیرا ذکر میرا کھانا پینا ہے۔ اور اگر تیرے چہرے کو دیکھوں۔ تو وہ میری بیماری کے لئے شفا ہے۔ ایک صوفی کہتے ہیں۔ کہ میں مدینہ منورہ کی مسجد میں شبلیؒ کے

حلقہ میں کھڑا ہوا تھا۔ ایک سائل وہاں پر آیا۔ اور یہ کہتا تھا یا اللہ یا جواد بیٹے اے اللہ اے سخی، شبلی نے ایک آہ کی اور کہا کہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ میں خدا کی تعریف بخشش کے ساتھ کروں۔ حالانکہ ایک مخلوق دوسرے مخلوق کی تعریف میں یہ اشعار کہتا ہے ؎

تعود بسط الکف حتیٰ لو انہ — اراد انقباضا لم تجبہ اناملہ
تراہ اذا ما جئتہ متھللا — کانک تعطیہ الذی انت سائلہ
ولو لم یکن فی کفہ غیر روحہ — لجاد بھا فلیتق اللہ امِلہ
ھو البحر من ای النواحی اتیتہ — فلجتہ المعروف والجود ساحلہ

یعنے ممدوح فراخ دلی کا عادی ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ روکنے کا ارادہ کرے تو اس کی انگلیاں اس کی بات نہ مانیں جب تو اس کے سامنے آئے تو اس کو خندہ پیشانی پائیگا۔ گویا تو بھی کو وہی کچھ دیتا ہے جس کا تو سائل ہے اگر اسکے ہاتھ اپنی جان کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ تو وہ جان تک تم کو دیدے۔ پس ایسی حالت میں اس کے امیدوار کو خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ تو جس طرف سے آ وہ ایسا دریا ہے کہ جس کی بھنور نیکی ہے۔ اور جس کا کنارہ بخشش ہے۔ اس کے بعد رونے لگے اور یہ کہا بلی یا جواد اوجدت تلک الجوارح، وبسطت تلک الھمم ثم رمننت بعد ذالک علیٰ اقوام بالاستغناء عنھم وعما فی ایدیھم بک فانک الجواد لکل کل الجواد فانھم یعطون عن محدود وعطاءک الاحد لہ ولا صفتہ فیا جواد ا یعلو کل جواد وبہ جاد من جاد یعنے کیوں نہیں اے بڑے سخی تو نے ان اعضا کو پیدا کیا اور ان ہمتوں کو فراخ کیا۔ پھر اس کے بعد احسان کیا۔ بعض لوگوں پر کہ وہ تیرے سبب لوگوں سے اور جو کچھ ان کے پاس ہے بے پروا ہو گئے۔ کیونکہ تو ہر ایک سخیوں کا سخی ہے۔ کیونکہ دنیا کے سخی محدود مال سے دیتے ہیں۔ اور تیری بخشش کی کوئی حد ہی نہیں۔ اور نہ اسکی کچھ صفت ہے۔ پس اے وہ سخی جو ہر سخی پر بالا تر ہے اور جس کی عنایت سے ہر سخی سخاوت کرتا ہے۔ شبلیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ ابصار الرؤس عن المحارم وابصار القلوب عما سوی اللہ یعنے مومنین سے کہدے کہ اپنی آنکھوں کو چھپائیں۔ یعنے سر کی آنکھوں کو حرام کی چیزوں سے اور دل کی آنکھوں کو ما سوائے اللہ سے ڈھکتے ہیں۔ کہ حضرت شبلیؒ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ الخیارۃ عشرۃ یا انو یعنے اچھے لوگ دس

ہیں ایک دمڑی ہیں۔ یہ سُن کر آپ چلدیئے۔ اور کہا کہ اذا کان الخیار عشرۃ بذانق فکیف الشرار۔ یعنے جب اچھے لوگوں کا یہ حال ہے کہ دس میں ایک دمڑی تو بُروں کا کیا حال ہوگا آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے عہد کر لیا۔ کہ سوائے حلال کے اور کچھ نہ کھاؤنگا جنگل میں پھرتا تھا۔ ایک انجیر کے درخت تک پہنچا۔ اور ہاتھ بڑھایا۔ کہ کھاؤں تب اُس انجیر کے نیچے سے یہ آواز آئی۔ کہ اپنے عہد کو نگاہ رکھ۔ اور مجھ سے مت کھا۔ کہ میں ایک یہودی کی ملک ہوں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ کونسی شے زیادہ عجیب ہے کہا وہ دل جو اپنے خدا کو پہچانے۔ اور اس میں گناہگار بنا رہے شبلیؒ کے خادم بکیرہ دیوری کہتے ہیں۔ کہ اُنھوں نے اپنی وفات کے وقت یہ کہا کہ مجھ پر ایک درم ظلم ہے۔ اور ہزاروں درہم اس کے صاحب کے لئے صدقہ دئے ہیں۔ اور ابھی تک اس سے بڑھ کر مجھے فکر نہیں ہے۔ بکیر یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس بیماری میں یہ کہا کہ مجھے وضو کراؤ۔ میں نے وضو کرایا۔ لیکن میں داڑھی کا خلال بھول گیا۔ اس وقت آپ کی زبان بند تھی۔ تو میرے ہاتھ کو پکڑا۔ اور اپنی داڑھی کا خلال کیا۔ بزرگوں میں سے ایک نے یہ بات سُنی تو کہا کہ ایسے شخص کو کیا کہہ سکتے ہو۔ کہ آخر عمر میں اس سے شریعت کا کوئی ادب بھی فوت نہ ہُوا ہو۔ بکیر یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ شبلیؒ کو اس بیماری میں ایک جمعہ آیا۔ کہا کہ جامع مسجد میں چلونگا۔ میرے ہاتھ پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔ اور چلے جاتے تھے۔ ایک شخص ہم کو راستہ میں ملا۔ شبلیؒ نے کہا بکیر۔ میں نے کہا حاضر ہوں۔ فرمایا کہ کل تم کو اس مرد سے کام پڑیگا۔ پھر ہم چلے گئے۔ اور نماز جمعہ پڑھی۔ پھر گھر میں آگئے۔ رات کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے کہا فلاں جگہ ایک نیکبخت مرد ہے۔ جو مُردوں کو غسل دیتا ہے۔ میں صبح کے وقت اس کے گھر گیا۔ اور آہستہ اُسکے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ اور کہا السلام علیکم۔ گھر میں سے اس نے کہا۔ کہ شبلیؒ فوت ہو گئے۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر وہ باہر نکلا۔ میں نے دیکھا تو وہی مرد تھا جو مسجد کی راہ میں ملا تھا۔ میں نے تعجب سے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ کہا تم تعجب کیوں کرتے ہو۔ میں نے اُس کا سبب بتلایا۔ اس کے بعد میں نے اس کو قسم دی کہ تم نے کیونکر معلوم کیا کہ شبلیؒ فوت ہو گئے۔ کہا اے بے وقوف میں نے وہاں سے معلوم کر لیا۔ جہاں سے کہ شبلیؒ نے جان لیا تھا۔ کہ آج اس کو مجھ سے کام ہے ؞

ابوبکر یزد اینار ارموی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ طبقہ چہارم میں سے ہیں۔ آپ کا نام حسین بن علی بن یزد اینار آپ کا تصوف میں خاص طریق ہے۔ کہ جو آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے بعض مشائخ جیسے شبلی لوغیرہ نے ان پر انکار کیا ہے۔ اور وہ بھی بعض مشائخ عراق اور ان کے اقوال پر انکار کرتے تھے۔ آپ علوم ظاہریہ، علوم معاملات، ومعارفت کے عالم تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابوبکر یزد اینار نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، تو کہا خداوندا مجھے ایک ضرورت ہے۔ کہا اس سے بڑھ کر تجھے کیا حاجت ہوگی کہ صوفیوں کی قید سے میں نے تم کو نکال دیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اُن سے لوگوں نے پوچھا ما وست نیہ الصوفیۃ یعنے صوفیوں کا دستبند کیا ہے کہا الحال المحال والاشارات الباطلۃ یعنے حال غیر واقعہ اور اشارات بیفائدہ۔ ان کے انکار کا صوفیوں کے ساتھ بڑا قصہ ہے اور اس میں اشکال ہے۔ یہ بڑے مرد ہیں۔ لیکن ان کا حال ظاہر میں شتبہ ہے اور باطن میں محقق ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ الملائکۃ حراس السماء واصحاب الحدیث حراس السنۃ والصوفیۃ حراس اللہ یعنے فرشتے آسمان کے اور اہلحدیث سنۃ کے اور صوفیہ کرام خدا کے محافظ ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابوالعباس نہاوندی نے ایک دن صبح کی نماز کے بعد تمام صوفیوں کو سوتا ہؤا دیکھا، تو کہا کہ سب سو رہینگے۔ تو کون صحی کریگا۔ یعنے اس کے حکم کی اور اس سے صحبت اور اس سے درستی کون کریگا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ تم مجھے دیکھتے ہو۔ کہ صوفیوں پر انکار کرتا ہوں۔ واللہ میں ان پر غیر کی وجہ سے انکار کرتا ہوں۔ کہ یہ لوگ خدا کے اسرار غیر اہل پر ظاہر نہ کریں۔ ورنہ یہ لوگ جہان کے سرداروں میں ہیں۔ اور میں ان کی محبت سے خدا کا تقرب ڈھونڈھتا ہوں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ المعرفۃ تحقق القلب بواحدانیۃ اللہ تعالیٰ یعنے معرفت یہ ہے کہ خدا کی توحید پر دل ثابت ہو جائے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں المحبۃ اصلہا الموافقۃ والمحب ھوالذی یوثر رضا محبوبہ علی کل شئی یعنے اصل محبت موافقت ہے اور محب وہ ہے جو اپنے محبوب کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دے۔ یہ بھی ان کا مقولہ ہے۔ من استغفر وھو ملازم للذنب حرم اللہ علیہ التوبۃ والاما بۃ الیہ۔ یعنے جو شخص کہ استغفار کرے اور گناہ بھی کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس پر توبہ اور رجوع الی اللہ کو حرام کر دیتا ہے ✻ (ارموی یا ازدی) نامی

ابوبکر صیدلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ شبلی ان کو بڑا سمجھتے تھے۔ فارس کے علاقہ کے ہیں۔ اور نیشاپور میں فوت ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خدا سے صحبت رکھو۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اس کی خدمت میں رہو کہ جو خدا کی صحبت میں رہتے ہیں تاکہ ان کی صحبت کی برکت تم کو وہاں تک پہنچا دے۔ یہ بھی آپ کہتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ بہت بیٹھو۔ اور لوگوں کے ساتھ تھوڑا۔ آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید کہتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد میں نے اُن کی قبر کے لئے ایک تختی بنائی۔ اور اُن کا نام اس پر لکھا۔ لوگوں نے بگاڑ دیا میں نے پھر درست کر کے لکھا۔ پھر خراب کر دیا۔ ایسا ہی چند دفعہ میں نے کیا۔ ہر چند درست کرتا تھا۔ لوگ بگاڑ دیتے تھے۔ اور کسی دوسری قبر سے ایسا نہ کرتے تھے۔ اس کا بھید استاد ابوعلی دقاق سے میں نے پوچھا تو کہا کہ وہ مرد دُنیا میں گمنامی اختیار کر چکا تھا خدا تعالیٰ اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے تم چاہتے ہو کہ اس کو ظاہر کرو یہ کیسے ہو سکتا ہے +

ابوبکر خباز دمان بائی البغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ جریری کے اُستادوں میں ہیں۔ فرماتے ہیں العیال عقوبۃ تنفذ شھوات الحلال یعنے عیالداری ایک عذاب ہے جو کہ حلال شہوتوں کے پنجہ سے مجھڑا تا ہے +

ابوبکر بن عیسیٰ المطوعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ابہر کے رہنے والے ہیں۔ ابوبکر کے ہمزمان ہیں۔ لیکن ان سے بڑے ہیں۔ ابوبکر طاہر ان کے پاس ایسی حالت میں آئے۔ کہ وہ قریب المرگ تھے اُن سے کہا کہ احسن ظنک بربک یعنے تم اپنے رب کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔ اُنھوں نے جواب دیا۔ کہ مجھ جیسے سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اگر ہم کو چھوڑ دے تو اسکی عبادت نکریں۔ اگر بلائے تو فرمانبردار ہیں۔ اور چلدیں۔ آپ ع۳۵ ہجری میں فوت ہوئے +

ابو بکر بن طاہر الابہری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ چوتھے طبقہ سے ہیں۔ آپ کا نام عبداللہ بن طاہر بن الحارث الثائی ہے۔ پہاڑی مشائخ کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ شبلیؒ کے ہمعصر تھے، عالم پرہیزگار تھے۔ یوسف بن حسین کی صحبت میں رہے ہیں۔ مظفر کرمان شاہی کے رفیق تھے۔ شیخ مہلب بن احمد بن مرزوق مصری کہتے ہیں کہ میں بہت سے مشائخ کی خدمت میں رہا۔ لیکن جو نفع کہ ابو بکر طاہر کی صحبت میں پہنچا۔ وہ اور کسی کی صحبت میں نہیں ملا۔ ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔ ایک دن آپ بزاز کی دکان پر گذرے بزاز کا لڑکا آپ کا مخلص دوست تھا۔ جب اُس نے شیخ کو دیکھا، تو دکان سے اٹھا۔ اور انکے پیچھے چلدیا۔ بزاز آیا تو لڑکا دکان پر نہ پایا۔ غصہ میں آکر لڑکے کے پیچھے چلا۔ اس کو پا لیا۔ کچھ دیر ناراض ہو گیا۔ شیخ ابو بکر اس کو پھر دکان پر لے گئے۔ اس لئے شیخ بھی ساری رات رنجیدہ خاطر رہے۔ دوسرے دن اپنی ایک لونڈی لے کر اسی بزاز کی دکان پر گئے اُس کو باہر بلا کر کہا کہ میں رات رنجیدہ خاطر رہا ہوں۔ دنیا کے مال میں سے میرے پاس یہ لونڈی ہے اگر تم قبول کرتے ہو تو اس رنج کے بدلے جو پہنچا ہے دیتا ہوں۔ اور اگر قبول نہیں کرتے تو میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ وہ شخص شیخ کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور کہا اے شیخ میں نے قصور کیا ہے۔ کیا آپ معاف نہیں کرتے۔ فرمایا کہ بے شک تو نے قصور کیا ہے۔ لیکن مجھ کو مارتے ہیں۔ (یعنی اس تمہارے رات کے رنج کے سبب) لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حقیقت کیا شئے ہے۔ فرمایا کہ وہ سب علم ہی ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ علم کیا چیز ہے۔ فرمایا کہ وہ سب حقیقت ہے۔ آپ فرماتے ہیں الجمع جمع المتفرقات والمتفرقۃ المجموعات فاذا جمعت قلت اللہ واذا فرقت نظرت الی الاکوان یعنے متفرقات کا ایک کرنا جمع ہے اور مجموعہ کا علٰحدہ کرنا تفرقہ ہے۔ پس جب جمعیت ہو تو اللہ کہو اور جب تفرقہ کرے تو مخلوق کو دیکھیگا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو کعبہ کو وداع کرتا تھا۔ روتا تھا۔ اور یہ شعر پڑھتا تھا۔ ؎

الاربّ من یدنو ویزعم انہ   لحبک والنائی اود واقرب

یعنے یادرکھو بہت سے قریب ہیں۔ اور گمان کرتے ہیں۔ کہ تیرے دوست ہیں لیکن بعض بعید زیادہ دوست اور زیادہ قریبی ہیں ؂

ابوبکر بن ابی سعدان رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ چہارم طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن محمد بن ابی سعدان ہے۔ بغدادی اور حضرت جنیدؒ کے یاروں میں سے ہیں۔ رود باری کے ہمعصر ہیں۔ اس گروہ میں اپنے زمانہ میں سب سے بڑھ کر عالم مشائخ تھے۔ ابوالحسن جدیق اور ابوالحسن فرغانی فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت میں صوفیہ میں سے صرف دو شخص رہ گئے ہیں۔ ابو علی رود باری مصر میں اور ابوبکر بن ابی سعدان عراق میں۔ اور ابوبکر ابو علی سے بڑھ کر عالم ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صوفیوں کی صحبت میں رہے۔ اس کا نفس نہ ہونا چاہئیے اور نہ دل ہو نہ ملک۔ جب کہ سبب کی طرف دیکھے تو وہ اپنے مقصد تک نہ پہنچ سکے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ الصوفی ھوالخارج عن النعوت والرسوم والفقیر ھوالفاقد الطریق للاسباب فقد السبب اوجب لہ اسم الفقر وسھل لہ الطریق الی المسبب یعنے صوفی وہ ہے کہ جو احوال و آثار کی تاثیر و تصرف سے نکل گیا ہو۔ اور فقیر وہ ہے کہ جو اسباب سے ہاتھ نکال لے۔ سبب سے گذر جانا فقر کے نام کا موجب ہے۔ پھر اس کو سبب سے سبب کی طرف راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ من لم یتطرف فی التصوف فھو غبیؔ ای جاھل یعنے جو شخص کہ تصوف میں عجیب باتیں نہیں کرتا وہ غبی یعنی جاہل ہے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ رویم نے بغداد میں نماز عید کے بعد مجھ سے کہا۔ کہ کیا تم ابن ابی سعدان کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ کہا کہ جاؤ اور کہو کہ آج ہم کو اپنی مجلس اور محبت سے جلد مشرف کریں۔ میں گیا اور ان کو گھر ہی میں پایا۔ وہ دہلیز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ وہاں پر ایک پرانے بوریا کے ٹکڑے کے اور کچھ نہ تھا۔ اس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے جا کر پیغام پہنچایا۔ کہا کہ اس دسترخوان کو لیلے۔ اور ایک شخص باہر ہے اس کو دے کہ کھانا لائے۔ میں نے دل میں کہا شاید ابو محمد رویم کی دعوت منظور نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا ہاں منظور ہے ولکن روی عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعی الی مائدۃ وھی التی تسمونھا الولیمۃ فقال قم بنا یا علی الی البیت نأکل کسیرۃ لتحسن موا کلتنا مع الناس یعنے حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھانے کی طرف جس کو تم لوگ ولیمہ کہتے ہو بلائے گئے۔ تب آپ نے فرمایا کہ اے علی ہمارے ساتھ گھر کو چل۔ ایک ٹکڑہ روٹی کا کھالیں۔ تاکہ لوگوں کے ساتھ ہمارا کھانا اچھا ہو جائے۔ میں نے دسترخوان کو اٹھایا۔ اور اس

شخص کو دیا۔ وہ تین روٹیاں اور سالن لایا۔ پھر وہ میں نے کھائیں اور روانہ ہوئے +

ابوبکر عطوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام محمد بن علی بن حسین بن وہب عطوفی ہے۔ جنیدؒ کے شاگرد ہیں۔ رملہ میں ۳۴۵ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے اُستاد جنیدؒ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ اگر کسی ایسے کو دیکھو کہ اس گروہ صوفیہ کا معتقد ہے۔ اور ان کی باتیں قبول کرتا ہے۔ تو اس سے ضرور کہدو کہ مجھے دعا میں یاد رکھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ حلاج کتاب عین الجمع کے آخر میں لکھتے ہیں۔ کہ جو شخص ہماری ان باتوں پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اس کو اس میں دلچسپی اور لذت ہے۔ تو اُس کو میرا اسلام کہو۔ شیخ عمو فرماتے ہیں۔ کہ شیخ سیروانی یہ کہتے تھے۔ اگر تم کو طاقت ہے تو خراسان میں ایسے شخص کی زیارت کو جاؤ جو ہم کو دوست رکھتا ہے۔ شیخ عباس فرماتے ہیں۔ کہ شیخ سیروانی کا یہ مقولہ ہے کہتے تھے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ تم ایسے شخص کے ساتھ جو گروہِ صوفیہ کا دوست ہے بھلائی کرو +

ابوبکر سکّاک رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ فرماتے ہیں کہ موت کا مشتاق زندہ کی اس لذت سے۔ جو شربت پینے سے ہوتی ہے بڑھ کر لذت پاتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ اس خدا کی قسم کہ جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں کہ نیک بخت کو کوئی دن اس دن سے کہ جس میں عزرائیل اس کے پاس آتا ہے۔ کوئی اور دن سب سے بہتر سب سے خوشتر نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے کہ تم مت ڈرو کیونکہ ارحم الراحمین کے پاس جاتے ہو۔ اور اپنے وطن میں سمجھاتے ہو۔ بزرگ عید کو جاتے ہو۔ یہ جہان ایک منزل ہے جو مومن کا قید خانہ ہے۔ یہاں کا رہنا عاریتًا ہے۔ یہاں بہانہ ہے۔ ایک دم یہاں بہانہ کو قطع اور دور کرتا ہے۔ اور حقیقت کی طرف لوٹتا ہے۔ پھر ہمیشہ کی زندگی تک پہنچ جاتا ہے ؎

موت المتقی حیات لا انقطاع لھا — قد مات قوم وھم فی الناس احیاء

یعنی پرہیزگاروں کی موت زندگی ہے۔ جس کا انقطاع نہیں ہے۔ قوم تو مرگئی۔ لیکن وہ لوگ زندہ ہیں +

ابوبکر سفار رحمۃ اللہ تعالیٰ یا ابو سفی رح

آپ فرماتے ہیں کہ میں کشتی میں تھا ہوا چلی اور موج آ گئی۔ لوگ دعا میں فریاد کرتے تھے۔ کشتی میں ایک درویش تھے۔ کہ جنہوں نے گدڑی میں سر لپیٹا ہوا تھا۔ لوگ ان کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے کہ تم دیوانہ ہو۔ لوگ دعا میں زار زار رو رہے ہیں۔ تم بھی کچھ کہو انہوں نے گدڑی سے سر باہر نکالا اور آدھا شعر پڑھا ۔ ؎

عجبت لقلبك كيف انقلب

یعنے میں تیرے دل سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ کیسے پلٹ گیا۔ یہ کہکر پھر گدڑی میں سر کر لیا لوگوں نے کہا کہ یہ کیا ہے دیوانہ ہے اس کو کہتے ہیں کہ دعا کر وہ بیت پڑھتا ہے۔ انہوں نے پھر سر گدڑی سے نکالا اور باقی مصرعہ پڑھا ؎

وشدة حبك لی لم ذهب

یعنے تیری بڑی محبت جو مجھ سے تھی کیوں جاتی رہی۔ جب یہ شعر پڑھا تو ہوا کچھ کم ہوئی لوگوں نے اس سے کہا کہ کچھ اور کہئے۔ پھر انہوں نے سر باہر کیا۔ اور ایک شعر اور پڑھا ؎

واعجب من ذا وذا اننی ارائك بعين الرضا فی الغضب

یعنے ان سب سے زیادہ عجیب یہ بات ہے۔ کہ میں تجھے غضب کی حالت میں خوشی کی آنکھ سے دیکھتا ہوں۔ تب موج ٹھہر گئی اور ہوا بند ہو گئی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس نے دو بیت پڑھے۔ لیکن میں نے تیسرا بھی دیکھا ہے وہ یہ ہے ؎

فان جدت بالوصل احییتنی والا فهذ الطريق العطب

یعنے اگر تو اپنے وصل سے مجھ پر بخشش کرے تو مجھے زندہ کر دے ورنہ یہ طریقہ ہلاکت کا ہے ✤

ابوبکر المصری رحمۃ اللہ

آپ کا نام محمد ابراہیم ہے۔ ابوبکر دقی کے اُستاد ہیں۔ زقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ جنیدؒ و نوریؒ کی صحبت میں رہے ہیں ۳۴۵ھ کی ماہ رمضان میں ابوبکر عطوفی کے ساتھ فوت ہوئے ہیں ابوبکر مصری کہتے ہیں۔ میں جنیدؒ کے ساتھ تھا۔ اور وہاں پر ابوالحسن نوری اور صوفیوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ قوال غزل پڑھ رہا تھا۔ نوری اُٹھے اور کودنے لگے۔ لیکن حضرت جنیدؒ

بیٹھے تھے۔ نوری جنیدؒ کے پاس آئے اور کہا کہ اٹھ اور یہ آیت پڑھی اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ یعنے بیشک وہ لوگ مانتے ہیں۔ جو سنتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا۔ وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ یعنے دیکھیگا تو پہاڑوں کو کہ جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ اس طرح چلتے ہیں جیسے بادل ✣

ابوبکر الدقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن داؤد دمشقی ہے۔ کہتے ہیں۔ دراصل دینوری ہیں۔ لیکن شام میں رہتے تھے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ ابوعلی رودباری کے ہمزمانہ تھے۔ اور ابن جلا کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور انہی سے ان کی نسبت صحیح ہے زقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنیدؒ کو دیکھا تھا۔ ابوبکر مصری کی صحبت میں رہے ہیں۔ مجرد جہان تھے۔ مشائخ میں بڑے اور بہت اچھے حال پر تھے ۳۵۹ھ میں دنیا سے رحلت کی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابوعبداللہ باکو کہتے تھے کہ غلام دقی فرماتے تھے۔ العافیۃ والتصوف لا یکون یعنے آرام اور تصوف دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور حضرمی کہتے ہیں۔ ما للصوفی العافیۃ یعنے صوفی کے لئے آرام نہیں ہے۔ صوفی کو آرام سے بھلا کیا مطلب۔ شیخ ابوعبداللہ رودباری کو دریا کے کنارہ پر وسوسہ رہتا وضو کرتے تھے۔ ہوا آتی اور اُن کے ہاتھ پاؤں پھٹ جاتے اور ان سے خون نکلتا تھا تب لاچار ہو کر یہ عرض کرنے لگے الٰھی العافیۃ خداوندا آرام دے۔ آواز آئی۔ العافیۃ فی العلم یعنی الشریعۃ یعنے آرام تو علم شریعت میں تھے شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوبکر دقی فرماتے ہیں ہم نصیبین میں مہمان بنکر گئے بہیمیؒ کا وقت خوش تھا۔ قوال بھی اچھا تھا۔ کوئی بیگانہ موجود نہ تھا لیکن کچھ مزہ نہ آیا۔ اور نہ کسی کو حال ہوا۔ سب چُپ چاپ بیٹھے تھے بہیمی کہنے لگے وقت طیب وقوالی طیب وما فینا ضد فما ھذا الجمود۔ یعنے وقت بھی اچھا ہے قوال بھی اچھا ہے اور ہم میں کوئی مخالف بھی نہیں ہے پھر یہ سکون کیا ہے۔ دقی کہتے ہیں کہ میں نے کہا وقتنا فوق السماء یعنے ہمارا وقت آسمان پر ہے بہیمی نے کہا کہ تم کیا کہتے ہو۔ کہا جو کچھ وہ پڑھتا ہے۔ وہ سب مَیں اور تُو کی بات ہے۔ اور ہمیشہ کان میں مَیں اور تُو آتا رہتا ہے۔ تصوّف میں مَیں اور تو کہاں ہوتا ہے۔ صوفی کے لئے تو سوا ایک کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس بات سے لوگوں کو حال آگیا۔ اور شور مچ گیا۔ سب نے کپڑے پھاڑ لئے گر پڑتے تھے۔ ایسا کوئی نہ تھا۔ کہ جس نے

اپنے کپڑے نہ پھاڑے ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ دقی، جنگل میں رونے لگے اور یہ کہا کہ الٰہی اپنی اس حقیقت میں سے جو مجھے تو نے دی ہے کچھ حصہ میرے دل پر ظاہر کر کہ جس سے مجھے آرام ملے کچھ اُن پر ظاہر ہوا جس سے وہ رونے لگے۔ اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں۔ پھر کہا الٰہی اب اس کو بند کر دے کیونکہ مجھے اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر اس کو بند کر دیا گیا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ غیب اور غیب دانوں کا چھپا دینا خدا کی رحمت ہے کہ جس کی اس جہان میں گنجائش نہیں۔ جو چیز کہ اس جہان سے ظاہر ہو وہ آدمی کو اُسی وقت ہلاک کر دیتی ہے یا کہ عقل اسکی اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اس کے حالات اور اس میں بدل جاتے ہیں۔ اب جو چیز غیب اور حقیقت میں ہے اس کا پوشیدہ رہنا بہتر ہے! اس کے خیال میں نہ رہنا چاہئے غیب اور حقیقت کی سرائے میں کہ یہ دنیا بہانہ کی سرا اور تاریک قید خانہ ہے۔ جب مُدت پوری اور روزی کشادہ ہو جائے تو حقیقتوں اور غیب کے دروازہ کھل جایا کرتے ہیں۔ دقی! کہتے ہیں۔ علامات القرب الانقطاع عن شئی کل سوی اللّٰہ یعنے قرب خدا کی علامت یہ ہے کہ تمام ماسوا اللہ سے قطع تعلق ہو جائے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کلام اللّٰہ تعالیٰ اذا جاء علی السر ائر باشراقۃ زالت البشریۃ بدعونا تہا وسئل عن سوء ادب الفقراء مع اللّٰہ فی احوالھم قال ذالک انحطاطھم من حقیقۃ العلم الی ظاھر العلم یعنے جب خدا کا کلام دلوں پر چمکتا ہوا آتا ہے تو بشریت اپنے غرور کے ساتھ جاتی رہتی ہے۔ اور ان سے پوچھا گیا۔ کہ خدا کی جناب میں فقراء کا اپنے حال میں بے ادب ہونا کس طرح ہے کہا کہ ان کا حقیقت علم سے تنزل کر کے ظاہر علوم پر آجانا بے ادبی ہے +

ابوبکر طمستانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ فارس کے رہنے والے شبلی اور ابراہیم دباغ شیرازی کے شاگردوں میں ہیں۔ آپ بڑے مشائخ میں ہیں۔ کرامات ونشانات میں آپ یگانہ تھے شبلی! اپنے حال اور وقت میں ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے۔ فارس کے مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں، وہ اُن کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ بیہوشی اور حیرت اُن پر غالب تھی۔ ان کے اشارے اور باتیں بڑی تھیں۔ فارس میں ان کی بات سُننے کی کسی میں طاقت نہ تھی۔ مشائخ وقت نے یہ بہتر جانا کہ وہ خراسان میں جائیں۔ نیشاپور آکر وہیں ۳۴۰ھ کے بعد انتقال کیا آپ

فرماتے ہیں۔ ما الحیٰوۃ الا فی الموت یعنی زندگی بجز موت کے اور کچھ نہیں یعنے ماحیٰوۃ القلب الا فی اماتۃ النفس یعنے دل کی زندگی موت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ کوئی زندہ جب تک مرتا نہیں زندہ نہیں رہتا۔ جب تک تو اپنی خودی سے نہ مریگا۔ اس کے ساتھ زندہ نہ رہیگا۔ کسی نے ابو بکر طمستانی سے کہا کہ آپ مجھے وصیت فرمائیں فرمایا الھمۃ الھمۃ فان علیہا مدار الامور والیہا یرجع الامور یعنے ہمت ہمت کرنی چاہیئے کیونکہ اسی پر تمام کا دارومدار ہے اور اسی کی طرف تمام امر رجوع کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ بڑی نعمت یہ ہے۔ کہ نفس کی خواہشات سے نکل جائے کیونکہ نفس تم میں اور خدا میں بڑا پردہ ہے۔ یہ بھی ان کا مقولہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہشات سے نفس کے ارادہ سے نکلنا ممکن نہیں۔ بلکہ اپنے نفس کی خواہشات سے اسی کی توفیق اور صحیح ارادہ سے چھوٹ سکتے ہیں *

ابو بکر فرا قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن احمد بن حمدون فرا ہے۔ نیشاپور کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ بڑے دانا تھے۔ شیخ عمو نے ان کو دیکھا ہے۔ اور کہا کہ اگر میں ابو بکر فرا کو نہ دیکھتا تو صوفی نہ ہو سکتا۔ آپ کی صحبت ابو علی ثقفی عبد اللہ منازل ابو بکر شبلیؒ ابو بکر طاہر ابہری مرتعش وغیرہم سے رہی ہے۔ مشائخ میں یگانہ طریقت میں بہت اچھے تھے۔ ۳۰ھ میں انتقال ہوا تھا۔ شیخ عمو کہتے ہیں۔ کہ ہم ایک جماعت کے ساتھ حج کے ارادہ سے نکلے۔ جب نیشاپور میں پہنچے میرے ساتھی کہنے لگے کہ ابو بکر فرا کی زیارت کو نہ جانا کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ ماں باپ کے پاس رہو پھر تم چلے جانا۔ کچھ دیر تو میں سوچنے لگا لیکن آخر میں نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے شائد پھر جاؤں اور ان کی ملاقات نہ ہو سکے۔ آخر میں گیا اور ان کو مسجد میں نہ پایا۔ جب تھوڑی دیر گذری تو میں نے دیکھا کہ وہ مسجد کے دروازہ میں سے آئے۔ شوریدہ حال اور چند چرڑے ہاتھ میں تھے۔ میں نے سلام کہا۔ جواب میں وعلیک السلام کہا پوچھا کہاں سے آتے ہو۔ میں نے کہا ہرات سے فرمایا کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا کعبہ کی طرف۔ پوچھا۔ تمہارا باپ ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا واپس چلا جا۔ اور باپ کی خدمت کر۔ میں نے کہا بہت اچھا ایسا ہی کرونگا۔ جب میں دو ستون کے پاس آیا۔ تو انہوں نے مجھے اسقدر سمجھایا کہ میں کعبہ کے جانے کے لئے تیار ہو گیا لیکن مجھ کو سخت بخار آگیا دوسرے روز پھر میں شیخ ابو بکر کی خدمت میں گیا۔ تو فرمایا نقضت العھد یعنے

تم نے وعدہ خلافی کی۔ میں نے کہا اے شیخ میں توبہ کرتا ہوں فرمایا من لم یوثر اللہ علی کل شئی لا یصل علیٰ قلبہ نور المعرفۃ بحال یعنے جو شخص خدا تعالیٰ کو ہر شئے پر ترجیح نہیں دیتا۔ تو اس کے دل پر معرفت کا نور کبھی نہیں پہنچتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کتمان الحسنات اولی من کتمان السیئات فانک ذالک ترجو النجاۃ یعنے نیکیوں کا چھپانا گناہوں کے چھپانے سے بہتر ہے۔ کیونکہ ان سے تم کو نجات کی امید ہے +

ابوبکر الشبہی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن جعفر شبہی ہے۔ مشائخ کے وقت جوانمردوں میں ہیں۔ نیشاپور میں شیخ ابو عثمان حیری کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان کا ۳۶۰ھ سے پہلے انتقال ہوا ہے آپ فرماتے ہیں الفتوۃ حسن الخلق و بذل المعروف یعنے اچھا خلق اور احسان کرنا جوانمردی ہے +

ابوبکر طرسوسی قدس اللہ سرہٗ

شیخ الاسلام نے آپ کو چھٹے طبقہ میں گنا ہے۔ آپ کا نام علی بن احمد طرسوسی ہے۔ برسوں مکہ میں مجاور رہے ہیں۔ آپ کو طاؤس الحرمین کہتے ہیں۔ عبادت کی وجہ سے آپ بزرگ ہوئے ہیں۔ ابو الحسین مالکی کے شاگرد ہیں۔ ابراہیم شیبان کرمانشاہی کی صحبت میں رہے ہیں اور انہیں کے مرید تھے۔ اور ۳۷۰ھ میں مکہ معظمہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔ شیخ سلمی نے آپ کو دیکھا تھا لیکن تاریخ میں اس کا ذکر نہیں لائے۔ شیخ سیروانی کے ہمعصروں میں تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ عباس فقیر نے مجھ سے کہا تھا کہ شیخ ابوبکر حرمی کہتے تھے۔ میں مکہ میں ایک شخص کا مہمان تھا۔ ان کی ایک ایسی لونڈی تھی۔ کہ کچھ پڑھ سکتی تھی۔ لونڈی نے یہ شعر پڑھا ؎

لامنی فیک معشر فاقلوا و اکثروا

یعنے تیرے بارے میں مجھے لوگوں نے ملامت کی پھر اس میں کمی یا بیشی کی۔ ایک درویش کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے چند آوازیں لگائیں۔ اور کہا کہ تیری محبت میں سوا تیرے اور کسی نے ملامت نہیں کی۔ یہ کہا اور گر پڑا اور اس کا انتقال ہو گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ

ابو عبد اللہ باکو فرماتے ہیں۔ ابو ایوب سنجار قزوین کے گھر میں مکہ معظمہ میں سماع میں تھے۔ قوال فارسی میں غزل گا رہا تھا۔ وہ سیدھے کھڑے ہو گئے اور گر کر جان بحق ہوئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو القاسم سایح ایک قوم کے ساتھ مہمان تھے۔ قوال نے یہ اشعار پڑھے ؎

کل بیت انت ساکنه غیر محتاج الی السراج
وجهك المیمون حجتنا یوم یأتی الناس بالحجج
لا اتاح الله لی فرجا یوم ادعو منك بالفرج

یعنے جس گھر میں تم رہتے ہو۔ اس کو چراغ کی ضرورت نہیں۔ تیرا مبارک چہرہ اس دن جبکہ لوگ دلائل پیش کرینگے ہماری دلیل ہے جس دن کہ میں تجھ سے خلاصی چاہوں خدا مجھ کو خلاصی نہ دے۔ ابو القاسم سایح نے داہنا ہاتھ نکالا اور چلا کر گر پڑے لوگوں نے دیکھا تو فوت ہو چکے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک صوفی کہتا ہے۔ نیشاپور میں ایک حادثہ پیش آیا۔ کہ جس کی وجہ سے لوگ شہر سے باہر چلے گئے تھے۔ اور میں مسجد میں تھا۔ اس مسجد میں گوشہ میں ایک اور درویش تھا۔ ایک قوال آیا۔ درویش نے اس سے کہا کہ کچھ کہو اس نے یہ شعر پڑھے ؎

الفیت بینی وبین الحب معرفة لا تنقضی ابدا او ینقضی الابد
لاخرجن من الدنیا وحبکم بین الجوانح لم یشعر به احد

یعنے میں نے اپنی اور تمہاری محبت کے درمیان ایسی آشنائی پیدا کی ہے۔ کہ وہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ جب تک یہ ختم نہ ہو۔ میں دنیا سے ایسے وقت نکلونگا۔ کہ تمہاری محبت میری پسلیوں میں ہوگی۔ جس کو کوئی معلوم نہ کریگا۔ وہ درویش یہ سنکر گر پڑا۔ اور تڑپتا تھا۔ ظہر و عصر کے درمیان پھر آرام میں گیا جب میں نے دیکھا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ایک صوفی شہر ابلہ میں جو کہ بصرہ و کوفہ کے درمیان ہے چلا جاتا تھا۔ ایک مکان کے نیچے سے گزرا۔ اس مکان میں ایک امیر آدمی تھا۔ اور اس کی ایک لونڈی تھی کہ کچھ پڑھتی تھی۔ اس صوفی نے یہ آواز سنی کہ وہ یہ شعر پڑھ رہی تھی۔ ؎

کل یوم تتلون غیر هذا ابك احسن کل یوم تتحول غیر هذا ابك اجمل

یعنے تو ہر روز رنگ بدلتا ہے۔ اور سوا اس کے تجھے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ہر دن تو بدلتا رہتا ہے اور اس کے سوا تجھے بہت خوب ہے۔ درویش کو یہ شعر بہت اچھا معلوم ہوا اور منہ کے بل گر پڑا۔ پھر کہا کہ اے لونڈی تجھے خدا کی قسم اور اپنے آقا کی عمر کی قسم اس شعر کو دوبارہ پھر پڑھنا۔ لونڈی اسی کا تکرار کرتی تھی۔ مالک نے لونڈی سے کہا کہ تم اسی شعر کو کیوں پڑھتی ہو اور کیوں نہیں چھوڑتی۔ اس نے

کہا کہ ہمارے مکان کے نیچے ایک درویش ہے۔ اس کو اس شعر پر حال آگیا ہے۔ اور اس کا وقت خوش ہوا ہے۔ اس لئے اسی کو دُہراتی ہوں۔ مالک مکان نے نیچے نگاہ کی۔ اور اس غریب کو دیکھا کہ خوش ہو رہا تھا اور رقص کر رہا تھا۔ آخر فریاد کی اور گر پڑا اور جان بحق تسلیم کی۔ اس مالک نے جب یہ حال دیکھا تو اس کا اپنا حال متغیر ہو گیا۔ لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اور شہر کے بڑے بوڑھوں کو بلا کر اس درویش کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور دفن کر دیا۔ اور ان بزرگوں سے کہا کہ مجھے آپ لوگ پہچانتے ہیں۔ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ آپ کو گواہ کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ میرے پاس مال و اسباب ہے۔ سب کو میں نے درویشوں پر وقف کر دیا۔ اور مکان کو بھی خدا کی راہ میں دیدیا۔ زر و سیم کو چھوڑ کر صرف دو کپڑے نکال لئے ایک ازار باندھی۔ اور ایک کرتہ پہن لیا۔ اور ایک چادر کندھے پر ڈال کر جنگل کی راہ لی۔ لوگ دیکھتے تھے۔ کہ وہ ان کی آنکھوں سے روتا ہوا غائب ہو گیا۔ اس کے بعد اس کو کسی نے نہ دیکھا نہ اُس کا حال سُنا۔ ابوالحسن دراج اور فوطی اس قصّہ کو بیان کرتے ہیں۔ دراج کہتے ہیں کہ میں نے اس دن سے بڑھ کر کوئی عجیب واقعہ نہیں دیکھا۔ شیخ عبداللہ جلا کہتے ہیں کہ میں نے مغرب میں دو عجیب امر دیکھے۔ ایک تو قیروان کی جامع مسجد میں یہ دیکھا کہ ایک شخص صفوں میں پھرتا تھا۔ اور ان کو پھاڑتا تھا۔ پھر لوگوں سے مانگتا تھا یہ کہتا تھا۔ ایھا الناس کنت رجلا صوفیا فضعفت یعنی اے لوگو میں ایک صوفی شخص تھا۔ لیکن ضعیف ہو گیا یعنی توکل میں ضعیف الاعتقاد ہو گیا ہوں اور مانگتا پھرتا ہوں۔ دوسرا یہ کہ میں نے وہیں دو پیروں کو دیکھا ایک کا نام جبلہ تھا۔ دوسرے کا نام زریق۔ اور ان میں سے ہر ایک کے شاگرد و مرید تھے۔ ایک روز جبلہ اپنے مریدوں کے ساتھ زریق کے ملنے کو گئے۔ تو زریق کے ساتھیوں میں سے ایک نے قرآن شریف پڑھا۔ جبلہ کے مریدوں میں سے ایک مرید کا وقت خوش ہوا۔ اُس نے اس نے فریاد کی اور جان دیدی۔ اور اس کو دفن کر دیا گیا۔ جب دوسرا دن ہوا۔ پھر جبلہ زریق کے ملنے کو آئے اور کہا تمہارا وہ یار کہاں ہے۔ کہ جس نے ہم کو قرآن سُنایا تھا۔ پھر اس کو بلا گیا۔ اور اُس نے قرآن پڑھا۔ جبلہ نے فریاد کی اور چلایا۔ تب پڑھنے والا وہیں مر گیا۔ جبلہ نے کہا واحد بواحد والبادی اظلم یعنی یہ تمہارا مرید ہمارے مرید کے بدلے فوت ہوا۔ اور شروع کرنے والا زیادہ ظالم ہوتا ہے ٭

ابو بکر سوسی قدس اللہ سرہٗ

آپ کا نام محمد بن ابراہیم سوسی صوفی ہے۔ شام کے شہر رملہ میں رہتے تھے۔ شیخ عمود احمد کوفی نے آپ کو دیکھا ہے۔ دمشق میں ماہ ذلحجہ ۳۸۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ انہوں نے شبلی ؒ سے کہا ہم کو کوئی ایسا شخص چاہئے کہ کچھ پڑھے بہت تلاش کی گئی۔ لیکن کوئی نہ ملا۔ شیخ ابو بکر کی طلب بڑھتی جاتی تھی۔ چونکہ انہوں نے بہت ہی اصرار کیا۔ ایک شخص نے کہا۔ حضرت مجھے تو کوئی ملا نہیں۔ ہاں یہاں قریب میں ایک جوان میراثی ہے۔ اگر اس کی ضرورت ہو تو بلاتا ہوں۔ اس شخص نے یہ بات ہنسی کے طور پر کہی تھی۔ لیکن شیخ نے کہا۔ ہاں۔ اسی کو بلالاؤ۔ لوگ گئے۔ اور اسی کو بلا لائے۔ اس نے کچھ نشہ پیا ہوا تھا۔ اس کو بٹھا دیا گیا۔ اس نے یہ شعر پڑھا ؎

القوم اخوان صدق بینھم نسب

یہ شعر آخر تک پڑھے کچھ ایسا پڑھا کہ تمام مشائخ خوش ہو گئے۔ شیخ شور مچانے لگے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو مطرب کو الٹی آئی۔ اور شیخ کے مصلے پر قے کر دی۔ شیخ نے فرمایا کچھ نہ کہو۔ اس کو ویسے ہی مصلے میں لپیٹ دو۔ اور تم سب الگ جا کر سو رہو۔ جب دن نکلا تو وہ ہوش میں آیا۔ اور اپنے آپ کو اس نے مصلے میں لپیٹا ہوا اور قندیل کے صفہ میں لٹکا ہوا دیکھا۔ حیران رہ گیا اور چلایا۔ کہ خدا کے لئے بتلاؤ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں یہاں کیونکر پڑا ہوں۔ ایک شخص اس کے سامنے آیا۔ اور اس کو سارا حال بتلا دیا کہ یوں یوں ہوا تھا۔ اس نے اپنا لباس پھاڑ ڈالا۔ اور توبہ کی۔ کپڑے پھاڑ کر گودڑی پہن لی۔ اور مریدوں کے سلسلے میں داخل ہوا۔ جب شیخ کا انتقال ہوا۔ تو بوجہ اس کے نیک معاملہ کے اسی کو خانقاہ کا گدی نشین بنا دیا گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس کا نام محمد طرانی تھا۔ مشائخ اس کے پاس آتے تھے۔ کہ ہمارے سامنے وہ شعر پڑھو۔ اور اس قصہ کو بیان کرو۔ شیخ عمو احمد کوفانی سے کہتے تھے۔ کہ کیا وہ تمام اشعار تم کو یاد ہیں۔ وہ کہتے تھے۔ کہ نہیں مجھ کو تو یہی ایک مصرعہ یاد رہا ہے شیخ اسلام کہتے ہیں۔ اس کے بعد یہ شخص ان اشعار کو میرے پاس لایا۔ اور میں نے خود بھی ایک کتاب میں یہ اشعار دیکھے ہیں ؎

القوم اخوان صدق بینھم نسب — من المودة لم یعدل بہ سبب
تراضعوا ذرة الصھباء بینھم — وادجوا الرضیع الکاس ما یجب
لا یحفظون علی السکران زلتھم — ولا یریبک من اخلاقھم ریب

یعنے یہ گروہ صوفیہ سچے بھائی ہیں۔ جن میں دوستی کا وہ رشتہ ہے کہ کوئی رشتہ اس کے برابر کا نہیں انہوں نے محبت کی شراب کا دودھ پیا ہے۔ اور برادر رضاعی کے حقوق کو جو اُن پر ضروری ہیں۔ لازم سمجھتے ہیں۔ محبت کے نشہ کے سوالوں پر ان کی لغزش کی گرفت نہیں کرتے۔ اور ان کے اخلاق میں تمہیں کسی قسم کا شک پیدا نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ شیخ ذوالنون مصری و شبلی خیار نوری دراج یہ سب مشائخ سماع میں فوت ہوئے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ان میں سے تین تو تین دن تک زندہ رہے۔ اور اُن کے سوا اور مشائخ و مرید بھی سماع میں فوت ہوئے ہیں خواہ قرآن کا سماع ہو۔ یا اشعار وغیرہ کا ہو۔ زرارہ بن ابی اوفی بصرہ کے قاضی محراب میں تھے۔ لوگ قرآن پڑھتے تھے ایک نے یہ آیت پڑھی فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ الآیۃ یعنے جب صور میں پھونکا جائیگا۔ زرارہ نے فریاد کی۔ اور گر گئے دیکھا تو مُردہ تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جس سماع میں دیدار الٰہی اس کی مدد کرے تو مرد کے کان اس طرف ہوتے ہیں۔ پھر طاقت و ہوش کی، وہاں کیا گنجائش ہے۔ صاحب کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک درویش کو دیکھا آذربائیجان کے پہاڑوں میں چلا جا رہا تھا۔ اور یہ شعر پڑھتا تھا۔ ؎

واللہ ما طلعت شمس ولا غربت	الا وانت منی قلبی ووسواسی
ولا جلست الی قوم احدثہم	الا وانت جلیسی بین جلاسی
ولا تنفست محزونا ولا فرحا	الا وذکرک مقرون بانفاسی
ولا ھممت بشرب الماء من عطش	الا رأیت خیالا منک فی الکاسی

یہ شعر کہہ کر گر پڑا اور مر گیا یعنے خدا کی قسم کبھی آفتاب طلوع اور غروب نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ تو میرے دل اور خاطر میں ہے اور میں کسی قوم میں باتیں کرنے کو نہیں بیٹھا مگر یہ کہ ہمنشینوں میں تو موجود رہتا ہے میں نے غم اور خوشی میں کوئی سانس نہیں لیا۔ مگر یہ حال ہے کہ تیرا ذکر میرے دموں کے ساتھ ہے۔ ؎

ابوبکر شبکیر رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ آپ نیشاپور میں بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ صاحب وقت صاف دل خواجہ سہل صعلوکی کے رشتہ دار تھے۔ ایک دن خواجہ سہل نے ان کو دیکھا اور کہا کہ بھائی تم کبھی

ؔ ترمذی میں یہ حکایت یوں ہے کہ زرارہ بن ابی اوفی قاضی بصرہ کے ایک دن صبح کے وقت نماز پڑھاتے تھے۔ سورہ مدثر شروع کی جب یہ آیت پڑھی فاذا نقر فی الناقور تو گر گئے۔ اور جان بحق ہو گئے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ ان کو اٹھا کر ان کے گھر لے گیا تھا ۱۲ مترجم۔

ہمارے پاس نہیں آتے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں جب تمہارے پاس آؤں۔ تو تم نہ اُٹھتے ہو اور نہ میری طرف دیکھتے ہو یعنی تکبر کرتے ہو کہ میں درویش ہوں۔ میری ذلت کی وجہ سے میری طرف نہیں دیکھتے خواجہ نے کہا آیا کرو۔ میں اُٹھا کرونگا۔ شیخ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ خواجہ سہل کے مکان پر گئے خواجہ کھڑے ہو گئے۔ لیکن جب باہر نکلے تو پھر نہ آئے۔ ابوبکر لوٹے اور یہ دو شعر پڑھنے لگے ؎

انی وان کنت ذا عیال قلیل مال کثیر دین

مستعف برزق ربی حوائجی بینہ وبینی

یعنی میں اگرچہ عیالدار ہوں۔ تھوڑا مالدار اور بڑا قرضدار ہوں لیکن میں قانع ہوں اس پر جو میرے رب نے مجھے رزق دیا ہے میری ضرورتیں خدا سے تعلق رکھتی ہیں یعنی میں کسی کا سوالی نہیں ہوں۔ یا شعار کہکر باہر نکل آئے اور پھر کبھی ان کے پاس نہ گئے ؎

ابوبکر جوزقی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی قبر نسا میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں جنگل میں جا رہا تھا۔ پیاس کے مارے میرے لب خشک ہو رہے تھے۔ اور طاقت جاتی رہی تھی۔ اتنے میں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ وہ آ رہا تھا۔ میں نے سلام کہا۔ اس نے عمدہ جواب دیا اور کہا اے شیخ کیا حال ہے۔ میں نے کہا پیاسا ہو رہا ہوں کوئی ککڑی چاہتا ہوں۔ جس سے لب تر کروں۔ اس جوان نے کہا جاؤ اور لاؤ شیخ کہتے ہیں کہ مجھے اس جوان پر اعتقاد تھا۔ مڑ کر دیکھا تو ایک باغ ہے جو ککڑی، خربزہ، کھیروں، سے بھرا ہوا ہے۔ میں اندر گیا اور ایک پلہ میں باندھ کر باہر لایا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ فرماتے ہیں ایک دن میں ابوبکر جوزقی کے مکان پر گیا۔ وہ ایک شیخ باوقار تھا۔ میں گیا اور سلام کہا۔ اور عرض کیا کہ اے پیر ہم کو حدیث لکھیئے۔ ایک جز نکالی اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے دو لشکر ہیں۔ ایک تو آسمان پر ہے اور ایک زمین پر۔ جو آسمان پر ہے۔ وہ تو فرشتے ہیں۔ اور ان کے سبز نشان ہیں۔ اور جو زمین پر ہے وہ خراسان کا لشکر ہے۔ اب وہ لشکر یہ ظالم لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ لشکر صوفیوں کا ہے کہ جو تمام خراسان اور تمام جہان کو لے لینگے۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ یہ جماعت جس راہ پر سے گذرتی ہے تم سمجھ لیتے ہو کہ یہ لشکر ہی آ رہا ہے۔ در حقیقت میں یہی لشکر ہے۔ اور یہی مردان خدا ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے طالب ہیں۔ اسی کو ڈھونڈھتے ہیں دنیا سے کنارہ کرتے ہیں۔ خدا سے مشغول ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کا یہ حال ہے۔ کہ خدا

سے علٰحدہ ہو کر دنیا کی چیزیں طلب کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ اس کے سوا کچھ نہیں ڈھونڈھتے یہی لوگ جہان کے امیر اور روئے زمین کے بادشاہ ہیں۔ ہاں اکثر لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔

ابوبکر رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے پرہیزگار محنت کش تھے۔ کہتے ہیں کہ مشائخ میں سے ان سے بڑھ کر کوئی زیادہ رونے والا نہ تھا جو مرید و مبتدی آپ کو دیکھتا تو آپ کی کثرت عبادت کثرت گریہ اور ان کے سماع میں بے صبری اضطراب جلن کی وجہ سے ان کا معتقد ہو جاتا۔ شروع میں مکہ معظمہ کے سفر کو گئے اور مشائخ صوفیہ کو ملے ہیں۔ ایک سال تک وہاں کے مجاور رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مکہ میں مجھ پر وقت تنگ ہو گیا۔ تو میں یمن میں گیا۔ مجھے ایک دینار مل گیا۔ اور میرے کپڑے پھٹ گئے تھے میں نے چاہا۔ کہ اس سے پیراہن خریدوں۔ جب مکہ میں واپس آیا۔ اور چاہا کہ مکہ میں داخل ہوں۔ تو اس دینار کو دو پتھروں کے درمیان دفن کر دیا۔ اور اس پر علامت کر دی۔ پھر مکہ میں آیا۔ جب طواف سے فارغ ہوا۔ اور ابو عمرو زجاجی کی خدمت میں آ کر اُن سے ایک مسئلہ پوچھا۔ کہا کہ جاؤ اور وہ دینار جو دفن کر دیا ہے۔ اس کو خرچ کر لو۔ تب میں گیا اور ایسا ہی کیا پھر اُن کے پاس آیا۔ اور اُن سے مسئلہ پوچھا۔ تب انہوں نے اس کا جواب دیا۔

ابوبکر مفید رحمۃ اللہ

آپ کا نام محمد بن احمد بن ابراہیم ہے۔ لیکن بزرگ تھے۔ جرجرآباد کے رہنے والے تھے جنیدؒ اور یوسف بن حسین کو دیکھا تھا۔ ابو عثمان حیری کی خدمت میں رہے تھے۔ اور ۳۶۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ آپ کی لمبی عمر تھی۔ بڑے ادیب شریف ہمت نیک حال تھے۔ شیخ عمو نے ان کو دیکھا تھا۔ آپ کی ایک کتاب ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ ابوسعید خراز کو موت کے وقت پوچھا گیا۔ کہ آپ کی کچھ خواہش ہے۔ فرمایا کہ میں اپنی غفلت پر افسوس کرتا ہوں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ یوسف بن الحسین کا یہ مقولہ ہے۔ میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہ میری بات خدا کے سوا اور کوئی نہیں سنتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ بات آخر ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس پیر نے کہا ہے۔

ابو بکر قصری رحمۃ اللہ

آپ ہبیرہ کے رہنے والے تھے لیکن شیراز میں رہتے تھے۔ بزرگ اور محقق تھے۔ عالم غیب کو دیکھتے تھے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ایک دن شیخ ابو بکر قصری نے مجھ سے کہا اُٹھ جنگل کو چلیں۔ پھر ہم چلے جاتے تھے۔ بعض لوگوں کو دیکھا کہ بازار کی بیٹھک پر نرد کھیل رہے ہیں۔ شیخ ابوبکر گئے۔ اور اُن کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر نیچے اُترے۔ اور ہم چلے پھر دیکھا کہ بعض لوگ شطرنج کھیل رہے ہیں۔ ان کی طرف گئے۔ ان کی شطرنجی لے لی۔ اور پھاڑ ڈالی۔ اور مہرے پھینک دئے۔ اُن میں سے دو مردوں نے چھری نکال لی۔ صاحب مکان نے کہا کہ چھری مجھے دو۔ ان لوگوں نے تعظیم کی۔ میں آپ سے جھگڑنے لگا کہ وہاں تو بڑے حوصلہ سے بیٹھے اور یہاں یہ دار وگیر۔ اس میں کیا حکمت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں نے علم لدنی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ تو مجھے کچھ فرق نہ معلوم ہوا تھا۔ اور اب علمی نگاہ سے دیکھتا تھا اس لئے ایسی سختی کی +

ابو بکر موازینی رحمۃ اللہ

آپ مصری تھے اور شیخ سروانی کے اُستاد ہیں۔ آپ فرماتے تھے۔ میں نے ابن خباز سے سُنا تھا۔ کہ عید اضحیٰ کے دن میں حجرہ کے پاس تھا۔ ایک درویش کو دیکھا۔ کہ اس کے ہاتھ میں کوزہ یا چھاگل تھی اور یہ کہتا تھا۔ یا سیدی تقرب الناس الیك بذبائحھم وقربانا تھم ولست املك الا نفسی فشھق شھقۃ ومات یعنی اے میرے سردار لوگ تیری طرف اپنے ذبیحوں اور قربانیوں کے ساتھ نزدیکی ڈھونڈھتے ہیں۔ اور میں صرف اپنی جان کا مالک ہوں پھر ایک چیخ ماری اور فوت ہو گیا +

ابو بکر اشنائی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ میرا ایک شاگرد یہ خبر لایا۔ کہ شیخ اشنائی مکان پر سے گر گئے اُن کا پاؤں ٹوٹ گیا اور فوت ہو گئے۔ اس کا قصہ یوں ہوا۔ کہ ایک نوجوان آیا جو قوال تھا۔ شیخ عبداللہ سے پوشیدہ طور پر لوگوں نے اس کو کہدیا تھا کہ کچھ پڑھے۔ اُس نے کچھ پڑھا۔ ابو بکر اشنائی سماع میں خوش ہوئے اور مکان سے گر پڑے۔ اور فوت ہو گئے۔ شیخ ابو عبداللہ

کہتے ہیں میں وہاں گیا۔ میں نے کہا کیا پڑھتا ہے کہا کہ یہ دو بیت ؎

کذنفۃ یذوب یدائبہ   الموت دون بلائبہ
ان عاش عاش منغصا   اومات مات بدائبہ

بیمار عشق ہے جو اپنی بیماری سے گھلتا ہے اور موت بلا سے کم ہے یا بلا کے سوا ہے اگر وہ زندہ ہے تو بے مزہ جیتا ہے۔ اگر مرگیا تو اپنی بیماری سے مریگا۔ اس لڑکے کو رخصت کردیا۔ اور کہا کہ دوبارہ اس قوم صوفیہ کے پاس نہ آنا۔ ابو عبداللہ خفیف تو چار دن تک بیہوش رہے اور ابوبکر اشنانی کو دفن کردیا گیا۔ شیخ عبداللہ کو کچھ خبر نہ تھی۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں پیاسے کو آرام کس میں ہوتا ہے ہاں پانی سے ملتا ہے۔ اور کہا کہ دوستی کی وفا تو دوستی کے چلے جانے میں یعنے مرنے میں ہے ✦

ابوبکر مغازلی رحمۃ اللہ (یا مغازلی)

آپ مصری ہیں بیروانی کے اُستاد ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں چاہتا تھا۔ ابوالحسن مزین کو آزماؤں میں اُس کے مکان پر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور یہ کہا یا اهل الدار واسونی بشئ یعنے اے گھر والو مجھ سے کسی شئے کے ساتھ ہمدردی کرو۔ آپ نے اپنی بیوی سے کہا۔ نیک بخت کچھ اس کو دے کیونکہ اگر وہ خدا کو پہچانتا تو میرے دروازہ تک نہ آتا یعنے آزمائش کے لئے جب میں نے یہ بات سُنی تو میں نے اُن کو چھوڑ دیا اور چل دیا ✦

ابوبکر قطیعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ حافظ اور امام بغداد تھے۔ حدیث میں عبداللہ بن احمد حنبل رح کے شاگرد تھے۔ حضرت جنید کو دیکھا تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت جنید سے میں نے سُنا تھا کہتے تھے۔ یا من ھو کل یوم فی شان اجعل لی من بعض شانک یعنے اے وہ خدا کہ جو ہر دن ایک شان میں ہے میرے کام میں بھی کچھ توجہ فرما۔ قطیعی بغداد میں ذوالحجہ ۳۶۸ھ میں فوت ہوئے ✦

ابوبکر ہمدانی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ حسین فقیر نے یہ کہا ہے کہ ابوبکر ہمدانی یہ فرماتے ہیں۔ درویشی تین چیز کا نام ہے ترک الطمع والمنع والجمع یعنی کسی چیز کی طمع نہ کرے۔ اور اگر کوئی چیز تیرے

پاس آجائے اس کو منع نہ کرے اور جیب لے لے۔ تو جمع نہ کرے +

ابو بکر کفشیری رحمۃ اللہ

کفشیر شام میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں بنی اسرائیل کے میدان میں جارہا تھا مجھ کو روٹی اور ساگ کی خواہش پیدا ہوئی۔ اسی وقت ایک سبزی فروش کو میں نے وہیں دیکھا کہ میرے سامنے لے آیا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ کرامت نہیں ہے تصوف میں یہ بات اچھی نہیں۔ ایک درویش جنگل میں پیاسا ہوا۔ آسمان کی طرف سے ایک پیالہ اس کے لئے اتارا گیا جو سونے کا تھا۔ اس میں پانی سرد بھرا تھا۔ درویش کہنے لگا۔ الٰہی تیری عزت کی قسم میں پانی نہیں پیونگا مگر کسی ایسے جنگلی کے ہاتھ سے جو مجھے تھپڑ مارے اور ایک گھونٹ پانی کا دے۔ ورنہ میں کرامت سے پانی نہیں مانگتا۔ کیونکہ اس میں غرور کا خوف ہے۔ اس نے کہا۔ کہ الٰہی تو اس پر قادر ہے کہ میرے پیٹ میں پانی پیدا کر دے۔ یعنے ظاہری کرامت مکر سے بے خوف نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ حقیقت کرامت سے درست نہیں ہوتی بلکہ حقیقت خود کرامت ہے۔ اور کرامات ابدال زاہدوں کا کام ہے۔ مگر اس میں مکر دھوکا سے بے غم نہیں ہو سکتے۔ جیسے اُس کی بخشش کہ جب ان کی طرف دیکھنے لگے تو پھر تنجہ کر اس میں ڈال دیتے ہیں۔ بخشش سے دینے والے کو پسند کریگا۔ اور کرامات سے کریم کو۔ اور کہا ہے۔ کہ مرد کو کرامات اس کام سے روک دیتے ہیں جیسے بال خمیر سے صوفی کرامات کو رد کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ خود اُن کے دلوں پر قربان ہوتی ہے +

ابو بکر بن داؤد دینوری رحمۃ اللہ

آپ شام میں رہتے تھے۔ ابن جلا کی صحبت میں تھے۔ وہ فرماتے ہیں۔ معدہ طعام کا محل ہے۔ اگر اس میں حلال ڈالیگا۔ تو بندگی کی قوت پائیگا۔ اور اگر طعام مشتبہ ہے تو حق کا راہ چھپ جائیگا اگر حرام ہوگا تو گناہ بڑھیگا۔ کہتے ہیں کہ آپ سو سال تک زندہ رہے اور دینور میں سنہ ۳۵۰ھ میں وفات پائی +

ابو علی رودباری قدس اللہ سرہٗ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ احمد بن محمد بن قاسم بن منصور نام ہے۔ آپ بڑے رئیسوں وزیروں کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی نسب کسریٰ تک پہنچتی ہے۔ ایک دن حضرت جنیدؒ مسجد جامع میں وعظ فرماتے تھے۔ آپ کا گذر مسجد جامع میں ہوا۔ ایک مرد سے آپ باتیں کرنے لگے۔ حضرت جنید نے اس شخص سے کہا اسمع یا ھذا یعنے اے شخص سن۔ ابو علیؒ نے سمجھا۔ کہ مجھے کہتے ہیں کھڑے ہوگئے۔ اور ادھر کان لگائے۔ جنیدؒ کا کلام اُن کے دل میں پورا اثر کر گیا۔ جو کچھ آپ کے ملک میں تھا اُس کو ترک کر دیا۔ اور صوفیائی کے طریقہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ حدیث کے حافظ عالم فقیہہ ادیب امام سیّد قوم اور ابو عبداللہ رودباری کے ماموں تھے۔ شیخ ابو علی کاتب کہتے ہیں مارایت اجمع لعلم الشریعۃ والحقیقۃ من ابی علی الرودباری رحمۃ اللہ علیہ یعنے میں نے کسی کو ابو علی رودباریؒ سے بڑھ کر جامع شریعت و حقیقت نہیں دیکھا۔ جب ابو علی کاتب علی رودباری کا نام لیتے تو سیدنا کہتے ان کے شاگرد ان پر رشک کھاتے۔ کہنے لگے کہ آپ اُن کو اپنا سردار کیوں کہتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کیونکہ وہ شریعت سے طریقت کی طرف گیا ہے اور ہم حقیقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جب تک مرد کو اپنی درگاہ سے دہلیز تک نہ لیجائیں اُس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس کو دہلیز سے دربار تک لیجائیں وہ کون ہے پس مناسب ہے کہ ناز سے نیاز تک لیجائیں۔ نیاز سے ناز تک آ اور باوضو ہو کر نماز کی طرف جا۔ ابو علی رودباری بغداد میں حضرت جنید نوری ابو حمزہ مسوجی اور ان کے طبقہ کے اور صوفیوں کے ساتھ رہے ہیں۔ مشائخ قدس اللہ اسرارہم کی صحبت میں رہ چکے ہیں۔ شام میں ابو عبداللہ کے پاس رہے ہیں۔ بغدادی تھے۔ لیکن مصر میں مقیم تھے۔ مصریوں کے صوفیوں کے شیخ تھے۔ صوفیوں کے شعرا میں آپ کا شمار تھا۔ آپ نے نزع کے وقت یہ شعر پڑھا تھا۔ ؎

وحقك لانظرت الی سواك   بعین مودۃ حتی ارٰاك

یعنے تیری حق کی قسم میں نے تیرے سوا محبت کی آنکھ سے اور کسی کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں دیکھنا یہاں تک کہ تجھے دیکھ لوں۔ ان کا ۳۲۲ھ میں انتقال ہوا ہے آپ نے یہ اشعار بھی کہے ہیں ؎

من لم یکن بك فانیا عن حظہ   وعن الھویٰ والانس بالاحباب

اومسه حبابة جمعت له ماکان متفرقا من الاسباب

وکانه بین المراتب قائم لمنازل حظه اوجزیل ثواب

یعنے جو شخص کہ بطریق سلوک، اپنی ضرورت اور محبوب چیزوں کے سیل محبت سے خالی نہ ہوا، تاکہ تجھ سے باقی رہے یا جذبہ کے طریق سے اس کو عشق کی سوزش وگرمی پیدا نہ ہوئی۔ کہ وہ اس کو ایک چیز کا فرمانبردار بنادے اور اس کے متفرقات کو ایک طرف لوٹا لائے تو گویا ایسا شخص حقیقت تک نہیں پہنچا۔ بلکہ راہ میں کھڑا ہے۔ اور یہ اس کا کھڑا رہنا اعمال کے آثار کے فائدہ کی وجہ سے ہے۔ کہ جو مرتبہ تنزل ہے جو سالک کے لئے زہر قاتل ہے یا ثواب اُخروی کی طرف جانے کی وجہ سے ہے۔ کہ وہ بھی مطلوب کی طرف سے روکتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھ کو اس شعر میں اس پر رشک ہے۔ کیونکہ کسی شخص کو (خواہ سینئری یا متوسط یا منتہی ہو) نہیں چھوڑا۔ سب کچھ کہہ گزرا ہے آپ یہ بھی کہتے ہیں ؎

والاھم قبل اعمالھم واعداھم قبل اعمالھم ثم جازاھم باعمالھم

یعنے اللہ تعالےٰ نے ایک جماعت کو ان کے اعمال سے پہلے دوست بنالیا ہے۔ اور ایک جماعت کو ان کے اعمال سے پہلے دشمن بنا دیا۔ اس کے بعد ان کو ان کے اعمال کے موافق جزا دی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہی سب علم ہے لوگ اس سے غافل ہیں۔ پوست سے مشغول ہو رہے ہیں۔ مغز چاہئے یعنی حقیقت۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ اضیق السجون معاشرۃ الاضداد یعنے بہت تنگ قید خانہ غیر جنس لوگوں کی مصاحبت ہے آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ فضل المقال علی الفعال منقصۃ وفضل الفعال علی المقال مکرمۃ یعنے بہت باتیں بنانا اور کام کم کرنا نقص کی بات ہے اور بہت کام کرنا تھوڑی باتیں بنانا عزت کی بات ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ علامۃ اعراض اللہ عن العبد ان یشغلہ بما لاینفعہ یعنے خدا کا اپنے بندہ سے مُنہ موڑنے کا نشان یہ ہے کہ وہ اس کو ایسی شئے کے ساتھ مشغول کرے کہ اس کو نفع نہ دے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ ما لم تخرج من کلیتک لم تدخل فی حد المحبۃ یعنے جب تک تو پورے طور پر اپنے آپ سے نہ نکلیگا۔ محبت کی حد میں داخل نہ ہوگا۔ آپ ایک دفعہ حمام میں گئے۔ کپڑہ اتارنے کے کمرہ میں اُن کی نگاہ ایک گدڑی پر پڑی۔ سوچنے لگے کہ کونسا درویش حمام میں آیا ہے۔ جب اندر گئے تو دیکھا کہ ایک درویش ایک جوان لڑکے کے سر پر کھڑا ہوا ہے۔ جو حجام کے سامنے بیٹھا ہوا تھا ابو علی نے کچھ نہ کہا۔ جب وہ لڑکا اُٹھا تو اُس لڑکے نے اُس کے اوپر پانی ڈالنا شروع کیا۔

اور اچھی طرح سندمت کی جب وہ غسل کر چکا تو خشک تہ بند لایا۔ وہ جوان باہر آگیا۔ تو وہ درویش بھی اس کی خدمت میں باہر آیا۔ ابوعلی بھی دیکھنے کے لئے باہر آئے۔ اس درویش نے کپڑے اس جوان کو دلائے۔ اور گلاب چھڑ کا عود جلایا۔ پنکھا بھی ہاتھ میں لے کر ہلانے لگا۔ آئینہ اُس کے سامنے رکھ دیا۔ اور جہاں تک ہوسکا اس کی خدمت کرتا رہا۔ وہ جوان اُس کی طرف دیکھتا تھا۔ جب جوان اُٹھا کہ باہر کو جائے۔ درویش کا صبر جاتا رہا۔ اور کہا اے لڑکے کیا کرنا چاہئے۔ جس سے تم میری طرف توجہ کرو۔ اس نے کہا تم مرو۔ اور میں تم کو دیکھوں گا۔ درویش گر پڑا اور مر گیا۔ وہ جوان چل دیا۔ ابوعلی نے حکم دیا کہ درویش کو خانقاہ میں لیجائیں۔ یہاں تک کہ کفن دفن کیا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد ابوعلی حج کو جاتے تھے۔ اس جوان کو جنگل میں دیکھا کہ گدڑی گاڑھے کپڑے کی پہنے ہوئے ہے ابوعلی نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم وہی ہو۔ جس نے درویش سے کہا تھا کہ مرجا۔ کہ میں تم کو دیکھوں۔ کہا کہ ہاں حضرت میں وہی ہوں۔ اور یہ میری خطا تھی۔ جو مجھ سے ہوئی۔ شیخ نے کہا یہاں کیسے پڑے ہو۔ اُس نے کہا اُس دن سے اس کام میں پڑا ہوں۔ اس رات میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ مجھے کہتا ہے کہ میں مر بھی گیا۔ تب بھی تم نے مجھے نہ دیکھا۔ بارے اب تو میری طرف دیکھو۔ میں خواب سے بیدار ہوا۔ اور توبہ کی۔ اُس کی قبر پر گیا۔ اپنے بال کترواڈالے۔ گدڑی پہن لی۔ اور خدا سے عہد کیا کہ جب تک زندہ رہونگا ہر سال مکّہ میں جاؤنگا۔ اور اس کے نام پر لبیک کہونگا۔ حج ادا کرونگا۔ اور اس کی قبر پر آیا کرونگا۔ اور جو میں نے قصور کیا تھا۔ اُس کا کفارہ ادا کرتا رہونگا۔

ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ اور عبد الوہاب نام ہے۔ ابوحفص حداد (لوہار) کے ہمعصر ہیں۔ حمدون قصار (دھوبی) کو دیکھا تھا۔ نیشاپور میں امام اور مقدم تھے۔ اکثر علوم شرعی میں سب کو چھوڑ گئے۔ اور صوفیہ کے علم میں مشغول ہوئے۔ ابوعثمان حیری اس کو اچھا سمجھتے تھے۔ وکان احسن المشائخ کلاما فی عیوب النفس وآفات الاعمال یعنے آپ عیوب نفس اور آفاتِ اعمال کے بارہ میں اور مشائخ کی نسبت بہت اچھا کلام کیا کرتے تھے ۳۲۸ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص بزرگوں کی صحبت بطریق عزت نہیں کرتا۔ اس پر اُن کے فائدے اور برکتیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اُن کے نور کا کچھ حصّہ بھی اس پر ظاہر نہیں ہوتا۔ آپ سے لوگوں

نے پوچھا کہ کونسی زندگی بڑی سخت اور زیادہ ناخوش ہے۔ فرمایا سخت زندگی یہ ہے کہ نا امیدی میں جئے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ نا امیدی ایک کفر کا دروازہ ہے خدا سے نا امید ہونا کفر ہے۔ لا یَیْأَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ یعنی خدا کی رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی نا امید نہیں ہوتا۔ اور فرمایا خدا کی رحمت سے نا امید مت ہونا ایک دن آپ محبت اور محبوں کے حالات میں باتیں کر رہے تھے۔ ان باتوں میں یہ دو شعر بھی پڑھے ؎

الی کم یکون الصد فی کل ساعة　　وکم لا تملین القطیعة والهجرا

رویدك ان الدهر فیه کفایة　　لتفریق ذات البین فانتظر الدهرا

یعنی کب تک اپنے وصال سے ہر دم منع کرتا رہیگا۔ اور کب تک جدائی اور قطع تعلق سے دلگیر نہ ہوگا مجھ کو اپنے وصال سے مت روک اور جدائی کو زمانہ کے لئے چھوڑ کہ وہ تفریق باہمی میں کافی ہے۔ پس زمانہ کی تاثیر کے منتظر رہو۔ اور آپ اپنی مجلس میں اکثر کہا کرتے۔ اے وہ ذات کہ سب کو نکمی چیز سے فروخت کرتا ہے۔ اور نکمی کو سب کے بدلے خریدتا ہے۔

ابو علی کاتب مصری رحمۃ اللہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں مصر کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابو بکر مصری ابو علی رود باری کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابو علی مشتولی کے پیر اور صاحب کرامات ظاہرہ ہیں۔ ابو عثمان مغربی آپ کی بزرگی اور کثرت علم کی وجہ سے آپ کو بزرگ جانتے تھے۔ ان کو رود بار کا چاند کہا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر کوئی مسئلہ مشکل ہوتا تھا۔ تو مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کرتا۔ اور آپ سے وہ مسئلہ پوچھ لیا کرتا تھا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ شیخ ابو علی کاتب کا مصر میں ایک مرید تھا جس کو وہ کچھ دیا کرتے وہ فوت ہو گیا۔ آپ اس کی قبر پر گئے۔ اور کہا خداوندا مجھ میں اور تجھ میں یہ واسطہ تھا۔ اور شرک تھا۔ وہ چلا گیا میری توحید درست کر گیا۔ اس حق کے بدلہ کہ اس کے مرنے سے میری توحید درست ہو گئی ہے اُس کے ساتھ نیکی کر۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وصل الینا من صبر علینا یعنے ہماری طرف وہ شخص پہنچ گیا جس نے ہم پر صبر کیا۔ شیخ ابو القاسم نصر آبادی کہتے ہیں کہ ابو علی کاتب سے لوگوں نے پوچھا کہ فقر و غنا میں سے آپ کس کی طرف مائل ہیں۔ فرمایا اس کی طرف جو درجہ میں سب سے بلند ہے۔ پھر یہ دو شعر پڑھے ؎

ولست بنظار الی جانب الغنی اذا کانت العلیاء فی جانب الفقر
وانی بصار علی ما یتو نبی وحسبام ان اللہ اثنی علی الصبر

یعنے میں غنی کی طرف ہرگز نہ دیکھوں گا۔ جبکہ فقر کی جانب بلند ہے مجھ پر جو مصیبت آتی ہے۔ اُس پر صبر کرنیوالا ہوں۔اس کی بزرگی کے لئے یہی کافی ہے کہ خدا نے صبر کی تعریف کی ہے +

ابو علی مشتولی رحمۃ اللہ

۱۰ آپ کا نام حسن بن علی بن موسیٰ ہے۔ آپ ابو علی کاتب اور ابو یعقوب موسیٰ کے شاگرد ہیں۔ مشتول ایک گاؤں ہے جو مصر سے دس فرسنگ پر ہے۔ آپ وہیں ۲۴ ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا آپ نے مجھے فرمایا کہ یا علی میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم درویشوں کو دوست رکھتے ہو۔ اور اُن کی صحبت کی تم کو خواہش ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا ہی ہے۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کیا تم چاہتے ہو۔ کہ درویشوں کی وکالت اور اُن کی ضروریات کے لئے تم کو وکیل بنادوں۔ میں ڈرا کہ کہیں مجھ سے ایسی بات نہ ہو جائے جو نامناسب ہو یا ایسا کام نہ پیش آئے جو مجھ سے نہ ہو سکے۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ اس شرط پر کہ مجھ کو عصمت اور کفایت رہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں عصمت کفایت رہیگی۔ میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد ان کا کام بڑھ گیا۔ اور درویش اپنی آرزوئیں اور ضرورتیں بیکر اُن کی طرف متوجہ ہوئے وہ سب کام درست ہوئے جیسے اُنہوں نے چاہا تھا۔ کہ کفایت سے درست ہو جائیں۔ اپنے اُستاد ابو علی کاتب کی خدمت میں آئے اور اُن سے یہ قصہ بیان کیا اُنہوں نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیا جرم کیا تھا۔ کہ درویشوں میں سے تم کو نکال دیا۔ یعنے درویشی اور افلاس کفایت وغلہ سے بہتر ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور مدد سے کرتے تھے۔ ہرگز غافل نہ ہو مکر اور دھوکا سے بیخوف نہ رہنا۔ ایک دن ایک صوفی ان کے پاس آیا۔ آپ نے ایک اشرفی اس کے سامنے رکھدی۔ اُس نے کہا کہ میں آپ کے پاس اس کے لئے نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ لیلے۔ کیونکہ اس کو میں تم کو نہیں دیتا۔ بلکہ میں تو صرف واسطہ ہوں تمہارے حقوق تم کو پہنچاتا ہوں۔ اس عزیز نے یہ قصہ ابو علی کاتب سے جا کہا۔ شیخ نے کہا کہ مجھ کو یہ گمان نہ تھا۔ کہ دنیا میں کوئی شخص ہوگا۔ کہ ایسی بات کہے۔ شیخ سے ان کی خواب کے قصہ کو بھی کہا۔ شیخ نے کہا۔ رحم اللہ ابا علیا شاہ یری ھذہ ویوفق للقیام

بحقھایعنے خدا تعالیٰ ابوعلی پر رحم کرے۔ اس جیسا یہ خواب دیکھے اور اس کے قیام پر خدا کی طرف سے توفیق دیا جائے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوعلی مشتولی مشتول سے بصرہ میں گئے شیخ ابو یعقوب موسٹی کی زیارت کے لئے بصرہ میں پھرتے تھے۔ اور کسی سے یہ نہیں پوچھتے تھے۔ کہ ان کا گھر کہاں ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک کوچہ میں ان کا گذر ہوا۔ ایک دُھنیے کی دکان دیکھی۔ اُس کا شاگرد وہاں پر بیٹھا تھا۔ اس کے پاس گئے۔ اور اس سے اس کا حجرہ دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ اُن کو ملنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کہ جب اس کے پاس جاؤگے وہ تم سے کہیگا کہ چلے جاؤ اور اپنا کام کرو۔ جو شخص ان کے پاس جاتا ہے اس کو یہی کہتے ہیں۔ آپ نے دونوں ہاتھ اس کے حجرہ کے دروازہ پر رکھے۔ اندر سے آواز آئی کہ چلے جاؤ۔ میں چلا گیا۔ کہا کہ آؤ بیٹھ جاؤ۔ میں تم کو یہ نہ کہونگا۔ کہ جاؤ اپنا کام کرو۔ یہ کام معمولی کام نہیں ہے۔ کچھ اَور ہی بات ہے جو ہر کام سے بہتر ہے یعنے خدا کے ساتھ حضوری +

ابوعلی رازی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ اذا رایت اللہ عزوجل یوحشک اللہ من خلقہ فاعلم انہ یرید ان یونسک بنفسہ یعنے جب تو خدا کو دیکھے کہ وہ تجھ کو لوگوں کی طرف سے وحشت میں ڈالتا ہے تو جان لے کہ وہ چاہتا ہے کہ تجھ کو اپنا دوست بنالے +

ابوعلی خیران رحمۃ اللہ

آپ کا نام حسن بن صالح بن خیران ہے فقیہ شافعی تھے۔ فقہ اور تقوےٰ کے جامع تھے۔ آپ کو تکلیف دی گئی کہ قاضی القضاۃ کا عہدہ اختیار کریں لیکن قبول نہ کیا کہتے ہیں کہ علی بن عیسٰی مقتدر باللہ کے وزیر تھے۔ اُس نے داروغہ سے کہا کہ شیخ ابوعلی خیران کو بلالا تاکہ قضا کا عہدہ ان کو دیا جائے۔ آپ نے سُنا او چھپ گئے چند سپاہیوں کو اُن کے دروازہ پر بٹھا دیا۔ کہ جب پانی کی طلب کو باہر نکلینگے پکڑ لانا۔ دس دن سے بڑھ کر باہر نہ نکلے وزیر کو اس کی خبر پہنچی۔ اُس نے کہا کہ ان کو چھوڑ دو۔ ہمارا مقصود یہ تھا۔ کہ ہمارے ملک میں ایسا شخص ہے۔ کہ مشرق، مغرب کی قضا کا عہدہ اُس کو دیا گیا۔ لیکن اُس نے اُس کو قبول نہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ اذا استند الرجل نام عقلہ یعنے جب مرد تکیہ لگالے تو اُس کی عقل سو جاتی ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں جب دل بیدار

ہوتا ہے تو آدمی معلق رہتا ہے۔

ابو علی سیرجانی رحمۃ اللہ

کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک مسافر آیا۔ اُس نے ایک سوئی کے لئے آپ کو ستر دفعہ بازار بھیجا کہ اس سے بہتر لائے شیخ ابو علی باوجود اپنے بڑھاپے اور ضعف کے جاتے تھے۔ اور دوسری لاتے تھے آخرکار پھر وہی دفعہ سوئی بنانے والے کو ہمراہ لے آئے کہ جس طرح کی آپ چاہتے ہیں بنوالیں۔ اس مسافر نے کہا کہ تم نصیحت خادم سے بڑھ کر نہیں تھے۔ کہ تمہارا دل گھبرا گیا۔ میں صرف تجربہ کرتا تھا۔ اگر سوئی بنانے والے کو نہ لاتے تو میں تم کو سات سو بار بھیجتا۔

عبداللہ بن محمد معروف بمرتعش رحمۃ اللہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد نیشاپوری ہے بغداد کے محلہ حیرہ کے رہنے والے عراق کے یگانہ مشائخ اور اُن کے امام تھے۔ ابو حفص حداد کے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت جنید کو دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ بغداد کی تین عجائبات میں شبلیؒ کی فریاد مرتعشؒ کا نکتہ، خلدی کی حکایات۔ مرتعش بغداد میں مسجد شونیزیہ میں رہتے تھے۔ اور وہیں ۳۲۸ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ بقول بعضے ۳۲۳ھ میں۔ ابو حفص نے ان کو سیر کے لئے حکم دیا تھا۔ اس لئے آپ ہر سال ہزار فرسخ سفر کرتے تھے جس میں پاؤں اور سر ننگا ہوتا تھا۔ کسی شہر میں دس روز سے زائد نہیں ٹھیرتے تھے۔ کبھی صرف تین دن تک ٹھیرتے۔ ابراہیم بن مولد کہتے ہیں کہ مرتعش رقہ میں آئے۔ ابراہیم قصار (دھوبی) نے ان کو ایک طباق، روٹی، اور انگور کا بھیجا۔ مرتعش کے پاس ایک پوستین اور چادر تھی چادر کو تہمند بنایا اور پوستین کو بیچ ڈالا۔ اس کی قیمت سے روٹی، انگور خرید لیا۔ اور ابراہیم قصار کے پاس بھیج دیا۔ کہلا بھیجا نان و انگور کے بدلہ نان و انگور بھیجتا ہوں۔ اگر تم کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہے تو باہر نکلو۔ ابراہیم مولد کہتے ہیں کہ ابراہیم قصار نے ہم سے کہا۔ کہ جب تک وہ یہاں ہیں اُن سے کچھ نہ کہنا بلکہ اس کو سلام تک نہ کہنا۔ آپ مدت دراز تک رقہ میں رہے۔ ایک دن میں اُن کے پاس گیا۔ اور میں نے کہا۔ اے ابو محمدؒ تم ابھی تک باوجودیکہ ہماری طرف سے تمہاری بہت ذلت ہوئی ہے یہاں ہی مقیم ہو؟ فرمایا کہ ہاں میں اسی لئے یہاں اس قدر ٹھیر گیا ہوں۔ ورنہ میں اور شہروں میں چند روز سے بڑھ کر نہیں ٹھیرا کرتا۔ مرتعش فرماتے ہیں:

کہ میں نے ہرگز کبھی اپنے آپ کو باطن میں خاص نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو بظاہر عام نہ دیکھا ہو۔ یعنے جب کبھی اپنے آپ کو ظاہر عوام سے ممتاز نہ کیا تب خاص میں سے دیکھا۔ آپ سے پوچھا گیا۔ تصوف کیا چیز ہے۔ کہا اشکال و بلیس و کتمان یعنے اپنے حال کو مشکل بناؤ تا یعنے بلیس کرنا کہ لوگ اُس تک راہ نہ پائیں اور اپنے آپ کو چھپانا۔ آپ سے پوچھا ای الاعمال افضل یعنے اعمال سے کونسا عمل افضل ہے کہا رویۃ فضل اللہ یعنے خدا کے فضل کا دیکھنا۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

ان المقادیر اذا ساعدت ۔ الحقت العاجز بالحازم

یعنے جب تقدیریں مدد کرتی ہیں۔ تو عاجز کو قوی سے ملا دیتی ہیں۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ افضل الارزاق لصحیح العبودیۃ وملازمۃ الخدمۃ علی السنۃ یعنے بہتر رزق یہ ہے کہ عبودیت کا صحیح ہونا اور خدمت کا سُنت کے طریقہ پر پابند رہنا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرا پہلے یہ کام تھا۔ کہ میں زمیندار کا لڑکا تھا۔ نیشاپور میں اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک جوان آیا۔ گدڑی پہنے ہوئے تھا۔ پُرانی چادر سر پر تھی۔ میری طرف اُس نے اشارہ کیا۔ اور لطیف طرز سے کچھ مانگا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ جوان تندرست ہے اس کو سوال کرنے سے شرم نہیں آتی۔ میں نے اُس کو کچھ جواب نہ دیا۔ اُس نے ایسی بلند آواز کی۔ کہ میں ڈر گیا پھر کہا اعوذ باللہ مما خامر سرک واختلج بہ صدرک یعنے میں اس سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے دل میں کھٹکھٹائی ہے۔ میں یہ سُنکر بیہوش ہو گیا۔ جب مدت کے بعد مجھے ہوش آیا۔ تو وہ جوان چل دیا تھا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔ اور جو کچھ میں نے کیا تھا اس سے بڑا شرمسار ہوا تھا۔ جب رات ہوئی تو نہایت غمگین ہو کر سویا۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو میں نے خواب میں دیکھا۔ اور وہ جوان ان کے ساتھ ہے۔ حضرت امیر نے مجھے اشارہ کیا۔ ملامت کی۔ اور یہ فرمایا۔ ان اللہ لا یجیب مانع سائلہ یعنے اللہ تعالےٰ ایسے شخص کی دعا قبول نہیں کرتا۔ جو کہ اپنے سائل کو رد کرتا ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا۔ اور جو مال میرے پاس تھا۔ اس کو میں نے تقسیم کر دیا خود سفر اختیار کیا۔ پھر پندرہ سال کے بعد میں نے سُنا کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے۔ نیشاپور میں واپس گیا۔ اور خدا تعالےٰ سے دُعا مانگی۔ کہ مجھ کو اس میراث سے جو مجھے پہنچی خلاصی دے۔ اللہ تعالےٰ نے میری دعا قبول کی۔ اور اُس سے مجھے نجات دی۔ لیکن اس جوان کا غصہ ہمیشہ مجھے پیش نظر ہے اور اس کی شرمندگی سے کبھی غافل نہیں ہوں۔ اور نہ رہوں گا یہاں تک کہ خدا تعالےٰ سے جا ملوں ❖

عبداللہ بن محمد بن منازل قدس اللہ سرہٗ

آپ چوتھے طبقہ میں سے ہیں، آپ کی کنیت ابو محمدؒ ہے۔ نیشاپور کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کا ایک ایسا طریقہ ہے جس میں تنہا ہیں۔ احمدون قصار کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور علم طریقت اُن سے حاصل کیا ہے علوم ظاہریہ کے بڑے عالم تھے۔ مشائخ میں سے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ایک مرد اور نصف مرد کو پہچانتا ہوں۔ نصف مرد تو نصر آبادی ہے جو کہ لوگوں کا برائی سے نام نہ لیتا تھا۔ اور پورا مرد عبداللہ بن منازل ہے۔ کہ لوگوں کا خود نام ہی نہ لیتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقر میں زور اور زبردستی سے آئے وہ خراب ہوتا ہے۔ اور جو شخص ضعف سے آئے وہ قوی ہوتا ہے یعنے نیاز اور عزت و ارادہ سے آئے نہ دعویٰ اور قوت کے ساتھ۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں، کہ اس شخص میں کچھ بھی نہیں جو کہ کسب کی ذلت اور سوال کی ذلت اور رد کی ذلت دیا گیا ہو۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے وہ چیز لازم کرلے جس کا وہ محتاج نہیں ہے۔ تو وہ اپنے احوال سے ایسی وہ چیزیں دور کر دیگا۔ کہ جن کا وہ محتاج ہے۔ اور بغیر اس کے اس کی گذر نہ ہوتی ہو۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر بندہ کو ساری عمر میں ایک دم بھی ایسا ملجائے جو ریا و شرک سے پاک ہو تو ضرور اس کی برکتیں آخر عمر میں اس میں اثر کرینگی +

عبداللہ بن حداد رازی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں، کہ انہوں نے فرمایا ہے۔ جو شخص خدا کے حق کو جوانی میں چھوڑ دے اس کو بڑھاپے میں چھوڑ دیتے ہیں۔ اور مدد نہیں دیتے +

عبداللہ بن عصام مقدسی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں، کہ آپ نے مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ اس کام کی حقیقت جس میں کہ ہم ہیں کیا ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالےٰ سے شرم کرنی کہ جب خلقت کے ساتھ رہے اس سے غافل رہے یعنے چاہئے کہ خیف ظاہر میں لوگوں کے درمیان رہے تو باطن خدا کے ساتھ رہے اور خدا سے شرم کرے کہ باطن میں بھی مخلوق کے ساتھ مشغول رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور چل دئے۔ آپ کے پیچھے پیچھے میں بھی چلا۔ میں نے

عرض کی یارسول اللہ کچھ اور فرمایئے۔ فرمایا لوگوں پر اس وقت بخشش کر۔ تا جبکہ خدا کے ساتھ رہے یعنی جبکہ باطن میں خدا کے ساتھ رہے تو چاہئے کہ بظاہر مخلوق کے ساتھ رہے۔ اور ان پر مہربانی کرتا رہے اور ان کے حقوق کو ضائع نہ کرے +

عبداللہ نیاذاتی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ میں نے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ کس گروہ کے ساتھ میں بیٹھوں۔ فرمایا اس قوم کے ساتھ کہ جو مہمانی کرتے ہیں یعنی تونگروں کے ساتھ +

ابوالخیر تنیاتی اقطع رحمۃ اللہ علیہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام حماد ہے۔ تینات میں غلام تھے جو مصر سے دس فرسنگ کے فاصلہ پر ہے کہتے ہیں۔ کہ تینات مصیصہ میں سے ہے۔ جو کہ مغرب کی ولایت میں ہے۔ زنبیل بُنا کرتے تھے۔ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ کیسے بُنا کرتے ہیں۔ اور جب کوئی نہ ہوتا تو اس کو دونوں ہاتھوں سے دیکھتے تھے۔ ورنہ دراصل ان کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے۔ شیر سے اُن کی محبت تھی۔ قیل لہٗ یلغنا ان السباع تانس بک قال نعم الکلاب یانس بعضہا ببعض یعنے آپ سے کہا گیا کہ درندے جانور آپ سے محبت کرتے ہیں۔ کہا ہاں کُتے ایک دوسرے سے اُنس رکھتے ہیں۔ آپ اپنے وقت میں زمین کے قطب اور ملجا تھے اور لوگوں کے حالات کی طرف متوجہ تھے سنہ ۳۴۰ھ میں انتقال ہوا تھا۔ آپکے کمالات و بشارات بہت ہوئے ہیں۔ ابو عبداللہ جلا اور جنیدؒ وغیرہ مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ جو توکل کے طریق میں یگانہ گزرے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ جو شخص اپنا عمل ظاہر کرے وہ ریاکار ہے۔ اور جو شخص اپنا حال ظاہر کرے وہ مدعی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا کہ دریا میں پانی پر جارہا ہے۔ آپ دریا کے کنارہ پر تھے اس مرد کو دیکھا کہ پانی پر چلا جارہا ہے۔ کہا کہ یہ کیا بدعت ہے خشکی میں آ اور چل دوسری دفعہ ایک اور شخص کو دیکھا کہ ہوا پر اُڑا جارہا ہے کہا یہ کیا بدعت ہے۔ آخر اس کو چلا کر کہا کہ کہاں جاتے ہو کہا حج کو۔ کہا اب جاؤ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جو شخص کرامات کو بیچتا ہے۔ کہ لوگ اس کو قبول کریں۔ وہ شخص مغرور ہے اور کرامات کا خریدار کُتا اگرچہ کُتے کی آواز نہ بولے پھر بھی کُتا ہی ہے یعنی حقیقت تصوف کرامات نہیں ہے۔ اس کے سوا دوسری چیز ہے کرامت زاہدوں اور عابدوں

کو اچھی معلوم ہوتی ہیں. صوفی عارف کرامات سے بڑھ کر ہے. وہ مجسم کرامات ہی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں. عباس بن محمد خلال کہتے ہیں کہ میں مرو سے جا رہا تھا. ابوالخیر تیناتیؒ نے مجھ سے کہا گدڑی گردن پر ڈالے کہاں جاتے ہو. میں نے کہا کہ طرپوس اور بیت المقدس کو. کہا کیوں گوشہ میں بیٹھ کر خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے. شیخ الاسلام کہتے ہیں. کہ وہ گوشہ کہاں ہے۔ کہا وہاں ہے جہاں تم نہ ہو. شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوصالح حدثانی کہتے ہیں۔ اس کا نام ہارون تھا جو کہتا ہے کہ میں ابوالخیر تیناتی کی زیارت کو ان کے گھر پر گیا. مجھے کہا کہ اب کہاں کا سفر کرو گے میں نے کہا طرپوس کا. کہا اس سال کہاں کی نیت ہے۔ کہا مکہ معظمہ کی. کہا خدا نے تم کو ایک چیز دی ہے. جس کا تم نے حق نہیں جانا. اور اس کو اچھی طرح نہیں نبھایا. اس لئے تم کو جنگلوں اور دریاؤں میں پراگندہ کر رہا ہے. ابوصالح نے کہا. اے شیخ حج اور جہاد کو کہتے ہو. کہا. ہاں. حج اور جہاد کو کہتا ہوں. کیوں اپنے وقت کو غنیمت نہیں جانتے. اور اس میں بیٹھے نہیں رہتے. شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک مرید خلال مزوری کے پاس گیا. اور اس سے سفر کی اجازت مانگی. پیر نے کہا کیوں جاتے ہو. کہا پانی جب نہ چلے تو سیاہ ہو جاتا ہے. پیر نے کہا کیوں بحر انہیں بنتا کہ نہ چلے اور سیاہ بھی نہ ہو. ابوالخیر تیناتی کے اصحاب میں سے ایک شخص کہتا ہے۔ کہ ایک دن شیخ بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا وعلیکم السلام. میں نے کہا کیا فرشتوں سے کہتے ہو کہا نہیں. بلکہ آدم علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ایک ہوا میں اڑا جاتا تھا. اس نے مجھے سلام کہا تھا. میں نے اس کا جواب دیا. ابوالحسین قرانی کہتے ہیں. ابوالخیر تیناتی کی زیارت کو میں گیا. جب میں ان سے وداع ہونے لگا تو وہ مسجد کے دروازہ تک آئے اور کہنے لگے. اے ابوالحسین مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس خرچ نہیں ہے. لیکن یہ دو سیب اپنے ساتھ لے جا. میں نے ان سے لے لئے. اور جیب میں ڈال لئے. تین دن گذر گئے. کہیں سے کچھ نہ ملا. ان دو سیبوں میں سے ایک نکال کر میں نے کھایا. پھر میں نے چاہا کہ دوسرا سیب نکالوں. تو کیا دیکھتا ہوں. دونوں سیب میری جیب میں موجود ہیں. پھر میں ان سیبوں میں سے کھاتا اور پھر موجود ہو جاتے. یہاں تک کہ میں موصل تک پہنچ گیا. میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ سیب میری معلوم روزی ہو گئے ہیں. انہوں نے میرے توکل کو بگاڑ دیا ہے. میں نے ان کو جیب سے نکال لیا. اور میں نے کہا کہ ایک درویش نے اپنے آپ کو چادر میں لپیٹا ہوا ہے. اور یہ کہہ رہا ہے کہ مجھ کو سیب کی خواہش ہے. میں نے وہ دونوں اسی کو دیدیئے. جب میں وہاں سے گذرا. تو میرے دل میں گذرا. کہ شیخ ابوالخیر نے

نے سبب اسی کو بھیجے تھے۔ پھر میں نے اُس درویش کو ڈھونڈا تو نہ پایا۔ ایک صوفی کہتا ہے کہ میں شیخ ابوالخیر تیناتی کے پاس تھا۔ اُنہوں نے اپنی ابتدائی حالت بیان کی۔ میں نے اُن سے پوچھا۔ کہ تمہارے ہاتھ کٹ جانے کا کیا سبب ہے۔ کہا ہاتھ نے گناہ کیا تھا۔ لوگوں نے کاٹ دیا۔ مجھے اس وقت یہ گمان ہؤا کہ شاید جوانی میں اُن سے کچھ ایسا قصور ہؤا جس کی سزا ہاتھ کٹنا ہو۔ میں نے کچھ نہ کہا یہاں تک کہ چند سال کے بعد میں چند مشائخ کے ساتھ ان کے پاس تھا۔ آپس میں ایک دوسرا ان کرامتوں کا ذکر کرتا جو خدا نے ہر ایک کو دی ہیں۔ یہاں تک کہ زمین طے کرنے کی بات چھڑی۔ وہاں ہر ایک باتیں کرتا تھا۔ ابوالخیر کی طبیعت اس سے تنگ ہوئی اور کہا کہ تم کب تک یہ کہتے رہو گے کہ فلاں شخص ایک رات میں مکہ میں چلا جاتا ہے۔ اور فلاں ایک دن میں۔ میں ایک حبشی غلام کو پہچانتا ہوں۔ کہ ایک دن طرابلس کی جامع مسجد میں بیٹھا ہؤا تھا۔ مراقبہ میں سر کیا ہؤا تھا۔ حرم کی خوشی اُس کے دل میں پیدا ہوئی کہنے لگا۔ کاش میں اس وقت حرم میں ہوتا۔ جب سر اٹھایا تو اپنے آپ کو حرم میں پایا۔ وہ جماعت ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگی۔ اور ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگی۔ کہ یہ حبشی غلام وہی ہے۔ پھر اس جماعت میں سے ایک نے گستاخی کر کے پوچھا۔ یہ لوگ پوچھتے ہیں۔ کہ تمہارے ہاتھ کٹ جانے کا کیا سبب ہؤا ہے کہا ہاتھ نے گناہ کیا تھا۔ اس لئے کاٹ دیا گیا۔ اُنہوں نے کہا مدّت سے آپ یہی جواب دیتے ہیں ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس کا سبب بتلاؤ۔ کہا کہ میں مغرب کا رہنے والا تھا۔ مجھے سفر کی خواہش پیدا ہوئی اسکندریہ میں آیا۔ اور بارہ سال تک وہیں رہا۔ پھر وہاں سے سفر کیا اور بارہ سال اور شطا اور دمیاط میں مقیم رہا صوفیوں نے کہا کہ اسکندریہ تو بڑا آباد شہر ہے وہاں تو رہ سکتے ہیں۔ لیکن شطا اور دمیاط میں تو کچھ آبادی نہیں۔ وہاں کیونکر رہتے تھے۔ کیوں اسکندریہ میں نہ رہے کہا کہ خلیج و دمیاط کے کنارہ پر میں نے ایک جھونپڑی بانسوں کی بنا رکھی تھی۔ اور ان دنوں میں دمیاط میں مسافر بہت آیا کرتے تھے۔ جب رات کے وقت کچھ کھاتے اور دستر خوانوں کو فصیل کے باہر گراتے تھے۔ میں بھی کتوں سے مزاحمت کرتا اور اپنا حصہ لے لیتا تھا۔ گرمیوں میں میری یہ غذا ہوتی تھی۔ جب سردی کا موسم آتا تو میرے گھر کے گرداگرد بردی[1] بہت ہوتی تھی۔ زمین سے نکالتا تھا۔ اور اس کی تازہ اور سفید جڑ کو کھا لیا کرتا تھا۔ اور جو خشک سبز ہوتی تھی۔ اس کو پھینک دیا کرتا تھا۔ یہ میری غذا تھی اتفاقاً ایک دن میرے دل میں یہ بات آئی کہ اے ابوالخیر تو ایسا گمان کرتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ

[1] ایک قسم کی گھاس جس کی شاخ اور پتوں سے بوریے بُنتے ہیں۔

ان کی غذا میں شریک نہیں ہے۔ اور توکل کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ معلوم رزق کے درمیان بیٹھا ہُوا ہے الہٰی میرے سردار اور میرے مولا مجھ کو تیری عزت کی قسم ہے کہ جو چیز زمین سے اُگے میں اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤنگا۔ اور کچھ نہ کھاؤنگا۔ مگر وہی جو تو بھیجے۔ بارہ دن اور گذر گئے۔ نماز فرض سنت، نفل پڑھا کرتا تھا۔ اُس کے بعد نفلوں سے عاجز ہو گیا۔ اور بارہ دن تک فرض و سنت پورے کرتا رہا۔ اس کے بعد سنت سے بھی عاجز آ گیا۔ اور بارہ دن تک فرض پڑھتا رہا۔ اس کے بعد قیام سے عاجز ہو گیا اور بارہ دن تک بیٹھ کر نماز پڑھتا رہا۔ پھر بیٹھنے سے بھی عاجز ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ فرض بھی مجھ سے فوت ہوتے ہیں۔ پس خدا سے میں نے پناہ مانگی اور دل میں کہا۔ کہ خداوندا میرے سردار مجھ کو تو نے خدمت سپرد کی ہوئی ہے۔ جس کی بابت کل کو تو سوال کریگا۔ اور میرے رزق کا تو خود ضامن ہو چکا ہے۔ پس جس رزق کا تو ضامن ہو چکا ہے وہ مجھے عنایت کر۔ اور جو عہد کہ میں نے تجھ سے کیا ہے اس پر مجھے مواخذہ نہ کرنا (یعنی مجھ سے عہد نہ ٹوٹ جائے) اتفاقاً میں نے دیکھا کہ میرے سامنے دو روٹیاں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور ان کے اندر کچھ رکھا ہُوا ہے (از قسم سالن) یہ نہ بتلایا کہ وہ کیا چیز تھی۔ اور دوستوں میں سے کسی نے نہ پوچھا کہ کیا تھا پس ہمیشہ ان دو روٹیوں کو ایک رات سے دوسری رات تک پاتا۔ اس کے بعد مجھ کو ایسا اشارہ ہوا کہ سرحد کو لڑائی کے لئے جانا چاہئے۔ تب میں روانہ ہو گیا۔ ایک گاؤں میں گیا۔ اتفاقاً وہ جمعہ کا دن تھا مسجد جامع کے صحن میں ایک شخص قصہ زکریا علیہ السلام اور ان کا درخت کے پاس آنا اور آرہ سے ان کا دو ٹکڑے ہو جانا پھر ان کا صبر کرنا۔ بیان کر رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خداوندا میرے سردار زکریا علیہ السلام ایک بڑے صابر شخص گذرے ہیں۔ اگر مجھ کو کسی بلا میں مبتلا کرے تو میں بھی صبر اختیار کرونگا۔ اس کے بعد میں روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ انطاکیہ میں پہنچا۔ میرے بعض دوستوں نے دیکھا کہ سرحد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے لئے تلوار، ڈھال، برچھ لائے۔ تب میں سرحد کو گیا۔ اور خدا تعالےٰ سے شرم کی کہ دشمن سے ڈر کر فصیل کے باہر مقام کروں دن کو اس جنگل میں کہ فصیل کے باہر تھا میں نے مقام کیا۔ رات کو دریا کے کنارہ پہ آتا تھا۔ برچھ کو تو زمین میں گاڑ دیتا تھا۔ اور ڈھال کو باہر رکھ کر محراب بناتا تھا۔ اور تلوار کو حمائل بناتا تھا۔ جب صبح کی نماز پڑھ لیتا تھا تو جنگل میں چلا جاتا تھا۔ ایک دن جو میں نے دیکھا تو میری نگاہ ایک درخت پر پڑی جس کے بعض میوے پکے ہوئے تھے۔ اور بعض سبز تھے۔ اُن پر اوس پڑی ہوئی تھی۔ اور چمکتی تھی۔ مجھ کو اچھی معلوم ہوئی اس نے اس عہد کو مجھے بھُلا دیا

اس درخت کی طرف میں نے ہاتھ بڑھایا۔ اور اس درخت کے میوے سے کچھ میں نے لیا۔ کچھ تو مُنہ میں ڈالا۔ اور کچھ ہاتھ میں تھا۔ کہ وہ عہد مجھ سے یاد دلایا گیا۔ جو میوہ میرے ہاتھ میں تھا وہ تو میں نے پھینک دیا۔ اور اپنے سے کہا محنت و بلا کا وقت آ گیا۔ ڈھال اور برچھے کو دُور پھینک دیا اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔ ہاتھ اپنے سر پر رکھا۔ ابھی کچھ عرصہ نہ ہُوا تھا۔ کہ سواروں اور پیادوں کی ایک جماعت میرے گرد جمع ہو گئی۔ اور کہنے لگی۔ اُٹھ۔ تب میں اُٹھا۔ وہ مجھے ساتھ لے گئے۔ یہاں تک کہ دریا کے کنارہ تک پہنچے۔ میں نے دیکھا کہ اس اطراف کا امیر سوار کھڑا ہے۔ اور سوار پیادے اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ اور سپاہیوں کی ایک جماعت کہ جو اکثر راستہ میں لوٹ مار کرتی تھی۔ اس کے سامنے موجود تھی جب میں امیر کے سامنے گیا۔ کہا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ پھر ان سپاہیوں سے پوچھا۔ کہ تم لوگ اس کو پہچانتے ہو اُنہوں نے کہا کہ نہیں۔ کہا کہ یہ تمہارا سردار ہے۔ اپنے آپ کو اس کے قربان کرتے ہو۔ پھر حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو۔ ایک ایک کو بلا کر پیش کرتے تھے۔ اور ہر ایک کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ لیتے تھے۔ جب میری باری آئی تو کہا آگے آؤ۔ اور اپنے ہاتھ کو بڑھاؤ۔ میں نے بڑھایا اُس کو کاٹ دیا۔ پھر کہنے لگے کہ پاؤں کو بڑھاؤ۔ میں نے بڑھایا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ خداوندا میرے ہاتھ نے گناہ کیا تھا۔ پاؤں کا کیا گناہ ہے۔ اتفاقاً ایک سوار جو ان میں کھڑا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرایا۔ اور کہا کیا کرتے ہو۔ کہ آسمان زمین پر گرا چاہتا ہے۔ یہ فلاں نیک شخص ہے۔ اور میرا نام بتلایا۔ اُس امیر نے اپنے آپ کو گھوڑے پر سے گرایا۔ اور میرے ہاتھ کٹے ہوئے کو اُٹھایا اور چوما اور مجھ کو لپٹ گیا اور رونے لگا کہ مجھ کو معاف کر دیجئے۔ میں نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی معاف کر رکھا تھا۔ یہ ہاتھ جس نے گناہ کیا تھا۔ اس لئے کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد میں رویا اور کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہو گی۔ ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ دو روٹیاں بھی گئیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ایک پیر تھا جس کا نام زہیر بن بکیر تھا۔ وہ عالم صاحب تصانیف تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا تھا۔ کہ میرے غلام غصہ نہ ہوتے تھے۔ اور میں ان میں سے انہیں کو رکھتا جو اصل عرب کے ہوتے تھے۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا۔ کہ غلاموں کا گروہ جوق جوق آسمان کے دروازہ تک ہے۔ مجھ کو کہا گیا کہ اے لڑکے یہ جو تم دیکھ رہے ہو سب عجمی غلام ہیں۔ ان میں سے صرف ایک عرب کا ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں اس گروہ کے تیرہ ابوالخیروں کو پہچانتا ہوں سب

غلام آزاد شدہ جہاں کے سردار تھے اور کئی ایک کے نام لئے منجملہ ان کے ابوالخیر تینانی، ابوالخیر عسقلانی، ابوالخیر حمصی، ابوالخیر مالکی، ابوالخیر حبشی، ابوالخیر حبشی سب سے پچھلا ابوالخیر ہے۔

ابوالخیر حبشی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ عمو شیخ عباس ان کی زیارت سے فخر کیا کرتے تھے۔ آپ مکہ کے مجاور رہے ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص مسجد حرام میں آیا۔ اور کہا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو جوانمرد کہتے ہیں۔ پھر صوفیوں کی طرف اشارہ کیا اور حقارت کے طور پر کہنے لگا۔ جوانمرد یہ لوگ ہیں۔ ایک گھڑی کے بعد شیخ ابوالخیر حبشی ایسے رعب اور ہیبت سے آرہے تھے۔ کہ ان کے چہرہ پر زردی ظاہر ہوتی تھی۔ جو بات اس شخص نے کہی تھی شیخ نے وہ بات سن لی۔ اس لئے کہا کہ وہ کون شخص ہے۔ جو کہتا ہے جوانمرد کہاں ہیں۔ جوانمرد ہو تو جوانمرد کو دیکھ کہتے ہیں۔ کہ وہ وہیں ہیں۔ کہ جن کی قبر ابرقوہ میں ہے۔ ان کا نام اقبالی تھا۔ اور ان کا لقب طاؤس الحرمین، کنیت ابوالخیر، آپ جرجان کے ایک امیر شخص کے حبشی غلام تھے۔ اس وقت بھی خدا کی بندگی میں بہت مشغول رہے تھے۔ ان کا مالک ہمیشہ کہتا کہ کچھ مجھ سے مانگو وہ کچھ نہ مانگتے تھے۔ ایک دن اس نے بہت ہی اصرار کیا۔ آپ نے کہا اگر کچھ دینا چاہتے ہو تو مجھ کو خدا کے لئے آزاد کر دو۔ مالک نے کہا کہ میں نے کئی سال سے تم کو آزاد کر رکھا ہے۔ تم کو اپنا مالک بنایا ہوا ہے۔ پس رخصت کر دیا۔ پھر آپ بغداد کی طرف ایک شیخ کی زیارت کے لئے آئے جب وہاں پہنچے تو وہ شیخ مرگ کے قریب تھے۔ جب انہوں نے سلام کہا تو کہا وعلیک السلام یا ابوالخیر ہم تمہارے مشتاق تھے۔ تمہارا شریف لقب ہے۔ کہ حجاز اس سے مشرف ہوگا۔ اور اس کو حرمین شریفین کی مجاورت کی وصیت کی۔ کہا کہ تمہارا مقصود وہاں حاصل ہوگا۔ انہوں نے ساٹھ سال تک حرمین شریفین کی مجاورت اختیار کی۔ اور کبھی کسی سے کوئی چیز طلب نہ کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ساٹھ سال مکہ اور مدینہ میں میں نے مجاورت کی۔ اور بہت سختیاں اٹھائیں۔ جب میں چاہتا کہ کسی سے سوال کروں۔ غیب سے آواز آتی۔ کہ تمہیں شرم نہیں آتی جس منہ کو ہمارے سامنے سجدہ میں رکھتا ہے۔ اس کو ہمارے غیر کے سامنے خوار کرتا ہے کہتے ہیں کہ جب روضہ مقدسہ صلے اللہ علیہ وسلم پر آتے اور کہتے السلام علیک یارسول الثقلین جواب آتا وعلیک السلام یا طاؤس الحرمین۔ آپ فرماتے ہیں۔ الحرمن یوجب علی نفسه خدمة الاحرار والفتی من لا یری لنفسه علی احد منة ولا یری لنفسه استغناء عن احد یعنی آزاد

وہ شخص ہے کہ اپنے نفس پر آزادوں کی خدمت لازم کرلے۔ اور جوان وہ ہے کہ کسی پر اپنا احسان نہ رکھے۔ اور اپنے نفس کو کسی سے غنی نہ سمجھے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ آزادوں کی تجارت نیکی ہے اور تواضع ان کا نفع ہے۔ دنیا سے ۳۸۳ھ میں انتقال ہُوا ہے رحمۃ اللہ والمغفرۃ +

ابوالخیر عسقلانی رحمۃ اللہ

آپ بغداد میں آئے۔ اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ مشائخ کی صحبت میں رہے تھے وہاں سے ایک گاؤں میں جا کر قبیلدار بن گئے۔ اور وہیں ان کی وفات ہوئی +

ابوالخیر حمصی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نے کعبہ کے جنگلوں کو بارہا توکل کے قدم سے قطع کیا ہے۔ اور بغداد میں ۳۱۰ھ کے بعد فوت ہوئے ہیں +

ابراہیم بن شیبان کرمانشاہی قرمیسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ ابو اسحٰق کنیت ہے۔ پہاڑ کے شیخ تھے۔ اپنے وقت میں ان کی پرہیزگاری کے بڑے درجے تھے جس سے لوگ عاجز تھے۔ ابوعبداللہ مغربی اور ابراہیم خواص کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ عبداللہ منازل سے لوگوں نے پوچھا کہ ان کی نسبت کیا کہتے ہو۔ کہا ابراھیم حجۃ اللّٰہ علی الفقراء واھل الادب والمعاملات یعنی ابراہیم فقرا اور اہل ادب اور اہل معاملات پر خدا کی ایک حجت و دلیل ہے ۳۳۰ھ میں انتقال ہُوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مشائخ کی عزت کو نگاہ نہ رکھے تو وہ جھوٹے دعووں اور نکمی لافوں میں گرفتار اور رسوا ہوتا ہے آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ باپ نے مجھے یہ وصیت کی تھی۔ کہ علم آداب ظاہری کے لئے سیکھ اور تقویٰ آداب باطن کے لئے اختیار کر اور اس چیز سے دور ہو جو تجھ کو خدا تعالیٰ سے منع کردے۔ کیونکہ یہ کم اتفاق ہوتا ہے۔ کہ کوئی اس سے منہ نہ پھیر دے۔ پھر اس دولت کو پالے۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو +

۱؎ یعنی اتحاد حقیقی میں غیریت نہیں ہوتی + ۱۲-

ابو زید مرغزی خراسانی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام قدس سرہٗ کہتے ہیں۔ کہ خواجہ ابو زید مرغزی فقیہ خراسانی حج کو جاتے تھے کرمانشاں میں پہنچے۔ ابراہیم شیبان کو وہیں پایا۔ اس سال حج کو چھوڑ دیا۔ اور اس کی صحبت اور دل کی آبادی کو ضرور سمجھا اس کے بعد تین حج کئے۔ جب خواجہ ابو زید نے انتقال کیا۔ اس دن بارش بہت تھی باہر نہ لے جاسکے۔ گھر میں عاریتاً دفن کر دیا کہ پھر باہر نکال لینگے۔ جب لوگوں نے چاہا کہ باہر لیجائیں دیکھا تو قبر میں نہ تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ ولایت فقہ سے حاصل نہ کی تھی۔ بلکہ اُسے پیر کی صحبت سے حاصل ہوئی تھی۔

ابراہیم بن احمد بن مولد الصوفی الرقی رحمۃ اللہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ رقہ کے بڑے مشائخ اور اُن کے جوانوں میں سے ہیں۔ ابو عبداللہ جلا، ابراہیم قصار رقی کی صحبت میں رہے ہیں۔ ۲۴۲ھ ہجری میں انتقال ہوا ہے۔ ابو الحسن علی بن احمد نے وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا تو کہا کہ مجھ کو وصیت کیجئے کہا علیک بالقلۃ والذلۃ الی ان تلقی ربک یعنے لازم پکڑ تھوڑے مال اور ذلت کو یہاں تک کہ تو اپنے رب سے جا ملے۔ وہ فرماتے ہیں۔ حقیقۃ الفقر ان لا یستغنی العبد بشئی سوی الحق سُبحانہ تعالیٰ یعنے فقر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کی پرواہ نہ کرے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو اس شخص پر تعجب آتا ہے جس نے یہ پہچان لیا۔ کہ اس کو خدا کی طرف راہ ہے۔ پھر وہ اس کے غیر کے ساتھ کیونکر زندگی بسر کرتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ یعنے اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ اور اس کے حکم کو مانو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی پہلی حالت میں مسلم مغربی کی زیارت کا قصد کیا۔ جب میں اُن کی مسجد میں آیا۔ تو وہ امامت کر رہے تھے۔ الحمد کو کئی جگہ غلط پڑھا۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ میری اتنی تکلیف برباد گئی۔ اس رات میں وہاں ہی رہا۔ دوسرے دن طہارت کے ارادہ سے میں اُٹھا کہ فرات کے کنارہ پر جاؤں راستہ میں شیر سویا پڑا تھا۔ واپس آگیا۔ ایک اور شیر میرے پیچھے آتا تھا۔ تب تو میں عاجز ہو گیا اور میں چلا اُٹھا مسلم اپنے حجرہ میں سے باہر نکلے۔ جب شیروں نے ان کو دیکھا۔ تو تواضع کرنے لگے۔ اُنہوں نے دونوں شیروں کے کان پکڑے اور مَلے اور کہا کہ اے خدا کے کتو۔ کیا میں نے

تم کو یہ نہیں کہہ رکھا کہ میرے مہمانوں کو کچھ نہ کہا کرو۔ اس وقت مجھ سے کہا اے ابا سحق تم ظاہر حالت کے درست کرنے میں مشغول ہو۔ یہاں تک کہ خلقت سے ڈرتے ہو۔ اور ہم باطن کے درست کرنے میں لگے ہیں۔ تا کہ لوگ ہم سے ڈریں +

ابراہیم جیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ گیل کے رہنے والے ہیں۔ صوفیوں کے پیر بزرگ اور بادبدبہ تھے۔ اُن کا وقت صاف تھا۔ شیخ ابوالازہر اصطخری کہتے ہیں۔ کہ ابراہیم گیلی اپنے چچازاد ہمشیرہ پر شیفتہ ہو گئے اور اس سے نکاح کر لیا۔ اس سے ایسے مشغول ہوئے۔ کہ اس کے پاس سے اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ ایک دفعہ دل میں کہنے لگے کہ میں کس میں پڑ گیا ہوں۔ اگر میں اسی حالت میں آخر تک رہونگا۔ تو میں کون ہونگا۔ پھر رات کو اُٹھے اور غسل کیا۔ نماز پڑھی اور بہت روئے۔ اور کہا الٰہی تو وہی پہلا ہے جو تھا مجھ کو میرا وہی پہلا حال دیدے۔ اُسی وقت عورت کو تپ چڑھا۔ اور تیسرے دن فوت ہو گئی۔ ابراہیم نے اُس کو دفن کر دیا۔ اور اپنے کام پر لگے۔ ننگے پاؤں ننگے سر جنگل میں پھرنے لگے +

ابراہیم دہستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ محمدؒ قصاب نے دامغان میں مجھ سے کہا۔ جس وقت اس ملک میں اہل کلام ظاہر ہوئے ہیں اس وجہ سے رنجیدہ تھا۔ میں اُٹھا اور شیخ ابراہیم دہستانی کی خدمت میں گیا کہ ان سے پوچھوں یعنے مذہب اور ان کی باتوں کی بابت۔ جب ان کی خدمت میں پہنچا۔ ابھی میں نے ان سے بات نہ کی تھی۔ کہ مجھ کو انہوں نے کہا۔ محمد واپس چلا جا۔ لایعرفہ احد غیرہٗ یعنے خدا کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا۔ ذوالنون کی نسبت درست ہے العلم فی ذات اللہ جھل یعنے خدا کی ذات کا علم جہالت ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ خدا کو سوا اس کے تمیں پہچان سکتے۔ جب اس کو قرآن و سنت سے پہچان لیگا۔ تو اس کو اسی سے پہچان لیگا یعنی شناخت تصدیقی و تسلیمی عقل مجرد سے اس کو نہیں پہچان سکتے عقل تو مخلوق ہے کہ وہ اپنے جیسے پر دلالت کرتی ہے۔ جو شخص کہ اس کے بارہ میں اسی سے بات کرے وہ تو قبول کر۔ کیونکہ وہ خود کہتا ہے۔ اور اپنے عقل و قیاس کو قبول نہ کر کیونکہ ایمان شنیدہ ہے نہ عقلی +

ابراہیم مرغیثانی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں، کہ وہ فرماتے ہیں۔ جو کچھ کان معلوم کرتا ہے، وہ علم ہے۔ اور جو کچھ فہم معلوم کرتا ہے۔ حکمت ہے۔ اور جو کچھ اسی سے سُنے اور اسی سے دریافت کرے۔ وہ زندگی ہے +

ابراہیم نازویہ رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ آپ نیشاپور کے مشائخ میں سے ہیں۔ ابو حفص کو دیکھا تھا۔ ابو عثمان حیری کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان کو فتوت (جوانمردی) میں بڑا مرتبہ ہے۔ آپ کا نام ابراہیم بن محمد بن سعید ہے۔ لیکن اُن کی خوبصورتی اور خوش الحانی کی وجہ سے نازویہ لقب دیا گیا + (بازویہ یا نازدیہ ؟)

مظفر کرمانشاہی قدس اللہ روحہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ پہاڑ کے بڑے مشائخ اور سچے فقرا سے ہیں۔ عبداللہ خراز اور ان سے زیادہ بزرگ کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ اپنے طریقہ میں یکتا مشائخ سے تھے عباس شاعر کے اُستاد ہیں۔ شیخ الاسلام قدس سرہٗ کہتے ہیں۔ کہ وہ رات کے تین حصہ کیا کرتے تھے۔ ایک حصہ میں نماز پڑھتے۔ ایک حصہ میں قرآن پڑھتے۔ ایک حصہ میں دعا مانگتے روتے تھے۔ اور یہ بیت پڑھا کرتے ؎

قد لسعت حیۃ الھوی کبدی — فلا طبیب لھا ولا راقی
غیر الحبیب الذی شغفت بہ — فعندہ رقیتی و تریاقی

یعنے عشق کا سانپ میرے جگر کو کاٹ گیا تھا جس کا سوا اسی حبیب کے جس کا میں عاشق ہوں کوئی طبیب اور کوئی منتر کرنے والا نہیں کیونکہ اسی کے پاس میرا منتر اور تریاق ہے۔ وہ کہتے ہیں العارف من جعل قلبہ لمولاہ وجسدہ لخلقہ یعنے عارف وہ ہے کہ جس نے اپنا دل اپنے مولیٰ کے لئے بنا دیا ہو اور جسم لوگوں کے لئے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں من صحب الاحداث علی شرط السلامۃ والنصیحۃ ادّاہ ذلک الی البلاء فکیف بمن صحبھم علی شرط غیر السلامۃ

یعنے جو شخص تو جوانوں سے بشرط سلامت وخیر خواہی صحبت رکھتا ہے تو یہ صحبت اس کو بلا کی طرف لیجاتی ہے چہ جائیکہ ان سے بغیر شرط سلامت کے صحبت رکھے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تیری نظر دنیا میں اعتبار کے لئے ہونی چاہئے۔ اور تیری سعی اس میں اضطرار اور بیقراری میں ہونی چاہئے۔ اور اس کا چھوڑنا اختیاری طور پر چاہئے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ فقیر کون ہے کہا فقیر وہ ہے کہ خدا کی طرف اس کی حاجت نہ ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس کو خدا کی اس لئے حاجت نہیں ہوتی کہ اس کی تمام حاجت وہی ہے اور بس +

ابو الحسین بن بنان رحمۃ اللہ

آپ چوتھے طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام علی بن ہند قرشی ہے۔ آپ فارس کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ اور ان کے علما کی صحبت میں رہے ہیں۔ مثلاً ابو جعفر لہار۔ اور اُن سے بڑے جیسے عمرو بن عثمان اور جنید اور ان کے طبقہ کے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالےٰ اپنے قرب کی بساط پر جگہ دیتا ہے اس کو اس امر پر کہ وہ جاری کرتا ہے راضی وخوش رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ قرب کی بساط پر بے رضا اور ناخوش نہ رہیگا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ سے حسن خلق یہ ہے کہ شکایت کو ترک کر دیا جائے اور اس کے حکم وفرمان سے یہ کہ اس کو خوشی کے ساتھ بجا لائے۔ اور لوگوں کے ساتھ نیکوکاری اور بُردباری کرے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ اجتھد ان لا تفارق باب سیدک بحال فانہ ملجأ الکل فمن فارق تلک السدۃ لا یری بعدھا قرارا ولا مقاما وقال کنت من کربتی افر الیھم فھم کربتی فاین المفر یعنے سعی کر کہ اپنے خواجہ کے دروازہ سے کسی حال میں جدا نہ ہو جائے کیونکہ وہ سب کی پناہ ہے۔ مگر جو شخص اس آستانہ سے دور جا پڑا۔ پھر اس کو نہ کوئی قرار ہے نہ اس کا کوئی مقام ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ پہلے اس سے اگر مجھے رنج پہنچتا تھا۔ تو انہیں کی طرف بھاگتا تھا۔ اب کہ میرا رنج انہیں کی طرف سے ہے۔ تو کہاں بھاگ کر جاؤں۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابو الحسین ہند ایک جماعت کے ساتھ شیراز میں دعوت پر تھے۔ اور میں سفر میں تھا۔ انہوں نے کہا تھا۔ کہ ابو عبداللہ کا حصہ رکھ چھوڑو۔ جماعت نے عذر کیا تھا۔ دوبارہ آپ نے کہا کہ اس کا حصہ ضرور رکھو۔ حصہ رکھا گیا۔ اتفاقاً میں پہنچ گیا۔ اور حاضر ہو کر سلام کہا۔ ابو الحسین ہند اُٹھ کھڑے ہوئے کپڑے کو بغل کے نیچے لیا۔ اور چکر لگاتے یہ کہتے تھے۔ قلوب المومنین لا تکذب یعنے مومنین کے دل جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ پھر میں نے کہا کچھ کھانا موجود ہے کیونکہ میں بھوکا

ہوں۔ جو کھانا رکھا ہؤا تھا لائے +

ابوالادیان رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ اور آپ کا نام ابوالادیان۔ کہتے ہیں کہ آپ تمام مذاہب سے مناظرہ کرتے اور مخالفوں کو ہرا دیتے تھے آپ بصری ہیں حضرت جنیدؒ کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ ابو سعید خراز کی صحبت میں رہے ہیں۔ عالم اور صاحب زبان تھے۔ آپکا ایک غلام تھا جس کا احمد نام تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دن ابوالادیان اور ایک مجوسی کا مناظرہ ہوتا تھا۔ مجوسی نے کہا۔ کہ اگر آگ خدا کے حکم سے کام کرتی ہے بالطبع نہیں تو میں تمہارے دین میں آجاؤں گا۔ دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ آگ جلائیں۔ اور ابوالادیان آگ میں جائے۔ پھر لکڑیاں جمع کی گئیں۔ اور بڑی آگ جلائی گئی اور لوگ بہت سے جمع ہو گئے۔ جب تمام لکڑیاں جل گئیں تو کوئلوں کو زمین پر بچھا دیا گیا ابوالادیان نے مصلےٰ بچھایا ہؤا تھا۔ اور نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سلام دے چکے اٹھے اور کوئلوں کے اوپر سے چلے گئے۔ اس وقت مجوسی کی طرف متوجہ ہو کر آپ نے کہا کہ یہ کافی ہے یا دوبارہ آؤں جب یہ بات کہی تو منہ پھیر لیا۔ مجوسی مسلمان ہو گیا۔ احمد کہتا ہے کہ جب رات آئی میں اُن کو مالش کرتا تھا۔ اُن کے پاؤں کی انگلی کے نیچے میں نے ایک آبلہ سیب کے برابر دیکھا۔ میں نے کہا اے شیخ یہ کیا ہے۔ کہا جبکہ میں آگ پر چلتا تھا۔ اپنے آپ سے غائب تھا۔ اور جب آگ کے آخر حصہ میں پہنچا حاضر ہو گیا۔ اور وہ بات کہی۔ اور اگر یہی حضور آگ کے درمیان ہوتا تو میں جل جاتا شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ جب وہ حج کو جاتے تو اپنے گھر سے ہی لبیک کہتے تھے۔ اور گھر سے ہی احرام باندھ لیتے۔ ایک دفعہ حج سے واپس آئے۔ اور جلد لبیک کہنے لگے۔ لوگ کہنے لگے۔ بے قاعدگی نہ کیجئے اب تو لوٹ آئے ہو پھر لبیک کہتے ہو۔ آپ نے کہا۔ اب میں حج کا لبیک نہیں کہتا۔ بلکہ اس کا لبیک کہتا ہوں۔ ایک ہفتہ نہ گذرا کہ اُن کا انتقال ہو گیا +

ابوجعفر محمد بن علی النسوی المعروف بمحمد علیّان رحمۃ اللہ

آپ چوتھے طبقہ اور نسا کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوعثمان حیری کے بڑے اصحاب میں سے ہیں۔ محفوظ کہتے ہیں۔ کہ وہ عارفوں کے امام ہیں۔ آپ نسا سے ابوعثمان کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لئے آئے۔ راستہ میں نہ کچھ کھاتے نہ پیتے نہ سوتے تھے۔ باوضو چلتے تھے۔ اور

جب وضو ٹوٹ جاتا تو بغیر وضو کرنے کے نہ چلتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ اگر وہ ابو عثمان کے پاس جاتے تو ان کو کھانا کھانا اور بے وضو چلنا جائز تھا لیکن وہ ابو عثمان کی خدمت میں نہیں جاتے تھے اُن کا مقصود کچھ اور ہی تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔ جو شخص اپنے اختیار اور خواہش سے کرامت کو ظاہر کرتا ہے وہ مدعی ہے اور جس شخص سے بغیر اپنی خواہش کے کرامت ظاہر ہوتی ہے وہ ولی ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ تو ایسے خدا کو کیوں دوست نہیں رکھتا جس کی نیکی و احسان سے ایک لحہ بھی خالی نہیں اور کیونکر اس شخص کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہ ایک لمحہ بھر اس کی موافقت کے مقام میں نہیں ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں جو شخص کہ غیر اللہ کے ساتھ آرام پکڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو چھوڑ دیتا ہے اور جو شخص خدا کے ساتھ آرام لیتا ہے تو اس کے اوروں کے ساتھ آرام لینے کے طریقہ کو اس سے کھو دیتا ہے یعنی وہ غیر اللہ سے آرام چھوڑ دیتا ہے[1]۔

ابو سعید الاعرابی رحمۃ اللہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن محمدؒ ہے بصرہ کے رہنے والے تھے۔ پھر مکہ میں مقیم ہو گئے۔ عالم و فقیہ تھے۔ اُنھوں نے صوفیوں کے لئے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ حضرت جنیدؒ اور عمرو بن عثمان، ابو الحسین نوری، حسن مسوحی، ابو جعفر حفار، ابو الفتح حمال، کی صحبت میں رہے ہیں۔ طبقہ چہارم کے قریب ہیں سنہ ۳۴۰ھ یا ۳۴۱ھ میں فوت ہوئے ہیں اپنے وقت میں حرم کے شیخ تھے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ توحید کے مضمون میں اُن کا ایک جزو نہایت عمدہ ہے وہاں لکھا ہے لا یکون قرب الا وثمہ مسافۃ یعنے مسافت کے بغیر قرب نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ قرب میں دوئی ہے۔ کہ ایک دوسرے کے قریب ہوتا ہے پس جب اچھی طرح دیکھے تو قرب بُعد اور دوری ہے تصوف یگانگی کا نام ہے وہ کہتے ہیں التصوف کلہ ترک الفضول والمعرفۃ کلھا الاعتراف بالجھل یعنے تصوف فضول کا ترک کرنا ہے اور پُوری معرفت جہالت کا اقرار ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ لا یکون الشوق الا الی غائب یعنے شوق تو غائب ہی کی طرف ہوتا ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ داؤد طائیؒ سے لوگوں نے کہا کہ کیا آپ مشتاق ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ میں اس سے دور نہیں ہوں۔ غائب مشتاق ہوتا ہے۔ میرا دوست تو حاضر ہے۔ ابن الاعرابی نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے دوستوں کے بعض اخلاق دشمنوں

[1] مولانا جامیؒ فرماتے ہیں ؎ چو دل با دلبرے آرام گیرد ۔ ز وصلِ دیگراں کے کام گیرد ۱۲

کو دئے ہیں۔ کہ وہ اُن کی وجہ سے دوستوں پر مہربانی کریں۔ اور اس سبب سے اس کے دوست آرام سے رہیں ۔

ابو عمر الزجاجی رحمۃ اللہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن ابراہیم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ابراہیم ہے نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ ابو عثمان حیری، جنید، رویم، خواص رحمہم اللہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ چالیس سال تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں۔ حرم کی تعظیم کی وجہ سے حرم کی حد میں نہ کبھی پیشاب کیا نہ بال گرائے۔ ابو عمرو جنید کے ساتھ ساٹھ حج کے قریب کئے تھے کہتے ہیں کہ وہ مکہ میں تھے اور مشائخ وقت جیسے کتانی ابوالحسین کبیر وصغیر وغیرہ مشائخ حلقہ لگاتے تھے۔ ان سب کے صدر ابو عمرو زجاجی تھے۔ اور جب کوئی بات ہوتی تو وہ حکم کرتے اور دوسرے ان پر حوالہ کرتے۔ ہمیشہ آپ کہا کرتے کہ میں نے تیس سال تک حضرت جنید کے خلوت[1] خانہ کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے۔ اور اس پر فخر کیا کرتے ۳۴۸ھ میں انتقال ہوا ہے۔ آپ یہ کہتے ہیں۔ لَاَنْ یَنْتَقِصَ مِنَ الْبَشَرِیَّۃِ شَیْئٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَمْشِیَ عَلَی الْمَاءِ یعنے اگر میرے بشریت کے وجود سے کچھ کم ہو جائے تو میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے۔ کہ میں پانی پر چلوں وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میری والدہ فوت ہو گئی۔ اس کے پچاس دینار مجھ کو ورثہ میں پہنچے۔ تب میں حج کے قصد سے باہر نکلا۔ جب بابل میں پہنچا۔ تو ایک شخص مجھے ملا اور کہنے لگا۔ تمہارے پاس کیا ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ سچ سے کچھ بہتر نہیں ہے۔ صاف کہدیا کہ میرے پاس پچاس دینار ہیں۔ اُس نے کہا مجھے دیدو میں نے اُس کو دیدئے۔ اُس نے گنیں تو اسی قدر نکلیں جس قدر میں نے کہا تھا۔ اُس نے کہا کہ لے لے۔ کیونکہ تمہاری سچائی نے مجھے مجبور کر دیا۔ اُس کے بعد اپنی سواری سے اُتر پڑا۔ اور کہا کہ سوار ہو جاؤ۔ میں نے کہا میں سوار ہونا نہیں چاہتا۔ اُس نے کہا کہ اس سے گریز نہ ہوگا۔ اور بہت سا اصرار کیا۔ آخر میں سوار ہو گیا۔ کہا کہ میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ اگلے سال وہ مکہ میں مجھ کو مل گیا۔ اور میرے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ فوت ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ حج کے موسم میں ایک عجمی اس کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے حج کی براءت دو (یعنے مجھے حج کی مقبولیت کی سند دو) اور تیرے یاروں نے تمہارا پتہ مجھے بتلایا ہے کہ حج کی براءت

---

[1] بیت الخلا یا خلوت خانہ ۱۲

تم سے لوں۔ شیخ نے اس کے صاف سینہ اور سادہ پن کو دیکھ کر معلوم کیا کہ یاروں نے اس سے خوش طبعی کی ہے۔ آپ نے ملتزم کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا وہاں جاؤ۔ اور کہو یَارَبِّ اَعْطِنِی الْبَرَاءَةَ یعنے اے میرے رب مجھے براءت دے۔ ایک گھڑی بھی نہ گذری تھی کہ وہ عجمی لوٹا اور اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جس پر سبز خط سے لکھا ہوا تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھذہ براءۃ فلان بن فلان من النار یعنے یہ فلاں بن فلاں کی دوزخ سے بچنے کی سند ہے۔

ابراہیم بن یوسف بن محمد الزجاجی رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ ابو عمر زجاجی کے والد ہیں۔ لوگوں نے ان کو مشائخ کی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ ابو حفص کے بڑے مریدوں میں ہیں۔ طریق ملامت اور خلاف نفس میں صاحب مذہب ہیں۔ آپ سے حکایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے یہ کہا ہے۔ فِی خِلَافِ النَّفْسِ عَلٰی دَوَامِ الْاَوْقَاتِ بَرَکَۃٌ وقد ساعدت نفسی مرۃ فی خطوۃ فما امکننی تدارکھا الی سنین یعنے خلاف نفس میں ہمیشہ برکت ہے اور بیشک میں نے ایک مرتبہ ایک قدم نفس کی موافقت کی تھی۔ اس پر اس کا تدارک مجھ سے سالہا سال تک نہیں ہو سکا۔

جعفر بن محمد نصیر الخلدی الخواص قدس اللہ سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمدؒ ہے بغدادی ہیں۔ اور خلد بغداد کا ایک محلہ ہے۔ آپ بوریا باف تھے۔ جنید اور ابراہیم خواص کے شاگرد ہیں۔ نوری، رویم، سمنون جریری اور ان کے سوا اور مشائخ وقت کی صحبت میں رہے ہیں۔ اس گروہ کے علوم کے عالم ہیں۔ جمع کتب تواریخ و حکایات و سیر مشائخ کے مصنف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ میرے ۲۰۰ دیوان مشائخ ہیں۔ اور دو ہزار صوفیہ پیروں کو جانتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ عراق کے عجائبات تین چیزیں ہیں۔ شبلیؒ کے شطح (کلام رندانہ) مرتعش کے نکتے۔ میری حکایات۔ آپ شیخ ابو العباس نہاوندی کے پیر ہیں۔ بغداد میں ۳۴۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ کی قبر شونیزیہ میں ہے۔ سری سقطی و جنیدؒ کے مزار کے قریب شیخ الاسلام قدس سرہٗ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ۲ ایک شیخ کو دیکھا ہے کہ جنہوں نے ان کو دیکھا تھا۔ اور ان سے ایک حدیث سنی تھی قاضی ابو منصور ہروی نے ان کو بغداد میں دیکھا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔ الفتوۃ احتقار النفس و تعظیم حرمۃ

المسلمین یعنی جوانمردی یہ ہے کہ نفس کو حقیر سمجھنا اور مسلمانوں کی عزت کرنا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں
کن شریف الھمۃ فان الھمم تبلغ بالرجل لا المجاھدات یعنے عالی ہمت ہو کیونکہ ہمت مرد
کو کمال تک پہنچاتی ہے۔ صرف مجاہدات نہیں پہنچاتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ میں بیت المقدس میں تھا
وہاں پر میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ تمام دن عبا میں بیٹھا ہوا رہتا تھا۔ اتفاقاً اٹھا اور اپنا منہ آسمان
کی طرف کیا۔ اور کہا۔ کس کو دوست رکھتا ہے آیا آش دہی کی اور فالودہ دیتا ہے یا یہ کہ تیری
قندیلوں کو توڑ دوں۔ پھر اپنی جگہ پر جا کر سو رہا۔ میں نے دل میں کہا۔ یہ شخص یا کوئی زمیندار
ہے یا اولیاء اللہ میں سے۔ میں یہی سوچ رہا تھا۔ کہ ایک شخص کو میں نے آتے دیکھا۔ اس کے
پاس ایک بڑی زنبیل تھی۔ وہ دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کو دیکھ کر اس
کے سرہانے آیا۔ اور کہا اٹھ۔ تب زنبیل میں سے آش دہی کی اور فالودہ نکال کر اس کو دیا۔ فقیر
بیٹھ گیا۔ اور جس قدر اس کو بھوک تھی۔ کھایا۔ پھر کہا یہ باقی اپنے بچوں کے لئے لے جا۔ وہ شخص
اٹھ کر چل دیا۔ میں اس کے پیچھے گیا۔ اور اس کو کہا۔ تم کو خدا کی قسم ہے۔ سچ بتانا۔ اس شخص
کو تم پہچانتے ہو۔ اس نے کہا نہیں پہچانتا۔ میں نے اس کو آج کے سوا کبھی دیکھا نہیں۔
چند روز ہوئے میرے فرزندوں نے مجھ سے آش دہی اور فالودہ کی مانگی تھی۔ لیکن میں ایک فقیر
شخص پانڈی ہوں۔ ان کو میں کہتا تھا۔ کہ جب خدا تعالے مجھے کچھ زائد دیگا۔ تمہاری فرمائش
پوری کروں گا۔ آج میں نے ایک دینار کمایا تھا۔ اور جو کچھ میں نے کہا تھا۔ اس کی ضروریات
بہم پہنچائیں اور خرید کر گھر میں لایا۔ سونے میں مجھ پر نیند غالب ہوئی۔ اور سو گیا۔ غیب سے
آواز آئی کہ اٹھ اور جو کچھ تو نے پکایا ہے مسجد میں لے جا۔ اور اس شخص کے سامنے جو قبا میں
سوتا پڑتا ہے جا کر رکھ دے کہ ہم نے یہ اس کے لئے تیار کرائی ہے۔ جو کچھ اس کے کھانے سے
بچے وہ لڑکوں کو لا دے۔ میں نیند سے جاگا۔ لڑکے اس کو لائے تا کہ مل کر کھائیں لیکن میں اس کو
اٹھا کر یہاں لایا جیسا کہ تم نے دیکھ لیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جعفر خلدی سے لوگوں نے
پوچھا۔ عارف کون لوگ ہیں جواب دیا۔ ھم ماھم ولو کانوا ھم لما کانوا ھم یعنے وہ
وہ نہ رہیں یعنے ان کا نفس ان سے علیحدہ ہو جائے) اور اگر وہ وہی رہیں تو وہ ہرگز وہ نہیں ہیں۔
(یعنے اگر ان کا نفس علیحدہ نہ ہو تو عارف نہیں ہیں) شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ (خلیفہ) معتضد نے مجھ
سے کہا صوفی ہوتا ہی نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو وہ صوفی نہیں یعنے صوفی کا وجود نہیں ہے۔ اگر
کوئی کہے کہ میں ہوں۔ تو وہ صوفی نہیں ہے۔ اور جیسا اس نے کہا تھا۔ ویسا ہی ہے۔

اور یہ بات اس کی طاقت میں نہ تھی۔ میں نہیں جانتا۔ کہ اُس نے کس سے سُنی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ سبحان اللہ جو بندہ اپنے سے فانی ہے۔ وہ خدا سے باقی ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے اسی لئے کہا ہے کہ نہایت تعجب یہ ہے۔ کہ جسم کا دل میں دیکھنا کم ہے۔ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ طبیعت کے آثار جاتے رہیں۔ اور دل کے احکام سے تعلق ہو۔ اور دل کا جان میں کم ہونا یہ ہے۔ کہ دل کے احکام و آثار جاتے رہیں۔ اور جان کے آثار سے تحقق ہو جائے۔ جو دل سے نہایت لطیف ہے۔ اور جان کا زندہ میں کم ہونا یہ ہے کہ جان کے آثار جاتے رہیں۔ اور اخلاق الٰہی اور اس کے احکام سے تحقق ہو جائے۔ (یہ شرح اس فارسی جملہ کی ہے۔ جو شیخ الاسلام نے کہا ہے) ؂

ابوالحسن الصوفی الفوشنجی رحمۃ اللہ (یا القوشنجی)

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ علی بن احمد بن سہل نام ہے۔ خراسان کے یگانہ جوانمردوں میں سے ہیں۔ ابوعثمان حیری کو دیکھا تھا۔ عراق میں ابوالعباس عطا جریری کی صحبت میں رہے ہیں۔ شام میں طاہر مقدسی، ابوعمرو دمشقی کی صحبت میں رہے ہیں۔ شبلیؒ کے ساتھ مسائل میں اُن کی باتیں ہوئی ہیں۔ وہ اپنے وقت کے مشائخ میں علم توحید، علم معاملات کے زیادہ عالم تھے۔ فتوت جوانمردی، تجرید میں نہایت عمدہ طریقہ رکھتے تھے۔ صاحب خلق و متدین فقراء کے خدمتگار تھے۔ ۳۴۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ یوشنگ کے رہنے والے تھے۔ نیشاپور میں مقیم تھے صوفیوں کے طریقہ کے اچھی طرح واقف تھے۔ بڑے بڑے سفر طے کئے تھے۔ یہی وہ حضرت ہیں جنہوں نے عہد کیا تھا۔ کہ جب مجھ کو احتلام ہو تو درویش کو کچھ دوں گا۔ کیونکہ یہ خلل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جو کھانے میں ہو یا درست اندیشہ نہ ہو۔ ایک دفعہ میں جنگل میں تھا۔ اور اس کو احتلام ہو گیا۔ تنہا تھے۔ ازار سے پاؤں نکال لیا۔ اور اس کو درخت کیکر پر ڈال دیا۔ تاکہ جو شخص آوے اُٹھالے۔ یہ صرف عہد کا وفا کرنا تھا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا۔ کہ تصوف کیا چیز ہے۔ کہا اسم ولا حقیقۃ وقد کان قبل ذالک حقیقۃ ولا اسم یعنی اب تو نام رہ گیا ہے حقیقت نہیں اور پہلے اس سے حقیقت تھی۔ مگر نام نہ تھا۔ ابوعثمان مغربی کہتے ہیں۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ ظریف یعنی دانا کون ہے کہا الخفیف فی ذاتہ واخلاقہ وافعالہ وشمائلہ من غیر تکلف یعنے دانا وہ شخص ہے۔ کہ جو اپنی ذات، اخلاق، افعال، شمائل میں بلا تکلیف

ہلکا پھلکا ہو۔ ابو بکر رازی کہتے ہیں۔ میں نے سُنا کہ ابوالحسن فوشنجی کہتے تھے۔ لوگوں کی تین قسم ہیں اولیا کہ جن کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے۔ علما کہ جن کا ظاہر باطن سے اچھا ہے۔ جہال کہ جن کا ظاہر ان کے باطن سے بہتر ہے۔ وہ خود تو انصاف نہیں کرتے دوسروں سے انصاف چاہتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں لیس فی الدنیا شئی اسمج من محب بسبب وغرض یعنے دنیا میں اس دوست سے کوئی بُری شئے نہیں جو کہ کسی غرض کی وجہ سے دوست بنا ہو +

بندار بن الحسین بن محمد بن المہلب الشیرازی رحمۃ اللہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ ابو الحسین کنیت ہے اہل سنت ہیں۔ ارجان کے رہنے والے ہیں۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ اصول کے عالم ہیں علوم حقائق میں بہت اچھا بولنے والے ہیں شبلیؒ کے شاگرد ہیں۔ جعفر حداد کی صحبت میں رہے ہیں۔ شبلیؒ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ ابو عبداللہ خفیف کے اُستاد ہیں۔ ان کے آپس میں مسائل میں بڑی خط و کتابت ہے ۳۵۳ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ جس سال کہ شیخ ابوعلی کاتب فوت ہوئے ہیں۔ شیخ ابوعلی ذرعہ طبری نے اُن کو غسل دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ یہ آزادی نہیں ہے۔ کہ اپنے یار سے یوں پوچھے۔ کہ تو کہاں سے آتا ہے اور کس کام میں ہے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا۔ کہ تصوف کیا ہے۔ کہا عہد پر وفا کرنا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ عہد پہ وفا کرنا یہ ہے کہ جو بات دل میں گذرے کہ اس کے لئے کرے تو وہی کرے۔ ایک دفعہ ایک عیار آدمی نے ایک صوفی سے کہا۔ ہم تم میں یہ فرق ہے۔ کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ اور جو تمہارے دل میں گذرتا ہے وہ کرتے ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ مشائخ کا یہ مقولہ ہے کہ پہلا خطرہ جو دل پر گذرتا ہے۔ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ ابو الحسین جہضم ہمدانی کہتے ہیں۔ کہ بندار ارجانی فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو کچھ معرفت دیتا ہے اور وہ بندہ اس کے موافق کام نہیں کرتا۔ تو خدا تعالیٰ وہ معرفت اس سے واپس نہیں لیتا اسی کو دیتا ہے تاکہ قیامت کے دن اسی حجت سے اس پر دلیل قائم کرے۔ لیکن اس سے ترقی کو لے لیتا ہے۔ اور زیادتی کا دروازہ بند کر لیتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں جو شخص زیادتی میں نہیں ہے۔ وہ نقصان میں ہے۔ اور یہ بات اس قوم کو سخت گذرتی ہے۔ بندار یہ بھی کہتے ہیں۔ من لم یترک الکل رسما فی جنب الحق لا یحصل لہ الکل حقیقۃ وھو الحق سبحانہ یعنے جو شخص کہ سب کو ظاہرا بمقابلہ حق کے نہیں چھوڑتا۔ تو اس کو

کل حقیقتاً حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ اللہ تعالےٰ سبحانہ ہے ٭

ابو عمرو بن نجید قدس سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام اسمٰعیل بن نجید احمد السلمی ہے۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی کی ماں کی طرف سے جد ہیں۔ ابو عثمان حیری کے بڑے یاروں میں سے ہیں اور ان کے آخر لوگوں میں سے ہیں جو کہ فوت ہوئے ہیں ۳۶۵ھ یا ۳۶۶ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ حضرت جنیدؒ کو دیکھا تھا۔ اور اپنے وقت کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ان کا ایک طریق خاص ہے۔ حال کا مشتبہ رکھنا۔ وقت کی نگہداشت۔ بڑے محدث اور ثقہ تھے۔ ایک دن ابو عثمان نے بعض سرحدی مجاہدوں کے لئے کچھ چندہ طلب کیا کسی نے کچھ نہ دیا۔ ابو عثمان تنگدل ہوئے۔ چنانچہ مجلس میں رو پڑے۔ جب رات ہوئی تو ابو عمرو نے عشا کی نماز کے بعد دو ہزار درہم کی تھیلی ابو عثمان کے سامنے لا کر رکھدی اور کہا کہ یہ آپ جہاں چاہتے ہیں خرچ کریں۔ ابو عثمان بہت خوش ہوگئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ جب صبح ہوئی تو ابو عثمان مجلس میں بیٹھے۔ اور کہا لوگو ہم ابو عمرو سے بہت امیدوار ہوئے کہ رات کو دو ہزار درہم سرحدی مجاہدوں کے لئے لائے۔ جزاہ اللہ خیرا یعنے خدا اس کو نیک بدلہ دے۔ ابو عمرو لوگوں میں کھڑے ہو کر کہنے لگے وہ مال میری ماں کا تھا۔ وہ اس پر راضی نہیں ہے اسے واپس دیجئے تاکہ میں اس کو دیدوں۔ ابو عثمان نے فرمایا کہ ہاں وہ تھیلی لے آؤ۔ اور ان کو دیدی گئی۔ جب رات آئی پھر وہی تھیلی ابو عثمان کی خدمت میں لے گئے۔ اور کہا کہ اس میں آپ کا کیا حرج ہے کہ اس کو آپ اس طرح پر خرچ کریں۔ کہ ہمارے سوا اور کوئی نہ جانے۔ ابو عثمان رو پڑے۔ اور ان کو شاباش کہا اور فرمایا میں ایسا ہی کرونگا۔ آپ فرماتے ہیں رب سکوت ابلغ من کلام یعنے بسا اوقات خاموش رہنا بولنے سے بہتر ہوتا ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں من کرمت علیہ نفسہ ھان علیہ دینہ یعنے جس شخص کا نفس اس کو عزیز ہو تو دین اس کو ذلیل معلوم ہوگا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ تربیت الاحسان خیر من الاحسان یعنے احسان کی تربیت احسان سے بہتر ہوتی ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کیا چیز ہے جس سے بندہ کو گریز نہ ہو۔ کہا ملازمۃ العبودیۃ علی السنۃ ودوام المراقبۃ یعنے بندگی کو بطریق سنت کے لازم کر لینا اور ہمیشہ دل کی نگہداشت کرنا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ الانس بغیر اللہ تعالیٰ وحشۃ یعنے غیر اللہ کے ساتھ محبت لگانا وحشت ہے ٭

عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن الرازی الشعرانی رحمۃ اللہ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں کنیت ابو محمدؒ ہے اصل میں رَے کے رہنے والے ہیں۔ نیشاپور میں بڑے ہوئے ہیں۔ جنید ابو عثمان محمد بن الفضل، رویم، سمنون، ابو علی جرجانی محمد حامد وغیرہ مشائخ صوفیہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ ابو عثمان کے بڑے یاروں میں سے ہیں۔ ابو عثمان ان کو بزرگ سمجھا کرتے تھے۔ آپ کی عجیب ریاضتیں ہیں صوفیوں کے علم کے عالم تھے۔ اور محدث ثقہ تھے ۳۵۳ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ عارف خدا تعالےٰ کے لوگوں کے موافق عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ وہ خالق کے موافق کام کرتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ معرفت اس حجاب کو توڑ ڈالتی ہے جو بندہ اور خدا کے درمیان ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ شکایت اور تنگدلی معرفت کی کمی کی وجہ سے بڑھ جایا کرتی ہے ✣

ابوالحسین السیروانی قدس اللہ سرہٗ

آپ کا نام علی بن محمد سیروانی ہے۔ ابوالحسین سیروانی صغیر کے اُستاد ہیں۔ سیروان مغرب کے رہنے والے ہیں۔ بزرگ تھے اور دمیاط میں رہتے تھے۔ شیخ ابوسعید مالینی اپنے اربعین مشائخ میں لکھتے ہیں۔ ابوالحسین سیروانی کبیر کہتے ہیں۔ کہ سہل عبداللہ تستری فرماتے ہیں کل من لم یکن لحرکتہ وسکونہ امام تقیدی بہ فی ظاھرہ لم یرجع الی یالجنۃ قطع بہ یعنے جس شخص کی حرکت وسکون کا کوئی ایسا کام نہ ہو جس کی وہ ظاہر میں اقتدا کرتا ہو تو وہ منزل تک نہیں پہنچتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں الرضاء فوق الموافقۃ مع ما یبدا ومن الغیب جو امر غیب سے ظاہر ہو اُس سے خوشی ظاہر کرنا موافقت کرنے سے بڑھ کر مرتبہ رکھتا ہے۔ ان کا یہ بھی مقولہ ہے کہ خواص سے میں نے وصیت چاہی۔ خواص نے کہا الزم الفقراء فان الخیر فیھم یعنے فقرا کا دامن پکڑے رہو کیونکہ بھلائی انہیں میں ہے ✣

ابوالحسین القرافی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کا نام علی بن عثمان بن نصر قرافی ہے۔ قرافہ مصر میں ایک گاؤں ہے کہتے ہیں کہ وہ دمیاط میں ابوالخیر تیناتی ابوالحسن صائغ دینوری کے شاگرد ہیں۔ ان کی عمر ۱۱۰ سال کی

ہوئی ہے۔ ۳۰۸ھ میں ان کا انتقال ہُوا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ قرافہ اپنے وقت کے یگانہ آفاق اور بینظیر ہوئے ہیں۔ تیز نظر اور حاضر وقت تھے۔ عام لوگوں میں سنی تھے۔ اور خاص لوگوں میں عارف خود موحد تھے اور اپنے نشان میں گم تھے۔ (یعنے ان کے وجود کا نشان نہ تھا کہ وہ یوں کہیں کون تھے) شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ آخر عمر میں مشائخ متاخرین کے دس شخصوں کو پسند کر لیا تھا۔ شیخ ابو الخیر تیناتی۔ قرافی، حصری، علی بندار، صیرفی، نصر آبادی، سیروانی صغیر، نہاوندی قصاب، خرقانی، طاقی، اور کہتے تھے یہ لوگ جدا ہیں۔ ایک دفعہ قرافی نے کشتی میں بازپرس کی۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی میں ڈال دیا۔ جب نماز کا وقت آیا۔ تو ان کو اوّل صف میں دیکھا۔ اور کپڑا ان کا تر نہ ہوا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس کے زندہ کو کوئی مار نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ دوسری رُوح سے زندہ ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ سید السادات قرافی فرماتے ہیں۔ کہ جب تجھے کچھ بخلاف شریعت ملے۔ تو ضرور ہے۔ کہ اس کو پوشیدہ رکھے۔

ابو سلیمان نیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابو سلیمان نیلی قرافی کی خدمت میں آئے۔ اور قرافی کے سر پر آکر بوسہ دیا۔ ابو سلیمان بہت پُرانے کپڑے پہنے رہتے۔ قرافی نے ان کو دیکھا اور کہا اے ابا سلیمان میں تم کو بہت پُرانے کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہوں۔ لیکن تیرے دونوں ابرو میں حکومت نظر آتی ہے۔ تم سر کے نیچے گو اینٹ رکھ لیتے ہو لیکن حاکم ہو۔ اس عرصہ میں ان کو صوفی گری کے بعد مغرب کا حاکم بنا دیا گیا۔ ابو بکر دقی قرافی میں آئے۔ اور اُس کو کہنے لگے اے ابا بکر اب لوگ کہتے ہیں۔ کہ تم جہان میں سب سے بڑھ کر مجرد ہو لیکن میں تم کو دو گہواروں میں دیکھتا ہوں۔ بعد اس کے کچھ عرصہ ابھی نہ گزرا تھا۔ کہ ایک عورت سے نکاح کیا۔ اور اُس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ جو دو گہواروں میں بیٹھے تھے۔ قرافی کی بات کو یاد کرتے تھے۔ دانائی میں اس کے عجائبات بہت ہیں اور کرامات بھی بڑی ہیں۔

ابو سلیمان مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ اسی گروہ کے مغرب کے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ ایک دفعہ راستہ میں گدھے پر سوار

ہو کر جا رہے تھے ۔ مکھی نے گدھے کو کاٹا ۔ گدھا کودا اور اس کے پاؤں درخت میں گر پڑے جس سے وہ زخمی ہو گئے ۔ گدھے کے سر پر ایک لکڑی ماری ۔ گدھے نے منہ پیچھے ہٹا کر صاف طور پر کہا ۔ واہ صاحب اپنے دماغ پر مارتے ہو ۔ آپ ابوالخیر کے ہمزمانہ ہیں ۔ اور دمشق میں فوت ہوئے ہیں +

ابوالقاسم نصرآبادی قدس اللہ سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں ۔ ابراہیم بن محمد بن محمود یہ نام ہے ۔ آپکا مولد و مقام نیشاپور ہے اپنے زمانہ میں اہل اشارت و حقائق و زبانِ تصوف کے شیخ تھے ۔ بہت سے علموں کے عالم تھے ۔ حدیث اور علم تاریخ کے حافظ تھے ۔ علم حقائق کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے ۔ ابراہیم شیبانی کے شاگرد تھے ۔ شبلی، اور واسطی کو دیکھا تھا ۔ ابوعلی رودباری ، مرتعش ، ابوبکر طاہر ابہری وغیرہ کی صحبت میں رہے تھے ۔ آخر عمر مکہ میں چلے گئے ۔ ابوعثمان مغربی ان کے استقبال کو آئے اور خوش طبعی سے کہا ، مکہ تمہاری کیا جگہ ہے ۔ اُنہوں نے کہا بلکہ تمہارا کیا مقام ہے یہ میری جگہ ہے ۔ کچھ مدت نہ گذری کہ ایسا اتفاق ہوا ، ابوعثمان تو نیشاپور میں آگئے ۔ اور وہیں اُن کا انتقال ہوا ۔ نصرآبادی مکہ کے مجاور ہوئے ۔ اور وہیں ۳۷۲ھ میں فوت ہوئے ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اسمٰعیل بن نصرآبادی مجھے فرماتے تھے ۔ کہ وہ یوں کہتے تھے ۔ اذا بدالک شئی من بوادی الحق فلا تلتفت بہا الی جنۃ ولا الی نار ولا تخطر ہما ببالک واذا رجعت عن ذالک الحال نعظم ما عظمہ اللہ تعالیٰ یعنے جب تجھے کوئی امر خدا کی تجلیات کا ظاہر ہو ، پس اس حالت میں جنت دوزخ کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ دل میں ان کا خیال تک نہ آنے دے ۔ اور جب اس حال سے رجوع کرے تو جس کی خدا نے تعظیم کی ہے ۔ (یعنے جنت و دوزخ وغیرہ کی) تو بھی اس کی تعظیم کر ۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں ۔ الراغب فی العطاء لامقدار لہ والراغب فی المعطی عزیز یعنے جس کی رغبت بخشش میں ہو ۔ اُس کی کچھ عزت نہیں ۔ اور جس کی رغبت بخشش کے دینے والے کی طرف ہو وہ باعزت ہے +

ابوبکر رازی بجلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن عبداللہ رازی ہے ۔ نیشاپور میں رہے ہیں ۔ خراسان کے بڑے مشائخ

میں سے ہیں مشائخ کی زیارت ان کو نصیب ہوئی تھی۔ ابو عبدالرحمن سلمی کے استاد تھے۔ سلمی نے اپنی تاریخ انہی کے نام سے شروع کی ہے، وہ ابو بکر بیکندی کے شاگرد ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ان کا وقت بڑا عمدہ تھا۔ بڑے مقبول تھے۔ نیشاپور میں ایک لڑکے پر فریفتہ ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو اس لئے متہم کیا اور چھوڑ دیا۔ آخر معلوم ہوا کہ یہ تہمت بیجا تھی۔ دوبارہ ان کی قبولیت چمکی۔ ایک دن جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ شبلی بندار صیرفی نے ان سے کہا ایہا الشیخ یہ کیا بات تھی، جو لوگ کہتے ہیں۔ اور یہ تم کو کہاں سے پیش آئی۔ کہا اے پیر! اگر کسی کو ابراہیمؑ سا عزم اور موسیٰ علیہ السلام کا سا صدق یقین ہو۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جیسی عصمت اور ہمت و صبر احمد عربی صلوات اللہ علیہم اجمعین جیسا ہو۔ لیکن اس کی نگہداشت نہ ہو۔ پھر جب فتنہ کی ہوا چلے تو سب کو برباد کر دیتی ہے۔ اور مرد اس کے درمیان ہوتا ہے شیخ الاسلام کہتے ہیں کسی نے ابو بکر رازی سے کہا کہ سماع کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں۔ کہا اس میں فتنہ بھی بہت ہے۔ اور خوشی بھی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اپنے آپ کو فتنہ کی وجہ سے علیحدہ رکھ۔ کہا کیا مشائخ نے سماع نہیں سنا۔ کہا اے باپ کے دوست جس وقت کہ تمہارا وقت ان مشائخ جیسا ہو تو پھر تو بھی ویسا ہی کرنا یعنی سماع سن لینا ورنہ نہ سننا۔

ابو بکر فالیزبان رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخارا کے رہنے والے ہیں جو بزرگ ہیں۔ حضرت جنید کو دیکھا تھا۔ ان کی عمر بڑی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں شیخ عمو نے مجھ سے کہا کہ میں ۳۷۰ھ ہجری میں بخارا میں ابو بکر فالیزبان کی زیارت کو گیا تھا۔ میں نے ان کی تلاش کی۔ ان کا گھر تھا جس کا ایک ہی دروازہ تھا۔ وہاں پر وہ رہتے تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام کہا۔ مجھ کو بٹھا لیا۔ اور دستر خوان لائے۔ روٹی تھی، اخروٹ و نمک تھا۔ چونکہ میں بھوکا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کیا۔ کھانے کے اثنا میں میں نے ان کو دیکھا۔ تو وہ رو رہے تھے۔ تب میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھ کو کہنے لگے کھاؤ۔ میں تو خوشی کی وجہ سے روتا ہوں۔ کیونکہ ابو القاسم جنید رح نے مجھ کو کہا تھا۔ جلد جلد یہ باتیں ایسی ہونگی۔ کہ ایک پہاڑ میں دو حجرے ہونگے۔ ان دو حجروں میں سے ایک حجرہ میں یہ باتیں ہونگی۔ دوسرے میں نہ ہونگی۔ کسی شخص کو جبراً نہ کہیں گے۔ کہ تم اس حجرہ سے اس حجرہ میں آؤ۔ اور یہ باتیں سنو۔ اب دیکھو ایک شخص ہرات سے بخارا

ہیں، اس کام کی طلب کے لئے آتا ہے سو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی یہ کام لوگوں کو اچھا معلوم ہوتا ہے ÷

ابوالحسین حصری رحمۃ اللہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ ان کا نام علی بن محمد بن ابراہیم ہے۔ ان کی اصل بصرہ ہے لیکن بغداد میں رہتے تھے۔ آپ عراق کے شیخ ہیں شیخ سلمی کہتے ہیں، کہ میں نے مشائخ میں ان سے بڑھ کر کسی کو پورے حال۔ اچھی زبان والا نہیں دیکھا۔ آپ وقت کی زبان تھے۔ مشائخ میں یگانہ علم توحید میں مخصوص تھے۔ کسی نے توحید و تفرید میں اُن جیسا کلام نہیں کیا۔ حنبلی مذہب کے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ شبلی کے شاگرد ہیں، اور شبلی کا ان کے سوا کوئی شاگرد نہیں ہے۔ اُن کی باتیں سننے والے بہت ہوئے ہیں، کہ جنہوں نے ان سے باتیں سنی ہوں لیکن یہ بات اور ہے یعنے شبلی کی میراث اُس نے لی تھی۔ اور شبلی کے سوا حصری کا کوئی استاد نہیں ہے۔ شبلی رح بھی اس کو بڑا سمجھا کرتے تھے۔ ان کو کہا کرتے انت دیوانۃ مثلی بینی و بینک تالیف الازلی یعنی تم مجھ جیسے دیوانہ ہو۔ تمہاری اور میری قدیمی اُلفت ہے حصری اور ابو عبداللہ خفیف دونو ہمعصر گذرے ہیں، ابن خفیف علوم آلیہ میں (یعنے جو علم کہ واسطہ دوسرے علم کا ہوتے ہیں) زیادہ تھے۔ اور حصری باطنی علم میں بڑھ کر تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ شیخ عمو نے حصری کو دیکھا نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حصری کو نہیں دیکھا۔ میں ۳۷۱ھ ہجری میں مکہ معظمہ گیا۔ جب میں وہاں سے لوٹا کہ حصری اور ابو عبداللہ خفیف کی زیارت کروں۔ تو اسی سال مکہ میں خبر پہنچ گئی۔ کہ حصری بغداد میں اور ابو عبداللہ شیراز میں فوت ہو گئے ہیں۔ حصری رح جمعہ کے روز ماہ ذی الحج ۳۷۱ھ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ الصوفی لا ینزعج فی انزعاجہ ولا یقر فی اقرارہ۔ یعنے صوفی اپنے اضطراب میں بیقراری نہیں کرتا اور اپنے قرار میں قرار نہیں پکڑتا یعنی اس کو کوئی حال بدل نہیں سکتا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں، الصوفی الذی لا یوجد بعد عدم علامتہ ولا یعدم بعد وجودہ۔ یعنی صوفی وہ ہے کہ عدم کے معدوم ہوتے پر موجود نہیں ہوتا۔ اور وجود کے بعد معدوم نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ ایک صبح کے وقت میں نے دعا مانگی، اور کہا۔ کہ الٰہی تو مجھ سے راضی ہے، آواز آئی کہ اے جھوٹے اگر تو ہم سے راضی تھا۔ تو ہماری رضا طلب نہ کرتا۔ ان سے لوگوں نے کہا ہم کو وصیت

کیجئے۔ کما علیکم فی اول الامر بالانفراد ثم تزوردون المشائخ فی المعارف ثم تقفون علی التفرید باسقاط الحدثان یعنے تم اس کام کے شروع میں لوگوں سے تنہائی کو لازم پکڑو۔ پھر معرفت میں مشائخ کی زیارت کیا کرو۔ پھر صورتوں کو دور کر کے تفرید پر ثابت رہو۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ جب کبھی میرے اوقات تنگ ہو جاتے ہیں۔ تو میں ان اوقات کے سوا کہ جو اس سے پہلے مجھ پر صفائی محبت میں بدون ملاوٹ کدورت کے گذرے ہیں۔ اور کسی چیز کو یاد کر کے راحت و خوشی حاصل نہیں کرتا۔ اور یہ بیت پڑھا ؎

ان دھر ایلف شملی بسلمی لزمان یھم بالاحسان

یعنے بیشک وہ زمانہ کہ میرے متفرجات کو جمع کرتا تھا۔ اور وہ سلمی کی حبیت کا موجب ہے۔ وہ زمانہ ہے کہ وہ میرے احسان کا قصہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ شروع حالات کا تھا اور ابتداء وصول کا زمانہ ہے جو کہ فنا کا باعث ہے ؞

ابوالحسین بن سمعون رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن احمد بن اسمٰعیل بن سمعون ہے۔ اور آپ کا لقب تھا۔ الناطق بالحکمۃ یعنے حکمت کے بولنے والے بغداد کے مشائخ سے ہیں ان کی زبان بہت اچھی تھی۔ اس علوم صوفیہ میں وعظ کرتے۔ شیخ ابو بکر اصفہانی شبلی کے خادم کہتے ہیں۔ کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں شبلی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ابوالحسین بن سمعون ابھی بچہ تھے آئے۔ ٹوپی نہایت مکلف سر پر رکھے ہوئے ہمارے سامنے سے گذرے اور سلام نہ کیا۔ شبلی نے اس کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھا اور کہا اے ابا بکر تم جانتے ہو کہ خدائیتعالیٰ کے اس بچہ میں کس قدر ذخیرے ہیں۔ ایک صوفی کہتے ہیں۔ کہ میں ابن سمعون کی مجلس میں تھا۔ ایک اور صوفی ان کے پاؤں کے پاس بیٹھا تھا۔ اتفاقاً اس کو نیند آ گئی۔ ابن سمعون بات کرنے سے رک گئے۔ یہاں تک کہ وہ خواب سے بیدار ہوا۔ ابن سمعون نے اس سے کہا۔ کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے کہا کہ ہاں میں بھی اسی لئے بات کرنے سے رک گیا تھا۔ کہ تمہاری نیند کو تم پر پریشان نہ کروں۔ اور جس حالت میں تو تھا اس سے علٰحدہ نہ ہو جائے۔ ان سے لوگوں نے کہا۔ کہ لوگوں کو زہد اور ترک دنیا کی طرف بلاتے ہو۔ اور خود عمدہ کپڑے پہنتے اور عمدہ کھانے کھاتے ہو۔ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے کہا۔ جب تیرا حال خدا کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ چاہئے تو

نرم کپڑے اور عمدہ کھانا نقصان نہیں دیتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں ابو الحسین بن سمعون کی طرف سے بدگمان ہوں کیونکہ وہ میرے اُستاد حصری کو رنج دیتے تھے۔ اور جو شخص تیرے اُستاد کو رنج دے۔ اور پھر تو اس سے ناراض نہ ہو تو تجھ سے کُتّا بہتر ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابن سمعون صاحب کلام تھے۔ اور حصری صاحب درد۔ ابن سمعون کہتے ہیں جو بات کہ ذکر خدا سے خالی ہو وہ لغو ہے اور جو خاموشی کہ فکر سے خالی ہے وہ بھول ہے اور جو نظر کہ عبرت سے خالی ہو وہ کھیل ہے ابن سمعون ۳۸۶ھ یا ۳۸۷ھ کو فوت ہوئے۔ تو اُن کو انہیں کے گھر میں دفن کر دیا گیا۔ اور ۳۹ سال کے بعد لوگوں نے چاہا۔ کہ قبرستان میں اُنہیں لے جائیں۔ دیکھا تو ان کا کفن ویسا ہی تازہ اور نیا تھا جس میں کہنگی کا کوئی اثر نہ تھا۔

ابو نصر خباز (نانبائی) و ابو الحسن سوہان آژن رحمہما اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ گازرگاہ[1] کے مشائخ میں سے دو شخص پرانے ہیں۔ ایک تو شیخ ابو نصر خباز (نان بائی) کہ بزرگ مرد ہیں۔ اس کے بعد شاگرد حج کو جاتے ہوئے حصری کی زیارت کو گئے۔ حصری نے اُن سے کہا کہ اگر کچھ پڑھ سکتے ہو تو پڑھو۔ ان میں سے ایک نے پڑھا حصری سماع میں بیقرار ہو گئے۔ کہا کہ اس سال تمہارا دخل نہیں ہے۔ واپس چلے جاؤ۔ اور کہا کیا تم ابو نصر خباز کے شاگرد نہیں ہو جو ہرے کے پہاڑ میں رہتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں۔ انہیں کے شاگرد ہیں۔ کہا ان کی اجازت بغیر تم لوگ آئے ہو۔ واپس چلے جاؤ۔ اور انہیں کی خدمت میں رہو۔ پھر جو شخص واپس گیا وہ تو زندہ رہا۔ اور جو حج کو چلا گیا۔ وہ لُو سے مر گیا۔ اور عرفات تک نہ پہنچ سکا۔ گازرگاہ کے مشائخ میں دوسرے شیخ ابو الحسن سوہان آژن تھے۔ کہ ہماری جامع مسجد میں رہا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں اس کے شاگرد نے مجھ سے کہا کہ ہمارے پیر رمضان میں پچھلی رات سجدہ میں گرتے اور صبح تک روتے رہتے۔ اور کہتے خداوندا جو روزہ کہ میں نے رکھا ہے وہ تیرے لئے ہے۔ اور حج و نمازیں جو میں نے ادا کئے ہیں۔ اور وہ قرآن جو میں نے پڑھا ہے۔ وہ سب تو بہ کی وجہ سے کیا ہے۔ مجھ کو مفت بخش دیجئے۔ اور قبول کیجئے۔

[1] دھوبیوں کا گھاٹ یا جگہ۔

شیخ احمد حرانی رحمتہ اللہ علیہ (یا خراسانی)

یہ وہ حضرت ہیں۔ کہ تین رات دن مکہ میں ایک منارہ پر مجاور تھے۔ جس وقت کہ اُٹھے منارہ سے تھے۔ یعنی بھوکے تین دن تک مجاور رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن معتمر فرماتے ہیں۔ میں حصری کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک مرد نے ان سے کہا۔ کہ مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا افرد ھمتاک یعنی اپنی ہمت کو یکتا بنا یعنے صرف خدا سے تعلق رکھ جہم رقی حاضر تھے۔ کہا اے شیخ اس کو تم نے دور تک ڈال دیا۔ حصری کہنے لگے اکیل علیہ کما کالوا علی یعنے میں اس کو وہی دیتا ہوں جو مجھ کو دیا گیا ۰

جہمؒ رقی رحمتہ اللہ تعالیٰ

وھو من متاخری الفتیان والمشائخ وکان من الفقراء الصادقین مشتھراً بالسماع والھا فیہ مات بین السجدتین یعنے وہ جوانمردوں اور مشائخ کے متاخرین میں سے ہیں۔ سچے فقیر تھے۔ سماع میں مشہور و فریفتہ تھے۔ دو سجدوں میں فوت ہو گئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جہم رقی حمام میں تھے۔ باہر آئے۔ اور لوگوں سے کہنے لگے سب نکل آؤ۔ سب باہر نکل آئے اسی وقت اس کی چھت گر گئی۔ وہ وہی تھے۔ کہ ایک روز ایک شخص ان کے سامنے تکلف سے رقص کرتا تھا۔ آپ اُٹھے اور اُس شخص کے دونوں پاؤں میں اپنا سر کر کے اس کو اٹھا لیا۔ اور ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر لئے پھرے۔ یہاں تک کہ اس کو بیہوش کر دیا ۰

ابو الحسن الاموری رحمتہ اللہ

اس گروہ میں بزرگ ہوئے ہیں۔ حصری، ابو عبد اللہ رودباری، ابن خفیف کے زمانہ میں تھے۔ اور بہ سب مشائخ وقت تھے۔ آپ ارمی میں رہتے تھے۔ قبر بھی آپ کی وہیں ہے۔ اُن سے پوچھا گیا۔ کہ وفا کیا ہے۔ کہا میں نئے سے تم باز آ گئے پھر اُدھر نہ جاؤ۔ کہا یہ تو عام بات ہے۔ خاص بات بتلاؤ۔ کہا یہ کہ تو اس کو جان لے کہ کس لئے یہاں آیا ہے ۰

ابو عبداللہ بن خفیف شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ نام محمد بن خفیف بن اسفکشار ضبّی ہے۔ شیراز کے تھے۔ آپ کی والدہ نیشاپور کی ہے۔ اپنے وقت میں شیخ المشائخ ہیں۔ اُن کو شیخ الاسلام کہا کرتے تھے۔ شیخ ابو طالب خزرج بغدادی کے شاگرد ہیں۔ رویم کو دیکھا تھا کتانی یوسف بن حسین رازی، ابو حسین مالکی، ابو الحسین مزین، ابو الحسین دراج، طاہر مقدسی، ابو عمرو دمشقی وغیرہ کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ مشائخ کے دیدار سے بانصیب تھے۔ علوم ظاہر و علم حقائق کے عالم تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ اس فن تصوّف میں کسی کی اتنی تصنیف نہیں جس قدر کہ ان کی ہیں۔ پاک اعتقاد عمدہ خصلت رکھتے تھے۔ شافعی مذہب تھے۔ ۳۳۱ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں میں ان سے دو باتیں یاد رکھتا ہوں۔ کون کسی سے ایسی بات کرتا ہے کہ پھر اس کو لوگ کہیں۔ ایک تو یہ کہ لوگوں نے ان سے پوچھا تصوّف کیا چیز ہے کہا وجود اللہ فی حین الغفلۃ یعنے خدا کا وجود غفلت کے وقت میں یعنے لوگوں کی غفلت کے اوقات مثل کھانے، پینے وغیرہ میں خدا کی یاد۔ دوم یہ کہ ان سے پوچھا گیا کہ عبدالرحیم اصطخری سگبانوں کے ساتھ جنگل کو جاتے ہیں۔ اور قبا پہنتے ہیں کہا یتخفف من ثقل ما علیہ یعنے اس بوجھ سے جو اُن پر بھاری ہے ہلکے ہوتے ہیں۔ یعنے وہ اس لئے جاتا ہے کہ جس حالت میں وہ دم مارتا ہے اس کے وجود کے بوجھ سے ہلکا ہو جائے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وجود میں لذت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وجود میں شکستہ حالی اور صدمہ ہوتا ہے جس میں مرد کے حواس موجود ہوتے ہیں اور ہمیں کسی کا یہ شعر سنایا ہے

اُرید لانسٰی ذکرھا فکا نما　　　تمثل لی لیلیٰ بکل سبیل

یعنے میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس کا ذکر بھلا دوں۔ لیکن گویا کہ لیلیٰ میرے سامنے ہر طرف سے آ کھڑی ہوتی ہے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ایک دن رقی میرے پاس آئے۔ کہ فلاں موقع پر ایک عورت زمیندارنی ہے۔ شیراز کی اطراف کی رہنے والی۔ اور شیخ سے کچھ پوچھتی ہے لیکن وہ خود آ نہیں سکتی۔ شیخ نے کہا کہ میں اس کے پاس خود گیا۔ اُس نے کہا ہمیں ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے جس سے ہم سب حیران ہیں۔ ہمارے قبیلہ میں ایک لڑکا تھا۔ جو دن کو کھاتا نہ تھا۔ اور کسی سے بات نہ کرتا تھا۔ بکریوں کے چرانے کے لئے ہمارے پاس سے باہر نکل

ؒ ایک لڑکے کی حکایت کہ جو ہوا میں اڑ کر چلا گیا۔

جاتا بکریوں کو تو چھوڑ دیتا اور خود نماز پڑھتا رہتا۔ ان دنوں بیمار ہو گیا۔ اس کے لئے قبیلہ کے باہر ہم نے سایہ کا انتظام کر دیا۔ وہاں وہ سویا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن قبیلہ کے لوگ اپنی اپنی ضروریات میں مصروف تھے ہم نے دیکھا کہ وہ زمین سے اونچا ہو کر ہوا میں ایسا چکر لگاتا ہے جیسے چکی پھرتی ہے اس کی ماں نے جب اُسے دیکھا تو ہر چند چاہا کہ اس کو پکڑے لیکن نہ پکڑ سکی۔ وہ اوپر کو چلا جاتا اور ہم اس کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہوا میں نظر سے غائب ہو گیا۔ ہم نے قبیلہ کے لوگوں کو خبر کی اور ان کو متفرق جانب کو بھیجدیا کہ شاید ان پہاڑوں جنگلوں میں پڑ گیا ہو لیکن اُس کا کہیں نشان نہ ملا شیخ نے کہا کہ میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ عورت کہنے لگی کہ شائد آپ اس بات کا اعتبار نہیں کرتے۔ قبیلہ کی عورتوں کو بُلایا۔ سب نے اس پر گواہی دی۔ جس مجلس میں شیخ یہ قصہ بیان کر رہے تھے۔ ایک شخص نے سُنکر کہا۔ کہ اے شیخ کیا یہ بات ہو سکتی ہے۔ شیخ نے کہا اے بے وقوف یہاں کوئی ہے کہ اس امر کا منتظر ہو گا ہو سکتا ہے تو ہوا ہے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ایک نوجوان خراسان سے حاجیوں کے ہمراہ شیراز میں آیا اور بیمار ہو گیا۔ اس کی بیماری سخت تھی۔ ہمارے پاس ایک نیک بخت مرد تھا۔ جس کی بیوی بھی نیک بخت تھی۔ اس جوان کو اُس کے گھر ہم نے بھیجدیا تا کہ اس کی خدمت کریں۔ اتفاقاً ایک دن وہ مرد آیا جس کا رنگ متغیر ہوا تھا کہنے لگا عظم اللہ اجرکم یعنے خدا تم کو بڑا اجر دے۔ کہ وہ جوان فوت ہو گیا۔ میں نے کہا کہ تمہارا رنگ کیوں متغیر ہے۔ کہا کہ کل رات وہ جوان ہم سے کہنے لگا تم آج رات جاگتے رہو کہ آج رات سے زیادہ نہ رہونگا۔ میں نے اپنی بڑھیا سے کہا کہ پہلی رات تم پہرہ دو۔ اور بعد اس کے مجھے جگا دینا اور تم سو رہنا۔ جب اس بڑھیا نے مجھے جگایا تو میں صبح تک جاگنے کے لئے تیار ہو گیا لیکن مجھے نیند آ گئی۔ اتفاقاً کوئی مجھے آواز دیتا ہے کہ تو سوتا ہے اور خدائے تعالےٰ تیرے گھر میں آئے ہیں۔ میں خواب سے کانپتا ہوا جاگ اٹھا اور گھر میں حرکت کی آواز اور بڑی روشنائی تھی۔ وہ جوان آخر دم میں تھا۔ میں نے اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ ہاتھ پاؤں لمبے کر دئے۔ اس نے جان دیدی۔ میں نے اس مرد سے کہا کہ یہ بات کسی سے نہ کہو اور ہم کفن و غسل میں مشغول ہو گئے۔

ابو الخیر مالکی رحمۃ اللہ

آپ کا نام بندار بن یعقوب مالکی ہے۔ بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔ اقسام علوم کو جمع کیا تھا۔

شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں، کہ میں جوانی میں روزہ وصال رکھا کرتا تھا رات کو جامع مسجد میں رہا کرتا تھا میرے لئے ایک قندیل چھوڑ دیتے تھے۔ اتفاقاً ایک رات بارش ہو رہی تھی۔ چراغ بجھ گیا تھا کہ ایک شخص نے مسجد کے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ خادم نے جواب نہ دیا میرا دل تنگ ہوا۔ میں نے جا کر دروازہ کھول دیا۔ میں نے دیکھا کہ ابو الخیر مالکی ہیں۔ وہ آ کر بیٹھ گئے۔ ان کی ہیبت میرے دل میں چھا گئی۔ آپ نے کپڑا انکالا اعداس پر کھانا رکھدیا۔ اور کہا کھاؤ۔ میں اپنے گھر تھا۔ یہ کھانا میرے پاس لایا گیا۔ میں تنہا نہ کھا سکا۔ کیونکہ میرا دل تمہاری طرف لگا ہوا تھا۔ آپ کی ہیبت سے نہ کہہ سکا کہ میں نے روزہ وصال رکھا ہوا ہے۔ ان کے ساتھ میں نے کچھ کھایا۔ جب فارغ ہو چکے تو میں نے کہا اے شیخ ایک میرا سوال ہے کہا کہو متی یصفو العیش مع اللہ قال اذا دفعت المخالفۃ یعنے خدا کے ساتھ زندگی کب صاف ہوتی ہے۔ کہا کہ جب مخالفت اٹھ جائے۔ میں اس بات سے تعجب کرنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے یہ بات مشائخ سے کہی۔ وہ بھی تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم ان سے سُنینگے آخر ان سے پوچھا تو کہا ما یجری باللیل لا یذکر بالنھار۔ یعنے جو بات رات کو ہو جائے وہ دن میں ذکر نہیں کیا کرتے۔ اس بات کا اقرار نہ کیا +

ابو بکر شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو خفیف کہتے ہیں ما رایت ذاھدا متخلیا من الدنیا اصدق ظاھرا من ابی بکر الشعرانی یعنے میں نے ابی بکر شعرانی سے بڑھ کر کوئی بڑا زاہد دنیا سے خالی بڑا سچا ظاہر طور پر نہیں دیکھا۔ ایک دن میں نے اصطخر میں ان کی زیارت کا قصد کیا۔ رات کو ان کے پاس آئے۔ کہنے لگے اے ابا عبداللہ آج کی رات تمہاری صحبت کی برکت سے چرب کھانا کھائینگے۔ پھر اُٹھے اور ایک مٹی کا برتن اٹھایا اور چولھے پر رکھا۔ ایک ٹکڑا سوکھے گوشت کا ہنڈیا میں ڈالا۔ اس میں پانی ڈالکر تھوڑا سا نمک بھی ڈالدیا۔ ہنڈیا کو جوش دیا۔ اس سرائے میں اُسکے ساتھ اور شخص بھی تھا۔ اُس کو کہا کچھ ٹکڑے روٹی کے ہونگے۔ اُس نے کہا ہاں ہیں۔ وہ چند ٹکڑے روٹی کے لایا اس کو ثرید بنایا۔ اور اس ہنڈیا کے شوربے کو اس پر ڈال دیا۔ گوشت اس کے سر پر رکھدیا اور کہا کھاؤ کہ میں نے وہ ثرید کھایا۔ اور وہ مجھ سے کہتے تھے گوشت کھاؤ۔ اس گوشت کا ایک ٹکڑا لیا کہ مجھے لقمہ دے۔ میں نے کہا۔ میں نہیں کھاتا۔ کہا شاید تم فلاں فلاں کھانا چاہتے ہو۔ وہ کل کو شہر میں چلینگے۔ اور وہ سب تمہارے لئے لینگے۔ جب صبح ہوئی۔ تو ہم شہر میں آئے۔

فقرا جمع ہو گئے اور انہوں نے کھانا حاضر کیا میں نے کچھ کھانا لیا۔ اور ان کے پاس لایا۔ کہا کہو تم نے کیا کام کیا۔ میں نے کہا ابھی میں نے کچھ نہیں کھایا۔ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ پھر ہم نے ملکر کھانا کھایا۔ اور میں شیراز کو روانہ ہو گیا +

ابو محمد العنابدی رحمتہ اللہ تعالیٰ

آپ ابو عبد اللہ کے اُستادوں میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے محمد عنابدی جیسا کوئی کمانے والا کہ کسب کی حقیقت کی رعایت کرتا ہو نہیں دیکھا۔ ہر روز نصف دانگ کماتے جس سے اُن کی غذا ہوتی تھی۔ ایک حبہ کی بھسی خرید لیتے اور اس کی دو روٹیاں پکا لیتے۔ ایک سے افطار کرتے اور ایک کو صدقہ کر دیتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں ایک دن ان کے پاس گیا ان کے پاس ایک کپڑا تھا۔ جس کو چوہوں نے پارہ پارہ کر دیا تھا۔ میں نے کہا۔ یہ کیا ہے۔ کہا اس کو چوہوں نے پھاڑ دیا ہے۔ اور میں بھی چوہوں کی وجہ سے بڑا پریشان ہوں۔ رات کو میرے سر منہ پر دوڑتے ہیں۔ میں نے کہا چراغ کیوں نہیں جلاتے ہو۔ کہا چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں نے چراغ نہیں جلایا۔ کیونکہ اس کے حساب سے ڈرتا ہوں۔ کہ اس کے لئے کتنا چاہیئے جو حاصل ہو۔ کیونکہ سب کا حساب ہو گا +

جعفر الخذاقدس اللہ روحہٗ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ صحب الجنید ومن فی طبقتہ وکان الشبلی یذکر مناقبہ ویقول بفضلہ یعنے وہ جنیدؒ اور ان کے طبقہ کے لوگوں کی صحبت میں رہے ہیں۔ شبلی ان کا ذکر کیا کرتے اور اُن کی بزرگی کا بیان کیا کرتے۔ بندار بن حسین سے منقول ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہے۔ کوئی مرد پورے حال والا جعفر خذا سے بڑھ کر میں نے نہیں دیکھا۔ اور وہ میرے نزدیک شبلیؒ سے بڑھ کر ہے بندار یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ان کی نزع کا وقت تھا۔ تو ایک شخص اُنکے پاس سے صوفیوں کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کا باطنی حال خراب ہو گیا ہے۔ تو ظاہری آراستگی میں پڑے ہیں۔ ۳۴۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ ان کی قبر شیراز میں ہے۔ شیخ عبد اللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ایک دن مومل جصاص نے مجھ سے کہا کہ جاؤ دیکھو تو جعفر خذا کا کیا حال ہے۔ میں ان کے پاس آیا میں نے دیکھا کہ ایک بچھونے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُس کے گرداگرد تکئے رکھے ہوئے ہیں جامہ شیرازی پہنے

ہوئے دوپٹہ سر پر باندھے ہوئے گھر بھی نہایت عمدہ ہے۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اُنہوں نے مجھ کو پوچھا میں نے ان کو پوچھا۔ ابھی میں بیٹھا ہی تھا۔ کہ باندی آیا اور کھانے کا سامان لاکر رکھ دیا۔ میں نے اُٹھنے لگا۔ کہ باہر آؤں۔ کہا بیٹھو کہ ملکر کھالیں۔ میں نے کہا میں نے تو روزہ کی نیت کی ہوئی ہے باہر نکل آیا۔ جب میں موتل کے پاس پہنچا۔ کہا جعفر کو کیسے دیکھا جیسے میں نے دیکھا تھا بیان کیا۔ موتل نے ہاتھ اٹھائے اور کہا الٰہی ہم کو سلامتی اور عافیت عنایت کر۔ جب کچھ مدت گذر گئی۔ موتل نے مجھ کو پھر کہا کہ جعفر کے پاس جاؤ۔ اور اس کا حال دیکھو۔ میں گیا اور ویران سرائے میں آیا۔ جعفر کو طلب کیا۔ کہنے لگے اس گھر میں ہے۔ تین دن سے کچھ نہیں کھایا نہ پیا ہے۔ میں اس گھر میں گیا اس کو دیکھا کہ مُنہ خاک پر رکھا ہوا ہے۔ اور پُرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ میں نے ان کو سلام کہا سر اُٹھایا اور اس کے چہرہ پر آنسو گرے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کیا حال ہے کہا اے ابا عبداللہ حال کیا بتلاؤں تم دیکھ رہے ہو۔ میں نے اُن کے ساتھ نرمی اور محبت سے باتیں کیں۔ اُن کو ذرا تسلی ہوئی۔ گھر کے لوگوں نے کہا تمہیں خدا کی قسم انہیں کھانا کھلاؤ کیونکہ تین دن رات ہو چکے ہیں۔ کہ کچھ نہیں کھایا۔ میں نے بہت کوشش کی اور کچھ ستو کھلائے۔ جب مُوتل کے پاس آیا تو پھر کہا جعفر کا کیا حال ہے جو کچھ میں نے دیکھا تھا بیان کیا۔ مُوتل نے کہا اگر اس نعمت میں توقف کرتا تو اس بھوک میں مبتلا نہ ہوتا+

ہشام بن عبدان رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو محمدؒ ہے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ جب ہشام بن عبدان نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کو وجد و حالت ہو جاتی۔ محراب میں اِدھر اُدھر پھرتے اور قرآن پڑھتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ان کی نماز کی عمدگی کی وجہ سے یہود نصاریٰ، مجوسی جمع ہو جاتے اور تماشا دیکھتے۔ ان کی ایک بکری تھی کہ جس کا دودھ پیتے تھے۔ اس کو اپنے ساتھ جنگل میں چرانے لے جاتے۔ ایک دن ہشام سوتے تھے۔ جب بیدار ہوئے دیکھا تو ایک شخص کی کھیتی میں چر رہی ہے۔ اُس کو کھیتی والے کے پاس لے گئے۔ اور کہا اس کو لے لو کہ اس نے تمہاری کھیتی کھائی ہے۔ کھیتی والے نے کہا میں نے آپ کو معاف کر دیا کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر چند اس نے اصرار کیا قبول نہ کیا چھوڑ کر چلے آئے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ایک دن ہشام کے ساتھ میں دعوت میں تھا۔ صاحب دعوت ایک پیالہ حلوے کا لایا اور شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ کہ شیخ کھائے ہم نے کہا کہ

ہمارا حصّہ بھی دو کہا مجھ کو اس نے اجازت نہیں دی کہ تم کو دوں۔ ہر چند ہم نے کہا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ہم ان کے آگے سے اُٹھا کر کھا گئے۔ ہشام کو دہشت اور حیرت ہوئی۔ ایک سال تک نماز چھوڑ دی لوگ ان کو کافر کہتے تھے۔ اور ان کا قصّہ جامع مسجد سے مشائخ تک پہنچا۔ ایک دن سب اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور ابن سعدان محدث ان کے ساتھ تھے۔ کہا مجھ کو پہچانتے ہو۔ کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ تم ابن سعدان ہو۔ کہا نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ ہشام نے کہا مجھ کو چند موانع پیدا ہو گئے ہیں۔ جس سے رُک جاتا ہوں کہا کہ بتلاوہ کیا ہیں۔ تب وہ خاموش ہو گئے۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ ابو عبد اللہ خفیف سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب تھا۔ کہ ہشام نماز نہیں پڑھتے کہا وہ ہمیشہ جمالِ غیب کا مطالعہ کرتے ہیں اور امور غیبی ان پر غالب ہیں جس سے مقام حیرت میں پڑ گئے ہیں۔ اور ظاہری اعمال سے رُک رہے ہیں۔ ایک دن جامع مسجد کے مشائخ جمع ہوئے اور ہشام کو بلایا اور کہا کہ ہم نے سُنا ہے۔ تم مشاہدہ کے قائل ہو اور جو شخص اس کا قائل ہو اس کو توبہ کرنی چاہیئے۔ یا اس کو سزا دینی چاہیئے ہشام نے کہا کہ توبہ تلقین کرو۔ توبہ سکھلائی تو انہوں نے توبہ کی۔ دوسرے دن صبح کے وقت آئے۔ اور مشائخ کے برابر آکر کھڑے ہوئے۔ اور کہا تم گواہ رہو کہ میں نے کل کی توبہ سے توبہ کر لی ہے۔ مشائخ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے پاؤں پکڑ کر گھسیٹنے لگے یہاں تک کہ اس کو مسجد سے نکال دیا۔

ابو محرز رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ شیراز کے اطراف کے رہنے والے ذوالنون مصری کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ ابو عبد اللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ابو محرز نے یہ کہا ہے میں نسا سے شیراز کی طرف آیا سلطانی افسر قافلہ کے ہمراہ ہو لیا جب میں نے ان کے افعال اقوال دیکھے تو دل میں اس پر انکار کیا۔ اور ان کو دشمن سمجھا۔ یہ قصد کر لیا کہ ان سے علیحدہ ہو جاؤں۔ اتفاقاً آواز آئی کہ افسر کا ٹنکہ گم ہو گیا ہے۔ افسر نے قسم کھائی کہ سب قافلہ کی تلاشی لی جائے۔ سب کی تلاش کی صرف میں ہی رہ گیا کہنے لگے کہ سب قافلہ کی تلاشی لی گئی ہے۔ کوئی باقی نہیں رہا۔ مگر یہ شیخ اور ایسے شخص کی کون تلاشی لے اور متہم بنائے افسر نے کہا میں نے قسم کھائی ہے۔ اس لئے ان کی تلاشی بھی ضرور ہو گی۔ میرے پیراہن کو جو اٹھایا تو وہ ٹنکہ میرے پاس نکلا۔ میں نے کہا واللہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ افسر نے کہا یہ اس کی چوری سے اور بڑی بات ہے اس کے بعد کہنے لگے اس سے کیا معاملہ کرنا چاہیئے۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ افسر کہنے لگا اسے قافلہ کے راہ پر بٹھا دیا۔ تاکہ قافلہ والے ایک ایک کر کے اسکے سامنے سے گزریں

اور اس کو زجر ملامت کریں۔ اس کے بعد اس کو چھوڑ دینا اور اس کا ساتھ نہ کرو ویسے ہی کیا مجھ کو ایک جگہ پر بٹھلا دیا۔ اور چل دئے۔ ابوحفص کے خلوت خانہ یا پاخانہ کو پاک کرنے اور اس سے پہلے ابومزاحم کے پہنچنے کا قصہ جو پہلے اس سے مقامات میں گذر چکا ہے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف نے اس کی نسبت شیخ ابومحرز کی طرف کی ہے نہ شیخ ابوخرام کی طرف۔ واللہ اعلم بالصواب ٭

عبدالرحیم اصطخری رحمۃ اللہ تعالیٰ

ان کی کنیت ابوعمرؒ ہے انہوں نے حجاز، عراق، شام کا سفر کیا ہے۔ رویمؒ کی صحبت میں رہے ہیں سہل بن عبداللہ تستری کو دیکھا تھا ان کا طریقہ پوشیدہ تھا۔ اور رندانہ طریق کا اظہار کرتے تھے کپڑے بھی رندانہ رکھتے تھے۔ کتے رکھے ہوئے تھے۔ شکار کو جایا کرتے تھے۔ کبوتر بھی پال رکھے تھے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ جب میں رویم کے پاس آیا۔ تو عبدالرحیم اصطخری کا حال مجھ سے پوچھا میں نے کہا اسی سال وہ فوت ہوئے ہیں۔ کہا کہ خدا اس پر رحمت کرے میں کوہ لگام وغیرہ میں اس طریق کے بہت لوگوں سے ملا ہوں لیکن عبدالرحیم سے بڑھ کر کسی کو صابر نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ شکار کو باہر گئے تو ایک شخص خفیہ ان کے پیچھے پیچھے گیا۔ جب وہ پہاڑوں میں پہنچے تو کتوں کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے جائے نماز کو ہمراہ رکھتے تھے اس کو پہن لیا۔ اور کھڑے ہو کر ذکر خدا میں مشغول ہوئے پہاڑ میں سے آواز آئی مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پتھر اور درخت اور کوئی جاندار ایسا نہیں تھا۔ جو ان کے ذکر کی موافقت نہ کرتا ہو۔ کہتے ہیں کہ ان کے گھر میں ایک گائے کا چمڑا تھا جس کے سینگ بھی اس پر رکھے ہوئے تھے۔ جب گرمیاں آئیں تو سینگوں کو پکڑ لیتے اور اس چمڑہ کو گھر کے صحن میں بچھا دیتے۔ اور جب سردیاں ہوتیں تو گھر میں بچھا دیتے۔ جعفر خذاؔ کہتے ہیں کہ میں اصطخر میں گیا تا کہ عبدالرحیم کی زیارت کروں۔ ان کے مکان پر پہنچا دیکھا تو وہ اجڑا ہوا تھا۔ ان کے پاس گیا دیکھا تو وہ گھر کے گوشہ میں بیٹھے ہیں۔ پرانے کپڑے پہنے ہوئے اور ان پر ٹاٹ تھا دیکھ کر حیران رہ گیا اور مجھے ان پر رحم آ گیا۔ مجھ کو کہنے لگے تمہیں کیا ہوا۔ میں نے کہا افسوس ابھی تم جاؤ گے تب وہ وہاں سے اٹھے اور گھر سے نیچے اتر آئے۔ ایک بڑا پتھر تھا اس کو اٹھایا اور کوٹھے پر لے گئے۔ مجھ سے کہا اے قوی شخص اٹھ اور اس کو نیچے لے چل۔ میں تعجب کرنے لگا کہا کہ آج سترہ روز ہو گئے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں کھایا۔ باہر جا اور جو کچھ لا سکتا ہے لا شائد کہ مجھے بھوک معلوم ہو اور تمہارے ساتھ کھاؤں۔ میں باہر گیا اور جو کچھ بازار میں ملا گھر لے آیا۔

اور اُن کے سامنے رکھ دیا۔ وہ کھانے کو دیکھنے لگے۔ اور کہا بیٹھ جا اور کہا شاید کہ مجھے بھی رغبت پیدا ہو میں بیٹھ گیا اور رغبت سے کھانے لگا۔ جو کچھ لایا تھا۔ اس میں ایک خربوزہ بھی تھا۔ میں نے اس کو کاٹنا۔ کہا اس میں سے ایک پھانک دو۔ میں نے اُن کو دی دانت مار کر کھانے لگے مگر کھا نہ سکے۔ آخر اس کو پھینک دیا۔ اور کہا اُٹھاؤ کیونکہ دروازہ بندھا ہوا ہے۔ اُن کو باپ سے بیس ہزار درہم ورثہ میں ملے تھے لیکن ایک قوم کے ذمہ تھے۔ اُن سے کہنے لگے کہ دس ہزار مجھ کو دے دو۔ اور دس ہزار میں نے معاف کر دئے۔ اُنھوں نے دہ درم اُن کو دے۔ ان کو تھیلی میں ڈال لیا۔ رات بھر ان کو تشویش رہی۔ کبھی کہتے تھے۔ کہ تجارت کروں۔ پھر اس خیال سے کہ ان کو فقراء کو دیدوں۔ کبھی کہتے تھے گھر میں رکھوں۔ اور ہر روز ان کو خرچ کر دیا کروں۔ آخر آدھی رات کو اُٹھے اور تھیلی کو کوٹھے پر اُٹھا کر لے گئے۔ مُٹھی بھرتے تھے اور ہر طرف پھینکتے تھے۔ یہاں تک کہ تھیلی خالی ہو گئی۔ جب صبح ہوئی تو ہمسایۂ آس پاس کے گھر والوں نے کہا شائد آج رات درہم کا مینہ برسا ہے۔ عبدالرحیم نے تو برہ کو جھاڑا تو نصف درہم نکلا۔ یاروں سے کہنے لگا تمہیں خوشی ہو کہ روٹی اور ترکاری مل گئی۔ یہ لوگ باہم کہنے لگے کہ اس دیوانہ کو دیکھو دس ہزار درہم تو پھینک دئے ہیں۔ اور اس آدھے درہم پر خوشی منا رہا ہے۔ ایک دفعہ عبدالرحیم عبادان میں گئے۔ اکیس روز وہاں مقیم رہے جو کچھ کہ رات کو افطار کے لئے لاتے تھے۔ صبح تک ویسے ہی پڑا رہتا تھا۔ عبادان کے لوگ اس کے شیفتہ بن گئے۔ جب یہ حال معلوم کیا تو وہاں سے سہل تستری کا قصد کیا اُن کے پاس آئے اور کہا میں تمہارا مہمان ہوں۔ کہا کیا پکانا چاہئے کہا کہ سکباج (قسم طعام برنج وگوشت جس میں پڑتا ہے مثل پلاؤ) پکانا چاہئے۔ سہل نے کہا کیسے پکائیں۔ کہ میرے ساتھی نہیں کھاتے۔ اس نے کہا میں کیا جانوں تم خود میری ضیافت کرو۔ سہل نے کہا سکباج پک گیا۔ کہا ویسے ہی ہنڈیا اُٹھا کر لے آؤ۔ جب لائے تو ایک سوالی دروازہ پر خدا کے لئے خیر مانگ رہا تھا کہا ہنڈیا اُس کو اُٹھا دو۔ تب وہ اس کو دیدی گئی۔ اور خود کچھ نہ کھایا۔ دوسرے دن سہل نے اس سے کہا۔ آج کیا چاہئے وہی جو کل کہا تھا جب پھر پکا۔ کہا ہنڈیا میرے پاس لے آؤ۔ لائے۔ سہل کا غلام بدون اس کے کہ وہ جانے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ تاکہ اگر کوئی سائل آئے تو منع کرے۔ اتفاقاً پھر ایک سوالی آیا۔ کہا ہنڈیا اس کو اٹھا دو۔ پھر وہ ہنڈیا اس کو دیدی۔ تیسرے دن سہل نے کہا آج کیا چاہئے کہا وہی جو پہلے کہا تھا۔ جب پکایا باہر لائے کچھ نہ کھایا۔ یہاں تک کہ ایک مہینہ پورا ہو گیا۔ بعد ازاں ایک مرد کو دیکھا روٹی کے چند ٹکڑے اُس

کے پاس ہیں۔ اور پانی کے کنارہ پر بیٹھا ہوا تر کرتا ہے۔ اور کھاتا ہے اس کو بلایا اور اس کے ساتھ مل کر کچھ کھایا +

مومل جصاص (چونہ فروش) رحمۃ اللہ تعالےٰ

ھو من کبار مشائخ شیراز سافر الحجاز والعراق وکان حسن اللسان فی علم التوحید وعلوم المعارف مع انہ لا یکتب یعنے وہ شیراز کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ کہ جنہوں نے حجاز اور عراق کا سفر کیا تھا علم توحید وعلم معارف میں اچھے بولنے والے تھے، باوجودیکہ اَن پڑھ تھے۔ اور لکھ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے ان مسائل کے جواب دئے ہیں۔ جن کو سہل اصفہانی نے شیراز میں بھیجا تھا جب صبح کی نماز پڑھ لیا کرتے تو قرآن پڑھنے میں مشغول ہوتے یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا۔ پھر نماز چاشت (ضحیٰ) پڑھتے اور باہر نکلتے۔ ایک صوفی کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک دفعہ نماز سے پہلے باہر نکلے میں ان کے گھر پہنچا تین سو مرد کے قریب وہاں جمع تھے۔ جو اپنی اپنی ضروریات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ سب کی ضرورت سُنی اور اپنے یاروں کو ان کی حاجت پورا کرنے کے لئے الگ الگ بھیجدیا غلاموں سے کہا کہ میرے اوزار فلاں جگہ لے چلو۔ میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ یہ سب کام ایک گھڑی میں کر لیتے۔ میں حیران رہ گیا۔ میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے فرزند۔ مجھ کو صبح تم نے مسجد میں دیکھا تھا۔ اس وقت خدا کو زیادہ یاد کرتا ہوں۔ بہ نسبت اس کے کہ صبح مسجد میں تھا۔ جب کام میں مشغول ہوتے تو پھر کسی سے سلام سے زیادہ بات نہ کرتے۔ اور کہتے۔ کہ میں مزدور ہوں۔ اگر سلام کا جواب واجب نہ ہوتا تو میں جواب سلام بھی نہ دیتا۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ جب مومل جصاص مکہ میں آئے تو ابوالحسن مزین کے پاس گئے۔ اور سلام کہہ کر بیٹھے۔ اور کہا ایہا الشیخ میرا ایک سوال ہے۔ اور میں ایک عجمی آدمی ہوں۔ مجھ سے نرمی سے بات کیجئے کہا خیر مضائقہ نہیں۔ پوچھو۔ مومل نے کہا ھل ترتقی الفھوم الی ارتقاء المواجید۔ یعنے کہا سمجھ وجدان کے مرتبہ تک پہنچ سکتی ہے۔ ابوالحسن اُن کی طرف دیکھتے تھے۔ اور کہا تم کہاں سے آئے ہو۔ کہا شیراز سے۔ کہا تم کس نام سے مشہور ہو کہا مجھ کو مومل کہتے ہیں۔ کہا وہاں سے اُٹھو۔ کہ وہ تمہاری جگہ نہیں ہے۔ اور ان کو اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور ہر وقت ان کو کہنے لگے انت رجل اعجمی امی یعنے کیا تم عجمی اَن پڑھ شخص ہو۔ اور ہنستے تھے۔ اور بعد اُس کے جو شخص ان سے مسئلہ پوچھتا تو مومل کی طرف اشارہ کر دیتے اور کہتے شیخ سے پوچھو۔ اور اُسی

کے حوالہ کر دیتے شیخ ابوعبداللہ خفیف یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے حج کا ارادہ کیا۔ اور ابھی بچہ تھا مؤمل جصاص نے مجھے وصیت کی کہ جب تم ٹھہرنے کی جگہ پہنچو تو عرفات کی پہاڑی کا قصد کرنا۔ اور اولیاء اللہ کو وہاں تلاش کرنا۔ کہ وہ اُن کی جگہ ہے۔ جب میں وقوف کے موقع پر گیا۔ وہاں سے جلد گذرا اور لوگوں کو چھوڑ دیا تو میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ اس لئے میں ڈر کر واپس ہونے لگا۔ پھر وہ خواہش غالب ہوئی اور کچھ آگے بڑھا ایک گڑھے میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں دس شخص کھڑے ہیں اور سر نیچے کئے ہوئے۔ ان کے درمیان ایک بڑا شیخ ہے۔ اور میرے شیخ ابو محمد عنایدی بھی ان کے ساتھ ہیں جب مجھ کو ان حضرات نے دیکھا تو میرے شیخ کی طرف اشارہ کیا۔ تب میں آگے بڑھا اور سلام کہا سب نے جواب دیا۔ شیخ نے مجھ کو اپنے پاس بلا لیا۔ جب فارغ ہوئے سب اسی شکل پر روانہ ہوگئے۔ اور میرے شیخ سے کہنے لگے کہ اس لڑکے کی حفاظت کرنا۔ میں ان کے اور اپنے شیخ کے درمیان جارہا تھا۔ میں سُنتا تھا کہ اس کے کلام سے سین کا حرف میرے کان میں آتا تھا۔ میرے خیال میں ایسا آیا کہ شائد استغفار پڑھتے ہیں۔ جب مزدلفہ میں پہنچے تو شیخ نے مجھ سے کہا کہ اپنے ساتھیوں کو آواز دے۔ میں نے آواز دی۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ میں اُن کے پاس گیا۔ اور وہ جماعت مشعر بالحرام کی طرف گئی۔ اور کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے۔ میں اپنی ضرورت پوری کر کے اُن سے جا ملا۔ صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو غائب ہوگئے پھر میں نے اُن کو نہ دیکھا +

علی بن شلّویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ علی بن شلویہ اور ایک شخص میں گفتگو ہوتی تھی۔ علی بن شُلویہ نے کہا۔ میں ایک مرد کو پہچانتا ہوں۔ کہ وہ پہاڑ کے سر پر تھا۔ نماز کا وقت آگیا۔ پانی دوسرے پہاڑ پر تھا۔ چاہا کہ وضو کرے۔ وہ دونوں پہاڑ باہم مل گئے۔ تب اپنا پاؤں اٹھا کر دوسرے پہاڑ پر رکھدیا۔ اور وضو کر کے نماز پڑھی۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف یہ بھی کہتے ہیں۔ چونکہ علی بن شلویہ اکثر پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے۔ پہاڑ کے اطراف کی ایک جماعت اس کی مفتون ہوگئی۔ ان کے رئیسوں میں سے دو شخص ان کی خدمت میں آئے۔ اور کہنے لگے ہم دونوں کی لڑکیاں ہیں۔ اور ہر ایک کے پاس چار ہزار بکریاں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ ان دونوں سے آپ نکاح کرلیں۔ اور وہ بکریاں آپ کے مہمانان فقراء کے کام میں آئینگی۔ آپ

نے دونوں لڑکیوں سے نکاح کر لیا۔ ایک دن مؤمل نے ان سے کہا یہ ہم پر احسان نہ کر۔ تو بھی ہماری طرح ہو گیا ہے۔ کہا میں نے یہ خدا کے لئے کیا ہے۔ مؤمل نے کہا ہم نے بھی خدا کے لئے کیا ہوا ہے۔ علی بن شتوبہ نے کہا میں نے ان کو تین طلاقیں دیدیں۔ تم بھی اگر سچے ہو تو طلاق دے دو۔ مؤمل نے اس سے کہا یا میشوم نسیت السنتہ فی الطلاق (اے منحوس طلاق میں سنت طریق بھول گیا (یعنی طلاق تفریق چاہئے تھی نہ ایک دم جو بدعت ہے) +

ابوبکر اسکاف رحمۃ اللہ تعالیٰ

موچی ۱۲

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابوبکر اسکاف نے تیس سال روزے رکھے ہیں۔ جب نزع کا وقت آ گیا تو روٹی کا ٹکڑا تر کر کے اس کے منہ پر رکھا۔ اس کو پھینک دیا اور روزہ کے ساتھ ہی وفات پائی +

ابو الضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابو الضحاک سے میں نے سنا تھا وہ یوں کہتے تھے۔ میں اپنے بالاخانہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ شیطان کو دیکھا کوچہ میں پھرتا ہے۔ میں نے کہا اے ملعون یہاں کیا کرتا ہے۔ اس نے پاؤں زمین پر سے اٹھایا۔ اور بالاخانہ پر آ گیا۔ ہم دونوں کشتی کرنے لگے۔ میں نے اس کو تھپڑ مارا اور گرا دیا۔ اس بات کو کئی برس گذر گئے۔ ایک دفعہ مجھ کو حج کا اتفاق ہوا۔ جب لوٹا تو ایک دریا پر پہنچا۔ جس کا پل ٹوٹا ہوا تھا۔ پانی بہت تھا۔ گذرنے میں عاجز ہو گیا۔ اتفاقاً ایک ضعیف بوڑھے کو دیکھا۔ کہ وہ پانی میں چلا گیا ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس بوڑھے سے تو ضعیف نہیں ہوں۔ اٹھا اور اس کے پیچھے ہو لیا۔ جب درمیان میں پہنچا تو اس بوڑھے نے اپنا پاؤں دریا کے کنارہ پر رکھا۔ اور باہر نکل گیا۔ میں پانی میں رہا۔ حتیٰ کہ پانی مجھ پر غالب ہوا۔ اور میں ڈوب گیا۔ تمام کپڑے تر ہو گئے۔ پانی مجھے گھماتا تھا۔ اور لئے جاتا تھا۔ یہاں تک کہ خدا تعالےٰ نے مدد کی اور مجھ کو پانی سے کنارہ تک لگا دیا۔ وہ بوڑھا کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب خدا تعالیٰ نے مجھے نجات دی اور باہر نکل آیا۔ تو اس بوڑھے نے مجھے کہا کہ اے ابو الضحاک اب توبہ کی کہ دوبارہ مجھے تھپڑ نہ ماریگا +

ابو محمد خفاف رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابوالحسین مزین نے مجھے لکھا کہ تمہارا دریا میں ایک مرید ہے۔ اگر وہ نجات پا جائے تو تمہارے لئے جلد جواہرات لائے گا۔ اس سے محمد خفاف مطلوب تھا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں، کہ ابو محمد خفاف شیراز کے مشائخ کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے تھے۔ مشاہدہ میں بات ہوتی تھی۔ ہر ایک اپنے حال کے مطابق کہتا تھا۔ ابو محمد خاموش بیٹھے تھے۔ مؤمل جصاص نے ان سے کہا کہ تم بھی کچھ کہو۔ کہا جو باتیں اس بارہ میں اچھی تھیں۔ وہ تو کہہ چکے مؤمل نے کہا بہر حال تم بھی کچھ کہو کہا جو کچھ کہ تم نے کہا ہے وہ حد علم تھی حقیقت مشاہدہ نہیں۔ حقیقت مشاہدہ یہ ہے۔ کہ حجاب اٹھ جاوے۔ خدا تعالیٰ کو علانیہ طور پر دیکھے۔ اس کو کہا گیا کہ تم نے یہ بات کہاں سے کہی۔ اور تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا۔ کہا کہ میں تبوک کے جنگل میں تھا۔ مجھ کو فاقہ نے سخت بیچین کر دیا۔ میں مناجات میں تھا، کہ اتفاقاً حجاب اٹھ گیا۔ میں نے خدا کو عرش پر بیٹھا ہوا دیکھا اور سجدہ کیا اور کہا مولائی ماھذا مکانی وموضعی منک یعنی اے میرے مولا میرا مرتبہ اور مکان تم سے کیسا ہے؟ جب صوفیوں نے یہ بات سنی سب خاموش ہو گئے۔ مؤمل نے ان سے کہا اٹھو کہ بعض مشائخ کی زیارت کریں۔ اٹھ کھڑے ہوئے۔ مؤمل نے ان کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ اور ابن سعدان محدث کے گھر میں آئے۔ ابن سعدان نے تعظیم اور مرحبا کہا۔ مؤمل نے کہا۔ ایھا الشیخ تریدان تروی لنا الحدیث المروی عن النبی علیہ السلام انہ قال الشیطان عرشا بین السماء والارض اذا اراد بعبد فتنۃ کشف لہ عنہ ابن سعدان نے کہا حدثنی فلان عن فلان واسند ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للشیطان عرشا بین السماء والارض اذا اراد بعبد فتنۃ کشف لہ عنہ یعنے مؤمل نے کہا اے شیخ وہ حدیث شیطان والی سناتے ہو۔ ابن سعدان نے کہا، کہ حدیث کی مجھ سے فلاں نے فلاں شخص سے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ شیطان کا ایک تخت ہے جو کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ جب وہ کسی بندہ سے فتنہ کا ارادہ کرتا ہے۔ تو پردہ کھول دیتا ہے جب ابو محمد نے اس حدیث کو سنا تو کہا۔ ایک دفعہ اور لوٹاؤ۔ انہوں نے دوبارہ حدیث پڑھی۔ تب وہ رو پڑے اور اٹھ کر باہر چلے گئے۔ چند روز ہم نے ان کو نہ دیکھا بعد ازاں آئے۔ تو ہم نے کہا اتنے دن کہاں غائب رہے۔ کہا وہ نمازیں کہ اس وقت

سے ادا کی تھیں۔ ان کی قضا کرتا رہا۔ کیونکہ میں نے شیطان کی بندگی کی تھی۔ پھر کہا مجھ کو اس سے گریز نہیں کہ جس موقعہ پر میں نے دیکھا اور سجدہ کیا تھا۔ وہیں پھر جاؤں اور اس پر لعنت کروں۔ تب وہ باہر چلے گئے۔ اور اس کی پھر کوئی خبر ہم نے نہ سنی +

حسن بن حمویہ اور اس کے صاحب ابوجعفر خراز اصطخری رحمۃ اللہ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابوجعفر خراز صاحب حسن بن حمویہ اصطخر سے ہمارے پاس آیا ابن زبدان نے کہا۔ میری یہ خواہش ہے کہ آج کی رات اس کو میرے پاس لائے۔ اس کو میں نے ان کی مجلس میں حاضر کر دیا۔ مجلس کے درمیان ابن زبدان نے خراز سے کہا کہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ کوئی اپنی حکایت۔ بیان کرو۔ انہوں نے کہا۔ کہ میری تو کوئی حکایت نہیں۔ ہاں اگر چاہتے ہو تو جو کچھ مشائخ سے دیکھا ہے وہ بیان کر دوں ابن زبدان نے کہا کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ خراز نے کہا کہ میں اور ایک جماعت حسن حمویہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ سر نیچے کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ اتفاقاً انہوں نے ایک چیخ ماری اور ہماری نظر سے غائب ہو گئے ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس قصہ کو کسی سے مت کہنا کیونکہ لوگ کہیں گے باہر ایک نئی بات نکالی۔ تین دن گذر گئے کہ ان کو ہم نے نہ دیکھا اور کوئی ان کا پتہ نہ لگا۔ جو شخص ان کا حال پوچھتا تو کہہ دیتے کہ وہ کام میں مشغول ہیں۔ تین دن کے بعد اتفاقاً ہم نے دیکھا کہ مسجد میں آ گئے۔ لیکن رنگ بدلا ہوا ہے۔ اور چونکہ رعب داب والے تھے کسی کو ان سے بات کرنے کی مجال نہ تھی۔ لیکن میں ان کے ساتھ ہمیشہ خوش طبعی کی باتیں کیا کرتا تھا۔ میں نے کہا۔ اے شیخ میرے پاس تازہ پنیر ہے۔ اگر اجازت ہو تو لاؤں۔ اور ان کو ہمیشہ تازہ پنیر اچھا معلوم ہوتا تھا۔ کہا اچھا لاؤ۔ میں لایا۔ ایک لقمہ کھایا۔ پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کھاؤ۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابن زبدان میری طرف متوجہ ہوئے۔ کہ کچھ شک نہیں یہ مرد سچا تو ہے لیکن اس حکایت کا مجھے اعتبار نہیں۔ کوئی ایسی تدبیر کرو۔ کہ مجھے اعتبار آ جائے۔ میں نے کہا کہ شیخ کے لئے خواب کے کپڑے بچھا دو۔ تاکہ سو جائیں۔ اور راستہ کے رنج سے آرام پائیں۔ سونے کا بندوبست کر دیا گیا اور وہ سو گئے۔ میں ابن زبدان کے پاس بیٹھا رہا۔ اور قصہ بیان کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے کہا مجھے اعتبار آ گیا۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف سے پوچھا گیا کہ یہ واقعہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا وہ اپنے مکان سے دور نہ ہوئے

تھے۔ لیکن ان کو لباس پہنا دیا گیا۔ کہ جس کے سبب سے آنکھوں سے غائب ہو گئے تھے۔

عبداللہ قصار رحمتہ اللہ

شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ عبداللہ قصار (دھوبی) نے کہا۔ ایک دفعہ میں حج کے ارادہ سے باہر جاتا تھا۔ شیراز کے مشائخ نے مجھ سے کہا۔ جبکہ تم سہل بن عبداللہ تستری کی خدمت میں جاؤ۔ تو ہمارا سلام اُن کو پہنچانا۔ اور کہنا کہ ہم آپ کی بزرگی کے اقراری ہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہو اس کا اعتبار کرتے ہیں۔ آپ کی نسبت ہم کو یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ عرفہ کے دن اپنی جگہ سے باہر نکلتے ہو اور عرفات کے موقع پر تمام حاجیوں کے ساتھ حاضر ہوتے ہو۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو ہم کو خبر دو کہ ہم اس کو مان لیں۔ عبداللہ قصار کہتے ہیں۔ کہ میں نے اُن کا قصد کیا۔ اور اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام کہا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک چادر لپیٹے ہوئے۔ اور لکڑی کی کھڑائیں سامنے دھری تھیں۔ اور اُن کی آنکھیں کھلی تھیں۔ لیکن ایک حیران ششدر رہ گیا۔ پر اُن کا رعب چھا گیا۔ اور بات نہ کر سکا۔ پھر اس درمیان میں کہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عورت آئی۔ اور کہنے لگی اے شیخ میرا لڑکا ہے جو بیمار ہے اُٹھ نہیں سکتا۔ میں اس کو لئے لائی ہوں۔ کہ آپ دُعا کریں۔ سہل نے کہا کیوں خدا کے پاس اس کو اُٹھا کر نہ لے گئی۔ وہ عورت جواب میں کہنے لگی۔ کہ تم بھی خدا کے پاس ہو۔ پس سہل نے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا۔ میں اُٹھا۔ اور اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اُٹھے اور کھڑائیں پہن لیں۔ اور چلے اور وہ عورت بھی چلی۔ اور ان کو دریا کے کنارہ پر لے گئی۔ لڑکے کو دیکھا کہ چھوٹی کشتی میں ہے۔ سہل نے اس کو کہا اپنا ہاتھ مجھے دے عورت کہنے لگی وہ ہاتھ نہیں دے سکتا۔ سہل نے اُس عورت سے کہا دُور ہو۔ اُس لڑکے نے اُن کو ہاتھ دیا۔ آپ نے کہا اُٹھ۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کنارہ تک آ گیا۔ سہل نے ملاح سے کہا تو چلا جا۔ پھر لڑکے سے کہا وضو کر اور دو رکعت نماز پڑھ۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس عورت سے کہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ لے۔ اُس نے ہاتھ پکڑ لیا اور چل دئے۔ عبداللہ کہتے ہیں۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو میری دہشت جاتی رہی۔ اور خوش ہو کر مشائخ کا پیغام پہنچا دیا۔ سہل نے ایک گھڑی سر نیچے ڈالا۔ اس کے بعد کہا اے دوست ھؤلاء القوم یؤمنون باللہ یفعل ما یشاء قالت نعم قال فما سوالھم عن ذالک یعنے کیا یہ لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے میں نے کہا ہاں۔ پھر کہا تو ان کا یہ سوال کیا ہے یعنے اس

سوال کی ضرورت نہیں +

ابراہیم المتوکل رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ایک صوفی نے مجھ سے کہا میں جنگل میں گیا دیکھا کہ ابراہیم متوکل نے اپنے کپڑے دھوکر دھوپ میں ڈالے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ آؤ چلیں اور کچھ کھانا کھائیں۔ اپنے پیراہن کو ویسے ہی گیلا پہن لیا۔ اور میرے ساتھ ہو لئے۔ جب ہم کچھ دور گئے دیکھا تو کچھ ٹکڑا راستہ میں پڑی ہے اُس کو اُٹھا لیا۔ اور اچھی طرح دھو لیا۔ پھر بیٹھ کر کھانے لگے اور کہا تم جاؤ مجھے یہی کافی ہے۔ ہر چند میں نے اصرار کیا لیکن وہ نہ آئے ایک شیخ نے ابراہیم متوکل سے کہا میں چاہتا ہوں۔ کہ اس مہینہ میرے پاس افطار کیا کرو قبول کر لیا۔ اُس کو ایک رات کہا اُٹھو کہ سحری کھائیں۔ وہ اُٹھا نہ کہا۔ اس دسترخوان کو اُتارو۔ کہا میں یہ نہیں کرونگا کیونکہ یہ اسباب میں حرکت ہے اور میں اسباب میں حرکت نہیں کرونگا اسکو ایک رات دیکھا کہ دسترخوان آگے رکھا ہوا کچھ کھا رہا ہے اس سے کہا کہ تم نے کیا یہ نہیں کہا تھا۔ کہ میں اسباب میں حرکت نہ کرونگا اب یہ کیا ہے کہا واللہ کہ میں نے اسباب میں حرکت نہیں کی میں اپنی جگہ سے اُٹھا میرا سر دسترخوان پر پڑا اور میرے سامنے آگیا سو یہی جو کھاتا ہوں +

ابوطالب خزرج بن علی رحمۃ اللہ تعالے

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ابو طالب خزرج جنید کے اصحاب میں سے تھے۔ شیراز میں آئے ان کو پیٹ کی بیماری تھی یعنے اسہال کی۔ مشائخ نے کہا کہ ان کی خدمت کون اختیار کریگا۔ میں نے اختیار کی۔ ہر رات قریباً سولہ سترہ دفعہ اُٹھتے تھے۔ ایک رات میں بیٹھا تھا۔ اور رات زیادہ گذر گئی تھی۔ میری آنکھ گرم ہو گئی یعنے سو گیا۔ ایک دفعہ آواز دی۔ میں نے نہ سُنی۔ دوبارہ آواز دی میں اُٹھا اور طشت آگے لاکر رکھدیا۔ کہا اے فرزند جبکہ تم اپنے جیسی مخلوق کی اچھی طرح خدمت نہیں کر سکتے ہو تو خدا کی خدمت کیونکر کر سکو گے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں غائب تھا۔ آواز دی کہ شیرازی میں نے نہ سُنا دوبارہ آواز دی اور کہا شیرازی ہین لعنک اللہ میں دوڑا اور ان کے پاس طشت لے گیا۔ شیخ ابوعبداللہ سے پوچھا گیا۔ کہ تو نے وہ اس کی لعنت کیسی سُنی۔ کہا۔ رحمک اللہ کی طرح۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس مرید کو کوئی فلاح نہیں جو اُستاد و پیر کی طرف سے خواری نہ اُٹھائے۔ اس کے تھپڑ نہ کھائے اس کی لعنک اللہ نہ سُنے اور یرحمک اللہ

نہ اٹھائی ہو۔ دردو ناکامی سے زندہ نہ رہا ہو۔ وہ خود چھوٹا ہوا ہو۔ اور اُستاد اور پیر کی (لا یفلح) یعنی خلاصی نہ پلٹے) حاصل کی ہو۔ مرد بے پدر تو حرامزادہ ہوتا ہے۔ اور بے پیر اور بے اُستاد لا یفلح ہوتا ہے۔ یعنی خلاصی نہیں پاتا۔ ایک رات پشت کی طرف سے آواز آئی۔ شیخ ابوطالب نے کہا شیرازی یہ کیا آواز ہے۔ ابوعبداللہ خفیف نے کہا کہ میں رات دن میں ایک سو خشک باقلی کھاتا تھا۔ پھر ہر روز کم کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۹ باقلے تک لایا ہوں۔ شیخ ابوطالب نے کہا شیرازی اس کو انبار کر رکھ کیونکہ جو کچھ آفت پڑی اسی سے پڑی۔ کیونکہ میں ابوالحسن فرین (حمام) کے ساتھ ایک جگہ دعوت میں گیا۔ تلا ہوا بڑہ دسترخوان پر لائے۔ میں نے عہد کیا ہوا تھا۔ کہ تلا ہوا برہ نہ کھاؤنگا۔ میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ابوالحسن فرین نے کہا کل بلا انت پینے کہا بغیر اس کے کہ اپنے آپ سے کو درمیان میں دیکھے۔ میں نے خیال کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ جو کہتا ہے۔ میں نے ایک لقمہ کھایا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا ایمان باہر نکل گیا۔ اور میں اس وقت سے ہر روز پیچھے ہٹتا جاتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں یعنے اُن پر پردہ پڑ گیا۔ کیونکہ ان کا ایمان معائنہ تھا نیز ایمان شہادت ہے اور عارف کا ایمان مشاہدہ۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ مرید کو اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی کہ نفس کو سُست کر دے۔ رُخصت کو ڈھونڈھے تاویلوں کو قبول کرے۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ پہلی مجلس کہ ابوطالب نے شیراز میں کی۔ اُس وقت ٹاٹ پہنے ہوئے تھے۔ عصا ہاتھ میں تھا۔ کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں ان کی ایک طرف تھا۔ لوگوں کی طرف دیکھا۔ اور رو کر کہا۔ میں نہیں جانتا کہ کیا کہوں۔ ایک گنہگار ہوں۔ گناہگاروں کے درمیان خود رُوئے لوگوں کو رُلایا۔ مجلس والوں سے فریاد اور گریہ زاری نکلی۔ اور اُن کی بڑی مقبولیت پیدا ہو گئی۔ ان کے قدم کی مٹی بیماروں کی شفا کے لئے لوگ لے جاتے تھے۔ اس کے بعد کچھ ایسا سبب ہوا کہ کوئی ان کی طرف التفات نہ کرتا تھا۔ سب نے ان سے کنارہ کر لیا۔ شیراز سے فارس میں گئے۔ وہاں بھی ان کی طرف توجہ نہ ہوئی وہاں سے اصفہان گئے۔ میں نے علی سہل کو کچھ لکھا اور ان سے محل و مقام کی شرح کی وہ علی سہل کے پاس نہ آئے۔ اس کے بارہ میں باتیں کہیں۔ علی سہل نے اُن سے اعراض کیا۔ وہاں سے عراق کے پہاڑوں میں گئے۔ اور ہمدان میں آئے۔ ابو علی وارجی ہمدان کا حاکم تھا۔ اُس نے پوچھا کہ تمہارا مطلب کیا ہے۔ کہا اس قرض کا کہ مجھ پر ہے ادا کر دینا۔ ابوعلی نے وہ ادا کر کے پوچھا کہ اور مطلب کیا ہے۔ کہا فلاں مقام پر میرے لئے ایک

سرا بنادے وہ بھی بناوی وہاں پر آئے۔ اور اس کو سیاہ کر دیا۔ اور سیاہ ٹاٹ پہن لیا۔ اور وہیں وہ کرانتقال کر گئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ جوان مرد وہ ہے کہ جب اس کو مصیبت پہنچے یا اُس سے کوئی چیز جاتی رہے تو مصیبت سے موافقت کرے۔ اور حسرت ندامت سے اس کا تدارک نہ کرے۔ اس کو چھپا رکھے۔ اور دعوے کا اظہار نہ کرے مغرور بھی نہ ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابو طالب نے یہ کہا ہے۔ خراسان سے ایک جوان مرد جنیدؒ کی زیارت کو آیا۔ جنیدؒ اس کا عصا لوٹا اپنے گھر میں لے گئے۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ اس رات یاروں کا مجمع تھا۔ جنیدؒ نے کہا اس کو گھر لے جاؤ۔ اور صبح کو میرے پاس لاؤ۔ جب رات کو کھانا کھایا۔ تو خوش طبعی کے طور پر انگوٹھی کھیلنے لگے۔ اس جوان کو اشارہ کیا گیا۔ کہ تم بھی شامل ہو۔ اُس نے انکار کیا۔ یہ لوگ بگڑ گئے۔ شبلیؒ نے اس کی طرف دیکھا اور کہا چپ رہو ورنہ میں اُٹھ کر تمہارا سر اتار دونگا۔ وہ جوان چپ رہا۔ کچھ نہ کہا اور چل دیا۔ دوسرے دن یہ قصہ جنیدؒ سے کہا گیا۔ آپ اُٹھے اور گھر میں گئے کہ عصا اور لوٹا ڈھونڈھیں۔ لیکن نہ پایا۔ آپ باہر نکلے اور یاروں سے کہنے لگے۔ میں نے تم کو چند دفعہ وصیت کی ہے کہ جب کوئی مسافر یہاں آئے اس کو ذلیل نہ کیا کرو۔ خدا کی قسم وہ عصا اور لوٹا گھر سے بغیر مجھ سے لینے کے اُٹھا کر چل دیا ہے +

ابو علی وارجی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ کہ ابو علی وارجی شیراز میں حاکم بن کر آئے ہر فقیر آنے جانے والے کے واسطے دستر خوان بچھا رکھا۔ ہر روز مغرب کی نماز کے بعد آتے اور ہمارے ساتھ بیٹھتے۔ ہم ایک دوسرے سے باتیں کرتے تھے۔ ایک رات ارادت کے دنوں کا ذکر درمیان میں آیا۔ اپنے پیراہن کو اوپر اٹھا لیا۔ تو اُن کی گردن میں ایک نشان کنٹھ کے برابر تھا میں نے کہا یہ کیا ہے۔ کہا میں لگام پہاڑ میں تھا۔ ٹاٹ پہنے ہوئے تھا۔ ٹاٹ نے میری گردن کو کھا لیا تھا۔ جب وہاں سے واپس آیا۔ تو گوشت نکل آیا۔ یہ وہ نشان ہے کہ باقی رہا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اس حکومت میں تمہارا پھنسنا کیونکر ہوا۔ کہا کہ میری ماں ضعیف ہو گئی۔ اور مجھ پر بہت قرض چڑھ گیا تھا۔ اس لئے محتاج ہو کر اس حالت میں آ گیا جو تم دیکھ رہے ہو +

ابوالفضل جعفری جعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں جعفر جعدی کو یہ خبر پہنچائی گئی کہ ابوعمرو اصطخری کہتے ہیں۔ میں غسل کر رہا تھا میرا تہ بند کھل گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرے پیچھے سے دو ہاتھ ظاہر ہوئے ہیں۔ اور میرے تہ بند کو کمر سے مضبوط باندھ دیا۔ جعفر جعدی اٹھے۔ اور اصطخر میں گئے۔ ابوعمرو کے گھر میں آئے اور اُن کے پاؤں پکڑ لئے (یعنے غصہ کی وجہ سے کہ کیوں اس کا اظہار کیا) ابوعمرو کے یار کود پڑے۔ ابوعمرو نے کہا کہ چھوڑ دو۔ کیونکہ ان کا غصہ للہ ہے۔ بارہ فرسنگ منزل طے کر کے آئے ہیں۔ پھر ابوعمرو عذر کر کے کہنے لگے۔ میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ یوں یوں کہا تھا۔ بعد اس کے یاروں سے کہا کہ ان کی اچھی طرح خدمت کرو +

ابوالقاسم قصری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ حضرت جنیدؒ کے بڑے یاروں میں سے ہیں۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ ایک دن ابوالقاسم نے مجھ سے کہا کہ جنگل میں مجھے لے چل۔ ایک جگہ پہنچے جہاں مسافر خانہ تھا۔ ایک جماعت کھیل رہی تھی۔ وہ اُن کے ساتھ کھیلنے کو بیٹھ گئے۔ میں اس سے خفا ہو گیا۔ اور شرمندہ ہوا۔ واپسی کے وقت اور جگہ پہنچے۔ ایک جماعت کھیل رہی تھی۔ اس سے وہ بگڑے اور آگے بڑھ کر ان کی بساط کو بکھیر دیا۔ وہ جماعت چھریاں نکال بیٹھی۔ انہوں نے کہا کہ چھریاں مجھے دو تاکہ میں کھاؤں۔ میں ان دونوں حالوں سے متعجب رہ کر ان سے پوچھنے لگا۔ جواب دیا کہ جب ہم لدنی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ تو ایسا ہوتا ہے۔ اور جب لدنی سے نہیں دیکھتے۔ تو ایسا ہوتا ہے۔ یہ حکایت پہلے گذر چکی ہے۔ لیکن وہاں پر شیخ الاسلام نے ابوبکر مصری سے بیان کیا تھا وہ مقامات میں شیخ ابوعبداللہ ابوالقاسم قصری لکھا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اُن کے دو کیفیت ہوں یا ایک غلطی سے بیان کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ ابوعبداللہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوالقاسم قصری کثیر الاطراق تھے۔ سر کو نیچے بہت جھکائے رکھتے تھے۔ میں نے اُن سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ پہلے اس سے ہمیشہ سات رات دن میں ایک بار کچھ نہ کھایا کرتا تھا۔ ایک جن آیا کرتا تھا اور مجھ کو سلام کیا کرتا تھا لیکن میں اس کو دیکھتا نہ تھا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا۔ کہ اگر تم ظاہر طور پر سامنے آجاؤ تو کیا مضائقہ ہے۔ اتفاقاً میں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے۔

جو نہایت خوبصورت ہے۔ میں نے کہا کہ تم کون ہو۔ کہا کہ مومن جن ہوں جبکہ تم جیسے شخص کو دیکھا کرتا ہوں۔ تو دوست رکھتا ہوں کہ اُس کی زیارت کروں۔ پھر میں نے کہا کہ اس کے بعد ہر وقت ظاہر طور پر آیا کرو۔ اُس نے مجھ سے دوستی پیدا کی۔ بہت محبت کرتا تھا۔ اور کئی باتیں مجھے سکھایا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا کہ آ مسجد میں آئیں۔ اور کچھ دیر بیٹھیں۔ کہا کہ جب کہ تم بیٹھو گے۔ اور باتیں کرو گے لوگ تم کو دیکھیں گے۔ اور مجھے نہ دیکھیں گے تم کو وسواسی کہینگے۔ میں نے کہا۔ آ مسجد کے آخر حصہ میں بیٹھ جائینگے۔ جہاں ہم کو ہر شخص نہ دیکھے گا۔ تب ہم آئے اور بیٹھ گئے۔ اُس نے کہا ان لوگوں کو تم کیسے دیکھتے ہو۔ میں نے کہا بعض کو آدھی نیند میں اور بعض کو خبردار۔ کہا جو کچھ کہ ان کے سروں پر ہے اُس کو دیکھتے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر اُس نے میری آنکھ کو ملا تب میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے سر پر ایک کوا بیٹھا ہے۔ بعضوں کے پر اُن کی آنکھوں میں سے ہیں۔ اور بعض کے سر پر۔ اور بعض کبھی اوپر کبھی نیچے آتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہے کہا شائد تم نے خدا کا قول نہیں پڑھا۔ وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطَانًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ۔ یعنے جو شخص کہ خدا کے ذکر سے اندھا غافل ہو جائے۔ تو ہم اُس کے لئے ایک شیطان کو مقرر کر دیتے ہیں۔ جو اس کا ہمنشین بنتا ہے۔ یہ شیطان ہیں۔ جو اُن کے سروں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک پر اُسکی غفلت کے مطابق غلبہ پائے ہوئے ہیں۔ وہ جن اس طرح میرے پاس آتا اور ظاہر ہوتا۔ یہاں تک کہ ایک دن مجھے سخت بھوک لگی۔ اور میرے پاس صدقہ کی روٹی میں سے کچھ باقی تھا۔ افطار کے وقت جس کا میں عادی تھا۔ چار روز باقی رہے تھے۔ کچھ میں نے اس سے کھایا کہ میری بھوک ٹھیر گئی۔ اتفاقاً وہ جن آ گیا۔ اور مجھ کو سلام کہا۔ لیکن ظاہر نہ ہوا اور کہنے لگا کہ ان ریاضتوں اور خیر کی وجہ سے ہم تم کو چاہتے تھے۔ جب ہم نے تمہارا امتحان لیا تو اس پر صابر نہ نکلے۔ یہ کہا اور چل دیا۔ پھر اب تک نہیں آیا۔ یہ میرا صبر نیچے ڈالنا اس وقت سے ہے +

عبدالعزیز بحرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ ابوعبداللہ کہتے ہیں۔ کہ عبدالعزیز بحرانی سخت جاڑوں میں شیراز آئے۔ جن کے کپڑے پرانے تھے۔ اور جو کچھ حاصل ہوتا وہ فقراء کو دیدیتے۔ تین دن تک شیراز میں تھے۔ ان سے اس بارہ میں باتیں کی گئیں۔ تو کہا کہ بس میرا نفس تمہارے کپڑوں سے بھاگتا ہے۔ پھر مجھے کہا۔ اے ابوعبداللہ مجھ کو اس شہر سے باہر نکال۔ کیونکہ میری یہ نیت نہیں ہے کہ اس شہر میں نیا کپڑا

پہنوں۔ میں نے کہا کہاں جاؤ گے۔ کہا سمندر کے کنارے میں نے اُن کا ساتھ دیا۔ اور اُس دروازہ تک کہ اس طرف تھا باہر گیا۔ اتفاقاً ہم نے دیکھا کہ ابو الخیر مالکی اپنے اشتر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور پاؤں ہلاتے ہیں۔ ہم کو آواز دی وہ اپنے ساتھ کھانا رکھتے تھے۔ ہم ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ وہ ہم سے آملے اور کہا کہ مہربانی کرو ملکر یہ کھانا کھائیں۔ تب ہم سب بیٹھ گئے۔ اور کھانا کھایا۔ بحرانی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مصلا اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ ابو الخیر کہنے لگے۔ کاش اس کھانے سے کچھ کھانا اپنے ساتھ تم لے چلتے۔ کہا کہ میرا باورچی خانہ آگے ہے۔ ابو الخیر نے کہا۔ ہم اس کھانے کو کیا کریں گے۔ بحرانی نے کہا۔ کُتّوں کے آگے ڈال دو۔ اور چل دئے +

ابو الحسین الحکیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ سے سُنا تھا۔ یہ فرماتے تھے۔ کہ ایک دن میں سری سقطی کی مجلس میں تھا۔ اور وہاں بہت لوگ جمع تھے۔ میں ان سب میں چھوٹا تھا۔ سری نے پوچھا وہ کیا چیز ہے جو بندہ کو کھو دیتی ہے۔ ہر شخص نے کچھ کچھ کہا۔ ایک نے کہا بھوک کسی نے کہا پانی کم پینا۔ جب میری باری آئی۔ تو میں نے کہا۔ علم القلوب باطلاع اللہ تعالیٰ علی کل نفس بما کسبت یعنے لوگوں کے دل اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہر نفس کے عمل کی اطلاع ہے۔ تب انہوں نے کہا احسنت یا بنی یعنے اے فرزند تم نے بہت اچھا کہا۔ اور مجھ کو اپنے پاس بلا کر بٹھا لیا۔ اُس دن کے بعد جہاں کہیں کہ ہوتا ہوں۔ سب پر مقدم ہو گیا ہوں۔ حکیم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے جنیدؒ سے پوچھا۔ کہ ایسا کوئی شیخ بتلاؤ۔ جس کی فرمانبرداری کی جائے۔ کہا اگر اس میں پرہیزگاری اور قوت حلال کی طلب پائے تو وہ فرمانبرداری کے لائق ہے ورنہ اُس کو چھوڑ دے +

شیخ ابو علی حسین بن محمد الاکار رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ ابو عبد اللہ خفیف کے مریدوں میں سے ہیں۔ اور شیخ ابو اسحٰق گازرونی کے شیخ ہیں۔ قدس اللہ ارواحہم کہتے ہیں۔ کہ شیخ حسین اکار گازرون میں پہنچے۔ وہاں کے مشائخ ان کے پاس جمع ہوئے۔ شیخ ابو اسحٰق ابھی بچہ تھے وہ بھی ان کے پاس تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا۔ کہ یہ لڑکا قرآن عمدہ پڑھتا ہے اس کو حکم دیا کہ قرآن پڑھو۔ پڑھا تو ان کو بہت

اچھا معلوم ہوا۔ اور وجد کی حالت میں سو گئے۔ جب فارغ ہوئے۔ تو اسکو مشائخ سے طلب کر لیا۔ اور شیراز میں لے گئے۔ مشائخ وقت شیخ ابو عبداللہ خفیف کے اصحاب تھے حدیث کا سماع کیا۔ ان کے ساتھ عراق و حجاز کا سفر کیا۔ اُن کی صحبت کی برکت سے پہونچے جہانتک پہنچے۔ شیخ حسین سنہ ۳۰۰ہجری کے بعد فوت ہوئے ہیں۔ اور ان کی قبر شیراز میں شیخ ابو عبداللہ خفیف کے روضہ کے سامنے ہے +

شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونی رحمۃ اللہ

آپ فارسی الاصل ہیں۔ آپ کی پیدائش نورو گازرون میں آپ کا والد شہریار مسلمان ہوا تھا شیخ اور ان کی دوسری اولاد کی پیدائش اسلام کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ اور شیخ کی نسبت تصوف میں شیخ ابوعلی حسین بن محمد فیروز آبادی الاکار سے رہی ہے۔ گازرون شیراز، بصرہ، مکہ، مدینہ میں بہت سے اصحاب حدیث کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان سب سے حدیث و آثار کی روایت کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ جہضم ہمدانی کو دیکھا تھا۔ اور ان سے روایت کرتے تھے۔ ذوالنون کہتے تھے۔ علیك بالقصد فان الرضا بالقليل الرزق يزكى يسيرا العمل یعنے تم کو میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے یعنے بقدر وقت قناعت کرے اور زیادتی کا طالب نہ ہو کیونکہ بیشک تھوڑے رزق پر رضامندی تھوڑے عمل کو پاک کر دیا کرتی ہے۔ اور بیشک پاک عمل پاک درگاہ کے قبول ہونے کے لائق ہوا کرتا ہے ایک وزیر شیخ کا بڑا معتقد تھا۔ ہر چند اُس نے کوشش کی مگر شیخ نے اس سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔ وزیر نے شیخ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں نے گو کتنی سعی کی مگر حضور نے قبول نہ فرمایا۔ اس لئے آپکے لئے چند غلام میں نے آزاد کئے اور ان کا ثواب آپکو بخشدیا۔ شیخ قدس اللہ سرہٗ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تمہارا پیغام مجھ کو پہنچا تمہارا شکریہ ادا کرتے ہوں لیکن غلاموں کا آزاد کرنا میرا مذہب نہیں۔ بلکہ میرا مذہب تو آزاد لوگوں کا نرمی و احسان کے ساتھ غلام بنانا ہے۔ شیخ قدس اللہ سرہ نے حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ یا رسول اللہ تصوف کیا چیز ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ التصوف ترك الدعاوى وكتمان المعانى یعنے تصوف یہ ہے کہ دعووں کو ترک کر دینا اور مطالب کا چھپانا اور عرض کیا ما التوحيد یعنے توحید کیا چیز ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ كل ما هجس

بما لما دخطر فی خیالک فاللہ سبحانہ بخلاف ذلک التوحید ان تنزھہ عن الشک والشرک والتعطیل یعنے جو کچھ تیرے دل میں آواز پڑے یا تیرے خیال میں اس کا خطرہ گذرے تو اللہ سبحانہ اس کے برخلاف ہے۔ اور توحید یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کو شک و شرک و تعطیل سے پاک سمجھے۔ دوسرے شخص نے پوچھا ما العقل کہ عقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ادناہ ترک الدنیا و اعلاہ ترک التفکر فی ذات اللہ تعالیٰ یعنے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دنیا کو ترک کردے۔ اور اعلیٰ یہ ہے کہ خدا کی ذات میں فکر کرنا چھوڑ دیا جائے شیخ رضی اللہ عنہ ماہ ذیقعد ۳۴۶ھ میں فوت ہوئے +

شیخ روزبہان بقلی قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو محمد ابی النصر البقلی النسوی پھر شیرازی ہے۔ عارفوں کے سلطان گذرے ہیں علماء کے برہان عشاق کے پیشوا۔ شروع میں عراق حجاز شام کا سفر کیا ہے۔ شیخ ابو نجیب سہروردی کے ساتھ صحیح بخاری کے سماع میں اسکندریہ کی سرحد میں شریک رہے ہیں۔ اور شیخ سراج الدین محمود بن خلیفہ بن عبد السلام بن احمد سالبہ سے خرقہ پہنا ہے۔ واشتغل بالریاضات الشدیدۃ فی اطراف الشیراز و جبالہا کان صاحب ذوق و استغراق و وجد دائم لا یسکن لوعتہ و لا یرقاء دمعتہ و لا یطمئن فی وقت من الاوقات و لا یسلو ساعتہ من الحنین والزفرات نیادہ کل لیلۃ بالبکاء والعویل یعنے وہ شیراز کے اطراف اور پہاڑوں میں سخت ریاضتوں میں مشغول رہتے تھے۔ ذوق استغراق و وجد والے تھے۔ ان کی سوزش کبھی نہ تھمتی تھی۔ ان کے آنسو بند نہ ہوتے تھے۔ کسی وقت وہ اطمینان نہ پاتے تھے۔ کسی گھڑی وہ رونے اور چلانے سے غافل نہ ہوتے تھے۔ ہر رات روتے اور چلاتے رہتے تھے۔ ان کی ایسی باتیں بھی ہیں۔ جو کہ وجد کے حال کے غلبہ میں ان سے صادر ہوئی ہیں۔ کہ ہر شخص اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ ان کے کلام میں سے یہ ہے ؎

آنچہ ندیدست دو چشم زمان ۔۔۔ وآنچہ نہ بشنید دو گوش زمین
در گل مارنگ نمودہ است آن ۔۔۔ خیز و بیا در گل ما آن ببین

ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ جیسے تفسیر عرائس شرح شطحیات عربی و فارسی کتاب الانوار فی کشف الاسرار وغیرہ وغیرہ کی جن کی تعداد لمبی ہے۔ کتاب الانوار فی کشف الاسرار میں لکھا ہے

کہ قوال کو چاہئے خوبصورت ہو۔ کیونکہ عارف لوگ سماع کے مجمع میں دلوں کی راحت کے لئے تین چیز کے محتاج ہیں۔ عمدہ خوشبو اور خوبصورت چہرہ۔ عمدہ آواز۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ایسے قوال سے پرہیز بہتر ہے۔ کیونکہ ایسا کام ایسے عارف کے لئے مقرر ہے۔ کہ جس کے دل کی طہارت کمال تک پہونچی ہو۔ اس کی آنکھ غیر خدا کے دیکھنے سے پوشیدہ ہو کہتے ہیں کہ پچاس سال شیراز کی پرانی جامع مسجد میں وعظ کرتے رہے۔ آپ اول دفعہ جب شیراز میں آئے اور اس ارادہ سے جاتے تھے۔ کہ وعظ کہیں۔ سنا کہ ایک عورت لڑکی کو نصیحت کر رہی تھی۔ کہ اے بیٹا اپنا حسن کسی کے آگے بیان نہ کرنا کیونکہ وہ خوار و بے اعتبار ہو جائیگا شیخ نے کہا حسن تو اس سے راضی نہیں کہ تنہا اور علیحدہ رہے۔ وہ تو چاہتا ہے کہ عشق کے نزدیک رہے۔ حسن و عشق نے ازل میں عہد باہمی کیا ہوا ہے کہ ہرگز باہم جدا نہ ہونگے اصحاب پر اس بات کے سننے سے ایک وجد و حال پیدا ہوا۔ بعضے تو اس میں فوت ہو گئے۔ شیخ ابوالحسن کو دوبہ کہتے ہیں۔ بعض صوفیوں کی دعوت میں شیخ روزبہان کے ساتھ میں بھی تھا اور ابھی میں ان کو پہچانتا نہ تھا۔ میرے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ میں علم اور حال میں اس سے بڑھ کر ہوں۔ وہ میرے بھید پر مطلع ہو گئے۔ اور کہنے لگے اے شیخ ابوالحسن اس خطرہ کو دل سے نکال دو۔ کیونکہ آج روزبہان کے مقابل کا کوئی نہیں۔ وہ اپنے زمانہ کا یکتا ہے۔ اور اس شعر میں انہوں نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

دریں زمانہ منم قائد طرق اللہ ... زحد خاور و تا آستانۂ اقصیٰ

روندگان معارف مرا بجا بینند ... کہ ہست منزل و جانم بماورائے وری

آپ صاحب سماع ہوئے ہیں۔ آخر عمر میں اس سے باز رہے ان سے اس بارہ میں لوگوں نے کہا تو جواب دیا انی لا سمع الان من ربی عزوجل فاستغرض مما سمعت غیرہ یعنی اب میں اپنے رب عزوجل سے سنتا ہوں۔ اس لئے اس سماع سے جو میں نے غیر سے سنا تھا۔ اب اعراض کرتا ہوں کہتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کو فالج ہو گیا تھا۔ ایک مرید بغیر ان کی اجازت کے مصر کو چلا گیا۔ اور بادشاہ کے خزانہ میں سے کچھ روغن بلسان خالص اُن کی دوا کے لئے لایا جب ان کے سامنے لائے تو فرمایا جزاک اللہ عن نیتک یعنے خدا تعالیٰ تجھ کو تیری نیت کا بدلہ دے۔ خانقاہ کے دروازہ سے باہر جا۔ وہاں پر ایک کتا خارشی سوتا ہے۔ اس روغن کو اُسے ملدے اور جان لے۔ کہ روزبہان کسی روغن سے اچھا نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک عشق کا بند

ہے۔جس کو خدا تعالیٰ نے اس کے پاؤں پر باندھا ہے۔اس زمانہ تک کہ اس کی ملاقات کی سعادت کو پہنچے۔شیخ ابو بکر بن طاہر جو کہ شیخ کے مریدوں میں سے ہیں کہتے ہیں۔کہ میں ہر صبح بارہا ہی سے شیخ کے ساتھ قرآن پڑھا کرتا تھا۔ایک عشرہ وہ اور ایک عشر میں۔جب وہ فوت ہو گئے تو مجھ پر دنیا تنگ ہو گئی۔آخر میں رات کو اٹھا اور نماز پڑھی اور حضرت شیخ کے مزار پر بیٹھا۔اور قرآن پڑھنے لگا۔مجھ پر رونا غالب ہوا۔کیونکہ ان سے تنہا رہ گیا۔جب میں نے ایک عشرہ پڑھا تو میں نے شیخ کی آواز سنی کہ قبر سے آتی ہے۔وہ دوسرا عشرہ پڑھتے ہیں۔اس وقت تک کہ اور مرید جمع ہو گئے۔وہ آواز بند ہو گئی۔ایک مدت تک یہی حال رہا۔ایک دن میں نے ان کے ایک مرید کو بتلا دیا۔اس کے بعد پھر وہ آواز نہ سنی۔صاحب فتوحات مکیہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔کہ شیخ روزبہان مکہ میں مجاور رہے ہیں۔وکان کثیرا لزعقات فی حال وجدہ فی اللہ بحیث انہ کان یشوش علے الطائفین بالبیت فکان یطوف علی سطوح الحرم و کان صادق الحال یعنے وہ وجد کی حالت میں بہت چلایا کرتے۔جس سے بیت اللہ کے طواف کرنے والوں کو تشویش ہو جاتی۔وہ حرم کی سطح پر طواف کرتے رہتے۔اور صادق الحال تھے۔اتفاقاً ایک گانے والی عورت کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔کسی کو یہ بات معلوم نہ تھی۔وہ وجد اور آوازیں کہ خدائی وجد میں کرتے تھے ویسے ہی باقی تھیں۔لیکن پہلے تو خدا کے لئے تھیں اور اس وقت اس عورت کے لئے۔انہوں نے جان لیا کہ لوگوں کا یہ اعتقاد ہو جائے گا۔کہ اس وقت بھی خدا کے لئے ہیں۔حرم کے صوفیوں کی مجلس میں آئے۔اور اپنا خرقہ علیحدہ کر کے ان کے سامنے پھینک دیا۔اپنا قصہ لوگوں سے بیان کر دیا۔کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ اپنے حال میں جھوٹا رہوں۔پھر اس عورت کی خدمت کو لازم کر لیا۔اس عورت سے ان کی محبت و عشق کا حال لوگوں نے بیان کیا۔اور کہا کہ وہ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔اس عورت نے توبہ کی اور ان کی خدمت اختیار کی۔تب اس عورت کی محبت دل سے جاتی رہی۔صوفیوں کی مجلس میں آئے۔اور اپنا خرقہ پہن لیا۔وہ ۶۰۶ھ میں ماہ محرم میں فوت ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابوالحسن کردویہ رحمۃ اللہ

آپ صاحب علم و تقویٰ تھے۔ساٹھ سال تک اس گھر میں کہ شیراز میں تھا۔گوشہ نشین

رہے سوائے ادائے نماز جمعہ اور بعض ضروری نادر امور کے باہر نہ آتے ۔ خضر علیہ السلام کبھی کبھی اُن کے پاس آتے تھے ۔ اور اُن کی صحبت میں بیٹھتے ۔ کہتے ہیں کہ ان کی وفات کا یہ سبب ہوا کہ ایک شخص آیا ۔ اور کہنے لگا ۔ یہاں ایک شخص ہے ۔ جو کہتا ہے کہ میرا نفس عیسیٰ علیہ السلام جیسا ہے ۔ کیونکہ وہ طبیعت کے مردہ کو زندہ کرتا تھا ۔ لیکن میں غفلت کے مردہ کو زندہ کرتا ہوں ۔ شیخ ابوالحسن نے ایک لمبی آہ کھینچی اور کہا اے میرے رب مجھ کو تو نے اس قدر طبعی عمر دی ۔ کہ جس میں ایسی باتیں سنتا ہوں ۔ میں اور زندگی نہیں چاہتا ۔ اپنا شکم پکڑ لیا اور اسی حالت میں آخر محرم ۶۰۶ھ میں فوت ہوئے ۔ اور جب شیخ روزبہان بقلی بیمار ہوئے تو شیخ ابوالحسن کردویہ شیخ علی سراج کی بیمار پرسی کو آئے جو مرد بزرگ اور عارف تھے ۔ شیخ روزبہان کی اولاد کے ماموں تھے ۔ شیخ روزبہان ان کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اور کہنے لگے ۔ آؤ کہ اس جسمانی اور فانی زندگی کی قید سے نکل آئیں ۔ اور ابدی روحانی زندگی سے موصوف ہو جائیں ۔ اُنہوں نے قبول کیا ۔ شیخ نے کہا میں تم سے پہلے مروں گا ۔ اور اے ابوالحسن تم مجھ سے پندرہ دن بعد اور اے علی تم ایک ماہ کے بعد مرو گے ۔ شیخ حسن نصف ماہ صفر میں ۔ اور شیخ ابو علی اُس کے آخر میں فوت ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ ۔

ابو عبداللہ بلیانی رحمۃ اللہ

آپ کا لقب اوحد الدین ہے ۔ شیخ ابو علی دقاق کے فرزندوں میں سے ہیں ۔ شیخ ابو علی سے ان کی نسب اس طرح ہے ۔ عبداللہ بن مسعود بن محمد بن علی بن احمد بن عمر بن اسمٰعیل بن ابی علی دقاق قدس اللہ سرہٗ ۔ استاد ابو علی کا ایک فرزند ہے ۔ اسمٰعیل اور ایک دختر فاطمہ بانو جو شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ کی بیوی ہیں ۔ خرقہ کا سلسلہ یوں ہے ۔ کہ انہوں نے اپنے باپ سے خرقہ لیا ۔ ضیاء الدین مسعود امام الدین مسعود بھی کہتے ہیں ۔ اُنہوں نے شیخ اصیل الدین شیرازی سے انہوں نے شیخ رکن الدین سنجاسی سے انہوں نے شیخ قطب الدین رشید ابہری اور شیخ جمال الدین عبدالصمد زنجانی سے اور ہر دو نے شیخ ابو نجیب سہروردی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ شروع میں میں نے لوگوں سے تنہائی کی ۔ گیارہ سال تک کوہ لگام میں بسر کئے ۔ جب پہاڑ سے واپس آیا ۔ تو زاہد ابو بکر ہمدانی رحمۃ اللہ کی صحبت میں رہا ۔ وہ ایک مرد صاحب کرامت تھے ۔ اور سچی سمجھ رکھتے تھے ۔ ان

کا وظیفہ یہ تھا۔ کہ ہر رات اٹھتے۔ ایک لوہے کا عصا تھا۔ اس کو ٹھوڑی کی جگہ رکھ لیتے۔ اور دن تک پاؤں پر کھڑے رہتے۔ میں بھی اُن کی موافقت کے لئے ان کے پیچھے کھڑا رہتا۔ وہ کئی دفعہ میری طرف مُنہ پھیرتے اور غیرت کھاتے۔ اور کہتے جا سو رہو۔ میں زمین پر بیٹھ جاتا یہاں تک کہ وہ پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے پھر میں کھڑا ہو جاتا۔ اور ان کی موافقت کرتا۔ یہاں تک کہ ان کی کیفیت مجھ میں آ گئی۔ اس وقت میں نے تنہائی اختیار کی۔ اور زاہد ابو بکر رحمۃ اللہ اس بڑی خوش طبعی کی وجہ سے جو میرے ساتھ ان کو تھی مجھے لولی کہا کرتے۔ میں نے ایک دن سُنا کہ وہ کہتے تھے۔ کہ لولی آیا۔ اور مجھ سے کچھ لے کر چلا گیا۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کہاں گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں ان کے سامنے گیا۔ تو کہا کہاں تھا اور کیا لایا۔ میں نے عاجزی کی اور کچھ نہ کہا۔ جب ایک گھڑی تک بیٹھا زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے ایک سوال کیا جس کا جواب میں نے یہ دیا تھا۔ کہ میں خدا کا غیر نہیں ہوں۔ زاہد نے کہا لگا منصور کی باتیں کرنے۔ میں نے کہا۔ اگر میں ایک آہ نکالوں تو منصور جیسے لاکھ پیدا کر سکتا ہوں جب میں نے یہ کہا زاہد نے عصا پکڑ لیا اور مجھ کو مارا۔ میں نے وہاں سے کود کر وہ عصا اپنے اوپر سے ہٹایا۔ زاہد نے مجھے سخت گالی دی۔ اور کہا منصور کو تو سولی چڑھا دیا تھا۔ لیکن وہ نہ بھاگا۔ اور تم ایک عصا سے بھاگ نکلے۔ میں نے جواب دیا کہ وہ منصور کا نقصان تھا۔ ورنہ بھاگ جاتا۔ کیونکہ خدا کے نزدیک سب ایک ہی ہے۔ جب میں نے یہ کہا۔ زاہد نے کہا شائد گھاس کھا گیا ہے۔ میں نے کہا ہاں گھاس کھا آیا ہوں۔ مگر حقیقت کے سبزہ زار سے زاہد نے فرمایا کہ بہت اچھا تم نے کھایا ہے۔ آ سجادہ پر بیٹھ اور اس کو نگاہ رکھ۔ اس کے بعد زاہد نے کہا یہ جو تم نے کہا کہ منصور کے نقصان کا باعث تھا کہ وہ بھاگ نہ گیا اس لئے اسکو سولی دیا گیا۔ اس کی دلیل کیا ہے۔ میں نے کہا دلیل یہ ہے۔ کہ جو سوار سواری کا دعویٰ کرے اور گھوڑا دوڑائے اس طرح کہ باگ ہاتھ سے نہ دے۔ اور اگر باگ جاتی رہے تو وہ گھوڑے کا سر پکڑ سکے تب وہ سچا ہے کیونکہ وہ چالاک سوار ہے۔ اور اگر گھوڑے کا سر پکڑ نہیں سکتا۔ تو وہ سواری میں پورا نہیں ہے[1]۔ جب میں نے یہ کہا تو زاہد نے تصدیق کی اور فرمایا۔ کہ تم نے سچ کہا۔ میں نے تم سے بڑھ کر کوئی بینا اور سمجھدار نہیں دیکھا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو لوگوں نے کہا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ روحہٗ کے ایک مرید جن کو شیخ

[1] مطلب یہ تھا کہ منصور مغلوب الحال تھا۔ اور میں غالب حال ہوں۔ درویشی یہ ہے کہ کسی سے رنجیدہ نہ ہو۔ کیونکہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے ۱۲

نجیب الدین بزغش کہتے ہیں۔ شیراز میں آئے ہیں۔ میں بہت خوش ہوا۔ کیونکہ صوفیوں کے مقامات و احوال میں نے معلوم اور حاصل کئے تھے۔ اس پر زیادتی چاہتا تھا۔ میرا باپ کہا کرتا تھا۔ کہ میں نے جو کچھ خدا تعالیٰ سے مانگا تھا اُس نے وہ عبد اللہ کو دے دیا۔ اور جو کچھ مجھ پر ایک کھڑکی کے موافق کھول دیا تھا۔ اس پر وہ دروازہ کے موافق کھول دیا گیا ہے۔ میں اُٹھا اور شیراز میں جا کر شیخ نجیب الدین کی خدمت میں مشرف ہوا۔ اپنے بعض حالات و مقامات و واقعات اُن سے بیان کئے۔ وہ سب کو اچھی طرح سُنتے رہے۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ ایک گھڑی تک بیٹھا رہا۔ اور وہاں سے باہر آگیا۔ اس کے بعد مجھ کو ایک ضرورت کے لئے واپس آنے کا ارادہ ہو گیا۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ جا کر شیخ نجیب الدین سے مِل آؤں۔ دیکھوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ جب ان کے درِ دولت پر پہنچا تو کہنے لگے وہ گھر کے اندر ہیں جاؤ۔ اس باہر کے گھر میں جہاں شیخ بیٹھا کرتے ہیں جا کر بیٹھو یہاں تک کہ وہ آجاویں۔ جب میں وہاں بیٹھا اور ان کے مصلےٰ کے سامنے ایک جزو دیکھی کہ جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا وہی سب کچھ وہاں لکھا ہوا تھا۔ میں نے دل میں کہا کیا شیخ اس امر کا محتاج تھا۔ جو لکھ رکھا ہے میں نے ان کا حال معلوم کیا کہ کہاں تک ہے۔ میں وہاں نہ بیٹھا۔ اور باہر نکل آیا جب گازرون میں آیا تو میں نے ایک آواز لگائی۔ اور تازہ غیرت اپنے میں پیدا کی خلوت میں بیٹھ گیا۔ جو کچھ کہ میں نے خدا سے مانگا۔ اُس نے وہ مجھے پانچ روز کی خلوت میں دے دیا۔ وہ شیراز میں تھے۔ ایک دن شیخ سعدیؒ کی خانقاہ میں آیا۔ شیخ سعدی پیسوں کی ایک مٹھی لائے۔ ان کے سامنے رکھ دئے۔ اور کہا کہ حکم دو کہ درویش اس تبرک کو دسترخوان میں دیدیں۔ اُنھوں نے کہا اے سعدی تم پیسے لائے ہو۔ جاؤ۔ اور وہ اقچہ کا برتن اٹھا لو جس میں باسٹھ اقچہ رکھے ہیں۔ تاکہ درویش دسترخوان کے لئے دیں۔ سعدی اسی وقت گئے اور وہ برتن لے آئے جیسا کہ اُنھوں نے فرمایا تھا اُن کو بھیجدیا۔ اور درویشوں کے لئے پورا کھانا لائے۔ شیخ کا ایک نان بائی مُرید تھا۔ جو بازار میں آش پکایا کرتا تھا۔ جب شیخ اُس کے دکان پر پہنچتے۔ تو ایک آش کا پیالہ اس سے لیتے اور ویسے ہی کھڑے کھایا کرتے۔ ایک دن آش کا کاسہ ہاتھ میں تھا۔ کہ اتنے میں ایک درویش آئے۔ جنھوں نے سفید لباس ہزار میخی کا شاندار پہنا ہوا تھا۔ سلام کیا اور کہا میں چاہتا ہوں۔ مجھے خدا کا

لہ ایک قسم کی سفید چیز ہے جو کھیت میں ہوتی ہے اور کھانے میں آتی ہے ۱۲ روپیہ و اشرفی

راستہ بتلایئے اور کہئے کہ فائدہ کس میں ہے۔ جو میں وہی کروں۔ شیخ نے وہی آش کا پیالہ جو ہاتھ میں تھا۔ اس کو دیکر کہا پہلے تم یہ لو۔ اور کھالو۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو فرمایا یہ ہاتھ کہ کھانے سے آلودہ ہو رہا ہے۔ اس کپڑے سے پاک صاف کرو۔ اور جب کچھ کھاؤ۔ ایسا ہی کیا کرو۔ کہا اے شیخ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ کچھ اور فرمایئے۔ شیخ نے فرمایا جب تم یہ نہیں کر سکتے تو اور کیا بتلاؤں وہ بھی نہ کر سکو گے تم چلے جاؤ۔ کہ اس کام کے مرد نہیں ہو۔ شیخ کے مریدوں میں سے ایک مرید پہاڑ میں گوشہ نشین بنا ہوا تھا۔ ایک سانپ اس کے سامنے آیا۔ چاہا کہ اس کو پکڑ لے۔ سانپ نے اس کو کاٹ کھایا۔ اس کے اعضا میں سوج پڑ گئی۔ یہ خبر شیخ تک پہنچی۔ چند آدمیوں کو بھیجا کہ اس کو لے آؤ۔ فرمایا کہ اس سانپ کو تم نے کیوں پکڑ لیا تھا۔ کہ اس نے تم کو کاٹا۔ کہا اے شیخ تم نے کہا تھا۔ کہ غیر خدا کوئی چیز نہیں۔ میں نے اس سانپ کو خدا کا غیر نہ دیکھا۔ اس لئے دلیری کر کے اس کو پکڑ لیا۔ شیخ نے فرمایا۔ جبکہ خدا تعالیٰ کو قہر کی صورت میں دیکھے تو اس سے بھاگ۔ اور اس کے پاس مت جا۔ ورنہ وہ ایسا ہی کریگا۔ جس میں تو اب پڑ گیا ہے۔ پھر اس کے سر کے نیچے ہاتھ کیا۔ اور اس کو بٹھلا دیا۔ اور کہا۔ جب تک کہ اس کو اچھی طرح نہ پہچان لے آئندہ ایسی گستاخی نہ کرنا۔ اس وقت دعا کی۔ ہوا چلی تو وہ سوج اتر گئی۔ اور شفا حاصل ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ درویشی نماز روزہ رات کا جاگنا نہیں ہے۔ یہ سب تو بندگی کے اسباب ہیں۔ درویشی یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ دینا۔ اگر یہ حاصل کریگا۔ تو واصل بن جائیگا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کو جانو۔ اور اگر خدا کو نہ جانو تو اپنے آپ کو بھی نہ جانو۔ کیونکہ جب خود دان نہ ہو گے تو خدا دان بھی ہو جاؤ گے۔ پھر فرمایا کہ اس سے بہتر کہتا ہوں۔ خدا بنو۔ اور اگر خدا نہیں بنتے تو خود بھی نہ بنو۔ اگر خود نہ رہو گے خدا ہو جاؤ گے۔ ایک دن شیخ روزبہان بافلی قدس سرہ کی زیارت کو گئے تھے۔ اور شیخ صدر الدین روزبہان قدس سرہ باپ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب شیخ عبداللہ ان کی قبر کے برابر کھڑے ہوئے تو شیخ صدر الدین ان کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ اور رات تک کھڑے رہے پھر بیٹھ گئے اور پھر اٹھے اور مدت تک کھڑے رہے۔ لیکن شیخ عبداللہ نے ادھر توجہ نہ کی۔ جب قبر کی زیارت سے فارغ ہوئے۔ تو کہا اے شیخ مدت سے میں کھڑا ہوں۔ لیکن آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ کہا کہ شیخ روزبہان نے مجھے ایک انار دیا تھا۔ جس کے کھانے میں مشغول ہو گیا تھا۔ ان کے اشعار میں سے یہ اشعار ہیں ؎

ما جملہ خدائے پاک پاکیم | نے ز آتش و باد و آب و خاکیم
از ہستی و نیستی ہمیشہ | عریاں شدہ ایم و جامہ چاکیم

ے

حقیقت جز خدا دیدن روا نیست | کہ بے شک ہر دو عالم جز خدا نیست
نہ میگوئیم کہ عالم او شدہ نہ | کہ ایں نسبت باو کردن روا نیست
نہ او عالم شدہ نہ عالم او شد | ہمہ اوراچنیں دیدن خطا نیست

رُباعی

تا حق بدو چشم سر نہ بینم ہر دم | از پائے طلب می نہ نشینم ہر دم
گوئیند خدا بچشم سر نتواں دید | آں ایشانند من چنینم ہر دم

آپ کی وفات عاشورہ کے دن ۸۶۰ھ میں ہوئی ہے قدس اللہ تعالٰی روحہٗ ٭

شیخ جمال الدین محمد باکلنجار رحمتہ اللہ

کان شیخا وجیھا بھی المنظر زکی المخبر ذا مجاھدات وخلوات واوراد کثیرۃ من العبادات والطاعات ولہ کلمات الروحانیۃ واشارات الرحمانیۃ یعنے وہ شیخ خوبصورت باوقار، پاکیزہ حکایت، مجاہدوں اور خلوتوں اور بڑے وظائف والے عابد مطیع تھے۔ اُن کے روحانی کلمات، رحمانی اشارات ہیں۔ شیخ ابو عبداللہ بلیانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ میں جس زمانہ میں بچہ تھا۔ شیخ جمال الدین باکلنجار رحمتہ اللہ میرے باپ خواجہ ضیاء الدین مسعود رح کی صحبت میں رہتے تھے۔ میں ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتا تھا۔ میری آواز خوش تھی۔ اپنی جمعیت خاطر کے لئے بسا اوقات باتوں کے درمیان بعض اشعار خوش آوازی سے پڑھا کرتا تھا شیخ جمال الدین میری آواز پر کان لگاتے تھے۔ اور اس سے ان کا وقت خوش ہوتا تھا۔ لیکن مجھے اُن کے حال کی کچھ خبر نہ تھی۔ کہ وہ میرے شعر سُنا کرتے ہیں۔ پھر میں جو کچھ پڑھا کرتا تھا۔ اس سے چپ رہ کر ذکر میں مشغول ہو جاتا تھا۔ ایک دن شیخ جمال الدین میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے شیخ عبداللہ تم ایسا کیوں کیا کرتے ہو۔ کہ ذکر کے درمیان کچھ خوش شعر پڑھتے ہو۔ اور ہم تمہاری طرف کان لگاتے ہیں۔ مگر تم پھر

ے یعنی ایک شے دوسری بن گئی۔ کہنا دوئی کو ثابت کرتا ہے لیکن سب کو ہی دیکھنا خطا نہیں کیونکہ یہاں دوئی نہیں ہے ۱۲

خاموش ہو جاتے ہو۔ لیکن ہم کو نیم بسمل چھوڑ دیتے ہو۔ دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ اور درویشوں کے دل کے خریدار بنو۔ جب تجھ سے وہ آواز خریدتے ہیں۔ میرے باپ ضیاء الدین مسعود نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ میں نے ان کی بات قبول کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ خدا کے اس قول کی کہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ یعنی اپنے رب کی عبادت کر۔ یہاں تک کہ تجھ کو یقین آ جائے یہ ہے کہ بجز عین ذات قدیم کے دیکھنے کے یقین نہیں ہو سکتا۔ بے صورت ذات قدیم کی نیت عمل عبادت ہے۔ اور جو نیت عمل سے بہتر ہے وہ یہ ہے۔ عمل کی صورت ذات قدیم کے دیکھنے کی نیت کے بغیر عبادت نہیں۔ بلکہ رسم و عادت ہے۔ طالب وہ ہے کہ اس کا مطلب بجز ذات قدیم کے دیکھنے کے نہ ہو۔ اور سوائے ذات قدیم کے دیکھنے کے اور جو کچھ ہو۔ اس کے سامنے محال و باطل ہو۔ شیخ رحمۃ اللہ ۵۶۷ھ میں فوت ہوئے ان کی قبر شیراز میں ہے +

موسیٰ بن عمران جیرُوفتی رحمتہ اللہ

آپ بزرگ تھے۔ جیرفت میں رہتے تھے۔ شیخ ابو عبداللہ طاقی کے پیر ہیں۔ شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ابو عبداللہ خفیف کو شیخ موسیٰ عمران کے ساتھ رنجش ہو گئی تھی۔ ان کو نامہ یا پیغام بھیجا کہ شیراز میں میرے ہزار مرید ہیں۔ اگر ہر ایک سے ہزار دینار مانگوں۔ تو رات کے لئے ضمان نہ لینگے۔ موسیٰ عمران نے ان کو جواب لکھا۔ کہ جیرفت میں میرے ہزار دشمن ہیں۔ کہ جب وہ مجھ پر قابو پائیں۔ تو مجھ کو رات تک مہلت نہ دیں۔ اور زندہ نہ چھوڑیں۔ صوفی تم ہو یا میں +

خواجہ علی حسن بن حسن کرمانی قدس سرہ العزیز

خواجہ حسن کرمان کے متاخرین مشائخ میں سے تھے۔ وہیں ان کا مکان تھا۔ ان کا کام بخوبی تھا۔ بہت سے مرید تھے۔ اچھے معاملہ والے تھے۔ شیخ عمو کی مریدی کا دعویٰ کرتے تھے۔ جب تک شیخ عمو کا انتقال نہ ہوا۔ انہوں نے پیٹھ سیدھی نہ کی۔ یعنی مسند ارشاد پر نہ بیٹھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کرمان میں خواجہ علی حسن اور خلیل خازن کے درمیان جو کہ صوفیہ میں سے تھے عداوت پڑ گئی۔ خلیل نے خواجہ علی حسن کی طرف ایک خط لکھا۔ کہ

تم صبح سے چاشت تک دوا، شربت، جوارش کھاتے ہو۔ کہ جس سے عمدہ کھانا کھا سکو۔ اور یہ سب خوش خوری اور نعمت پروری ہے۔ مجھ کو صبح سے چاشت تک چکر لگانا چاہیئے۔ کہ کچھ حاصل کروں جو کھاؤں۔ اب بتلاؤ صوفی تم ہو یا میں۔ مشائخ طعن دیتے ہیں (یہ کلام مشائخ الاسلام کا ہے) اور اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ کہ لوگوں کی مقبولیت چاہیئے کیونکہ اس میں بڑا غرور ہے یہ لوگ تمہارا مال کھاتے ہیں۔ اور خوش نفس کو غرور میں ڈالتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی حد سے گذر جاتا ہے۔ اور اس قوم کے لئے یہ بڑی گھاٹی ہے ÷

میرہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے بزرگ صوفی پیر ملامتی تھے۔ نیشاپور میں زیارت یا کسی اور کام کو گئے ایک خادم ان کے ساتھ تھا۔ وہاں پر اُن کی مقبولیت بڑی ہوئی۔ بہت سے مرید ہو گئے۔ آپ اس سے رنجیدہ تھے۔ اور دل کا شغل بڑھاتے تھے۔ جب واپس آئے تو بہت سے لوگ ان کے ساتھ باہر آئے۔ ان کے ساتھ چلنے میں ٹھیر گئے۔ آپ نے خادم سے پوچھا۔ کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کہا کہ آپ کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ صبر کیا اور کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ ایک اونچی جگہ پہنچے۔ اور اپنی شلوار کھول کر پیشاب کرنا شروع کر دیا چنانچہ ان کو اور اُن کے کپڑوں کو پلید کر دیا۔ وہ لوگ کہنے لگے۔ کہ واہ خوب اچھے شیخ ہیں کیا اچھا عمل ہے۔ تب وہ سب منکر ہو گئے۔ اور واپس چلے گئے۔ خادم جو اُن کے ساتھ تھا پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ اس کے دل میں بھی انکار تھا کہ یہ کیا کیا۔ مریدوں کی ایک جماعت خلوص ارادہ و نیک نیتی سے ان کے ساتھ آ رہی تھی۔ دیکھو انہوں نے یہ کیا کیا۔ میرہ جا رہے تھے یہاں تک کہ پانی پر پہنچے۔ اپنے کپڑوں سمیت پانی میں گھس گئے۔ اپنے کپڑے اور بدن کو اچھی طرح پاک کیا۔ اور باہر نکل آئے۔ چلنے میں ٹھیر گئے۔ اور خادم کی طرف منہ کر کے کہنے لگے تمہیں چاہیئے کہ انکار نہ کیا کرو۔ کیونکہ اس بڑی آفت کو اور اتنے بڑے شغل کو اس قدر پیشاب سے دُور کر سکتے ہیں۔ لیکن اس محنت کو کیوں اٹھائیں۔ یہ لوگ کس کام آئینگے۔ بجز اس کے لوگوں کو غرور اور عُجب میں ڈالتے ہیں۔ لوگوں کا مال کھائیں۔ دل کے شغل کو بڑھائیں۔ یہ مقبولیت عیب کے دیکھنے سے پہلے ہوا کرتی ہے۔ جب تھوڑا سا عیب دیکھ لیویں یا کوئی کام اُن کی

مرضی کے برخلاف ہو جائے تو سب منکر ہو جایا کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام قدس سرہٗ کہتے ہیں تم جانتے ہو۔ اُنہوں نے ایسا کیوں کیا تھا۔ اس لئے کیا تھا۔ کہ ان کا نفس اس سے خوش ہو گیا تھا۔ سو یہ بات اُن پر ضروری تھی +

ابو عبداللہ التروغبذی رحمۃ اللہ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ ان کا نام محمد بن محمد بن الحسین ہے۔ طوس کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ ابو عثمان حیری کی صحبت اور ان مشائخ کی خدمت میں بھی رہے ہیں طریقت میں یگانہ مشائخ تھے۔ ان کی کرامات ظاہر تھیں۔ مجرد۔ بلند حال اور بزرگ ہمت تھے بعد ۳۰۵ھ کے انتقال ہوا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔ طوبی لمن لم یکن له وسیلة الیه غیرہ یعنے وہ شخص خوش ہے۔ کہ جس کا وسیلہ خدا کی طرف اُس کے سوا اور کوئی نہ ہو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ ترك الدنیا الدنیا من جمیع الدنیا یعنے دنیا کا ترک دنیا کی خاطر دنیا میں سے ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو اپنی معرفت سے کچھ دیتا ہے۔ اور جس قدر کہ اس کو معرفت دی ہو۔ اسی قدر بلا بھی اُس پر مقرر کرتا ہے یہاں تک کہ اس معرفت کی موت سے اس بلا کو اُٹھا دیتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ خدمت کی تمیز سے دُور ہو۔ کیونکہ جن لوگوں کو تم خدمت میں ممتاز کرو گے ظاہر نہیں رہے ہیں۔ پس سب کی خدمت کر تا کہ مراد حاصل ہو جائے۔ اور مقصود فوت نہ ہو +

ابو عبداللہ رودباری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن عطا ہے۔ آپ شام کے شیخ ہیں صور میں رہتے۔ صور دریا کے کنارے پر ہے۔ آپ کی قبر بھی صور میں ہے اب دریا میں ہے۔ ابو علی رودباری کے بھانجے ہیں۔ بزرگ اور صوفی تھے قرّابوں کی صُورت میں تھے۔ ان کی والدہ فاطمہ شیخ ابو علی رودباری کی بہن ہے۔ بیٹے سے کہا کرتے۔ ھذا اقرأء وخاله کان صوفیا یعنے یہ تو قاری ہیں (ظاہر آراستہ) لیکن ان کا ماموں صوفی تھا۔ علم قرآن، علم شریعت، علم حقیقت، علم حدیث کے عالم، عمدہ اخلاق والے تھے فقراء

سلہ فارسی نسخہ میں دو صورت قرایان لکھا ہے ؟ (اضافی)

کی تعظیم درویشوں کی دوستی اور اُن سے نرمی کرنے میں مشہور تھے۔ ماہ ذی الحجہ ۳۵۹ھ میں فوت ہوئے۔ اُن کی ایک کتاب فقر کے آداب میں ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابو عبداللہ رودباری وہ ہے کہ جنگل میں اس کے اونٹ کا ہاتھ ریت میں دھس گیا تھا۔ اُنہوں نے کہا جل اللہ تو اونٹ نے بزبان فصیح کہا جل اللہ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے دو شخصوں کو دیکھا ہے۔ جنہوں نے ان کو دیکھا ہے۔ شیخ ابو عبداللہ باکو اور شیخ ابوالقاسم ابوسلمہ باوردی، شیخ ابوعبداللہ باکو کہتے ہیں۔ کہ ابوعبداللہ رودباری نے فرمایا ہے۔ التصوف ترک التکلف و اشتغال التظرف وخلاف التشرف یعنے تصوف یہ ہے کہ تکلف کو چھوڑنا اور پاکیزگی کا برتاؤ اور بڑائی کا دور کرنا۔ شیخ ابوالقاسم ابوسلمہ باوردی کہتے ہیں۔ کہ شیخ عبداللہ رودباری نے فرمایا ہے۔ حدیث کا لکھنا مرد سے جہالت دور کرتا ہے۔ اور درویشی تکبر کو مٹاتی ہے۔ فاذا اجتمعتا فناهیاك به نبلا یعنے پھر جب دونوں جمع ہو جائیں تو تمہیں یہی فضیلت خوش ہے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ ابوسعید مقری نے یہ کہا ہے۔ ہم شیخ ابوعبداللہ رودباری کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ سبزی (باقلی) پسند نہ آئی۔ تو اسے ایک جگہ پر میں نے رکھدیا۔ شیخ نے کہا کسی جگہ مت رکھو۔ جو چیز خود تم کو پسند نہیں۔ کیا وہ کسی درویش کو دیتے ہو کہ وہ کھائے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ محمد شگرف نے یہ کہا ہے۔ کہ پاخانہ کے ڈھیلے میں بھی انصاف کرنا چاہیئے ؛

ابوعبداللہ بن مانک رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابوعبداللہ مانک یارغانی فارس کے تھے۔ ان کا نام احمد بن ابراہیم مانک ہے۔ بندار ارغانی کے شاگرد تھے۔ شبلیؒ کو دیکھا تھا۔ ان کی عمر کچھ اوپر سو سال کے تھی۔ جب بات کہتے تو ان کے دونوں ہاتھوں کی طرف دو آدمی ہوتے تھے کہ وہ اُن کے منہ کے لعاب کو پاک کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے دانت نہ تھے۔ پانی ان کے منہ سے گر جاتا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے تھے۔ کہ شیخ ابو نصر قبانی میرے پیر ہیں۔ جنہوں نے ابوعبداللہ مانک کو دیکھا تھا۔ حدیث جانتے تھے۔ میں نے اُن سے حدیث پڑھی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو شیخ ابوعبداللہ مانک نے کہا تھا۔ کہ شبلیؒ نے ایک دن منبر پر کہا تھا حق۔ اس وقت جنیدؒ حاضر تھے۔ اُنہوں نے کہا۔ غیبت حرام ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں ابو سعید خراز مصر میں آ گئے۔ ان کو لوگوں نے کہا اے قوم کے سردار تم بات کیوں نہیں کہتے۔ کہا کہ یہ لوگ خدا سے غائب ہیں۔ اور خدا کا ذکر عین غائبوں سے غیبت ہے +

ابو عبد اللہ دونی قدس سرہٗ

آپ متاخرین میں سے ہیں۔ دون میں رہتے تھے۔ حال قال والے تھے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ خرقانی نے مجھ سے کہا۔ کہ شاگرد ابو عبد اللہ دونی نے مجھ سے یوں فرمایا ہے۔ کہ شیخ ہشیار رہے اور مست ہو کر فوت ہوئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ان کے شاگرد نے سچ کہا ہے۔ خرقانی نے کہا کہ یہ جو میں نے کہا ہے وہ ابو بکر شبلی تھے۔ جو مست جئے اور مست ہی فوت ہوئے۔ کیونکہ میں نے شبلیؒ کو عالم مشاہدہ میں دیکھا ہے۔ کہ میرے سامنے ہوا میں ناچتے تھے۔ اور میرا شکریہ ادا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو عبد اللہ دونی سے لوگوں نے پوچھا فقر کیا چیز ہے فرمایا اسم واقع فاذا اتم فھو اللہ۔ یعنی وہ ایک واقعی نام ہے۔ پھر جب وہ پورا ہو گیا۔ تو وہی اللہ ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ دونی قرآن بہت پڑھا کرتے اور اسکے سننے کو دوست رکھتے تھے۔ جب کوۃ یا صدقہ کی آیت پر پہنچے تو خوش ہوتے اور کچھ اپنے پاس سے نکالتے کسی سے کہتے کہ دروازہ کے باہر رکھ کر واپس چلا آ۔ تا کہ جو شخص آئے لے لے +

ابو عبد اللہ مولیٰ قدس سرہٗ

آپ پیر ابو سعید دونی زاہد کے زمانہ میں ہرات میں رہا کرتے تھے ابھی جامع مسجد میں پیر ابو سعید نہ تھے۔ کہ وہ وعظ میں شروع ہو گئے کچھ دیر تقریر کی۔ پھر کہا کہ اگر صرف توحید کی ضرورت ہے تو میں نے یہ کہہ دیا ہے اور اگر کفج کدو کا علم چاہیئے۔ یعنی علوم آلیہ صرف نحو منطق وغیرہ تو کل ابو سعید آئینگے۔ وہ تم کو سنائینگے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اس کام کے پہلے سب کہنے والے ایک ہی بات کہتے ہیں۔ ایک شخص تر جسم سے کہتا ہے چھوٹ جاتا ہے ایک بغیر جسم سے کہتا ہے اس کو پھاڑ ڈالتے ہیں۔ ایک بغیر تر جسم کہتا ہے۔ تو اس سے چمٹ جاتے ہیں۔ اور وہ کیا ہے۔ جو ابو عبد اللہ کہتا تھا لڑکے اس کے پیچھے آتے تھے اور کہتے تھے۔ ابو عبد اللہ مولیٰ وہ کہتے تھے۔ کہ اے دوست عبد اللہ کو چھوڑ مولیٰ کہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو عبد اللہ مولیٰ اس کام

ف۱ اصل فارسی میں نقطہ وکفج لکھا ہے۔ مجھے دونوں نہیں ہے۔ (دنامی)

کو ایک بات میں لائے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ وہ بھوکے تھے۔ اُن کی خواہش ہوئی۔ کہ دو روٹیاں گرم اور شیرہ انگور ہو تو کھاؤں۔ ایسی بھوک کی حالت میں جامع مسجد میں سو گئے۔ ان کے ایک مرید نے ان کو وہاں مصلے پر ہاتھ سر کے نیچے رکھا ہوا سوتا دیکھ کر دل میں کہا کہ شائد آپ بھوکے ہیں۔ بازار میں گیا۔ دو گرم روٹیاں اور کچھ شیرہ انگور اس میں ڈال کر لے آیا۔ اور اس کے مصلے کے نیچے لاکر رکھدئے۔ جب اُن کو گرم روٹی کی خوشبو آئی تو جاگ اُٹھے۔ جس کی آرزو تھی وہی موجود پایا۔ تب آسمان کی طرف چہرہ کیا اور کہا۔ الٰہی جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے کر لیتا ہے یعنی اگر مہربانی ہو تو اپنے دوستوں کا کام بلا سبب و سعی کر دیتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ہماری سعی اور طلب سے کچھ نہیں ہو سکتا ہم اس کی عنایت کے بغیر کسی چیز تک نہیں پہنچ سکتے *

ابو عبداللہ مقری قدس سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن احمد بن محمد مقری ہے۔ ابو یوسف بن الحسین عبداللہ خراز رازی مظفر کرمانشاہی، رویم جریری، ابن عطار رحمہم اللہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ جوانمرد مشائخ میں سے بڑے سخی تھے۔ سوائے جائداد غیر منقولہ زمین وغیرہ کے پچاس ہزار دینار ان کو میراث میں ملے تھے۔ سب سے علیحدہ ہو گئے۔ اور فقراء پر سارا مال خرچ کر دیا۔ وحدت اور مجرد ہونے پر حج کا احرام باندھا۔ باوجودیکہ ابھی نابالغ تھے۔ ۳۶۶ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ الفقیر الصادق الذی لا یملک کل شئی ولا یملکہ شئی یعنے سچا وہ فقیر ہے کہ کسی شئے کا مالک نہ ہو۔ اور نہ اس کا کوئی مالک ہو۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں من تعذر عن خدمۃ اخوانہ اورثہ اللہ سبحانہٗ ذُلًّا لا انفکاک منہ ابداً یعنے جو شخص اپنے بھائیوں کی خدمت سے معذور ہے اس کو پروردگار ایسی ذلت کا مالک بناتا ہے۔ کہ جو کبھی اس سے جدا ہی نہیں ہوتی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ ما قبل منی احد شیئًا الا رایت لہ منۃ علی لا یمکنی القیام بواجبھا۔ یعنی نہیں قبول کرتا مجھ سے کوئی شخص کوئی چیز۔ مگر یہ کہ اس کا مجھ پر ایسا احسان ہوتا ہے کہ اس کا واجبی حق کبھی ادا نہیں کر سکتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ جوانمردی یہ ہے کہ اپنے دشمن سے اچھی طرح پیش آنا اور مال اس کیلئے خرچ کرے۔ کہ تیرا دل اس سے کراہت کرتا ہو۔

اور جس شخص سے تیری طبیعت نفرت کرے، اس سے اچھی طرح برتاؤ کرے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں جب عبداللہ خراز کی خدمت میں پہونچا۔ تو میں نے کہا اے شیخ مجھ کو کیا وصیت فرماتے ہیں، کہا تین چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک ادائے فرائض بڑی سعی کے ساتھ کرنا دوم مسلمان کی عزت کرنا سوم اپنی طبیعت کو متہم کرنا۔ مگر ہاں اس کا مضائقہ نہیں۔ جو حق کے موافق ہو +

ابو القاسم مقری قدس سرہٗ

ابو القاسم پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ ان کا نام جعفر بن احمد بن محمد مقری ہے ابو عبداللہ مقری کے بھائی ہیں، خراسان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ اپنے طریقہ اور وقت میں یگانہ عالی حال شریف ہمت تھے۔ شیخ سلمی کہتے ہیں۔ لم نلق احد من المشائخ فی سمند و دقارہ وجلستہ یعنے ہم کبھی ایسے مشائخ سے جو ان جیسی خصلت اور وقار اور مسند ارشاد پر بیٹھنے والے ہوں نہیں ملے۔ ابن عطا جریری، ابو بکر بن سعدان۔ ابو بکر مشاد۔ ابو علی رودباریؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ۳۷۸ھ میں نیشاپور ان کا انتقال ہوا۔ وہ فرماتے ہیں کہ عارف وہ شخص ہے کہ جس کو اس کا معروف یعنے خدا تعالیٰ اس بات سے روک دے کہ مخلوق کی طرف دیکھے رد کی آنکھ سے ہو یا قبول کی آنکھ سے (مطلق نہ دیکھے) وہ یہ بھی کہتے ہیں اوائل برکتہ الدخول فی التصوف ان نفس ق الصالحین فی الاحیا دعن انفسھم وعن مشائخھم یعنے تصوف کے داخل ہونے کی پہلی برکت یہ ہے کہ تم صالحین کے اپنے اور ان کے مشائخ کے حال کی تصدیق کرو +

ابو محمد راسبی قدس سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام عبداللہ بن محمد راسبی بغداد کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابن عطا جریریؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ شام میں کوچ کر گئے تھے۔ پھر بغداد میں آئے۔ اور وہیں ۳۶۷ھ میں انتقال فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں۔ اعظم حجاب بینک وبین الحق اشتغالک بتدبیر نفسک واعتمادک علی عاجز مثلک فی اسبابک یعنے خدا اور تجھ میں بڑا پردہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس کی تدبیر میں لگا رہے۔ اور اپنے جیسے عاجز

شخص پر اپنے اسباب میں بھروسہ کرلے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ لا یکون الصوفی صوفیا حتی لا تقلہ ارض ولا تظلہ سماء ولا یکون لہ قبول عند الخلق ویکون مرجعۃ فی کل الاحوال الی الحق تعالٰی یعنے صوفی صوفی نہیں بنتا جبتک کہ اس کو نہ زمین اٹھائے اور نہ آسمان سایہ کرے لوگوں کے نزدیک اس کی مقبولیت نہ ہو۔ بلکہ اس کا مرجع ہر حال میں حق سبحانہ کی طرف ہو۔ ایک دن ان کے سامنے محبت کا ذکر ہو رہا تھا فرمایا المحبۃ اذا ظہرت افتضح فیہا المحب واذا کتمت قتل المحب کمدا وانشد ے

ولقد افارقہ باظہار الھوی ۔۔۔ عمداً لیستر سرہ اعلانہ

ولربما کتم الھوی اظہارہ ۔۔۔ ولربما فضح الھوی کتمانہ

عی الحبیب لدی الحبیب بلاغۃ ۔۔۔ ولربما قتل البلیغ لسانہ

کم قد رأینا قاھرا سلطانہ ۔۔۔ للناس ذل لحبہ سلطانہ

یعنے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں اس کی محبت کے اظہار سے عمداً علیحدہ رہتا ہوں۔ تاکہ اس کا اظہار اس کے باطن کو چھپا دے (یعنے محبت کے اظہار سے محبت کی نفی کا ارادہ ہوتا ہے اور اس سے مقصود محبت کا چھپانا ہے) اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اظہار محبت محبت کو چھپا دیتا ہے۔ اور اکثر اس کا چھپانا عاشق کو رسوا کر دیتا ہے۔ دوست کا دوست کے پاس گنگگار رہنا بلاغت ہے۔ اور بسا اوقات بلیغ کو اس کی زبان قتل کر ڈالتی ہے بیشک ہم نے بہت دیکھا ہے۔ کہ غلبہ کی وجہ سے انسان غائب ہو جاتا ہے۔ اور غلبۂ محبت سے اس کا غلبہ مغلوب ہو جاتا ہے۔

ابو عبد اللہ دینوری قدس سرہٗ

آپ پانچویں طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن عبد الخالق دینوری ہے۔ وہو من اجلۃ المشائخ واکبرھم حالا وافصحھم فی علوم ھذہ الطائفۃ یعنے وہ حال کے لحاظ سے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ اور اس صوفیہ کے علوم میں بڑے فصیح ہیں۔ ان کی بازگشت فقرا کی صحبت میں تھی۔ ان کے آداب کے پابند اور صوفیوں کے محب تھے وادی القری میں برسوں رہے۔ پھر دینور میں واپس آئے۔ اور وہیں وفات پائی۔ ایسا ہی طبقات سلمی میں لکھا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ آخر عمر میں وادی

قری کی ایک مسجد میں آئے۔ لوگ چلے گئے۔ اور کسی نے اُن کو مہمان نہ بنایا۔ نہ کوئی کھانے کی چیز دی۔ اس رات بھوک کے مارے فوت ہو گئے۔ لوگ جب دن کو آئے تو ان کو کفن پہنایا اور دفن کر دیا۔ دوسرے روز مسجد میں آئے تو دیکھا کہ کفن محراب میں پڑا ہے۔ اور ایک کاغذ ہے جو کفن میں لکھا پڑا ہے۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ ہمارا ایک دوست تمہارے پاس آیا تم نے نہ اس کو مہمان بنایا۔ نہ کھانا دیا۔ بھوک سے تم نے اُس کو مار ڈالا۔ اس لئے ہم تمہارا کفن نہیں چاہتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو عبداللہ دینوری نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ فقرا پر خود سلام بھیجتا ہے۔ اور قرآن میں فرماتا ہے فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ یعنے کہدو تم پر سلام ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک سال تک کشتی میں رہے۔ ہوا غلبہ نہ کرتی تھی۔ گدڑی اُدھیڑتے اور پھر سیتے۔ یہاں تک کہ ٹوپی تک نوبت پہنچی۔ کہا کہ میں اپنے نفس کو مشغول کرتا ہوں پہلے اس سے کہ وہ مجھے مشغول کرے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ چھوٹوں کا بڑوں سے ملنا منجملہ خدائی توفیق ہے۔ جو چھوٹوں کو میسر ہوئی۔ یہ اُن کی دانائی سمجھی جاتی ہے۔ اور بڑوں کا چھوٹوں کی صحبت کی خواہش کرنا بزرگوں کی رسوائی، حماقت اور بیعقلی کی علامت ہے۔ وہ اپنے یاروں سے یہ بھی فرماتے ہیں۔ لا یعجبنک ماتری من هذه اللبسة الظاهرة علیهم فما زینوا الظواهر الا بعد ان خربوا البواطن یعنے ان کے ظاہری لباس کو دیکھ کر ہرگز تعجب نہ کر۔ کیونکہ اُنہوں نے ظاہر کو جب زینت دی ہے کہ پہلے باطن کو خراب کر لیا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ اپنے یاروں سے یوں فرماتے تھے۔ باطن کی آبادی میں نے سیکھی ہے نہ ظاہری عیب۔ اور جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے ان سے جامہ خدائی کی آرائش خوش نہ ہو۔ مگر ہاں اُنہوں نے یہی جامہ گدڑی، کمر بند، سجادہ اور مونڈھے وغیرہ کی آرائش کی ہے۔ معانی اور صفائی باطن کچھ نہیں کی۔ تاکہ جو شخص دیکھے وہ سمجھ جائے۔ کہ یہ سب کام بس وہی ہے لیکن جو لوگ کہ معانی والے نیک زندگی ہیں۔ ان کے دل ایسے نہیں ہیں۔ ان کو اس کی طاقت نہیں کہ کسی اور شے سے مشغول ہوں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایک سفر میں ایک لنگڑے کو دیکھا کہ وہ ایک ہی پاؤں سے چلتا ہے۔ میں نے کہا کہ تجھے سفر کی کیا ضرورت۔ جب اس کا سامان تیرے پاس نہیں۔ اُس نے کہا۔ کہ کیا تم مسلمان ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا اس آیت کو پڑھو وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنے ہم لے ان کو جنگل

اور سمندروں پر سوار کرایا۔ جب اٹھانے والا وہی ہے تو بغیر اسباب کے بھی اٹھا سکتا ہے
ایک شخص اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا کیف اصبحت آپنے شام کیسے کی انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

اذا اللیل البسنی ثوبہ   تقلب فیہ فتی موجع

یعنے جب مجھ کو رات اپنا سیاہ کپڑا پہناتی ہے تو جوان دردناک اس میں بے قرار رہتا ہے +

ابوالحسین سیروانی صغیر قدس سرہٗ

آپ چھٹے طبقہ میں سے ہیں آپ کا نام علی بن جعفر بن داؤد ہے۔ مغربی سیروان کے تھے۔ سیروانی کبیر کے شاگرد ہیں خواص کے مرید ہیں مصر میں رہتے تھے مکہ میں مجاور رہے ہیں۔ اور وہیں انتقال ہوا ہے معاذ مصری کے شاگرد ہیں۔ ابوبکر معاذ بنی جنید شبلی ابوالخیر تیناتی کتانی، ابوعلی کاتب، ابوبکر مصری وغیرہ مشائخ وقت رحمہم اللہ کو دیکھا تھا۔ اپنے وقت میں حرم کے شیخ اور اپنے زمانہ میں یگانہ مشائخ تھے۔ شیخ سلمی نے اُن کو صوفیوں کی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ آپ کی عمر ایک سو چوبیس سال کی تھی۔ اور آخر عمر میں اُٹھا نہ جاتا تھا لیکن جب مؤذن قدقامت الصلوٰۃ کہا کرتا تو آپ پاؤں پر کھڑے ہو جاتے۔ پھر ویسے ہی بیٹھ جاتے۔ اور سماع کی حالت میں بھی ویسا ہی کرتے۔ شیخ عمو، شیخ عباس ان کی زیارت کا فخر کیا کرتے اور کیوں فخر نہ کرتے۔ ایسے پیر پر لاف مارنا ان کا فرض تھا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا چیز ہے۔ فرمایا الافراد والانفراد یعنے ہمت کا یگانہ رکھنا اور خلقت سے یگانہ ہو کر جینا۔ وہ فرماتے ہیں۔ الصوفیۃ مع الواردات لامع الاوراد یعنے صوفیہ واردات کے ساتھ ہوتے ہیں نہ وظیفوں کے ساتھ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ شیخ حاجی یہ فرماتے ہیں، کہ آپ نے یہ فرمایا ہے صوفی مقامات و حالات سے گذر چکا ہے۔ وہ سب اس کے زیر قدم ہیں۔ اور سب اُس کے حال میں جمع ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ عمو نے کہا ہے۔ شیخ سیروانی یوں فرماتے ہیں۔ اٰخر ما یخرج من رؤس الصدیقین حب الریاسۃ یعنے صدیقوں کے سر سے جو بات سب سے آخر میں نکلتی ہے ریاست کی محبت ہے۔ عباس کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ ان لوگوں کی جو تم کو دوست رکھتے ہیں عمو کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے یوں کہا ہے۔ اگر میرے پاؤں ہوتے تو میں خراسان میں ایسے شخص کی زیارت کو جاتا جو تم کو دوست رکھتا ہے۔ اور

فتح حاجی کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔ کہ سیروانی یوں فرماتے تھے۔ کہ وہ ایسے بزرگ ہیں کہ بزرگ لوگ اس کو اور اس کے مقام کو دیکھتے ہیں۔ مگر وہ خود نہیں جانتا۔ کہ کچھ اس کے پاس ہے۔ شیخ سیروانی فرماتے ہیں۔ من طلب عزا بباطل اورثہ اللّٰہ تعالیٰ ذلا بحق یعنے جو شخص کہ عزت کو باطل کے ساتھ طلب کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کو سچی خواری دیتا ہے وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ التصوف ترک الخلق وافراط الھمۃ یعنے تصوف خلقت کا ترک اور بڑی ہمت۔ اور اس کے بعد یہ کہا ہے الخلق محنۃ ما دخلوا فی شیٔ الا افسدوہ یعنے لوگ بلا و محنت ہیں کسی شے میں داخل ہو کر فساد ہی مچاتے ہیں۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ من ترک تدبیرہ عاش طیبا یعنے جس نے تدبیر کو چھوڑ دیا۔ اس کی زندگی اچھی ہو گئی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ ما آفۃ الناس الا الناس یعنے لوگوں کی آفت لوگ ہی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ الفقراء ھم ملوک الدنیا والاخرۃ استعجلوا الی الراحۃ یعنے صرف فقراء ہی دنیا و دین کے بادشاہ ہیں۔ جو خوشی کی طرف جلدی دوڑ گئے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ الفقیر ابن وقتہ فاذا تطلع الی وقت ثان فقد خرج من الفقر یعنے فقیر وقت کا بیٹا ہے۔ جب دوسرے وقت کی طرف گیا تو بیشک وہ فقر سے نکل گیا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جنیدؒ سے سنا تھا۔ وہ فرماتے تھے جس کو فاقہ آئے۔ اور اُس کے پاس زائد کپڑے ہوں۔ تو یہ امر اس کو بخیلی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ حثونا علی الطلب وھو لا یجیٔ بالطلب یعنے ہم کو لوگوں نے طلب کرنے پر برانگیختہ کیا لیکن وہ طلب سے نہیں آتا۔ (یعنے فضل سے ملتا ہے) وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ مرتعش نے کہا ہے لو لعب الفقیر عشرین سنۃ ثم صدق ساعۃ لنجا یعنے اگر فقیر بیس سال تک کھیلتا ہے۔ پھر ایک گھڑی سچ بولے۔ تو ضرور نجات پائے گا۔ (کھیل سے مقصود عدم یقین ہے اور سچ سے یقین) پھر سیروانی نے کہا۔ حاشاھم من اللعب انما اراد بہ قلۃ الیقین یعنے وہ کھیل سے پناہ مانگتے ہیں ان کا مقصود ہے یقین کم ہونا۔ سیروانی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابو الخیر تیناتی سے سنا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو دوزخ پر جھانکنے دیا۔ تو اکثر اہل دوزخ وہ تھے۔ جو کوزہ اور گدڑی والے تھے۔ پھر شیخ سیروانی کہتے ہیں۔ کہ وہ تھوڑے یقین کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہوئے +

ابوالحسین بن جہضم ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ چھٹے طبقہ کے ہیں۔ آپ کا نام علی بن عبداللہ بن الحسین بن جہضم ہمدانی ہے بزرگ گذرے ہیں۔ کوکبی اور جعفر خلدی کے شاگرد ہیں۔ اُن کی ایک معتبر کتاب ہے۔ جس کا نام بہجۃ الاسرار ہے۔ جو اُن صوفیہ کے حالات میں لکھی ہے۔ تاریخ یافعی میں ہے۔ کہ وہ ۴۱۴ھ میں فوت ہوئے ہیں شیخ احمد کوفی نے ان کو دیکھا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کو پہچانتا ہوں۔ جو کہ ابوالحسین جہضم کی زیارت کے لئے مکہ میں گیا تھا۔ اور حج نہ کیا۔ پوچھنے پر کہا۔ کیونکہ میں ان کی زیارت کو آیا ہوں۔ ان کی بزرگی کی وجہ سے حج کو اس کے ساتھ نہ ملایا۔ اور وہ حج اسلام نہ تھا یعنے فرض نہ تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مشائخ کی زیارت اور ان کی خدمت اس گروہ صوفیہ پر فرض ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ عقیل بُستی بُست سے حج کو جاتے تھے کہنے لگے۔ کہ شیخ ابوالعباس کی زیارت کو جاؤں اور ان سے شلوار مانگونگا کیونکہ شلوار اُن کے پاس نہ تھی۔ جب وہاں پہنچے۔ تو شیخ نے اس کو شلوار دی اور کہا پہن لو۔ اور واپس چلے جاؤ۔ اور اس کو اتنا عرصہ نہ چھوڑا کہ بیٹھے۔ وہ ہر ایک منزل پر شلوار پاتا تھا۔ اس کو نہ چھوڑا کہ حج کے لئے جائے۔ شیخ ابوالحسین جہضم کا ایک ناہنجار بیٹا تھا۔ باپ اس سے ناراض تھا۔ ایک دن وہ مسجد حرم میں گذرتا تھا۔ کسی نے شیخ سیروانی سے کہا۔ اے شیخ یہ ابوالحسن کا بیٹا ہے اس لڑکے سے وہ پیر بہت ہی رنجیدہ ہیں۔ شیخ سیروانی نے کہا۔ کہ پیر سے بیٹے پر رنج ہے نہ کہ بیٹے سے پیر پر۔ اگر اس کے باپ کی بزرگی نہ ہوتی۔ تو بیٹے کو کون یاد کرتا۔ یہ اس کے باپ کی بزرگی کی دلیل ہے۔ کہ اُس کا بیٹا لوگوں کی یاد میں پڑکر انگشت نما بنا ہے۔

ابوالحسین طرزی قدس اللہ سرہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ طرز فارس میں ایک جگہ ہے۔ وہ بزرگ تھے۔ درویشوں کو بزرگ سمجھا کرتے۔ اس کے اصحاب باادب اور باحفاظت تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابونصر حاجی نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ شیخ ابوالحسن طرزی کو میں نے دیکھا تھا آپ فقیرانہ

بانا بنائے ہوئے تھے۔ اور اس کو اپنے سر اور منہ پر لیتے تھے شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ایک قوم کو اشان میں میرے ساتھ رہتی تھی۔ روشن دل والی تھی۔ مجھ سے درخواست کی۔ کہ ہم کو شیخ عبداللہ طاقی کی خدمت میں لے چلو۔ میں نے ان سے اجازت مانگی۔ اور ان کو ان کی خدمت میں لے گیا۔ اور کہا کہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ آپ ان کو کچھ وصیت فرمائیں کہا کہ یہ لوگ عیالدار ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا پیشہ در ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا بہت اچھا کام کرتے ہیں۔ اور اپنے اہل و عیال کو اچھا رکھتے ہیں۔ رات کے وقت ہر ایک کھانے سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ لاتے ہیں۔ اور ملکر کھاتے ہیں۔ ایک گھڑی ملکر رہتے ہیں۔ پھر بکھر جاتے ہیں۔ اُن کے حق میں دعا کی۔ پھر ہم اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے شیخ عمو سے کہا۔ کہ ابوعبداللہ دوتی اور ابوالحسین طرزی کے مرید جیب تک اپنی جگہ پر تھے۔ ایسا ہی کرتے تھے۔

ابوالحسین سرکی قدس سرہٗ

آپ مکہ میں مشائخ بہم مثل شیخ سیروانی ابوالعباس سہروردی، شیخ اسامہ ابوالخیر حبشی، ابوسعید خیرازی، شیخ محمد ساخری کے ساتھ مجاور رہے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے یار تھے۔ مشائخ ان کی پوری تعظیم کیا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابوالحسن سرکی، شیخ ابوسعید شیرازی، شیخ ابواسامہ، شیخ محمد ساخری اور ایک جماعت کے ساتھ جنگل میں تھے۔ لو چلی۔ ابوالحسین نے کہا درومت کہ یہ کام میرے لئے ہے۔ میں جاتا ہوں تم سب پہنچو گے۔ اور سیراب ہو جاؤ گے۔ ایسا ہی ہوا۔ وہ چل دئے۔ بادل آیا اور بارش شروع ہوئی یہ سب سیراب ہوئے۔ اور رَو آکر ان کو بہالے گئی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان کو زندگی میں پانی نہ دیا۔ پیاسے اور بھوکے رہے۔ وہ اپنے دوستوں سے ایسا ہی کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابوالحسین قزینؔ[1] بُنا کرتے تھے۔ ایک دن مسجد حرام میں صوفیوں میں درویشی کی بابت باتیں ہوتی تھیں۔ اُس نے کہا کہاں تک درویشی میں باتیں کرو گے۔ اگر درویشی کو دیوار پر لکھو۔ تو ہم میں سے ایک بھی وہاں تک نہ گذرے۔ ہر شخص کہتا ہے کہ میں درویش ہوں صوفی شور مچانے لگے۔

---

[1] ایک قسم کا کپڑا ہے ۱۲

کہ یہ کیا بات کرتا ہے۔ اب ہم درویش نہیں ہیں۔ ایک جولاہا آکر ہم کو درویشی سے نکالتا ہے۔ جتنے مشائخ تھے، سب کہنے لگے کہ بات وہی ہے جو وہ کہتا ہے۔ جنگ وجدال وکینہ سب جاتا رہا۔ عمرہ کا وقت آیا۔ ابوالحسین سرکی نے عمرہ کیا۔ اور واپس آکر نماز پڑھی سب جماعت حاضر تھی۔ وہ اُٹھے اور ہر ایک کے سر اور منہ پر بوسہ دیتے تھے۔ اور عذر کرتے تھے۔ ایک شیخ نے اُس کو اپنا بھائی کہا تھا۔ اور کہا کہ تم نے سچی بات کہی تھی۔ اور بڑے مشائخ تمہارے حامی تھے۔ اب تم آئے ہو۔ اور اس بات سے بقول بعض جہلا پھر گئے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ میں اس سے پھرا نہیں۔ لیکن پہلے جب میں عمرہ کرتے جایا کرتا تھا۔ تو راستہ میں چند آیات قرآنی اور بہت درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ آج میں راستہ میں اپنے دل میں کہتا تھا۔ کہ وہ ایسا کہتا تھا۔ میں ایسا کہتا ہوں۔ دوسرے نے ایسا کہا۔ میں نے ایسا کہا۔ تمام راہ لڑائی میں پڑا رہا۔ سواب میں آیا۔ اور اپنے دل کو اس جھگڑے سے چھڑایا۔ یہ لوگ خواہ حق پر ہوں یا باطل پر۔ میں نے اپنے دل کی دُعا کی یعنے دل کو فارغ کیا۔ دل کی فراغت بیہودہ جھگڑہ سے جاتی رہتی ہے۔ مگر یہ اُس کے لئے ہے کہ جس کا دل بھی ہو۔

شیخ محمد ساخری قدس اللہ سرہٗ العزیز

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ محمد ساخری ۱٫ وہ ہیں۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ پر آئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسُول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں یا تو مجھ کو سیر کر دیجئے یا ان قندیلوں کو توڑ دیتا ہوں۔ ایک شخص نے اُن کو بُلایا۔ کھجوریں اور کچھ کھانا تھا جس سے اُن کو سیر کر دیا۔ اور کہا کہ تم نے کیا کہا تھا۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہنستے تھے۔ اور وُہی فرمایا جو کچھ تم نے کہا تھا۔ اُنھوں نے کہا۔ تم کہاں سے کہتے ہو۔ اُس نے کہا کہ میں سوتا پڑا تھا۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ ایک ہمارا مہمان ہے جو بڑا سخت مزاج ہے۔ اُس کو گھر لے جا۔ اور پیٹ بھر کہ کھلا۔ اور اُس کو کہدے کہ جگہ بدل دے۔ کیونکہ یہ آرزو کی جگہ نہیں ہے۔

شیخ احمد جوال گر قدس اللہ سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ بھی ان کے یاروں سے ہیں۔ ایک دوسرے کی صحبت میں رہے ہیں۔ فرغانہ کے رہنے والے تھے۔ حرم شریف میں مجاور رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ عمو یوں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں قحط پڑ گیا تھا۔ صوفیوں میں بعض عیالمدار ہو گئے تھے۔ نکاح کیا اور ولیمہ دیا۔ یہاں تک کہ اُن کا حال اچھا ہو گیا۔ اور رزق معلوم پر پڑ گئے۔ شیخ جوال گر نے بھی عورت کی۔ جب رات گذر گئی۔ اگلے دن صوفیوں میں خوش طبعی میں کہا۔ میری طرف سے تو کوئی بخل نہیں۔ کیونکہ یہ کام ایسا اچھا نہیں تھا۔ اور مدت سے مجھے لوگوں نے نہ کہا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ احمد جوال گر تنہا روٹی کھایا کرتے تھے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا اس لئے کہ ایک دفعہ ایک پیر کے ساتھ مل کر کھانے لگا تھا۔ میں نے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھایا تو مجھے پسند نہ آیا۔ اس کو میں نے ایک جگہ رکھ دیا۔ اس پیر نے مجھے چلا کر کہا۔ کہ جو چیز تم کو پسند نہیں وہ دوسرے کے لئے پسند کرتا ہے۔ اس کو منہ میں رکھ۔ تب سے میں تنہا ہی کھاتا ہوں تاکہ باادب ہو جاؤں۔ شیخ عمو کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس کے بعد ان کو خراسان میں دیکھا کہ وہاں بھی اکیلے ہی کھایا کرتے تھے۔

ابو الحسین حداد لوہاری ہروی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ بزرگ تھے۔ درویش مجرد۔ صوفیوں میں خوش طبع تھے۔ وہ بھی مکہ میں مشائخ کے ساتھ مجاور رہے ہیں۔ اور مکہ سے شیخ ابوالعباس قصاب کے ساتھ آئے۔ اور پوچھا کہ جوانمردی کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اے ابو الحسین میں بتلاؤں۔ جوانمردی یہ ہے کہ ہریرہ کو یاروں کے لئے دل کی خواہش سے سرد نہ کرے۔ شاید کہ شیخ ابوالحسین نے اپنے بعض کام کی مشغولی کی وجہ سے یاروں کو انتظار دیا ہوگا اور ہریرہ سرد کر دیا ہوگا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میرے جبہ میں شیخ احمد کو فانی کی ایک بات ہے۔ جو کچھ قیمتی ہے۔ کہا کہ ابو الحسین آخر عمر میں استرآباد میں تھے۔ ایک نے ان سے کہا کہ جس رات تمہارا کوئی مہمان نہ ہو۔ میرے گھر آنا۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ یہ

تو کبھی ہی ہوتا ہے۔ سو وہ رات مجھے اپنے لئے چاہئے۔ احمد یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابو الحسین نے آخر عمر میں صوفیان رسمی کے بعض حالات سے رنج کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ مجھ کو اس کا سامان نہ ہؤا۔ اس لئے مجھے ملال ہے۔ خداوندا مجھے اپنے پاس لے چل۔ اس دُعا کے بعد تین دن تک زندہ رہے۔ چوتھے دن خدا کے پروس میں چلے گئے ٭

ابو المظفر ترمذی رحمۃ اللہ

آپ چھٹے طبقہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام حبال بن احمد ہے۔ امام زاہد حنبلی مذہب تھے۔ ترمذ میں وعظ کہا کرتے۔ اپنے وقت کے شیخ ہیں۔ خضر علیہ السلام ان کی مجلس میں رہتے تھے کیونکہ وہ وعظ کرتے تھے۔ محمد حامد اور اشکرزی کے شاگرد ہیں۔ اور وہ ابو بکر وراق کے شاگرد ہیں۔ شیخ الاسلام کے دادا پیر ہیں۔ ان کی باتیں بہت ہیں۔ معاملہ اور زہد پرہیزگاری تقوی میں عمدہ حکایات ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو المظفر ترمذی اور اُس کے اُستاد محمد بن حامد ہیں۔ اُن کے اُستاد ابو بکر وراق۔ ترمذی اپنے اوپر سے مکھی دُور نہ کرتے تھے۔ ابو بکر وراق کہتے ہیں جب تک کوئی مسلمان بیٹھا ہو تو اپنے اوپر سے مکھی دُور نہ کر کہ تجھ سے اُٹھے اور اُس پر بیٹھ جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جب کوئی ہوتا تھا۔ مکھی اپنے اوپر سے ہٹایا نہ کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اکثر اوقات لوگ کوشش کرتے تھے۔ لیکن اُن پر کوئی مکھی نہ بیٹھا کرتی تھی۔ اللہ تعالے اس نیک نیتی کی وجہ سے ان کے شغل کے لئے کافی تھا ٭

امیر چہ سفال فروش رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ میرے باپ نے کہا ہے۔ کہ امیر چہ برتن فروش دکان سے بچھو اُٹھاتے اور جنگل لیجا کر چھوڑ دیتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میرے والد بھی کسی جانور کو نہ مارتے یہ مذہب ابدال کا ہے۔ اور یہ لوگ ابدال میں سے تھے۔ اور صاحب کرامات ایک مرد کا وقت خوش تھا۔ اپنے فرشتہ کو دیکھا۔ اور اس کو کہا کیا کرنا چاہئے۔ کہ جس سے تم کو دیکھ سکیں۔ کہا کہ کسی جانور کو تکلیف نہ دی جائے۔ وہ مرد جانور کو آزردہ نہ کرتا تھا فرشتہ کو دیکھا کرتا تھا۔ ایک دن ایک چیونٹی نے اُس کو کاٹا۔ کچھ اُس

اس کو مارا جس سے چیونٹی گر گئی۔ اس کے بعد ہرگز فرشتہ کو نہ دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرچہ سفال فروش دُکان پر تھے۔ ایک مرد اُن کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک بڑھیا آئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے رزاق فلاں شخص مر گیا۔ کیا اس کے جنازہ کے لئے نہیں آتا۔ اور چل دی امیر چہ سفال اس دکان کے آخر حصہ میں گئے۔ ایک گھڑی ہو گئی۔ کہ نہ نکلے۔ وہ مرد دکان میں گیا۔ اوران کو نہ دیکھا۔ بعد اس کے میر چہ باہر نکل آئے۔ اُس شخص نے پوچھا۔ آپ کہاں گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ دکان کے آخری حصہ میں۔ وہ کہنے لگا۔ میں تو دکان میں گیا تھا۔ وہاں آپ کو نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا تم نے اس بڑھیا کو دیکھا تھا۔ جو یہاں آئی تھی۔ اور کہنے لگی کہ فلاں شخص یمن میں مر گیا ہے۔ ایک شخص فوت ہو گیا تھا۔ میں گیا۔ اس کا جنازہ پڑھا۔ اور واپس آیا ہوں۔ کچھ ٹکڑے یمانی منکوں کے اُن کے پاس تھے۔ کہا یہ راستہ میں پڑے تھے۔ تم لیتے ہو۔ امیر چہ سفال فروش نے کہا کہ میں ایک دفعہ بلخ میں جا رہا تھا۔ ہوا میں ایک قبہ بنا ہوا تھا۔ اُس پر ایک گویا کچھ بجاتا تھا۔ اور یہ بیت پڑھتا تھا۔ ؎

ہمچوں علم شیری پُر کرد زباد　　　گوئی عشقم وسیم نتوانی داد

میں نے وہ شعر یاد کر لیا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ یہ صراحیا جو تم بیچتے ہو تم جانتے ہو کہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ تم اُن کے پیچھے جاؤ۔ اور دیکھو کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے اُن کے لڑکے کو دیکھا تھا۔

شریف حمزہ عقیلی قدس اللہ سرہٗ

آپ ہروی تھے اور بلخ میں مقیم ہو گئے تھے۔ صاحب کرامات ومقامات خضر علیہ السلام کے صحبت دار مقبول الدعا تھے۔ شیخ الاسلام کے دادا پیر ہیں۔ ان کے مرید سب بزرگ صاحب کرامات تھے۔ جیسے پیر فارسی، عبد الملک اسکاف، ابوالقاسم حنا، حسن طبری عارف عیار۔ شیخ الاسلام کے باپ ابو المنصور محمد بن علی الانصاری۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میرے والد یہ کہتے ہیں۔ ابوالمظفر ترمذی نے یہ کہا ہے کہ جو شخص تجھ سے بھلائی کرے۔ اس نے تجھ کو اپنا قیدی بنا لیا۔ اور جس نے تجھ پر ظلم کیا تجھ کو آزاد کر دیا۔ پس آزاد ہونا قید ہونے سے بہتر ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ زمین وآسمان میں جس کسی سے تم آزاد رہو۔

مفید ہے۔ ایک پیر کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو ایک پیر سے کہ محمد بن عبداللہ گاذر ہیں۔ ابتدا میں ارادت تھی۔ وہ سفر کے ارادہ سے نیشاپور میں آئے۔ ایک دن مسجد میں تھے۔ ایک اور پیر آئے اور جوش سے کہنے لگے۔ کہاں جاتے ہو۔ کہا کہ سفر کے لئے۔ کہا۔ خرچ بھی رکھتے ہو۔ کہا نہیں۔ کہا کیسے کریگا۔ کہا جب ضرورت پڑے گی مانگ لونگا۔ کہا تم کس کو زیادہ دوست سمجھتے ہو آیا اس کو جو تمہیں کچھ دے یا اُس کو کچھ نہ دے۔ کہا میں اس کو دوست سمجھتا ہوں جو کچھ دے۔ کہا ابھی تم کچے ہو۔ اس کو دوست سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ نہیں دیتا۔ کیونکہ جو شخص تم کو کچھ دیتا ہے۔ تو وہ تم کو خدا سے ہٹا کر اپنی طرف بُلاتا ہے۔ یعنے تیرا دل اس کی طرف گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص تم کو کچھ نہیں دیتا۔ تو وہ تجھ کو خدا کی طرف بھیجتا ہے۔ سو اس کو زیادہ دوست سمجھنا چاہئے۔ کہ تمہیں اپنے سے ہٹا کر خدا کی راہ بتلاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں واپس آگیا۔ تاکہ اپنے آپ کو اس بات میں درست کر لوں۔ آگے کا ارادہ بند کر کے ہرے میں آئے۔ اور پھر وہیں رہے۔ جیسے رہے۔ وہی پیر حکایت کرتے ہیں۔ کہ ایک پیر کہتے ہیں۔ نیشاپور میں ایک معتبر پیر قہندزی آئے۔ اور کہنے لگے۔ میں تو تمام جہان کے گرد پھرا نہ کوئی آزاد دیکھا اور نہ خود آزاد ہوا +

عارف عیار قدس اللہ سرہٗ

آپ بلخ میں رہتے تھے۔ شریف حمزہ عقیلی کے اصحاب میں تھے۔ ان کا منصور نام تھا۔ وہ ایک دن کہتے تھے۔ کہ لوگ یوں کہتے ہیں۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ دیا تھا۔ اگر مجھ کو خدا تعالےٰ کی مدد اور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور ذوالفقار دیدیں۔ تو پھر میں کوہ قاف کو نہ اکھاڑ دوں تو مجھ پر جرمانہ ہونا چاہئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت علی مرتضیٰ کی شان میں نقص نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں علی مرتضیٰ کے لئے ان تین چیزوں کی گواہی کا ذکر ہے +

ابوالحسین سالبہ بن ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ

ان کو شیخ الشیوخ کہتے ہیں۔ شیراز میں رہتے تھے۔ بزرگ تھے۔ اور زمانہ کے یگانہ عباس ہروی کے پیر ہیں۔ جہان کے مشائخ ان کی خانقاہ میں آتے تھے۔ شیخ

ابو مسلم فسوی کے یاروں میں سے ہیں۔ شیراز میں اُن کی ایک خانقاہ ہے۔ تیس سال تک فقرا کی خدمت میں مشغول تھے آنے جانے والے کے لئے کھانا دیا کرتے۔ اور علماء صلحا کی ایک بڑی جماعت اس کی خانقاہ کی مجاور رہی تھی۔ وہ ۳۷۳ھ میں فوت ہوئے اور اپنی خانقاہ ہی میں دفن ہوئے۔ شیخ کے نزع کا وقت آیا۔ اپنے خادم شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن کو بھیجا۔ تاکہ آپ کے کفن کی ترتیب دیں۔ وہ بازار میں گئے۔ اور دو کفن خریدے اور دو مردوں کے کفن کی تیاری کی۔ جب واپس آئے۔ تو شیخ فوت ہو چکے تھے۔ شیخ کو بغل میں لیا۔ اور اللہ کہہ کر جان دیدی۔ ان کو بھی شیخ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ مرید کو غیر کے حکم میں ہونا اس سے ہزار بار بہتر ہے کہ اپنے حکم میں رہے کیونکہ غیر کی صحبت خدا کے لئے ہے۔ اور اپنی صحبت خواہش کی ترقی کے لئے ہوتی ہے ✤

شیخ عمران ثلثی قدس اللہ سرہ

ثُلث ایک گاؤں ہے۔ مصر کے نزدیک آپ وہاں رہا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السّلام کا یہ طریقہ تھا۔ کہ مہمان کے بغیر کچھ نہ کھایا کرتے تھے۔ گھر میں ان کو ابوالضیفان یعنے مہمانوں کے باپ کہا کرتے تھے۔ شیخ عمو کہتے ہیں۔ کہ نہاوندی رح جب تک مہمان نہ آتا۔ ہانڈی نہ پکایا کرتے۔ اور نہ کھاتے۔ شیخ عباس ہروی فقیر کہتے ہیں۔ کہ عمران ثلثی دن میں بغیر مہمان کے کچھ نہ کھایا کرتے۔ جب مہمان آتا۔ تب اس کے ساتھ ملکر کھاتے۔ اور جب کوئی مہمان نہ آتا تو روزہ رکھ لیتے۔ ایک دن کوئی نہ آیا۔ اور انہوں نے روزہ کی نیت کی تھی۔ شام کے قریب دن پہنچ چکا تھا۔ کہ اتفاقاً مہمان آگیا۔ اس کو باتوں میں لگا کر کہا کہ روزہ پورا ہو جائے۔ کیونکہ رات نزدیک تھی۔ اس رات خدا تعالٰی کو خواب میں دیکھا کہ اس کو خدا تعالٰے فرماتے ہیں۔ اے عمران تم ہمارے ساتھ اچھی عادت رکھتے تھے۔ ہم بھی تمہارے ساتھ اچھی سنّت رکھتے تھے۔ تم نے اپنی عادت کو بدل دیا۔ ہم نے بھی اپنی سنّت کو بدل دیا۔ جاگ اُٹھے اور بہت رنجیدہ اور فکرمند ہوئے۔ کچھ مُدت نہ گذری۔ کہ مصر کے حاکم نے ثلث گاؤں میں جو کہ عمران کے ملک میں تھا۔ ایک حاکم بھیجا تاکہ اس کا حساب کرے۔ وہ حاکم آتش پرست تھا۔ اُس نے اُن پر جبر کیا۔ اس لئے ان کو وہاں

سے بھاگنا پڑا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ عباس فقیر نے مجھے فرمایا۔ کہ میں شیراز میں شیخ ابوالحسین سالبہ کی خانقاہ میں تھا۔ ایک شخص آیا جس کو ہم نے نہ پہچانا۔ کہ وہ کون ہے۔ شیخ ابوالحسین نے اس کو دیکھا اور کہا کہ عمران تم ہی ہو۔ کہا کہ ہاں شیخ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی تعظیم کی۔ اور معانقہ کیا۔ اپنی جگہ پر لے گئے۔ اور ان کو بٹھایا۔ ایک پردہ دیکھا۔ جو اُن کی آنکھ میں پھرتا تھا۔ شیخ نے کہا یہ آپ کی آنکھ میں کیا پھرتا ہے کہا کہ میری آنکھ میں کچھ قصور ہے۔ اس سے بےخبر تھی۔ عباس نے کہا۔ شیخ نے مجھ سے کہا۔ ہروی جلد ان کو حمام میں لے جا۔ میں ان کو حمام میں لے گیا۔ شیخ نے اپنے تن سے کپڑے اُتارے اور حمام میں بھیجدیئے۔ جب باہر نکلے۔ تو میں نے شیخ کے کپڑے ان کو پہنا دئے۔ اور خانقاہ میں آئے اس رات بڑی مکلف دعوت کی۔ کیونکہ شیخ ابوالحسین اس کے گھر میں اکثر آیا کرتے۔ ہر سال ایک دفعہ شیخ اس کے گھر میں آیا کرتے جو مصر کے اس ثلث گاؤں میں تھا۔ اور وہ دعوت کیا کرتے۔ شیخ نے کہا۔ بارے کچھ دن میرے پاس ٹھیرو۔ تاکہ ہم بھی آپ کی کچھ خدمت کرلیں۔ دوسرے دن کی صبح کو عمران نے جانا چاہا۔ شیخ نے کہا جاتے ہو۔ کہا ہاں۔ شیخ رنجیدہ ہو گئے۔ کہا چند روز یہاں ٹھیرو۔ تاکہ تم کو آرام آجائے۔ اُنہوں نے کہا میں جاتا ہوں۔ کیونکہ مجھ کو عتاب ہو چکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھ کو نعمت و ناز میں دیکھ لیں۔ اور وہ پسند نہ کریں۔ میں جاتا ہوں۔ اپنی محنت میں رہتا ہوں کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ شیخ عباس نے کہا کہ اس کے بعد ان کو لوگوں نے مصر میں پایا۔ کہ مردوں کے میدان میں تھا۔ اور چوہے نے ان کا ایک کان کھا لیا تھا۔

ابوالحسین مروودی رحمۃ اللہ

آپ نے شبلیؒ کو دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ شبلیؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ اکرم الاکرمین کون ہے۔ یعنی سخیوں کا سخی کہا وہ ہوتا ہے۔ کہ ایک دفعہ اگر کسی کے گناہ کو اس نے بخشا تھا۔ تو پھر کبھی کسی کو اس گناہ کے بدلے عذاب نہ کرے۔ اس لحاظ سے کہ یہ ہی گناہ ہے کہ فلاں دوست کو میں نے معاف کر دیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن وہ کرم کا دسترخوان بچھائیگا۔ جس سے اولین و آخرین کے گناہ گم ہو جائینگے۔

ابو حامد دوستان رحمۃ اللہ

آپ مرو میں رہتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے ان کو دیکھا ہے۔ وہ احمد چشتی ہیں۔ ایک اور دفعہ احمد چشتی نے کہا۔ کہ ابو سعید مالینی یوں فرماتے تھے۔ اور یہ بہت درست ہے۔ کہ ابو سعید مالینی نے ابو حامد کو دیکھا تھا۔ ان سے لوگوں نے پوچھا متی تسقط الحشمۃ قال اذا قدمت الصحبۃ سقطت الحشمۃ یعنے رُعب داب کب جاتا رہتا ہے۔ فرمایا جبکہ صحبت قدیم ہو جائے یعنے دیرپا۔ تب رُعب داب جاتا رہتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ دبدبہ ایسی چیز ہے۔ جو ہیبت اور وحشت کے درمیان ہوتی ہے۔ جب صُحبت پرانی ہو جاتی ہے۔ تو وحشت جاتی رہتی ہے۔ ہیبت باقی رہتی ہے۔ شیخ الاسلام نے ابو سعید مالینی کو دیکھا تھا۔ لیکن پہچانا نہ تھا۔ کیونکہ بچے تھے۔ اور کوئی ان کی تعریف نہ کرتا تھا۔ شاید وہ ایک شخص کہ جس نے ابو حامد کو دیکھا تھا۔ اسی کو کہتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ احمد چشتی فرماتے ہیں۔ ابو حامد دوستان مرو میں ایک دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ماشکی نے ان کو پانی دیا۔ کچھ دیر پانی کو ہاتھ میں نگاہ رکھا۔ ماشکی نے کہا اے شیخ کیوں پانی نہیں پیتے۔ کہا مکھی پانی پیتی ہے۔ میں صبر کرتا ہوں۔ تاکہ وہ پانی پی لے۔ کیونکہ اس کے دوست تکلیف دیکھ کر کچھ کھانے پینے نہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ مزحمت سے کھانا یہ ہوتا ہے کہ کچھ کھائے۔ اور دوسرے کو علانیہ دے ڈالے۔ اور جس سے تم زیادہ کھاؤ وہ خود حرص ہے۔ یا تو ایثار[1] پوشیدہ کر یا درمیانہ کھا۔ شرح تعرف میں لکھا ہے۔ کہ ابو حامد دوستان پر خدا کی تعظیم اس قدر غالب تھی کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور اللہ کہتے تو پہلے اس سے کہ اکبر کہیں بیہوش ہو کر گر پڑتے۔ برسوں ان کی اسی طرح گذر گئی۔ اور اسی پر ان کی وفات ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ وہ خود کبھی کپڑا نہ پہنتے تھے۔ بلکہ مرید ان کے کپڑے ان کو پہنا دیتے تھے۔ اگر کسی کو اس کی ضرورت ہوتی تو وہ فرصت کا خیال رکھتا۔ جب اس کے پاس کوئی نہ ہوتا۔ تو کپڑے ان سے لے لیتے۔ وہ پہنانے والے اور نکالنے والے کو کبھی نہ کہتے کہ تم نے یوں کیوں کیا۔ ابو حامد دوستان ایک رفیق کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستہ میں اس

[1] اپنی خواہش پر دوسرے کو مقدم رکھنا ۱۲

رفیق نے کہا۔ یہاں پر ایک امیر آدمی ہے، تم یہاں ٹھہرے رہو۔ تاکہ میں جاؤں اور صلہ رحم پورا کروں۔ وہ چلا گیا۔ اور ابو حامد بیٹھ گئے۔ وہ مرد اس رات باہر نہ آیا۔ اور بڑی برف پڑی تھی۔ دوسرے دن وہ مرد باہر آیا۔ ابو حامد برف کے درمیان پڑے تھے۔ برف ان سے گر تی تھی۔ اس مرد نے کہا کہ تم اب تک یہیں تھے۔ آپ نے کہا۔ کیا تم نے یہ نہ کہا تھا۔ کہ یہاں ہی رہو۔ دوست لوگ دوستوں کی وفا پوری کیا کرتے ہیں *

باب فرغانی قدس سرہٗ

آپ کا نام عمر ہے۔ فرغانہ میں رہتے تھے۔ اور اس ملک کے مشائخ بزرگ شخص کو باب کہا کرتے ہیں۔ آپ ظاہر کرامات والے تھے۔ کشف المحجوب کے مصنف (حضرت داتا گنج بخش ؒ) فرماتے ہیں کہ آپ اوتاد الارض (یعنی زمین کی میخوں میں سے) ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ عمو نے ان کو دیکھا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ آپ دعا فرمائیں۔ کہ سرکب باز آجائے۔ سرکب ایک امیر تھا کہ جنگ کے لئے آیا کرتا تھا۔ باب چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ چرابین پاؤں میں پہنے تھے۔ لوٹا وہاں پر پڑا تھا۔ لوٹے پر ایک پاؤں مارا۔ اور کہا کہ میں نے اس کو گرا دیا۔ سرکب اسی وقت شہر کے دروازہ پر گھوڑے پر سے گر گیا۔ اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ شیخ عمو یہ بھی کہتے ہیں۔ ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے باب دعا کرو۔ کہ بارش ہو جائے۔ انہوں نے دعا مانگی۔ بارش ہو گئی۔ دوسرے ہفتہ تمام لوگ آئے۔ اور کہا دعا فرماویں کہ یہ بارش اب ٹھیر جائے۔ کیونکہ تمام ہمارے گھر گر گئے ہیں۔ پھر دعا کی۔ بارش ٹھیر گئی۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں۔ کہ باب کی ایک بڑھیا تھی۔ جس کا نام فاطمہ تھا۔ میں نے جب باب کی زیارت کا قصد کیا اور اس کے پاس پہونچا۔ تو انہوں نے کہا۔ کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا۔ تاکہ شیخ کی صورت دیکھوں۔ اور وہ مجھ پر نظر عنایت فرمائیں۔ کہا اے میرے فرزند۔ میں خود تم کو فلاں دن سے دیکھ رہا ہوں۔ اور جب تک مجھ کو تجھ سے غائب نہ کرینگے۔ میں تم کو دیکھتا رہونگا۔ میں نے دن کا حساب کیا۔ تو وہ دن میری توبہ کا ابتدا تھا۔ پھر کہا اے فرزند۔ مسافت طے کرنا بچوں کا کام ہے۔ اس کے بعد ہمت سے زیارت کیا کر۔

اور شکلوں کی حضوری کچھ اچھی نہیں۔ پھر کہا اے فاطمہ جو کچھ تمہارے پاس ہو۔ لاؤ۔ تاکہ یہ درویش کھائے۔ وہ تازہ انگور کا ایک طباق لائی۔ حالانکہ اس کا وقت نہ رہا تھا۔ اور اس پر چند تازہ کھجوریں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ بغرغانہ میں تر کھجور کا ہونا ممکن نہ تھا +

ابو منصور معمر بن احمد اصفہانی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ صفاہان کے شیخ تھے۔ بزرگ امام علوم ظاہرہ اور علوم حقانی کے عالم تھے۔ اپنے وقت میں یگانہ مشائخ تھے۔ حنبلی مذہب تھے۔ شیخ احمد کوفانی نے ان کو دیکھا تھا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ ان سے کوئی بات یاد رکھتے ہو کہا ایک دن وہ باتوں میں کہتے تھے۔ کہ الفقیر عزیز یعنے فقیر معزز ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ پیر سے ایک بات بہت ہوتی ہے +

ابو نصر سراج قدس سرہٗ

آپ کو طاؤس الفقرا یعنے فقیروں۔ کا مور کہتے تھے۔ علم کے فنوں میں کامل تھے۔ ریاضات معاملات میں ایک بڑی شان کے تھے۔ کتاب لمع کے مؤلف ہیں۔ اُن کی تصانیف علم طریقت وحقیقت کے علاوہ بہت ہیں۔ آپ کا مکان طوس میں تھا۔ اور قبر بھی وہیں ہوئی۔ آپ ابو محمد مرتعش رح کے مرید ہیں۔ سری سقطی۔ سہل تستری کو دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ ماہ رمضان شریف میں بغداد پہنچے۔ مسجد شونیزیہ میں گئے۔ اُن کو خلوت خانہ دے دیا۔ گیا۔ اور درویشوں کی امامت ان کے سپرد کی گئی۔ عید تک امامت کی۔ تراویح میں پانچ ختم قرآن شریف کئے گئے۔ ہر رات کو خادم ایک ٹکیا ان کے گھر میں لاتا۔ جب عید کا دن ہوا تو چل دئے۔ خادم نے دیکھا تو سب ٹکیاں اپنی جگہ پڑی تھیں۔ ابو نصر سراج قدس سرہٗ کہتے ہیں۔ الناس فی حفظ الادب علی ثلث طبقات الطبقۃ الاولی اھل الدنیا وادبھم فی البلاغۃ والفصاحۃ وحفظ العلوم واسماء الملوک واشعار العرب والثانیۃ اھل الدین وادبھم فی ریاضۃ النفوس وتادیب الجوارح وحفظ الحدود وترک الشھوات والثالثۃ اھل الخصوصیۃ وادبھم فی طھارۃ القلوب ومراعاۃ الاسرار والوفاء بالعھد وحفظ الاوقات وقلۃ الالتفات بالخواطر واستواء السر والعلانیۃ وحسن الادب فی مواقف

الطلب واوقات الحضور ومقامات القرب یعنے لوگ حفظ آداب میں تین درجہ کے ہیں۔ پہلا درجہ تو دنیا دار ہیں۔ ان کا ادب تو فصاحت بلاغت حفظ علوم بادشاہوں کے نام عرب کے اشعار میں ہے۔ دوسرا درجہ دینداروں کا ہے ان کا ادب نفوس کی ریاضت اعضا کو ادب سکھانے یعنے محنتیں کرنے۔ حدود کی حفاظت کرنے شہرت کے چھوڑنے میں ہے۔ تیسرا درجہ خاص لوگوں کا ہے۔ ان کا ادب دلوں کے پاک کرنے، اسرار کی رعایت عہد کے وفا کرنے۔ اوقات کی حفاظت کرنے، دل کے خطرات کی طرف کم توجہ کرنے، باطن ظاہر کے برابر کرنے۔ اچھا طریق اختیار کرنے۔ امر موافق کی طلب حضوری کے اوقات اور قرب کے مقامات میں ہے۔ ایک دفعہ جاڑے کی رات تھی۔ اور انگیٹھی میں آگ جلتی تھی۔ معرفت میں باتیں ہو رہی تھیں۔ شیخ کو حالت ہو گئی۔ انگیٹھی میں اپنا منہ ڈال دیا۔ اور آگ کے درمیان خدا کو سجدہ کیا۔ لیکن ان کے مُنہ کو آگ سے کچھ آسیب نہ پہنچا۔ شیخ سے اس میں سوال کیا گیا۔ اُنہوں نے یہ فرمایا تھا۔ کہ جو جنازہ میری مٹی (قبر) کے سامنے رکھینگے۔ وہ بخشا ہوا ہوگا۔ اس بشارت کی وجہ سے طوس کے لوگ جنازوں کو اُن کی قبر کے سامنے لاتے اور کچھ دیر رکھ کر اٹھایا کرتے تھے۔

شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی قدس سرہٗ

آپ کا نام محمد بن الحسن ہے۔ ابو نصر سراج رحمہ کے مرید اور شیخ ابو سعید ابوالخیر کے پیر ہیں۔ جب کبھی شیخ ابو سعید کو قبض خاطر لاحق ہوتا۔ تو ابوالفضل" پیر کے مزار کا قصد کرتے۔ خواجہ ابو طاہر فرزند شیخ ابو سعید کے کہتے ہیں۔ کہ ایک دن ہمارے شیخ کو قبض ہوا۔ تو مجلس میں رونے لگے۔ تمام لوگ بھی رونے لگے۔ کہا کہ جب ہم کو قبض ہوتا تھا۔ تو پیر ابوالفضل کے مزار کی طرف جایا کرتے۔ تو وہ بسط سے بدل جایا کرتا تھا۔ گھوڑے پر زین کسو اسی وقت گھوڑے پر بیٹھے اور تمام یار اُن کے ساتھ گئے۔ جب جنگل پہنچے۔ شیخ کی طبیعت میں بسط اور انشراح پیدا ہو گیا۔ اور حالت بدل گئی۔ درویش نعرہ فریاد لگانے لگے۔ شیخ ہر مطلب کی باتیں کرتے تھے۔ جب سرخس کو گئے۔ تو راستہ سے پیر کی مزار پر پہنچے۔ اور قوال سے اس بیت کی درخواست کی ؎

معدن شادی است ایں یا معدن مجد و کرم قبلۂ ما روئے یار و قبلۂ ہر کس حرم

شیخ کا لوگوں نے ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ وہ قبر کے گرد طواف کرتے تھے۔ اور نعرہ لگاتے تھے۔ درویش سر و پا برہنہ خاک میں لوٹتے تھے۔ جب آرام آگیا۔ شیخ نے کہا اس دن کی تاریخ بناؤ۔ کہ اس دن سے بہتر نہ دیکھو گے۔ اس کے بعد جس مرید کو حج کا خیال ہوتا۔ تو شیخ اس کو اپنے پیر ابوالفضل کی قبر پر بھیجتے اور کہتے اس قبر کی زیارت کر لے۔ اور سات دفعہ اسکے گرد طواف کر لے تیرا مقصود حاصل ہو گا۔ صاحب کشف المحجوب ایک بزرگ کا نام لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ میں نے سرخس میں اُن سے سُنا کہ یوں کہتے تھے۔ میں بچہ تھا۔ اور ایک محلہ میں توت کے پتوں کو ریشمی کیڑہ کی خاطر لینے گیا تھا۔ میں ایک درخت پر چڑھا۔ اس درخت کے پتہ کو جھاڑتا تھا۔ شیخ ابوالفضل اس کوچہ میں سے گذر رہے تھے۔ مجھ کو انہوں نے دیکھا میں نے کچھ شک نہ کیا۔ کیونکہ وہ آپے میں نہ تھے۔ خوشی میں آکر سر اٹھایا۔ اور کہا کہ خداوندا ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے۔ کہ مجھ کو تو نے پیسہ نہیں دیا۔ جس سے اپنے بال کترواؤں۔ دوستوں سے ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ وہ بزرگ کہتے ہیں۔ اسی وقت میں نے تمام پتوں۔ شاخوں۔ درختوں کی جڑھوں کو سونے کا دیکھا۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے۔ کہ دل کی کشائش کی بات تم سے نہیں کر سکتے۔ صاحب کشف المحجوب یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن لقمان ابوالفضل حسن کے پاس آیا۔ ان کو دیکھا۔ کہ ایک جزو ہاتھ میں ہے۔ کہا اے ابوالفضل اس جزو میں کیا چاہتے ہو۔ کہا یہی کہ جو ہو سکے۔ خودی کا ترک کرنا۔ اس نے کہا کہ پس یہ خلاف کیوں ہے۔ کہا خلاف تم دیکھتے ہو کہ مجھ سے یہ پوچھتے ہو۔ مستی سے ہوشیار ہو۔ اور ہوشیاری سے بیدار تا کہ اختلاف اٹھ جائے۔ اور جان لے کہ میں اور تم کیا طلب کرتے ہیں۔ شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی ایک دفعہ ہوا میں اُڑ کر آئے۔ اور درخت پر جا بیٹھے۔ ایک شخص نے دیکھ لیا۔ شیخ ابوالفضل نے کہا۔ کیا دیکھتا ہے۔ یہ تجھ کو کرنا چاہئے۔ کہا تو اس لئے نہیں پاتا کہ چاہئے مطلب یہ کہ میں نے طلب نہیں کیا۔ شیخ ابو سعید قدس سرہٗ کہتے ہیں۔ کہ پیر ابوالفضل جا رہے تھے۔ میں نے کہا ایہا الشیخ آپ کو کہاں دفن کریں۔ جواب نہ دیا۔ لوگوں نے کہا فلاں گورستان میں آپ کو لے جائینگے۔ فرمایا اللہ اللہ مجھ کو وہاں نہ لے جانا۔ کہا گیا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ وہاں خواجہ اور امام صاحبان اور بزرگ لوگ ہیں۔ بھلا ہم کون ہیں۔ پھر کہا گیا۔ کہ کہاں دفن کریں۔ فرمایا مجھ کو

سرمل میں دفن کرنا جہاں جوئے باز گنہگار رند لوگ دوال باز ہیں۔ کہ ہمارے مناسب یہ لوگ ہیں۔ ان دوسروں کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ ہم ان گنہگاروں کے ساتھ جیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اس کی رحمت کے زیادہ نزدیک ہیں۔ شیخ ابو سعید یہ بھی کہتے ہیں۔ سمعت الشیخ ابا الفضل محمد بن الحسین شیخ وقتہ بسرخس یقول الماضی لا یذکر والمستقبل لا ینتظر ماقی الوقت یعتبر وھذہ صفة العبودیة ثم قال حقیقة العبودیة شیئان الافتقار الی اللہ تعالیٰ وھذا من اجلّ العبودیة وحسن القدوة برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو الذی لیس فی النفس فیہ نصیب ولا راحة یعنے میں نے شیخ ابو الفضل محمد بن الحسین شیخ الوقت سے سرخس میں سنا تھا۔ فرماتے تھے۔ کہ ماضی کا تو ذکر چھوڑ دو مستقبل کا انتظار نہ کرنا چاہیئے۔ جو زمانہ حال میں ہے۔ اس کا اعتبار کیا جاتا ہے یہی عبودیت کی صفت ہے۔ پھر فرمایا عبودیت کی حقیقت دو چیزیں ہیں۔ ایک تو خدا کی طرف احتیاج اور یہ بڑی عبودیت ہے۔ اور اچھی اقتدار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ اپنے نفس کے لئے اس میں نصیب اور راحت مقصود نہ ہو۔ جب شیخ ابو الفضل دنیا سے رحلت کر گئے۔ ان کے مریدوں نے بیگانہ کی گدڑی ان کو پہنا دی۔ دوسرے دن لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے مسجد کا دروازہ کھولا۔ اور گدڑی کو مسجد میں پھینک دیا۔ اور کہا کہ یہ تمہاری بیگانی گدڑی ہم نہیں لیتے یہ کہہ کر چل دئے +

خالوی نیشاپوری قدس سرہ

آپ کا نام احمد ہے۔ سرخس میں رہتے تھے۔ اور وہیں فوت ہوئے۔ بزرگ تھے ظاہری ولایت اور بڑے کرامات والے تھے۔ ایک مرید نے جس کا نام محمد بن حسن تھا اپنی تمام دنیا ان پر خرچ کر دی تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ پیر کے لئے ایک مرید بس ہے۔ بات کے لئے ایک کان کافی ہے جہان کی روشنی کے لئے ایک صبح کافی ہے۔ خالوی نیشاپوری اکثر محمد حسن سے فرمایا کرتے کہ جو کچھ مجھے تازہ دیتے ہیں۔ میں تم کو تازہ دیتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ محقق وہ شخص ہے کہ اس کو سخن تازہ دیں۔ تو وہ مریدوں کو تازہ دے۔ جس وقت خالو فوت ہوئے تو اس کے کفن کی تیاری

کرتے تھے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں تمہارا کفن نہیں چاہتا کیونکہ اس نے مجھ کو اپنی مہربانی کی بغل میں لے لیا ہے۔ یہ کہا اور جان دیدی ÷

شیخ ابو القصاب آملی رحمۃ اللہ

آپ کا نام احمد بن محمد بن عبد الکریم ہے۔ آمل اور طبرستان کے شیخ تھے۔ محمد بن عبد اللہ طبری کے مرید ہیں۔ اور وہ ابو محمد جریری کے مرید ہیں۔ بڑی کرامات والے اور بڑے دانا اپنے زمانہ کے قبلۂ غوث تھے۔ جب تک زندہ تھے۔ سب اُن کے پاس کوچ کر کے جایا کرتے۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ یہ ہمارا بازار آخر میں خرقانی پر پڑے گا۔ تب اُن سے خرقانی کو پہنچ گیا۔ اُن سے لوگوں نے کہا۔ کہ شیخ سلمی نے مشائخ کے طبقات لکھے ہیں۔ آپ نے کہا کہ میرا نام اس میں لائے یا نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں فرمایا اُن سے کچھ نہ کیا وہ اُمی تھے۔ لیکن کلام اور نکتہ بلند بیان کرتے تھے۔ طبرستان کے اماموں سے ایک نے کہا ہے کہ خدا کی مہربانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کو بغیر تعلیم کے ایسا کر دے کہ جب ہم کو دین کے اصول اور توحید کے دقائق میں کچھ مشکل پیش آئے۔ تو اُن سے پوچھ لیں۔ اور وہ ابو العباس قصاب ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ میرے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ میں ہمیشہ شیخ عمو سے کہتا تھا۔ کہ میں تین شیخ کی زیارت کرنی چاہتا ہوں شیخ ابو العباس کی آمل میں۔ شیخ احمد نصر کی نیشاپور میں۔ شیخ ابو علی سیاہ کی مرو میں۔ وہ فرمانے لگے کہ میں بہار میں جاؤنگا۔ اور تم کو اپنے ساتھ لے جاؤنگا۔ وہ خود تو فوت ہو گئے۔ خیر قسمت نہ تھی لیکن ہمیشہ کوئی نہ کوئی ان کے نزدیک شیخ عمو کی خانقاہ میں آتا اور میں ان کا حال دریافت کرتا کسی کو ان کا حال اور ان کی باتیں معلوم نہیں۔ جس قدر مجھ کو معلوم ہیں۔ مجھ کو وہ کہتے تھے۔ کہ وقت کیمیا ہے۔ شیخ احمد کوفانی کہتے ہیں۔ کہ وہ ساری رات فریاد کرتے رہتے تھے۔ اور باتیں کرتے آخر میں کہتے۔ مابقی شئی مابقی شئی لیس کمثلہ شئی مابقی شئی یعنے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ کوئی شئے باقی نہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے دو شخصوں کو دیکھا ہے کہ ان سے پوری باتیں کہہ سکتے ہیں۔ ایک شیخ ابو علی گحاز جس نے اس جوان اور کُتّے کی حکایت دیکھی ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کام دکھلانے والے کا ہے نہ دیکھنے والے کا۔ اُس نے اُسی کی طرف سے کہا۔ دوم

شیخ محمد قصاب آملی جوان کے شاگرد ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابو الفضل کرمانشاہی نے شیخ ابو العباس کے پاس کسی کو بھیجا کہ یہاں قحط پڑ گیا ہے دُعا فرما دیں۔ شیخ سیبی کو وہاں بھیجا۔ بارش ہو گئی۔ اور قحط جاتا رہا۔ شیخ ابو العباس نماز بہت پڑھا کرتے۔ ایک درویش درزی کا کام کرتا تھا۔ اور کپڑے تکلف سے سیا کرتا تھا۔ جب شیخ الاسلام نماز کا سلام پھیرتے اس کو دیکھتے جو درز کہ سیدھی نہ ہوتی۔ اس کو کھول دیتے۔ شیخ نے کہا کہ یہ تیرا بت ہے۔ یہ تیرا بُت ہے جس کو تو پوجتا ہے۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر کہتے ہیں۔ قدس سرہٗ کہ ایک شخص ابو العباس کے پاس آیا اور ان سے کرامت طلب کی۔ شیخ ابو العباس نے کہا۔ کیا تو دیکھتا نہیں۔ کہ وہ کونسی ایسی بات ہے۔ جو کرامات میں سے نہیں۔ قصائی کا لڑکا تھا۔ باپ سے قصائی سیکھی کچھ اس کو دکھا یا گیا اس کو لے گئے۔ بغداد تک دوڑایا۔ شبلی کے پاس بغداد سے مکہ معظمہ دوڑایا۔ اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ۔ مدینہ منورہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے خضر علیہ السلام کو انہیں دکھلایا۔ خضر علیہ السلام کے دل میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کو مقبول کیا۔ اس کی صحبت میں رہا۔ اور یہاں واپس آیا۔ ایک جہان کو اس کی طرف متوجہ کر دیا۔ یہانتک کہ شرابخانوں سے آتے ہیں۔ اور اندھیریوں سے بیزار ہوتے ہیں۔ تو یہ کہتے ہیں۔ نعمتیں قربان کرتے ہیں۔ اطراف عالم سے چلے ہوئے آتے ہیں۔ اور ہم میں سے اُس کو ڈھونڈھتے ہیں۔ کرامت اس سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اس مرد نے کہا۔ اے شیخ کرامات چاہیئے جو میں دیکھوں۔ شیخ نے کہا اچھی طرح دیکھ۔ کیا یہ کرامت نہیں کہ قصاب کا لڑکا بزرگوں کے صدر میں بیٹھتا ہے زمین پر نہیں بیٹھتا۔ یہ دیوار اس پر نہیں گرتی۔ اور یہ گھر بھی اُس پر نہیں گرتا۔ ملک ملک کے بغیر ولایت رکھتا ہے۔ بدوں آلہ و اسباب کے روزی کھاتا ہے۔ لوگوں کو کھلاتا ہے۔ کیا یہ کرامت نہیں ہے۔ شیخ ابو سعید یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ہم آمل میں تھے۔ کہ ایک مرد مصر سے آیا۔ اس نے شیخ ابو العباس کی باتیں سُنیں ہوئی تھیں۔ وہ خدا سے جاہل تھا۔ مصر سے آمل میں آیا تھا۔ کہ صوفی گری کرے۔ اور شیخ کی عزت گھٹا دے۔ جب آیا تو سلام بھی نہ کہا اندر بڑھ کر غسل خانہ میں گیا۔ کوزے تھے۔ جن سے ہاتھ منہ دھویا کرتے تھے۔ ان کو پکڑ کر توڑنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک بھی نہ رہا۔ پھر کہا۔ کہ اپنے شیخ سے کہو کہ کِلا لائے یہ لوگ کوزہ کو کِلا کہا کرتے تھے۔ لوگوں نے شیخ سے

کہا۔ شیخ نے فرمایا اور کوزے لیجاؤ۔ لوگوں نے کہا جس قدر یہاں تھے۔ اُس نے سب توڑ ڈالے شیخ نے کہا بازار سے لاؤ۔ وہ بازار سے لانے گئے۔ اس بیوقوف نے غسلخانہ سے نکلکر کہا کیوں کوزہ نہیں لاتے ہو۔ اگر کوزہ نہیں تو شیخ سے کہدو کہ وہ خود آئے۔ اور اپنی داڑھی مجھے دے۔ کہ اس سے استنجا کروں۔ شیخ نے یہ بات سُنی۔ اپنی جگہ سے جھوٹ اُٹھے۔ اُن کی داڑھی لمبی اور سفید تھی۔ اپنا ہاتھ داڑھی پہ رکھا ہُوا تھا۔ اور کہتے تھے۔ کہ قصاب کے بیٹے کا کام یہاں تک پہنچ گیا۔ کہ اس کی داڑھی استنجا کے کام آئی۔ وہ غافل ہوشیار ہو گیا۔ شیخ کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں از سر نو مسلمان ہوتا ہوں۔ ایک دن ایک لڑکا اونٹ کی مُہار پکڑے ہوئے اور اُس پر بھاری بوجھ لادے ہوئے تھا۔ آمل کے بازار میں اسکو کھینچ کر لا رہا تھا۔ کیچڑ تھا۔ جس سے اونٹ کا پاؤں پھسل گیا گر پڑا۔ اور ٹوٹ گیا۔ لوگوں نے قصد کیا کہ وہ بوجھ اس کا لے لیں۔ شیخ وہاں سے گذر رہے تھے۔ فرمایا۔ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے حال بیان کیا۔ آپ نے اونٹ کی مہار کو پکڑا اور اسمان کی طرف مُنہ کیا۔ کہا خدایا اس اونٹ کے پاؤں کو درست کر دے۔ اگر درست نہ کرے گا۔ تو کیوں قصاب کا دل اس بچہ کے رونے سے جلاتا ہے۔ اُسی وقت اونٹ کھڑا ہو گیا۔ اور چلنے لگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ تمام جہان کو وہ چاہیں نہ چاہیں اپنے مالک کے ساتھ خو پیدا کرنی چاہئے۔ ورنہ رنج میں رہینگے۔ کیونکہ جب اس کے ساتھ عادت کریگا۔ بلا میں تو میلان دیکھیگا۔ بلا تجھ پر بلا ہو کر نہ آئیگی۔ اور رنجیدہ دل نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہماری رضا مندی یا ناراضگی سے اپنی تقدیر کو نہیں بدلتا پس اُس کے حکم سے خوش ہونا راحت کی دلیل ہے۔ جو شخص اس کے عادت کرتا ہے اُس کا دل خوش ہوتا ہے۔ اور جو اس سے اعراض کرتا ہے۔ تو وہ قضا کے آنے سے رنجیدہ ہو جاتا ہے۔

شیخ احمد نصر قدس اللہ سرہٗ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوالعباس قصاب کے ہمعصر ہیں۔ حصری کو اس زمانہ میں دیکھا تھا۔ جبکہ شیخ ابوسعید ابوالخیر مہنہ سے شیخ ابوالعباس کی زیارت کے ارادہ سے نکلے تھے۔ شیخ احمد نصر شہر نیشاپور میں ایک خانقاہ میں کہ جو شہر کے اوپر

کی جانب قبرستان کے کنارہ پر ہے جہاں کہ مشائخ اور بزرگوں کے مزارات ہیں رہتے تھے اُستاد ابوعلی دقاق نے وہاں پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے خانقاہ بنائی تھی۔ جب شیخ ابوسعید شہر نسا کے نزدیک پہنچے تو شہر میں نہ آئے۔ شہر کے نیچے دیہات میں گذرے، اور بسمہ گاؤں کی طرف جہاں محمد علیان کی قبر ہے متوجہ ہوئے۔ شیخ احمد نے اس حجرہ سے جو خانقاہ میں تھا سر باہر نکالا۔ ایک صوفیوں کی جماعت سے جو اس وقت وہاں موجود تھی۔ کہا کہ جو شخص شہباز طریقت کو دیکھنا چاہے تو یہ دیکھ لے جارہا ہے۔ بسمہ میں جانا چاہیے تا کہ اس کو وہاں پالے۔ جب اُستاد ابوعلی دقاق نسا میں قبر کی زیارت کے لئے آئے۔ تو مشائخ صوفیہ کے لئے کوئی مکان نہ تھا۔ اس رات سوئے خواب میں مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ صوفیوں کے لئے مکان بناؤ۔ اور اسی جگہ پر کہ جہاں اب خانقاہ ہے ارشاد فرمایا۔ اس کے گرد خط کھینچ دیا۔ کہ اس قدر بنانا چاہیئے صبح کو اُستاد ابوعلی دقاق اُٹھے۔ اور اس موضع پر وہ خط جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھینچا تھا۔ زمین پر ویسے ہی ظاہر تھا۔ وہ نشان سب نے دیکھ لیا۔ اُستاد نے اُسی خط پر خانقاہ کی دیوار رکھ کر اسکو پورا کیا۔ اور اس گورستان میں جو پہاڑ کے برابر اس خانقاہ کے پہلو میں ہے چار سو پیروں کی قبریں ہیں۔ جو بڑے بڑے مشائخ اور مشہور اولیاء اللہ ہیں۔ اسی لئے نسا کو صوفیہ چھوٹا شام کہتے ہیں۔ یعنے جیسے شام میں انبیاء علیہم السّلام کے مزار ہیں۔ نسا میں اولیا کے ہیں قدس اللہ ارواحہم احمد نصر نے بیس حج کئے تھے۔ اکثر خراسان ہی سے احرام باندھا کرتے تھے۔ ایک دن حرم میں ان صوفیہ کے اسرار وحقائق کی باتیں اصحاب طامات کے بارہ میں کہتے تھے۔ حرم کے مشائخ میں سے دوسو ۲۸۰ اسی شیخ موجود تھے۔ ان سب نے کہا کہ تم نے یہ باتیں کیوں کہیں۔ ان کو حرم سے باہر نکال دیا۔ اسی وقت حصری اپنے گھر سے بغداد میں آئے۔ خادم سے کہنے لگے۔ وہ خراسانی جوان جو ہر سال آیا کرتا ہے۔ جب آئے تو اسے اندر آنے نہ دینا جب احمدؒ بغداد میں آئے اور حصری کے مکان پر گئے۔ تو خادم نے کہا کہ شیخ فلاں وقت باہر نکلے تھے۔ اور کہا تھا کہ اُن کو اندر نہ آنے دینا۔ احمدؒ نے جب یہ بات سُنی تو بیہوش ہو کر گر پڑے۔ چند رات دن وہاں پڑے رہے۔ ایک دن حصری باہر نکلے اور کہا کہ وہ ترک ادب جو تم نے کیا ہے۔ اُس کا ڈنڈ یہ ہے۔ کہ تو روم میں جائے۔ ایک سال تک سُوروں کو

بجرائے اور رات کو طرسوس میں رہے جس کو کافروں نے مسلمانوں سے لے لیا۔ اور ویران کر دیا ہے۔ تمام رات نماز پڑھتا ہے۔ خبردار ایک گھڑی بھی نہ سونا۔ پھر شاید تم کو پیر لوگ قبول کریں۔ احمد چونکہ سچے تھے۔ اسی وقت جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا بجا لائے۔ اس کے بعد شیخ کے در پر آئے۔ خادم نے کہا جلد آؤ کہ آج سات دفعہ شیخ تمہاری طلب میں باہر نکلے ہیں۔ اتفاقاً شیخ باہر نکل آئے۔ اور کہا اے احمد لے میرے بچے اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ انہوں نے خوشی کے مارے لبیک کہا۔ اور حرم کی طرف متوجہ ہوئے حرم کے تمام پیر استقبال کے لئے آئے اور کہنے لگے اے لڑکے۔ اے ٹھنڈک آنکھوں کی۔

شیخ ابو علی سیاہ قدس سرہ

آپ مرو کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ ابوالعباس قصاب احمد نصر وغیرہ صوفیہ کے ہمعصر ہیں۔ استاد ابو علی دقاق کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابتدا میں دہقانی کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ تیس سال تک روزہ رکھا ہے۔ کہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ ہر روز صبح کو جب گھر سے نکلتے دو روٹیاں اٹھاتے اور کہتے اپنے شریک کے ساتھ جنگل میں ہم کھائیں گے۔ راستہ میں درویشوں کو دیدیتے۔ اگر جنگل میں شریک پوچھتے کہ تم نے کچھ کھایا ہے کہدیتے کہ گھر میں کھا آیا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں جنگل میں جو کدال زمین پر مارتا تھا۔ (اس میں سے) اوروں کے لئے تو مٹی نکلا کرتی تھی۔ میرے لئے سب دل کا نور نکلتا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ایک مرد نے اُن سے کہا کہ کوئی ایسا بھی ہے۔ کہ لوگوں کے عیب جانتا ہو۔ کہا کہ ہاں۔ ایسے ہوتے ہیں۔ ان سے کہا۔ پس اللہ تعالیٰ ساتر العیوب یعنی عیبوں کے چھپانے والا تو نہ ہوا۔ شیخ ابو علی نے کہا اپنے آپ کو مجھ سے چھپا لے۔ اسی وقت وہ شخص چپ ہو گیا۔ کپڑے اس کے پھٹ گئے۔ اور ننگا ہو گیا۔ شیخ کے سامنے عاجزی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ شیخ نے دعا کی اور وہ مرد اپنے حال پر آگیا۔ ایک وقعہ ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے گاؤں سے ایک کاغذ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ آپ نے کہا یہ کیا ہے۔ کہا کہ یہ فتویٰ ہے جس کو امام ابو علی نے جو اس وقت کے مفتی تھے۔ لکھا ہے آپ نے کہا۔ اس کو امام کے پاس واپس لے جا۔ کہ تم نے جواب غلط لکھا ہے۔ وہ شخص فتویٰ

کو امام ابوعلی کے پاس لے گئے۔ جب امام نے سوچا تو معلوم ہوا کہ واقعی غلطی ہو گئی ہے۔ اس شخص سے پوچھا کہ تم نے یہ فتویٰ شیخ کو دیا تھا۔ اور انہوں نے اس کو پڑھا تھا۔ اس نے کہا کہ شیخ تو پڑھ نہیں سکتے۔ امام ابوعلی اٹھے۔ اور ان کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اگر وہ ابوعلی نہ ہوتے۔ تو یہ ابوعلی آتش دوزخ میں پہنچا ہوتا۔ آپ کی وفات مرو میں بماہ شعبان ۴۲۴ھ میں ہوئی ہے ۔

شیخ ابوعلی دقاق قدس سرہٗ

آپ کا نام حسن محمد دقاق ہے۔ نیشاپور میں اپنے وقت کی زبان، اپنے وقت کے امام اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے۔ فصیح بلیغ بولنے والے تھے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا۔ نصر آبادی کے مرید تھے۔ وعظ کیا کرتے۔ نیشاپور میں ماہ ذیقعدہ ۴۰۵ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ ہر سال ہر جگہ جاتے۔ دوسرے شہر میں مقام کرتے۔ اور آخر میں واپس آجاتے۔ استاد ابوالقاسم قشیری ان کے داماد و شاگرد تھے۔ انہوں نے ان کی مجلسیں جمع کی تھیں۔ دقاق حال قال والے گرم طبیعت والے تھے۔ وہ فرماتے، مجھے چاہیئے کہ ہرے کے خیابان میں نعرہ لگاؤں۔ کیونکہ وہ ہرے والوں میں دور تک بڑھ گئے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ہرے میں جاؤ۔ تم کو نعرہ کے لئے اٹھائیں گے۔ کیونکہ جو شخص کہ ان کی مجلس میں نعرہ مارتا تھا۔ اس کے بالمقابل وہ بھی نعرہ مارا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ کہتے ہیں۔ کہ شیخ عمو نے کہا ہے۔ میں دقاق کی مجلس میں موجود تھا۔ کسی نے ان سے خدا کے نزول کی بابت پوچھا۔ تو آپ نے دو بیتوں میں جواب دیا ؎

خلیلی هل ابصرتما او سمعتما ... باکرم من رب یمشی الی عبدی

اتی زائرا من غیر وعد وقال لی ... اصونک من تعلیق قلبک بالوعد

یعنے اے میرے دو دوستو۔ کیا تم نے دیکھا یا سنا ہے۔ زیادہ مکرم ایسے رب سے جو آتا ہے۔ بندہ کے پاس وہ زیارت کو بغیر وعدہ کے آتا ہے۔ اور مجھ سے کہتا ہے۔ کہ تمہارے دل کو میں بچاتا ہوں۔ کہ وہ وعدہ پر معلق ہو جائے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جب کوئی مدعی دیکھو۔ تو اس کا دامن مضبوطی سے پکڑو۔ کیونکہ مینے دار اور محقق چل دئے ہیں۔

صاحب کتاب کشف المحجوب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک پیر سے سُنا وہ یوں فرماتے تھے۔ میں ایک دن ان کی مجلس میں اس نیت سے آیا کہ توکل کی بابت ان سے پوچھوں، عمدہ طبری دستار باندھے ہوئے تھے۔ دل نے اس دستار کا میلان کیا ہم نے کہا ایہا الاستاد توکل کیا چیز ہے فرمایا یہ کہ لوگوں کی پگڑیوں کی طمع چھوڑ دے۔ یہ کہا اور پگڑی میری طرف پھینکدی۔ ابوعلی دقاق کہتے ہیں۔ کہ اگر کسی کو مردود کر دیں۔ اور وہ چلا جائے۔ اور پھر نہ آئے۔ تو جان لو کہ وہ خالی رہیگا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں نہیں۔ رد کرتا ناز ہے واپس آکہ قصہ دراز ہے۔ ابوعلی دقاق یہ بھی کہتے ہیں کہ خود رو درخت کہ اس کو کسی نے نہ پالا ہو، پتے تو نکالتا ہے۔ لیکن پھل نہیں لاتا۔ اگر لاتا ہے تو بدمزہ لاتا ہے۔ پھر کہا کہ میں نے یہ طریقہ نصرآبادی سے سیکھا ہے۔ اس نے شبلی رح سے انھوں نے جنید رح سے۔ میں نصرآبادی کی خدمت میں بدون غسل کے کبھی نہ جاتا تھا ایک دن ایک پیر آیا۔ ایک نے اس کو پہچان لیا۔ کہا کہ وہ ابوعلی دقاق کے اُستاد ہیں۔ بزرگ لوگ آئے۔ اور درس کی التماس کی۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ وہ بہت اصرار کرنے لگے۔ اور نیز رکھا گیا تاکہ وعظ کہیں۔ آپ منبر پر چڑھے اور دائیں طرف اشارہ کیا۔ اللہ اکبر اور قبلہ کیطرف منہ کیا اور کہا ورضوان من اللہ اکبر یعنے خدا کی رضامندی بہت بڑی ہے۔ بائیں طرف اشارہ کیا اور کہا فاللہ خیر وابقی یعنے اللہ بہتر ہے۔ اور بڑا باقی رہنے والا ہے۔ لوگ ایک دم شور مچانے لگے۔ اور چند شخص وہیں فوت ہو گئے۔ استاد اس شور میں منبر پر سے اُتر پڑے۔ اور چل دئے۔ اُس کے بعد اُن کی تلاش کی گئی تو نہ ملے۔ ایک سوداگر اُن کا مرید تھا۔ وہ بیمار ہو گیا۔ شیخ اُن کی بیمار پرسی کو گئے۔ پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا۔ کہا میں رات کو اٹھا تھا۔ کہ وضو کروں تو میری پیٹھ پر پڑ گیا۔ جس سے سخت درد ہونے لگا۔ اور تپ چڑھ گیا۔ اُستاد نے کہا تم کو اس فضولی سے کیا کام کہ رات کو نماز پڑھے۔ تجھے مُردار دنیا اپنے سے دُور کرنی چاہیئے۔ جس شخص کے سر میں درد ہو۔ وہ پاؤں پر لیپ کرے۔ تو کبھی اچھا نہیں ہوتا جب ہاتھ ناپاک ہو جائے وہ آستین دھونے لگے ہرگز پاک نہ ہوگا۔ اُستاد ابوعلی یہ بھی اپنی مناجات میں کہتے تھے۔ خداوندا مجھ کو رسوا نہ کیجیو۔ کیونکہ تجھ سے میں نے منبر پر بہت سی لافیں ماری ہیں۔ اگر رسوا کریگا۔ تو مجلسوں میں مجھے رسوا نہ کرنا۔ مجھ کو ایسے ہی صوفیوں کی گدڑی میں چھوڑ دینا۔ میرے ایک ہاتھ میں کوزہ اور دوسرے ہاتھ میں عصا دے۔ کیونکہ میں صوفیوں کے طریقہ کو پسند کرتا ہوں۔ پھر مجھ کو کوزہ اور عصا کے ساتھ دوزخ کے جنگلوں

کی طرف بھیجدے۔ کہ میں ہمیشہ فراق کا خون خالص ہیوں۔ اس جنگل میں چلاتا رہوں۔ اپنی بدبختی پر روتا رہوں۔ اپنی ناکامی کا ماتم برپا کروں تاکہ اگر تیرا قرب میسر نہ ہو۔ تو تیرا نوحہ ہی ہو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ خداوندا ہم نے اپنے اعمالنامہ کو سیاہ کر لیا۔ اور تو نے ہمارے بالوں کو سفید کر دیا ہے۔ خداوندا سیاہ سفید پر فضل کر۔ ہمارے سیاہ کیئے ہوئے کو اپنے سفید کیئے ہوئے سے ملادے۔ استاد ابو القاسم قشیری نے اس کے بعد ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بیقراری کرتے ہیں۔ اور روتے ہیں۔ کہا اے استاد کیا ہوا۔ شاید کہ تم دنیا کی طرف پھر لوٹنا چاہتے ہو۔ کہا ہاں۔ لیکن دنیا کی مصلحت کے لئے نہیں۔ اور نہ اس لئے کہ آخر وعظ کہوں۔ بلکہ اس لئے کہ کمر باندھوں اور عصا لوں۔ ہر روز ایک دروازہ پر جاؤں۔ حلقہ اور عصا اس پر ماروں۔ اور کہوں وہ کام جو تم نہیں جانتے۔ کہ اس سے باز رہو گے مت کرو کہتے ہیں کہ آخر عمر میں استاد پر اس قدر درد طاری تھا۔ کہ ہر شام مکان پر چڑھتے۔ آفتاب کی طرف منہ کرتے اور یہ کہتے۔ اے ملک کے سرگردان۔ آج کیا حال ہے۔ آج کیسی کٹی کسی جگہ اس بات کے غمزدوں پر تم چمکے ہو کہیں۔ اس کام کے پیچھے اور پر دالوں کی خبر معلوم ہے۔ اسی قسم کی باتیں کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ مغرب ہو جاتی۔ کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اُن کی باتیں ایسی ہو گئیں۔ کہ کوئی ان کو سمجھتا نہ تھا نہ اس کی طاقت ہوتی تھی۔ تھوڑے لوگ ۱۷۔ ۱۸ تک اُن کی مجلس میں آتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جب علی دقاق کی باتیں بلند ہوئیں۔ تو اس کی مجلس لوگوں سے خالی ہو گئی۔ وقت غروب جو رباعی آپ پڑھا کرتے تھے۔ وہ درج ذیل ہے۔ نامی

ابو علی شبوی مروزی رحمۃ اللہ

آپ کا نام محمد بن محمد بن عمران شبویہ ہے۔ ان اطراف میں وہ وقت کی زبان اور بے مثل تھے۔ ابو العباس بن سیاری کے یاروں میں سے ہیں۔ تاریخ صوفیہ میں ہے۔ قاسم بن قاسم ابو العباس امام احمد بن سیار مروزی کے نواسہ ہیں۔ علوم حقائق میں زبان تھے۔ ان بڑے اصحاب میں سے جو ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ ایک شخص محمد بن عمر بن شبویہ ہے انساب سمعانی میں ہے۔ کہ ابو علی شبوئی ابی عبد اللہ محمد بن یوسف عزیزی سے روایت کرتے ہیں۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر کہتے ہیں قدس سرہٗ کہ استاد ابو علی دقاق۔ پیر شبوئی کے نزدیک آئے۔ اور ہم مرو میں تھے۔ پیر شبوئی کو صحیح بخاری یاد تھی۔ اور ہم نے صحیح بخاری کا ان

سے سماع کیا ہے۔ پیر کو اس مطلب کی پوری واقفیت تھی۔ استاد ابوعلی دقاق کو ان کی اس بات پر رلے آئے۔ پیر شبوئی نے استاد ابوعلی سے کہا کہ ہم کو اس مطلب کی باتیں سُناو۔ اُستاد ابوعلی نے کہا کہ یہ بات ہم پر بندہے کھلی نہیں۔ کہا یہ بات جائز ہے۔ کہ ہم اپنی عاجزی سامنے لائیں۔ تاکہ تم ہمارے نیاز پر باتیں کرو۔ وہ معنے آگ ہے اور نیاز سوختہ ہے۔ استاد ابوعلی نے مان لیا۔ مجلس قائم کی۔ اور منبر پر وہ باتیں کرتے رہے کہ لوگ اس کے اہل نہ تھے۔ پیر شبوئی مسجد کے دروازہ میں سے آئے۔ استاد کی آنکھ ان پر پڑی۔ ان کی باتیں کھل پڑیں۔ جب مجلس ختم ہوئی تو شبوئی نے کہا تم وہی ہو جو تھے یہ ہم یہ تھے۔ عاجزی چاہئیے۔ خدا کی طرف عاجزی کے سوا اور کوئی زیادہ نزدیک راہ نہیں ہے۔ اگر سخت پتھر پر پڑے تو پانی کا چشمہ کھل جاتا ہے ایک دن گرمیوں میں جس روز کہ گردوغبار تھا۔ ابوعلی شبوئی کو لوگوں نے دیکھا۔ کہنے لگے اے شیخ تم کہاں جاتے ہو۔ کہا فلاں خانقاہ میں جاتا ہوں۔ کیونکہ وہاں پر درویش ہیں۔ اور میں نے لکھا دیکھا ہے کہ دن میں ایک سو بیس رحمتیں آسمان سے درویشوں پر برسا کرتی ہیں خصوصاً قیلولہ کے وقت۔ اب میں جاتا ہوں۔ کہ وہاں جاکر سوؤں۔ کہ اس رحمت سے مجھ پر بھی برسے۔ بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ اپنے آپ کو ان میں سے شمار کر۔ ان میں سے اور ان کے دوستوں سے ظاہر کر۔ اگرچہ تو جانتا ہے کہ تو کیسا ہی رسوا ہے۔ مصرع

عاشق نمائی خویشتن ار چہ چنیں نہ

تاکہ کل کو یہ کہے کہ میں ان سے سُر ملانے والوں میں سے ہوں۔ وہ کہینگے کہ تیرا حق ہے۔ شاید اس کے سبب چھوٹ جائے۔ ؎

با عاشقاں نشین و ہمہ عاشقی گزین | باہر کہ نیست عاشق با او مشو قرین۔

شیخ ابوالقاسم بشر یاسین رحمۃ اللہ

آپ بڑے مشہور علماء زمانہ اور بڑے مشائخ زمانہ تھے۔ مہنہ میں ان کی رہائش تھی۔ اور وہیں ۳۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالیٰ روحہ فرماتے ہیں۔ کہ لڑکپن میں جب میں قرآن شریف پڑھتا تھا۔ میرا باپ مجھ کو ابوالخیر کے ساتھ نماز جمعہ کے لئے لے گیا۔ راستہ میں پیر ابوالقاسم بشر یاسین مل گئے کہنے لگے۔ اے ابوالخیر یہ لڑکا کس کا ہے۔ میرے باپ نے کہا۔ میرا لڑکا ہے۔ ہمارے نزدیک آئے۔ اور پاؤں

کی طرف بیٹھ گئے۔ ہمارے سامنے متوجہ ہوئے۔ اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ کہنے لگے۔ ابوالخیر ہم اس جہان سے نہیں جا سکتے۔ کیونکہ ہم جگہ خالی دیکھتے تھے۔ اور درویش ضائع ہوتے جاتے تھے۔ اب کہ ہم نے تمہارے فرزند کو دیکھا ہے۔ بےغم ہو گئے ہیں۔ کہ ولایتوں کو اس لڑکے سے حصّہ ملیگا۔ پھر میرے باپ سے کہا۔ کہ جب تم نماز سے فارغ ہو۔ تو اس کو میرے پاس لانا۔ جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے۔ تو میرا باپ مجھ کو پیر شیخ ابوالقاسم کے پاس لے گیا۔ جب ہم اس کے حجرہ میں گئے۔ اور ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس حجرہ میں ایک طاق بڑا اونچا تھا۔ پیر ابوالقاسم نے میرے باپ سے کہا۔ ابوسعید کو کندھے پر اٹھا تا کہ ایک ٹکیہ جو اس طاق میں پڑی ہے لے لے۔ میرے باپ نے مجھ کو کندھے پر اٹھایا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا۔ اور اس ٹکیہ کو طاق سے لے لیا۔ وہ ایک جَو کی ٹکیہ تھی۔ وہ اس قدر گرم تھی۔ کہ میرے ہاتھ کو اس کی گرمی محسوس ہوئی۔ شیخ ابوالقاسم نے وہ ٹکیہ مجھ سے لے لی۔ آنسو بھر کر اس کو دو ٹکڑے کیا۔ اور نصف تو مجھ کو دی۔ اور کہا کہ اس کو کھالو۔ اور آدھی خود کھالی۔ میرے باپ کو اس میں سے کچھ حصّہ نہ دیا۔ میرے باپ نے کہا اے شیخ یہ کیا سبب تھا۔ کہ مجھ کو اس تبرک سے کچھ حصّہ آپ نے نہ دیا۔ شیخ ابوالقاسم کہنے لگے۔ اے ابوالخیر تیس سال ہو چکے ہیں۔ کہ اس ٹکیہ کو ہم نے اس طاق میں رکھا ہوا تھا۔ اور ہم کو وعدہ دلایا گیا تھا کہ یہ ٹکیہ جس شخص کے ہاتھ میں گرم ہو جائیگی۔ ایک جہان اس سے زندہ ہوگا۔ اور اس حدیث کا خاتمہ اس پر ہوگا۔ اب جو خوشخبری کو پورے طور پر ہے کہ وہ شخص تیرا بیٹا ہوگا۔ شیخ ابوسعید قدس سرّہٗ کہتے ہیں۔ کہ ایک دن ہم شیخ ابوالقاسم بشر یاسین کی خدمت میں تھے۔ ہم سے اُنہوں نے فرمایا۔ اے بیٹا تم چاہتے ہو۔ کہ خدا سے باتیں کرو۔ میں نے کہا ہاں کیوں نہیں چاہتا۔ کہا کہ جب خلوت میں ہو یہ کہا کرو اور اس سے پہلے نہ کہنا۔ رباعی

من بےتو دمے قرار نتوانم کرد — احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تن من زباں شود ہر موئے — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

شیخ لقمان سرخسی قدّس سرّہٗ

آپ شروع میں بڑے مجاہدہ اور معاملہ و احتیاط کرتے تھے۔ اتفاقاً ان کو مکاشفہ

ہوا کہ ان کی عقل جاتی رہی ہے۔ لوگوں کہا لقمان وہ کیا بات تھی اور یہ کیا بات ہے، کہا ہر چند میں نے بندگی بہت کی ہے۔ ابھی زیادہ چاہیئے۔ اِس لئے میں عاجز ہو گیا۔ اور کہا الٰہی بادشاہوں کے غلام جب بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو آزاد کر دیا کرتے ہیں۔ تو عزیز بادشاہ ہے۔ میں تیری بندگی کر کے بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ کو آزاد کر دے۔ کہا میں نے آواز سنی کہ اے لقمان ہم نے تم کو آزاد کر دیا۔ یہ بات تھی کہ اس کی عقل لے لی گئی۔ پس وہ عاقل مجنون تھے۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر نے بہت دفعہ کہا ہے۔ کہ لقمان خدا تعالیٰ کا آزاد ہے۔ امر و نہی سے اس کو آزادی ہے۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک رات فقرا کی جماعت سو رہی تھی۔ خانقاہ کا دروازہ بند تھا۔ اور ہم پیر ابوالفضل کے ساتھ صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ معرفت میں فقرا کی باتیں ہو رہی تھیں مسئلہ مشکل تھا۔ ہم نے لقمان کو دیکھا۔ کہ خانقاہ کے چھت سے اُترے اور ہمارے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ اور مسئلہ بیان کرنے لگے۔ چنانچہ وہ اشکال جاتا رہا۔ پھر اُڑے چھت پر چلے گئے۔ پیر ابوالفضل کہتے ہیں۔ اے ابو سعید اس کا مرتبہ دیکھتے ہو۔ میں نے کہا ہاں دیکھتا ہوں۔ کہا اس کی پیروی نہ کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا کیوں؟ اس لئے کہ اس کو علم نہیں ہے شیخ ابو سعید سے سرخس میں پوچھا گیا۔ کہ دانا کون ہے۔ کہا تمہارے شہر میں لقمان ہے کہا سبحان اللہ شہر میں تو اس سے بڑھ کر کوئی شخص خستہ حال اور غضبناک نہیں۔ شیخ نے کہا تمہیں غلطی ہوئی ہے۔ دانا پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور پاکیزہ وہ ہوتا ہے۔ کہ اس کو کسی شئے سے لگاؤ نہ ہو۔ اور میں اس سے بڑھ کر کسی کو بے پیوند بے علاقہ نہیں دیکھتا کیونکہ وہ تمام جہان میں کسی کے ساتھ بھی تعلق نہیں رکھتا۔ نہ دنیا سے نہ آخرت سے اور نہ نفس سے۔ شیخ ابو سعید کہتے ہیں۔ کہ ہم سرخس میں تھے۔ پیر ابوالفضل کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ لقمان دیوانہ کو بیماری ہو گئی ہے۔ اور عاجز ہو گیا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ ہم کو فلاں سرائے میں لے چلو۔ تین دن ہوئے کہ وہاں ہے۔ اور کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ آج کہا ہے کہ پیر ابوالفضل سے جا کر کہدو۔ کہ لقمان فوت ہونے کو ہے پیر ابوالفضل نے جب یہ بات سنی۔ کہا اے ابو سعید اُٹھو کہ وہاں چلیں۔ جماعت کے ساتھ مل کر وہاں گئے جب لقمان نے ان کو دیکھا تو ہنس پڑے۔ پیر ابوالفضل اس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ وہ پیر کی طرف دیکھتا تھا۔ اور گرم آہ نکالتا تھا۔ منہ سے کچھ نہ کہتا تھا۔ جماعت میں سے ایک شخص نے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا۔ لقمان نے تبسم کیا اور کہا اے جوانمرد ہم نے خراج دیدیا ہے۔ اور برات لے لی ہے۔ اور توحید پر باقی رکھتے ہیں۔ اس درویش نے کہا آخر اپنے آپ کو یاد الٰہی میں رکھنا چاہیئے لقمان نے کہا۔ خدا کی درگاہ پر ہم سے لڑتے ہو۔ پیر ابو الفضل کو یہ بات پسند آئی۔ کہا بات یہی ہے۔ ایک گھڑی کے بعد ان کا سانس بند ہو گیا لیکن وہ ایسے ہی پیر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور کوئی تغیر ان کی نظر میں ظاہر نہ تھا۔ بعض بولے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور بعض کہنے لگے کہ ابھی فوت نہیں ہوئے۔ ابھی ان کی نظر درست ہے۔ پیر ابو الفضل نے کہا وہ فوت ہو چکا ہے۔ لیکن جب تک ہم بیٹھے ہیں۔ وہ آنکھ بند نہ کریگے۔ آخر جب پیر ابو الفضل اٹھے تو لقمان نے بھی آنکھ بند کر لی +

شیخ محمدؒ قصاب آملی قدس سرہٗ

آپ دامغان میں رہتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ محمدؒ قصاب ابو العباس قصاب کے شاگرد ہیں۔ وہ وعظ کیا کرتے تھے۔ شیخ ابو العباس ہے اُن کو مجلس قائم کرنے سے روک دیا تھا۔ کہ عام لوگوں میں یہ باتیں نہ کریں۔ کیونکہ ان کی باتیں اونچی ہو گئی تھیں۔ وہ بزرگ تھے۔ اور باقی سب دامغان مردار تھا۔ وہ رُوح تھے باقی وہم۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اگر خرقانی اور محمد قصاب زندہ ہوتے تو میں تم کو محمد قصاب کے پاس بھیجتا۔ خرقانی کے پاس نہ بھیجتا۔ کیونکہ وہ تم کو خرقانی سے زیادہ نفع مند ہوتے یعنی خرقانی منتہی ہو گئے تھے مرید ان سے حصہ کم پاتا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ محمد قصاب نے مجھ سے کہا تھا جو بیگانہ صفات ہوتے ہیں۔ یعنے رحمت اور عفو و کرم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ صفات سے بڑھ کر کچھ نہیں دیکھتے۔ اور صوفیوں کا معاملہ ذات سے ہوتا ہے۔ دینے والے کے ساتھ ہے نہ بخشش کے ساتھ اور ذات کے سوا جو چیز ہے وہ اس کا حجاب و پردہ ہے +

شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ

آپ کا نام علی بن جعفر ہے۔ اپنے وقت کے یگانہ، غوث زمانہ اقبلہ وقت تھے کیونکہ ان کے زمانہ میں ان کی طرف کو رجوع کیا کرتا تھا۔ شیخ ابو العباس قصاب کہتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا راز خرقانی پر جا پڑیگا یعنے اُن کے بعد رحلت و زیارت خرقانی کی طرف ہو گئی جیسا کہ

انہوں نے کہا تھا۔ شیخ ابوالحسن کی نسبت تصوف میں سلطان العارفین ابویزید بسطامی سے ہے قدس اللہ تعالیٰ۔ اور سلوک میں اُن کی تربیت روحانیت کے طور شیخ ابویزید سے ہے قدس اللہ روحہ ۔ شیخ ابوالحسن کی ولادت شیخ ابویزید کی وفات کے ایک مدت بعد ہوئی ہے۔ شیخ ابوالحسن منگل کی رات عاشورہ ۴۲۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ وہ ایک دن اپنے مریدوں سے کہنے لگے۔ کہ کونسی بہتر چیز ہے سب نے کہا اے شیخ آپ ہی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ دل جس میں بالکل اسی کی یاد ہو۔ اُن سے لوگوں نے پوچھا کہ صوفی کس کو کہتے ہیں۔ کہا کہ صوفی جبہ اور مصلے سے نہیں ہوا کرتا۔ صوفی رسم و عادات سے صوفی نہیں ہوتا۔ صوفی وہ ہے کہ خود کچھ نہ ہو۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ صوفی اس دن ہوتا ہے۔ کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو۔ اور اس رات ہوتا ہے کہ اس کو چاند ستارہ کی ضرورت نہ ہو۔ اور نیستی یہ ہے کہ ہستی کی حاجت نہ ہو۔ ان سے پوچھا گیا کہ مرد کو کیونکر معلوم ہو کہ وہ بیدار ہے کہا اس طرح کہ جب خدا کو یاد کرے۔ سر سے قدم تک خدا کی یاد سے باخبر ہو۔ اُن سے پوچھا گیا کہ سچ کیا ہے۔ کہا سچ یہ ہے کہ دل بات کہے یعنے وہ کہے جو اُس کے دل میں ہو۔ اُن سے پوچھا گیا۔ اخلاص کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا جو خدا کے لئے کرے وہ اخلاص ہے۔ اور جو لوگوں کے لئے کرے وہ ریا ہے۔ پوچھا گیا کہ فنا بقا کی بات کس کو کرنی مناسب ہے۔ کہا اُس شخص کو۔ اگر اس کو ایک ریشمی تار سے آسمان سے لٹکا دیں۔ اور ایسی ہوا چلے۔ کہ درخت اور مکانات پہاڑ اکھڑ جائیں۔ اور سب دریا بگاڑ دے۔ لیکن اس کو اپنی جگہ سے ہلا نہ سکے وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ کبھی ایسے شخص سے صحبت نہ رکھو۔ کہ تم تو کہو خدا نے دی ہے وہ کہے اور نے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ غم طلب کر۔ یہاں تک کہ تیری آنکھوں سے پانی نکل آئے۔ کیونکہ حق تعالیٰ بندوں کے رونے کو پسند کرتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ اگر گانا گائے اور اس سے خدا کو چاہے اس سے بہتر ہے کہ قرآن پڑھے۔ اور اس سے خدا کو نہ چاہے وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کی پیروی کرے وہ شخص نہیں کہ کاغذ کالے کرتا رہے۔ شبلی فرماتے ہیں۔ وہ چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ بھی ایک خواہش ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آج چالیس سال ہو چکے کہ ایک ہی وقت میں ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ میرے دل کو دیکھتا ہے اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ ما بقی فی بغیر اللہ شئ و لا فی صدری بغیرہ

قرار یعنے میرے اندر خدا کے سوا اور کچھ نہیں رہا۔ اور میرے سینہ میں اس کے سوا قرار نہیں ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ چالیس سال ہو چکے ہیں۔ کہ میرا نفس ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ مانگتا ہے یا کھٹی لسی۔ لیکن ابھی تک میں نے اس کو نہیں دیا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ علماء اور عابد جہان میں بہت ہیں۔ تجھ کو یہ چاہیئے۔ کہ دن کو اس طرح رات کر دے۔ جیسا کہ خدا پسند کرتا ہے۔ اور رات کو ایسی طرح دن بنا دے۔ جس کو خدا پسند کرے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ دلوں میں سے زیادہ روشن وہ دل ہے۔ کہ جس میں مخلوق نہ رہے۔ اور سب سے بہتر وہ کام ہے کہ اس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو۔ اور سب نعمتوں سے حلال نعمت وہ ہے کہ تیری اپنی سعی سے ہو۔ سب سے بہتر رفیق وہ ہے کہ اُس کی زندگانی خدا کے ساتھ ہو +

شیخ ابوعبداللہ داستانی رحمۃ اللہ

آپ کا نام محمد بن علی داستانی ہے۔ اور لقب شیخ المشائخ تھا۔ طرح طرح کے علوم کے عالم تھے۔ خدا کی درگاہ کے بڑے لوگوں میں تھے۔ آپ کا کلام مہذب ہے۔ اشارات لطیف ہیں۔ شیخ ابوالحسن کے ہمعصر ہوئے ہیں۔ اُن کی ارادت کی نسبت تین واسطوں سے شیخ عمی بسطامی تک کہ سلطان العارفین کے برادر زادہ اور اُن کے مرید ہیں۔ پہنچتی ہے ماہ رجب ۴۱۷ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ اُن کی عمر اونسٹھ سال کی تھی۔ صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں۔ کہ میں نے شیخ سہلکی سے جو اُن کے مرید تھے سُنا تھا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ایک دفعہ بسطام میں ٹڈی آئی۔ اور تمام کھیتیاں، درخت اس کی کثرت کی وجہ سے کالے ہو گئے۔ لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ شیخ نے مجھ سے کہا۔ کہ یہ شور کیسا ہے۔ میں نے کہا ٹڈی آگئی ہے۔ لوگ اس لئے بیقرار ہو گئے ہیں۔ شیخ اُٹھے مکان پر چڑھے۔ اور آسمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ تمام ٹڈیاں چلی گئیں۔ نماز عصر تک ایک نہ رہی۔ اور کسی کی ایک شاخ کو بھی نقصان نہ پہنچا +

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ العزیز

آپ کا نام فضل اللہ بن ابی الخیر ہے۔ سلطان الوقت تھے۔ اہل طریقت کے جمال

اور دلوں کو نرم تھے۔ اپنے وقت تمام مشائخ اُن کے گرویدہ تھے۔ اُن کے پیر طریقت ہیں شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی ہیں۔ شیخ ابوسعید فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دن شارستان سرخس کے ایک ٹیلہ لاکھہ پر آیا۔ وہاں پر لقمان مجنون بیٹھے تھے۔ میں نے اُن کا قصد کیا۔ اور اُس ٹیلہ پر چڑھا۔ وہ پوستین پر پیوند لگا رہے تھے۔ میں نے اُن کو دیکھا۔ اور حضرت شیخ کھڑے تھے۔ کہ اُن کا سایہ لقمان کی پوستین پر پڑتا تھا۔ جب پوستین میں پیوند لگ چکے۔ تو کہا اے ابوسعید ہم نے تم کو اس پیوند کے ساتھ اس پوستین پر سی دیا۔ پھر اٹھے۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر پیر ابوالفضل کی خانقاہ تک لائے۔ اور اُن کو آواز دی۔ وہ باہر نکلے تو کہا کہ اے ابوالفضل ان کو سنبھالو۔ کہ یہ بھی تم میں سے ہے۔ پیر نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور خانقاہ میں لے گئے۔ اور صفہ میں بیٹھے۔ ایک جزو لی۔ اس میں دیکھتے تھے۔ ہم کو جس طرح عقلمندوں کی عادت ہوتی ہے سینہ میں طلب ظاہر ہوئی۔ کہ اس جزو میں دیکھیں کیا ہے۔ پیر صاحب سمجھ گئے اور کہنے لگے۔ اے ابوسعید ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کو جو مخلوق کی طرف بھیجے گیا تھے ان سے یہ کہا گیا تھا۔ کہ اللہ کہو۔ جن لوگوں نے یہ کلمہ کہہ لیا۔ وہ اس کلمہ میں غرق ہوگئے۔ شیخ فرماتے ہیں۔ کہ اس بات نے اس رات ہم کو سونے نہ دیا۔ صبح کے وقت آفتاب کے نکلنے سے پہلے ہم نے پیر سے اجازت مانگی اور تفسیر کے پڑھنے کے لئے ابوعلی فقیہ کے پاس آئے۔ جب ہم بیٹھے تو خواجہ ابوعلی کا اول درس یہ تھا۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ۔ یعنی کہو خدا پھر ان کو چھوڑ دے۔ کہ اپنے بیہودہ پن میں کھیلتے رہیں۔ اس وقت اس آیت کے سننے سے ہمارے سینہ میں ایک دروازہ کھول دیا گیا۔ اور ہم کو بیخود کر دیا گیا۔ خواجہ ابوعلی نے ہم میں وہ تغیر دیکھ کر کہا کہ کل تم کہاں تھے۔ میں نے کہا کہ پیر ابوالفضل کی خدمت میں گئے تھے۔ کہا کہ اٹھو اور پھر اُن کی خدمت میں جاؤ۔ کہ تم کو وہ مطلب چھوڑ کر یہاں آنا حرام ہے۔ پھر ہم پیر ابوالفضل کی خدمت میں آئے۔ ہم اس کلمہ کے والہ و شیفتہ ہوئے تھے۔ جب پیر ابوالفضل نے ہم کو دیکھا۔ تو کہا اے ابوسعید ؎

مستک شدہ ہمی ندانی پس و پیش ہاں گم نہ کنی تو ایں سررشتہ خویش

میں نے کہا اے شیخ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ آؤ اور بیٹھو۔ اور اسی کلمہ کے ہو رہو۔ کیونکہ یہ کلمہ تم سے بہت کام لیگا۔ جب پیر ابوالفضل خدا کی رحمت سے ملے۔ اور ہم کو اُن کی حیاتی کے زمانہ

میں جو اشکال پڑتا ان کی طرف رجوع کرتے۔ ہمارے اشکال کے حل کے لئے سوا شیخ ابو العباس کے اور کوئی معین تھا۔ پھر ہم آمل میں شیخ ابو العباس کے پاس گئے۔ اور ایک سال تک ان کے پاس رہے کہتے ہیں کہ شیخ ابو العباس کو صوفیوں کے جماعت خانہ میں ایک جگہ تھی، جہاں اکتالیس سال تک بیٹھے رہے تھے۔ رات کو اگر زیادہ نماز پڑھتے۔ تو کہتے اے بیٹا تم سو رہو کیونکہ یہ بوڑھا جو کچھ کرتا ہے۔ وہ سب تمہارے لئے کرتا ہے کیونکہ یہ اس کے کسی کام کا نہیں۔ اور اس کو اس کی ضرورت نہیں۔ اس سال میں شیخ ابو سعید سے کبھی نہ کہا تھا۔ کہ تو سو رہو یا نماز نہ پڑھ۔ جیسا کہ اوروں سے کہتے تھے۔ ان کو اپنے برابر ایک چھوٹا سا مکان دے رکھا تھا۔ ایک رات شیخ ابو العباس اپنے حجرہ سے باہر نکلے شاید فصد کرایا تھا۔ شیخ ابو سعید اس حال سے واقف تھے اٹھے اور جلد اپنے گوشہ سے نکلے۔ شیخ کے سامنے آئے۔ ان کا ہاتھ دھویا اور باندھا اور کپڑے اُن کے اتارے، اور اپنے کپڑے ان کے سامنے رکھدیئے۔ شیخ نے لے کر پہن لئے۔ پھر شیخ کے جامہ کو دھویا اور نماز پڑھی۔ اور اسی پر ڈال دیا۔ وہ رات ہی میں خشک ہوگیا۔ ملا لپیٹا اور شیخ کے سامنے حاضر کر دیا۔ شیخ نے اشارہ کیا کہ تمہیں پہننا چاہئے۔ شیخ ابو سعید نے پہن لیا۔ اور اپنے گوشہ میں چلے گئے جب صبح ہوئی جماعت اٹھی اور حاضر ہوئی۔ شیخ ابو العباس کو دیکھا۔ کہ شیخ ابو سعید کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اور شیخ ابو سعید نے شیخ ابو العباس کے کپڑے پہنے ہیں۔ سب تعجب کرنے لگے۔ شیخ ابو العباس نے کہا ہاں۔ کل نچھاوریں ہوئیں۔ مگر سب اس جوان ہستی کے حصہ میں آگئیں۔ اس کو مبارک ہو۔ شیخ ابو سعید کہتے ہیں۔ ایک دن دو شخص شیخ ابو العباس کی خدمت میں آئے اور بیٹھ گئے کہنے لگے ہم کو ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ ہوا ہے۔ ایک تو کہتا ہے کہ غم ہمیشہ کا بڑا کامل ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ خوشی دائمی زیادہ کامل ہے۔ شیخ کیا فرماتے ہیں۔ شیخ نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور کہا الحمد للہ پسر قصاب کی منزل نہ غم ہے نہ شادی لیس عند ربك صباح ولا مساء یعنی تیرے رب کے نزدیک نہ صبح ہے نہ شام۔ غم و شادی تمہاری صفت ہے اور جو تمہاری صفت ہے وہ نو پیدا ہے۔ تو زاہد کو قدیم کی طرف راستہ نہیں پھر کہا قصاب کا فرزند خدا کا بندہ ہے۔ امر و نہی متابعت سنت میں مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہے۔ اگر کوئی شخص جوانمردوں سے راہ مستقیم کا مدعی ہے۔ تو اس کا گواہ یہ ہے۔ جب وہ دونوں شخص باہر چل دئے تو ہم نے پوچھا کہ وہ دو شخص کون تھے۔

لوگوں نے کہا ایک ابوالحسن خرقانی تھے۔ اور ایک عبداللہ داستانی۔ شیخ ابوسعید یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جب میں نے ایک سال تک شیخ ابوالعباس کے نزدیک مقام کیا۔ فرمایا۔ کہ اب تم چلے جاؤ۔ اور مہنہ میں رہو تاکہ چند روز تک اس علم کو تیرے دروازہ پر کھٹکھٹائیں۔ ہم ان کے اشارہ سے ہزار خلعت اور مال لیکر باہر نکل آئے۔ ایک پیر مشائخ ماوراء النہر میں سے مرو میں رہا کرتے تھے۔ ان کا نام محمد ابونصر جیبی تھا۔ اُنہوں نے کبھی شیخ کو نہ دیکھا تھا۔ ایک دفعہ خواجہ ابوبکر خطیب نے جو مرو کے اماموں میں سے تھے۔ اور قفال شیخ کے درس کو اُنہوں نے دیکھا تھا۔ ایک شغل کے لئے نیشاپور کا قصد کیا۔ محمد جیبی ان کے پاس آئے کہا میں نے سُنا ہے کہ تم نیشاپور کا ارادہ رکھتے ہو۔ میرا ایک سوال ہے۔ چاہتا ہوں ابوسعید سے تم پوچھو۔ اور جواب لاکر بتاؤ۔ لیکن چاہیئے کہ وہ اس امر کو نہ جانے۔ کہ یہ سوال میں نے کیا ہے۔ کہا وہ سوال کیا ہے کہا ان سے پوچھو کہ آثار محو ہو جایا کرتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ جب میں نیشاپور میں آیا۔ اور کاروانسرائے میں اُترا۔ تو دو صوفی آئے۔ جنہوں نے آکر آواز دی۔ کہ خواجہ ابوبکر خطیب نام مرو کی کاروانسرائے میں کون ہے۔ میں نے آواز دی کہ میں ہوں۔ وہ کہنے لگے۔ شیخ ابوسعید سلام کہتے ہیں۔ اور یہ کہ کیا ہم آسودہ نہیں کہ تم کاروانسرائے میں اُترے ہو۔ مناسب و بہتر یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس آ جاؤ۔ میں نے کہا کہ حمام میں جاتا ہوں۔ غسل کرونگا۔ پھر آؤنگا۔ اور اس سوال و کلام سے مجھ پر ایک بڑی حالت واقع ہوئی۔ تب میں نے یقیناً جان لیا۔ کہ کسی نے اس کو خبر نہیں دی۔ میں حمام میں گیا غسل کیا۔ جب باہر آیا تو ان دو درویشوں کو دیکھا۔ کہ وہ عود و گلاب لئے کھڑے ہیں کہنے لگے کہ شیخ نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ جب میں شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور شیخ نے مجھ کو دیکھا تو یہ شعر پڑھا۔ ؎

اھلا لسعد الرسول وحبذا وجہ الرسول لحب وجہ المرسل

یعنے مبارک قاصد خوش آیا۔ اور بہت اچھا ہے قاصد کا چہرہ اس وجہ سے کہ چہرہ بھیجنے والے کا خوبصورت ہے۔ میں نے سلام کیا۔ جواب دیا اور کہا کہ اگرچہ تم اس پیر کے پیغام کو خوار کرتے ہو۔ مگر ان کی بات ہمارے نزدیک پیاری ہے۔ جب سے تم مرو سے نکلے ہو۔ ہم منزل بمنزل گنتے رہے ہیں۔ تمہارے پاس جو کچھ ہے لاؤ جو کچھ اُنہوں نے کہا تھا۔ شیخ کی ہیبت کے مارے وہ سوال میرے دل سے فراموش ہو گیا ہے۔ میں نے کاغذ نکالا۔

اور شیخ کے ہاتھ میں دیدیا۔ شیخ نے کہا۔ کہ اگر میں ابھی جواب دیدوں تو تم پر واپس جانا ضروری ہو جائیگا۔ جو تمہارا شغل ہے اس کو چھوڑ دو۔ اور جب چھوڑو گے اُس وقت جواب دونگا جب تک میں نیشاپور میں تھا۔ ہر رات شیخ کی خدمت میں جاتا تھا۔ لوٹنے کے وقت پیر کے سوال کا جواب طلب کیا۔ فرمایا اس پیر سے کہدو کہ لَا یُبقِیْ وَ لَا تَذَرْ یعنی عین نہیں رہتا۔ تو اس کا اثر کہاں رہتا ہے۔ میں نے سر نیچے ڈال لیا۔ اور کہا کہ میری سمجھ میں نہ آیا۔ فرمایا کہ بے دانائی سے سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ اشعار یاد کر لے۔ اور ان سے جاکر کہدے رباعی

جسمم ہمہ اشک گشت و چشمم بگریست ۔۔۔ در عشق تو بے جسم ہمے باید زیست
از من اثرے نماند وایں عشق ز چیست ۔۔۔ چون من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

مَیں نے کہا۔ شیخ فرمائیں کہ کسی پرچہ لکھدیا جائے۔ حسن منشی نے فرمایا۔ کہ یہ رباعی لکھدے انہوں نے لکھدی۔ جب میں مرو میں آیا۔ اسی وقت محمد حلبی آئے۔ میں نے سارا قصہ اُن کو سُنایا۔ اور ان بیتوں کو پڑھا۔ جب انہوں نے سُنا تو نعرہ مار کر گر پڑے وہاں سے دو شخص اُن کو باہر لے گئے۔ ساتویں دن اُن کا انتقال ہو گیا۔ شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ مصرع۔

بر آستہ دگر باشد و بر بستہ دگر

وہ علوم جن کا تعلق زبان کی تقریر سے ہے۔ اور جو اس گروہ کی دلیل ہے اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَ نَا عَلٰٓی اُمَّتِہ یعنے ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے۔ وہ تو بندھا ہوا ہے۔ اور مقیّد ہے۔ زندگی مستعار تک زبان کو تحریک کے ساتھ مدد کرتا ہے۔ اس کے غرور کے جنگل میں سراب نظر آتا ہے۔ جب ملک الموت کا چہرہ نظر آتا ہے عاریت کا لباس زبان سے اُٹھا لیتے ہیں۔ اور مرد کی رسوائی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جو علم کہ دل سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ آزاد ہے۔ اور اُس سے فائدہ کی دین دنیا میں بہت اُمید ہے۔ ایک دن قوال شیخ کے سامنے یہ شعر پڑھتا تھا ؎

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت ۔۔۔ تا بر لب تو بوسہ دہم چو نش بخوانی

شیخ نے کہا یہ بیت کس نے کہا ہے۔ کہا عمارہ نے۔ کہا اُٹھو کہ اس کی زیارت کو چلیں۔ شیخ ایک جماعت کے ساتھ اُس کی زیارت کو گئے۔ تو یہ رُباعی حضرت شیخ کی زبان پر گذری۔ رُباعی۔

دررہِ یگانگی نہ کفر است نہ دیں   بیگام ز خود بیروں نہ راہ ہمیں
اے جانِ جہان تو راہ اسلام گزیں   با مار سیہ نشیں و یا خود منشیں

حضرت شیخ یہ بھی کہتے تھے۔ کہ ان بیتوں کو ہمارے جنازہ کے سامنے پڑھنا ؎

خوبتر اندر جہاں ازیں نیست ہیچ بود کار   دوست بر دوست رود یار بہ یار
آن ہمہ اندوہ بود ویں ہمہ شادی   وان ہمہ گفتار بود ایں ہمہ کردار

شیخ سے لوگوں نے اس حدیث کے معنی پوچھے "تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ" یعنے ایک گھڑی سوچنا سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ ایک گھڑی اپنی نیستی میں فکر کرنا، اپنی ہستی کے اندیشہ میں سال بھر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ اس کے بعد کہا رباعی

تا روئے ترا بدیدم اے شمع طراز   نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز   چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

استاد ابوصالح کہ شیخ کے مقری (قاری حدیث) تھے۔ بیمار ہو گئے۔ حضرت شیخ نے خاص کر ابوبکر ادیب کو جو آپ کے فرزندوں کا استاد تھا بلایا اور فرمایا دوات قلم اور ٹکڑا کاغذ کا لاؤ تاکہ ابوصالح کے لئے کچھ لکھوں۔ دوات قلم، کاغذ لایا گیا۔ شیخ نے کہا لکھ۔ رباعی۔

حورا بنظارۂ نگارم صف زد   رضوان بتعجب کف خود بر کف زد
یک خال سیہ براں رخاں مطرف زد   ابدال ز بیم چنگ بر مصحف زد

خواجہ ابوبکر معلم نے اسکو لکھا۔ ابوصالح کے پاس لے گئے۔ اور ان پر باندھ دیا۔ فوراً آرام آگیا۔ اسی روز باہر نکل آئے۔ ایک دن شیخ باہر نکلے۔ اور درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اس کے پتے زرد ہو گئے تھے۔ یہ بیت پڑھا ؎

تو از مہر زرد و من از بیم زرد   تو از مہر ماہ و من از مہر ماہ

شیخ سے لوگوں نے کہا۔ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے۔ فرمایا کہ یہ آسان بات ہے مرغ اور ممولا بھی پانی پر چلتا ہے۔ پھر لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ کہا گیا کہ فلاں شخص ایک لحظہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا ہے۔ فرمایا شیطان بھی ایک دم میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے۔ اور ایسی باتوں کی زیادہ قدر نہیں ہے۔ مرد وہ ہے کہ لوگوں میں بیٹھے۔ لین دین کرے، عورت سے نکاح کرے۔ لوگوں میں ملا جلا رہے۔ اور ایک لحظہ

بھی اپنے خدا سے غافل نہ رہے۔ شیخ کو لوگوں نے پوچھا۔ کہ تصوف کیا چیز ہے۔ کہا جو کچھ کہ تیرے سر میں رکھتا ہے اس کو نکال دے۔ جو کچھ ہاتھ میں ہووے ڈال دے اور جو کچھ تمہارے پاس آئے تو آپ سے باہر نہ ہو جائے۔ شیخ یہ بھی فرماتے ہیں۔ اللہ بس وما سواہ ھوس وانقطع النفس یعنے اللہ بس ہے اور اس کے ماسوا ہوس ہے اور نفس منقطع ہے۔ شیخ یہ بھی فرماتے ہیں۔ بندہ اور خدا کے درمیان زمین و آسمان، عرش و کرسی پردہ نہیں۔ بلکہ تیرا غرور اور میں پردہ ہے اس کو اٹھا دے۔ پھر خدا تک پہنچ جائیگا۔ شیخ فرماتے ہیں۔ کہ ہم سفر میں تھے۔ ایک گاؤں میں پہنچے۔ ہم نے پوچھا کہ یہاں کوئی پیر بھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہاں ایک پیر گذرے ہیں۔ جن کو دادا کہتے تھے۔ پھر میں نے کہا کوئی ہے۔ جس نے ان کو دیکھا تھا۔ کہا کہ یہاں ایک پرانا بڈھا ہے۔ جس نے ان کو دیکھا تھا۔ ہم نے آدمی بھیجا۔ یہاں تک کہ وہ بوڑھا آیا۔ وہ ایک باد بدیہ شخص تھا۔ ہم نے پوچھا۔ کہ تم نے ان کو دیکھا تھا۔ اس نے کہا۔ ہاں میں بچہ تھا۔ کہ ان کو دیکھا تھا۔ ہم نے کہا ان سے تم نے کیا سنا تھا۔ کہا مجھ کو اتنی لیاقت نہ تھی۔ کہ ان کی باتیں سمجھتا۔ لیکن ایک بات ان کی مجھے یاد ہے۔ کہ ایک دن ایک درویش مسافر آیا۔ ان کو سلام کہا اور یہ کہنے لگا۔ اے شیخ اپنے پاؤں باہر نکالو کہ میں تم سے آرام حاصل کروں۔ کیونکہ میں تمام جہان کے گرد پھرا ہوں۔ مجھ کو آرام نہیں آیا۔ اور کسی آسودہ کو بھی نہیں دیکھا۔ پیر نے کہا۔ کیوں تم نے اپنی خودی سے ہاتھ نہ اٹھائے کہ آرام سے رہتا۔ اور لوگ بھی تم سے آرام پاتے۔ ہم نے کہا یہ بات پوری ہے۔ جو اس پیر نے کہی تھی۔ اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ شیخ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ اس بات کی اصل یہ ہے۔ کہ مرد کو اس کی طرف نہیں چھوڑتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللھم لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ولا اقل من ذالک یعنے خدایا مجھ کو ایک لحظہ چشم بھی میرے نفس پر مت چھوڑ۔ بلکہ اس سے بھی کم نہ چھوڑ۔ شیخ کہتے ہیں۔ ہم مرو میں تھے۔ ایک پیر صراف کو ہم نے دیکھا۔ کہا اے شیخ وہ تمام جہان میں کسی کو نہیں مقرر کرتا۔ کہ مجھ کو ایک پانی کا گھونٹ دے یا مجھ کو سلام کہے۔ اور سب لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کہ ایک گھڑی اپنے آپ سے چھوٹ جائیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ میں جان لوں۔ کہ ایک گھڑی کہاں کھڑا ہوں۔ آخر عمر میں اس کو آگ لگ گئی جس میں وہ جل گیا۔ شیخ یہ بھی فرماتے ہیں۔ ولذکر اللہ اکبر یعنے البتہ خدا کا ذکر

بہت بڑا ہے۔ ذکر خداوند بزرگ تر ہے۔ لیکن نہ ایسا کہ جس طرح تو اسکو یاد کرتا ہے بلکہ جس طرح کہ وہ نہیں یاد کرے۔ خدا کا ذکر بہت بڑا ہے۔ اور نیز اذکر ظاہر ہے کہ کہاں تک ہوگا۔ تجھ کو ڈھونڈھنا چاہیئے۔ اور اس بات کو قابو کرنا چاہیئے۔ اُس مرد نے اُس بڑھیا عورت سے کہا کہ خدا کو کہاں پر ڈھونڈھوں۔ کہا ہمارے دوست نے تم کو کہاں ڈھونڈھا ہے کہ نہیں پایا ہے۔ جہاں ڈھونڈیگا وہیں پائیگا۔ من طلب وجد وجد یعنے جس نے طلب کیا اور سعی کی اُس نے پایا۔ شیخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک جوان ایک بوڑھے کے پاس گیا اور کہا اے پیر مجھ سے کوئی بات کر۔ پیر تھوڑی دیر سر نیچے کر کے سوچتا رہا پھر سر اُٹھایا اور کہنے لگا۔ اے جوان جواب کا انتظار کرتے ہو۔ اُس نے کہا ہاں۔ پیر نے کہا۔ جو شے خدا تعالےٰ کے سوا ہے۔ اس کی بات کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ اور جو خدا کی باتیں ہیں۔ وہ کسی عبارت میں آ نہیں سکتیں ان اللہ تعالیٰ اجل من ان یوصف یوصف اوبین کو بذکر یعنے خدا تعالےٰ اس سے بلند تر ہے کہ کسی وصف کے ساتھ موصوف کیا جائے یا کسی ذکر سے مذکور کیا جائے۔ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں ایک مدت تک شیخ ابو سعیدؒ کی خدمت میں تھا۔ میں نے چاہا کہ بغداد کو جاؤں۔ شیخ نے مجھ سے کہا کہ بغداد میں جلئے گا۔ اور تجھ سے پوچھینگے۔ تو نے کیا دیکھا اور کیا فائدہ حاصل کیا تو کیا جواب دیگا۔ کہ ایک شخص داڑھی اور بالوں والا دیکھا تھا۔ اُس نے کہا جو کچھ شیخ فرمائیں وہ کہونگا۔ شیخ نے فرمایا جو شخص کہ عربی جانتا ہو اُس کے سامنے یہ شعر پڑھ دینا۔

قالوا خراسان اُخرجت شیئًا لیس لہُ فی جمالٍ ثانی
فقلت لا تنکروا محاسنہ فطلع الشمس من خراسان

یعنے لوگ کہتے ہیں کہ کیا خراسان نے ایسی چیز نکالی ہے جو خوبصورتی میں لاثانی ہے۔ سو میں نے کہا کہ تم اس کی خوبیوں کا انکار نہ کرو۔ کیونکہ آج خراسان مطلع آفتاب بن رہا ہے۔ اور جو شخص عربی نہ جانے یہ رباعی اُس کے سامنے پڑھ دینا۔ رُباعی۔

آنی کہ بجلد یادگار از تو برند سبزیٔ بہشت وتو بہار از تو برند
در چین وخطا نقش ونگار از تو برند خوبان ہمہ فال روزگار تو برند

شیخ نے استاد ابو علی دقاق سے پوچھا۔ کہ یہ بات ہمیشہ ہوتی ہے اُستاد نے کہا نہیں شیخ نے سر نیچے کر لیا۔ ایک گھڑی کے بعد سر اُٹھایا اور کہا کہ اے اُستاد یہ بات ہمیشہ ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ شیخ نے دوبارہ سر نیچا کیا۔ ایک گھڑی کے بعد سر اُٹھایا۔ اور کہا کہ اے اُستاد

یہ بات ہمیشہ ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہوتی ہے تو نادر ہوتی ہے۔ شیخ نے تالی بجائی اور کہا اے اُستاد یہ ان نادر چیزوں میں سے ہے۔ شیخ جمعہ کی رات عشا کے وقت ۴ شعبان سنہ ۴۲۵ھ میں فوت ہوئے اُن کی عمر ایک ہزار مہینہ کی تھی۔

شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس اللہ سرہٗ

آپ کا نام علی ہے اپنے وقت میں بے نیظر اور اپنے زمانہ میں بے بدل تھے۔ ان کی نسبت تین واسطوں سے ہے یعنی شیخ ابوعثمان، شیخ ابوعلی کاتب، شیخ ابوعلی رودباری کے ذریعہ سے سید الطائفہ جنید رح تک پہنچی ہے۔ آپ بڑی قوی حالت رکھتے تھے۔ چنانچہ سب مشائخ کی توجہ اُن کی درگاہ کی طرف رہی ہے۔ مریدوں کے واقعات کے کشف میں ایک کھلا نشان تھے۔ صاحب کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مجھ پر ایک ایسا سخت واقعہ پیش آیا۔ کہ اس کا حل دشوار ہو گیا۔ تب میں نے شیخ ابو القاسم گرگانی کا قصد کیا۔ ان کو میں نے ایک مسجد میں پایا جو کہ سرائے کے دروازہ پر تھی۔ وہ تنہا تھے۔ میرے قصہ کو بعینہٖ ستون سے کہہ رہے تھے۔ میں نے بغیر پوچھے اپنے سوال کا جواب پالیا۔ میں نے کہا اے شیخ یہ تو میرا قصہ ہے۔ کہا اے لڑکے اس ستون کو خدائے تعالے نے اس وقت میرے ساتھ بلا دیا ہے۔ یہاں تک کہ اُس نے مجھ سے یہ سوال کیا۔ ایک دن شیخ ابوسعید اور شیخ ابوالقاسم قدس اللہ روحہما دونوں ملکہ طوس میں ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور درویشوں کی ایک جماعت اُن کے سامنے کھڑی تھی۔ ایک درویش کے دل میں یہ گذرا کہ ان دونوں بزرگوں کا مرتبہ کیا ہے۔ شیخ ابوسعید نے اس درویش کی طرف متوجہ ہو کر کہا جو شخص چاہے کہ دو بادشاہوں کو ایک وقت میں ایک جگہ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے سو دیکھ لے اس درویش نے جب یہ سُنا تو دونوں بزرگوں کی طرف غور سے دیکھا حق تعالے نے اس کی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا۔ یہاں تک کہ شیخ کی سچائی اس کے دل پر کھل گئی۔ اور اُن کی بزرگی دیکھ لی۔ پھر اُس کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ آج روئے زمین پر کوئی اور ایسا خدا کا بندہ ہے جو ان دونوں بزرگوں سے بڑھ کر ہو۔ شیخ ابوسعید پھر اس درویش کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا مختصر ملک ہے کہ جس میں ہر روز ابوسعید ابوالقاسم جیسے ستر ہزار جاتے اور ستر ہزار آتے ہیں۔

خواجہ منظفر بن احمد بن حمدان قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو احمد ہے. خداوند تعالیٰ نے اس قصبہ کی ریاست ان کو دی تھی. کرامت کا تاج ان کے سر پر رکھا تھا. وہ خوش بیان فنا بقا میں عمدہ بولنے والے تھے. شیخ ابوسعید ابوالخیر فرماتے ہیں. کہ ہم کو اس درگاہ پر بندگی کے راستہ سے لائے ہیں. اور خواجہ منظفر کو صاحبی کی راہ سے یعنے ہم تو مجاہدات کر کے مشاہدہ تک پہنچے ہیں. لیکن وہ مشاہدہ سے مجاہدہ کی طرف آئے صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں. کہ میں نے اُن سے سُنا تھا وہ فرماتے تھے. کہ جو کچھ لوگوں کو جنگل اور میدانوں کے قطع کرنے سے ملا وہ میں نے صدر نشینی میں پا لیا. متکبر لوگ اس پیر کے اس قول کو نرا دعوےٰ کہتے ہیں. اور یہ گمان اُنکے نقصان کی وجہ سے پیدا ہوا. جو بات کہ صدق حال سے کہی جائے وہ کبھی نرا دعویٰ نہیں ہوا کرتی. خصوصاً ان کے ساتھ جو اس کے اہل ہوں. ایک دن خواجہ منظفر موضع خوفان میں کہتے تھے. کہ ہمارا کام شیخ ابوسعید کے ساتھ ایسا ہے کہ چینی کے بورے میں ایک دانہ. شیخ ابوسعید ایک دانہ ہے اور باقی میں ہوں. شیخ ابوسعید کا ایک مرید وہاں حاضر تھا. غصہ سے وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا. اور شیخ ابوسعید کی خدمت میں چلکر آیا. جو کچھ خواجہ منظفر سے سُنا تھا. وہ اُن کو بتلایا. شیخ نے کہا تم جاؤ. اور خواجہ منظفر سے کہدو کہ وہ ایک دانہ بھی آپ ہی ہیں. ہم کچھ نہیں +

معشوق طوسی قدس سرہٗ

ان کا نام محمدؐ ہے عاقل اور مجنون تھے. بڑے بزرگ صاحب حال باکمال تھے. طوس میں رہتے تھے. اُن کی قبر بھی وہیں ہے جس وقت کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے مُنہ سے نیشاپور جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا وہ طوس کے اطراف کے ایک گاؤں میں پہنچے. ایک درویش سے کہا تم کو شہر طوس میں خواجہ محمد معشوق کے پاس جانا چاہیئے. اور یہ اجازت مانگنی چاہیئے. کہ کیا ہم آپ کے شہر و ولایت میں حاضر ہو سکتے ہیں. جب وہ درویش چلا گیا. تو شیخ نے فرمایا. کہ گھوڑے پر زین ڈالو. اس درویش کے پیچھے سوار ہو گئے تمام صوفی شیخ کے ہمراہ تھے. جب ایک فرسنگ تک پہنچے جہاں سے شہر کو دیکھ سکتے تھے. شیخ کا گھوڑا وہاں ٹھیر گیا. اور سب لوگ کھڑے ہو گئے. جب وہ درویش خواجہ معشوق کی خدمت میں پہنچا اور شیخ کا پیغام پہنچایا. خواجہ

معشوق ہنس پڑے اور فرمایا کہ جا کہدے ہاں آجاؤ۔ جب معشوق نے یہ بات کہی، شیخ نے وہاں سے گھوڑا ہانکا۔ اور سب صوفی چلے۔ راستہ ہی میں وہ درویش شیخ تک پہنچ گیا، اور معشوق کی بات ان سے کہی۔ شیخ بھی معشوق کی خدمت میں آئے۔ اور انھوں نے بھی شیخ کا استقبال کیا اور معانقہ کیا۔ اور کہا کہ تم خاطر جمع رکھو۔ کہ یہ نوبت جواب یہاں بجاتے ہیں۔ چند دن کے بعد تمہارے گھر پر بجیگی۔ عین القضاۃ ہمدانی اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں۔ کہ محمد معشوق نماز نہ پڑھتے تھے۔ خواجہ محمد عمویہ اور خواجہ امام احمد غزالی رحمۃ اللہ سے میں نے سُنا ہے کہ قیامت کے دن تمام صدیقوں کی یہ تمنا ہوگی۔ کہ کاش ہم خاک ہوتے۔ کہ ایک دن محمد معشوق ایک قدم اس خاک پر رکھتے۔ اس محمد معشوق ترک نے قبا باندھ رکھی تھی۔ ایک دن طوس کی جامع مسجد میں آگئے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ روحہٗ نے وعظ کی مجلس قائم کی ہوئی تھی۔ اُس محمدؔ نے قبا پر ایک گرہ لگائی۔ اور شیخ ابوسعید کو چپ کرادیا۔ ان کی زبان بند ہوگئی۔ جب ایک گھڑی گذر گئی تو شیخ ابوسعید نے کہا۔ کہ اے سلطانِ زمانہ اور اے وجود کے سرور قبا کے بند کو کھول ڈالو۔ کیونکہ آپ نے آسمان و زمین کے ساتوں طبقوں پر بند لگادیا ہے +

امیر علی عبوؔ قدس سرّہٗ (یا عبورہ)

عین القضاۃ نے اپنے بعض مکتوب میں لکھا ہے۔ اس بیان میں کہ کسی طرح حضور اور غائب یکساں نہیں ہوتے۔ بلکہ دل باوجود قرب القلوب ہونے کے قرب ایمان کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ دیکھو امیر علی بزرگ ہوئے ہیں۔ اُن کا ایک مُرید تھا۔ جس کا نام احمد شہر آبادی تھا۔ اُنھوں نے ایک دن اس مرید کو بھیجا کہ بازار سے کچھ لائے۔ یہ مرید گیا۔ وہ چیز موجود نہ تھی اُسی وقت اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ اور وہ چیز جو امیر نے مانگی تھی۔ خرید کر اُن کو بھیجدی۔ جب چند دن اس بات کو ہو گئے۔ تو وہ شخص جس نے اس مرید کو خریدا تھا۔ اس حال سے واقف ہو گیا۔ اس کو رخصت کر دیا۔ کہ اپنے پیر کے پاس جائے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے پیر کے پاس آیا۔ جب وہ آیا امیر علی نے اس کو کہا اے جوانمرد۔ کتنے ہزار سال ہماری جان غائبانہ تیری پیدائش کے عشق میں جلتی رہی تھی۔ کیا یہ کافی نہ تھا۔ کہ ظاہری جدائی بھی چاہیئے تھی۔ ایک ہفتہ قرب ظاہر بھی چاہیئے۔ وہ یہ بھی ایسی جماعت کے حال میں کہتے ہیں۔ جو اجنبی راہ میں بدون راہبر کے چلے تھے۔ ان میں سے بعض کو مغلوبی نے اپنی پناہ میں لگا رکھا اور مستی

ان کے سر کی سائیان بن گئی۔ اور جو باتمیز تھے۔ اُن کا سر الگ کر دیا گیا منجملہ مغلوبوں کے دو ترکمان تھے۔ کہ حسین قصاب ان کا قصیہ بیان کرتے ہیں۔ ایک بڑے قافلہ کے ساتھ میں جارہا تھا۔ اتفاقاً وہ دونوں ترکمان اس قافلہ سے باہر نکل گئے۔ اور راجنبی راہ اختیار کیا میں نے دل میں کہا کہ یہ دونوں ترکمان شائد راستہ جانتے ہیں۔ جو اس مشہور راہ سے زیادہ نزدیک ہوگا میں اُن کے پیچھے ہو لیا۔ اور چلا جارہا تھا۔ قافلہ کو میں نے ویسے ہی چھوڑ دیا۔ رات اندھیری آگئی۔ جب تھوڑی دُور چلا تو اتفاقاً چاند چھپ گیا۔ مجھے راہ بھُول گئی۔ لیکن سوا چلنے کے اور کچھ علاج نہ تھا جب آدھی رات گذر گئی۔ تو دو بارہ بادل سے چاند نکل آیا۔ اور ان جوانمردوں کے قدم کا نقش پھر مجھے مل گیا۔ میں چلا جارہا تھا جب صبح ہوئی تو ایک پہاڑ معلوم ہوا۔ وہ دونوں ترکمان مردوں کی طرح اس پہاڑ پر چڑھے۔ اور ایک گھڑی میں اوپر تک پہنچ گئے۔ میں بھی جان توڑتا تھا کبھی گرتا، اور کبھی چلتا۔ آخر اس پہاڑ کے سر پہ پہنچ گیا آفتاب نکلتا تھا۔ میں نے ایک بڑا لشکر دیکھا۔ بڑے خیمے گڑے ہوئے تھے۔ اُن میں ایک بڑا خیمہ دیکھ کر میں نے پوچھا کہ یہ کس کا خیمہ ہے۔ کہا اس بادشاہ کا ہے۔ میں نے دایاں پاؤں رکاب سے نکالا۔ اور آواز سُنی کہ سلطان خیمہ میں نہیں۔ گھوڑے پر بیٹھ کر شکار کو گیا ہے میری عقل جاتی رہی۔ بایاں پاؤں رکاب ہی میں رہا۔ اور سیدھا پاؤں باہر نکالا ہوا تھا۔ ابھی میں اسی انتظار میں تھا۔ کہ سلطان لوٹے (خیموں سے مراد تعینات بے نہایت ہیں، اور بڑے خیمہ سے ذات کبریائی کا خیمہ، سلطان سے سلطان مطلق مراد ہے۔ دائیں پاؤں سے مراد قوت علم و عمل ہے کہ سالک کی رفتار انہی سے ہوتی ہے۔ قوت علم کو دائیں سے اور قوت عمل کو بائیں سے قوت او ضعف کے لحاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے علیٰ ہذا یہ اصطلاحات صوفیہ ہیں) عین القضات کہتے ہیں کہ وہ دو ترکمان ایک تو محمد معشوق تھے، دوم امیر علی عیبو قدس اللہ سرہما ہیں +

شیخ عبدالرحمن سلمی نیشاپوری قدس سرہٗ

آپ کا نام محمد بن حسین بن موسیٰ سلمی ہے۔ صاحب تفسیر حقائق و طبقات مشائخ وغیرہ کے ہیں، آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ آپ ابو القاسم نصر آبادی کے مرید ہیں، خرقہ بھی ان کے ہاتھ سے پہنا ہے، شیخ شبلیؒ کے بھی مُرید ہیں۔ شیخ ابو سعید، ابو الخیر، پیر ابو الفضل کی وفات کے بعد اُن کی صحبت میں گئے ہیں۔ اور انہیں کے ہاتھ سے خرقہ پہنا ہے، شیخ ابو سعید فرماتے ہیں۔

کہ میں شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی کے پاس گیا تھا۔ اوّل مرتبہ میں نے ان کو دیکھا۔ تو فرمایا کہ تمہارے لئے تذکرہ میں اپنے ہاتھ سے خوشخط لکھوں میں نے کہا لکھو پس انہوں نے اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ لکھے۔ سمعت جدی ابا عمرو نجید السلمی یقول سمعت ابا القاسم الجنید بن محمد البغدادی یقول التصوف هو الخلق زاد علیک بالخلق زاد علیک بالتصوف واحسن ما قیل فی تفسیر الخلق ما قال الشیخ الامام ابوسهل الصعلوکی الخلق هو الاعراض عن الاعراض یعنے میں نے اپنے دادا ابو عمر نجید سلمی سے سنا تھا وہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی سے سنا تھا کہ وہ فرماتے تھے۔ کہ تصوف یہی خلق ہے جس کا خلق بڑھ کر ہے وہ تصوف میں بڑھ کر ہے اور خلق کی تفسیر وہ عمدہ ہے جو شیخ امام ابوسہل صعلوکی نے فرمائی ہے کہ خلق یہ ہے کہ اعراض سے چشم پوشی کی جائے صاحب کتاب فتوحاتِ مکیہ قدس سرہٗ ۱۶۱ باب میں اس مقام میں جو کہ صدیقیت اور نبوت کے درمیان ہے لکھتے ہیں کہ محرم ۵۹۷ھ میں اس مقام پر میں پہنچا۔ بلاد مغرب کے سفر میں تھا۔ مجھ پر حیرت غالب ہوئی۔ تنہائی کی وجہ سے مجھے وحشت معلوم ہوئی۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ اس مقام کا کیا نام ہے حالانکہ مجھ کو وہ مقام حاصل تھا پس باوجود حیرت و وحشت کے اس منزل سے میں نے کوچ کیا۔ عصر کی نماز کے بعد ایک شخص کے مکان پر جو میرا دوست تھا گیا۔ درمیان اثناء اس حیرت و وحشت کی بابت اس سے باتیں کرتا تھا۔ اتفاقاً دیکھا کہ ایک شخص کا سایہ ظاہر ہوا ہے۔ تب میں اپنی جگہ سے جھٹ اٹھا کہ شاید کوئی شخص ہو کہ جس سے مجھے خوشی پیدا ہو۔ اس نے مجھ سے معانقہ کیا۔ جب میں نے غور کیا۔ تو دیکھا کہ شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی ہیں۔ کہ ان کی روح جسمانی شکل میں آگئی ہے۔ حق سبحانہٗ نے اپنی رحمت سے ان کو میرے پاس بھیجدیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم کو اس مقام میں دیکھتا ہوں کہا کہ اسی مقام میں میری روح قبض کی گئی تھی۔ اور اسی جگہ پر دنیا سے آخرت تک گیا تھا۔ میں ہمیشہ اسی مقام میں ہوں۔ پھر میں نے اپنی وحشت و حیرت کا ذکر کیا۔ تو کہا الغریب متوحش کہ مسافر کو وحشت ہوا کرتی ہے۔ پھر کہا بعد ان سبقت لک العنایۃ الالٰهیۃ بالحصول فی هذا المقام فاحمد اللہ یا اخی یعنے بعد اس کے کہ تجھ کو خدائی عنایت اس مقام میں حاصل ہوئی ہے اس لئے اے برادرمن تم خدا کی تعریف کرو۔ اور خوش ہو۔ کہ خضر علیہ السّلام کے تم شریک ہوگئے۔ میں نے ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن میں اس مقام کا نام نہیں جانتا کہا هذا یسمی مقام القربۃ فتحقق بہ یعنے اس مقام کو مقام قرب کہتے ہیں۔ پس تم اسی مقام میں

ثابت رہو۔ شیخ ابو عبدالرحمن فرماتے ہیں۔ الذی لا بد للصوفی منه شیئان الصدق فی الاحوال والادب فی المعاملات یعنے صوفی کو دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے ایک تو تمام حالات میں سچ بولنا دوسرا معاملات میں ادب کرنا۔ تاریخ یافعی میں ہے کہ سلمی ۴۱۲ھ میں فوت ہوئے ہیں ؂

حسین بن محمد بن موسیٰ سلمی قدس سرہ العزیز

آپ شیخ ابو عبدالرحمن سلمیؒ کے والد ماجد ہیں۔ بڑے مشائخ میں سے عبداللہ منازل اور ابو علی ثقفی کی صحبت میں رہے ہیں شبلیؒ کو دیکھا تھا مجاہدہ دائمی رکھتے تھے علوم معاملہ میں کامل تھے۔ جب شیخ عبدالرحمن پیدا ہوئے تھے۔ تو تمام جائداد بیچ ڈالی اور صدقہ کر دی تھی۔ اُن سے کہا گیا کہ تمہارے لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ فرمایا کہ اگر وہ نیک بخت ہوگا وھو یتولی الصالحین یعنے نیکوں کا وارث بنے گا۔ اور اگر بُرا ہوگا تو میں فساد کا سامان نہ دونگا۔ آپ ۳۴۰ھ ہجری کے کچھ اُوپر فوت ہوگئے ؂

ابو سہل صعلوکی قدس سرہٗ

آپ کا نام محمد بن سلیمان صعلوکی فقیہ ہے۔ آپ علوم شریعت میں اپنے وقت کے امام اور یکتائے زمان تھے۔ دوست دشمن کی زبان پر سب سے بڑھنے میں متفق اللفظ تھے۔ شبلی مرتعش ابو علی ثقفی کی صحبت میں رہے تھے۔ ابو الحسن فوشنجی ابو نصر صفار نیشاپوری کی رفاقت میں رہے تھے۔ اچھی سماع والے اور اچھے وقت والے تھے۔ شیخ عبدالرحمن سلمی کہتے ہیں کہ ابو سہل صعلوکی سے سماع کی بابت پوچھا گیا تو کہا یستحب لاهل الحقائق دیباج لاهل العلم ویکره لاهل الفسق والفجور۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی جیب میں ہاتھ نہیں ڈالا کسی چیز پر گرہ نہیں لگائی۔ میرے پاس قفل اور کنجی نہیں رہی ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ قل تعدی من تمنی ان یکون کمن تغنی (معنے ہر دو کے ایک ہی ہیں) شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ بہتر ہے اور کسی نے ایسا نہیں کہا کہ اس کو طلب سے نہیں پاتے۔ لیکن طالب چاہئے ابو سہل صعلوکی نیشاپور میں ۳۶۹ھ فوت ہوئے۔ اور اُن کے بیٹے ابو الطیب سہل بن محمد بن سلیمان صعلوکی امام ماہ رجب ۴۰۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں

کہ سہل صعلوکی نے فرمایا ہے۔ من تصدر قبل اوانہ فقد تصدی لھوانہ یعنی جو شخص کہ قبل از وقت مقام صدارت و بزرگی میں آیا تو وہ اپنی ذلت و خواری کے درپے ہوا۔ ایک دن سہل صعلوکی نے درس میں کہا محبتہ ھی نا وحبتہ یعنے اس کی بیوی نے کہا ہے کہ تمام قرآن میں مجھ کو یہ بات بہت تعجب معلوم ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی ہے۔ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي یعنے میں نے تم کو اپنے لئے بنایا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو اس بات پر حسد آتا ہے +

شیخ ابو القاسم قشیری قدس سرہٗ

آپ کا نام عبد الکریم بن ہوازن قشیری ہے صاحب رسالہ اور تفسیر لطائف الارشادات وغیرہ کے ہیں۔ ہر فن میں ان کے لطیفے بہت ہیں۔ تصانیف بڑی لطیف ہیں۔ ابو علی دقاق کے مرید ہیں۔ ابو علی فارمدی کے استاد ہیں۔ ماہ ربیع الآخر ۴۶۵ھ میں فوت ہوئے ہیں صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں۔ کہ امام قشیری کو ان کے ابتدائی حال کی بابت میں نے پوچھا۔ کہا کہ مجھ کو ایک دفعہ گھر کی کھڑکی کے لئے پتھر کی ضرورت پڑی جس پتھر کو پکڑتا وہ جواہر بن جاتا تھا۔ پھر اس کو پھینک دیتا تھا۔ یہ اس لئے تھا کہ ان کے نزدیک دونوں برابر تھے۔ بلکہ جواہر ان کے نزدیک زیادہ ذلیل تھا کیونکہ اس سے اسکی خواہش نہ تھی پتھر کی خواہش تھی۔ صاحب کشف المحجوب یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان سے یہ سنا تھا۔ وہ فرماتے تھے۔ مثل الصوفی کمثل البرسام اولہ ھذیان واخرہ سکون فاذا تمکنت خرست یعنے صوفی کا حال برسام والے کی طرح ہے۔ اس کا شروع تو بکواس ہے۔ اور اس کے آخر میں سکون ہے۔ اور جب تونے قرار پکڑا تو گنگا ہو گیا۔ قشیری یہ بھی کہتے ہیں۔ التوحید سقوط الرسم عند ظھور الاسلام و فناء الاغیار عند طلوع الانوار تلاشی الخلائق عند ظھور الحقائق و فقد رویۃ الاغیار عند وجد قربۃ الجبار جل ذکرہٗ ومما انشد لنفسہٖ

سقی اللہ وقتا کنت اخلو بوجھکم ۔۔۔ وثغر الھوی فی روضۃ الانس ضاحک

اقمنا زمانا والعیون قریرۃ ۔۔۔ واصبحت یوما والجفون سوافک

یعنے توحید یہ ہے کہ ظہور سلام کے وقت رسم کو دور کر دیا جاوے۔ اور انوار کے طلوع کے وقت غیروں کو فنا کر دیا جاوے۔ ظہور حقائق کے وقت مخلوق معدوم ہو جائے۔ اور

خدا کے قرب کے وقت غیروں کا دیکھنا جاتا رہے۔ اور یہ ان کے اپنے شعر ہیں۔ یعنی خدائے تعالٰے اس وقت کو خوش کرے کہ میں غیر سے خالی ہو کر تمہارے چہرہ کے مشاہدہ میں تھا۔ اور عشق کے دانت محبت کے باغ میں ہنستے تھے۔ ہم ایک مدت تک اس طرح زندہ رہے کہ آنکھیں ٹھنڈی تھیں لیکن میں نے ایسے دن میں صبح کی کہ آنکھیں خون گراتی ہیں۔

شیخ ابوالعباس شقانی قدس سرہٗ

آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ اقسام علوم میں خواہ اصول ہو یا فروع امام تھے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا۔ بڑے صوفی تھے۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو ان سے بہت محبت تھی۔ اور ان کی مجھ پر سچی شفقت تھی۔ وہ بعض علوم میں میرے اُستاد تھے۔ ہرگز میں نے کسی طبقہ کے لوگوں میں ایسا شخص نہیں دیکھا۔ کہ اس کے نزدیک شرع کی زیادہ تعظیم ہو۔ جیسا کہ ان کے نزدیک تھی۔ ہمیشہ دنیا و آخرت سے نفرت رکھتے اور کہتے اشتھی عدما لاعود لہ یعنی میں ایسے عدم کو چاہتا ہوں۔ کہ جس کو لوٹنا نہ ہو۔ فارسی میں کہا کہ ہر آدمی کے لئے ایک مقام ہے جس کو وہ چاہتا ہے۔ اور میرا بھی ایک مقام ہے۔ جس کا تعین نہ ہو گا۔ اور وہ یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں اللہ تعالٰے مجھ کو ایسے عدم میں لے جائے کہ ہرگز اس کا وجود نہ ہو کیونکہ جو کچھ مقامات و کرامات ہیں یہ سب حجاب اور بلا ہیں۔ خدا کے دیدار میں نیستی حجاب کے آرام سے بہتر ہے اور جب حق تعالٰے ایسی ہستی ہے کہ اس پر عدم جائز نہیں تو اس کے ملک میں کیا نقصان ہے۔ کہ میں ایسا نیست ہو جاؤں۔ جس کے لئے ہستی نہ ہو۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں ابوالعباس کی خدمت میں گیا۔ ان کو میں نے دیکھا کہ یہ آیت پڑھتے ہیں۔ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ یعنے مثال دی اللہ تعالٰے نے ایک بندہ کی کہ جو مملوک ہے کسی شئے پر قدرت نہیں رکھتا۔ یہ آیت پڑھ کر رو رہے تھے۔ اور نعرہ مارتے تھے۔ میں نے سمجھا کہ اب یہ فوت ہو جائیں گے۔ میں نے کہا۔ اے شیخ یہ کیا حال ہے۔ کہا گیارہ سال ہو چکے ہیں کہ میرا وظیفہ یہاں تک پہنچا ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ایک دن شیخ ابوسعید ابوالخیر نیشاپور کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بڑے سید کہ جو نیشاپور کے بڑے سادات میں سے تھے۔ شیخ کے سلام کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اور شیخ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے شیخ ابوالعباس شقانی آئے۔ شیخ نے ان کو سید سے بڑھ کر بٹھلایا۔ سید صاحب اس سے ناراض ہو گئے

اور ان کے دل میں ایک قسم کی داد رسی پیدا ہوئی۔ شیخ نے سید اجل کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کو جو دوست رکھتے ہیں۔ تو مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے دوست رکھتے ہیں اور ان کو جو دوست رکھتے ہیں تو خدا تعالےٰ کی وجہ سے شیخ ابوالعباس شقانی کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دن گھر میں آیا۔ دیکھا کہ ایک کتا لیٹا ہوا ہے۔ میں نے سمجھا کہ محلہ سے آیا ہے۔ میں نے اس کے نکالنے کا ارادہ کیا۔ وہ میرے دامن کے نیچے آکر گم ہو گیا ؛

ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی قدس اللہ سرہٗ

آپ ابوالفضل بن حسن بن سرخسی کے علاوہ ہیں۔ انھوں نے بیت الجن میں وفات پائی کہ جو ایک گاؤں عقبہ پر دمشق کے نزدیک ہے۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں۔ کہ میں طریقت میں ان کا تابع ہوں۔ علوم تفسیر و روایات کے عالم تھے۔ حصری کے مرید اور سرازدان تھے۔ ابو عمر قزوینی کے ہمعصر تھے۔ ابوالحسن ساٹھ سال تک گوشوں میں بھاگتے پھرے۔ اور اپنا نام لوگوں میں گم کر دیا ہوا تھا۔ اکثر لگام پہاڑ میں رہتے اچھی عمر ہو گئی تھی۔ ان کے نشانات و کرامات بہت تھے لیکن صوفیوں کا لباس اور ان کے رسوم کے پابند نہ تھے۔ رسمی صوفیوں سے سختی سے پیش آتے تھے۔ میں نے اُن سے بڑھ کر کوئی شخص ہیبت ناک نہیں دیکھا۔ میں نے اُن سے سُنا تھا۔ کہ فرماتے تھے۔ الدنیا یوم ولنا فیھا صوم یعنے دنیا ایک دن ہے۔ اور ہمارا اس میں روزہ ہے۔ ایک دن میں ان کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا تھا۔ کہ میرے دل میں گذرا۔ جب سب کام تقدیر اور قسمت میں ہیں۔ تو کیوں آزاد لوگ۔ پیروں کی خدمت کرامت کی امید پر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے بیٹا جو کچھ تمہارے دل میں گذرا ہے مجھے معلوم ہو گیا۔ ہر حکم کے لئے ایک سبب ہوا کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ سردار کے بچہ کو ملک کا تاج دے۔ تو پہلے اس کو توبہ دیتا ہے۔ اور کسی دوست کی خدمت میں مشغول کرتا ہے۔ تاکہ خدمت اس کی بزرگی کا سبب بن جائے۔ شیخ نے ایک اور وقت بیت الجن سے دمشق کا ارادہ کیا بارش آگئی تھی ہم کیچڑ میں بمشکل چلتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ شیخ کی جوتی خشک تھی۔ میں نے ان سے کہا۔ انہوں نے کہا ہاں جب سے میں نے توکل کی راہ کا پورا قصد کر لیا ہے۔ اور اپنے باطن کو وحشت کی راہ سے بچا لیا ہے۔ خداوند تعالےٰ نے ہمارے قدم کو کیچڑ سے بچا لیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میرے شیخ ابوالفضل بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۶ سال تک ایک ہی جامہ رکھا ہوا تھا۔

بے تکلف اسی کو پیوند لگاتے رہتے تھے۔ صاحب کشف المحجوب یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے کہا ہے ایک دفعہ اولیاء اللہ کی جماعت جنگل میں جمع تھی میرے پیر حصری مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ میں نے اس جماعت کو دیکھا کہ ہر ایک ناقہ پر سوار آتا تھا۔ اور شیخ حصری اُن کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا۔ کہ وہ ٹوٹی ہوئی جوتی اور ٹوٹے ہوئے عصا سے اور پاؤں سے جو بیکار ہو گئے تھے ننگا سر، بدن جلا ہوا لاغر دبلا آیا۔ حصری جھٹ اُٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر اس کو بلند جگہ پر بٹھلایا۔ میں نے تعجب کیا۔ اس کے بعد میں نے شیخ سے اس کا سبب پوچھا فرمایا کہ یہ خدا کے ولیوں میں سے ایک ایسا ولی ہے۔ کہ ولایت کے تابع نہیں بلکہ ولایت اس کے تابع ہے' امات کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

علی بن عثمان بن علی الجلابی غزنوی قدس سرہٗ العزیز یعنی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے عالم اور عارف تھے۔ شیخ ابو الفضل بن حسن ختلی کے مرید تھے۔ اور دیگر بڑے بڑے مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ صاحب کشف المحجوب ہیں جو کہ اس فن میں ایک مشہور کتاب ہے جس میں لطائف و حقائق بہت جمع ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے پوچھا تھا۔ کہ درویش کو کم از کم کیا ہونا چاہیئے۔ جس سے فقر کا اسم اس پر مناسب ہو سکے۔ فرمایا تین چیزیں چاہیئے اور ان تین سے کم نہ چاہیئے۔ ایک تو یہ کپڑے کو درست پیوند لگا سکے۔ دوم یہ کہ سچی بات کہے اور سُنے۔ سیوم یہ کہ زمین پر سیدھا پاؤں رکھے۔ درویشوں کا ایک گروہ میرے ساتھ تھا۔ کہ یہ بات کہی تھی۔ جب ہم اپنے مکان پر آئے تو ہم نے کہا کہ آؤ ہم سب اس میں باتیں کریں۔ ہر ایک نے کچھ کچھ کہا۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ سیدھا پیوند لگانا یہ ہے کہ فقر کے لئے سیئے نہ زینت کے لئے۔ جب پیوند لگائے۔ اگر اُلٹا پُلٹا جائے تو سیدھا ہی سمجھا جائے۔ اور سچی بات یہ ہے۔ کہ حال سے سُنے نہ خودی سے اور حق وعی سے اس میں تصرف کرے نہ خوش طبعی سے۔ اور زندگانی سے اُس کو سمجھے نہ عقل سے۔ اور سیدھا پاؤں زمین پر رکھنا یہ ہے کہ وجد کے ساتھ زمین پر مارے نہ لہو کے ساتھ۔ میری اس بات کو بعینہ اس پیر کی خدمت میں لوگوں نے پیش کیا

تو فرمایا اصحاب علی حیوہ اللہ تعالیٰ یعنے علی درست کہتے ہیں۔ خدا ان کا جبر نقصان کرے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میقہ میں ابوسعید کے مزار پر میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ ایک سفید کبوتر کو میں نے دیکھا کہ وہ آیا ہے اور قبر پر جو کپڑا ڈالا ہوا تھا اس میں چھپ گیا۔ جب اُٹھا اور دیکھا تو اس کپڑے کے نیچے کچھ بھی نہ تھا۔ دوسرے دن بھی ویسے ہی دیکھا۔ تیسرے دن بھی ویسا ہی دیکھا یہاں تک کہ ایک رات مَیں نے اُن کو خواب میں دیکھا۔ اور اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ کبوتر میری صفائی کا معاملہ ہے۔ کہ ہر روز میری ہمنشینی کے لئے قبر میں آتا ہے ؂

خواجہ احمد حماد سرخسی قدس سرہٗ

صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں۔ کہ آپ وقت کے عابدوں میں بہادر تھے۔ ایک مدت تک میرے ساتھ رہے ہیں۔ اُن کے وقت میں بہت سے عجائبات میں نے دیکھے ہیں۔ ایک دن میں نے اُن سے پوچھا کہ تمہاری ابتدائی حالت کیسی تھی۔ کہا کہ میں سرخس سے چلا اور جنگل میں آیا۔ اونٹوں کی نگہبانی کرتا تھا۔ اور ایک مدت تک وہاں تھا ہمیشہ میں بھوکے رہنے کو پسند کرتا۔ اپنا حصہ دوسروں کو دیا کرتا تھا۔ اور خدا کا فرمان میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ الایۃ یعنے وہ اپنے آپ پر اوروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس گروہ صوفیہ کا معتقد تھا۔ ایک دن ایک شیر جنگل سے آرہا تھا۔ وہ ایک میرے اونٹ کو پکڑ کر ٹیلہ پر لے گیا۔ اور آواز دی جس قدر درندے طرح طرح کے اس جنگل میں تھے سب اُس کی آواز سُنکر آ گئے۔ اور وہاں جمع ہو گئے۔ وہ آیا۔ اور اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور کچھ نہ کھایا۔ اور پھر ٹیلہ پر چلا گیا۔ تمام درندے بھیڑیا گیدڑ۔ لومڑی وغیرہ ملکر اس کو کھانے لگے اور خوب پیٹ بھر لئے۔ وہ الگ بیٹھا تھا۔ جب سب کھا کر چلدیئے اُس وقت شیر آیا اور چاہا کہ کچھ اس میں سے کھائے کہ ایک لومڑی دُور میں سے ظاہر ہوئی۔ شیر واپس چلا گیا۔ اور پھر ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ لومڑی بھی خواہش کے مطابق کھا کر چلی گئی۔ اُس کے بعد پھر شیر اُترا اور کچھ اس میں سے کھایا۔ مَیں دُور سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے چلنے کے وقت مجھ سے کہا کہ اے احمد لقمہ کا دیدینا کُتوں کا کام ہے۔ اور مردانِ دین کا یہ کام ہے کہ جان قربان کر دیں۔ جب میں نے یہ پختہ دلیل اس سے سُنی تو میں نے سب شغل دنیاوی چھوڑ دئے اور میری توبہ کی ابتداء یہ تھی ؂

ادیب کمنداری قدس سرہٗ

آپ صاحب کشف المحجوب کے ہمعصر ہیں کہتے ہیں کہ بیس سال تک کھڑے رہے تھے تشہد کے سوا نہیں بیٹھتے تھے۔ لوگوں نے اُن سے پوچھا کیوں نہیں بیٹھتے ہو انہوں نے کہا کہ مجھے ابھی یہ درجہ حاصل نہیں کہ خدا کے مشاہدہ میں بیٹھوں +

ابوالحسن بن مثنیٰ قدس اللہ سرہٗ

آپ کا نام علی بن مثنیٰ ہے۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر کہتے ہیں کہ میں جوان تھا۔ استرآباد میں ابوالحسن بن مثنیٰ کے پاس آیا وہ پیر بڑے بزرگ اور بارعب تھے شبلی رح کی صحبت میں رہے تھے، اور ان میں باہم کچھ شکر رنجیاں تھیں۔ میرے پاس ایک درویش بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ پیر ابوالحسن سے پوچھو کہ شبلی کی باتیں ہم کو سنائے میں نے کہا اے شیخ ہم کو شبلی رح کی باتیں سناؤ، کہنے لگے کیوں پہلے یہ نہیں کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سناؤ میں نے کہا دونوں کی سناؤ۔ اس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میری امت پر سوائے سورہ کہف کے اور کوئی سورت نہ اترتی تو وہ کافی تھی۔ شیخ ابو سعید یہ بھی کہتے ہیں، کہ شیخ ابوالحسین مثنیٰ سے میں نے سنا کہ وہ کہتے تھے۔ میں جامع مسجد بغداد میں شبلی رح کی مجلس کے ایک طرف کھڑا تھا۔ ایک شخص وہاں پہنچا جو صوفیہ کے لباس میں تھا۔ پوچھا ایہا الشیخ ما الوصل یعنے وصل کیا چیز ہے شبلی رحمۃ اللہ نے ادھر منہ کیا اور کہا ایہا السائل عن الوصل اسقط العطفتین وقد وصلت یعنے اے وہ شخص جو وصل کی بابت سوال کرتا ہے دونوں جانب اعتبار کو دور کر دے، تو پھر تجھ کو وصل ہو جائیگا سائل نے کہا یا ابابکر ما العطفتان یعنے اے ابابکر وہ جانب کیا ہیں شبلی رح نے کہا قام ذروۃ بین یدیکم فحجبتکم عن اللہ یعنے تمہارے سامنے ایک بلندی قائم ہو گئی ہے جو تم کو خدا سے حجاب میں ڈالتی ہے۔ پھر سائل نے کہا۔ ما تلک الذروۃ یعنے وہ بلندی کیا ہے کہا الدنیا والعقبیٰ کذا قال ربنا منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ فاین من یرید اللہ یعنی یہ بلندی دنیا اور آخرت ہے جیسا کہ ہمارا رب فرماتا ہے، کہ تم میں سے بعض دنیا کو چاہتے ہیں۔ اور بعض آخرت کو چاہتے ہیں، پس کہاں ہیں وہ لوگ؟

جو اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہیں۔ اس کے بعد شبلی رح نے کہا اذا قلت اللہ فھو اللہ واذا اسکت فھو اللہ یا اللہ یا اللہ یا من ھو ھو ولا یعلم احد ما ھو الا ھو سبحانہ وحدہ لا شریک لہ یعنے جب تو اللہ کہے تو اللہ ہے اور جب تو چپ کر رہے تو وہ اللہ ہے اے اللہ اے اللہ اے وہ اے وہ نہیں جانتا۔ کوئی شخص کہ وہ کیا ہے۔ مگر وہ خود ہی جانتا ہے وہ پاک ہے پاک ہے اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ کہکہ شبلی بیہوش ہو گئے۔ اور بیخود گر پڑے ان کو اُٹھا کر گھر لے گئے +

شیخ احمد نجار استر آبادی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ خراسان کے شیخ ہیں۔ شبلی اور مرتعش کی صحبت میں رہے ہیں۔ شبلی رح نے ایک دفعہ ان کی موچھیں کھولی تھیں۔ اُنہوں نے کہا آئندہ کبھی نہ کھولنی چاہئے + اصل لفظہ شارب ہے جس کے معنے رگ کے بھی ہیں یفصد لنبا۔ نامی

ابو زرعہ رازی قدس سرہٗ

آپ کا نام احمد بن محمدؒ ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے تیرہ شخصوں کو دیکھا ہے جنھوں نے ان کو دیکھا ہے۔ شبلی رح کے شاگرد ہیں۔ ان سے لوگوں نے کہا۔ تمام دن ہنساتے رہتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی سرمایہ نہیں ہے کہ درویش میری باتوں سے ہنسیں۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہوا۔ کہا مجھ کو اللہ تعالےٰ نے سامنے بلایا۔ اور پوچھا تم ہی ہو کہ جس نے میرے دین میں لوگوں کے ساتھ زرہ پہنی تھی۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا ھلا و کانت خلقی الی واقبلت بقلبک علیّ یعنے کیوں نہ سپرد کیا میری مخلوق کو میری طرف اور کیوں نہ متوجہ ہوا اپنے دل سے میری طرف +

شیخ ابو زرعہ اردبیلی قدس سرہٗ

آپ کا نام عبد الوہاب بن محمدؒ بن ایوب اردبیلی ہے۔ عالم زاہد تھے۔ بہت سے سفر کئے تھے۔ اور بڑی عمر والے تھے۔ شیخ ابو زرعہ خفیف کے ساتھ عرب کے راہ میں مدینہ

شریف تک ہمراہ تھے کہتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ نے سفر کا قصد کیا تھا۔ ابو زرعہ کے سامنے آئے ابو زرعہ کچھ گوشت پکا کر ان کے سامنے لائے۔ شیخ نے نہ کھایا جب سفر کے لئے باہر گئے تو جنگل میں راستہ بھول گئے۔ اور چار دن بھوکے رہے کچھ نہ کھایا۔ شیخ نے یاروں سے کہا تلاش کرو شاید کوئی شکار مل جائے یہاں تک کہ ایک کتے کو دیکھا بڑی کوشش کر کے اس کو پکڑا اور مار ڈالا۔ امام مالک کے مذہب کے مطابق سکو تقسیم کیا۔ اس کا سر شیخ کے حصے میں آیا۔ ہر ایک اپنا حصہ کھاتا تھا۔ مگر شیخ اس کے کھانے میں تامل کرتے تھے یہانتک کہ رات گذر گئی۔ جب صبح کا وقت ہوا۔ تو اس کتے کا سر بول اٹھا۔ اور کہنے لگا یہ اس شخص کی سزا ہے کہ سڑا ہوا گوشت ابو زرعہ اردبیلی کے دستر خوان سے نہ کھائے۔ شیخ اٹھے لوگوں کو جگایا اور کہا کہ آؤ ابو زرعہ کے پاس جائیں ان سے معافی مانگیں۔ پھر شیراز میں واپس گئے۔ اور ان سے معافی مانگی پھر سفر کے لئے باہر نکلے کہتے ہیں۔ کہ ابو زرعہ آخر عمر میں صوفیوں پر نکلے اور ان میں پڑ گئے۔ شاید کہ یہ نسبت بے معنے نہ ہو۔ شاید کہ وہ اس کے مستحق ہوں۔ آپ ۴۱۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

ابو عبد اللہ المشہر بباپونی قدس سرہٗ (یابھاونی)

آپ کی قبر شیراز کے مشہور مزارات میں سے ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ کہا تھا امست کردیا و اصبحت عربیا یعنے میں نے شام کی تھی کردی بنکر اور صبح کی تھی عربی بنکر۔ ان کا قصہ یہ تھا۔ کہ آپ کردی تھے۔ ایک دن شیراز کے ایک مدرسہ میں آئے دیکھا کہ طالب علم درس اور مباحثہ میں مشغول ہو رہے ہیں۔ ان سے سوال کیا وہ سب ہنس پڑے انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہارے علوم میں سے کچھ سیکھوں۔ انہوں نے کہا اگر تم چاہتے ہو۔ کہ عالم بن جاؤ۔ ایک رسی اپنے گھر کی چھت سے لٹکا۔ اپنے پاؤں کو اس کے ساتھ مضبوط باندھ دے۔ جس قدر ہو سکے یہ وظیفہ پڑھ کز بزہ غضفرہ تو پھر علم کے دروازے تم پر کھل جائینگے۔ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ مجھ سے طالبعلم ہنسی کرتے ہیں۔ گھر گیا اور ویسا ہی کیا اپنی حسن نیت اور صدق یقین سے جو کچھ طلبا نے سبق پڑھایا تھا عبارات بغیر تکرار کرتا رہا۔ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس پر علم لدنی کے دروازے کھول دئے۔ اور ان کا سینہ انوار قدس سے کھل گیا ایسے ولی عالم بن گئے۔ کہ ہر ایک باریک مسئلہ کا جواب بتلاتے اور ہر مخالف

پر غلبہ پانے +

شیخ ابو عبداللہ باکو قدس سرہٗ

آپ کا نام علی بن محمد بن عبداللہ ہے۔ مگر ابن باکو یہ مشہور تھے۔ علوم میں متبحر تھے۔ جوانی میں شیخ عبداللہ خفیف کو دیکھا تھا۔ اس کے بعد شیراز سے سفر کیا تھا۔ نیشاپور میں امام قشیری شیخ ابو سعید قدس اللہ تعالے اسرارہم سے ملاقات کی تھی۔ شیخ ابو العباس نہاوندی کے مصاحب تھے۔ ان کے درمیان طریقت میں بہت سی باتیں ہوئی تھیں۔ شیخ ابو العباس نے اُن کی بزرگی اور سبقت کا اقرار کیا ہے۔ اُس کے بعد شیراز میں واپس آئے اور پہاڑوں غاروں میں جو شیراز کے نزدیک ہیں گوشہ نشین رہے ہیں۔ تمام مشائخ صوفیہ کے علماء و فقراء ان کی صحبت میں آتے تھے آپ ۴۴۲ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ ایسے وقت میں کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر نیشاپور میں تھے۔ اُستاد ابو القاسم قشیری نے اُن سے التماس کیا تھا کہ ہفتہ میں ایک دن اُن کی خانقاہ میں مجلس وعظ کیا کرینگے۔ منبر رکھا گیا تھا۔ اُس پر جامہ ڈال دیا ہوا تھا۔ لوگ آتے اور بیٹھ جاتے۔ شیخ ابو عبداللہ باکو اُستاد کے پوچھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جب بیٹھے تو ایک دوسرے کا حال پوچھا

شیخ ابو عبداللہ نے کہا اُستاد امام یہ کیا ہے۔ کہا شیخ ابو سعید مجلس کرینگے۔ بیٹھو اور سنو۔ ابو عبداللہ نے کہا میں اُن کا معتقد نہیں ہوں۔ اُستاد ابو عبداللہ بیٹھے اُستاد امام نے کہا سنو کہ یہ مرد دلوں کی باتوں کو جانتا ہے خبردار کوئی حرکت نہ کرنا اور دل میں اور اندیشہ نہ لانا کہ وہ اسی وقت ظاہر کر دینگے۔ پھر شیخ ابو سعید آئے۔ اور منبر پر بیٹھے۔ قاری خوانوں نے قرآن پڑھا اور شیخ نے دُعا کی۔ جب بات شروع کی۔ تو ابو عبداللہ باکو نے ہوا کی طرف منہ کیا اور آہستہ اپنے دل میں کہا کہ دزباد میں ہوا ابھنت ہے۔ (وزباد وہ موضع کہ ہوا اس میں بہت جمع ہو جاوے) ابھی اُنہوں نے پوری بات دل میں نہ سوچی تھی۔ کہ شیخ ابو سعید اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا کہ ہاں وزباد ہوا کا معدن ہے یہ بات کہکہ پھر تقریر شروع کی۔ جب شیخ تقریر میں گرم ہو گئے۔ تو شیخ عبداللہ نے یہ حالت دیکھی۔ اور ان کی حکومت و بزرگی دلوں پر مشاہدہ کرکے یہ خیال کیا کہ میں کس قدر مقامات میں مجرد کھڑا ہوا ہوں۔ اور کس قدر مشائخ کو دیکھا ہوں۔ کیونکہ لڑکپن سے اُن کی خدمت میں پھرا ہوں۔

یہ کیا سبب ہے کہ یہ سب باتیں اس مرد پر ظاہر ہوئی ہیں۔ اور ہم پر ظاہر نہیں ہوتیں شیخ ابو سعید نے اسی وقت ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اے خواجہ سے

تو چنانی کہ ترا بخت چنان است وچناں من چنینم کہ مرا بخت چنین است وچناں

وصلے اللہ علی محمد وآلہ اجمعین ہاتھ منہ پر ملا۔ اور منبر سے نیچے اُتر آئے۔ استاد امام اور ابو عبداللہ باکو کے سامنے گئے۔ جب بیٹھے تو شیخ ابو سعید نے اُستاد امام سے کہا۔ کہ ان حضرت سے کہیئے کہ مجھ سے دل صاف کرلیں۔ ابو عبداللہ باکو نے کہا کہ میں اس وقت خوش ہونگا کہ ہر جمعرات کو میرے پاس آؤ۔ اور پھر نہ آؤ۔ شیخ ابو سعید نے فرمایا کہ بہت سے مشائخ اور بزرگوں کی نظر آپ پر پڑی ہے۔ ہم ان نظروں کی وجہ سے آتے ہیں نہ آپ کے لئے۔ جب شیخ ابو سعید نے یہ بات کہی تو تمام حاضرین سے رونا اور چیخنا شروع ہو گیا۔ شیخ ابو عبداللہ بھی رو پڑے۔ اور وہ انکار و رنجش دل سے جاتی رہی۔ بلکہ صاف دل ہو گئے۔ سب لوگ خوش ہو کر اٹھے جب شیخ ابو عبداللہ کو وہ انکار نہ رہا۔ تو وہ شیخ ابو سعید کے سلام کو جایا کرتے لیکن ابھی ان کے رقص و سماع پر سخت انکار کرتے اور کبھی کبھی اس کا اظہار بھی کر دیتے۔ ایک رات اُنہوں نے خواب میں دیکھا کہ ہاتف غیبی ان کو کہہ رہا ہے قوموا وارقصوا للّٰہ یعنے کھڑے ہو جاؤ اور اللہ کے لئے رقص کرو۔ جب یہ بیدار ہوئے تو کہنے لگے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ خواب شیطانی ہے دوبارہ سو گئے تو پھر ہاتف کہتا ہے قوموا وارقصوا للّٰہ یعنے کھڑے ہو اور خدا کے لئے رقص کرو پھر بیدار ہوئے اور لاحول پڑھنے لگے ذکر کرنے لگے اور چند سورہ قرآن پڑھیں۔ تیسری بار سوئے تو پھر وہی خواب دیکھا تب معلوم کیا کہ یہ خواب شیطانی نہیں ہے اور یہ اسی انکار کے سبب سے ہے کہ جو شیخ ابو سعید پر کرتا ہوں۔ صبح ہی شیخ ابو سعید کی خانقاہ میں آئے۔ جب خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے تو شیخ ابو سعید حجرہ میں کہتے تھے۔ قوموا وارقصوا للّٰہ شیخ ابو عبداللہ خوش ہو گئے۔ اور وہ ان کا انکار بالکل جاتا رہا +

شیخ مومن شیرازی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو اسمٰعیل عیاش کہتے ہیں۔ کہ میں نے حج کی نیت کی۔ اور شیراز میں پہنچا۔ ایک مسجد میں گیا۔ شیخ مومن کو دیکھا کہ درزی گری کرتے ہیں۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔

ے شیر فروش ۱۲ ؎ بہ فقط کا ابن نونہیں۔ نامی

مجھ سے پوچھا کہ کس نیت سے نکلے ہو۔ میں نے کہا حج کا ارادہ ہے۔ کہا ماں ہے۔ میں نے کہا ہاں ہے۔ کہا لوٹ جاؤ اور ماں کی خدمت کرو۔ مجھ کو یہ بات اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ پھر کہا دل میں پیچ و تاب کیا کھاتے ہو۔ میں نے پچاس حج کئے ہیں۔ اور وہ بھی سر اور پاؤں برہنہ سے میں وہ سب تم کو دیدیتا ہوں۔ تم اپنی والدہ کی خوشی مجھے دیدو۔

شیخ ابواسحٰق شامی قدس سرہ

آپ بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کی قبر مکہ میں ہے جو کہ بلاد شام میں ہے۔ شیخ علو دینوری کے مرید ہیں اور وہ شیخ ابو ہبیرہ بصری کے مرید تھے وہ حذیفہ مرعشی کے۔ وہ حضرت ابراہیم ادھم قدس اللہ اسرارہم کے مرید ہیں۔ یہ شیخ ابو اسحٰق شامی چشت میں پہنچے ہیں۔ اور خواجہ ابو احمد ابدال نے، کہ چشت کے اعلےٰ درجہ کے مشائخ ہیں۔ ان کی صحبت حاصل کی ہے۔ اور انہی سے تربیت حاصل کی ہے۔

خواجہ ابواحمد ابدال چشتی قدس سرہٗ

آپ سلطان فرسناعہ کے صاحبزادہ ہیں۔ جو کہ چشت کے شریف اور اس ولایت کے امیر تھے۔ آپ کی ایک ہمشیرہ نہایت نیکبخت تھی۔ شیخ ابو اسحٰق شامی انکے گھر میں آیا کرتے۔ اور ان کا کھانا کھایا کرتے۔ ایک دن آپ نے ان سے کہا کہ تمہارے بھائی کے لڑکا ہوگا۔ جس کی بڑی شان ہوگی۔ تم کو چاہئے کہ اپنی بھاوج کی محافظت کرو۔ کہ حمل کے ایام میں کوئی چیز جس میں حرام یا اس کا شبہ ہو نہ کھائے۔ وہ ضعیفہ صالح شیخ ابو اسحٰق کے فرمان کے مطابق اپنے ہاتھ سے چرخہ کاتتی اور سوت کو بیچکر اپنی بھاوج کے لئے ضروریات خرید لیتی۔ یہاں تک کہ بتاریخ ۲۶۰ھ ہجری میں جو زمانہ خلیفہ معتصم باللہ کا تھا خواجہ ابو احمد پیدا ہوئے۔ اور وہی نیک بخت پھوپھی، ان کو اپنے گھر میں بوجہ حلال پرورش کرتی۔ کبھی کبھی شیخ ابو اسحٰق ان کے گھر میں آتے اور بچپنے میں خواجہ ابو احمد کو دیکھتے۔ کہا کرتے کہ اس لڑکے سے ایسی خوشبو آتی ہے کہ جس سے بڑا خاندانی ظاہر ہوگا۔ عجیب حالات اور غریب آثار دیکھنے میں آئیں گے۔ جس وقت کہ خواجہ ابو احمد بیس سال کی عمر کے ہوگئے۔ اور اپنے والد سلطان فرسنامہ کے ساتھ شکار کے قصد سے پہاڑ کی طرف گئے۔ شکار کی حالت میں اپنے باپ اور ان کے نوکر چاکروں سے

علیحدہ ہوگئے۔ ایک پہاڑ پر پہنچے، دیکھا کہ چالیس شخص اہل اللہ میں سے ایک پتھر پر کھڑے ہیں۔ اور شیخ ابو اسحٰق شامی ان میں موجود ہیں۔ آپ کا حال متغیر ہوگیا۔ گھوڑے پر سے اتر پڑے اور شیخ کے پاؤں پر گر پڑے، گھوڑا اور ہتھیار جو کچھ تھا سب چھوڑ دیا۔ اور پشمینہ پہن لیا اور ان کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ ہر چند ان کے باپ اور متعلقین نے ان کو طلب کیا مگر نہ پایا۔ بعد چند روز کے خبر آئی کہ شیخ ابو اسحٰق کے ساتھ پہاڑ کے فلاں موقع پر رہتے ہیں۔ ان کے باپ نے ایک جماعت کو بھیجا کہ اس کو لے آئیں وہ لے آئے ہر چند نصیحت کی اور قید بھی کیا۔ لیکن جس دھن میں آپ پڑ گئے تھے بھلا اس سے کہیں نکال سکتے تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ ان کے باپ کو اطلاع دی۔ اس نے چھت پر چڑھ کر نہایت غصہ سے ایک بڑا پتھر اٹھایا کہ روزن میں سے ان کو مارے وہ روزن (کھڑکی) بند ہوگئی۔ اور اس نے پتھر کو پکڑ لیا۔ یا یوں کہتے ہیں کہ پتھر کو ہوا نے روک لیا۔ اور وہ معلق کھڑا رہا۔ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ جب باپ نے یہ حال دیکھا تو اپنے بیٹے کے ہاتھ پر توبہ کی۔ ان سے اس قسم کی بہت سی کرامات اور خرق عادات اس قدر نہیں ہوئیں۔ کہ ان کو تفصیل وار بیان کیا جا سکے۔ آپ ۳۵۵ ہجری میں فوت ہوئے +

خواجہ محمد بن ابی احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے باپ کی وفات کے بعد اپنے باپ کے قائم مقام تھے۔ اور باپ کے فرمان کے مطابق حالانکہ چوبیس سال سے زیادہ ان کی عمر نہ تھی امور دینی اور معارف یقینی کو حاصل کیا بڑے زاہد متقی تھے۔ دنیا اور دنیا داروں سے بڑے بچتے تھے ہمیشہ زہد اور ترک دنیا کی رغبت دلایا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے، جب ہمارا اول و آخر دنیا کا ترک ہے۔ تو اپنے آپ کو اس کے دھوکہ اور غرور سے بچانا چاہیئے۔ ایک دفعہ سلطان محمود سبکتگین سومنات کی لڑائی کے لئے گیا ہوا تھا۔ خواجہ کو خواب میں دکھائی دیا۔ کہ اس کی مدد کو جانا چاہیئے ستر سال کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ متوجہ ہند ہوئے۔ جب وہاں پہنچے بہ نفس نفیس مشرکوں اور بت پرستوں کے ساتھ جہاد کیا۔ ایک دن مشرکوں نے غلبہ کیا اور لشکر اسلام نے پناہ کی جنگل میں لے آئے۔ قریب تھا کہ ان کو شکست ہو۔ خواجہ کا ایک مرید چشت میں تھا۔ آسیا بان محمد کاکو اس کا نام تھا خواجہ نے آواز دی کہ کاکو چلا آ۔ اسی وقت کاکو کو دیکھا کہ بیقرار ہے اور لڑ رہا ہے یہاں تک

کہ لشکر اسلام نے فتح پائی۔ اور کافر بھاگ گئے۔ اسی وقت محمد کاکو کو چشت میں لوگوں نے دیکھا تھا۔ کہ چکی کے ہتھے کو اٹھایا ہوا تھا۔ اور چکی کو در و دیوار پر مارتا تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تھا۔ تو یہی قصہ کہا تھا ۔

استاد مردان رحمۃ اللہ علیہ

آپ سنجان خواف کے قصبہ کے رہنے والے تھے۔ خواجہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ برسوں تک استنجوں کے ڈھیلے اور ان کے وضو کے پانی کو تیار کیا کرتے تھے۔ ایک دن ان کو وطن جانے کے لئے حکم دیا تو رو پڑے اور کہا کہ میں آپ کی جدائی کی طاقت نہیں رکھتا۔ خواجہ نے کرم کیا اور کہا۔ جس وقت تم کو ہمارے دیکھنے کی آرزو ہو گی جسمانی حجاب اور مکانی مسافتیں اٹھ جائینگی۔ ہم کو وہیں سے تم دیکھ لیا کرو گے۔ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا استاد کہتے تھے کہ میں سنجان سے چشت کو دیکھتا ہوں وہ رحمۃ اللہ ۴۱۱ھ ہجری میں فوت ہوئے ۔

خواجہ یوسف بن محمد بن سمعان رحمۃ اللہ

آپ محمد بن ابی احمد کے ہمشیرہ زاد اور ان کے مرید و تربیت یافتہ ہیں۔ خواجہ محمد ۶۵ سال تک عیالدار نہیں ہوئے۔ ایک ان کی ہمشیرہ تھی۔ جن کی وہ خدمت کیا کرتے تھے۔ ان کا کھانا پہننا ان کے ہاتھ کے کاتے ہوئے سے ہوتا تھا۔ آپ کا سن چالیس سال تک پہونچا تھا۔ بھائی کی خدمت اور خدا کی بندگی کی وجہ سے نکاح کی خواہش نہ رکھی تھی۔ ایک رات خواجہ محمد ان کے پدر بزرگوار نے خواجہ ابو احمد کو خواب میں دیکھا کہ یوں کہتے ہیں۔ تمہاری ولایت میں فلاں شخص ہے محمد بن سمعان اس کا نام ہے جس نے علم تحصیل کیا ہے۔ اور زمانہ کی اصلاح کر دی ہے۔ تم اپنی ہمشیرہ کا نکاح کر دو۔ خواجہ نے ان کو طلب کیا۔ اور اپنی ہمشیرہ کا نکاح ان سے کر دیا۔ پھر وہ بھی چشت میں رہ گئے تھے۔ خواجہ یوسف انہیں کے فرزند ہیں۔ خواجہ محمد ۶۵ سال کے بعد عیالدار ہوئے تھے۔ لیکن کوئی لڑکا بزرگ نہ ہوا تھا۔ خواجہ یوسف کو بمنزلہ فرزند کے پرورش کرتے تھے۔ علم اور راہ خدا کے سلوک کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد وہی ان کے قائم مقام ہوئے۔ خواجہ یوسف کو پچاس سال کے بعد گوشہ نشینی اور قطع تعلق ہوا۔ انہوں نے چاہا۔ کہ خواجہ حاجی مکی کے مزار کے نزدیک

کہ جو بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اور شیخ ابو اسحٰق اُن کی زیارت کیا کرتے تھے۔ ایک چلہ زمین میں کہ یہ
ہاتف غیبی کے اشارہ سے اس موضع کو کہ اب اُن کا چلہ خانہ ہے اختیار کیا۔ جب بیل کلھاڑا لائے
تو زمین بہت سخت تھی چنانچہ کوئی اُس کو توڑ نہ سکتا تھا۔ خواجہ نے کلھاڑا ہاتھ میں لیا۔ اور
اپنے دست مبارک سے دس بجے سے لے کر نماز ظہر تک اسکو کھود کر پورا کر دیا۔ بارہ سال
تک وہاں قیام کیا اس قدر وحشت وحیرت وشیفتگی اُن پر غالب ہوئی کہ کبھی ایسا ہوتا جب
خادم وضو کا پانی ان کے ہاتھ پر ڈالتے۔ تو وضو کی حالت میں اپنے آپ سے غائب ہو جاتے
ایک گھڑی کم وبیش اس غیبت کی حالت میں رہتے پھر موجود ہو جاتے۔ اور وضو کو پورا
کرتے۔ اس وقت میں کہ شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل، عبداللہ انصاری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ
چشت کے مزار پر گئے تھے۔ تو ان سے ملاقات کی تھی۔ بعد واپسی کے ہرات میں مجالس
اور محفلوں میں ان کی تعریف کیا کرتے وہ رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۹ھ میں فوت ہوئے
اور ان کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ انتقال کے وقت اپنے چھوٹے صاحبزادہ قطب الدین مودود
چشتی کو تحصیل علوم کی وصیت فرمائی اور اپنا قائم مقام کیا +

خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ نے سات سال کی عمر میں تمام قرآن کو ترجمہ کے ساتھ حفظ کر لیا تھا۔ تحصیل علوم میں مشغول
ہوئے۔ جب ۲۶ سال کی عمر کو پہنچے تو اُن کے والد بزرگوار خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ
انتقال فرما گئے۔ اور اُن کو اپنے قائم مقام بنا گئے۔ آپ عمدہ خصائل سے موصوف تھے۔
اور افعال پسندیدہ سے مشہور۔ اس ولایت کے تمام لوگ ان کے معتقد ان کے دوست
فرمانبردار ارادتمند تھے۔ شیخ الاسلام احمد نامقی جامی قدس اللہ تعالےٰ روحہ کا شرف صحبت
اور دولت تربیت پائی تھی۔ ایسے وقت میں کہ حضرت شیخ الاسلام جام کی ولایت سے ہرات
میں تشریف لائے تھے اور خاص وعام نے ان کی کرامات اور خرق عادت کا مشاہدہ کیا تھا۔
سب اُن کے مرید ومعتقد ہو گئے تھے۔ اور یہ قصہ اس ولایت کی اطراف وجوانب میں پھیل
گیا تھا۔ ہرات کے اطراف سے مزار متبرکہ چشت کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور یہ خبر پھیلی
کہ خواجہ مودود چشتی جنھوں نے بہت سے مرید جمع کئے ہیں۔ اس لئے تشریف لاتے
ہیں۔ کہ شیخ الاسلام کو ولایت سے نکال دیں۔ شیخ الاسلام کے مرید اس بات کو

پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور وہ خود سب سے بہتر جانتے تھے۔ جب کہ ایک دن صبح کے وقت دستر خوان لائے تو کہا ایک گھڑی ذرا صبر کرو۔ کہ ایک قاصدوں کی جماعت راہ میں ہیں۔ جب ایک گھڑی گذری خادم آیا کہ وہ جماعت آ گئی ہے۔ اُن کو لے آئے۔ اور سب نے سلام کہا جواب سُنا کھانا کھایا اور دستر خوان اُٹھا دیا گیا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ تم کہتے ہو یا ہم بتلا دیں۔ کہ کس لئے آئے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ ہی بتا دیں۔ فرمایا کہ خواجہ زاہد مودود نے تم کو بھیجا ہے کہ احمد سے کہدو کہ تم ہماری ولایت میں کس لئے آئے ہو آرام سے چلے جاؤ ورنہ جیسا کہ لوٹنا چاہئے لوٹا دینگے۔ قاصدوں نے اس بات کی تصدیق کی۔ پھر فرمایا کہ اگر ولایت سے یہ گاؤں مراد ہیں۔ تو یہ ملک لوگوں کا ہے ان کا نہ میرا۔ اور اگر ولایت سے یہ لوگ مراد ہیں۔ تو یہ لوگ سنجر کی رعایا ہیں پس شیخ الشیوخ سنجر ہوگا۔ اور اگر ولایت سے مراد یہ ہے۔ جس کو میں جانتا ہوں۔ اور خدا کے اولیاء جانتے ہیں۔ تو کل کو ان کو دکھلاؤں گا۔ کہ ولایت کا کام کیا ہے۔ اور کیونکر ہے۔ جب یہ بات کہی تو بڑا بادل آیا۔ رات دن برسنے لگا۔ بالکل بند نہ ہوا۔ دوسرے دن صبح کے وقت شیخ الاسلام نے حکم دیا۔ کہ گھوڑے کسو تا کہ ہم چلیں یاروں نے کہا اب تو ممکن نہیں کیونکہ ان دو تین دن میں بعد اس کے کہ پھر نہ برسے کوئی ملاح بھی پانی سے گذر نہیں سکتا۔ شیخ نے فرمایا یہ سہل بات ہے۔ آج ہم ملاحی کرینگے۔ پس روانہ ہوئے۔ جب باہر جنگل میں آئے تو شیخ الاسلام نے دیکھا۔ کہ ایک جماعت ہتھیار بندوں کی ان کے ساتھ ہے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم آپ کے مرید اور محتاج ہیں۔ ہم نے سُنا ہے کہ ایک جماعت آپ کی عداوت کے لئے آئی ہے۔ فرمایا کہ ان کو واپس کردو۔ کہ تلوار تیر سنجر کا کام ہے اور اس گروہ صوفیہ کے اور ہی ہتھیار ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام چند آدمیوں کے ساتھ راستہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب دریا کے کنارہ پر پہنچے تو پانی بہت تھا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا آج ہمارا یہ اقرار ہے کہ ہم ملاحی کرینگے۔ معرفت کی باتیں شروع کر دیں۔ اس قدر مردہ دلوں کو معلوم ہوا۔ کہ سب شیفتہ و حیران ہو گئے۔ حکم دیا کہ سب آنکھیں بند کر لو۔ اور کہو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ تین دفعہ اس کا تکرار کیا۔ جس شخص نے جلدی آنکھیں کھولیں۔ اس کے پاؤں تر ہو گئے۔ اور جس نے دیر کر کھولیں۔ اس نے اپنے آپ کو دریا کے اس طرف پایا۔ اس کے پاؤں بالکل خشک تھے۔ جب قاصدوں نے یہ معاملہ دیکھا تو بہت جلد خواجہ مودود کی خدمت میں دوڑے گئے۔ اور یہ حال بیان کیا کسی نے اس کا اعتبار نہ کیا۔ خواجہ مودودؒ

دو ہزار مرید ہتھیار پوش کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ اور راستہ میں شیخ سے ملے۔ جب شیخ کی نظر ان پر پڑی تو پیادہ ہو کر شیخ کے پاؤں پر بوسہ دیا۔ شیخ نے ہاتھ ان کی پیٹھ پر مارا اور کہا ولایت کا کام کیسے دیکھا تم جانتے نہیں کہ مردوں کی ولایت جسم اور ہتھیار سے نہیں ہوتی۔ جاؤ اور اسواک ہو تم بچہ ہو ابھی جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہو۔ جب گاؤں میں آئے۔ شیخ الاسلام اپنے اصحاب کے ساتھ ایک محلہ میں اُترے۔ اور خواجہ مودود اپنے مریدوں کے ساتھ دوسرے محلہ میں لگے دن خواجہ مودود کے مریدوں نے کہا کہ ہم آئے تھے، کہ شیخ احمد کو ولایت سے باہر نکالیں وہ آج ہمارے ساتھ ایک گاؤں میں بیٹھے ہیں۔ اس مطلب میں اس سے بہتر سوچنا چاہیے۔ خواجہ مودود نے کہا کہ ہم کو ایسا بہتر معلوم ہوتا ہے، کہ ہم صبح ہی اُٹھیں۔ اور اُن کی خدمت میں جائیں۔ اجازت مانگ کر واپس آجائیں۔ کیونکہ ان کا کام ہمارے قوت اور بازو سے نہیں ہے۔ مُریدوں نے کہا کہ ہم باہم مشورہ کر چکے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جاسوس مقرر کریں کہ جب شیخ کے قیلولہ کا وقت ہو اور شیخ کے پاس کوئی نہ ہو۔ چند مرید آپ کی خدمت میں جائیں اور سماع شروع کریں۔ اس میں ہم کو حالت ہو جائے۔ اس موقعہ پر ان پر حملہ کریں۔ خواجہ مودود نے کہا یہ بہتر نہیں ہے کہ وہ صاحب ولایت و کرامت ہی ہے لیکن شیخ کے فرمانے کا فائدہ نہ ہوا۔ جب قیلولہ کا وقت ہوا اور شیخ کے مرید متفرق ہو گئے خادم نے چاہا کہ کپڑا بچھائے تا کہ شیخ قیلولہ کریں۔ شیخ نے حکم دیا کہ ایک گھڑی ٹھہر جاؤ کیونکہ ایک کام درپیش ہے۔ اتفاقاً کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ خادم نے جب دروازہ کھولا تو خواجہ مودود ایک بڑے انبوہ کے ساتھ آ گئے۔ اور سلام کہا اور سماع شروع کیا۔ نعرہ لگانے لگے۔ شیخ الاسلام نے سر نکالا اور کہا ھی سھلا تو کہاں ہے وا ابن سھلا ایک مرد سرخسی تھا جو عاقل مجنوں اور صاحب کرامت تھا۔ ہمیشہ شیخ الاسلام کی خدمت میں رہا کرتا تھا اسی وقت حاضر ہوا۔ اور ان پر چلایا۔ یہ لوگ جوتی دستار سب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف خواجہ مودود رہ گئے۔ شرمندہ تھے۔ کھڑے ہوئے اور استغفار کے ساتھ سر ننگا کیا۔ اور کہا کہ آپ پر یہ بات روشن ہو گئی کہ اس دفعہ میں اس سے راضی نہ تھا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو لیکن ان کے ساتھ آنے میں کیوں تم نے موافقت کی۔ خواجہ مودود نے کہا بڑا کیا آپ معاف فرمائیں۔ شیخ الاسلام نے کہا میں نے معاف کر دیا۔ جاؤ اور ان لوگوں کو واپس کر دو۔ خدمت اپنے پاس رکھو۔ اور تین دن ٹھیرو۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔

شیخ الاسلام آئے اور کہا جیسا کہ آپ نے کہا تھا میں نے ویسا ہی کیا۔ اب اور کیا فرماتے ہیں کہ ویسا ہی کروں گا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ اول مصلے کو طاق پر رکھو اور جاؤ علم سیکھو۔ کیونکہ زاہد بے علم شیطان کا مسخرہ ہے کہا میں نے قبول کیا اور کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ۔ تو اپنے خاندان کو زندہ کرو۔ کہ تیرے آباؤ اجداد بزرگ تھے۔ اور صاحب کرامت۔ خواجہ مودود نے کہا جب مجھ کو خاندان کے زندہ رہنے کے لئے فرماتے ہو۔ تو آپ ہی تبرک اور تیمن کے لئے مجھ کو بٹھائیے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ آگے آؤ۔ اُن کا ہاتھ پکڑا اور اپنے مصلے پر بٹھا دیا۔ اور تین بار کہا کہ بشرط علم۔ پھر تین روز تک شیخ الاسلام کی خدمت میں تھے۔ اور فوائد حاصل کرتے رہے۔ اور حد بانیاں و انعام پاکر واپس گئے۔ اس کے بعد تھوڑے زمانہ میں تحصیل علوم اور معارف کی تکمیل کے لئے بلخ و بخارا کی طرف تشریف لے گئے۔ اور چار سال تک بقدر گنجائش و ہمت اس بات میں محنت کرتے رہے۔ اور اس ملک میں ہر جگہ ان سے نشانات غریبہ اور کرامات عجیبہ کہ جن کی تفصیل طول تک پہنچیگی ظاہر ہوئیں۔ اس کے بعد پھر چشت میں وارد ہوئے۔ اور مریدوں طالبوں کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ تمام اطراف سے لوگ مرید ہونے کے لئے اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ سنجان نے جس کا لقب اور نام رکن الدین محمود ہے۔ اور سنجان خواف کے گاؤں سے تھے۔ خواجہ صاحب کی صحبت کی شرافت حاصل کی تھی۔ اور چند وقت چشت میں اقامت کی۔ کہتے ہیں۔ کہ مدتِ اقامت میں کبھی بھی چشت میں بے وضو نہیں رہے تھے۔ جب چاہتے کہ طہارت کریں سوار ہوتے اور چشت سے باہر جاتے اور طہارت کرتے اور لوٹ آتے کہتے تھے۔ کہ مزار چشت مبارک منزل اور متبرک مقام ہے جائز نہیں کہ وہاں بے ادبی کریں کہتے ہیں۔ کہ پہلے ان کو خواجہ سنجان کہا کرتے تھے۔ خواجہ مودود نے ان کو شاہ سنجان کا لقب دیا تھا۔ وہ ہمیشہ اس پر فخر و ناز کیا کرتے۔ خواجہ کی وفات ۵۲۷ھ میں ہوئی اور شاہ سنجان کی ۵۹۹ھ میں ۔

خواجہ احمد بن مودود بن یوسف چشتی قدس سرہٗ

آپ بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ باپ کے بعد ان کے مقام پہ بیٹھے ہیں۔ تمام گروہ کے مقبول ہوئے ہیں۔ تمام لوگوں پر عام شفقت اور پوری مروّت رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک

رات حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے احمد اگر تم ہمارے مشتاق نہیں تو ہم تمہارے مشتاق ہیں جب صبح ہوئی تو تین یار موافق اختیار کر کے مجہول کی طرح چنانچہ کوئی اُن کو نہ پہچانے حرمین شریفین زادہما اللہ تعالےٰ شرفاً وتکریما کی طرف متوجہ ہوئے حج کے شرائط وارکان سے فارغ ہوئے۔ حرم محترم مدینہ منورہ اور روضہ مشریفہ علی زوارہا تحفۃ التحیات کی طرف متوجہ ہوئے اور چھ ماہ تک مجاور رہے کہتے ہیں کہ آپ کی مجاورات اور ہمیشگی اس حرم شریف پر خادموں کو گراں معلوم ہوئی۔ اُنہوں نے چاہا۔ کہ آپ کو تکلیف پہنچائیں۔ روضہ شریفہ سے آواز آئی۔ چنانچہ سب حاضرین نے سُنی کہ ان کو تکلیف نہ دو کیونکہ یہ ہمارے مشتاقوں میں سے ہیں۔ بعد مدینہ شریفہ کے واپس ہونے کے بغداد شریف میں پہنچے۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خانقاہ میں ٹھیرے۔ شیخ نے ان کی بڑی تعظیم تکریم کی اور خلیفہ بغداد نے موافق اس خواب کے کہ اس نے دیکھی تھی۔ آپ کو طلب کیا۔ انعام واکرام بہت کچھ پیش کیا۔ آپ نے خلیفہ کو عمدہ نصیحتیں فرمائیں۔ اور سب محل قبول میں پڑیں۔ وہ بہت سامال لائے۔ لیکن خدا کے دل کی تسلی کے لئے کچھ تھوڑا سامال لے لیا۔ باہر نکل آئے۔ اور فقرا پر تقسیم کر دیا۔ خراسان کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کی ولادت ۵۰۷ھ میں اور وفات ۵۷۷ھ میں ہوئی ہے ٭

ابوالولید احمد بن ابی الرجا قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ گاؤں آزادان کے رہنے والے ہیں۔ جو کہ ہرات کے متصل ہے۔ علوم ظاہری وباطنی کے عالم تھے۔ امام احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے حدیث روایت کی ہے۔ شروع میں بڑے مالدار تھے۔ سب کو حدیث کی طلب اور حج وجہاد میں صرف کر دیا تھا۔ ہرات سے سفر کیا کرتے تھے۔ اور جب آپ کا مال خرچ ہو چکتا تو ہرات میں لوٹتے اور اپنی بعض ملکیت فروخت کر دیتے پھر سفر کو نکل جاتے یہاں تک کہ تمام مال اسی طرح خرچ کر دیا۔ کہتے ہیں کہ ان کا ایک دوست چار ہزار درم کا محتاج ہو گیا۔ آپ کے پاس اس نے بیان کیا۔ جب وہ گھر میں چلا گیا۔ تو ابوالولید نے چار ہزار درم تھیلی میں ڈالے۔ اور اس کے پاس بھیجدیئے۔ جب وہ دوست اپنا کام کر چکا۔ اور کچھ مدت گذرنے کے بعد وہ روپیہ بہم پہنچا کر تھیلی میں ڈال کر آپ کو واپس کر دیا تو ابوالولید

نے قبول نہ کیا۔ وہ دوست آپ کے نزدیک آیا اور سلام کہا۔ کہا کہ اگر سلام کا رد کرنا واجب نہ ہوتا تو میں تم کو جواب نہ دیتا۔ آخر چار ہزار درہم کی کیا حقیقت ہے جو تم نے واپس بھیج دئیے وہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۲ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ اور ان کی قبر موضع آزادان میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اور اس کو متبرک سمجھا جاتا ہے۔

ابو اسمٰعیل عبد اللہ بن ابی منصور محمد انصاری ہروی قدس سرہٗ

آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے۔ شیخ الاسلام سے جو اس کتاب میں مطلق واقع ہو یہی حضرت مراد ہیں چنانچہ شروع کتاب میں ہم نے اس کا اشارہ کر دیا ہے۔ آپ ابو منصور مت الانصاری کی اولاد میں سے ہیں۔ جو ابو ایوب انصاری کے صاحبزادہ ہیں۔ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب کجاوہ ہیں۔ ایسے وقت میں کہ مدینہ شریف میں آپ نے ہجرت فرمائی تھی۔ مت الانصاری امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں احنف بن قیس کے ساتھ خراسان میں آئے تھے۔ اور ہرات میں مقیم ہو گئے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میرے والد ابو منصور بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ رہے ہیں۔ ایک دفعہ ایک عورت نے شریف سے کہا۔ ابو منصور سے کہو کہ میرے ساتھ نکاح کر لے۔ میرے باپ نے کہا کہ میں ہرگز نکاح نہ کرونگا۔ اور اس کو رد کر دیا۔ شریف نے کہا کہ آخر بیوی کرو گے۔ تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ اور اور کیسا بیٹا۔ جب ہرات میں آئے اور نکاح کیا۔ تو میں زمین پر آیا۔ شریف نے بلخ میں کہا ہے۔ کہ ہمارے ابو منصور کا ہرات میں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ایسا بزرگ ہے کہ جامع مقامات ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ کلمہ تعریف کا ہے۔ کیونکہ تمام نیکیاں اسی کے ضمن میں ہیں یعنے ایسا ہے کہ جس کی بوجہ خوبی کے تعریف نہیں کر سکتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں قہندز میں پیدا ہوا تھا۔ اور وہیں بڑا ہوا تھا۔ میری پیدائش جمعہ کی ہے غروب آفتاب کے وقت ۲ شعبان ۳۵۹ھ کو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں ربیعی ہوں۔ بہار کے وقت پیدا ہوا ہوں۔ بہار کو بہت دوست رکھتا ہوں۔ آفتاب برج ثور کے ۱۷ درجہ پر تھا جب میں پیدا ہوا تھا۔ جب آفتاب وہاں پہنچتا ہے۔ تو میری سالگرہ ہوتی ہے۔ اور وہ موسم بہار کا درمیانہ حصہ ہوتا ہے پھول۔ ریحان کا وقت ہوتا ہے آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابو عاصم میرے پیر اور رشتہ دار ہیں۔ میں لڑکپن میں ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں ان کے پاس گیا۔ روٹی اور آبکامہ

(ایک قسم کا ترش پانی ہوتا ہے) میرے سامنے رکھا۔ مجھے قوالی سنائی۔ اور کچھ پڑھا۔ اُن کی بیوی جو بڑھیا تھی وہ بزرگ اور باحشمت تھی۔ کہنے لگی کہ میرے پیر یعنی خضر علیہ السلام نے عبداللہ کو دیکھا۔ اور پوچھا کہ وہ کون ہے۔ میں نے کہا فلاں شخص ہے۔ اُس نے کہا کہ مشرق سے لیکر مغرب تک اس سے جہان بھر جائے گا۔ یعنی اس کی شہرت سے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ یہ ان کا پوچھنا اُن کی ایک عادت ہے۔ ورنہ وہ خود جانتے تھے لیکن پوچھ لیتے ہیں۔ بانو عالیہ ایک عورت باحشمت تھی پوسنگ میں رہتی تھی۔ جب شیخ الاسلام پیدا ہوئے تو خضر علیہ السلام نے اُن سے کہا۔ کیا تم نے اس لڑکے کو ہرات میں دیکھا ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک اس سے بھر جائیگا۔ اور بانو نے یہ بھی کہا ہے کہ میرے پیر یعنی خضر علیہ السلام نے کہا ہے کہ تمہارے شہر میں ایک بچہ ۷ اسال کا ہے۔ اس کا والد نہ اس کی والدہ اور نہ وہ خود جانتا ہے کہ کون ہے لیکن یہ حال ہوگا۔ کہ تمام روئے زمین میں کوئی اس سے بہتر نہ ہوگا۔ یا یوں کہا کہ مشرق سے لیکر مغرب تک اس سے بھر جائے گا۔ اس بانو عالیہ کا یہ حال تھا۔ کہ اس کی ایک لڑکی ڈیڑھ سال کی تھی۔ پھر اُس نے خدائے سبحانہ کو چاہا۔ لڑکی کو چھوڑ کر حج کو چلی گئی۔ شیخ ابواسامہ جو کہ حرم کے شیخ تھے۔ اُنہوں نے اُن کو خاطر سے رکھا۔ کیونکہ اس کے چچا تھے۔ اور یہ بانو عالیہ ایک کاغذ رکھتی تھی۔ اس کو پیروں کے سامنے لے جاتی تھی۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس کاغذ پر لکھدو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اول مجھ کو مکتب میں بٹھایا تو چار سالہ تھا۔ پھر جب نو سال کا ہوگیا تو قاضی ابوالمنصور اور جارودی سے املا یعنی حدیث لکھنے لگا۔ چودہ سال کا تھا جب مجھے مجلس میں بٹھلا دیا تھا یعنی وعظ کہنے لگا۔ اور مکتب خانہ میں چھوٹی عمر میں شاعر بن گیا۔ شعر کہا کرتا تھا۔ چنانچہ اور لوگ حسد کیا کرتے تھے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک چھوٹا لڑکا خواجہ یحییٰ عمار کے رشتہ داروں میں سے مکتب میں تھا۔ میں فی البدیہہ عربی شعر کہا کرتا تھا۔ اور جو بچے مجھ سے چاہتے کہ فلاں مطلب کا شعر کہدو۔ میں وہی کہدیتا تھا۔ بلکہ اُس سے بڑھ کر ایک دفعہ اُس لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ وہ جس مطلب میں تم چاہو شعر لکھتا ہے اُسکا باپ فاضل تھا اس نے کہا جب تم مکتب میں جاؤ تو اس سے کہو کہ اس بیت کو عربی میں کہدے ؎

روزے کہ بشادی گذرد روز آنست — واں روز دگر روز بد اندیشانست

میں نے سنکر اسی وقت کہدیا ؎

دیوم الفتی ما عاشہ فی مسرۃ — وسائرہ یوم الشقاء عصیب

دم الوصل ما دمت السعادۃ فالدجی بتنغیص عیش الاکرمین رقیب

یعنے جوان کا وہ دن ہے کہ جو خوشی میں گذر جائے کیونکہ باقی دن تو سختی میں گذرتے ہیں جب تو سعادت کو چاہتا ہے وصل کا قصد کر کیونکہ (فراق) کا اندھیرا معزز لوگوں کی عیش کے بدمزہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور یہ مصرع بھی مجھ سے کہا گیا عربی میں بنادو۔ مصرعہ

آب آید باز در جوئے کہ روزے رفتہ بود

میں نے کہا ؎

عهدنا الماء فی نهر و نرجو کما زعموا رجوع الماء فیه

یعنے پچھلے دنوں پانی کو ہم نے نہر میں پایا تھا۔ اور امید رکھتے ہیں جیسا کہ ان کا گمان ہے کہ پانی پھر اس میں لوٹ آئے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مکتب میں ایک لڑکا خوبصورت تھا جس کا نام ابو حامد تھا۔ اس نے کہا کہ میرے لئے کوئی شعر کہو۔ میں نے یہ شعر کہا ؎

لابی احمد وجه قمر اللیل غلامه ولحظة غزال رشق القلب سهامه

یعنے ابو احمد کا ایسا چہرہ خوبصورت ہے کہ رات کا چاند اس کا غلام ہے اور اس کی آنکھیں ہرن کی ہیں۔ کہ اس کے تیر نے دل کو چیر ڈالا ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے عربی شعر چھ ہزار سے زائد ہیں۔ کہ درست وزن پر لوگوں کے ہاتھوں اور میرے اجزا میں لکھے ہوئے ہیں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے قیاس کیا کہ کس قدر شعر مجھے یاد ہونگے جو عرب کے اشعار میں سے ہوں۔ تو ستر ہزار سے زائد یاد نکلے ایک اور وقت میں کہا ہے کہ میں ایک لاکھ عرب کے اشعار متقدمین متاخرین کے یاد رکھتا ہوں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ صبح کے وقت میں قاری صاحب کے پاس جاتا اور قرآن پڑھتا جب وہاں سے لوٹتا تو چھ ورق لکھ ڈالتا اور یاد کر لیتا جب درس سے فارغ ہوتا تو دس بجے ادیب کے پاس جاتا۔ اور تمام دن لکھتا اپنے وقت کو میں نے تقسیم کیا ہوا تھا۔ چنانچہ مجھ کو فرصت نہ ہوتی اور میرا وقت پورا نہ ہوتا۔ بلکہ ابھی اور مجھ کو فرصت رہتی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا۔ کہ عشا کی نماز کے بعد تک کچھ نہ کھایا ہوتا وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ رات کے وقت چراغ کے سامنے حدیث لکھا کرتا تھا روٹی کھانے کی مجھ کو فرصت نہ ملتی تھی۔ میری والدہ روٹی کے لقمہ بناتی اور میرے منہ میں ڈالتی اور میں لکھتا رہتا تھا۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے مجھے ایسا حافظہ دیا تھا۔ کہ جو میرے قلم کے نیچے سے گذر جاتا وہ مجھے حفظ ہو جاتا آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھے تین ہزار حدیثیں یاد ہیں ہزار ہزار اسناد کے ساتھ آپ یہ بھی

کہتے ہیں کہ جو کچھ محنت میں نے حدیث مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی طلب میں کی ہے۔ ہرگز کسی نے نہ کی ہوگی۔ ایک منزل نیشاپور سے وز باد تک کہ بارش پڑتی تھی میں رکوع کی حالت میں چلتا تھا۔ حدیث کی جزیں شکم پر رکھی ہوئی تھی تاکہ تر نہ ہو جائیں۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھ کو وہی نیت کافی ہے کہ مجھ کو علم سیکھنے سے پہلے تھی یعنے دنیا کے لئے نہ ہو۔ بلکہ خدا کے لئے اور سنت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ میرے زمانہ میں کسی نے مجھ جیسا کام نہیں کیا اگر اپنے بدن پر ہاتھ رکھتا اور لوگ کہتے یہ کیا ہے۔ تو اسکے لئے حدیث سند رکھتا تھا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے تین ہزار اُستاد سے حدیث لکھی ہے۔ جو تمام سُنی المذہب صاحب حدیث تھے۔ ان میں بدعتی کوئی نہ تھا نہ صاحب رائے اور کسی کو یہ بات میسر نہیں ہوئی۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے بہت سی عالی سندیں چھوڑ دیں ہیں۔ اور نہیں لکھیں کیونکہ وہ مرد صاحب رائے تھا یا اہل کلام سے کیونکہ محمد بن سیرین فرماتے ہیں۔ ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذ ونہٗ یعنے یہ علم ایک دین ہے پس غور کرو کہ کس سے یہ دین سیکھتے ہو۔ نیشاپور میں قاضی ابوبکر عالم کو میں نے دیکھا ہے۔ اور اس سے میں نے حدیث نہیں لکھی۔ کیونکہ وہ اہل کلام تھے۔ اور اشعری مذہب کے تھے۔ اگرچہ اس کی اُستادیں بلند تھیں آپ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں وعظ و تفسیر قرآن میں خواجہ امام یحییٰ عمار کا شاگرد ہوں۔ اگر میں ان کو نہ دیکھتا تو مُنہ نہ کھول سکتا یعنی وعظ و تفسیر کرنے میں میں چودہ سال کا تھا۔ اور خواجہ یحییٰ نے فصیح زبان سے کہا کہ عبداللہ کو تم ناز سے رکھو۔ کیونکہ اس سے امامت کی خوشبو آتی ہے ؂

خواجہ یحییٰ بن عمار الشیبانی قدس سرہٗ

آپ نے شیخ ابوعبداللہ خفیف کو شیراز میں دیکھا تھا۔ اُن کے لئے مجلس مقرر کی تھی شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ہرات میں علم کی رسم خواجہ یحییٰ لائے تھے۔ مجلس کرنا اور دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو سنت کے موافق کرنا انہی کے سبب سے تازہ ہوا۔ قاضی ابوعمرو بسطامی ہرات میں پہنچکر خواجہ یحییٰ کی مجلس میں آئے۔ جب مجلس ختم ہو چکی تو نیچے اُترے اور اُن کے سامنے گئے وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ شرق سے لے کر غرب تک جنگل اور دریاؤں میں پھرا ہوں۔ لیکن دین تازہ تر ہرات میں پایا۔ نیشاپور میں بھی انہوں نے بزرگوں سے کہا تھا طفت الدنیا

شرقاً وغرباً فوجدت الدّین غضاً بہرات یعنے میں نے دُنیا کے مشرق و مغرب کا طواف کیا، لیکن ہرات میں دین کو تازہ پایا ۔ قاضی ابو عمرو بزرگ و امام یگانہ تھے ۔ امام یافعیؒ کی تاریخ میں ہے کہ ابو عمرو بسطامی محمد بن حسین شافعی نیشاپور میں سنہ ۴۰۸ھ ہجری میں فوت ہوگئے ۔ وہ شیراز میں شافعیہ کے شیخ تھے ۔ وہاں سے کوچ کر کے بہت سے مشائخ سے حدیث سُنی تھی ، مذہب شافعی کے مدرس تھے ۔ طبرانی اور انکی معاصرین سے املاء حدیث کیا تھا ۔ شیخ الاسلام یہ بھی کہتے ہیں ۔ کہ ایک دفعہ خواجہ یحییٰ عمار بیمار ہوگئے تھے ۔ جب تندرست ہوئے ۔ تو مجلس قائم کی ۔ اپنی کرسی پر بیٹھے ۔ غلام اُن کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر لے گیا ۔ آپ نے کہا یحییٰ عمار نے اپنی تمام عزت اسی لکڑی پر پائی ہے یعنی منبر و کرسی پر ۔ لیکن اب میں بیٹھ نہیں سکتا ۔ پھر کہا کہ میں نے سُنا ہے لوگ یہ کہتے ہیں ۔ کہ یحییٰ عمار کے پاؤں پیچھے کھینچے گئے ۔ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پیچھے کھینچے گئے ۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے ۔ ابو بکر رضؓ کے پاؤں پیچھے کھینچے گئے ۔ تو عمر رضؓ ان کی جگہ بیٹھے ۔ اور عمر رضؓ کے پاؤں پیچھے کھینچے گئے ۔ تو عثمان رضؓ ان کی جگہ بیٹھے ۔ عثمان رضؓ کے پاؤں پیچھے کھینچے گئے تو علی رضؓ ان کی جگہ بیٹھے رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ میرے پاؤں پیچھے کھینچے گئے ۔ تو عبداللہ یہاں آئیگا اور بیٹھے گا ۔ ملحدوں اور بدعتیوں کا دماغ ماریگا ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ۔ کہ میں اس دن کرسی کے پاس بیٹھا تھا ۔ خواجہ نے میری طرف اشارہ کیا ۔ کہ یہ عبداللہ لڑکا ہے ۔ بعد اس کے شیخ عمو نے مجھ سے کہا کہ عبداللہ تم ہی تھے ۔ اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ایسا ہی ہوا ۔ تاریخ امام یافعیؒ میں ہے کہ سنہ ۴۰۲ھ ہجری میں امام واعظ یحییٰ بن عمار شیبانی سجستانی ساکن ہرات فوت ہوئے ہیں ۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں ۔ کہ مشائخ جہنہ کا دیدار اس گروہ کی نسبت ہے ۔ اس قوم کا بڑا مرتبہ یہ کہا کرتے ہیں ۔ کہ فلاں پیر کو دیکھا ہے ۔ فلاں شیخ کی صحبت کی تھی ۔ آپ فرماتے ہیں مشائخ کے دیدار کو غنیمت سمجھنا چاہیئے ۔ کیونکہ پیروں کا دیدار اگر ہاتھ سے جاتا رہے ۔ تو اس کو پھر نہیں پاسکتے ۔ وہ ہمیشہ نہیں ہوتا معرفت ہمیشہ ہوتی ہے اگر ان کی زیارت نہ ہو تو اس کی وفا کا تدارک نہیں ہو سکتا ۔ اور نہ اس کو پاسکتے ہیں ۔ وہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔ کہ میرے مشائخ حدیث اور علم شرع میں بہت ہیں ۔ لیکن میرے پیر اس کام یعنے تصوف میں شیخ ابو الحسن خرقانی ہیں رحمۃ اللہ تعالےٰ ۔ اگر میں خرقانی کو نہ دیکھتا تو حقیقت معلوم نہ ہوتی ۔ ہمیشہ یہ اس کے ساتھ ملجاتا ۔ یعنے نفس حقیقت کے ساتھ ملجاتا ۔ اور وہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ وہ میرا پیر ہے ایک ہی بات کے سبب سے جو انہوں نے کہی تھی وہ یہ کہ جو چیز کھاتی اور سوتی

ہے وہ اور ہی ہے مجھ کو اس کے بعد کوئی ایسی چیز نہ رہی کہ علم حقیقت میں نے دیکھا اور جانا نہ ہو۔ اور وہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حج اسلام کا قصد کیا۔ رَے تک گیا۔ اس سال قافلہ بند تھا۔ واپسی کے وقت خرقانی کی صحبت میں پہنچا۔ مجھ کو دیکھا اور کہا دی مَنْ ماشوکہ تو یعنے میں تیری معشوقہ ہوں۔ تم دریا سے جمع کی کشتی میں آئے ہو۔ جزاہ اللہ تعالیٰ وہ نہیں جانتا کہ یہ کیا بات تھی جو اُنھوں نے غیب سے کہی تھی۔ وہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو اُن کی بڑی کرامت یہی ہے۔ کہ مجھ سے کہا دریا سے آئے ہو۔ اور اس کے علم سے یہ بات ہے۔ جو انہوں نے کہی یہ جو کھاتا اور سوتا ہے اور ہی چیز ہے۔ وہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں چونکہ میں نے یہ بات سُنی تو خرقانی جو تھا۔ وہ میری تعظیم کرتے تھے۔ باتوں میں کہا کرتے کہ تم مجھ سے مناظرہ کرتے ہو۔ تم تو عالم ہو اور میں جاہل ہوں میں نے کسی کو نہ دیکھا ہے نہ سُنا ہے۔ ان دونوں کی طرح خرقانی کا چاند خرقان میں اور طاقی کا چاند ہرات میں۔ اور میں نے کسی کو نہ سُنا ہے نہ دیکھا ہے۔ کہ یہ دونوں بزرگ کسی کی اس قدر تعظیم کرتے تھے۔ جتنی کہ میری خرقانی کے مرید کہا کرتے تھے۔ کہ ہمیں تیس سال ان کی صحبت میں گذر گئے ہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ کسی کی ایسی تعظیم کی ہو۔ جتنی کہ تمہاری کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ اس لئے وہ کرتے تھے۔ کہ مجھ کو اُن کے پاس بھیجا گیا تھا۔ اور وہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اُن سے کہا۔ اے شیخ میرا ایک سوال ہے کہا پوچھ۔ ای مِن ماشوکہ تیری میں نے اُن سے پانچ سوال کئے۔ تین تو زبان سے۔ اور دو دل سے۔ انہوں نے سب کا جواب دیا۔ اور میرے دونوں ہاتھ اپنی ران میں لئے ہوئے تھے۔ اس سے بے خبر تھے۔ اور نعرہ لگاتے تھے۔ نہر کی طرح پانی ان کی آنکھوں سے جاری تھا۔ اور مجھ سے باتیں کرتے تھے +

شیخ عبداللہ طاقی قدس سرہٗ

آپ کا نام محمد بن الفضل بن محمد طاقی سجستانی ہروی ہے۔ آپ موسیٰ بن عمران جیرفتی کے مرید ہیں۔ علوم ظاہر و باطن کے عالم تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے پیر ہیں۔ اور اُستاد بھی ہیں۔ حنبلی مذہب کے تھے۔ اگر میں ان کو نہ دیکھتا۔ تو حنبلیوں کا اعتقاد مجھے نہ معلوم ہوتا۔ اور میں نے کسی کو طاقی سے بڑھ کر باہیبت و بارعب نہیں دیکھا۔ میں نے اُن کو نابینا دیکھا ہے۔ مشائخ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ آپ صاحب کرامات و ولایات

وفراست بھی تھے۔ میں نے نہیں دیکھا۔ کہ وہ کسی کے کام میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ جس قدر کہ میرے ساتھ رکھتے تھے۔ میری عزت کرتے تھے۔ اور مجھے اچھا جانتے تھے۔ مجھ سے کہا تھا۔ کہ عبداللہ نے منصور سے کہا۔ سبحان اللہ وہ کیا نور ہے کہ خدائے تعالےٰ نے تیرے دل میں رکھا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ چالیس سال گذر گئے۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ نور کیا ہے۔ جو وہ کہتے تھے۔ شیخ ابوعبداللہ طاقی قدس اللہ تعالےٰ روحہٗ عزہ ماہ صفر ۴۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھ کو محمد قصاب نے آنکھ اور دل سے بزرگ بنایا ہے۔ لیکن خرقانی نے مجھے پہچانا نہیں۔ اور محمد قصاب میری بہت تعظیم کرتے تھے۔ میرے ساتھ بازار میں آئے اور کہا میرے یار اپنے باپ کے لئے دستار کیا خریدتے ہو۔ میرے ساتھ موافقت کی اور کہا۔ تیس سال ہو گئے ہیں۔ کہ یہاں تک میں بازار میں نہیں آیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ باکویہ شیرازی نے اچھے سفر کئے تھے۔ اور دنیا کے مشائخ کو دیکھا تھا۔ اور بہت سے بزرگوں کی حکائتیں اُن کو یاد تھیں۔ میں نے خود اُن سے تیس ہزار حکایات انتخاب کر کے لکھی ہیں۔ اور تین ہزار حدیثیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ بادشاہ تھے۔ تصوّف کے بہانہ میں تمام علوم سے بانصیب تھے۔ وہ میری اس قدر تعظیم کرتے تھے۔ کہ اور کسی کی نہیں کرتے تھے۔ جب میں اُن کی خدمت میں آتا وہ کھڑے ہو جاتے۔ اور مشائخ نیشاپور کے لئے جیسے ابن ابی الخیر وغیرہ کے لئے کھڑے نہ ہوتے تھے۔ بڑے دانا تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جب میں رے سے واپس آیا۔ تو شیخ ابوعبداللہ باکو کی خانقاہ میں آیا۔ اس خانقاہ میں میرے تین دوست تھے۔ ایک تو کی شیرازی۔ دوم ابوالفرج۔ سیوم ابونصر تنو شیزی۔ شیخ نے آواز دی ابوالفرج۔ وہ خانقاہ سے باہر دوڑا اور کہا لبیک۔ شیخ نے کہا۔ جب دانشمند اس خانقاہ سے باہر گیا تھا۔ تو میں نے تم سے کیا کہا تھا۔ کہا آپ نے یہ کیا کہا تھا۔ کہ وہ سفر کو جاتا ہے۔ وہ سفر کے لئے نہیں اور نہ سفر اس کے لئے ہے۔ وہ تو اس لئے ہے۔ کہ حلقہ میں بیٹھے اور لوگ اس کے گرد بیٹھیں۔ وہ خدا کی باتیں کہے۔ میں نے کہا۔ کاش بارے یہ بات اس وقت کہتے۔ تاکہ تمام رنج و سفر مفید پڑھتا لیکن خرقانی کو دیکھنا چاہئے تھا۔ یعنی میرا سفر اس لئے تھا۔

شیخ ابوالحسن بشر سنجری قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ میرے پیروں میں سے ہیں۔ ان مشائخ کو جو میں نے دیکھا ہے تین شخص چاند تھے۔ خرقانی۔ طاقاقی دونوں تو دلوں کے جاسوس تھے۔ ابوالحسن بشری وہ ثقہ تھے روایات میں صوفی تھے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا جیسا کہ دیکھنا چاہیئے۔ بات اور سماع ان سے معلوم کیا تھا وہ کہتے ہیں۔ کہ حرم کے مشائخ کو دیکھا تھا۔ جیسے شیخ سیروانی سرکی۔ ابوالحسن جہضم۔ ابوطر طوسی۔ ابوبکر عمر و بخندیدو دیگر مشائخ وقت وہ شیخ ابوعبداللہ خفیف کے شاگرد تھے۔ حصری نوری ابوزرعہ طبری کو دیکھا تھا

کاکا ابوالقصر بُستی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ آپ بزرگ مرد میرے زمانہ میں تھے۔ لیکن میرے باپ کے نزدیک بزرگ نہ تھے۔ وہ مجھے اُن کے پاس نہ لیجاتے تھے۔ میں چھوٹا تھا جمعہ کے دن مجھ کو باپ پیروں کی خدمت میں لیجایا کرتے تھے۔ تاکہ وہ میرے سر پر ہاتھ پھیریں۔ ابوالقصر کے پاس نہیں لیجاتے تھے۔ حالانکہ وہ مسجد ہی میں ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ ملامتی تھے۔ اور میرے باپ قاری تھے لیکن شیخ ابوالحسن تیشہ ساز اور اُن کے بھائی شیخ ابومحمدؒ کاکا ابوالعصر کے مرید تھے۔ روشن پیر اور بڑے نعرے لگانے والے تھے۔ ابوالقصر کے سب مرید ایسے ہی تھے۔ کہ نعرے بڑے مارا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں اپنے پیر کی حکایات بیان کرتے تھے +

کاکا احمد سنبل اور اُس کے بھائی محمدؒ خواجہ رحمہما اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ کاکا احمد سنبل اپنے بھائی محمدؒ خواجہ سے بڑھ کر تھے۔ نیک باطن تھے۔ اور اُن کے بھائی ظاہر میں زیادہ پاکیزہ تھے۔ بڑے مشہور درویش تھے۔ کرامات ولایات والے تھے۔ میری بابت اُن کے دُور کے خیالات تھے +

ابومنصور محمدؒ انصاری قدس سرہٗ

آپ شیخ الاسلام کے باپ شریف حمزہ عقیلی کے مرید ہیں۔ ابوالمظفر ترمذی کی خدمت میں

بسے ہوئے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ احمد کوفانی نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ سب کچھ تو نے کیا۔ اور بہت پھرے۔ مگر اپنے باپ میں کیوں نہ دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ستر سے کچھ اوپر سال تک علم سیکھا اور لکھا ہے۔ حدیث اٹھایا ہے۔ عقاید نے سب سے پہلے اپنے باپ سے سیکھے تھے لیکن وہ ایسے قاری صادق، متقی پرہیزگار تھے، کہ کوئی ایسا ہو نہیں سکتا، نہ اختیار کر سکتا ہے۔ شیخ الاسلام یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میرے باپ میری نسبت بڑا آواز رکھتے تھے۔ مجھے کہا تھا عبداللہ تم کب تک فضیل عیاض اور ابراہیم ادھم کی باتیں کہو گے۔ تم سے فضیل اور ابراہیم ادھم پیدا ہونگے۔ انہوں نے میری بابت خواب دیکھا تھا۔ لیکن مجھ سے نہ کہتے تھے بلکہ کہتے تھے۔ میں ہر روز تعبیر کرتا ہوں۔ وہ درست نکلتی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میرے باپ مجرد ہونے کے زمانہ میں میں صاف وقت اور فارغ دل تھے۔ لیکن زن و فرزند میں پڑ گئے تھے۔ وہ اس کی وجہ سے ہمیشہ آزادگی کا اظہار کیا کرتے، تنگدل رہا کرتے۔ ہم سے ایک دفعہ تنگدلی میں کہا۔ کہ مجھ میں اور تم میں آگ کا دریا ہو۔ میں نے کیا گناہ کیا تھا اس عورت نے چاہا اور فرزند پیدا ہوا۔ ایک دن اس تنگدلی میں دکان سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سبحانک اللھم کہا یعنے اے پروردگار تو پاک ہے۔ دکان سے ہاتھ اٹھا لیا، اور بلخ میں اپنے پیر شریف حمزہ عقیلی کی خدمت میں چلے گئے ✦

ابو منصور سوختہ رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو منصور کے قصندز میں پیر تھے۔ ایک دفعہ اپنے آپ کو جلا لیا۔ اور خدا کے لئے جلے۔ اس لئے ان کا نام سوختہ پڑ گیا۔ سچے مرد متقی پکے تھے ✦

شیخ احمد چشتی اور ان کے بھائی خواجہ اسمٰعیل چشتی قدس سرہما

شیخ احمد چشتی ابو احمد ابدال کے سوا اور شخص ہیں کیونکہ وہ ان سے پہلے ہیں۔ شیخ الاسلام نے ان کو نہ دیکھا تھا، اور خواجہ احمد بن مودود کے بھی غیر ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے پیچھے ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام کو انہوں نے نہیں دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے کسی کو زیادہ قوی ملامت کے طریق میں اور پورا احمد چشتی سے نہیں دیکھا چشتی سارے ایسے ہی تھے۔ خلقت سے بے باک اور باطن میں جہان کے سردار۔ تین دفعہ جنگل میں گئے تھے، اور پھر لوٹے۔ کیونکہ

اپنے درمیان اس میں اخلاص نہ دیکھا تھا۔ بر تمام حالات میں اخلاص اور ترک ریا کے ساتھ رہتے تھے۔ شرع میں کسی قسم کی سستی جائز نہ رکھتے تھے۔ زیادہ کاہلی کا تو کیا ذکر۔ شیخ احمد نجارؒ وغیرہ کو دیکھا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ احمد چشتی بزرگ تھے۔ اور میری تعظیم اور عزت اس قدر کرتے کہ کسی اور کی نہ کرتے تھے۔ سب سے پہلے وہ شخص جس نے اپنے بال میرے پاؤں پر ملے۔ وہی تھے۔ آپ شیخ ابونصر طالقانی کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ اور یہ بیت اُن سے سُنا تھا سہ

ازیں پندار گوناگون دانش پشیمانم وزیں بیباکی ندانستم ہمے پنداشتم دائم

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے کسی کو برادر احمد چشتی کی طرح دیدار اور فراست میں نہیں پایا۔ وہ میری خدمت کرتے تھے۔ بڑی عزت کرتے تھے۔ قہندز میں مجلس کرتا تھا۔ میرے سامعین میں سے ایک شخص تھا جو اُن کی صحبت میں رہا تھا۔ اور میری باتیں اُن سے کہا کرتا وہ کہتے تھے۔ کہ یہ تمہارا دانشمند ہمارے کوچہ میں سے ہے۔ خدا جانتا ہے اس بات سے میرے سر میں کیا طمع ہے۔ اس کی وہ بات میری مایہ ہے۔ اس کے بعد مجھے دعوت دی۔ اور اپنی تمام دنیا مجھ پر نثار کر دی۔ اس کے بعد ہم سردی اور موسم برف میں نباذان میں گئے۔ وہ مجھ کو لے گیا۔ اور وہیں سے ہمارے کام ہیں تھے۔ ابو نصر سوہان گریاران چشتی سے ہے۔ وہ بڑا دانا تھا۔ جبکہ ہم بناذان میں گئے تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ اطراف کے ۶۲ مشائخ وہاں جمع ہو گئے تھے چالیس سے کچھ اوپر دن تک میں اُن کو وعظ کہتا رہا۔ اور علم حقیقت کی تشریح و توضیح پہلے وہاں سے شروع ہوئی۔ ان میں سے کوئی شخص میرے برابر نہ چلا۔ لیکن سب صاحبان ولایت و کرامت و فراست تھے۔ جب تک یہ لوگ زندہ تھے کوئی ترکمان خراسان میں نہ آیا ؛

ابو حفص غارودانی قدس سرہٗ

ابو حفص نے غارودان میں آنکھیں اور کان میری طرف متوجہ کئے ہوئے تھے۔ وہ بعید صاحب کرامت ظاہرہ تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر ابو حفص غارودان میں زندہ ہوتے۔ تو تم اپنے کپڑے اُن سے چھین لیتے۔ اور اس کی طرف نہ دیکھتے لیکن میں اس بزرگ دیکھتا تھا۔ وہ ظاہری کرامات اور بڑی فراست والے تھے۔ ایک دوست اس کے دوستوں میں سے تھا۔ وہ اس کے ساتھ پوشیدہ رہتے تھے۔ اس غیرت سے کہ اس کا کوئی دوست نہ ہو۔ اس کے دوستوں کو لوگ پہچانتے تھے ؛

ابو بشر کواشانی قدس سرہٗ

جب ابو بشر کواشان میں تھے۔ کبوتر اُن کی بات سے نیچے اُتر آیا تھا۔ اور جیسے

احمد مرجانہ و احمد کا بہ ستانی قدس سرہما

اور مثل احمد مرجانہ اور احمد کانہ دستانی کے کہ توت کی شاخ پر رقص کرتے تھے۔ ہم چالیس سے کچھ اوپر دن وہاں تھے۔ ہر روز لوگوں کے مہمان ہوتے تھے۔ ایک ہزار دو سو بھرٹے فتوح (نذرانہ) ملے تھے۔ جن میں سے سوا پرانے مصلّے کے میں کچھ نہیں لایا تھا۔ ایک دن میں سماع کرتا تھا۔ اور اُس میں شور مچارہا تھا۔ اپنے کپڑے پھاڑتا تھا۔ جب میں سماع سے باہر نکلا اور مسجد جامع میں گیا سماع کے خمار میں تھا۔ ایک شخص میرے سامنے آیا اور کہنے لگا وہ جوان کون تھا کہ سماع میں پھرتا تھا۔ میں نے کہا کس قسم کا تھا۔ کہا ایک نوجوان تھا۔ نرگس کی شاخ دراز اُس کے ہاتھ میں تھی۔ تمہارے ساتھ سماع میں پھرتا تھا جب وہ نرگس کو تمہاری ناک کے سامنے کرتا تو تم شور مچاتے تھے۔ اور زیادہ بے طاقت ہو جاتے تھے۔ میں نے کہا کسی سے پھر مت کہنا۔ اس کے بعد ہم آپس میں نہیں ملے۔ مگر حفص سے کہ میرے اور دوستوں کے وداع کے لئے آیا ہوا تھا۔ کہ دنیا سے رخصت ہوگا۔ اور اسی ہفتہ میں فوت ہو گیا۔ ابو بشر کواشانی نے اسحٰق حافظ کے املا کی مجلس میں مجھ سے کہا تھا۔ عقلمند وہاں سے یہاں آئے ہو۔ میرے پاس بیٹھو کہ میں یہاں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ سخن کا دروازہ مجھ پر باندھا گیا۔ مجھ سے ایک بات نہ ہو سکی۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا۔ کہ یہ کیا بات تھی۔ کبھی ایسا ہُوا ہے یہاں تک کہ وظیفہ اس آیت تک پہنچا۔ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یعنے بعض وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے سوا وہ شریک بناتے ہیں۔ تو میری زبان کھل گئی +

شیخ احمد حاجی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ احمد حاجی میرے پیروں میں سے ہیں۔ انہوں نے شیخ الاسلام حصری کو دیکھا تھا۔ اور ابو الحسن طرزی وغیرہ کو بھی اُن سے حکایات نقل کیا کرتے تھے۔

میں نے اُن سے کہا کہ آپ حصری سے کچھ یاد رکھتے ہیں۔ کہا ایک شیخ کے ساتھ حصری کی خدمت میں ہم گئے۔ کچھ کھانے کی چیز موجود نہ تھی۔ شیخ کہتے تھے۔ نحن دوابک یا سیدی اعلف دوابک یا سیدی یعنی اے میرے سردار ہم تیرے چوپائے ہیں۔ اُن کو اے میرے سردار دانہ گھاس دے۔ اور تالی بجاتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کا خیال نہ کہ کہ انکو چارہ کی ضرورت تھی۔ اس کا خیال کر کہ خدا تعالیٰ کے سوا ان کی کوئی حاجت نہ تھی ؛

شیخ ابوسلمہ باوردی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابوسلمہ باوردی خطیب صوفی سیاح میرے پیروں میں سے ہیں۔ بڑے بوڑھے تھے۔ اور بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا۔ جیسے ابوعبداللہ رودباری عباس شاعر ابوعمر بخند ابویعقوب نہرجوری رحمہم اللہ ؛

شیخ ابوعلی کیال قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ شیخ ابوعلی کیال کو دیکھا تھا لیکن میں چھوٹا تھا۔ میں نے ان کو نہیں پہچانا۔ بزرگ تھے اور سیستان کے شیخ تھے ملامتی طریقہ پر تھے۔ ان کی کرامت کی تعریف نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ کرامات سے خود بہتر تھے۔ وہ اور شیخ احمد نصر، شیخ ابوسعید مالینی تینوں صوفیوں کی سرائے کے صفہ میں رہتے تھے۔ اور میں وہاں حاضر رہتا تھا ؛

ابوعلی زرگر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ابوعلی زرگر میرے پیروں میں سے ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کے پیروں میں۔ صوفی تھے۔ ابوالعباس قصاب آملی کے شاگرد تھے۔ سخی مرد تھے۔ شیخ حصری کو دیکھا تھا۔ اور اس سے حکایت کرتے تھے ؛

ابوعلی بوتہ گر قدس اللہ سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ بھی میرے پیر ہیں۔ سخی مرد تھے۔ شیخ حصری کو دیکھا تھا۔ اور ان سے حکایت کیا کرتے تھے ؛

شیخ ابونصر قبانی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے بہت سفر کئے تھے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا۔ شیخ ابوعمرو اکاف کو دیکھا۔ اور اردن میں ان کی خدمت کی تھی۔ ابوعمرو سنجیدہ کو دیکھا تھا۔ شیخ ابونصر عبداللہ مانک کو بھی ارغان میں دیکھا۔ شبلیؒ کے شاگرد ہیں۔ مجھ سے ان کی حکایات بیان کی تھیں۔

شیخ ابواسمٰعیل نصرآبادی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ شیخ ابوالقاسم نصرآبادی کے بڑے بیٹے ہیں۔ جن نے ان سے حدیث سُنی تھی۔ اور اُن کے باپ کی حکایت یاد رکھتا ہوں۔

شیخ ابومنصور گازر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک بار عب درویش تھے۔ بہت سے مشائخ کو آپ نے دیکھا تھا۔ عمر سے بہتر تھے۔ شیخ احمد نجار استرآبادی کو دیکھا تھا۔ اور ابونصر سراج صاحب لمع کو بھی دیکھا تھا۔

شیخ اسمٰعیل دباس جیرفتی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ اسمٰعیل دباس میرے پیروں میں سے ہیں۔ پیر روشن تھے اور محدث شیخ مومن شیرازی کو دیکھا۔ اُن سے حکایت کرتے تھے۔

شیخ ابوسعید معلم قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ابوسعید معلم روشن پیر تھے۔ نیک دل تھے اور سفید مرقع پہنتے تھے۔ شیخ ابراہیم کیالؒ کو دیکھا تھا۔

ٗ ماپنے والے ۱۲

شیخ محمد ابو حفص کورتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ محمد ابو حفص کورتی بزرگ ہوئے ہیں۔ بڑے وقت والے اور میرے پیر ہیں۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہوگئے۔ صوفی اُن کے پاس گئے۔ باتیں ہونے لگیں۔ ایک شخص نے اُنکے سامنے دعوے کیا۔ آپ کو اس کے سُننے کی طاقت نہ رہی۔ ان کو غیرت آئی اُٹھ بیٹھے اور کہا حق حق حق۔ جب ایک گھڑی گذری ہوش میں آئے اور کہا استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ میں ضعیف ہوگیا ہوں عذر کرنے لگے +

شیخ عمو قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو اسمٰعیل ہے۔ اور نام احمد بن محمد بن حمزہ صوفی ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ عمو خراسان کے خادم تھے۔ اور وہ میرے پیر استاد تھے۔ یعنے صوفیوں کے آداب و رسوم میں نے اُن سے سیکھے تھے۔ عمو میرے مُرید تھے۔ باوجود مریدی کے میں اُن کا ہم پیالہ تھا۔ جہان کے مشائخ کو دیکھا تھا۔ شیخ ابو العباس نہاوندی نے ان کا عمو لقب رکھا تھا۔ جیسا کہ گذر چکا۔ شیخ ابو بکر فرا کو نیشاپور میں دیکھا تھا۔ سفر اوّل اور حج الاسلام شیخ احمد نصر طالقانی کے ساتھ کیا تھا۔ شیخ ابو بکر فالیزبان کو بخارا میں دیکھا تھا۔ اور اُنہوں نے حضرت جنید اور ابو بکر مفید کو دیکھا تھا۔ اور اُس نے جنید اور شیخ شیروانی کی خدمت کی تھی۔ اور تمام مشائخ حرم کو دیکھا تھا جیسے ابو الحسن جہضم ہمدانی، شیخ ابو الخیر حبشی، محمد ساخری شیخ جوال گرد، شیخ ابو اسامہ، ابو الحسن سرکی، ابو العباس نسادی، ابو العباس قصاب وغیرہ مشائخ وقت کو دیکھا ہے۔ اور اُن پر اُنہوں نے مہربانیاں کی تھیں۔ اُس نے ان کی اچھی خدمت کی تھی۔ اور آرام پہونچایا تھا۔ شیخ ابو الفرج طرسوسی کو دیکھا تھا۔ ماہ رجب ۴۰۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر ۹۹ سال کی تھی رحمۃ اللہ +

شیخ احمد کوفانی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ احمد عمو کے خادم تھے۔ بہت سے پیروں کو دیکھا اور بڑے سفر کئے تھے۔ اُس نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ ہم نے تم سے معلوم کیا ہے۔ کہ ہم نے کن کن کو دیکھا

ہے۔ یعنی تم نے اُن کو حقیقت میں دیکھا ہے +

ابوالحسن نجار قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ وہ قہندز میں بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ مرد با رعب اور بزرگ تھے۔ کوئی اُن کو پہچانتا نہ تھا۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں اُن کو دیکھا گیا۔ کہ پنجاہ کوزہ بردار اُنکے مُرید تھے۔ مجھ سے بلال خادم مصری کی یہ حکایت کی تھی۔ کہ حضری نے کہا ہے لا تطلع الشمس الا باذنی یعنے آفتاب بغیر میرے حکم کے نہیں چڑھتا شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ قاضی ابراہیم باخرزی نے مجھ سے کہا تھا۔ میں نے اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور کہا کہ خداوندا بندہ تجھ تک کب پہنچتا ہے۔ کہا اس وقت کہ اس کو کوئی مانع نہ رہے جو مجھ سے باز رکھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ مجھے شیخ ابو علی سباہ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جب میں خرقانی رح سے ملکر واپس آیا۔ تو اتفاقاً شیخ عمو اُن سے ملکر آیا تھا۔ مجھ سے اُن کی حکایت کرتا تھا۔ اور میں خرقانی کی حکایت سناتا تھا۔ ابو علی سباہ مرد میں ایک بزرگ موجود تھے صاحب سخن و کرامات اور بڑی ولایت والے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ پیر محمد کشور تائب صادق بڑے جفاکش تھے۔ روزہ وصال[1] کے روزے رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وصال میں تھے۔ میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ چالیس روز تک وصال کیا۔ مجھ سے لوگ کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے ۸۰ روز تک روزہ وصال پُورا کیا۔ بعض کہتے ہیں۔ سو روز تک واللہ اعلم۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ اس پر تمہارا قیام ہو جائے۔ تو مشرق مغرب میں تمہارے جیسا کوئی نہ ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ محمد تنگرف ایک پیر بادیہ تھے دعوئے قوت طامت رکھتے تھے۔ مجھ سے شیخ الاسلام نے کہا کہ میں دو دفعہ ابو سعید ابوالخیر کے پاس رہا ہوں۔ انہوں نے اپنی دستار سر سے اُتاری ہوئی تھی۔ اور اپنی مصری گودڑی مجھے دیدی شلغم کو جوش دے کر میرے منہ میں ڈالتے تھے۔ جب میں اُن کے پاس گیا تھا۔ میرے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ میری اتنی تعظیم کرتے تھے کہ کسی اور کی ایسی کم کرتے۔ لیکن مجھ کو اُن سے اعتقاد میں مخالفت ہے۔ طریقت میں پورے نہیں۔ مشائخ کا طریقہ اختیار نہ کرتے تھے۔ بعض مشائخ وقت اُن سے اچھی طرح پیش نہ آتے تھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ احمد خضرویہ نے ایک دن بایزید کے سامنے کہا ئے

[1] روزہ وصال یہ کہ رات دن روزہ رکھنا افطار نہ کرتا +

رب ہماری امید اپنے سے مت کاٹ۔ بایزید نے کہا یارب ہماری امیدیں اپنے سے قطع کر۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ احمد نے کہا وہ عام لوگوں کے لئے ہے۔ اور جو کچھ بایزید نے کہا وہ خاص کا کام ہے کیونکہ امید نقصان ہے امید ناموجود پر ہوا کرتی ہے۔ موجود چیز پر امید کب ہوتی ہے۔ ابوبکر زقی کہتے ہیں۔ والعافیۃ والتصوف لا یکون یعنے آرام اور تصوف جمع نہیں ہوتے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر صوفی ہو تو اپنے حالات کو متہم کر۔ کیونکہ دعوے ہے اور اپنے افعال کو متہم کرو کہ ریا ہے اور اپنے اقوال کو متہم کرو کہ بے معنی ہیں۔ ایک جوانمرد جنگل میں بیقرار ہوا۔ کہا اگر مجھ کو سلامتی سے نکالیگا تو میں تجھ کو کبھی یاد نہ کروں گا۔ جب جنگل سے باہر نکلا۔ تو ایک شخص اسکو گھر میں لے گیا کھانا دیا۔ جو سیر ہو کر کھایا۔ اور مر گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا اور یاد نہ کرتا۔ تو شریعت تباہ ہو جاتی۔ اور اگر یاد کرتا تو اقرار تباہ ہو جاتا۔ وہ سچا تھا۔ اس کے شغل نے اس کی کفایت کی۔ اس نے ہنسی اور خواری سے نہیں کہا تھا۔ کہ میں یاد نہ کرونگا۔ اپنے یاد کی شرم سے ایسا کہا تھا۔ ابو علی سیاہ قدس سرہٗ سے ایک مرد نے کہا تھا۔ کہ ہر چیز سے اگر کوئی چیز جاتی رہے تو بھی کچھ رہ جاتی ہے مگر شریعت کہ جب اس سے کوئی چیز جاتی رہے تو کچھ نہیں رہتی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انہوں نے بہت اچھا کہا ہے اور یہ اس طرح ہے شریعت پورا کام چاہتی ہے شریعت میں زیادتی نقصان ہے شریعت پانی کی طرح ہے پانی اندازہ کا چاہیئے اگر بڑھ جائیگا تو اجاڑ دیگا۔ اور اگر کم ہوگا۔ تو تمہیں سیراب نہ کرے گا۔ مرتعش کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے آپ کو ہرگز کبھی خاص باطن کے ساتھ نہیں دیکھا تا وقتیکہ اپنے آپ کو بظاہر عام نہ دیکھا ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں مطلب یہ ہے۔ کہ میری حقیقت درست نہیں ہوتی جب تک کہ میری شریعت صاف نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام کی یہ عادت تھی کہ جو کچھ سنتے خواہ وہ عمدہ عادتیں ہوتیں اور افعال پسندیدہ ہوتے۔ خواہ حدیث میں خواہ مشائخ کی حکایات میں البتہ ان کو ضرور کرتے وہ فرماتے ہیں۔ کہ جو تم کو کوئی سنت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ملے اگر تم اس کو وظیفہ نہ بنا سکو اور ہمیشہ نہ کر سکو بارے ایک دفعہ تو کرو تاکہ تمہارا نام سنیوں کے زمرہ میں کر دیں علیٰ ہٰذا نیک معاملہ اور احوال و اخلاق مشائخ کہ ان پر چلنے کے لئے ہم سے کہا گیا ہے۔ اگر سب نہ کر سکو بارے کچھ تو کرو۔ ایک دفعہ میں راستہ میں جا رہا تھا۔ ایک درویش نے مجھے خدا کی قسم دی کہ شلوار چاہیئے۔ مجھ کو اس امام کی حکایت یاد آگئی۔ کہ وہ سوار آتے تھے۔ ایک درویش نے انکو خدا کی قسم دی کہ مجھ کو شلوار دیدو۔ وہ امام گھوڑے پر سے اتر پڑے۔ اور اپنی شلوار اس کو اتار کر دیدی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیوں کیا۔ یہ فقیر جھوٹے فریبی ہیں۔ کہا میں یہ بات جانتا ہوں

لیکن جائز نہیں کہ خدا کی قسم مجھے دیں۔ اور میں اس کی پرواہ نہ کروں اور اُس کی مراد پوری نہ کروں شیخ الاسلام نے کہا کہ میں نے بھی وہ کام کیا۔ اس درویش کو شلوار دیدی اور شلوار کے بغیر وعظ کہتا رہا شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے اکثر عاریتی کپڑے سے مجلس قائم کی ہے اور اکثر گھاس کھا کر گزارہ کیا ہے اکثر اینٹ سرہانے رکھتا ہوں۔ اور اُس وقت میرے یار دوست شاگرد سب مالدار تونگر تھے۔ جو کچھ میں اُن سے مانگتا وہ دیتے۔ لیکن میں کبھی اُن سے مانگتا نہ تھا۔ اور نہ اُن پر ظاہر کرتا۔ میں کہتا کیوں یہ خود نہیں جانتے کہ میں کچھ نہیں رکھتا۔ اور کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ میں ابھی بچہ تھا کہ میرے باپ نے دُنیا کو چھوڑ دیا تھا۔ دُنیا تمام خرچ کر دی۔ ہم کو رنج میں ڈال دیا۔ ہماری درویشی کی ابتدا اُسی وقت سے تھی۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں جاڑوں میں جبہ نہیں رکھتا تھا۔ بڑی سردی پڑتی تھی۔ میرے سارے گھر میں ایک اتنی بوریا تھی کہ اس پر میں سوتا تھا۔ اور ان میں نمدے کا ایک ٹکڑہ تھا جو اوڑھا کرتا تھا۔ اگر پاؤں کو ڈھانکتا تھا تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ ایک اینٹ تھی جو سر کے نیچے رکھا کرتا تھا۔ ایک میخ تھی کہ وعظ کے کپڑے اُس پر لٹکا دیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک عزیز آیا۔ مجھ کو اس حالت میں دیکھ کر انگلی دانتوں میں رکھی اور رونے لگا۔ ایک گھڑی تک کھڑا روتا رہا۔ پھر اپنے سر سے پگڑی اُتار کر دیں رکھ دی اور چل دیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو اِسقدر طاقت نہ تھی۔ کہ مجلس کے قاریوں کو کچھ دیتا اور کسی سے مانگتا نہ تھا۔ میرے دل پر اس سے رنج رہتا تھا۔ ایک شخص نے دانیال پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں۔ فلاں دکان عبداللہ کو دیدے تاکہ اس کی آمدنی قاریوں کو دیا کرے۔ دانیالؑ نے اِس شغل کی کفایت کی۔ اور وہ مرد اس دکان کی آمدنی ان قاریوں کو دیا کرتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ مجھے کبھی تمام عمر میں اللہ تعالےٰ نے آدھے دن تک دنیا کی طلب میں نہ دیکھا تھا۔ اب مجھ پر دُنیا کھولتے ہیں۔ لیکن میں اس میں سے اگر قبول نہ کروں گا تو کافر ہونگا۔ اور اگر دل پر اس کی کچھ قدر و عظمت ہو تب بھی کافر ہونگا جب تک اُس سے نہ چھوٹوں۔ اور اس کا ضروری حصہ مجھ سے نہ لئے گئے ہوں۔ اس کو مجھ پر نہ کھول دیا ہو۔ اگر سلیمان علیہ السلام کا ملک ہی ہو۔ تو مجھ کو اس چیز میں سے کہ میں نے دیکھی تھی۔ اور مجھ کو اچھی معلوم ہوئی تھی۔ اور ضروری تھی۔ زمانہ میں میری آنکھ اور دل پر گذری تھی۔ اور اس کو میرے لئے اس کو نقدی کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہی ہے۔ کہ میں نے فلاں وقت دیکھی تھی۔ اور میرے دل پر گذری تھی۔ اس وقت کہ مجھے چاہیئے تھی۔ اب دیتا ہے۔ ایک ترک تھا کہ جو شیخ کی مجلس کی ملازمت کیا کرتا تھا۔ شیخ الاسلام کے سر کے

ڈھال کے برابر نور دیکھا کرتا تھا۔ ایک دن شیخ احمد کوفانی سے کہنے لگا۔ کہ تو وہ نور کی ڈھال دیکھا کرتا ہے جو خواجہ کے سر پر ہے کہا کہ ہاں دیکھا کرتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ کون نہ دیکھتا تھا لیکن اسکو ظاہر نہ کرتا تھا۔ ترک سے نہ ہو سکا کہ دیکھے اور کہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں وہ ترک حج کو گیا۔ اور واپس آیا۔ اس کے بعد اس نور کو نہ دیکھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ ترک کہنے لگا۔ کہ میں اب وہ نور نہیں دیکھتا۔ اس کا سبب کیا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ اب تم نے اپنے آپ کو بخشا ہوا خیال کر لیا ہے۔ اور بزرگ سمجھتا ہے کہ میں نے حج کیا ہے۔ حاجی ہوں۔ اس وقت بہار احتاج اور پیاسا تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ہر ایک کا ایک بُت یعنی معشوق ہوا کرتا ہے۔ بہار کا وقت میرا بُت ہے۔ کیونکہ میں بہار کو دوست رکھتا ہوں ایک دفعہ ہوا گرم ہوئی۔ اور تمام پھول کھل چکے تھے۔ مجھ کو چاہیئے تھا۔ کہ پھول دیکھتا کہ میری آنکھیں خوش ہوں۔ دھوبیوں کے گھاٹ پر جایا کرتا۔ باغیچہ میں گل لالہ کو دیکھا جو پیالے کے برابر تھا بہت خوبصورت تھا جس سے بڑھ کر لالہ ہو نہیں سکتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں سخت تنگدل تھا۔ اپنے گھر کے پاس ایک امر کے سبب اندیشہ میں بیٹھا ہوا تھا سخت ہوا چلی ملنے میں ہشت پہلو کاغذ اوپر سے نیچے گرا۔ سرخ خط سے اس پر لکھا ہوا تھا۔ فوج فوج یعنی خوش ہو خوش ہو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابوالخیر تینانی آٹھ سال تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے ہیں۔ کچھ سوال نہ کرتے۔ اور یہ بڑی سخت بات ہے۔ کوئی شخص مکہ معظمہ میں کوئی چیز نہ رکھتا ہو۔ اور پھر سوال نہ کرے۔ ایک دفعہ آٹھ رات دن تک کچھ نہ کھایا تھا۔ بیماری اور بھوک دونوں پیدا ہوئیں سست ہو گئے حیلہ سے اپنے آپ کو مقام ابراہیم علیہ السلام تک پہنچایا۔ کہ دو رکعت نماز پڑھی۔ سستی کی وجہ سے ان کو نیند آ گئی۔ اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا کہ اُن سے کہتا ہے۔ کہ تم کیا چاہتے ہو۔ کہا ملک پر شرافت۔ کہا کہ اچھا میں نے دیدی کہا اور کیا چاہتے ہو کہا حکمت۔ کہا اچھا وہ بھی دی۔ پھر جاگ اُٹھے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ ملک کی شرافت میں اُن کو ایک یہ بات حاصل تھی کہ یہ کہتے تھے۔ میں کئی سروں پر سفید خط سے سعید لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور کئی سروں پر شقی لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔ دوم یہ کہتے کہ جو شخص کسی ولایت کا حج کو جاتا ہے میں اس کو دیکھ لیتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں کہ جان لوں۔ کہ شقی کون ہے۔ کیونکہ اس میں کرامت کیا ہوئی۔ یہی کہ ہر ایک کا غم کھانے لگے۔ میں بڑائی میں کم یہ کام کرتا

ہوں لیکن بہتری میں جلد مانتا ہوں۔ اور ایک نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ مرد کا مقام کہہ دیتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کہاں تک ہے لیکن بدبختی کو نہ جانتا ہوں۔ اور نہ چاہتا ہوں۔ کہ جانوں یعنی اگر چاہوں تو جان لوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ یہ مجھ کو اس بات کے لئے نہیں چھوڑتے۔ کہ اہل ولایت کو ایک دوسرے سے جدا کروں۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ جُدا کرتا ہوں مجھ کو اس پر نہ چھوڑا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کوئی ایسا ہوتا ہے۔ کہ دانائی سے کہدے اور جان لے۔ کہ کہتا ہے یعنی اگر چاہے جان لیتا ہے۔ اور جو کچھ کہتا ہے دیکھتا ہے۔ یہ دیدار اس کو دانائی کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے اور کوئی ہوتا ہے کہ اسکو یہ دیدار کسی وقت ہو۔ اور کسی وقت نہ ہو۔ غلبہ اور دیدبہ کے وقت کہتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ وہ بات اس کی زبان پر ہو۔ یہ حقیقت ہوتی ہے اور سچی دانائی لیکن اس کو اس سے واقفیت نہیں ہوتی۔ تمہارے نزدیک کون سردار ہے کہا کہ وہ پہلا جس کی دانائی قدیم ہے اور صاحب ولایت ہے۔ یہ اکثر ابدال۔ ابرار۔ زاہدوں کو ہوا کرتا ہے۔ وہ پچھلا تحقیق یہ ہے کہ ایک دفعہ ممکن ہے کہ اس پر پوشیدہ ہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس پر ظاہر ہو۔ اگر خوش طبعی سے کہے تو وہ حقیقت ہوتی ہے۔ اور اگر غفلت میں کہے جب اس کو یاد رکھیں تو ویسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا ان سے کہا تھا۔ جامع مقامات شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابوالحسن دراج یوسف بن حسین کی زیارت کے لئے رے میں آئے۔ جس سے اُن کا حال پوچھتے وہ کہتا کہ اس زندیق سے تمہارا کیا کام ہے۔ جب ایک مہینہ کے بعد میں اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ کوئی شعر تم کو یاد ہے۔ اُس نے کہا ہاں یاد ہے پڑھا تو یوسف بن الحسین سماع میں شور کرنے لگے۔ اور اُس کی آنکھ سے ایک طوفان جاری ہوا۔ کہا اے ابوالحسن تعجب نہ کر۔ میں ایک چاند ہوں۔ جو رے میں پھرتا ہوں۔ اور تم میرا حال دریافت کرتے ہو۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس بیت میں سے تمہارا کیا کام ہے۔ صبح کے وقت سے میں قرآن پڑھ رہا تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو نہ آئے۔ لیکن تمہارے اس ایک بیت سے دیکھا کہ کیا حال ہوا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اوّل سے اُس نے اُسکو پہچان لیا تھا مگر دھوکا دیتا تھا۔ اور نہ کہا یہاں تک کہ غلبہ کی حالت میں کہا۔ اس غلبہ کے حال میں اپنے آپ کو درست کیا اور یہ چاند ہے ان بھلے چاندوں میں سے۔ ان بھلوں سے وہ حکمتوں اور مکتبوں کی تفصیل جو کہ شیخ الاسلام کی زبان پر گذری تھی مشکل بلکہ محال ہے۔ ان میں سے بہت گذر چکے ہیں۔ اور شاید کہ اور بھی انشاء اللہ تولے آئیں۔ اس جگہ اسی قدر پر بس کی گئی۔ اُن کی وفات

جمعہ کے دن ۲۲ ذی الحج ۴۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ اور اُن کی عمر ۸۴ سال کی تھی ÷

شیخ ابو اللیث باتو شنجی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ لیث قوشنجہ بزرگ و عارف تھے۔ پاؤں ننگے رکھا کرتے وہ فرماتے ہیں کہ پوشنگ سے ہرات میں آیا تھا۔ اس سبب سے وہاں رہا تھا۔ میں قبرستان کو گیا ہوں میں جا رہا تھا۔ کہ ایک عورت ایک قبر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور کہتی تھی اے ماں کی جان اور ماں کے یگانہ مجھ کو اس سے حال آگیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ابو وائل شقیق بن سلمہ کوئی بزرگان تابعین سے تھے توجہ سنتے تو رو پڑتے۔ ایک صوفی کہتے ہیں۔ التلذذ بالبکاء ثمن البکاء یعنے رونے سے لذت حاصل کرنی رونے کی قیمت ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ تیری صحبت سے باز رہا ہو احسرت کے آنسوؤں سے لذت پاتا ہے تو تیرا پانے والا کیا پائیگا۔ لیث قوشنجہ کی قبر خیابان میں ہے جب ان کا انتقال ہوا تو اس کے یاروں نے اس کی قبر پر ایک چھوٹا سا حجرہ بنا لیا۔ اور مکان کے بالاخانہ پر چار طباق بنائے۔ اس میں رہتے تھے یہاں تک کہ ایک ایک کر کے فوت ہو گئے۔ اور اُس کے پہلو میں دفن کئے جاتے تھے۔ رحمہم اللہ تعالے۔ شیخ عمو کہتے تھے۔ کہ یہ قبر فلاں انار فروش کی ہے۔ اور یہ فلاں کی۔ وہ مجھ سے اُس کے یاروں کی قبریں دکھایا کرتے۔ شیخ الاسلام کو اُن کی یہ بات بہت اچھی معلوم ہوتی تھی۔ کہ اس میں اُن کی استقامت اور موافقت پائی جاتی تھی۔ اور کہا کہ محمد عبد اللہ گاذر کہتے تھے۔ تمام خوبی جو اپنے میں دیکھتا ہوں۔ اس کا سبب یہ جانتا ہوں کہ لیث قوشنجہ مجھ سے راز کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور اُن کا مزہ میرے حلق میں اُترا کرتا تھا۔ لیث قوشنجہ ایک دفعہ ہرات کی ندی میں ڈوب گئے۔ تڑپتے تھے۔ کہا اے خداوندا۔ اب تو نے مجھ کو پکڑ لیا۔ کہ آنے کا توشہ نہیں رکھتا۔ اگر تو مجھے سلامت باہر نکالیگا تو میں تین دفعہ قل ھو اللہ پڑھوں گا۔ کہا کہ اس سے مجھے خلاصی ہو گئی۔ اور برس ہو چکے ہیں کہ اسی میں ہوں۔ کہ پڑھوں۔ لیکن پڑھ نہیں سکتا۔ جب میں کہتا ہوں۔ احد اللہ تعالے کہتا ہے۔ میں وہی ہوں جو تو کہتا ہے لیکن جانتا ہے کہ احد کون ہے۔ مجھ کو پھر ہوش بھلا دیتا ہے ÷

محمد بن عبد اللہ گاذر ہروی قدس سرہُ العزیز

آپ صوفیوں میں بزرگ تھے ہرات میں رہتے تھے۔ صاحب کرامات تھے۔ اُن کا تاریخ

ہیں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ محمد بن عبداللہ گاذر (دھوبی) ہروی اپنے وقت میں ہرات کے بڑے جوان مشائخوں میں تھے۔ اور خلق اور عادات اور طریقہ میں اُن سے بڑھ کر تھے۔ خواجہ ابو عبداللہ بوذہل اُن سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اور اُن کے لئے بڑے کام کئے تھے۔ ایک دفعہ اُن سے کہا کہ خواجہ تم یہ سب کام کرتے ہو۔ آخر تم مجھے شہر سے باہر نکال کر رہو گے! اُنہوں نے کہا کہ مَیں نے کہا تم مشہور شخص ہو اور وہ ہرات کے رئیس تھے۔ محمد عبداللہ گاذر معاملہ اور ترکِ دُنیا میں بہت اچھی باتیں کہا کرتے تھے۔ جو دلوں میں اثر کیا کرتی تھیں۔ لوگوں نے دُنیا کو چھوڑ دیا۔ اور اپنی جائیدادوں سے علیحدہ ہو گئے۔ خواجہ عبداللہ نے اُن کو شہر سے رخصت کر دیا اور کہا کہ تم کو باہر جانا چاہئے۔ اور شہر کے اطراف میں جہاں رہنا چاہتے ہو رہو۔ کیونکہ نئی باتیں لوگوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ یعنے جب مرد دُنیا سے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے تو بادشاہ کا خوف جاتا رہتا ہے۔ خواجہ ابو عبداللہ نے چار سال تک شبلیؒ کی خدمت بغیر سوال کے کی تھی۔ اور بڑا مال اُن پر خرچ کیا تھا۔ شبلیؒ اُن کو خراسان کے سخی کہا کرتے تھے۔ وہ خود حافظ ثقہ بڑے محدث تھے ÷

قرنج قدس سرہ العزیز (یا فرنج)

شیخ الاسلام کہتے ہیں، کہ وہ پیر بزرگ درویش صاحبِ ولایت و فراست تھے۔ گاذرگاہ مادر میں اُن کی قبر ہے ایک دن خواجہ ابو عبداللہ بوذہل اُن کے پاس گئے تو فرمایا کہ اے بوذہل کے فرزند کب پہنچے بٹھائینگے۔ اور مجھے اوپر کرینگے وہ خواجہ تھے سمجھ گئے کہ بزرگ آدمی ہیں۔ اُنہوں نے کہا اے شیخ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ تم کو علیحدہ کریں اور مجھے بٹھائیں۔ اُس دانا نے کہا۔ اے بذیل کے فرزند تم رنجیدہ نہ ہو۔ کیا مزہ ہو کہ مجھے علیحدہ کریں۔ اور تم کو بٹھائیں۔ ایک ہفتہ نہ ہوا کہ خراسان کے امیر نے اُن کو پکڑا اور قلات کے قلعہ میں لیجا کر ایک طاق میں رکھا اور دروازہ بند کر دیا۔ یہانتک کہ وہیں انتقال ہو گیا ÷

خواجہ خیرجہ قدس سرہ العزیز (یا خرجہ)

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ خیرجہ ایک غلام تھا اسکی گاذرگاہ کے قبرستان میں قبر ہے۔ اس کے خواجہ ان سے عجائب چیزیں دیکھا کرتے تھے۔ اور بڑی کرامات اُن سے مشاہدہ کیا کرتے تھے اسکو آزاد کر دیا۔ گاذرگاہ میں آ گئے۔ اور وہاں چھوٹا گھر بنا لیا۔ اور مقام کیا۔ شیخ الاسلام

کہتے ہیں کہ میں نے اس کے خواجہ کے فرزند کو دیکھا ہے۔ اور اُن کی حکایت مجھ سے بیان کی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ ایک دفعہ (وہ) آئی وہ پتھر کے ٹیلے پر بیٹھے تھے اور کہتے تھے خداوند جس کو چاندی چاہیئے اسکو چاندی دے اور جس کو سونا چاہیئے اس کو سونا دے جس کو غلام زمین چاہیئے اس کو غلام زمین دے۔ اور جو کچھ کسی کو چاہیئے دے۔ خیرجہ کو تو ہی بس ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس کا حال کس کو محل غیرت ہے لیکن خدا تعالےٰ کا اختیار بندوں کے سبب اور علت سے نہیں ہے۔ بلال کو حالانکہ غلام حبشی تھے بلا لیا۔ اور ابوجہل عتبہ شیبہ کو جو کہ مکہ کے سردار تھے دفع کر دیا۔ اُس نے کیا کیا اور اُنہوں کیا کیا۔ سب کچھ اسی کی عنایت اور قسمت سے وابستہ ہے کسی کو اس میں مجال دم زدن نہیں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ جب کوئی بیمار ہوتا یا کسی کو درد ہوتا۔ خیرجہ کی خدمت میں حاضر ہوتا یہاں تک کہ وہ الحمد پڑھتے۔ اور دم کرتے۔ اسی وقت آرام ہو جاتا۔ ایک دفعہ ایک دانا (عالم) کے دانتوں میں درد ہوا۔ اُن کی خدمت میں وہ گئے اُنہوں نے الحمد پڑھا اور پھونکا۔ اچھے ہو گئے۔ اس عالم نے کہا۔ خیرجہ تم الحمد بھی صحیح نہیں پڑھتے میں تم کو صحیح کرا دیتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا نہیں اپنے دل کو درست کرو۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے خرقانی سے الحمد للہ سنی تھی۔ کہ وہ اُمّی تھے۔ الحمد للہ وہ اچھی طرح پڑھ نہ سکتے تھے۔ لیکن وہ سردار اور زمانہ کے غوث تھے ✣

ابوعبداللہ احمد بن ابوعبدالرحمٰن نصر المالینی رحمۃ اللہ تعالےٰ

وہ ہرات کے مشائخ میں سردار تھے۔ شیخ عمو کے ہمعصر تھے۔ اور ان کے ساتھ حج ادا کیا تھا مشائخ حرم کو دیکھا اور ان کی صحبت میں رہے تھے۔ ظاہر باطن کے عالم تھے زہد اور تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ تنہائی اور ترک دُنیا میں باتیں کیا کرتے۔ اُن کی باتوں کا دلوں میں پورا اثر ہُوا کرتا تھا۔ صاحب کرامت و ولایت تھے۔ اُن کے اصحاب میں سے ایک تو عبداللہ بن محمد بن عبدالرحیم ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ نے ایک دن مجھے کہا مکہ معظمہ میں جا۔ اور فلاں شخص سے کہدے کہ ایسا ویسا کر۔ میں نے چند قدم اٹھائے تو میں نے اپنے آپ کو مکہ میں پایا۔ اُن کا وہ پیغام اُس شخص کو پہنچا دیا۔ اور عصر کی نماز سے پہلے شیخ کے پاس آ گیا۔ جب میں وہاں تھا۔ چاہا کہ حج ادا کروں لیکن جس شخص کے پاس میں گیا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا۔ شیخ کی بات کا خلاف نہ کر۔ ورنہ تم پھر جا نہیں سکو گے۔ تین مہینہ راستہ میں رہیگا۔ اُن کی قبر ہرات کے شمال کی جانب ہے

شیخ الاسلام قدس سرہٗ شروع حال میں اُن کی زیارت کو بہت جایا کرتے تھے +

ابونصر بن ابی جعفر بن ابی اسحٰق ہروی خانجا بادی رحمۃ اللہ

بعض کہتے ہیں ابو نصر محمد بن احمد بن ابی جعفر۔ آپ ظاہر باطن کے عالم زمانہ کے فقیہ تھے. دراصل کرمان کے تھے۔ اُن کی توبہ کا یہ سبب ہؤا۔ کہ ایک دن ایک شخص فتویٰ لایا جس کا مضمون یہ تھا علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے جوانی کی حالت میں چند لکڑیاں غصہ میں آکر دراز گوش کو ماریں۔ اُس دراز گوش نے مُنہ موڑا۔ اور کہا اے خواجہ یہ بڑا غصہ مجھ مظلوم عاجز پر کرے لیکن قیامت کے دن اس غصہؔ کی سزا کے عہدہ سے کیونکر نکل سکوگے۔ اب بیس سال ہوئے ہیں۔ کہ وہ شخص روتا ہے۔ اب اس کی آنکھوں کا پانی خون سے بدل گیا ہے۔ اس کی طہارت و نماز کا کیا حکم ہے۔ جب ابونصر نے یہ فتوےٰ پڑھا۔ اس بات کی ہیبت سے بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا۔ تو اس شخص کی صحبت کا احرام باندھا یعنے قصد کیا۔ جب اُس کے مکان پر پہنچے۔ تو وہ اسی رونے اور غم میں انتقال کر چکے تھے۔ وہ ایک پیر دیکھا جس کا نورانی چہرہ تھا سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے۔ اُس کی دونوں آنکھوں سے خون نکلکر اُسکے چہرہ پر جم گیا تھا. لیکن ہنستا تھا۔ ابو نصر اس کی ہنسی کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ ان کی تجہیز و تکفین کی اور نماز پڑھی جب ابو نصر وہاں سے روتے ہوئے واپس آئے۔ تو ایک پیر اُن سے ملا۔ اُس نے کہا۔ اے جوان کیوں روتے ہو۔ شائد کوئی قرآن کی آیت سُنی ہے۔ کہ جس پر عمل نہیں کیا۔ لیکن یہ تمہارا رونا تو دامن جلوں کا رونا معلوم ہوتا ہے۔ تہ دل جلوں کا وہ پیر چل دیا۔ لیکن ابو نصر کو درد پر درد اور سوز پر سوز تھا۔ جو کچھ مال متاع تھا سب چھوڑ چھاڑ علیٰحدہ ہوگئے۔ سفر اور سیر اختیار کیا۔ کہتے ہیں کہ ۳۰۰ پیر کی خدمت کی تھی۔ خضر علیہ السّلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ حرم مکہ و مدینہ. بیت المقدس وغیرہ میں بہت ریاضات و عبادات کی ہیں۔ آخر ہرات میں واپس آگئے۔ اُن کی عمر ۱۲۴ سال تک پہنچی تھی۔ اور ۵۰۰ھ میں انتقال ہؤا۔ اُن کی قبر ہرات میں خانجہ باد میں نے یادگاہ ہے۔ (خانجہ یا خائجہ)

سُلطان مجاہد الدین طالبہ قدس سرہٗ العزیز

کہتے ہیں کہ وہ لشکر کے ایک سپاہی تھے۔ ترکِ دُنیا تجرید توکل میں یکتا تھے۔ درویش محمد چرہ گر

کہ ایک ابدال میں سے ہیں۔ جامع ہرات ہیں سے رہا کرتے تھے۔ ایک دن مسجد میں سوئے ہوئے تھے پانی کا لوٹا گرا دیا تھا مسجد کے خادم نے سمجھا کہ انھوں نے پیشاب کیا ہے اُن کو اس قدر مارا کہ اُن کے اعضا زخمی ہو گئے چرگر نے ایک آہ نکالی اور چل دئے مسجد لکڑی کی تھی۔ اُس کو آگ لگ گئی جس سے تمام مسجد جل گئی۔ وہ وہاں سے اُس بازار میں کہ جس کو چلہ فروش کا بازار کہا کرتے تھے۔ آگئے۔ سلطان مجد الدین طالبہ کو اُس سے خبر دی گئی۔ چرگہ کے پیچھے روانہ ہوئے جب اُن سے ملے تو کہا۔ اے چرگر مسلمانوں کے شہر کو کیوں جلاتے ہو۔ چرگر واپس ہوئے اور اپنی آنکھ سے آنسو آگ پر گرائے۔ آگ بجھ گئی۔ اور گم ہو گئی۔ یہ رُباعی کہنے لگے۔ رُباعی

آن آتش دوشین کہ برافروختہ بود ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ او سوختن از دلِ من آموختہ بود

گر آب دو چشم من ندادی یاری ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ چہ جملہ فروشاں کہ ہمے سوختہ بود

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سیلاب آیا قریب تھا کہ ہرات کو بہالے جائے۔ سلطان مجد الدین کو خبر دی گئی کہنے لگے کہ میرے خرقہ کو سیل کے سامنے رکھدو جب ایسا ہی کیا تو سیلاب واپس ہو گیا۔ امام فخر الدین رازی اُن کے وقت میں تھے۔ اور اُن کی صحبت میں تقریب تبرک ڈھونڈا کرتے تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا۔ تو شہر میں خشک دروازہ اور فیروزہ باد کے درمیان دفن کیا شیخ محمود اشنوی رحمتہ اللہ علیہ کو رسالہ غایتہ ہرات الامکان فی معرفتہ الزمان والمکان کے مصنف ہیں۔ اُن کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ اور یہ شیخ محمود مولٰنا شمس الدین محمد بن عبد الملک دیلمی بڑے مشائخ محقق کے اصحاب اور شاگردوں میں سے ہیں۔ اور زمانہ کی حقیقت میں جو باتیں اُن کی تصنیف میں ہیں۔ اوروں کی تصانیف میں کم ملیں گے +

ابو عبد اللہ مختار بن محمد بن احمد ہروی قدس سرہ العزیز

آپ ہرات کے بزرگ مشائخ ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ صاحب کرامات و ولایات تھے کہتے ہیں کہ اُس کی قبر کی لوح پر ایسا لکھا ہوا پایا گیا ہے کہ ۲۹۷ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کھانا ایسا کھا کہ تو اس کو کھائے۔ نہ یہ کہ وہ تجھے کھائے۔ اگر تو اُسکو کھائیگا تو وہ تمام نور ہو جائیگا۔ اور اگر وہ تجھے کھائیگا تو سب دھواں بنے گا۔ کپڑا ایسا پہن کہ دعوت فخر، تکبر کو تیرے وجود میں جلا دے۔ نہ یہ کہ آگ اُن بیماریوں کو بھڑکا دے وہ یہ بھی کہتے ہیں ہر کام میں کہ کرے ایسا ہو کہ اگر عزرائیل تجھ کو پائے۔ تو اس کام

سے اور کام کی طرف نہ ہو تا پڑے اور اس کام میں تیرے تمام حالات تیرے ساتھ ہوں اگرچہ کھانا کھانا ہو یا مباح عمل ہو۔ جو کہ باطن خالصاً للہ ہو اور تیری نیت اس میں حق سبحانہ تعالیٰ کی رضا اور شرع کی محافظت ہو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اصل عبودیت یہ ہے۔ کہ تو بظاہر ایسا ہو کہ تجھ سے تمام باتیں ظاہری شریعت کے مطابق ہوں۔ اور باطن میں ایسا ہو کہ تجھ میں غیر کی یاد کی گنجائش نہ ہو۔ آپ کے یار بہت تھے۔ سب صاحب ولایت و کرامت تھے جیسے ابو العلی بن مختار علوی حسینی رضی اللہ عنہ اُن سے بہت سی کرامات اور بے شمار خرق عادات منقول ہیں۔ وہ بڑے مشہور امام ہیں۔ اُن کی قبر ابو عبد اللہ مختار کے پاؤں کے نیچے کی طرف ہے اور وہ فقیہ ابو عثمان مرغزی رحمۃ اللہ کے مثل تھے۔ نہایت شوق اور سوختگی کی وجہ سے اُن کا نام شوق سوختہ رکھا گیا تھا۔ اُن کے عجیب و غریب واقعات ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس روز امام کی ہرات میں وفات ہوئی۔ وہ ہرات میں نہ تھے۔ وہ مرو الرود (یعنی مرغاب) میں تھے۔ ان کو وہاں پر باطن میں بڑی مصیبت پڑی۔ چنانچہ بے طاقت ہو گئے۔ ہرات میں آئے۔ لوگوں نے کہا۔ اسی وقت سید امام نے وفات پائی تھی۔ اُن کا اضطراب اسی وجہ سے تھا۔ جب شوق سوختہ نے وفات پائی۔ اُن کو قبرستان چنانچہ بادمیں عبد اللہ الواحد میں مسلم کے پاؤں کے بہت نیچے دفن کیا گیا +

شیخ ابوذر بوزجانی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ جس نے بوذر بوزجانی کو دیکھا صیاد گور گیر کہتے ہیں۔ کہ بوزجان میں مجھے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ میں نے بہت ہی طلب کیا۔ تب جا کر ان کو پایا۔ میں نے بوذر کو دیکھا کہ وہ کرامات ظاہرہ والے ہیں کہتے ہیں۔ کہ بوزجان میں ایک مدرسہ تھا جس میں کہ شیخ ابوذر وہاں کے رہنے والوں کو اولیاء کہتے تھے۔ ایک دن اس مدرسہ کے دروازہ پر سوتے تھے۔ مدرسہ کا چپراسی آیا۔ کہنے لگا کہ آج طلباء کو کھانا نہیں ملا۔ اس مدرسہ میں ایک توت کا درخت تھا۔ چپراسی سے کہا کہ جا اس درخت کو جھاڑ۔ چپراسی نے اس درخت کو جھاڑا۔ جو پتھر جھڑا وہ خالص سونا تھا اور شیخ کے سامنے لایا۔ کہا کہ جاؤ ان کے لئے کھانا خرید لاؤ۔ ایک دن سبکتگین سُلطان محمود کا باپ جس کی وفات ۳۸۷ھ میں ہوئی ہے آپ کی زیارت کو آیا۔ آپ نے اس کو سخت نصیحتیں

فرمائیں بسُلطان محمود ابھی بچہ تھا۔ اس کو شیخ کے سامنے لائے۔ شیخ نے بڑی مہربانی کی۔ اور اپنی گود میں بٹھلایا۔ آپ کے اشعار میں سے یہ شعر ہے ؎

لعرفنا من کان من حبستا — وسائر الناس لنا منکرون

یعنے البتہ ہم کو وہ لوگ پہچانتے ہیں۔ جو کہ ہمارے حسب کے ہیں لیکن عام لوگ ہمارے منکر ہیں۔ اور یہ بھی ان کے اشعار میں سے ہیں ؎

تو بعلم ازل مرا دیدی — دیدی آنگہ بعیب بخریدی

تو بعلم آن ومن بعیب ہماں — رومکن آنچہ خود پسندیدی

شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابونصر احمد بن ابی الحسن ہے۔ اور وہ جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں سے ہیں۔ کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سال وفات میں ایمان لائے تھے قال رضی اللہ عنہ ما حجبنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت ولا ارانی الا تبسم فی وجھی یعنے اے جب سے میں مسلمان ہُوا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھی کبھی کسی کام سے روکا نہیں اور جب مجھے دیکھتے آپ ہنس پڑتے۔ وہ بلند قامت اور بڑے حسین تھے حضرت امیر المومنین عمرؓ ان کو اس امت کے یوسف کہا کرتے تھے حضرت شیخ کو پروردگار نے بیالیس فرزند دئے ۳۹ لڑکے اور ۳ لڑکیاں۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۴ لڑکے اور تین لڑکیاں باقی رہیں۔ اور یہ چوداں بیٹے تمام عالم عامل کامل صاحب تصانیف صاحب کرامت صاحب ولایت مقتدا پیشوا گذرے ہیں۔ آپ اُمّی تھے کہ ۲۲ سال میں توبہ کی توفیق پائی تھی۔ پہاڑ پر چلے گئے تھے۔ اور ۱۸ سال کی ریاضت کے بعد چالیسویں سال میں ان کو لوگوں میں بھیجا۔ لدنی علم کے دروازے اُن پر کھول دئے گئے اور ۳۰۰ سے زیادہ کاغذ کے دستے علم توحید معرفت علم سیر و حکمت روشن طریقت اسرار حقیقت میں وہ تصنیف کئے ہیں کہ کوئی عالم حکیم اس پر معترض نہیں ہُوا۔ اور نہ اعتراض کر سکے۔ یہ تمام تصنیفات آیات قرآن و اخبار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مفید اور موید ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کتاب سراج السائرین میں فرماتے ہیں۔ کہ میں ۲۲ سال کا تھا۔ کہ پروردگار نے اپنی عنایت سے مجھ کو توبہ نصیب کی اور چالیس سال کا تھا کہ لوگوں میں بھیجا اب ۶۲ سال کا ہُوں کہ اس کتاب

کو حکم خدا سے جمع کرتا ہوں۔ اور اس وقت ایک لاکھ اسی ہزار مرد میرے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ اور بھی کئی برس تک زندہ رہے ہیں۔ شیخ ظہیر الدین عیسیٰ کہ آپ کے فرزندوں میں سے ہیں۔ رموز الحقائق میں لکھتے ہیں۔ کہ میرے باپ کے ہاتھ پہ آخر عمر تک ۶ لاکھ مرد توبہ کر چکے ہیں۔ گناہ کی راہ سے بندگی کے طریقہ پر آ گئے ہیں۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کا ایک خرقہ تھا جس میں عبادت کیا کرتے۔ ایسا کہتے ہیں۔ کہ یہ خرقہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث کے طور پر مشائخ کے لئے چلا آیا تھا۔ یہاں تک کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر کی باری آئی۔ ان کو دکھلایا گیا کہ وہ خرقہ احمد کو سپرد کریں۔ تب آپ نے اپنے فرزند شیخ ابو طاہر کو وصیت کی کہ میری وفات کے چند سال کے بعد ایک جوان تو خط۔ بلند قد۔ گربہ چشم جس کا نام احمد ہوگا۔ تمہاری خانقاہ کے دروازہ سے آئے گا۔ اور تم میری جگہ اپنے یاروں میں بیٹھے ہوئے ہو گے۔ خبردار کہ اس خرقہ کو انہیں کے سپرد کر دینا۔ جب شیخ کا انتقال ہوا۔ شیخ ابو طاہر کی یہ خواہش ہوگئی۔ کہ جو ولایت حضرت شیخ کو تھی۔ وہ مجھے سونپ دیں۔ شیخ نے آنکھ کھولی اور کہا جس ولایت کے تم طمع رکھتے ہو۔ وہ دوسرے کو سپرد کر دی گئی۔ اور ہمارے شیخ کے علم کو خراباتی کے دروازہ پر دے مارا جو کام ہمارے متعلق تھا۔ اس کو سپرد کر دیا گیا۔ کوئی جانتا نہیں کہ یہ بات کیا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ کی وفات کے چند سال بعد شیخ ابو طاہر نے خواب میں دیکھا۔ کہ شیخ ابو سعید یاروں کی ایک جماعت کے ساتھ جلد جلد جا رہے ہیں۔ ابو طاہر نے پوچھا کہ اے شیخ کیوں آپ جلد چلے جا رہے ہیں۔ شیخ نے کہا تم بھی چلو کہ اولیاء کے دل آتے ہیں۔ شیخ ابو طاہر نے چاہا کہ چلیں لیکن بیدار ہو گئے۔ دوسرے دن شیخ ابو طاہر خانقاہ کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک جوان اسی صفت کا آیا کہ شیخ نے کہا ہوا تھا۔ شیخ ابو طاہر اسی وقت معلوم کر گئے۔ اور اس کی بڑی عزت کی۔ لیکن جیسے کہ بشریت کا تقاضا ہوتا ہے۔ دل میں سوچے کہ باپ کا خرقہ کیونکر ہاتھ سے دے ڈالوں۔ اس جوان نے کہا۔ اے خواجہ امانت میں خیانت جائز نہیں۔ خواجہ ابو طاہر بہت خوش ہوئے چنانچہ اٹھے۔ اور اس خرقہ کو کہ شیخ ابو سعید نے اپنے ہاتھ سے میخ پر لگایا ہوا تھا۔ اور اس روز تک وہیں تھا۔ لائے اور اس جوان کے سر پہ لا کر ڈال دیا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس خرقہ کو ۲۲ مشائخ نے پہنا تھا۔ اور آخر میں شیخ الاسلام احمد کے حوالہ ہوا۔ اس کے بعد کسی نے نہ جانا کہ وہ خرقہ کہاں گیا۔ بزرگ لوگ فرماتے ہیں۔ چالیس ولی مرد تھے۔ کہ جن کا عقیدہ

شیخ سے تھا قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ منجملہ ان کے ایک شیخ الاسلام احمد تھے۔ اور ایک خواجہ ابو علی اور بیشک مراد ابو علی سے ابو علی فارمدی ہے۔ ہر دو جہان میں معروف مشہور تھے۔ ایک صوفی کہتے ہیں کہ خواجہ ابو علی کو لوگوں کے دلوں کا واقف کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے اظہار کی اُن کو اجازت نہ تھی۔ حضرت شیخ الاسلام احمد سے لوگوں نے پوچھا کہ ہم نے مقاماتِ مشائخ سُنے ہیں۔ ان کی کتابیں بھی دیکھی ہیں لیکن کسی کے ایسے حال نہیں۔ جو آپ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے ریاضت کے وقت جس طرح کی ریاضتیں ہم کو اولیاء اللہ سے معلوم ہوئی ہیں کی ہیں۔ بلکہ ان سے بڑھ کر بھی کی ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جتنے فضائل پراگندہ طور پر اُن میں پائے جاتے تھے۔ وہ سب جمع کرکے ایک ہی دم احمد کو دیدیئے۔ ہر چار سو سال میں احمد جیسا ایک شخص ظاہر ہوا کرتا ہے۔ خدا کی مہربانی کے آثار اُس کے بارہ میں یہ ہیں۔ کہ تمام لوگ دیکھ رہے ہیں۔ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ یعنی یہ میرے پروردگار کی عنایت ہے۔ جامع مقامات حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اُن سے اُن کے ابتدائی حال سے سوال کیا۔ فرمایا کہ میں ۲۲ سال کا تھا۔ کہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مجھ کو توبہ عنایت کی۔ توبہ کا سبب یہ ہوا۔ کہ جب میرے پاس اہل فسق و فساد کی آمد و رفت ہوگئی۔ تو نامق کو توال موجود نہ تھا۔ حریفوں نے جشن طلب کیا۔ میں نے کہا کو توال حاضر نہیں۔ جب وہ آئے گا میں جشن دونگا۔ حریفوں نے کہا ہم توقف نہ کرینگے۔ کہ شائد وہ بہت دیر کرے۔ میں نے کہا خیر یہ کام آسان ہے۔ وہ جب واپس آئیگا اگر اس میں تنگی کرے گا۔ تو اور جشن دے دونگا۔ جب کو توال آیا اُس نے اس میں تنگی کی۔ اور جشن طلب کیا۔ جب میرے عہد پر آئے تو کھانے پکائے۔ ایک شخص کو شراب خانہ بھیجا کہ شراب لائے۔ اُس نے تمام مٹکے خالی پائے۔ حالانکہ اُس شراب خانہ میں چالیس مٹکے شراب کے موجود تھے۔ میں نے بڑا تعجب کیا۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے وہ حال دوستوں سے چھپا رکھا۔ میں اور جگہ سے شراب لایا۔ اور اُن کے سامنے رکھی۔ پھر میں نے بہت جلد دراز گوش پر سوار ہو کر رز کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ وہاں میں نے شراب رکھی ہوئی تھی۔ کہ جلد لاؤں۔ جب میں دراز گوش پر سوار ہو کر چلا تو وہ چلنے میں سُست ہو گیا۔ لیکن میں اس کو خوب مارتا تھا۔ کہ جلد واپس آؤں۔ کیونکہ میرا دل دوستوں میں لگا ہوا تھا۔ اتفاقاً میرے کان میں ایک سخت آواز آئی کہ اے احمد اس حیوان کو کیوں ناحق ستاتا ہے۔ ہم اس کو

حکم نہیں دیتے کہ وہ چلے کو توال سے عذر کرتا ہے تو وہ مانتا نہیں ہمارے سامنے کیوں عذر
نہیں کرتا کہ ہم وہ عذر قبول کریں۔ تب میں نے زمین پر منہ رکھدیا۔ اور کہا۔ خداوندا میں
نے توبہ کی کہ اس کے بعد کبھی شراب نہ پیونگا۔ اس دراز گوش کو حکم دے۔ تا کہ میں
جاؤں اور اس قوم کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ اُسی وقت دراز گوش چل پڑا۔ جب میں
شراب ان کے سامنے لے گیا۔ تو انہوں نے کچھ تھوڑی میرے سامنے رکھی۔ میں نے
کہا کہ میں توبہ کر چکا ہوں۔ وہ کہنے لگے احمد کیا ہم سے ہنستے ہو۔ اور میرے بہت درپے
ہوئے۔ اتفاقاً میرے کان میں آواز آئی کہ اے احمد لے لے اور پی لے۔ اور یہ پیالہ
سب پی جا۔ میں نے وہ پیالہ پی لیا اور پی لیا۔ وہ سب خدا کے حکم سے شہد تھا جو میں نے
پیا۔ اور تمام موجودہ دوستوں کو میں نے چکھایا۔ سب نے اسی وقت توبہ کی۔ اور سب پراگندہ
ہو گئے۔ ہر ایک اور کسی چیز کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن میں دیوانوں کی طرح پہاڑ پر آ گیا۔
عبادت۔ ریاضت۔ مجاہدہ میں مشغول ہوا۔ جب کچھ عرصہ پہاڑ میں رہا۔ میرے دل میں
یوں معلوم ہوا کہ احمد خدا کی راہ میں ایسا ہی چلا کرتے ہیں۔ جس طرح تو چلتا ہے۔ صاحب
فرض قوم کو تم نے چھوڑ دیا ہے۔ جن کا حق تم پر واجب ہے۔ اُن کو تم نے بیکار چھوڑ دیا ہے
بعد ازاں ایک اور بات دل میں آئی۔ کہ تیرے گھر میں باہر کی اور چیزوں کے علاوہ
چالیس مٹکے شراب کے ہیں۔ جو کچھ وہ رکھتے ہیں۔ ان سے کہدے کہ وہ اپنے سر پر
خرچ کریں۔ جب تو جان لے کہ اور کچھ نہیں رہا۔ تو ان کی غمخوارگی میں مشغول ہو۔ جب ایک
اور گھڑی گذر گئی تو میرے دل میں یوں آیا۔ کہ اے احمد تو خدا کی راہ میں بہت اچھا چل
رہا ہے۔ کہ شراب کے مٹکوں پر توکل کر رہا ہے۔ ارے تو راستہ بھول گیا ہے۔ کیوں
خدا کی عنایت پر توکل نہیں کرتا۔ تا کہ تیرے صاحب فرضوں کو اپنے فضل کے خزانہ سے
روزی پہنچائے کہ در حقیقت وہی رزاق ہے۔ تو شراب کے مٹکوں پر بھروسہ کرتا ہے
یہ بھی خوب ہے میرے سر میں بڑا صفرا پیدا ہوا۔ بجو د پہاڑ سے نیچے اُترا۔ اور مٹکوں
کے مکان میں گیا۔ لکڑی ہاتھ میں لی۔ اور مٹکوں کو توڑنا شروع کیا۔ گاؤں کے کوتوال
کو خبر دی گئی۔ کہ احمد پہاڑ سے آئے ہیں۔ اور جنون اُن پر غالب ہے۔ مٹکوں کو توڑتا
ہے۔ اور گراتا ہے۔ کوتوال نے آدمی بھیجا۔ اور مجھ کو گھر سے باہر نکالا۔ گھوڑوں کے طویلہ
میں رکھا۔ میں گھوڑوں کی کھرلی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ مارتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا ؎

اشتر بخراس مے بگرود صد گرد　　　تو نیز زبہر دوست گردی در گرد

گھوڑوں نے کھانے سے سر اٹھالیا اور دیوار پر سر مارنے لگے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ سائیس نے دیکھا تو کوتوال کے پاس دوڑ کر گیا۔ کہنے لگا کہ ایک دیوانہ کو لائے ہیں اور گھوڑے کی پچھاڑی اس کو جگہ دی۔ یہاں تک کہ گھوڑے بھی دیوانہ ہوگئے ہیں گھاس سے سر اُٹھا کر دیوار پر سر پٹکتے ہیں۔ کوتوال آیا اور مجھ کو باہر نکالا۔ مجھ سے معافی مانگی میں پہاڑ کی طرف پھر چلا گیا۔ اور چند سال باہر نہ آیا۔ حق سبحانہ تعالےٰ اپنے فضل کے خزانہ سے ہر روز میرے متعلقین کو جن کا مجھ پر فرض تھا ایک سیر گیہوں کا دیا کرتا۔ جو اُن کے سرہانے نکل آتی۔ چنانچہ سب کو کفایت کر جاتی تھی۔ اور اگر مہمان آجاتے تو اُن سب کو بھی کفایت کرجاتی۔ بلکہ کچھ بڑھ جاتی۔ خواجہ ابوالقاسم گرد ایک بزرگ مرد تھے مالدار اور باخبر تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو ایک ایسا حادثہ پیش آیا۔ کہ جو کچھ میرے پاس تھا۔ سب مجھ سے جاتا رہا۔ میرا حال بہت ہی ابتر ہوگیا۔ میرا کنبہ بہت تھا۔ میں کسی کو نہیں جانتا تھا۔ ہمیشہ علماء اور مشائخ اور مزارات پر جاتا تھا۔ ہمت طلب کرتا تھا۔ کیونکہ مخلوق کے احتیاج کی مجھے طاقت نہ تھی۔ ایک دن میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ بڑا دل تنگ تھا۔ ایک پیر دروازہ میں سے آیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھی پھر میرے پاس آیا۔ اور مجھے سلام کہا۔ مجھ کو اس سے بڑی دہشت معلوم ہوئی۔ کیونکہ وہ بڑا نورانی اور ہیبت ناک تھا۔ پھر پوچھا کہ تم تنگ دل کیوں ہو۔ میں نے اپنا قصہ اُن سے کہا۔ فرمایا کہ احمد بن الحسن اس پہاڑ میں ہیں۔ تم اُن کو جانتے ہو۔ میں نے کہا وہ تو میرے پرانے دوست ہیں۔ کہا اُٹھ اور اُن کے پاس جا۔ کیونکہ وہ مرد صاحب کرامت ہے۔ ممکن ہے کہ تم اپنے درد کا علاج ان کے پاس پاؤ۔ دوسرے دن میں اُٹھا۔ اُن کے پاس گیا اور سلام کہا جواب دیا۔ اور پوچھا کیا حال ہے میں نے کہا مت پوچھئے۔ اپنا قصہ اُن کے سامنے بیان کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ چند روز ہوئے ہیں کہ میری طبیعت تمہارے ملنے کو چاہتی تھی۔ مجھ کو معلوم ہوا۔ کہ تم کو ایک کام پڑگیا ہے جا اور تسلی رکھ۔ خدا تعالےٰ آسان کرے گا۔ میں نے تمہاری بات مان لی۔ آج کی رات خدا کی جناب میں عرض کرونگا۔ دیکھئے کیا جواب ملتا ہے۔ دوسرے دن صبح کے وقت پھر اُن کی خدمت میں پہونچا۔ جب اُن کی مبارک آنکھ مجھ پر پڑی تو کہا کہ آگے آ۔ کہ خدا تعالےٰ نے تیرے کام کو آسان کر دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر روز تمہیں کس قدر خرچ کافی ہوگا۔ میں نے کہا چار دانگ۔ فرمایا کہ تم کو اس پتھر کے حوالہ کیا گیا ہے۔ اس کے پاس آتے ہو اور

بلتے۔ہو۔اس زمانہ میں بعض فاضل نہیں کہتے ہیں ؎

ابوالقاسم گردشار چو یک سر مضطر | بکشاد بروکرامت احمد در
کردند حوالہ انکہ فشن بحجر | ہرروز چہار دانگ می آئی و بر

میں اس پتھر کے پاس گیا۔میں نے دیکھا میں نے ایک ٹکڑا سونے کا پتھر سے باہر نکلا ہے، میں نے اُٹھا لیا اور شیخ کی خدمت میں لے گیا۔میں نے کہا میں تو بڈھا ہو چکا ہوں۔بچے چھوٹے ہیں جب میں مرجاؤنگا تو اُن کا کیا حال ہو گا۔فرمایا کہ جب تک خیانت نہ کرینگے تمہارے فرزندوں میں سے جو آئیگا اٹھا لیگا۔اس کے بعد مدت تک اس کے فرزند لے جاتے رہے۔لیکن جب ایک فرزند نے خیانت کی تو پھر وہ بات جاتی رہی۔ایک دفعہ شیخ نے ہرات کا قصد کیا۔جب موضع شکیباں میں پہنچے تو ہرات کے بزرگوں کی ایک جماعت وہاں رہتی تھی۔پوچھنے لگی کہ حضرت شیخ ہرات میں آجائینگے۔شیخ نے فرمایا کہ اگر وہ نہ لیجائینگے تو نہیں جاؤں گا۔کیونکہ پہلے مشائخ ہرات کے شہر کو باغیچہ انصاریاں کہا کرتے تھے۔یہ خبر جابر بن عبداللہ کو پہنچی۔انہوں نے کہا کہ ہم جائینگے شیخ الاسلام احمد کو کندھوں پر اُٹھا کر شہر میں لائینگے۔تب حکم دیا۔کہ اُن کے باپ شیخ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ کی ڈولی نکالیں۔اور شہر میں منادی کر دیں۔کہ تمام بڑے بڑے لوگ شیخ احمد کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئیں۔جب موضع شکیبان میں پہنچے تو حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اُن کی نظر مبارک اُن پر پڑی تو آپ اپنی جگہ پر ٹھیرے رہے۔بڑی حالتیں لوگوں کو ہوئیں۔دوسرے دن ڈولی لائے۔اور التماس کی کہ ہم نے یہ ٹھان لیا ہے کہ آپ کو کندھوں پر اٹھا کر شہر تک لے جائیں۔آپ کرم فرمائیں اور ڈولی میں بیٹھ جائیں۔حضرت شیخ نے مان لیا اور ڈولی میں بیٹھ گئے۔اگلے دونوں بازوں کو شیخ جابر بن عبداللہ اور قاضی ابوالفضل یحییٰ نے اٹھایا۔اور پچھلے دونوں بازوؤں کو امام ظہیر الدین زیاد اور امام فخر الدین علی ہضیم نے پکڑا اور روانہ ہوئے۔اور کسی کو نہ دیتے تھے۔حضرت شیخ چپ تھے۔یہاں تک کہ تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا کہ ڈولی کو رکھدو کہ میں ایک بات کہونگا۔جب ڈولی کو رکھدیا تو فرمایا کہ آپ جانتے ہو عقیدت کس کا نام ہے۔سب نے کہا آپ ہی فرمائیں۔فرمایا عقیدت دراصل فرمانبرداری کو کہتے ہیں۔سب نے کہا ہاں بیشک آپ درست فرماتے ہیں۔فرمایا جب بات یہ ہے تو آپ سوار ہو جاؤ اور لوگ اٹھا لینگے۔کہ ہر ایک کا حصہ ہو جائے۔بڑے مشائخ تو سوار ہو گئے۔اور دوسروں نے ڈولی کو اُٹھایا اس قدر لوگ شہر اور باہر کے جمع ہو گئے تھے۔کہ بہت

لوگوں کو ڈولی اٹھانے کی باری نہ آئی۔ جب شہر میں پہنچے۔ تو شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ شہر ہرات میں ایک مرد تھا جس کا نام شیخ عبداللہ زاہد تھا۔ اس نے تیس سال تک وصال کا روزہ رکھا تھا۔ مشہور و معروف صاحب قبول تھا۔ ایک خواجہ نے اپنے فرزند کو خوش اعتقادی کی وجہ سے اُن کا فرمانبردار بنایا ہوا تھا۔ اور بارہ سال تک اس کے گھر میں کنوارا رہا تھا۔ جب شیخ الاسلام احمد ہرات میں پہنچے اس زاہد نے اپنی بیوی بڑھیا سے کہا کہ میرے کپڑے لا تاکہ شیخ احمد کے پاس جاؤں اور دیکھوں کہ اس کا کیا حال ہے۔ ضعیفہ نے کہا اگر امتحان کے لئے جاتا ہے تو ہرگز مت جا کہ وہ ایسا مرد نہیں جیسا تم نے تصور کیا ہے اور اگر تمہیں ملنے کا شوق ہے تو جاؤ لیکن جو کچھ وہ حکم دیں اس کو کرنا تب جاؤ ورنہ مت جاؤ۔ ان کے پاس بھی نہ بھٹکنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ زاہد نے کہا تم جاؤ کپڑے لاؤ تمہیں کیا خبر۔ زاہد نے کپڑے پہنے اور شیخ کی خدمت میں آکر سلام کہا۔ شیخ نے فرمایا جبکہ تم نے ہمارے سلام کا قصد کیا تھا تو تم کو معلوم ہے اُس عورت نے کیا کہا تھا۔ حکم مانیگا۔ زاہد نے کہا۔ جب آپ شیخ کہتے ہیں تو میں کیونکر حکم نہ مانونگا۔ شیخ نے حکم دیا کہ واپس جاؤ۔ اور پتھر گلی میں جا کر محمد قصاب مروزی کی دکان پر دیکھو کہ گوشت کی ایک ران کیلی پر لٹکتی ہے۔ وہ لو اور کچھ شیرہ خرما اور روغن بنئے سے لینا یہ سب ہاتھ میں لو اور گھر پر جاؤ کیونکہ من حمل سلعتہ فقد بری من الکبر یعنے جس نے اسباب اُٹھایا وہ تکبر سے بچ گیا۔ پھر گھر میں کہو کہ اس گوشت کا قلیہ بنائیں۔ اور اس شیرہ اور روغن کا شربت تیار کریں۔ پھر اس عورت کے ساتھ افطار کرو اور اس بارہ سال سے جو اس کا حق تم پر واجب ہے ادا کر۔ اور پھر حمام میں جا کر غسل کر۔ پھر دیکھنا کہ جس بات کا اتنے سال تک طالب تھا اور وہ نہیں ملی تھی۔ اگر اسی وقت نہ ملجائے تو احمد کا دامن آکر پکڑ لینا۔ تب وہ اُس کی ذمہ داری سے بری ہوگا۔ جب شیخ نے یہ بات کہی۔ تو زاہد نے دل میں کہا۔ کہ مجھ کو ایسا کام کہا ہے جس کی تعمیل میں نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان تیس سالوں میں مجھے بالکل طاقت (جماع) کی نہیں رہی۔ باکرہ عورت کے ساتھ کس بل پر جماع کرونگا۔ حضرت شیخ نے زاہد کے دل میں خطرہ کو معلوم کرکے فرمایا اجی حضرت جلیئے ڈریئے مت۔ سب آسان کام ہو جائیگا۔ اگر ضرورت ہو تو احمد سے مدد لے لینا۔ زاہد اُٹھا اور جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا۔ وہ کام کیا قلیہ حلوا بنایا گیا اور باہم ملکر کھایا۔ کھانا کھاتے کھاتے زاہد کے بدن میں شہوت کی حرکت پیدا ہوئی۔ چاہا کہ جماع کرے۔ عورت نے کہا اس قدر ٹھہر جایئے کہ ہم کھانا کھالیں۔ جب کھانا کھا چکے۔ زاہد

تے چاہا کہ جماع کروں۔ مگر پھر قوت نے جواب دے دیا۔ اس وقت حضرت شیخ سے مدد چاہی۔ شیخ جماعت میں بیٹھے ہوئے ہنس پڑے۔ اور کہا اے زاہد ہاں ہاں کام کیجئے ڈریئے نہیں کہ سب ٹھیک ہوگا۔ زاہد نے اپنا مقصود حاصل کیا یعنے جماع کیا۔ پھر حمام کی طرف جاکر پورے طور پر غسل کیا۔ اسی وقت جو کچھ شہر کی چار دیواری میں تھا اس پر سب کھل گیا۔ جب شیخ کی خدمت میں آیا تو شیخ نے فرمایا جبکہ تمہاری ہمت شہر کی چار دیواری سے زائد نہ تھی۔ تو احمد کا اس میں کیا قصور ہے ورنہ اگر شہر کی چار دیواری کے بدلہ تمام دنیا کی چار دیواری ہوتی تو وہ بھی کھل جاتی۔ ایک دن شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے حضرت شیخ کو ایک دعوت پر لئے جاتے تھے۔ جب خادم نے شیخ کی جوتی سیدھی کی تو شیخ نے فرمایا ذرا ٹھیر جا ایک کام آپڑا ہے تھوڑی دیر بعد ایک ترکمان اپنی بیوی کے ساتھ حاضر ہوا۔ بارہ سال کا لڑکا نہایت خوبصورت اُس کے ہمراہ تھا۔ لیکن اس کی دونوں آنکھیں اندھی تھیں۔ وہ عرض کرنے لگا اے شیخ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ نے ہم کو مال و دولت بہت کچھ نعمتیں دی ہیں۔ لیکن صرف یہی ایک لڑکا ہے خدائے تعالےٰ نے اور اسکو سب کچھ دیا۔ مگر اس کی آنکھیں نہیں ہیں اس کی آنکھوں کے لئے ہم نے تمام دنیا کی خاک چھان ڈالی ہے۔ جہاں کہیں بزرگ یا طبیب سنا ہے۔ گئے ہیں لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اب ہم کو ایسا معلوم ہوا ہے کہ حضور جو کچھ خدا تعالےٰ سے مانگتے ہیں وہ عنایت کرتا ہے۔ اگر ہمارے فرزند کی نسبت توجہ فرمائیں۔ اور اس کی آنکھیں روشن ہوجائیں تو ہم اپنا سب مال آپ پر قربان کرکے آپ کے غلام بنجائیں۔ اور اگر ہمارا مقصود حاصل نہ ہوگا تو ہم اسی خانقاہ پر ٹکریں مار کر مرجائیں گے۔ شیخ نے فرمایا یہ عجیب کام آپڑا ہے مردہ زندہ کرنا یا نابینا کو بینا کرنا۔ ابرص کا علاج کرنا یہ تو عیسیٰ علیہ السّلام کا معجزہ تھا۔ احمد یہ بات فرماکر کھڑے ہوئے۔ اور چل دئے۔ اس مرد عورت نے اپنے سر زمین پر مارنے شروع کر دئے۔ جب آپ خانقاہ کے دالان تک پہنچے۔ تو ایک بڑی حالت آپ پر واقع ہوئی۔ آپ کی زبان پر یہ گذرا ہم کرتے ہیں ہم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس بات کو چند اماموں نے جو حاضر تھے۔ سُن لیا۔ پھر حضرت شیخ واپس ہوئے۔ اور خانقاہ میں آگئے۔ صفہ کے کنارہ پر بیٹھ گئے۔ اور حکم دیا کہ اس بچہ کو لاؤ۔ پھر آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے اس بچہ کی دونوں آنکھوں پر رکھے اور کھینچکر کہا انظر باذن اللہ عزّ وجلّ یعنے خدا بزرگ کے حکم سے دیکھ۔ اسی وقت اسکی دونوں آنکھیں بینا ہوگئیں۔ اس کے بعد اماموں کی ایک جماعت نے شیخ سے پوچھا کہ اوّل آپ

کی زبان مبارک پر یہ گذرا کہ مُردوں کا زندہ کرنا، مادر زاد اندھوں اور ابرص کا اچھا کرنا عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ مگر دوبارہ حضور نے یہ فرمایا کہ ہم کرتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں درست کیسے ہوئیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اول جو کہا گیا تھا۔ وہ احمد کی بات تھی۔ اور اس کے سوا نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن جب ہم دالان میں پہنچے۔ تو مجھ کو یہ جتلایا گیا کہ احمد پھر جا۔ کیا مُردہ کو عیسیٰؑ زندہ کرتے تھے۔ اور نابینا اور کوڑھے کو عیسیٰؑ اچھا کرتے تھے؟ ہم کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مجھ کو بلند آواز سے کہا گیا کہ واپس جاؤ۔ کیونکہ اس بچہ کی روشنائی تمہاری ذات میں ہم نے رکھی ہے۔ یہ بات مجھ پر غالب ہوئی کہ زبان پر جاری ہوئی۔ پس یہ قول و فعل خدا کا تھا۔ لیکن احمد کے ہاتھ اور نفس پر ظاہر ہوا۔ ایک دن ہرات کے بڑے عالم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن میں توحید و معرفت میں باتیں ہونے لگیں۔ شیخ نے فرمایا کہ تم یہ بات تقلیداً کہتے ہو۔ وہ سب اس بات سے خفا ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم سب کے پاس صانع جلّ شانہٗ کی ہستی پر ہزاروں دلائل حفظ ہیں پھر ہم کو مقلد کہتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر ہر ایک دس ہزار دلیل رکھتا ہے پھر بھی مقلد ہے۔ یہ لوگ کہنے لگے کہ اس بات پر ہم کو واضح دلیل ہونی چاہئے۔ شیخ نے خادم سے کہا موتیوں کے تین دانے اور ایک طشت حاضر کرو۔ حاضر کر دیا گیا۔ شیخ نے فرمایا۔ موتی کی اصل کیا ہے۔ کہنے لگے باران نیسان کے قطرے ہیں کہ جن کو سیپ نے اپنے پیٹ میں لے لیا ہے۔ پھر وہ خدا تعالےٰ کی قدرت کاملہ سے موتی بن گئے ہیں۔ شیخ نے ان موتیوں کو طشت میں ڈالدیا اور فرمایا جو شخص کہ تحقیق کے طور پر اس طشت کی طرف منہ کرے اور کہے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ تو یہ تینوں موتی پانی بن جائینگے۔ اور ایک دوسرے میں ملجائینگے۔ اماموں نے کہا۔ یہ تو تعجب کی بات ہے۔ آپ کہئے۔ شیخ نے فرمایا پہلے تم کہو۔ جب میری باری آئے گی۔ میں بھی کہونگا۔ اُنہوں نے باری باری سے بسم اللہ پڑھی۔ موتی جوں کے توں رہے۔ جب شیخ کی باری آئی۔ تو آپ پر ایک حالت طاری ہو گئی اور فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فوراً تینوں موتی پانی ہو گئے۔ اور ایک دوسرے میں دوڑنے لگے۔ طشت میں چکر کھانے لگے۔ شیخ نے فرمایا اسکن باذن اللہ یعنے خدا کے حکم سے ٹھیر جا۔ اسی وقت ناسفتہ موتی کا ایک دانہ بن گیا۔ اور جم گیا۔ سب حیران رہ گئے۔ اور جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا اس کا اقرار کیا۔ حضرت شیخ کی ولادت ۴۴۱ھ میں ہوئی ہے۔ اور آپ کی وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی تھی۔ (قدس اللہ سرہٗ)*

خواجہ ابوطاہر کردی رحمۃ اللہ

آپ خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہتے تھے۔ شیخ الاسلام احمد جام کی اُن سے بڑی دوستی تھی۔ وہ اُن کے پاس جایا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام احمد کہتے ہیں۔ کہ ایک دن میرے نفس نے مجھ سے زردآلو مانگے تو میں نے اس سے کہا کہ اگر تو پورا ایک سال تک روزہ رکھیگا۔ تب تجھ کو زردآلو دونگا۔ اُس نے قبول کر لیا جب پورا سال ہوگیا تو نفس نے کہا۔ میں نے تمہاری بات مان لی تھی۔ اب تم اپنے وعدہ کو پورا کرو۔ تب میں انگوروں میں آیا۔ جو مجھ کو میرے باپ سے ورثہ میں پہنچے تھے۔ میں نے جاکر دیکھا کہ زردآلو تو گیدڑ کھا گیا تھا۔ اور ایک زردآلو ویساہی ثابت زمین پر ڈال گیا تھا۔ میں نے اسکو اُٹھا لیا۔ اور پاک کرنے لگا۔ نفس نے فریاد کی۔ کہ احمد پاک کرتا ہے۔ اس کو کیا کرے گا۔ میں نے کہا کہ تجھے دونگا۔ کیونکہ تجھ سے زردآلو کا قرار تھا۔ سو یہ بھی زردآلو ہے۔ صرف اتنا فرق ہے۔ کہ اس پر ایک درندہ جانور گذر گیا ہے۔ نفس نے کہا میں نے تجھ سے عہد کیا ہے۔ کہ اسکے بعد تجھ سے کوئی آرزو نہ کرونگا یہ مجھے دیدے۔ میں نے کہا سچ ہے۔ پھر میں نے درخت سے چند زردآلو لئے۔ چند زردآلو کھائے اور چند آستین میں رکھ لئے۔ ان کو شیخ ابوطاہر کی خدمت میں لے گیا۔ جو میرے پیر صحبت تھے۔ میں گیا اور اُن کے سامنے رکھدیئے۔ اُنہوں نے تھوڑی دیر اُن کو دیکھا۔ پھر کہا اے احمد ہم کو زردآلو مال وقف سے لائے ہوئے دیتے ہو۔ میں نے کہا اے شیخ وقف نہیں بلکہ اپنے ملک کے درخت سے اور اپنے ہاتھ سے توڑ کر لایا ہوں۔ کہا خوب۔ وقف زردآلو لاتے ہو اور ملک بنا کر ہمارے سر ڈالتے ہو۔ ہم کو اندھا بناتے ہو۔ میں ادب سے سنتا رہا۔ اور خاموش کھڑا رہا۔ دل میں خدا تعالےٰ سے دعا مانگنے لگا۔ کہ خداوندا تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے ملک سے اپنے ہاتھ سے توڑے ہیں۔ اور وہ درخت باپ سے میری ورثہ میں ہے۔ یہ حال اس پر کھول دے۔ ایک گھڑی ہوئی اپنے لڑکے کو بُلایا۔ اور حکم دیا۔ جا گلی میں سے ایک بکری لا اور اسکو ذبح کر اور کہدے کہ شوربا تیار کریں۔ کہ احمد کے سر دماغ میں بھوک کا صفرا آگیا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ کیا کرتا ہے۔ اور کیا کہتا ہے میں خاموش تھا۔ جب کھانا لائے تو میرے دل میں یہ آیا۔ کہ گوشت و شوربا مت کھا۔ کیونکہ حلال کی وجہ سے نہیں۔ میں روٹی کھاتا تھا۔ شیخ الاسلام نے کہا۔ کیوں نہیں کھاتے ہو۔ میں نے

کہا ہی کافی ہے۔ شیخ نے اصرار کیا۔ کہ جو کچھ تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے۔ سچ بتلا میں نے کہا کہ لڑکے کو پلاؤ اور گوشت کا حال اس سے پوچھو۔ لڑکے نے کہا کہ گلہ دُور چلا گیا تھا۔ میں نے یہ گوشت فلاں قصائی سے لیا تھا۔ قصائی کو بلایا گیا۔ اُس نے کہا کہ یہ گوشت اس بکری کا تھا۔ کہ کوتوال نے ظلم سے لیکر مجھ کو دی تھی۔ کہ ذبح کر۔ آدھا گوشت کوتوال لے گیا تھا۔ اور آدھا باقی رہا تھا۔ شیخ زادہ آیا۔ اور اُس نے اٹھا لیا۔ شیخ ابوطاہر نے سر نیچے ڈال لیا۔ اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہاں سے قریب ایک حجرہ تھا۔ میں وہاں پر آ گیا۔ تو مجھ پر رونا غالب ہوا۔ میں نے دعا مانگی۔ کہ خداوندا تم نے میری محبت کسی سے نہ رہنے دی۔ ایک پیر تھا۔ کہ ایک گھڑی اس کی صحبت میں جا کر بیٹھ جایا کرتا تھا۔ تو نے ایسا کر دیا۔ کہ اب شرم کے مارے اسکے سامنے بھی نہیں جا سکتا۔ ایک گھڑی کے بعد شیخ ابوطاہر آئے۔ اور بیٹھے تو میں نے دل میں مناجات کی۔ کہ خداوندا جیسے گوشت کا حال اُن پر کھول دیا ہے ایسے ہی زردآلو کا حال بھی اس پر کھول دے۔ میں اس مناجات میں تھا۔ کہ خضر علیہ السلام آ گئے۔ اور فرمایا۔ اے ابوطاہر احمد کے مِلک کا نام تم نے وقف رکھا۔ اور مشتبہ گوشت کو حلال بنایا۔ یہ کہاں سے سیکھے ہو۔ تم کو احمد پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ بڑے مرتبہ پر جا رہا ہے +

شیخ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام فضل بن محمد ہے۔ خراسان کے شیخ الشیوخ ہیں۔ اپنے وقت میں یکتا تھے۔ اور اپنی طریقت میں خاص تھے۔ وعظ نصیحت میں اُستاد ابوالقاسم قشیری کے شاگرد تھے۔ ان کی نسبت تصوف میں دو طرف ہے۔ ایک تو شیخ بزرگوار ابوالقاسم گرگانی طوسی کی طرف۔ دوسری شیخ بزرگوار ابوالحسن خرقانی کی طرف جو کہ مشائخ کے پیشوا اور وقت کے قطب ہیں۔ شیخ ابوعلی فارمدی فرماتے ہیں۔ کہ میں شروع جوانی میں نیشاپور میں علم کی طلب میں لگا رہتا تھا۔ میں نے سُنا کہ شیخ سعید ابوالخیر مَنہ سے آئے ہیں۔ اور وعظ کہتے ہیں۔ میں گیا تا کہ ان کو دیکھوں۔ جب میری آنکھ ان کے جمال پر پڑی تو میں اُن کا عاشق ہو گیا اور صوفیہ کی محبت میرے دل میں بڑھ گئی۔ میں ایک روز مدرسہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ شیخ کی زیارت کی آرزو میرے دل میں پیدا ہوئی۔ لیکن یہ وہ وقت تھا۔

کہ شیخ باہر آئیں۔ میں نے چاہا کہ صبر کروں لیکن صبر نہ ہو سکا آخر اُٹھا اور باہر گیا۔ جب چوک میں پہنچا تو شیخ کو دیکھا کہ ایک بڑے انبوہ کے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں بھی بیخود ہو کر اُن کے پیچھے ہو گیا۔ شیخ اپنی جگہ پر پہنچ گئے اور لوگ چل دئیے۔ میں بھی گیا۔ اور گوشہ میں جا بیٹھا۔ چنانچہ شیخ مجھ کو نہ دیکھتے تھے۔ جب سماع میں مشغول ہوئے تو شیخ کا وقت خوش ہوا اور وجد کی حالت ہو گئی۔ کپڑے پھاڑ دئیے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو شیخ نے جامہ کو اُتارا اور اگلا حصہ اس کا پھاڑنے لگے۔ شیخ نے ایک آستین چاقو سے جدا کی اور رکھ دی پھر آواز دی کہ اے ابو علی طوسی تم کہاں ہو۔ میں نے جواب نہ دیا۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ وہ مجھ کو نہ دیکھتے ہیں نہ جانتے ہیں۔ شائد شیخ کے مُریدوں میں سے کسی کا ابو علی طوسی نام ہو گا۔ شیخ نے دوبارہ پکارا پھر بھی میں نے جواب نہ دیا۔ سہ بارہ پکارا۔ لوگ کہنے لگے۔ شائد تم کو پکارتے ہیں۔ آخر میں اُٹھا اور شیخ کے حضور میں گیا۔ شیخ نے وہ چاقو اور آستین مجھے عنایت کیا۔ اور فرمایا کہ تم ہم کو اس آستین اور چاقو کی طرح ہو۔ میں نے وہ جامہ لے لیا۔ اور نہایت عزت سے رکھ لیا۔ ہمیشہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ مجھ کو شیخ کی خدمت میں بڑے فائدے اور روشنیاں معلوم ہوتی تھیں۔ کئی قسم کے حالات ظاہر ہوتے تھے۔ جب شیخ نیشاپور سے چلے۔ میں اُستاد ابو القاسم قشیری کی خدمت میں آیا۔ اور جو حال مجھ پر ظاہر ہوتا تھا۔ اُن سے کہتا تھا۔ وہ کہا کرتے بیٹا جاؤ۔ علم سیکھنے میں مشغول رہو۔ ہر روز وہ روشنائی بڑھتی جاتی تھی۔ میں اور تین سال تک تحصیل علم میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن حجرہ سے میں نے قلم نکالا تو وہ سفید نکلا۔ میں اُٹھا اور اُستاد کی خدمت میں گیا۔ یہ حال اُن سے کہا۔ اُستاد امام نے کہا۔ کہ جب علم نے تم سے علیحدگی کی ہے۔ تو تم بھی علم سے علیحدہ ہو جاؤ۔ کام کرو اور ریاضت میں مشغول ہو۔ میں گیا مدرسہ سے اسباب اٹھا کر خانقاہ میں لے گیا۔ اور اُستاد امام کی خدمت میں مشغول ہوا۔ ایک دن اُستاد امام تنہا حمام میں گئے ہوئے تھے۔ میں اُٹھا اور چند پانی کے ڈول حمام میں اُن پر گرائے جب اُستاد نکلے اور نماز پڑھی تو کہا یہ کون تھا جس نے حمام میں پانی گرایا تھا۔ میں نے دل میں کہا۔ میں نے بے وقوفی کی ہے۔ اس لئے خاموش ہو رہا۔ دوبارہ کہا۔ پھر بھی جواب نہ دیا۔ سہ بارہ کہا پھر میں نے کہا جناب میں تھا۔ کہا اے ابو علی جو کچھ کہ ابو القاسم نے ستر سال میں پایا تم نے ایک ہی ڈول میں پا لیا۔ پھر ایک مدت تک مجاہدہ

کے لئے اُستاد امام کی خدمت میں بھیجا۔ ایک دن مجھ پر حالت طاری ہوئی۔ کہ اس حالت میں گم ہوگیا۔ وہ واقعہ میں نے اُستاد امام سے کہا۔ فرمایا اے ابوعلی میری دَوڑ یہاں سے اوپر تک نہیں ہے۔ اس سے اوپر کی راہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ مجھ کو ایسا پیر چاہیئے تھا کہ مجھے اس مقام سے آگے لے جاتا۔ وہ حالت بڑھتی جاتی تھی۔ میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام سُنا ہُوا تھا طوس کی طرف متوجہ ہُوا۔ اُن کی جگہ مجھے معلوم نہ تھی۔ لیکن جب میں شہر میں پہنچا تو اُن کی جگہ پوچھی، لوگوں نے پتہ دیا۔ میں گیا دیکھا تو وہ اپنے مُریدوں کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلے میں نے دوگانہ تحیّۃ المسجد کا پڑھا اور اُن کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ وہ سر نیچے کئے ہوئے تھے۔ سر اُٹھایا اور فرمانے لگے۔ اے ابوعلی آؤ۔ کیا حال ہے۔ میں نے سلام کہا اور بیٹھ گیا۔ اپنے واقعات بیان کئے۔ شیخ ابوالقاسم فرمانے لگے۔ ہاں تمہاری ابتدا مبارک ہو۔ ابھی درجہ تک نہیں پہنچا۔ لیکن اگر تربیت پاؤ۔ تو بڑے مرتبہ تک پہنچ جاؤ گے۔ میں نے دل میں کہا۔ میرا یہ پیر ہے۔ یہیں ہیں ٹھیر گیا۔ اور بعد اس کے کہ مجھ کو طرح طرح کے مجاہدے اور ریاضتوں کے لئے فرمایا ہُوا تھا۔ مجھ پر توجہ کی۔ اور مجلس قائم کی۔ اپنے فرزند کو میرے تابع کر دیا۔ خواجہ علی فارمدی یہ بھی فرماتے ہیں۔ پہلے اس سے کہ شیخ ابوالقاسم مجلس مقرر فرمائیں۔ شیخ ابوسعید ؒ سے طوس میں تشریف لائے تھے۔ میں اُن کی خدمت میں گیا۔ فرمانے لگے اے ابوعلی تم کو جلد طوطی کی طرح بولنا سکھائینگے زیادہ عرصہ نہ گذرا۔ کہ شیخ ابوالقاسم نے میرے لئے مجلس مقرر کی اور (اسرار) کی باتیں مجھ پر کھُل گئیں +

شیخ ابوبکر بن عبداللہ طوسی نسّاج رحمۃ اللہ

آپ بھی شیخ ابوالقاسم گورگانی کے مُرید ہیں۔ ابوبکر دینوری کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ مطلوب کے دیدار کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ فرمایا کہ صدق کی آنکھوں سے طلب کے آئینہ میں۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ پانی کا تصور پیاس نہیں بُجھا سکتا۔ اور آگ کا خیال گرمی نہیں دیتا۔ طلب کا دعویٰ مطلوب تک نہیں پہنچاتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ جب تک موہوم ہستی نہ جل جائے اور دل کی آنکھیں غیرت کی سوئی سے خدا کے غیر سے نہ سِی جائیں، تب تک جان کا خلوت خانہ معشوق کی تجلّیات کی شمع سے روشن نہ

ہوگا کیونکہ بیج بوئی ہوئی کھیتی میں نہیں ڈالتے۔ اور لکھے ہوئے کاغذ پر نقش نہیں لکھا کرتے کہتے ہیں کہ شروع طلب میں بہت مجاہدہ کیا تھا۔ اُن کا مجاہدہ مشاہدہ تک نہیں پہنچا تھا اس لئے خدا کی درگاہ میں روئے۔ اُن کے دل میں یہ آواز آئی۔ کہ اے نساج درد دل پر قناعت کر نہیں یافت سے کیا مطلب۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ توکل یہ ہے۔ کہ روکنا اور دنیا خدا کے سوا اور کسی طرف سے نہیں۔ عین القضات ہمدانی اپنی تصنیفات میں لکھتے ہیں شیخ احمد غزالی فرماتے ہیں کہ اُن کے شیخ یعنی ابو بکر نساج نے یہ کہا تھا۔ الٰھی ما الحکمۃ فی خلقی یعنے خداوندا میرے پیدا کرنے میں بھلا کیا حکمت تھی۔ جواب آیا۔ الحکمۃ فی خلقک رویتی فی مراٰۃ روحک ومحبتی فی قلبک یعنے تمہارے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے۔ کہ تیری روح کے آئینے میں اپنے جمال کو دیکھوں۔ اور اپنی محبت تیرے دل میں ڈالوں۔

حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی الطوسی قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو حامد ہے اور زین الدین لقب ہے۔ تصوف میں اُن کی نسبت شیخ ابو علی فارمدی سے ہے وہ فرماتے ہیں۔ لقد سمعت الشیخ اباعلی الفارمدی قدس اللہ تعالیٰ روحہ عن شیخہ ابی القاسم الکرکانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ انہ قال ان الاسماء التسعۃ والتسعین تصیر اوصافاً للعبد السالک وھو بعد فی السلوک غیر واصل۔ یعنے بیشک میں نے شیخ ابو علی فارمدی قدس اللہ تعالیٰ روحہ سے سنا تھا۔ اور انہوں نے اپنے شیخ ابو القاسم گرگانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ سے سُنا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ سالک شخص کے لئے ۹۹۔ اسماء الٰہی وصف بنجائیں۔ پھر بھی وہ سلوک میں ابھی پورا واصل نہیں۔ آپ شروع میں طوس اور نیشاپور میں تحصیل علوم اور اُس کی تکمیل میں مشغول رہے۔ بعد ازاں نظام الملک سے ملاقات کی اور بڑے مانے گئے۔ ان علماء پر کہ نظام الملک کے پاس موجود تھے کئی مجلسوں میں مناظرہ کئے اور اُن پر غالب آئے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کی اول مدرسی آپ کو سپرد ہوئی ۴۸۴ھ میں بغداد میں گئے۔ تمام اہل عراق آپ کے شیفتہ و فریفتہ ہو گئے۔ بڑی عزت اور مرتبے حاصل کئے اس کے بعد اس سب شوکت کو ترک کر کے زہد و انقطاع خلق کا طریقہ اختیار کیا۔ حج کا قصد کیا۔ ۴۸۸ھ میں حج ادا کیا۔ اور شام میں گئے ایک مدت تک وہاں رہے۔ وہاں سے بیت المقدس میں گئے۔ وہاں سے

مصر اور ایک مدت تک اسکندریہ میں رہے۔ بعد ازاں شام میں واپس آئے جس قدر چاہا وہاں رہے
بعد ازاں وطن کو لوٹے۔ اور اپنے حال میں مشغول ہوئے۔ لوگوں سے خلوت اختیار کی۔ کتب مفیدہ
تصنیف کیں۔ جیسے کتاب احیاء العلوم۔ جواہر القرآن۔ تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلد میں مشکوٰۃ الانوار
وغیرہ کتب مشہورہ بعد ازاں نیشاپور میں آئے۔ اور مدرسہ نظامیہ نیشاپور میں درس دینا شروع کیا
پھر کچھ مدت بعد چھوڑ دیا اور وطن میں آگئے۔ صوفیہ کے لئے ایک خانقاہ بنائی۔ اور طلبا کے لئے
ایک مدرسہ بنایا۔ اپنے اوقات کو نیک وظائف پر تقسیم کیا۔ مثلاً ختم قرآن۔ اہل دل کی صحبت۔
تدریس علوم یہاں تک کہ ۱۴، جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک بڑے
عالم فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دن ظہر اور عصر کے درمیان حرم شریف میں آیا۔ فقرا کے
وجد و حال نے مجھے کچھ پکڑ رکھا تھا۔ مجھ سے نہ ہو سکا کہ ٹھیروں اور بیٹھوں۔ ایسی جگہ کی
میں نے تلاش کی۔ کہ جہاں ایک گھڑی آرام پاؤں۔ حرم میں ایک سرائے کے جماعت خانہ
میں آیا۔ اور دائیں طرف گھر کے برابر بیٹھ گیا۔ اور اپنا ہاتھ ستون کے نیچے رکھا کہ کہیں نیند
نہ آجائے۔ اور وضو نہ ٹوٹ جائے۔ اتفاقاً ایک بدعتی شخص جو کہ بدعت میں مشہور تھا آیا
اور اس جماعت خانہ کے دروازہ پر اپنا مصلیٰ ڈالا۔ اپنی جیب میں سے ایک تختی نکالی مجھے
گمان یہ ہے کہ وہ تختی پتھر کی تھی۔ اس پر بہت کچھ لکھا ہوا تھا۔ اسکو چوما اور اپنے سامنے رکھ
کر لمبی نماز پڑھنے لگا۔ اپنے چہرہ کو اس پر دونوں طرف ملنے لگا۔ اور بہت عاجزی کی۔ اس
کے بعد اپنے سر کو اونچا کیا۔ اور اس کو چوما اپنی آنکھوں پر ملا۔ پھر چوم کر جیب میں ڈال لیا۔
جب میں نے یہ حال دیکھا تو مجھ کو اس سے بہت کراہت آئی۔ میں نے دل میں کہا کہ اچھا ہوتا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور ان بدعتیوں کو اس برائی کی خبر دیتے جو کہ یہ کر رہے
ہیں۔ اس فکر میں نیند کو دور کرتا تھا۔ کہ کہیں میرا وضو نہ ٹوٹ جائے۔ اتفاقاً مجھے اونگھ آگئی
نیند اور بیداری کے درمیان کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک میدان بڑا کشادہ ہے۔ اور بہت
سے لوگ کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب ہے۔ اور سب کے سب ایک
شخص کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے ان کی بابت پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اور یہ سب اصحاب مذہب ہیں۔ چاہتے ہیں۔
کہ اپنی کتابوں سے نکال کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پڑھیں۔ اور اپنے عقائد
و مذہب کی تصحیح کریں۔ اتنے میں ایک شخص آئے۔ لوگوں نے کہا امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ حلقہ میں آ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ اور مرحبا کہا۔ امام شافعیؒ آگے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور وہ کتاب جو ان کے پاس تھی۔ اس میں سے اپنا مذہب اعتقاد پڑھا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آئے۔ لوگوں نے کہا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ وہ بھی امام شافعیؒ کے پاس بیٹھ گئے۔ اور اس کتاب میں سے اپنا مذہب اعتقاد پڑھا۔ ایسا ہی اصحاب مذہب آتے تھے۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی باقی رہ گئے۔ جو شخص اپنا مذہب پیش کرتا۔ اس کو ایک دوسرے کے پاس بٹھا دیتے۔ جب سب فارغ ہو گئے۔ اتفاقاً ایک شخص رافضیوں میں سے آیا۔ اور اس کے ہاتھ چند جزو بےجلد تھے۔ ان میں ان کے عقائد باطلہ کا ذکر تھا۔ اس نے قصد کیا کہ اس حلقہ میں آئے۔ اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پڑھے۔ ایک شخص اُن بزرگوں میں سے جو کہ آپ کی خدمت میں موجود تھے باہر نکلے اور اسکو جھڑک کر منع کر دیا۔ وہ اجزا اسکے ہاتھ سے لے کر گرا دئے۔ اور اسکو ذلیل کر کے نکال دیا۔ میں نے جب دیکھا کہ لوگ فارغ ہو چکے ہیں۔ اور کوئی نہیں رہا۔ کہ پڑھے۔ آگے بڑھا۔ میرے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب تھی۔ میں نے آواز دی کہ یا رسول اللہ یہ کتاب میرا اعتقاد ہے۔ اور اہل اسلام کے عقائد اس میں ہیں۔ اگر اجازت ہو تو پڑھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کونسی کتاب ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کتاب قواعد العقائد ہے جس کو غزالی نے تصنیف کیا ہے۔ تب مجھ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے پڑھنے کی اجازت دی۔ میں بیٹھ گیا۔ اور اول سے اسکو پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچا جہاں امام غزالی کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ بعث النبی الامی القرشی محمداً صلے اللہ علیہ وسلم الی کافۃ العرب والعجم والجن والانس یعنے اور اللہ نے بھیجا نبی اُمّی قریشی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق عرب عجم جن انسان کی طرف بموجب میں یہاں تک پہنچا۔ تو میں نے دیکھا کہ خوشی اور تبسم کے آثار چہرہ مبارک صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوئے ہیں۔ جب آپ کی تعریف وصفت تک پہنچا تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ این الغزالی کہ غزالی کہاں ہے۔ غزالی وہاں پر کھڑے تھے۔ عرض کیا غزالی میں ہوں۔ جو حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آگے بڑھے اور سلام کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ اور اپنا ہاتھ مبارک اُن کو دیا۔ امام غزالی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

ہاتھ مبارک پر بوسہ دیا۔ اور اپنا چہرہ اس پر ملا۔ بعد اس کے بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کی قرءت پر اس قدر اظہار خوشی نہ فرمایا جس قدر کہ میرے قواعد العقائد کے پڑھنے پر۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا۔ میری آنکھوں پر رونے کا اثر تھا۔ بوجہ اس کرامت و حال کے جسکو میں نے مشاہدہ کیا تھا۔ شیخ ابوالحسن شاذلی قدس اللہ تعالےٰ روحہ کہ زمانہ کے قطب تھے اپنے اس واقعہ کی جو دیکھا تھا۔ یہ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض منکرین غزالی کے تعزیر دینے کا حکم کیا ہے۔ اور کوڑے کا اثر اس کی موت تک اس کے بدن پر ظاہر تھا امام غزالی کے کلام میں جو بعض دوستوں کو لکھا ہے یہ ہے کہ روح ہے لیکن نیست نما۔ کہ ہر ایک کو وہاں تک راہ نہیں۔ وہ سلطان قاہر متصرف ہے قالب اس کا قیدی اور بیچارہ ہے جو کچھ کہ دیکھتا ہے قالب سے دیکھتا ہے۔ قالب اس سے بیخبر ہے۔ تمام عالم کو قیوم عالم کے ساتھ یہی مثال ہے کہ قیوم عالم ہے تو سہی لیکن نیست نظر آتا ہے۔ کیونکہ ذرات جہان میں سے کوئی ایسا ذرہ خود بخود نہیں۔ بلکہ اپنے قیوم سے اس کا قیام ہے۔ اور ہر چیز کا قیوم بضرورت اسکے ساتھ ہے اور حقیقۃً اسی کا وجود ہے اور ہر مقدم کا وجود اس کی طرف سے عاریتاً ہے۔ یہی معنی ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ یعنے وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو لیکن جو شخص کہ جسمی معیت ہی کو جسم کے ساتھ جانتا ہے۔ یا عرض کی معیت عرض کے ساتھ یا عرض کی معیت جسم کے ساتھ۔ سو یہ تینوں معیتیں قیوم عالم کے حق میں محال ہیں۔ یہ معیت سمجھ میں نہیں آتی۔ معیت قیومیت چوتھا قسم ہے۔ بلکہ حقیقتاً معیت یہی ہے۔ اور یہ بھی ہے لیکن نیست نما ہے۔ جو لوگ کہ اس معیت کو نہیں پہچانتے۔ وہ قیوم کو ڈھونڈھتے ہیں پھر نہیں پاتے۔ اور یہ بھی ان سے منقول ہے کہ صاف ہوا میں زمین سے ایک بگولا اٹھتا ہے جس کی شکل مستطیل منارہ کی ہوتی ہے وہ باہم ملکر چکر کھاتا ہے دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ مٹی اپنے آپ کو پیچ دیتی اور ہلاتی ہے۔ حالانکہ یوں نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہوا ہے جو اس مٹی کو ہلاتی ہے۔ لیکن ہوا کو دیکھ نہیں سکتے۔ خاک کو دیکھ سکتے ہیں۔ پس مٹی حرکت نہیں کرتی اور کرتی معلوم ہوتی ہے۔ ہوا حرکت کرتی ہے لیکن بظاہر معلوم نہیں ہوتی جو حرکت میں خاک کو بجز قید اور عاجز ہونے کے چارہ نہیں۔ وہ ہوا کے ہاتھ میں ہے۔ تمام حکومت ہوا کی ہے۔ لیکن اس کی سبقت معلوم نہیں ہوتی ✦

شیخ احمد غزالی قدس سرہُ العزیز

آپ شیخ ابوبکر نساج کے مرید ہیں۔ اُن کی معتبر تصنیفات تالیفات اور بے نظیر رسالے ہیں۔ ان میں سے ایک رسالہ سوانح ہے کہ شیخ فخرالدین عراقی کی لمعات اسی طرز پر ہے چنانچہ لمعات کے دیباچہ میں انہوں نے لکھا ہے۔ امابعد یہ چند کلمہ مراتب عشق میں ہیں۔ جو کہ سوانح کی طرز پر زبان وقت میں لکھے گئے ہیں۔ سوانح کے فصول میں سے ایک فصل یہ ہے۔ کہ معشوق ہر حال میں خود معشوق ہے۔ پس استغنا اس کی صفت ہے۔ اور عاشق ہر حال میں خود عاشق ہے پس اس کی صفت احتیاج ہے۔ عاشق کو ہمیشہ معشوق پا لیا کرتا ہے۔ پس ہمیشہ کا احتیاج اس کی صفت ہے اور معشوق کو کوئی شے پا نہیں سکتی۔ اس لئے اس کی صفت استغنا ہے ؎

همواره تو دل ربودهٔ معذوری　　غم هیچ نیازمودهٔ معذوری
من بے تو هزار شب بخون در بودم　　تو بے تو شبے نبودهٔ معذوری

ایک دن وعظ کی مجلس میں قاری نے یہ آیت پڑھی یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الآیۃ یعنی اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ الخ آپ نے فرمایا۔ شرفهم بیاء الاضافۃ الی نفسه بقوله یا عِبَادِیْ ثم انشد ؎

وهان علی اللوم فی جنب حبها　　وقول الاعادی انه لخلیع
اصم اذا نودیت باسمی واننی　　اذا قیل لی یا عبدها لسمیع

یعنے ان کی شرف یا اضافت کی وجہ سے ہے جو خدا تعالےٰ نے یا عبادی کہکر اپنے نفس کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ یعنے مجھ پر دشمنوں کی ملامت اس کی محبت کے مقابلہ میں بہت آسان معلوم ہوتی ہے۔ دشمنوں کا یہ قول کہ وہ مفلس بے اعتبار ہے۔ مجھ کو جب میرے نام سے پکارتے ہیں تو بہرا بن جاتا ہوں۔ اور جب مجھے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں محبوب کا غلام ہے تو پھر میں سننے کو تیار ہوں۔ ایک دن ایک شخص نے ان سے ان کے بھائی حجۃ الاسلام کا حال پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ کہا کہ وہ خون میں ہیں۔ سائل نے ان کو تلاش کیا۔ تو مسجد میں ملے۔ اُس نے شیخ احمد کے قول سے تعجب کیا۔ اور اس قصہ کو حجۃ الاسلام (امام غزالی) سے کہا۔ وہ فرمانے لگے۔ کہ میرے بھائی نے سچ کہا ہے۔ میں اس وقت متحاضہ عورت کے ایک مسئلہ کی فکر میں تھا۔ ایک صوفی قزوین سے طوس میں آیا۔ اور حجۃ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے اس سے اپنے برادر شیخ احمد کا حال پوچھا۔ جو کچھ وہ جانتا تھا بتلا یا۔ حجۃ الاسلام نے کہا کہ تمہارے پاس اس کا کلام بھی ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ ایک جزو تھی جو سامنے پیش کی۔ آپ نے اس میں غور کیا۔ اور کہا سبحان اللہ جس کو ہم طلب کرتے تھے شیخ احمد نے حاصل کر لیا ہے کہتے ہیں کہ وہ جبکہ نزع کی حالت میں تھے۔ ان کی گھوڑی کھل گئی اور بھاگ گئی۔ لوگوں نے ان سے بیان کیا یا خود کشف سے معلوم کر لیا۔ فرمایا جب ہم اس سے اتر پڑے اب جو چاہے سوار ہو جائے ۵۱۷ھ میں انکا انتقال ہوا ہے ان کی قبر قزوین میں ہے۔

خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ امام عالم۔ عارف ربانی، صاحب احوال اور بڑی خدا کی مہربانیوں کرامات و مقامات جلیلہ والے تھے۔ ابتدا میں بغداد میں گئے۔ اور شیخ ابو اسحٰق شیرازی کی خدمت میں جا کر رہے۔ ان کا کام ترقی پکڑ گیا۔ اپنے ہمعصروں پر علم فقہ وغیرہ خصوصاً علم منطق میں بڑھ گئے۔ شیخ ابو اسحٰق ان کو باوجود چھوٹی عمر ہونے کے اپنے بہت سے شاگردوں پر اول نمبر پر بٹھایا کرتے۔ اور بغداد اصفہان سمرقند میں ایک جماعت مشائخ سے حدیث کا سماع کیا ہے بعد ازاں سب کچھ ترک کر دیا۔ اور عبادت، زیارت، مجاہدہ کا طریق اختیار کیا مشہور یہ ہے کہ ان کے تصوف کی نسبت شیخ ابو علی فارمدی سے ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ ابو عبداللہ جوینی اور شیخ حسن سمنانی کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ مرو میں مقیم تھے۔ اور وہاں سے ہرات میں آئے۔ کچھ مدت وہاں اقامت کی۔ بعد ازاں اہل مرو نے ان سے واپس ہونے کی التماس کی۔ تب آپ مرو میں آئے۔ اور پھر ہرات میں گئے۔ اس کے بعد مرو کے لوٹنے کا قصد کیا۔ لیکن راستہ میں انتقال ہو گیا۔ ۵۳۵ھ میں وہیں فوت ہوئے۔ اور تھوڑی مدت کے بعد مرو میں چلے گئے۔ ان کا مزار مرو میں ظاہر و مشہور ہے شیخ محی الدین بن العربی اپنی بعض تصانیف میں فرماتے ہیں۔ کہ ۶۰۲ھ میں شیخ اوحدالدین کرمانی شہر قونیہ میں میرے مکان میں تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے ملک میں خواجہ یوسف ہمدانی جو کہ ساٹھ سال سے اوپر مشیخت کے سجادہ اور ارشاد پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دن اپنے گوشہ میں بیٹھے تھے۔ کہ باہر نکلنے کو جی چاہا۔ اُن کی عادت نہ تھی۔ کہ جمعہ کے سوا کسی اور دن باہر نکلیں۔ اس لئے یہ بات اُن پر گراں گزری۔ اُن کو کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ کہاں جانا چاہئے۔ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور

اس کی باگ چھوڑ دی کہ جہاں خدا چاہے وہاں لے جائے۔ وہ گھوڑا ان کو شہر سے باہر جنگل میں لے گیا۔ یہاں تک کہ ایک ویران مسجد میں ان کو پہنچا کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ نیچے اُتر آئے۔ اور مسجد میں گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص نے سر نیچا کیا ہوا ہے۔ ایک گھڑی کے بعد اُس نے سر اٹھایا۔ تو وہ ایک جوان بارعب تھا۔ کہنے لگا۔ اے یوسف مجھے ایک مشکل مسئلہ پیش آیا ہے۔ اس کو ذکر کیا۔ شیخ نے وہ بیان کر دیا۔ اس کے بعد کہا اے فرزند جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے۔ تو شہر میں آیا کرو۔ اور مجھ سے پوچھ لیا کرو۔ لیکن مجھے رنج نہ دیا کرو۔ شیخ نے کہا کہ اُس جوان نے میری طرف دیکھا۔ اور کہا کہ جب مجھے کوئی مشکل پیش آئیگی۔ تو میرے لئے ہر ایک پتھر تم جیسا یوسف بن جائیگا۔ شیخ ابن العربی کہتے ہیں۔ کہ میں نے وہاں سے جان لیا کہ سچا مرید اپنی سچائی سے شیخ کی تحریک اپنی طرف کر سکتا ہے۔ شیخ نجیب الدین بزغش شیرازی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ چند جز جس میں مشائخ کے حالات تھے۔ میرے ہاتھ لگے۔ میں نے اُن کا مطالعہ کیا۔ اور بیرا وقت خوش ہوا۔ میں اس کا طالب تھا۔ کہ یہ معلوم کروں۔ کس کی تصنیف ہے۔ کہ اس کے کلام میں سے کچھ حاصل کروں۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ ایک بوڑھا بارعب و وقار سفید ریش۔ نہایت نورانی چہرہ خانقاہ میں آیا۔ اور وضو خانہ میں گیا۔ کہ وضو کرے۔ کپڑے بہت عمدہ سفید پہنے ہوئے تھے۔ اس کے جامہ پر بڑے موٹے خط سے سنہری حرفوں میں آیۃ الکرسی لکھی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ سر سے پاؤں تک وہ تحریر تھی۔ میں اُن کے پیچھے چلا۔ انہوں نے جامہ کو نکالا۔ اور مجھے دے دیا۔ اس جامہ کے نیچے ایک سبز جامہ پہنے ہوئے تھا۔ کہ وہ اس سے بھی خوبصورت تھا۔ اور اسی طرح پر اس میں آیۃ الکرسی لکھی ہوئی تھی۔ وہ جامہ بھی مجھے دیا۔ اور کہا اس کو سنبھال کر رکھنا تاکہ میں وضو کر لوں۔ جب وضو کر لیا۔ تو کہا کہ اس جامہ میں سے میں تم کو ایک دیتا ہوں۔ تم کس کو چاہتے ہو۔ میں نے خود اختیار نہ کیا۔ اور کہا کہ جو آپ پسند فرمائیں۔ وہ دیں۔ انہوں نے مجھے سبز جامہ پہنا دیا۔ اور سفید کو خود پہن لیا۔ پھر کہا تم مجھے پہچانتے ہو۔ میں اُس جزو کا مصنف ہوں۔ کہ جس کے تم طالب ہو۔ مجھے ابو یوسف ہمدانی کہتے ہیں۔ اور اس کا نام زبدۃ الحیوٰۃ ہے۔ میری اور تصانیف بھی ہیں۔ کہ وہ اس سے بہتر ہیں جیسے منازل السائرین اور منازل السالکین۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا۔ تو میں بہت خوش ہوا اور یوں کہتے ہیں کہ وہ ایک زمانہ میں نظامیہ بغداد میں وعظ کہتے تھے۔ ایک

فقیہیں کو ابن السقا کہا کرتے تھے مجلس میں کھڑا ہو گیا۔ اور مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جا کیونکہ تیرے کلام میں کفر کی بدبو آتی ہے۔ اور شائد کہ تیری موت اسلام پر نہ ہو۔ اس کے بعد ایک نصرانی سفیر جبکہ روم کے بادشاہ کی طرف سے خلیفہ کی طرف آیا۔ ابن سقا اس کے پاس گیا۔ اور اس سے مصاحبت کی درخواست کی اور کہا میں چاہتا ہوں کہ دین اسلام کو چھوڑوں اور تمہارے دین میں آجاؤں۔ نصرانی نے اس کو قبول کیا۔ اور اس کے ساتھ قسطنطنیہ میں چلا گیا۔ روم کے بادشاہ سے جا ملا نصرانی ہو گیا۔ اور نصرانیت کی حالت میں مرگیا۔ کہتے ہیں کہ ابن السقا حافظ قرآن تھا۔ مرض موت میں اس سے پوچھا گیا۔ کہ قرآن میں سے کچھ تمہیں یاد ہے۔ کہا کچھ یاد نہیں مگر یہ آیت رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔ یعنے اکثر کافر اس بات کو چاہیں گے اور پسند کریں گے۔ کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ بعض لوگ ابن السقا کے قصہ کو اور اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ کے حالات میں انشاء اللہ آئیگا۔ خواجہ یوسف ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے چار خلیفہ ہیں۔ خواجہ عبداللہ برقی، خواجہ حسن اندقی، خواجہ احمد یسوی، خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ اور خواجہ یوسف کے بعد ان چاروں میں سے ہر ایک مقام دعوت میں تھے۔ دوسرے خلفاء ادب کے طریق پر ان کی خدمت میں رہے ہیں۔ اور جب خواجہ احمد یسوی نے ترکستان کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ تو سب یاروں کو خواجہ عبدالخالق کی متابعت کا اشارہ کیا۔ ایسا ہی اس خاندان کے متاخرین مشائخ رحمہم اللہ کے بعض رسالوں میں لکھا ہے۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ العزیز

آپ کی روشن طریقہ صوفیہ میں ایک حجت اور سب فرقوں میں مقبول ہے۔ ہمیشہ صدق وصفائی کی راہ میں شرع وسنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بدعت وہوا سے علیحدہ رہنے اس کی مخالفت میں سعی کرتے رہے ہیں۔ اور اپنے پاک طریق کو غیروں کی نگاہ سے چھپا رکھتے تھے۔ ان کو جوانی میں ذکر دل کا سبق حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوا تھا۔ اس سبق پر مداومت کیا کرتے تھے۔ خواجہ خضر نے ان کو اپنی فرزندی میں قبول کیا تھا۔ اور فرمایا۔ پانی کے حوض میں آ۔ اور غوطہ لگا۔ دل سے کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ

محمد رسول اللہ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یہی سبق پکا لیا۔ اور کام میں مشغول ہوئے۔ اُن پر بہت کچھ کشف ہو گیا۔ اوّل حال سے آخر تک اُن کا زمانہ تمام لوگوں میں مقبول اور محمود رہا۔ اس کے بعد شیخ الشیوخ عالم عارف ربانی خواجہ امام یعقوب یوسف ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ بخارا میں آئے اور خواجہ عبدالخالق اُن کی صحبت میں حاضر ہوئے۔ معلوم کیا کہ ان کو دلی ذکر ہے۔ جب تک وہ بخارا میں رہے۔ ان کی صحبت میں رہے۔ کہتے ہیں۔ کہ خواجہ خضر علیہ السلام ان کے سبق کے پیر ہیں۔ اور خواجہ یوسف پیر صحبت و خرقہ ہیں۔ خواجہ یوسف کے بعد خواجہ عبدالخالق غجدوانی ریاضت میں مشغول ہوئے۔ اور اپنے حالات کو چھپائے رکھتے تھے۔ ان کی ولایت ایسی تھی کہ ایک ہی وقت میں کعبہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اور پھر آجایا کرتے تھے۔ شام میں ان کے بہت مُرید ہو گئے۔ خانقاہ آستانہ بن گیا۔ عاشورہ کے دنوں میں آپ کی خدمت میں ایک بڑی جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ اور یہ لوگ معرفت میں باتیں کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک جوان آیا۔ زاہدوں کی صورت میں بغل میں خرقہ اور کندھے پر مصلّے گوشہ میں آکر بیٹھ گیا۔ خواجہ نے اس کی طرف نظر کی۔ ایک گھڑی کے بعد وہ جوان اُٹھا اور کہنے لگا حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ عزوجل یعنی مومن کی عقل سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ خدائے عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔ اس حدیث کی حکمت کیا ہے۔ خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ اس حدیث کا بھید یہ ہے کہ تم زنار کو کاٹ ڈالو اور ایمان لاؤ۔ اس جوان نے کہا نعوذ باللہ۔ کہ میرے پاس زنار ہو۔ خواجہ نے خادم سے اشارہ کیا۔ خادم اُٹھا۔ اور اس جوان کے سر پر سے خرقہ کو اتار لیا۔ تو خرقہ کے نیچے زنار تھا۔ اس جوان نے فی الفور کاٹ ڈالا۔ اور ایمان لایا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ کہ اے یارو آؤ۔ کہ ہم بھی اس نوجوان کی متابعت میں اپنے زناروں کو قطع کریں۔ اور ایمان لائیں۔ جس طرح اُس نے اپنے ظاہری زنار کو توڑا ہے۔ ہم بھی باطنی زنار کو جسے عُجب و غرور کہتے ہیں کاٹ دیں۔ تاکہ اس کی طرح ہم بھی بخشے جائیں۔ یاروں پر ایک عجیب حالت پیدا ہوئی ہے۔ اور خواجہ کے قدموں پر سب کے سب گر پڑے۔ اور نئے سرے سے توبہ کی۔ ایک دن ایک درویش خواجہ کے سامنے کہتا تھا۔ کہ اگر خدائے تعالےٰ مجھے جنت دوزخ میں اختیار دے۔ تو میں دوزخ اختیار کر دوں۔ کیونکہ میں تمام عمر میں اپنے نفس کی مراد کے موافق نہیں چلا ہوں۔ اور اس حالت میں بہشت میری مُراد کے مطابق

ہوگی۔ اور دوزخ خدا کی مرضی کے مطابق۔ خواجہ نے اس بات کو رد کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ بندہ کو اپنے اختیار سے کیا مطلب۔ جہاں کہے گا۔ وہاں ہم جائینگے۔ اور جہاں کہیگا رہو وہاں ہم رہینگے۔ بندگی یہ ہے نہ یہ کہ تم کہتے ہو۔ اس درویش نے کہا شیطان کو راہ چلنے والوں پر کچھ قابو ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ وہ چلنے والا کہ فنائے نفس کی حد تک نہ پہنچا ہو۔ جب غصہ میں آتا ہے۔ شیطان اس پر قابو پاتا ہے لیکن وہ چلنے والا کہ جو فنائے نفس تک پہنچ چکا ہو۔ اس کو غصہ نہیں ہوتا۔ بلکہ غیرت ہُوا کرتی ہے۔ پھر جہاں غیرت ہوتی ہے وہاں سے شیطان بھاگتا ہے۔ اور ایسی صفت اس شخص کو مُسلّم ہے کہ جو خدا کی طرف توجہ کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی کتاب دائیں ہاتھ میں لیتا ہے۔ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی سنّت کو بائیں ہاتھ میں اور ان دونوں روشنائیوں میں راہ چلتا ہے۔ ایک دن ایک مسافر دُور سے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اتفاقاً ایک خوبصورت جوان حضرت خواجہ کی خدمت میں آیا۔ اور دعا کا طالب ہُوا۔ خواجہ نے دُعا فرمائی۔ پھر وہ جوان گم ہوگیا۔ اس مسافر نے پوچھا کہ یہ جوان کون تھا خواجہ نے فرمایا کہ فرشتہ تھا۔ اس کا مقام چوتھے مقام پر تھا۔ کسی تقصیر کے سبب اپنے مقام سے دُور پڑا تھا۔ دُنیا کے آسمان پر آ گیا تھا۔ اور فرشتوں سے کہا۔ کہ میں کیا کروں جس سے اللہ تعالیٰ مجھ کو اُس مقام پر پہنچائے۔ فرشتوں نے اس کو میرا نشان بتلایا۔ اس لئے آیا تھا۔ ہم نے دُعا مانگی۔ خدا نے قبول فرمائی۔ اور پھر اپنے مقام پر پہنچ گیا۔ اس مسافر نے کہا۔ ہم کو ایمان کی دُعا سے مدد کریں۔ شائد کہ اس شیطان کے جال سے سلامتی سے چلے جائیں۔ خواجہ نے فرمایا۔ وعدہ یہ ہے کہ ادائے فرض کے بعد ہر شخص دعا مانگتا ہے۔ وہ مقبول ہوتی ہے۔ تو اپنا کام کر۔ اور ہم کو دعائے خیر سے فرائض کے بعد یاد کیا کر۔ ہم تم کو اور تم ہم کو یاد کرینگے۔ شائد کہ اس اثناء میں دعا ظاہر ہو جائے۔ تیرے حق میں بھی اور ہمارے حق میں بھی *

خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ

خواجہ عبدالخالق کے تین خلیفہ تھے۔ خواجہ احمد صدیق۔ خواجہ عارف ریوگری، خواجہ اولیائے کلاں۔ اور حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ اس جماعت میں سے حضرت خواجہ عارف تک پہنچتا ہے *

خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس سرہٗ

آپ خواجہ عارف رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں +

خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ محمود رہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں ان کا لقب حضرت عزیزان ہے۔ یہ حضرت بڑے عالی مقامات اور ظاہر کرامات والے تھے۔ بافندگی کی صنعت میں مشغول رہتے تھے۔ اس فقیر نے ایک بزرگ سے سنا تھا۔ کہ جو کچھ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے اپنی غزلیات میں فرمایا ہے وہ ان کی طرف اشارہ ہے ؎

گرنہ علم حال فوق قال بودے کے شدے ۔ بندۂ اعیان بخارا خواجہ نساج را

اور ان کی قبر خوارزم میں مشہور ہے۔ بزار و یتبرک یعنی اس کی زیارت کی جاتی ہے اور متبرک سمجھی جاتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ ایمان کیا چیز ہے فرمایا کہ اکھڑنا اور ملنا۔ یہ بھی آپ سے پوچھا گیا کہ جس کی نماز قضا ہو گئی ہو۔ وہ اس کی قضا کے لئے کب اٹھے۔ فرمایا کہ صبح سے پہلے۔ ان سے منقول ہے کہ فرماتے تھے۔ اگر روئے زمین پر۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی اولاد میں سے کوئی ہوتا تو منصور ہرگز سولی پر نہ چڑھتے +

خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ

آپ حضرت عزیزان کے خلیفہ ہیں۔ اور حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو فرزندی کی نظر سے قبول فرمایا تھا۔ یہ وہی ہیں۔ کہ بارہا ہندوان کے محل پر گذرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ اس زمین سے مردی کی خوشبو آتی ہے۔ اور جلد ہوگا کہ محل ہندوان محل عارفان ہو جائے۔ یہاں تک کہ ایک دن امیر سید کلال کے مکان سے کہ آپ کے خلیفہ ہیں۔ قصر عارفان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ وہ خوشبو بڑھ گئی ہے۔ شاید کہ وہ مرد پیدا ہو چکا ہے۔ جب اترے تو خواجہ بہاؤالدین رہ کی ولادت کے تین دن گذر چکے تھے۔ ان کے دادا نے اس معاملہ کو ان کے سینہ پر چھوڑا۔ اور بڑی نیاز کے ساتھ خواجہ محمد بابا کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے ہم نے اس کو

قبول کیا۔ اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ وہ مرد ہے کہ جس کی ہم نے خوشبو سونگھی تھی۔ یہ زمانہ کا پیشوا ہوگا۔ اور امیر سید کلال سے فرمایا۔ کہ میرے فرزند بہاؤالدین کے حق میں تربیت و شفقت کا فرق نہ کرنا۔ اگر تم نے اس میں قصور کیا تو میں معاف نہیں کروں گا۔ امیر نے فرمایا کہ میں مرد نہ ہونگا۔ اگر خواجہ کی وصیت میں قصور کرونگا۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے چاہا کہ قبیلہ اربنوں۔ میرے دادا نے مجھ کو حضرت خواجہ محمد بابا کی خدمت میں بھیجا۔ اور یہ التماس کی کہ آپ کے قدم کی برکت سے ان مرتبوں تک پہنچے۔ جب آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو پہلی کرامت یہ دیکھی۔ کہ اس رات مجھ پر نیاز اور عاجزی ظاہر ہوئی۔ میں حضرت کی مسجد میں آیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھی۔ سر سجدہ میں رکھا اور بڑے خضوع خشوع سے نماز پوری کی۔ اس وقت میری زبان پر گذرا کہ الٰہی مجھ کو اپنی بلا کے اُٹھانے کی قوت اور اپنی محبت کی محنت کی برداشت نصیب کر۔ جب صبح کو حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچا۔ تو فرمایا کہ اے فرزند دعا ایسی مانگنی چاہیئے۔ کہ الٰہی جو کچھ تیری رضا ہے۔ اس ضعیف بندہ کو اس پر اپنے فضل و کرم سے قائم رکھ۔ اگر خدائے تعالےٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست کو بلا بھیجے۔ تو اپنی عنایت سے اس دوست کو اس بوجھ کے اُٹھانے کی قوت دیتا ہے۔ اور اس کی حکمت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ورنہ اپنے اختیار سے بلا کی طلب مشکل ہے۔ گستاخی نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد کھانا حاضر ہوا۔ جب ہم کھا چکے تو مجھ کو ایک ٹکیا دی۔ میرے دل میں گذرا۔ کہ یہاں تو ہم نے پیٹ بھر کے کھالیا ہے۔ اور ابھی مکان پر چلے جائینگے۔ یہ روٹی میرے کس کام آئے گی جب چلے۔ تو میں حضرت کے رکاب میں پوری نیاز کے ساتھ جاتا تھا۔ اگر میرے دل میں کچھ تفرقہ آتا۔ تو فرماتے۔ کہ دل کو نگاہ رکھنا چاہیئے۔ راستہ میں ایک دوست کے مکان پر پہونچے وہ خندہ پیشانی اور پورے نیاز سے پیش آیا۔ جب آپ وہاں اُترے تو اس فقیر میں اضطراب کا اثر معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا حال ہے۔ سچ بتلاؤ۔ کہا دودھ تو حاضر ہے۔ مگر روٹی نہیں ہے۔ خواجہ نے میری طرف توجہ فرمائی۔ کہ وہ روٹی لاؤ۔ کہ آخر کام آئی۔ مجھ کو اس حال سے مشاہدہ سے حضرت کی نسبت بہت یقین ہو گیا +

سید امیر کلال قدس سرہٗ

آپ حضرات خواجہ محمد بابا رحمۃ اللہ علیہ مذکور کے خلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین کو صحبت اور آداب طریق سلوک اور ذکر کی تعلیم حضرت موصوف سے ہے۔ ایک دن آپ بڑے مجمع میں بیٹھے تھے۔ امیر خواجہ کو طلب فرمایا۔ اور اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا اے فرزند بہاؤالدین حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کا ارشاد بجا لا کر میں تمہارے حق کو پورا ادا کروں گا کیونکہ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ جیسے ہم نے تمہاری تربیت کا حق پورا کیا ہے۔ ایسا ہے تم میرے فرزند بہاؤالدین کے حق میں بجا لانا اور فرق نہ کرنا۔ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا کہ میں نے اپنے پستان کو تمہارے لئے خشک کر ڈالا۔ تاکہ تمہاری روحانیت کا مُرغ بشریت کے انڈے سے باہر نکل آئے۔ لیکن تمہاری ہمت کا مرغ بلند پرواز ہوا ہے۔ اب تم کو اجازت ہے۔ جہانتک تمہارے دماغ میں خوشبو پہنچے۔ خواہ ترک ہو تاجیک ہو۔ بخوشی طلب کرو۔ اور اپنی ہمت کے مطابق خدا کی طلب میں کوتاہی نہ کرو۔ ایسا ہی حضرت خواجہ سے نقل کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جب حضرت میر سے یہ نقش ظاہر ہوا، وہی آزمائش کا سبب ہو گیا۔ اگر اسی صورت پر ہم حضرت امیر کی متابعت کرتے تو ابتلا سے بہت دُور رہتے۔ سلامتی کے زیادہ نزدیک ہوتے۔ ایک دن حضرت امیر نے حضرت خواجہ سے کہا جب اُستاد شاگرد کی تربیت کرتا ہے تو ضرور یہ چاہتا ہے۔ کہ اپنی تربیت کا اثر شاگرد میں دیکھے تاکہ اس کو اعتبار آجائے۔ کہ میری تربیت ٹھکانے لگی۔ اگر شاگرد کے کام میں کچھ خلل ہو۔ تو اس کی اصلاح کر دے اس وقت فرمایا کہ میرا فرزند امیر برہان حاضر ہے۔ کسی نے اُس پر قبضہ کا ہاتھ نہیں رکھا۔ اور معنوی تربیت نہیں کی ہے۔ میرے خیال میں اُس کی تربیت میں تم مشغول ہو جاؤ۔ تاکہ اس کا اثر ہم دیکھیں۔ مجھ کو تمہاری صفت پر بھروسہ ہو جائے۔ حضرت خواجہ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور امیر کی طرف متوجہ تھے۔ ادب کی نہایت رعایت کر کے اس کے حکم ماننے میں تامل کیا۔ حضرت امیر سید کلال نے فرمایا۔ کہ اس میں توقف نہ کرنا چاہئے۔ حضرت خواجہ نے اُن کے حکم کی تعمیل کی۔ امیر برہان کے باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اُس کے باطن کے تصرف میں مشغول ہوگئے۔ اسی وقت اس تصرف

کی علامات امیر برہان کے ظاہر باطن میں شروع ہو گئیں۔ اور بزرگ حال اُن میں ظاہر ہو گیا۔ سکر حقیقی کا اثر بھی ظاہر ہونے لگا +

قثم شیخ قدس سرہٗ

آپ مشائخ ترک میں سے ہیں۔ خواجہ احمد یسوی کے خاندان میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نے اِس عادت کے موافق جو کہ حضرت امیر کلال آپ سے رکھتے تھے۔ فرمایا کہ اب اجازت ہے جہاں کہیں تم کو ترک و تاجیک سے خوشبو ملے طلب کرو رطلب کرنے میں قصور نہ کرو تب وہ قثم شیخ کی خدمت میں گئے پہلی ملاقات میں وہ خربوزہ کھا رہے تھے۔ خربوزہ کا چھلکا انکی طرف پھینکا۔ انھوں نے نہایت حرارت طلب سے پوست کو ویسے ہی تبرک کے طور پر سب کھالیا۔ اس مجلس میں تین بار ایسا ہی اتفاق ہوا۔ اسی مجلس میں شیخ کا خادم آیا اور کہا تین اونٹ اور چار گھوڑے غائب ہو گئے ہیں۔ شیخ نے حضرت خواجہ کی طرف اشارہ کیا اور ترکی میں کہنے لگے آنی یخشی تو تو بگیر یعنی اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو۔ مریدوں میں سے چار شخص اس ہیئت کے ساتھ ان کے پیچھے پڑے کہ گویا خوف درمیان ہے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا جس شخص کو مشائخ ترک کی شناخت نہ ہو۔ البتہ اُن کے طریق سے بالکل نومید ہو جائے اور درپے نہ ہو۔ خواجہ دو زانو ہو کر مراقبہ میں ہو گئے۔ اور متوجہ ہوئے۔ نماز شام کے بعد خادم آیا اور کہنے لگا۔ کہ گھوڑے اونٹ خودبخود آ گئے ہیں۔ خواجہ دو تین مہینہ کم و بیش قثم شیخ رحمۃ اللہ کی خدمت میں رہے۔ آخر الامر اُن کو اجازت دی۔ اور فرمایا۔ کہ میرے نو فرزند ہیں تم دسویں ہوئے۔ اور تم سب پر مقدم ہو۔ برسوں تک جب نخشب کے علاقہ سے بخارا میں آتے۔ تو خواجہ اُن کی رعایت کرتے۔ اور وہ فرماتے۔ یہ طلب کی صفت کہ تم میں دیکھتا ہوں۔ میں نے طالبوں اور صادقوں سے نہیں دیکھی۔ اور یہ قثم شیخ نہایت انقطاع اور کمال بے تعلقی سے جو اُن کے مزاج میں تھی۔ آخر زندگی میں بھی بخارا کے ایک جنگل میں آ گئے۔ اور طرح طرح کے سودا کی باتیں کیں۔ پھر باہر نکل آئے۔ اور صحت کے آثار اُن میں پیدا ہوئے۔ ایک دکان پر بیٹھے۔ اور جتنے آپ کے فرزند اور مرید تھے۔ سب کو بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ ہمارے انتقال کا زمانہ آ گیا ہے۔ کلمہ توحید کو ملکر کہیں۔ چنانچہ خود بھی کہا۔ اور اوروں نے کہا۔ اسی وقت جان خدا کے سپرد کی +

خلیل آتا قدس سرہ

حضرت خواجہ بہاؤالدین فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات اس کام کے شروع میں میں نے خلیل آتا رحمۃ اللہ کو خواب میں دیکھا۔ کہ جو ترک کے بڑے مشائخ سے تھے مجھ کو درویشی کی سفارش کر رہے ہیں جب میں جاگا تو اُس درویش کی صورت میرے ذہن میں تھی۔ اور میری دادی نیک بخت تھی۔ میں نے اُن سے یہ خواب بیان کی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ اے فرزند تجھ کو مشائخ ترک سے حصہ ملیگا۔ میں ہمیشہ اس درویش کا طالب تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن بخارا کے بازار میں اُن کی ملاقات ہو گئی۔ میں نے اُن کو پہچان لیا۔ میں نے پوچھا تو اُن کا نام خلیل تھا۔ اس وقت تو اُن سے زیادہ کلام اور مجلس حاصل نہ ہوئی لیکن جب میں مکان پر پہنچا۔ اور رات پڑی تو اُن کا قاصد آیا۔ کہ حضرت خلیل تم کو یاد کرتے ہیں۔ وہ ساون کا مہینہ تھا۔ میں نے کچھ میوہ لیا۔ اور اُن کی خدمت میں گیا۔ ترکی زبان میں کہا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔ وہ ہمارے سامنے ہے۔ بیان کرنے کی حاجت نہیں میری حالت اور قسم کی ہو گئی۔ اور ان کی صحبت کی محبت بہت بڑھ گئی۔ اُن کی محبت میں عجیب و غریب حالات مشاہدہ ہونے لگے۔ ایک مدت کے بعد ان کو ماوراء النہر کے ملک کی بادشاہی مل گئی۔ مجھ کو اُن کی ملازمت وخدمت میں رہنا ضروری تھا۔ اس آپ کی ملازمت صحبت سے بھی بڑی بڑی چیزیں مشاہدہ ہوتی تھیں۔ مجھ پر بہت مہربانی کیا کرتے تھے۔ کبھی تو مہربانی کے ساتھ اور کبھی سختی سے مجھ کو آداب خدمت سکھایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے مجھ کو بہت فائدہ ہوا۔ اور اس راہ قوی کے سیر وسلوک میں بہت کام آئے۔ چھ سال تک اس طرح اُن کی خدمت میں رہا۔ باہر تو اُن کے آداب سلطنت کی رعایت کرتا تھا۔ اور خلوت میں ان کی خاص صحبت کا محرم رہتا تھا۔ اور ملک ملنے سے پہلے اور چھ سال تک ان کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔ بہت دفعہ اپنی خاص درگاہ میں کہا کرتے تھے۔ جو شخص کہ خدا کی رضامندی کے لئے میری خدمت کرے وہ مخلوق میں بزرگ ہوگا۔ اور مجھ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا مقصود کیا ہے۔ اس مدت کے بعد جب اس کا مجازی ملک جاتا رہا۔ اور ایک لحظہ میں وہ ملک لشکر جاہ وجلال غبار ہو کر اڑ گیا۔ اور دنیا کے تمام کام میرے دل میں سرد ہو گئے۔ تب میں بخارا میں آ گیا۔ زیور توں میں کہ بخارا کے گاؤں میں سے ایک گاؤں

میں منقسم ہوا۔

خواجہ بہاؤالحق والدین النقشبند رحمتہ اللہ

آپ کا نام محمد بن محمد بخاری ہے۔ اور آپ کو خواجہ محمد باباسماسی ؒ کی طرف سے فرزندی کی مقبول نظری ہے۔ اور بظاہر آداب طریقت کی تعلیم سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا لیکن حقیقت میں آپ اویسی تھے۔ اور روحانی تربیت خواجہ عبدالخالق غجدوانی ؒ سے حاصل کی چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ شروع حال جذبہ کے غلبہ میں، میں ایک رات بخارا کے تین متبرک مزارات پر پہنچا۔ ہر مزار پر ایک روشن چراغ دیکھا چراغدان میں پورا روغن اور فتیلہ ہے لیکن بتی کو تھوڑی سی حرکت چاہئے۔ تاکہ روغن سے باہر آجائے۔ اور اچھی طرح روشن ہو جائے۔ آخری مزار پر میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اس میں غیبی توجہ ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ قبلہ کی دیوار پھوٹ گئی ہے۔ اور ایک بڑا تخت ظاہر ہوا ہے ایک سبز پردہ اس پر تنا ہوا ہے۔ اس کے گرداگرد ایک جماعت ہے۔ میں نے خواجہ محمد باباکو اُن کے درمیان دیکھا اور پہچان لیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ اس جماعت میں سے ایک نے مجھے کہا۔ کہ تخت پر خواجہ عبدالخالق بیٹھے ہیں۔ اور یہ جماعت اُن کے خلیفہ ہیں۔ ہر ایک کی طرف اشارہ کیا۔ خواجہ احمد صدیق ؒ، خواجہ اولیائے کلاں ؒ، خواجہ عارف ریوکری۔ خواجہ محمود انجیر فغنوی۔ خواجہ علی رامیتنی قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم جب خواجہ محمد بابا تک پہنچا۔ تو کہا ان کو تم نے اُن کی زندگی میں دیکھا ہوا ہے۔ یہ تمہارے شیخ ہیں۔ تم کو انہوں نے کلاہ دی تھی۔ اور تجھ کو وہ بزرگی عنایت کی ہے کہ بلائے اُتری ہوئی تیری برکت سے دفع ہو گی۔ اس وقت اس جماعت نے کہا کہ کان لگاؤ۔ اور اچھی طرح سنو کہ حضرت خواجہ بزرگ وہ باتیں کہینگے۔ کہ خدا کے راہ کے سلوک میں تم کو اُن سے گریز نہ ہو گا۔ میں نے اس جماعت سے درخواست کی کہ حضرت خواجہ کو سلام کہوں۔ اور اُن کے جمال مبارک سے مشرف ہو جاؤں۔ تب پردہ آگے سے اٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک پیر بزرگ نورانی ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ اس وقت سلوک کی وہ باتیں جو کہ شروع اور وسط اور آخر سے تعلق رکھتی ہیں۔ مجھ سے بیان فرمائیں اور کہا۔ وہ چراغ کہ تم کو اس کیفیت پر دکھلائے گئے اس بات کے اشارہ اور مژدہ ہیں۔ کہ

تم کو اس راہ پر چلنے کی استعداد و قابلیت ہے لیکن استعداد کے فتیلہ کو حرکت دینی چاہئے کہ روشن ہو جائے۔ اور اسرار کا ظہور ہو جائے۔ یہ فرمایا اور اس میں مبالغہ کیا کہ ہر سال میں اپنا قدم امر و نہی، عمل، عزیمت اور سُنّت پر رکھنا۔ فتنوں اور بدعتوں سے دور رہنا ہمیشہ حدیث مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا بنانا۔ اور اخبار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا متلاشی رہنا۔ ان سب باتوں کے بعد اس جماعت نے مجھ سے کہا۔ تیرے صدق کا حال شاہد یہ ہے۔ کہ کل صبح کے وقت فلاں جگہ جائیو۔ اور فلاں کام کیجو۔ اس کی تفصیل آپ کے مقامات میں مذکور ہے۔ اس کے بعد نسف کی طرف میر سید کلال کی خدمت میں جانا۔ جب آپ کے حکم کے بموجب میں نسف میں گیا۔ اور حضرت امیر قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت امیر نے بڑی مہربانی فرمائی۔ اور بڑی توجہ سے مجھ کو ذکر کی تلقین فرمائی۔ نفی و اثبات کے طریق خفیہ میں مشغول رکھا۔ اور جب میں خواب میں عزیمت[1] کے عمل پر مامور تھا۔ اس لئے علانیہ کے ذکر کا عامل نہ ہوا۔ کسی نے آپ سے سوال کیا۔ کہ آپ کو درویشی وراثتاً پہنچی ہے یا کسی سے۔ آپ نے فرمایا جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین یعنے خدا کے جذبوں میں سے ایک جذبہ جن و انسان کے عمل کے برابر ہے۔ میں اس سعادت سے مشرف ہوا ہوں۔ پھر آپ سے سوال کیا گیا۔ کہ آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور خلوت و سماع ہوتا ہے فرمایا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ تمہاری طریقت کی بنا کس پر ہے۔ فرمایا خلوت در انجمن یعنے بظاہر تو لوگوں میں اور باطن میں خدا کے ساتھ ہے

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش ۔۔۔ ایں چنیں زیبا روش کم مے بود اندر جہاں

حق سبحانہٗ و تعالیٰ جو یہ فرماتے ہیں۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یعنے وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور بیع خدا کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔ اسی مقام کی طرف اشارہ ہے کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ کا کوئی غلام یا لونڈی نہیں تھا۔ لوگوں نے آپ سے اس بارہ میں سوال کیا۔ تو فرمایا بندگی خواجگی کے ساتھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ حضور کا سلسلہ شریف کہاں تک پہنچتا ہے۔ فرمایا کہ سلسلہ سے کوئی شخص ٹھکانے تک نہیں پہنچتا۔ فرماتے ہیں۔ نفس پر تہمت لگاؤ کیونکہ جو شخص خدا کی مہربانی

[1] عزیمت اس کو کہتے ہیں کہ جس میں رخصت شرعی پر عمل نہ ہو تکلیف شرعی پر عمل ہو ۱۲ مترجم۔

سے اپنے نفس کو بدی کے ساتھ پہچانتا ہے۔ اور اس کے مکروہ وہوکا کو جان چکا ہے۔ اس کے نزدیک یہ عمل سہل ہے۔ اس راستہ پر چلنے والے ایسے بہت سے گذرے ہیں کہ دوسروں کے گناہ کو اپنے اوپر رکھ لیتے تھے۔ اور اس کا بوجھ خود اٹھا لیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا یہ قول یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ یعنے اے ایمان والو خدا پر ایمان لاؤ۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر لحظہ اس وجود طبعی کی نفی اور حقیقی وجود کا اثبات چاہیئے۔ شیخ جنید قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ ساٹھ سال ہو چکے ہیں کہ میں ایمان لاتا ہوں۔ فرماتے تھے۔ کہ وجود کی نفی ہمارے نزدیک بہت قریب راستہ ہے۔ لیکن اختیار کے ترک اور اعمال کے قصور کے ملاحظہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ فرماتے تھے۔ کہ اس راہ پر چلنے کے لئے ماسوا کا تعلق قید اور ایک بڑا حجاب ہے ؎

تعلق حجاب است وبے حاصلی چو پیوندہا بگسلی واصلی

اہل حقیقت ایمان کی یوں تعریف کرتے ہیں الایمان عقد القلب بنفی جمیع ماتولھت القلوب الیہ من المنافع والمضار سوی اللّٰہ تعالیٰ یعنے ایمان یہ ہے کہ دل کا خدا کے ساتھ عقد اور پیوند ہو۔ اور خدا کے سوا جس قدر نفع ضرر کی چیزیں ہوں جنکی طرف دل شیفتہ ہوتا ہے ان سب کو دور کیا جائے۔ فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔ خیریت جمیعت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے۔ بشرطیکہ ایک دوسرے میں نفی ہو۔ اور جو کچھ اس بزرگ نے فرمایا ہے۔ کہ تعال نومن ساعۃً یعنے آ کہ تھوڑی دیر تک ایمان لائیں۔ اسی طرف اشارہ ہے۔ کہ اگر طالبوں کی ایک جماعت ایک دوسرے کے ساتھ ملکر بیٹھیں۔ تو اس میں خیر و برکت بہت ہے۔ امید ہے کہ اس امر پر ملازمت اور ہمیشگی ایمان حقیقی تک پہنچاوے۔ فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ عروۃ الوثقی ہے یعنی مضبوط کڑا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی پیروی کرنا ہے۔ اس طریقہ میں تھوڑے عمل کے ساتھ بہت سی فتوحات حاصل ہوتی ہیں لیکن سنت کے کام کی پیروی ہی بڑا کام ہے۔ جو شخص اس طریقہ سے منہ پھیرے اس کے دین میں خطرہ ہے۔ فرماتے ہیں طالب کو چاہیئے جس زمانہ میں کہ خدا کے کسی دوست سے تعلق رکھتا ہو اپنے حال کا واقف ہو۔ صحبت کے زمانہ کو پہلے زمانہ سے مقابلہ کرے اگر فرق پائے تو بحکم احببت فالزم یعنے تو رہ پر پہنچ گیا ہے۔

پس اس کو لازم پکڑ۔ اس بزرگ کی صحبت کو غنیمت جانے۔ اور فرماتے تھے کہ لاالٰہ میں طبیعت کے معبود کی نفی ہے اور الا اللہ میں معبود بحق جل جلالہ کا اثبات ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں اپنے آپ کو فَاتَّبِعُوْنِیْ کے حکم میں لانا ہے یعنے میری تابعداری کرو۔ ذکر سے مقصود یہ ہے کہ کلمہ توحید کی حقیقت تک پہنچے اور کلمہ توحید کی حقیقت یہ ہے۔ کہ ماسوائے کے کہنے سے کلی طور پر نفی ہو جائے۔ بہت کہنا شرط نہیں۔ فرماتے تھے کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والغفران فرماتے ہیں۔ کہ اس گروہ کے نزدیک زمین ایک دسترخوان ہے۔ اور ہم کہتے ہیں۔ کہ ایک ناخن کے برابر ہے۔ ان کی نظر سے کوئی چیز غائب نہیں۔ فرماتے تھے توحید کے سرے پر تو پہنچ سکتے ہیں لیکن معرفت تک پہنچنا دشوار ہے۔ جس زمانہ میں کہ حضرت خواجہ سفر مبارک میں گئے تھے۔ خراسان کے ایک صاحبزادہ کو ذکر کی تعلیم فرمائی تھی۔ لوٹنے کے وقت اُن سے کہا گیا۔ کہ فلاں شخص نے کہ ذکر کے سبق میں تکرار کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اب اُس نے مشغولی کم کر دی ہے۔ فرمایا مضائقہ نہیں۔ پھر اس سے آپ نے فرمایا کہ کبھی ہم کو تم نے خواب میں دیکھا ہے اُس نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ یہی کافی ہے اِس بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس شخص کو تھوڑا سا تعلق بھی ان بزرگوں سے ہو۔ امید ہے کہ آخرالامر انہیں سے ملجائیگا۔ اور وہ اُن کی نجات اور بلندی درجات کا سبب ہو جائیگا۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا۔ کہ فلاں شخص بیمار ہے۔ اور وہ حضور کی توجہ کا سائل ہے۔ فرمایا کہ پہلے تو رجوع عاجزانہ چاہئے۔ پھر خاطر شکستہ کی توجہ۔ لوگوں نے آپ سے کرامت طلب کی۔ فرمایا کہ ہماری کرامت تو ظاہر ہے۔ باوجود اِس قدر بڑے گناہوں کے ہم زمین پر چل سکتے ہیں۔ فرماتے تھے۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ کے جنازہ کے سامنے کونسی آیت پڑھیں۔ فرمایا کہ آیت پڑھنی تو بڑا کام ہے یہ بیت پڑھ دینا۔ ؎

چیست ازیں خوبتر درہمہ آفاق کار ۔۔۔ دوست رسد نزد دوست یار بنزدیک یار

پھر حضرت ایشان نے یہ فرمایا ہمارے جنازہ کے سامنے یہ شعر پڑھنا ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ۔۔۔ شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

مولانا جلال الدین خالدی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ خواجہ بہاؤالدین کے سلوک کی نسبت اور طریقہ متاخرین سے کس طریقہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ تم متقدمین

کی بابت پوچھو کیونکہ دو سال سے زیادہ ہو چکا ہے۔ کہ اس قسم کی ولایت کے ظہور کے آثار کہ خدا کی عنایت سے خواجہ بہاؤ الدین پر ظاہر ہوئے ہیں۔ کسی متاخرین پر ظاہر نہیں ہوئے پیر شیخ قطب الدین جو کہ حضرت خواجہ کے مرید ہیں۔ خراسان میں تشریف لائے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا۔ حضرت خواجہ نے مجھے فرمایا۔ کہ فلاں کبوتر خانہ میں جا۔ وہاں سے چند کبوتر لا۔ جب میں کبوتروں کے بچے لایا۔ تو میری طبیعت اُن کی طرف راغب ہوئی۔ ایک کبوتر کا بچہ میں نے زندہ رکھ لیا۔ اور باقی خواجہ کے حضور میں لایا۔ جب کبوتروں کو پکایا۔ اور حاضرین پر تقسیم کیا۔ تو مجھے نہ دیا۔ اور فرمایا کہ فلاں شخص نے اپنا حصہ زندہ لے لیا ہے۔ آپ کی وفات پیر کی شب ۳ ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوئی ہے۔ قدس اللہ تعالےٰ روحہٗ +

خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ العزیز

آپ کا نام محمد بن محمد البخاری ہے۔ آپ حضرت خواجہ بہاؤ الدین رح کے بڑے خلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ نے اپنی زندگی میں بہت سے طالبین کی تربیت سپرد کر دی تھی۔ اور فرماتے تھے۔ کہ علاؤ الدین نے ہمارا بوجھ بہت کم کر دیا ہے۔ اس لئے ولایت کے انوار اور آثار پورے کامل طور پر اُن پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اُن کی اسی صحبت و حسن تربیت سے بہت سے طالبین دوری و نقصان کے مرتبہ سے قرب و کمال کی درگاہ تک پہنچ گئے۔ تکمیل اور اکمال کا درجہ حاصل کیا۔ اس فقیر نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ پیشوائے علمائے محققین اور کبرائے مدققین کے مقتدا بڑے بڑے تصانیف و تحقیقات کے صاحب سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے آپ کے اصحاب کے رشتہ میں داخل ہونے کی توفیق پائی تھی۔ اور حضرت کے خادموں اور ملازموں سے بہت سا پیار و اخلاص رکھتے تھے۔ بارہا کہا کرتے تھے۔ کہ جب تک میں شیخ زین الدین علی کلالی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں نہیں پہنچا تھا۔ رفض سے خلاصی نہ پائی تھی۔ اور جب تک خواجہ عطار قدس سرہٗ سے نہ ملا تھا خدا تک نہ پہنچا تھا بعض پاک کلمات کہ مجلس صحبت میں فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا نے لکھے ہیں کچھ اُن میں سے تبرک اور ہدایت کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔ خدا کی پہلی مہربانی کو دیکھنا چاہیئے۔ اور اس بے وجہ مہربانی کی امیدواری اور

اس عنایت کی طلب سے ایک لحظہ غافل نہ رہنا چاہیئے ۔ استغنا سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے حق سبحانہٗ تعالیٰ کو بزرگ سمجھنا چاہیئے ڈرتا اور کانپتا رہے استغنا حقیقی کے ظہور سے خاموش رہنا چاہیئے تین صفت سے خالی نہ رہنا چاہیئے یا خطرات کی نگاہداشت کرے یا ذکر دل کا مطالعہ کہ گویا گشتہ ہو جائے یا اُن کے حالات کا مشاہدہ جو دل پر گزریں ۔ جو خطرات کہ مانع نہ ہوں ۔ ان سے احتراز مشکل ہے ! اختیار طبعی کہ جس کی نفی میں ہم بیس سال تک لگے رہے اتفاقاً خطرہ کی نسبت گذرا لیکن اس کو قرار نہ ہوا خطروں کو روکنا بڑا کام ہے ۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ خطروں کا کچھ اعتبار نہیں لیکن ان کو چھوڑنا چاہیئے کہ کہیں جم نہ جائیں ۔ کیوں کہ ان کے جم جانے سے فیض کی راہوں میں سُدّہ پڑ جائیگا ۔ اس لئے ہمیشہ باطن کے حالات کا متلاشی رہے اور مرشد کے امر سے اپنے آپ کو سانس لینے سے روکنا ظاہرا اس لئے ہے کہ حضور یا غائب میں ان خطرات کی نفی ہو جائے جو باطن میں قرار پا چکے ہیں ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر معنی صورت کے لباس میں ہوا کرتا ہے تو ہر وقت اپنے آپ کو سانس لینے کے ساتھ ان خطرات سے کہ جو روکنے والے ہیں اور قرار پا چکے ہیں خالی کرنا چاہیئے سانس لینے میں جاتا اور اپنے سے جاتا ہے ۔ معتبر قاعدہ اِس راہ میں یہی ہے اور اس بات کی علامت کہ اپنے میں جانا اور اپنے سے جاتا یہ ہے ۔ کہ اپنے آپ سے غائب ہو جائے حق سبحانہٗ کی حضوری عشق کے اندازہ پر ہوتی ہے عشق کا نتیجہ کثرت سے محبت ہے جس کا عشق زیادہ ہے اس کا اپنے سے غائب ہونا بہت ہو گا ۔ اور معشوق سے حضوری زیادہ ہو گی ۔ جب ملک اور ملکوت طالب پر پوشیدہ ہو جائیں اور بھول جائیں تب فنا ہوتا ہے ۔ اور جب سالک کی ہستی بھی سالک پر پوشیدہ ہو جائے تو فنا بر فنا ہو جائے گا ۔ ہر نماز کے بعد پانچ دفعہ اور بعد علم کے ذکر کے بیس دفعہ کلمہ استغفار کہنا سعی و توجہ میں مدد ہے کہ کی جاتی ہے جیسے صیقل آئینہ پر چاہیئے نہ یہ کہ آئینہ کے دستہ پر یا اس کے پہلو یا پشت پر کیونکہ اس میں فائدہ نہیں ۔ اِس زمانہ میں جو لوگ خفیہ ذکر میں مشغول ہیں ۔ یہ معدہ سے کہتے ہیں ۔ نہ دل سے ۔ بہت ذکر کرنا مقصود نہیں ہے ۔ ایک سانس میں تین دفعہ لا الٰہ الا اللہ دائیں طرف سے شروع کرے اور دِل میں اُتارے ۔ اور محمد رسول اللہ بائیں طرف نکال لے ۔ اور صبح سے پہلے اور شام کے بعد مخلوق سے خلوت میں فارغ ہو کر مجاہدہ کے بغیر نہ رہے ۔ شیخ عطار فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں قطرۂ خوں از دل چکید　　تا نشان قطرہ نازں نم یافتم

یا تو ایک ہی سانس میں نو دفعہ کہے یا اٹھارہ دفعہ۔ اگر نتیجہ نہ دے تو پھر نئے سرے سے کہے اور مشائخ کبار روح اللہ ارواحہم کی زیارت کرے اسی قدر اس بزرگ سے فائدہ لے سکتا ہے کہ جس قدر اس کو پہچانا ہوا ہے۔ اسی طرح توجہ کرے اور اسی صفت میں ہو کر کے زیارت کرے۔ اگرچہ ظاہری قرب کو مشاہدہ مقدسہ کی زیارت میں بڑے آثار ہوتے ہیں۔ لیکن در حقیقت روح مقدسہ کی توجہ کو ظاہری دوری مانع نہیں۔ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں جو یہ وارد ہے صلوا علیّ حیثما کنتم یعنے تم مجھ پر درود بھیجو جہاں کہیں تم ہو۔ اس بات کی کھلی دلیل ہے۔ اہل قبور کی مثالیہ صورتوں کا مشاہدہ بمقابلہ ان کی صفات کے پہچاننے کے جو توجہ زیارت کی حالت میں ہوتی ہے۔ کم معتبر ہے۔ باوجود اس کے خواجہ بزرگ قدس اللہ تعالے روحہ فرماتے تھے۔ حق سبحانہٗ کا مجاور ہونا خلقت کی مجاوری سے زیادہ مناسب اور اولیٰ ہے۔ یہ بیت اکثر آپ کی زبان مبارک پر گذرتا تھا ؎

تو تا کے امر مردان را پرستی　　بگرد کار مرداں گرد رستی

اکابر دین رضی اللہ عنہم کے مشاہدہ کی زیارت سے یہ مقصود چاہئے۔ کہ حق سبحانہٗ کی طرف توجہ ہو۔ اور اس برگزیدہ خدا کی روح کو خدا کی طرف پہنچنے کا کامل وسیلہ جاننا ہے۔ چنانچہ لوگوں کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کی حالت میں گو کہ بظاہر مخلوق کی تواضع ہوتی ہے لیکن درحقیقت خدائے تعالے کی ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگوں کے ساتھ تواضع اس وقت اچھی ہوا کرتی ہے۔ کہ خاص خدا کے لئے ہو۔ اس لحاظ سے کہ ان کو خدا کے آثار قدرت حکمت کا مظاہر سمجھے ورنہ یہ بناوٹ ہوئی نہ تواضع مراقبہ کا طریق نفی و اثبات کے طریقہ سے اعلے و اقرب ہے۔ مراقبہ کے طریق میں کوشش کرنے سے وزارت اور ملک ملکوت کے تصرف کرنے کے مرتبہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور دلوں پر جھانکنا، مہربانی کی نگاہ سے دیکھنا باطن کو روشن کر دینا۔ ہمیشہ کے مراقبہ کا کام ہے۔ ہمیشہ مراقبہ کرنے سے تسلی خاطر اور دلو نکا ہمیشہ قبول کرنا حاصل ہوا کرتا ہے اس مطلب کو جمع قبول کہتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم سے علانیہ ذکر کی بابت پوچھا جاتا تھا تو فرماتے تھے۔ کہ باتفاق علما آخر سانس میں بلند کہنا اور تلقین کرنا جائز ہے۔ اور درویش کا ہر سانس آخری سانس ہے حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس سرہٗ کی وفات بعد نماز عشا بدھ کی شب ۲۰ رجب ۸۰۲ھ میں ہوئی۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ العزیز

آپ کا نام محمد بن محمد بن محمود حافظ بخاری ہے قدس اللہ سرہٗ آپ بھی خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے بڑے مریدوں میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ بزرگ نے اُنکے حق میں اپنے اور مریدین کے سامنے خطاب کر کے یوں فرمایا ہے کہ وہ حق اور امانت کہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے خاندان کے خلفاء سے اس فقیر کو پہنچا ہے۔ اور جو کچھ میں نے اس راہ میں کسب کیا ہے وہ امانت تم کو سپرد کرتا ہوں۔ جیسے برادر دین مولانا عارف نے ہم کو سپرد کیا تھا۔ سو اس کو قبول کرنا چاہئے۔ اور اس امانت کو خدا کی مخلوق تک پہنچانا چاہئے۔ آپ نے تواضع کی اور قبول کر لیا۔ آخر مرض میں اس کے غائبانہ اپنے دوستوں مریدوں کے سامنے اُن کے حق میں فرمایا۔ کہ ہمارے ظہور سے مقصود ان کا وجود ہے۔ میں نے اُن کو ہر دو طریق جذبہ و سلوک سے ترتیب کیا ہے۔ اگر وہ اس میں مشغول ہونگے تو ایک جہان اُن سے روشن ہو گا۔ ایک اور موقع پر اپنی شفقت کی نظر سے برزخ کی صفت ان کو عنایت کی۔ برزخ رضی اللہ عنہ کا قصہ قوت القلوب میں مذکور ہے۔ دوسرے موقع پر مہربانی کی نظر سے ان کو نفس بخش دیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ وہ کہہ دیں۔ وہی ہو جاتا ہے ایک اور موقع پر فرمایا ہے۔ کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ وہی کرتا ہے۔ اس حدیث کے مطابق ان من عباد اللہ لو اقسم علی اللہ تعالیٰ سبحانہ لابرہ یعنے بعض خدائے سبحانہٗ کے وہ بندے ہیں۔ کہ اگر خدا کی قسم کھالیں۔ تو وہ ان کو بری کرے۔ (یعنے وہی کام کر دے) میں تو کہتا ہوں کہ کہو لیکن وہ کہتے نہیں۔ دوسری قوم پر ان کو خفیہ ذکر کی تلقین فرمائی۔ اور اُن کو جو کچھ وہ جانتے ہیں۔ دقائق حقائق، آداب طریقت و تعلیم وغیرہ عنایات بیشمار پر عمل کرنے کی اجازت دیدی۔ اور جب محرم ۸۲۲ھ کو بیت اللہ الحرام کی طواف اور اسکے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے بخارا سے باہر نکلے۔ اور نسف کے راہ سے صفائیان ۔ بلخ ۔ ترمذ ۔ ہرات تک مزارات متبرکہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ تو سب جگہ سادات و مشائخ علماء اُن کے لئے تشریف لانے کو غنیمت سمجھتے تھے۔ اور بڑی عزت و اکرام سے پیش آتے تھے۔ یاد پڑتا ہے۔ کہ جب ولایت جام سے گذرتے تھے۔ اور قیاس چاہتا ہے۔ کہ آخر جمادی الاولیٰ یا شروع جمادی الاخریٰ اسی سال کا ہو گا۔ فقیر کا باپ نیا زمندوں اور مخلصوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ

اُن کی زیارت کے قصد کے لئے نکلے تھے۔ ابھی میری عمر پانچ سال کی پوری نہ ہوئی تھی میرے باپ نے اپنے متعلقین میں سے ایک شخص کو کہا۔ کہ جس نے مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر اُن کی ڈولی کے سامنے جو کچھ کہ نورانی انوار سے بھری تھی رکھی۔ آپ نے توجہ فرمائی اور ایک سیر مصری کرمانی عنایت فرمائی آج ساٹھ سال گذر چکے ہیں۔ کہ اب تک ان کے چہرہ مبارک کی صفائی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور ان کے دیدار مبارک کی لذت میرے دل میں موجود ہے۔ بے شک اعتقاد ارادت محبت کا رشتہ جو فقیر کو خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے خاندان کے ساتھ ہے۔ وہ آپ کی نظر مبارک کی برکت سے ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ خدا کے احسان وکرم سے اسی تعلق کی برکت سے ان حضرات کے دوستوں مخلصوں کے زمرہ میں اٹھایا جاؤں۔ جب آپ نیشاپور میں پہنچے۔ تو ہوا کی حرارت اور خوف راہ کی وجہ سے ساتھیوں میں باتیں ہوئیں۔ ہمراہیوں کے ارادہ میں فی الجملہ کچھ سستی آگئی۔ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ کے دیوان کو بطور فال کے کھولا تو یہ اشعار نکلے ؎

روید اے عاشقانِ حق باقبالِ ابد ملحق ‏ ‏ ‏ ‏ روان باشید ہمچوں مہ بسوئے بُرج مسعودی

مبارکباد تان این راہ بتوفیق و امان اللہ ‏ ‏ ‏ ‏ بہر شہرے وہر جائے بہر دشتے کہ بیمودی

وہاں سے آپ نے یہ خط بخارا کو بھیجا تھا۔ خدا کے نام سے یہ خط اُس دن کہ نیشاپور سے باہر نکلا ہوں لکھا ہے۔ یہ شہر اور مسلمانوں کے اور شہر آفات اور خوف سے بچ رہیں۔ یہ دن ۱۱ تاریخ جمادی الآخری ۸۲۲ھ کا تھا۔ کہ صحت وسلامتی اور پورے آرام و وثوق کے ساتھ خدا کے فضل و اکرام قوت دل، قوت یقین۔ اور اس کے فضل غیر متناہی اور ان بشارات و اشارات کے موافق گذر گیا یعنی کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یتفاءل ولا یتطیر وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لم یبق بعدی من النبوۃ الا المبشرات یراھا المومن او یری لہٗ وھذا حدیث متفق علیٰ صحتہ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فال لیا کرتے اور جانور نہ اڑاتے تھے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد نبوت سے خوشخبریوں کے سوا اور کچھ نہیں رہا۔ جن کو مومن دیکھتا ہے۔ یا اسکو دکھائی جاتی ہیں۔ یہ ایسی حدیث ہے۔ کہ جس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے ؎

نبی الھدی حدیثک غوثی		واعتصامی ببابکم التجائی

یعنے اے ہدایت کے نبی۔ تیری حدیث میری فریاد رس ہے۔ اور آپ کے دروازہ کو میرا مضبوطی سے پکڑنا میری التجا ہے۔ جب آپ صحت و سلامتی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں پہنچے اور حج کے ارکان ادا کئے۔ آپ کو ایک مرض ہو گیا تھا۔ چنانچہ طواف وداع عماری میں ادا کیا۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ اس وقت مریدوں کو طلب کیا اور یہ لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط جاء نی سید الطائفۃ الجنید قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فی صحوۃ یوم السبت التاسع عشر من ذی الحجۃ سنۃ اثنین وعشرین وثمانمایۃ عند الصرافنا من مکۃ المبارکۃ زادھا اللہ تعالیٰ تکریماً وبرکاتاً ونحن نسیر مع الرکب وانا بین النوم والیقظۃ فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی زیارتہ وبشارتہ القصد مقبول فحفظت ھذہ الکلمۃ وسررت بھا ثم استیقظت من الحالۃ الواقعۃ بین النوم والیقظۃ والحمد علے ذالک یعنے بسم اللہ کے بعد یہ کہ آئے میرے پاس سید الطائفہ حضرت جنید قدس اللہ تعالیٰ سرہ اتوار کی صبح ۱۹ ذی الحجہ ۸۲۲ھ میں جبکہ ہم مکہ مبارکہ سے جسکو خدا عزت و برکت دے۔ اور ہم قافلہ کے ساتھ چلے تھے۔ میری حالت خواب بیداری کے درمیان تھی۔ پھر رضی اللہ عنہ نے اپنی زیارت و بشارت کی حالت میں فرمایا کہ یہ قصہ مقبول ہے تب میں نے اس بات کو یاد کر لیا اور اس سے خوش ہوا۔ پھر بیداری اور خواب کی حالت سے مجھے جاگ آگئی۔ اور خدا کا شکر ہے اس کے بعد اور کلمات عربیہ لکھے۔ جن کا ترجمہ یہ تھا۔ کہ یہ ایک ہی کلمہ جو سید الطائفہ سے صادر ہوا ہے ایسا جامع اور پورا کلمہ اور بشارت عامہ ہے جو ہم کو اور ہماری اولاد اصحاب احباب حاضر غائب سب کو شامل ہے کیونکہ ہمارا قصد ان حج کے احکامات اور دعاؤں سے جو ہر مقام اور ہر موقف پر ادا ہوئیں سب کے دینی و دنیوی کی مصلحتوں کا خیال تھا۔ اور یہ قصد اس بشارت کی وجہ سے مقبول ہوا۔ خدا کی وہ حمد ہے جو پاک مبارک ہے۔ جو اس کی نعمتوں کو پورا کرے بلکہ اس کے زاہد کو کافی ہو۔ پھر بدھ کے دن ۲۳۔ ذی الحج کو مدینہ شریف پہنچے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشخبریاں حاصل کیں۔ اس مسودہ کو پھر طلب کیا۔ کا اس پر زائد لکھیں۔ جب مطالعہ کیا تو فرمایا۔ کہ بس یہی کافی ہے۔ اور نہ لکھا جمعرات کے دن خدا کی رحمت سے ملے۔ مولانا شمس الدین فناری رومی اور اہل مدینہ و قافلہ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ شب جمعہ کو جس مبارک

منزل میں اُترتے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ شریف کے پاس دفن کئے گئے۔ شیخ زین الدین خوانی رحمۃ اللہ علیہ مصر سے ایک پتھر تراش کو لائے۔ اور اُن کی قبر کی لوح اس سے بنائی اس وجہ سے اور قبور سے ممتاز ہیں۔ ایک معتبر شخص جو کہ حضرت کے صاحبزادہ خواجہ برہان الدین ابونصر رحمۃ اللہ علیہ کے خواص میں سے تھے یوں کہتے ہیں کہ خواجہ برہان الدین ابونصر نے یوں فرمایا ہے۔ جب میرے والد ماجد فوت ہونے لگے تھے میں اُنکی خدمت میں حاضر نہ تھا۔ جب حاضر ہوا تو آپ کے چہرہ مبارک کو میں نے اس لئے کھولا کہ زیارت کروں، آپ نے آنکھیں کھولیں اور ہنس پڑے تب میرا قلق و اضطراب اور بڑھ گیا۔ میں آپ کے پاؤں مبارک کی طرف آیا۔ اور اپنا چہرہ آپ کے پاؤں کے تلے پر رکھدیا۔ تب آپ نے اپنا پاؤں ادھر کو کھینچ لیا۔ جب عجم کے بعض بزرگوں (یعنی سید نعمت اللہ رح) کو یہ خبر پہنچی۔ کہ آپ مدینہ شریف چلے گئے ہیں۔ تو یہ الفاظ فرمائے۔ کہ وہیں پاؤں پھیلائے جہاں سے کہ دوڑے تھے۔ خواجہ کا ایک مرید کہتا ہے۔ کہ جب حضرت خواجہ نے عرب کا قصد کیا تھا۔ رخصت کے وقت میں نے کہا تھا خواجہ آپ چلا تھا۔ فرمایا کہ ہاں ہم چلے ہم چلے آپ نے اپنے ایک مرید کو یہ مبارک کلمات لکھے تھے کہ اس فقیر کی طبیعت ہمیشہ تمہارے ظاہری یا باطنی حالات کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ اور ہمیشہ اس برادر کی نسبت خدا کی عنایات بے علت کا منتظر رہتا ہے۔ سید الطائفہ جنید قدس اللہ تعالیٰ روحہ نے فرمایا ہے ان بدت عین من الکرم الحقت اللاحقین بالسابقین یعنی اگر کرم کی نظر ظاہر ہو جائے تو وہ پچھلوں کو پہلوں کے ساتھ ملا دے۔ اور باوجود اسکے معتبر اصل ان دین کے بزرگوں قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم اجمعین کے پاس موجود ہے۔ وہ یہ کہ کوشش کو مت چھوڑ اور بخشش کی امید رکھ۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس اللہ تعالیٰ روحہ سے سوال کیا گیا۔ کہ طریقت کیونکر حاصل کر سکتے ہیں۔ فرمایا کہ شرع کی پابندی سے اور دوم یہ بعد المحافظۃ علی الامر الوسط فی الطعام لا فوق الشبع ولا الجوع المفرط و تقلیل منام علی طریق اعتدال المزاج یعنی کھانے میں اوسط درجہ کی محافظت کرنا نہ تو زیادہ پیٹ بھرے نہ بہت بھوکا ہے تھوڑا سوئے اعتدال مزاج کے طریق پر سعی کرنا خصوصاً احیاء بین العشائین وقبل الصبح بحیث لا یطلع علیہ احد یعنی دونوں عشا کے درمیان جاگنا (مغرب عشا کے درمیان) اور صبح سے ایسے پہلے کہ کسی کو اُس پر اطلاع نہ ہو۔ توجہ سے اپنی طرف ہونا اور خطرات کی نفی کرنا خصوصاً آرزو کا خطرہ حال اور ماضی و استقبال کی نسبت دل کے پردوں کے دُور ہونے کے

لئے اچھا موثر ہے۔ اور یہ کہ اذا سکت اللسان عن فضول الکلام نطق القلب مع اللہ سبحانہ واذا انطق اللسان سکت القلب والصمت علی قسمین صمت باللسان وصمت بالقلب عن خواطر الاکوان فمن صمت لسانہ ولم یصمت قلبہ وخسف وزرہ ومن صمت لسانہ وقلبہ ظہر لہ سرہٗ وتجلی لہ ربہ عزوجل ومن لم یصمت بلسانہ ولا بقلبہ کان مملکتہ للشیطان وسخرۃ لہٗ اعاذنا اللہ من ذالک ومن صمت قلبہ ولم یصمت بلسانہ فھو ناطق بلسان الحکمۃ ساکت عن فضول الکلام رزقنا اللہ تعالیٰ ذالک بفضلہ وکرمہ یعنے جب زبان فضول باتوں سے چُپ رہتی ہے تو دل حق سبحانہٗ کے ساتھ بات کرتا ہے اور جب زبان بولتی ہے تو دل چُپ رہتا ہے۔ چپ دو قسم پر ہے ایک تو زبان کا چپ رہنا دوسرا موجودات کے خطروں سے دل کا چپ رہنا۔ پھر جس شخص کی زبان تو چپ رہی۔ لیکن دل چُپ نہ رہا۔ اس کا بوجھ ہلکا ہوگا۔ اور جس کی زبان اور دل دونوں چپ رہے تو اس کو اس کا بھید ظاہر ہو جائیگا۔ تو وہ شیطان کے قبضہ میں ہوگا۔ اور اُس کا مسخرہ بنے گا خدا ہم کو اس سے پناہ میں رکھے جس شخص کا دل چُپ رہتا ہے۔ اور زبان چُپ نہیں رہتی۔ تو وہ حکمت کی باتیں بولیگا۔ فضول کلام سے چُپ رہے گا۔ خدا تعالیٰ ہم کو اپنے فضل وکرم سے یہ نعمت عطا کرے +

خواجہ ابو نصر پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کے بعد آپکی جگہ پر پاک درخت کے پھل آپ ہی تھے۔ خواجہ حافظ الدین ابو نصر محمدؐ بن محمد الحافظی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ جنہوں نے علوم شریعت، رسوم طریقت کو اپنے والد بزرگوار تک پہنچایا تھا۔ نفی وجود اور موجود کی بخشش میں کام کو اُن سے بڑھا دیا تھا۔ ستر حال اور اشتباہ اُڑانے میں ایسے تھے۔ کہ کبھی اُن سے کوئی چیز ظاہر نہ ہوتی تھی۔ یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آپ نے اس راہ میں قدم بھی رکھا ہے یا نہیں۔ اس گروہ کے علوم بلکہ باقی علوم میں سے بھی کچھ پڑھا ہے یا نہیں۔ اگر ان سے کوئی سوال کرتا تو فرماتے۔ کہ ہم کتاب کو دیکھیں گے۔ جب کتاب کو دیکھتے یا تو وہی جگہ نکل آتی، کہ جو مسئلہ ہوتا یا ایک دو ورق کم وبیش ہوتے اس سے کبھی خلاف نہ ہوتا۔ ایک دن آپ کی مجلس میں شیخ محی الدین ابن العربی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ اور اُن کی تصانیف کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے اپنے والد سے نقل کیا۔ کہ آپ فرماتے تھے۔

فصوص نوجان ہے۔ اور فتوحات دل ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ جو شخص فصوص الحکم کو اچھی طرح جانتا ہے اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا قوی سبب ہو جاتا ہے۔ آپ نے ۸۶۵ھ کے مہینوں میں انتقال فرمایا۔ اور آپ کا مزار بلخ میں ہے ؎

خواجہ حسن عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولایت کے شجرہ کا ثمرہ جذبہ قوی رکھتا تھا جذبہ کی صفت سے جس میں چاہتے تھے تصرف کیا کرتے تھے۔ اور اس کو اس جہان کے حضور اور شعور کے مقام سے بیخودی اور بے شعوری کے مقام تک پہنچا دیتے تھے بعض اہل سلوک کو جو ذوق غیبت فنا بہت سے مشاہدہ کے بعد بھی اتفاقاً ہوا کرتا ہے چکھا دیا کرتے تھے۔ تمام ماوراء النہر خراسان کے علاقہ میں آپ کے تصرف کی کیفیت طالبین اور زائرین میں مشہور تھی۔ جو شخص آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیتا۔ وہ گر پڑتا۔ اسکو غیبت بیخودی کی دولت حاصل ہو جاتی۔ ایسا سُنا گیا ہے کہ ایک دن صُبح کے وقت آپ گھر سے باہر نکلے۔ آپ پر کیفیت غالب ہوئی۔ جس شخص کی نگاہ آپ پر پڑتی سب کو بیخودی کی کیفیت ہوتی۔ اور گر پڑتا۔ ایک درویش سفر مبارک کے ارادہ سے ہرات میں پہنچا اس پر جذبہ غیبت بیخودی حیرت کے آثار ظاہر تھے کبھی بازاروں میں گشت لگاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ اسکو باطنی امر نے پکڑ رکھا ہے۔ لوگوں کی آمدورفت اور ان کی گفتگو کا اس کو چنداں شعور نہ تھا۔ اس سلسلہ کے ایک بزرگ عزیز نے جنکی خدمت میں میں جایا کرتا تھا۔ اس کی بابت پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس درویش کا کام اس سے بڑھ کر نہیں۔ کہ ہمیشہ خواجہ حسن کی صُورت کا تصور رکھتا ہے۔ اور اسی کو یاد رکھتا ہے اس نگاہداشت کی برکت سے ان کے جذبہ کی صفت اس میں اثر کر گئی ہے۔ خواجگان کے طریق کے مطابق کبھی شفاخانہ میں آتے اور اُن کی بیماری کو اُٹھا لیا کرتے۔ جب سفر مبارک کے قصد سے شیراز میں تشریف لائے تو وہاں کے ایک بڑے عالم (یعنی مولانا جلال الدین بہبانی) کہ جن کو آپ کی نسبت بہت ہی حسن اخلاص تھا۔ بیمار ہو گئے۔ خواجہ بزرگ اُن کے پاس آئے۔ وہ عزیز تو تندرست ہو گیا۔ اور خواجہ بیمار پڑ گئے۔ اسی بیماری میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا انتقال پیر کی شب عید قربان ۸۲۶ھ میں ہوا ہے۔ آپ کی نعش مبارک کو شیراز سے صغانیاں میں لائے۔

جہاں آپ کے والد ماجد کا مزار ہے +

مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ

آپ دراصل چرخ کے رہنے والے ہیں۔ جو کہ غزنی کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے آپ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کے اصحاب میں سے ہیں۔ خواجہ بزرگ کی وفات کے بعد خواجہ علاؤالدین قدس سرہٗ کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ سے منقول ہے۔ کہ میں خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت میں جب اول بار ہی پہنچا تو التماس کی۔ کہ مجھے قبول فرماویں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم خود کچھ کام نہیں کرتے۔ آج رات کو دیکھتے ہیں۔ اگر تم کو قبول کر لیا تو ہم بھی قبول کر لینگے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی رات ایسی سختی سے نہ کاٹی تھی۔ جیسی کہ اس رات کاٹی۔ کیونکہ اسی فکر میں تھا۔ کہ خدا جانے مجھ پر یہ دروازہ کھولتے یا بند کرتے ہیں۔ جب صبح آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو فرمایا کہ تم کو قبول کر لیا گیا۔ لیکن تم خواجہ علاؤالدین کی صحبت میں رہو گے اس کے بعد میں بدخشان کی ولایت میں چلا گیا۔ اور خواجہ علاؤالدین بعد انتقال حضرت خواجہ بزرگ کے صغانیاں تشریف لائے۔ اور وہیں متوطن ہوئے۔ پھر ایک شخص کو میرے پاس بھیجا کہ حضرت خواجہ نے فرمایا تھا۔ کہ تم میری صحبت میں رہو گے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کی زندگی تک آپ کی صحبت میں رہا۔ میرے جناب مخدوم ارشاد مآب خواجہ ناصرالدین عبید اللہ ادام اللہ تعالیٰ ظلال ارشادہ علی مفارق الطالبین یعنے آپ کے ارشاد کے سائے طالبین کے سروں پر رہیں۔ مولانا کی خدمت میں پہنچے ہیں فرماتے ہیں کہ میں ہرات میں تھا مجھے خواہش ہوئی کہ مولانا یعقوب کی خدمت میں جاؤں تب میں ولایت صغانیاں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور بڑی محنت و مشقت سے وہاں پر پہنچا۔ آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر تمام راہ کو یا اکثر پیادہ چلے تھے فرماتے ہیں کہ جب میں ان کی صحبت سے مشرف ہوا۔ آپ کے چہرہ مبارک پر تھوڑی سی ایسی سپیدی تھی کہ جس سے طبیعت نفرت کرتی۔ مجھ سے سیاست اور سخت گوئی کے لباس میں ظاہر ہوئے اس قدر سخت و سست کہا کہ قریب تھا میرا دل ان سے پھر جائے۔ مجھ کو پوری ناامیدی حاصل ہوئی اور بڑا رنج والم پیدا ہوا۔ آخر دوبارہ آپ کی مجلس شریف میں حاضر ہوا۔ تو مجھ سے محبوبی کی صفت سے پیش آئے۔ کہ کبھی ایسا محبوب میں نے نہ دیکھا تھا۔ مجھ سے بڑی مہربانی

سے پیش آئے جب مجھ سے آپ باتیں فرما رہے تھے، تو مجھ کو عزیزی صورت میں معلوم ہوتے تھے، اس سے مقصود یہ کہ آپ کی شباہت مولانا سعد الدین کاشغری پیر حضرت خواجہ عبید اللہ کی سی معلوم ہوتی تھی، کیونکہ مجھ کو حضرت مرحوم سے بہت ہی محبت و ارادت کا رابطہ اور تعلق تھا اور تھوڑے دن ہوئے تھے۔ کہ اُن کا انتقال ہوا تھا، اسی وقت آپ نے اس صورت کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ مجھے معلوم ہوا کہ شاید وہ صورت میرا خیال ہی تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ہمراہیوں سے سُنا کہ مولانا نے بھی اُن کو دیکھا تھا فقیر کا یہ اعتقاد ہے کہ آپ کا اس صورت کو چھوڑنا اور اختیار کرنا اپنے شعور اور مرضی سے تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مولانا یعقوبؒ سے یوں نقل کرتے ہیں۔ ایسا سنا گیا ہے کہ مولانا فرماتے تھے۔ جو طالب کہ کسی عزیز کی صحبت میں آئے اس کو خواجہ عبید اللہ کی طرح ہونا چاہیئے کہ چراغ بھی تیار ہو اور روغن بتی بھی تیار ہو کہ اس میں صرف گندھک رکھنا کافی ہے خواجہ عبید اللہ فرماتے ہیں کہ مولانا یعقوب شیخ زین الدین خوانی رحمۃ اللہ آپس میں ہم سبق تھے۔ مولانا شہاب الدین سیرابی کے سامنے ایک دن مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ یوں کہتے ہیں۔ شیخ زین الدین واقعات اور تعبیر خواب میں مشغول رہتے ہیں اور اس بارہ میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے ایک گھڑی اپنے آپ سے غائب ہو گئے۔ آپ کا طریق بھی یہ تھا۔ کہ گھڑی گھڑی غائب ہو جایا کرتے تھے۔ جب ظاہر ہوئے تو یہ شعر پڑھا ؎

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم ۔۔۔ نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

خواجہ علاؤالدین عجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

حضرت خواجہ عبید اللہ فرماتے ہیں۔ کہ خواجہ علاؤالدین غجدوانی خواجہ بزرگ کے اصحاب میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ نے ان کو خواجہ محمد پارسا کی صحبت کے لئے فرمایا تھا۔ وہ پورا استغراق رکھتے تھے۔ اور نہایت شیریں سخن تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ باتیں کرتے کرتے اپنے سے غائب ہو جاتے۔ جبکہ خواجہ محمدؒ پارسا سفر مبارک میں گئے تھے۔ اُن کو بھی ساتھ لے گئے تھے۔ سمرقند کے ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواجہ سے درخواست کی۔ کہ خواجہ علاؤالدین بہت بوڑھے ضعیف ہو گئے ہیں۔ ان سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کو سفر سے معذور رکھیں تو آپ کی عنایت سے دور نہیں۔ خواجہ نے فرمایا کہ ہم کو اُن سے کوئی کام نہیں۔ صرف یہ کہ جب

ان کو دیکھتے ہیں۔ تو عزیزوں کی نسبت یاد آجاتی ہے +

مولانا نظام الدین خاموش رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ خواجہ علاؤالدین کے مرید ہیں۔ آپ نے خواجہ بزرگ کو تحصیل علم کے زمانہ میں بخارا کے ایک عالم کی صحبت میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد خواجہ علاؤالدین کی صحبت میں پہنچے ہیں۔ آپ کی صحبت میں پہنچنے سے پہلے طرح طرح ریاضات مجاہدات میں مشغول رہتے تھے۔ تزکیہ نفس اور دل کے تصفیہ میں بڑی سعی کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں میں نے اول دفعہ جبکہ میں خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ کی صحبت میں پہنچا تو دیکھا کہ خواجہ بزرگ کے مریدوں میں سے ایک شخص آپ کے مکان کے باہر بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ مولانا نظام الدین اب وقت آگیا کہ تم اپنے زہدوں اور پاکیزگیوں سے گذر جاؤ گے۔ یہ اُن کی بات مجھ کو گراں معلوم ہوئی۔ جب خواجہ کے پاس آیا تو آپ نے بھی یہی فرمایا۔ لیکن آپ کا فرمانا مجھے گراں نہ معلوم ہوا۔ مولوی مخدومی مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ ہمیشہ آپ کا کرتہ آگے سے چرب رہا کرتا تھا۔ مجھ کو یہ مشکل معلوم ہوا۔ کہ اس کا سبب کیا ہے۔ آخر ایسا معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے وقت میں غلبہ حال کی وجہ سے جو آپ کو رہتا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں اکثر سے چمچہ گر جایا کرتا تھا۔ اور جو شوربا کھاتے ہیں وہ کپڑے پر گر جایا کرتا ہے اس لئے چکنا ہو جاتا ہے اور آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب خواجہ علاؤالدین کی صحبت میں اُن پر جذبہ اور غلبہ کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ خواجہ نے چاہا کہ یہ آثار ان سے واپس لے لیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ بغرا[1] پکا ہیں۔ اور خواجہ نے کمر باندھی تھی۔ اور خود مشغول تھے۔ جب بغرا ڈالنے کا وقت آیا تو مولٰنا نظام الدین کو بلایا اور شوشہ[2] ان کے ہاتھ میں دیا۔ کہ بغرا ڈالدین جب ایک بغرا ڈالا تو مغلوب ہو گئے۔ اور شوشہ اُن کے ہاتھ سے گر پڑا۔ خواجہ نے فرمایا۔ کہ مولٰنا نظام الدین اُٹھو جسکو کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی طرف مشغول کر دیا ہو ہم نہیں کر سکتے۔ کہ اس کو اس سے ہٹا لیں۔ آپ یہ فرماتے ہیں کہ مولٰنا نظام الدین فرماتے تھے۔ ایک دن حضرت خواجہ کا ارادہ ہوا۔ کہ خواجہ علی حکیم ترمذی قدس سرہ کی زیارت کریں۔ میں ہمراہ نہ گیا اور جہاں کہ تھا۔

---

[1] بغرا ایک قسم کا پلاؤ ہوتا ہے جس میں گوشت میدہ۔ چنے۔ روغن پڑتا ہے بعض کہتے ہیں کہ اس قسم کا پلاؤ ترکستان میں پکتا ہے۔ ترشی وغیرہ پڑتی ہے چونکہ بغرا خان بادشاہ نے اس کی ایجاد کی تھی۔ اس لئے اسکو بغرا کہتے ہیں ۱۲ [2] چاندی کی سلاخ یا چمچہ +

وہیں متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اُن کی روح حاضر ہوئی۔ جب حضرت خواجہ اُن کے مزار پر پہونچے تو اس کو خالی پایا۔ انہوں نے ضرور اس روح کی جدت کو معلوم کر لیا ہوگا۔ جب واپس آئے تو چاہا کہ میری طرف متوجہ ہو جائیں اور تصرف کریں۔ میں بھی متوجہ ہو گیا۔ اپنے آپ کو کبوتر کی طرح پایا۔ اور خواجہ کو باز کی طرح کہ میرے پیچھے بھاگتا ہے جہاں میں بھاگتا تھا وہ میرے پیچھے ہوتے تھے آخر میں بے قرار ہو گیا۔ اور حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مبارک میں پناہ لی۔ اور حضور کے بے نہایت انوار میں محو ہو گیا۔ اب خواجہ کو قابو پانے کی طاقت نہ رہی اس غیرت سے آپ بیمار ہو گئے! اور کسی نے بیماری کا سبب نہ جانا۔ یہ بھی آپ فرماتے تھے کہ آپ کے مخلصوں میں سے ایک شخص کو قوی مرض پیدا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اس کی بیمار پرسی کو جاتے ہیں۔ راستہ میں جاتے تھے تو کہنے لگے فلاں شخص ہماری بڑی شائستہ خدمتیں کرتا ہے ہمیں چاہئے کہ اس کی بیمار پرسی کو جائیں۔ اور اس کے بوجھ کے نیچے آئیں اس کی بیماری اُٹھالیں۔ میرا دل اس سے بہت ڈر گیا جب آپ اُس کے سرہانے بیٹھے۔ تو وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ بات اور حرکت کرنے کی طاقت اس میں نہ تھی۔ مولانا ایک گھڑی متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں وہ شخص بیٹھ گیا۔ اور باتیں کرنے لگا۔ آپ نے سر اُٹھایا اور فرمایا کہ یہ بوجھ بھی تمہارے حوالہ ہے تم بڑی باتیں بناتے رہتے ہو جب باہر آئے تو فرمایا کہ وہ چلنے والا ہے۔ اور اس کا بوجھ اُٹھا نہیں سکتے ہم نے پھر اسی کے حوالہ کر دیا۔ چنانچہ وہ شخص اس مرض میں فوت ہو گیا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک رات منکروں میں سے ایک شخص آپ کی نسبت باتیں کر رہا تھا۔ اور میں بھی اس کے مقابلہ میں باتیں کرتا تھا۔ چنانچہ بات بڑھ گئی۔ اور جہاں کہ ہم تھے ان کا مکان دور تھا یہ ممکن نہ تھا کہ آواز وہاں تک پہنچے۔ جب میں صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو فرمایا کل تمہاری آواز ہم کو پریشان کرتی تھی۔ تم کو چاہئے کہ جو شخص کچھ کہے۔ اپنی طبیعت کو ادھر مشغول نہ کرو۔ اپنے کام میں لگے رہو۔ جناب مخدومی خواجہ عبید اللہ ادام اللہ القاہم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک دن اُن کی زیارت کا احرام باندھا تھا۔ تو میرے دوستوں میں سے ایک دوست راہ میں مجھے ملا۔ اُس نے شراب پی ہوئی تھی۔ اور اس کے آثار اس پر ظاہر تھے۔ اُس نے مجھے باتوں میں لگا لیا جب آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا شائد تم نے شراب پی ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر تمہاری کیا حالت ہے۔ میں نے کہا راستہ میں ایک مست سے ملا تھا اس سے چند باتیں کی تھیں۔ فرمایا بس یہی وہ حالت ہے۔

کہ تم کو اس کا اثر ہو گیا ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ مولانا نظام الدین فرماتے تھے سمرقند کے ایک بزرگ جس کو ہماری نسبت بہت اخلاص اور محبت و ارادت تھی بیمار ہو گیا یہاں تک کہ مرنے کے قریب آ گیا۔ اُن کے فرزندوں اور متعلقین نے بہت عاجزی کی۔ میں نے مراقبہ کیا۔ دیکھا کہ اس کی زندگی اور بقا سوائے اپنے ضمان میں لینے کے نہیں۔ میں نے اس کو ضمان میں لیا۔ اس کو صحت ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد ہماری نسبت ایک تہمت ہو گئی جو ہماری ذلت کا باعث ہوئی اور وہ شخص اسی کام میں سعی کر سکتا تھا جس سے وہ تہمت دفع ہو جاتی۔ مگر اُس نے خودداری کی اور اس میں دخل نہ دیا۔ ہماری طبیعت اس سے ناراض ہو گئی۔ ہم نے اس کو اپنے ضمان سے نکال دیا۔ تب وہ اُسی وقت گر پڑا۔ اور مر گیا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے یہ خبر دی گئی۔ کہ مولانا بیمار ہو گئے ہیں۔ جب میں آپ کی خدمت میں گیا۔ تو آپ کو سخت لرزہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ آگ جلائی ہوئی تھی۔ اور بہت سے کپڑے آپ پر ڈالے گئے تھے۔ آپ کو کچھ تسکین نہ تھی۔ میں ایک گھڑی تک بیٹھا۔ آپ کے مریدوں میں سے ایک شخص جس نے گیہوں چکی میں پیسنے کے لئے لے گیا تھا۔ آیا اس کے کپڑے تر تھے۔ اور بڑی سردی کا مارا تھا۔ کہ چکی کی راہ میں اس پر پانی پڑا تھا جب مولانا نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ اسکو گرم کرو۔ کیونکہ یہ اسی کی سردی ہے جو مجھ میں اثر کر گئی ہے جب ایسا کیا گیا تو آپ کی سردی جاتی رہی اور ہوش آگیا۔

خواجہ عبداللہ ایامی اصفہانی رحمتہ اللہ

آپ بھی خواجہ علاؤالدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی دفعہ ہی خواجہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

تو ز خود گم شو کمال اینست وبس　　　تو ممان اصلا وصال اینست وبس

آپ اپنے بعض رسالوں میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ علائیہ گروہ کی توجہ کا طریقہ اور ان کی باطنی نسبت کی پرورش یوں ہے۔ کہ جب چاہتے ہیں کہ اس میں شغل کریں۔ اولاً اس شخص کی صورت کہ جس سے یہ نسبت حاصل کی ہے خیال میں لاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حرارت کا اثر اور اُن کی بعینہٖ کیفیت ظاہر ہو جائے اس کے بعد اس خیال کو نہیں مٹاتے بلکہ اسکو نگاہ رکھتے ہیں۔ آنکھوں، کان اور تمام قوتوں سے اس خیال کے ساتھ دل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس سے حقیقت جامع انسانی مقصود ہے کہ موجودات علوی و سفلی کا مجموعہ اسکی تفصیل ہے۔

اگرچہ وہ جسم میں حلول کرنے سے پاک ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اور اس صنوبری گوشت کے ٹکڑے میں ایک نسبت واقع ہے۔ اس لئے آنکھ، فکر، خیال اور سب قوتوں کو اس پر مقرر کرنا چاہیئے اس پر ظاہر رہنا۔ اور دل کے دروازہ پر بیٹھنا ہے۔ اس میں ہمیں شک نہیں کہ اس حالت میں عینیت و بے خودی کی کیفیت کی حالت شروع ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کو راستہ فرض کرنا چاہیئے۔ اس کے پیچھے چلنا اور جو فکر آجائے اس کو اپنے دل کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو کر اس فکر کی نفی کر دینا اور اس چیز کی طرف مشغول نہ ہونا اور اس مجمل سے کلی کی طرف بھاگنا چاہیئے۔ جب تک اس کی نفی نہ ہو۔ اس شخص کی صورت کی التجا کرنا اس کو ایک لحظہ جمانا تاکہ پھر وہ نسبت پیدا ہو جائے اس وقت وہ صورت خود جاتی رہتی ہے۔ لیکن چاہیئے کہ متوجہ ہونے والا شخص اس صورت کو نفی نہ کرے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کلمہ طیبہ کے معنی یہ ہیں۔ نفی سے مقصود یہ ہے کہ کثرت اور صورت اشیاء اس عین واحد کی طرف لوٹانا جو کہ تمام سالکوں کا مقصود و مطلوب ہے۔ اثبات سے مقصود یہ ہے کہ اس ایک کی ذات کا تمام صورتوں میں مشاہدہ کرنا اور ان سب کو اس واحد کا عین دیکھنا پس لا الٰہ یعنے وہ اس کے غیر کی وہمی صورتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اسی ایک اصل کی طرف راجع ہیں۔ اور الا اللہ یعنے یہ معنی ایک ہے جو ان صورتوں میں نظر آتا ہے ؛

مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شروع حال میں علوم کی تحصیل میں مشغول تھے۔ کتب مستعملہ جمع کیں۔ ان کا مطالعہ کرتے رہے۔ ظاہری جمعیت بھی رکھتے تھے۔ جب اس طریق تصوف کا سامان پیدا کیا۔ تو سب کو چھوڑ چھاڑ پورے مجرد ہو گئے۔ اور مولانا نظام الدین رح کی خدمت میں پہنچے۔ فرماتے تھے۔ کہ چند سال کے بعد جب میں ان کی خدمت میں پہنچا۔ مجھ کو حرمین شریفین زادہما اللہ تعالےٰ تشریفاً و تکریماً کی زیارت کا ارادہ قوی ہوا۔ میں نے آپ سے اجازت مانگی۔ فرمایا کہ میں ہر چند دیکھتا ہوں۔ لیکن تم کو اس سال حاجیوں کے قافلہ میں نہیں دیکھتا۔ اور اس سے پہلے کئی واقعات میں نے دیکھے تھے۔ جس سے مجھے وہم ہوتا تھا۔ آپ نے کہا تھا۔ کہ تم ڈرو نہیں۔ فرمایا جب جاؤ تو وہ واقعات مولانا زین الدین رح کی خدمت میں عرض کرنا کیونکہ وہ ایک مرد با شرع اور سنت کے طریق پر ثابت ہیں۔ آپ کا مقصود شیخ زین الدین خوافی سے تھا کہ ان دونوں

میں خراسان میں ارشاد شیخوخت کے مقام پر معین تھے رجب میں خراسان میں گیا۔ تو حج کا جانا
جیسا کہ مولانا نظام الدین رح نے فرمایا تھا ملتوی ہو گیا۔ اس کے بعد کئی سالوں کے پیچھے میسّر
ہوا۔ جب میں شیخ زین الدین رح کی خدمت میں پہنچا۔ اور ان واقعات کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا
کہ ہم سے بیعت کرو۔ اور ہماری ارادت کی قید میں آجاؤ۔ میں نے کہا وہ بزرگ کہ جن سے میں نے
طریقہ لیا ہے ابھی زندہ ہیں۔ آپ امین ہیں۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ اس گروہ کے طریقہ میں جائز
ہے تو میں ایسا ہی کرونگا۔ انھوں نے فرمایا کہ استخارہ کرو۔ میں نے کہا کہ مجھے اپنے استخارہ
پر بھروسہ نہیں ہے آپ استخارہ کریں۔ فرمایا کہ تم بھی استخارہ کرو۔ ہم بھی کرتے ہیں۔ جب
رات آئی میں نے استخارہ کیا۔ تو دیکھا کہ خواجگان کا ایک گروہ ایک سبز کی زیارت گاہ پر کہ
جہاں شیخ مولانا زین الدین رح اس وقت موجود تھے آتا ہے درختوں کو اکھیڑتے ہیں۔ دیواروں
کو گراتے ہیں۔ اور ان پر غضب و قہر کے آثار ظاہر ہیں۔ میں نے بیان کیا۔ کہ یہ پوری شان اس
پر ہے کہ میں دوسرے طریقہ پر نہ آؤں۔ تب مجھے تسلی ہو گئی۔ اور پاؤں پھیلا کر آرام سے سو
رہا۔ جب صبح کے وقت شیخ کی مجلس میں آیا۔ تو بغیر اس کے کہ میں اپنا واقعہ آپ سے عرض کروں
فرمایا کہ طریقہ ایک ہی ہے۔ اور سب ایک ہی طرف لوٹتے ہیں۔ اسی طریق پہ مشغول رہو۔ اگر
کوئی واقعہ یا مشکل پیش آئے تو ہم سے کہو۔ جس قدر ہم سے ہو سکیگا۔ مدد کریں گے۔ مولوی پر
کہ غلبۂ حال جس میں مشغول تھے۔ ظاہر ہوا۔ تھوڑی سی توجہ سے غیبت کے آثار بیخودی کی
کیفیت معلوم ہونے لگی جس شخص کو اس حال سے واقفیت نہ تھی۔ وہ یہ وہم کرتا تھا۔ کہ شاید
آپ پر خواب کا غلبہ ہے۔ میں شروع شروع جب آپ کی صحبت میں پہنچا۔ مسجد جامع میں
آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے ان کی عادت تھی اپنے آپ سے غائب ہو گئے۔
مجھے اس کا گمان ہوا کہ شاید آپ کو نیند آتی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ایک گھڑی آرام کریں۔
تو مضائقہ نہیں۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا تم شاید اس کا اعتقاد نہیں رکھتے کہ ہم کو خواب کے
سوا ایک اور کام بھی ہے ایک دن آپ کہتے تھے۔ کہ بعض درویش خواب و بیداری میں اس
کے سوا اور کچھ فرق نہیں کر سکتے۔ کہ لیٹنے میں ایک قسم کا ہلکا پن جو نیند کے بعد ہوا کرتا ہے۔
پاتے ہیں۔ ورنہ ان کے شغل کی کیفیت نیند اور بیداری میں ایک طریق پر ہے۔ بلکہ خواب کی
حالت میں کہ بعض رکاوٹیں جاتی رہتی ہیں۔ زیادہ صفائی اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔ مجھے
ایسا گمان ہے۔ کہ جو کچھ آپ کہتے تھے وہ اپنے حال کی طرف اشارہ تھا۔ واللہ تعالےٰ

۱علمہ- ایک درویش جو آپ کی صحبت میں جایا کرتا تھا۔ یہ بیان کرتا ہے کہ مجھ کو وعظ کی مجلس میں جب درویشوں کا تعارف دل پر گذرتا تو ایک بڑا تغیر ہوتا تھا۔ فریادیں بہت سی لگاتا تھا اور اس سے پردہ میں ہوجاتا تھا۔ ایک دن میں نے آپ سے کہا۔ فرمایا کہ جب تیری حالت بدلے مجھ کو خیال کر لیا کر۔ جن دنوں میں کہ آپ عرب کے سفر میں تھے۔ ایک مدرسہ میں جہاں پر ایک بزرگ وعظ کر رہے تھے میری حالت بدلنے لگی تو میں نے آپ کی طرف توجہ کی۔ میں نے دیکھا کہ اسی مدرسہ سے آپ نکلے ہیں اور میرے سامنے آگئے ہیں۔ اپنے دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھے ہیں۔ میں آپے سے باہر ہوگیا۔ اور بے ہوش پڑ گیا۔ جس وقت کہ مجھے ہوش آیا وعظ کی مجلس ختم ہو چکی تھی۔ لوگ چلے گئے۔ اور مجھ پر دھوپ آگئی تھی۔ وہ دن رمضان شریف کی آخری جمعرات کا تھا۔ کہ اس کے بعد عید تک اور کوئی جمعرات نہ تھی۔ میں نے اس کو دل میں رکھا۔ کہ جب آپ مکہ معظمہ سے واپس آئینگے۔ تو میں آپ سے کہونگا۔ جب آپ مکہ معظمہ سے تشریف واپس لائے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو ایک جماعت آپ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں وہ حال بیان نہ کر سکا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ وہ جمعرات تھی جس کے بعد عید تک دوسری جمعرات نہیں تھی۔ آپ ظہر کی نماز کے درمیان چہار شنبہ کے دن ۷ رجمادی الآخری سنہ ۸۹۰ ہجری میں انتقال فرما گئے ۔

خواجہ عبید اللہ ادام اللہ برکات وجودہ علی مفارق الطالبین

آج آیات الٰہی کے مظہر طبقۂ خواجگان کی ولایات کرامات (انکے وجود کی برکتیں خدا تعالےٰ ہمیشہ طالبین کے سر پر رکھے) کا مجمع انکے سلسلہ شریف کے انتظام کا واسطہ اور پیوند کا رابطہ حضرت خواجہ پیر مرشد اور اُن کے جو مخلص نیازمند ہیں سبھے ایسی امید ہے کہ اُن کے وجود شریف کی برکت سے اس سلسلہ کا انتظام و پیوند قیامت تک چلا جائے گا۔ اگرچہ فقیر کی اس قسم کی باتیں گستاخی ہیں۔ لیکن جس قدر کہ میں سوچتا ہوں اپنے میں یہ حوصلہ نہیں پاتا۔ کہ میرا دل اس پر قرار پکڑے۔ کہ یہ مجموعہ جس کے جمع کرنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ ان حضرات کے معارف کا ذکر اور اس گروہ کے مناقب کا شمرہ ہو حضور کے ذکر سے خالی رہے۔ اس لئے اس سلسلہ شریفہ کے حالات و مناقب کی شرح کو آپ کے پاکیزہ کلمات سے جس کو آپ کی قلم معرفت لکھنے والی نے لکھا ہے۔ بطور مسک الختام یعنے کستوری کی مہر لگنے کے کردیا۔

دل کا حق سبحانہ کے غیر سے قطع تعلق کرنا۔ اور خالی ہونا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ دل خدا کی تجلی کا احدیت کے وصف سے کہ اسماء و صفات کے حقائق کے معارف کا پالینا اس مطلب کے بغیر مشکل ہے مظہر بن گیا ہے کیونکہ تجلیاتِ ذات کے انوار کے عکس کے قبول کرنے کی قابلیت بغیر اس کے کہ دل کو تمام حدوث کے عیب کی توجہ سے خالی کر دیا جائے حاصل نہیں ہو سکتی اور دل کا خالی ہونا اس پر موقوف ہے کہ ذات کی تجلی احدیت کے وصف کے ساتھ ہو۔ اور اس مطلب کا حاصل ہونا یوں ہو سکتا ہے کہ پہلے تو اللہ اور اس کے رسول اور جو کچھ کہ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں۔ اور جو کچھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے حاصل ہوا ہے خدا کی اور اس کے رسول کی مراد کے مطابق ان سب پر ایمان لایا جائے۔ اور پھر اس کے اسباب یعنی ریاضات، مجاہدات کہ جس سے شریعت نے منع نہیں کیا استعمال میں لانا۔ پھر ذکر کا ہمیشہ کرنا۔ بشرطِ اعتقاد مذکور انکساری کے ساتھ جس میں ریا نہ ہو۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر پورا خضوع ہو لیکن اس نسبت کے حاصل کرنے میں اس امر سے بڑھ کر کوئی قوی سبب نہیں کہ پورے صدق کے ساتھ ایسی جماعت کی مجلس اپنے وقت کے لئے لازم پکڑے کہ جن کا باطن اس تجلی کا مظہر ہو گیا ہو۔ اور اس تجلی کے غلبہ سے غیر کا وجود ان کی آنکھوں کے سامنے سے کس طرح اٹھ گیا ہو۔ غیر کے شہود سے پورے طور پر آزاد ہو گیا ہو۔ حقیقی فنا میں اپنے غیر کے شعور کی مزاحمت سے خلاصی پا چکا ہو۔ جب مقام فنا کا تحقق ہو جائے تو اللہ تعالےٰ ان کو اپنے پاس سے ایسے وجود سے مشرف کرتا ہے۔ کہ جو خدا کا دیا ہوتا ہے۔ اس میں بے خودی اور سُکر سے افاقہ حاصل کر کے پھر وہ اوروں کے لئے سعادت حقیقہ کا جس کو بقا و فنا کہتے ہیں واسطہ بنتے ہیں۔ اس مقام پر ممکنات میں سے کوئی چیز ان کو حق سبحانہ کی حضوری سے پردہ نہیں کر سکتی پس داناؤں پر یہ امر واجب ہے کہ اپنے دل کی خلاصی میں جو موجودات کے وجود سے کہ در حقیقت اسی گرفتاری کا نام حجاب ہے ایسی چیزوں سے جو اس کی خلاصی کا سبب ہو سکتی ہیں چمٹ جائے اور مرنے سے پہلے اس کو خلاصی دیدیں۔ اگر اپنی استعداد کے موافق ذکر سے مشغول رہیں۔ تو قصور اور درگذر کرنے کو دخل نہ دیں۔ اگر اپنے میں یہ استعداد سمجھیں کہ ارباب شہود یعنی اہل اللہ کی صحبت سے دل کی گرفتاری سے جلدر ہائی ہو جائے گی۔ تو اپنے آپ کو ان برگزیدوں کی صحبت کا آدابِ صحبت نگاہداشت کے التزام کریں۔ دل کا غیر حق کی گرفتاری کا زمانہ ہی

حقیقت میں وصول وشہود کا زمانہ ہے۔ جب دل نے وجودِ غیر کے شعور کی مزاحمت سے خلاصی پائی تو سوائے حق سبحانہ کے شہود کی گرفتاری کے اور کچھ نہ ہوگا۔ مصرع

بلاؤ محنتِ شیریں کہ جز باآن نیاسائی

بعد اس کے کہ دل نفی ماسوائے اللہ کے غلبہ کی وجہ سے غیر حق کے التفات کے غبار سے آزاد ہوگیا۔ تو اب سوائے حق کے اثبات کے اور کچھ نہ رہا ؎

تیغ لا در قتلِ غیرِ حق براند ۔ در نگر زاں پس کہ غیرِ حق چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت ۔ شاد باش اے عشق شرکت سوز گفت

ماسوائے اللہ سبحانہ سے غائب رہنے کا زمانہ درحقیقت شہود وجود کے وصول کا زمانہ ہے اس سے بڑھ کر نہیں کہ بحکم انما الاعمال بخوایتھما کے معنے اعمال کا اعتبار خاتموں پر ہوا کرتا ہے کشف ووجود والوں نے اسی سبب میں قدرت پانے سے پہلے ذوق والوں کو اس مقام عالی تک پہنچنے والوں میں سے شمار نہیں کیا۔ اِس معنی کا ظہور فناء کا مقدمہ ہے اور اس بات کی خوشخبری سناتا ہے کہ وصول کی سعادت کی صبح کی روشنی احدیت کے مطلع سے ظاہر ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ذات کے شہود میں ہلاک اور غرق ہو جانا اور غیر کے وجود کا شعور تک نہ رہے بلکہ اس مقام میں اگر ترقی واقع ہو تو تجلیات اسماء کے ذوق سے بھی شعور جاتا رہے۔ آپ نے اس سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہو سکتا ہے سالک حق سبحانہٗ کے اوصاف سے متصف ہو جائے لیکن وہ اب تک اُس معنے تک نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ وصل سے تو مقصود وہ شہودِ ذاتی ہے۔ کہ جس میں کثرت کے وجود کی شعور کی مزاحمت نہ ہو۔ اوصاف سے متصف ہونے کا مرتبہ کہ تجلیات صفات کا مرتبہ ہے۔ کثرت کے بغیر ایک طرح سے مشکل ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ حق سبحانہٗ کے حضور کے مقام میں شیطان کے وسوسہ اور مکر سے آزاد ہو جاؤ۔ بلکہ ملک کو تیرے حضور کی اطلاع نہ ہو۔ بلکہ خود تیرے نفس کو تیرے حضور پر موقوف نہ ہو۔ تو تم پر لازم ہے۔ کہ مردان خدا کے ساتھ ہمنشینی کرو۔ کیونکہ ان کے دل وجان ذاتِ الٰہی کے ذکر میں غرق ہو چکے ہیں۔ اپنے سے رہائی پا چکے ہیں۔ بعض نے اس مطلب کی تعبیر شہود کے ساتھ بعض نے وجود کے ساتھ، بعض نے تجلی ذات سے بعض نے یادداشت کے ساتھ کی ہے۔ اگر یہ سعادت حاصل ہو تو چاہیئے کہ ذکر کا طریقہ یا توجہ کا طریقہ خواجگان کے جذبہ کو مان کر اپنے آپ کو پورے طور پر اس طریقہ کے طرز پر پہنچائے

تاکہ اس دولت عظمیٰ تک جس سے بڑھ کر کوئی دولت متصور نہیں پہنچ جائے لیس وراء اللہ المنتہی ولیس وراء عبادان قریۃ یعنے سوائے خدا کے اور کوئی انتہا نہیں اور عبادان[1] کے پرے کوئی گاؤں نہیں۔ نظم۔

عاشقاں را شادمانی و غم اوست | مزد کار و اجرۂ خدمت ہم اوست
غیر معشوق ار تماشائی بود | عشق نبود ہرزہ سودائی بود
عشق آن شعلہ است کو چوں بر فروخت | ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

شغل کی نگاہداشت میں اس قسم کی خبرداری ہو کہ سانس کے اندر باہر آنے جانے سے واقف ہو کہ حضور مع اللہ کی نسبت میں کوئی فتور واقع نہ ہو۔ یہاں تک کہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اس کی نگہداشت کی تکلیف کے سوا ہی یہ نسبت اس کے دل میں حاضر ہو اور اس صفت کو تکلف کے ساتھ دل سے دور نہ کر سکے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کو بولے طور پر خودی سے لے لیتے ہیں۔ اس کو نہ اپنی خبر ہوتی ہے نہ دل کے مقصود سے واقفی۔ جب اس کو ہوش میں لائیں۔ تو یہ چاہیئے۔ کہ مقرر طریق پر خبرداری کی نسبت کی نگہداشت میں پورے طور پر سعی کریں تاکہ کسی قسم کا نقصان عوارض نفسانیہ کی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ ہمیشہ التجا و احتیاج انکساری کی صفت سے خدا کی جناب میں اس نسبت کی پائیداری میں بہت بڑا قوی سبب ہے چاہیئے کہ ہمیشہ حق سبحانہٗ سے عاجزی کے وصف سے اس صفت کا بقا ڈھونڈے۔ اگر ہمیشگی کی عمر کے ساتھ اس نسبت کی نگہداشت میں سعی کرے تب بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ غریم لا یقضی دینہ یعنے وہ قرض ہے کہ ادا نہیں ہو سکتا۔ گویا اسی نسبت کی شان میں ہے۔ مشاہدہ کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ حق سبحانہٗ کو آنکھ کے حاسہ سے دیکھ سکیں۔ جب ارواح و اشیاء پر بے بہا انوار کا ایک پرتو پڑتا ہے تو سب کے سب ایسے نیست ہوتے ہیں کان لم یکن یعنے گویا کہ تھے ہی نہیں۔ ان کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ بلکہ یہ اس معنی کا ہے کہ جب دل کا حضور ذکر کی حقیقت کے ساتھ ہو۔ جو کہ حرف و آواز سے پاک ہے تو ذکر کے دوام کی وجہ سے اسی درجہ پر ترقی کرتا ہے کہ کسی اور چیز کی درحقیقت دل میں گنجائش نہیں رہتی۔ اس حال میں دل کو مشاہدہ کہتے ہیں۔ اور خدا کو شاہد۔ اس مشاہدہ سے کمال ذوق جب حاصل ہوتا ہے کہ اسکی آگاہی حضور کے وصف سے ہو۔ اور یا یک حضور شعور کی مزاحمت کے بغیر

[1] عرب میں ایک گاؤں کا نام ہے جس کے پرے کوئی گاؤں نہیں ہے۔

ہوتا ہے کیونکہ جس قدر حضور کے شعور کے موافق حضور حق سبحانہٗ میں فتور واقع ہوگا۔ اس کی مقدس ذات اس سے بلند ہے کہ دل کی آنکھوں میں آئے پھر کیونکر حس کی نظر میں آئے یہی وجہ ہے کہ وصال کے پانی کے پیاسوں کی پیاس باطنی مشاہدہ سے ہرگز تسکین نہیں پاتی بلکہ اُن کی پیاس اور بڑھتی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بحقائق الاشیاء کی بابت ایک رات محبت ذاتیہ میں باتیں ہوتی تھیں۔ کہ محبت ذاتیہ اس بات کا نام ہے کہ حق سبحانہٗ سے تعلق و عشق ہو بغیر اس کے کہ اس کا کوئی سبب جانیں یا کوئی وجہ پہچانیں۔ بلکہ ایک ایسا میلان و جذب ہو کہ اس کے روکنے پر قدرت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ دو لڑکوں میں تاشکند کے اطراف میں ہم نے اس نسبت کو پایا۔ ایک تو ہمیشہ ہمارے اصحاب کے حلقہ کے گرد پھرتا رہتا تھا اور دور ہو کر بیٹھ رہتا تھا۔ گردن ٹیڑھی رکھتا تھا۔ میں ایک دن وضو کے لئے اُٹھا۔ تو اُس نے وضو کے لوٹے کی طرف جلدی کی۔ جب میں فارغ ہو چکا۔ تو میں نے اس سے پوچھا تمہارا یہاں آنے کا کیا باعث ہے۔ اور تم ایک عرصہ سے یہاں پھرتے ہو۔ اُس نے کہا کہ میں بھی نہیں جانتا۔ ہاں اس قدر جانتا ہوں۔ کہ جب یہاں آتا ہوں۔ تو خدا کی طرف ایک قسم کی کشش اپنے دل میں پاتا ہوں۔ اور پھر میں اپنے آپ کو تمام ضروریات سے خالی پاتا ہوں۔ اور اس سے مجھے ایک بڑی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور جب باہر جاتا ہوں تو اس تعلق سے خالی ہو جاتا ہوں۔ دوسرا لڑکا بہت ہی خوبصورت تھا۔ ہمارے اصحاب سے ملا رہتا تھا۔ اور اس اطراف میں بہت لوگ اس کا خیال رکھتے تھے۔ ہمارے اصحاب کو متہم کرتے تھے۔ میں نے کہا اس کو عذر کر کے رخصت کر دو۔ انہوں نے ہر چند اس میں مبالغہ کیا۔ مگر فائدہ نہ ہوا۔ وہ لڑکا رونے لگا۔ اور سخت بیقرار ہوا۔ کہنے لگا۔ آخر اس میں آپکا کیا ہے کہ میں یہاں نہ آیا کروں۔ باہر لوگ مجھے پریشان کرتے ہیں۔ اور اس جمعیت خاطر کے تعلق سے کہ یہاں مجھے خود بخود حاصل ہے دور رہونگا۔ دوستوں نے اس کو معذور رکھا اُسکا کام یہاں تک پہنچ گیا۔ کہ اس نسبت کا مغلوب ہو گیا ایسا کہ بارہا اپنے گھر کا راستہ بھول جاتا۔ اور جب ہمیں اس سے کام پڑتا۔ تو وہ گھر سے نکل آتا۔ یا گھر کے دروازہ پر ہوتا۔ یا راستہ میں ہوتا اور جب ہم چاہتے کہ اُسکو کچھ کام بتائیں تو وہ کام کیا ہوا پاتا کر دیتا۔ مرغ لاہوتی کا جو کہ ناسوتی کے پنجرہ میں مقید ہے جذبہ کی تاثیر کے بغیر کہ مقام محبوبی کے لئے لازم ہے اور پھر وہ متابعت شریعت مصطفوی میں بندھا ہوا ہے چھوٹنا نہیں ہو سکتا۔ فعلیک باتباعہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان کنت متوجھا الی حقیقۃ الحقائق التی لھا وجہ فی کل موجود وبہ تحققت الموجودات یعنی اگر تم ان حقائق کی حقیقت کی طرف کہ جس کا ہر موجود کی طرف چہرہ ہے اور اسی سے موجودات کا تحقق ہے متوجہ ہوتے ہو۔ تو تم کو چاہئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ضروری سمجھو۔ گویا کہ اس آیت میں اُسی کی طرف اشارہ ہے وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یعنے اللہ ہی کے لئے مشرق مغرب ہے۔ پھر جدھر تم متوجہ ہو گے وہیں خدا کی ذات ہے۔ یہاں سمجھ لے وَھُوَ مَعَکُمْ یعنے وہ تمہارے ساتھ ہے۔ کہاں سے ہے ؎

او بما از ما بسے نزدیکتر   وانہ آنکس کو ز خود دارد خبر

زندگی سے فائدہ اس شخص کو ہے کہ جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو۔ اور خدا کے ذکر سے گرم ہو۔ اس کے دل کی حرارت اسکو نہیں چھوڑتی کہ دنیا کی محبت اُس کے دل کے گرد پھر سکے۔ اس کا حال یہاں تک ہو جاتا ہے کہ اس کا اندیشہ و فکر خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ پہلے فیض کے لئے بہت سے مظاہر ہیں۔ جو کچھ موجود ہے اُس کا ذات کی تجلی سے حصہ ہے۔ جس کی خاص وجہ کہتے ہیں۔ اس وجہ کا جذب توجہ کے دوام کے سبب حق سبحانہ کے ساتھ وابستہ ہے اگر الہادی اسم کی تاثیر کے ساتھ اسم المُضل کے تصرف سے نجات پائے۔ تو اس کے ذات مقدسہ کے جذب کے دوام کی وجہ سے اپنے آپ سے پورے طور پر نیست ہو جاتا ہے اس میں گمراہ کرنے والا ملکر حق سبحانہ کے غیر کو نہ دیکھتا ہے اور نہ جانتا ہے خدا کی پناہ اگر اسم مضل کی تاثیر سے جذب ذات کے مستقیم طریق کو کھو دے تو اپنا گرفتار ہو کر اپنے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا اور نہ کچھ جانتا ہے۔ سب کچھ وہی کرتا ہے کہ جس سے سیاہی پر سیاہی بڑھتی جاتی ہے ہمیشہ شہود وحدت سے پردہ میں اور رکا ہوا رہتا ہے نہ اُسے بندگی میں مزہ آتا ہے۔ بلکہ وہ بندگی ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ دنیاوی، آخروی صوری معنوی عذابوں کے لئے مستعد و تیار ہو جاتا ہے ان بلاؤں کی خلاصی کے اسباب ہیں وہ خالص تو یہ اعمال صالحہ کا کرنا سب سے بہتر یہ ہے کہ صدق نیت سے ایسے گروہ کی خدمت میں کہ جنہوں نے ذاتی محبت کی وجہ سے اپنی ہستی سے رہائی پا چکے ہیں حاضر ہو جائے۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو پورے طور پر ان میں گم کر دے رزقنا اللہ او یا کم خدا ہم کو اور تم کو یہ نعمت نصیب کرے تمہیں معلوم ہے کہ پیر کون ہوتا ہے۔ پیر وہ ہے کہ جس کام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مرضی نہیں اس سے وہ جاتی رہے۔ اور جو کچھ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوا وہ اس میں نہ رہے۔ بلکہ وہ اور اس کی سب ضروریات جاتی رہیں۔ اور وہ ایسا آئینہ ہو جائے کہ اخلاق و اوصاف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اس میں کچھ نہ ہو۔ اس مقام میں صفات نبویہ سے موصوف ہونے کے سبب حق سبحانہ تعالے کے تصرف کا مظہر بن جائے۔ اور خدائی تصرف سے مستعد لوگوں کے باطن میں تصرف کرے اور اپنے سے پورے طور پر خالی ہو کر حق سبحانہ کے مقصود کے لئے کھڑا ہو جائے۔ ؎

از بس کہ در کنار ہمے گیرد آن نگار　　　بگرفت بوئے یار و رہا کرد بوئے طین

مرید وہ ہے کہ ارادت کی آگ کی تاثیر سے اسکی ضروریات جل جائیں۔ اور اس کے مقصودات میں سے کچھ نہ رہا ہو دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد کے جمال کو دیکھکر سب لوں سے منہ پھیر لیا ہو۔ اس کا قبلہ پیر کا جمال ہو اور پیر کی غلامی اور خدمت میں آزادی سے فارغ ہو گیا ہو۔ نیاز کا سر پیر کے آستانہ کے بغیر اور کہیں نہ رکھے۔ بلکہ نیستی کی رقم اپنے وجود کی پیشانی پر کھینچ دی ہو۔ پیر کے غیر کے وجود کے تفرقہ کے شعور سے چھوٹ گیا ہو۔ ؎

آن کس کہ در سرائے نگاریست فارغست　　　از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

اگر پوچھیں کہ توحید کیا چیز ہے تو کہدے کہ دل کا خالی کرنا اور اُس کا غیر حق سبحانہ کے واقفیت سے مجرد ہو جانا۔ اگر پوچھیں کہ وحدت کیا چیز ہے تو کہدے کہ حق سبحانہ کے دیدار سے اپنے آپ سے خلاصی پا جانا۔ اگر پوچھیں کہ بدبختی کیا ہے۔ تو کہدے کہ اپنے میں پڑے رہنا۔ اور خدا سے رہ جانا۔ اگر پوچھیں وصل کیا چیز ہے تو کہدے کہ وجود حق کے نور سے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بھول جانا۔ اگر پوچھیں کہ فصل کیا ہے تو کہدے کہ غیر حق سبحانہ سے باطن کا جدا کر دینا اگر پوچھیں کہ شکر کیا ہے تو کہدے کہ دل پر ایک ایسا حال ظاہر ہو جاتا کہ دل اس کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جس کو اس حال سے پہلے چھپانا ضروری تھا۔ خواجہ عبید اللہ فرماتے تھے کہ مولانا حسام الدین شاشی امیر حمزہ فرزند امیر سید کلال رح کے اصحاب میں سے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا استغراق رہتا تھا۔ بخارا کی قضا کے لئے ان کو تکلیف دی گئی۔ میں اُن کی کچہری میں حاضر ہوتا تھا۔ ان کے مقابلہ میں ایک پنجرہ تھا۔ کہ میں اُن کو دیکھا کرتا تھا۔ لیکن وہ مجھے نہ دیکھتے تھے میں وہاں بیٹھ کر اُن کا نظارہ کیا کرتا تھا۔ میں نے اُن سے کبھی غفلت اور سستی معلوم نہ کی تھی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ یہ فرماتے تھے۔ کہ اس کام کے لئے کوئی لباس اس سے بڑھ کر نہیں کہ فائدہ استفادہ کے لئے اہل علم کی صورت میں رہے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ بزرگوار قدس سرہ کو

میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ مجھ کو توجہ کرتے تھے۔ میں بیخود پڑ گیا تھا جب مجھے ہوش آیا تو خواجہ تشریف لے گئے تھے۔ میں نے چاہا۔ کہ آپ کے پیچھے جاؤں لیکن میرے پاؤں لڑکھڑا گئے بڑی محنت سے خواجہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم کو مبارک ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ خواجہ پارسا قدس سرہ کو میں نے خواب میں دیکھا۔ انہوں نے چاہا۔ کہ مجھ میں توجہ کریں لیکن یہ نہ ہو سکا۔ شائد کہ یہ وجہ ہو کہ خواجہ بزرگ تصرف کر چکے تھے یہ فقیر جب بخارا میں گیا تھا۔ اور مولانا حسام الدین مولانا حمید الدین شاشی کی خدمت میں پہنچا تو اس فقر میں اضطراب اور بیقراری تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مراقبہ درحقیقت انتظار ہے اور مراقبہ کی حقیقت اسی انتظار سے ہے۔ نہایت میسر ایسے انتظار کی تحقیق کے بعد کہ جس کا ظہور غلبۂ محبت کی وجہ سے ہے اس انتظار کے حصول کا نام ہے۔ اس انتظار کے سوا اور کوئی راہبر نہیں ؎

گر ندارم از شکر جز نام بہر ایں بسے بہتر کہ اندر کام زہر
آسمان نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

جبکہ ہم جیسے فقیروں کو ذوق کے طریق پر یہ مطالب میسر نہیں۔ تو ایسی باتوں میں گرفتاری بڑی نیر پا معلوم ہوتی ہے کہ اور باتوں میں مشغول ہو جائے۔ رزقنا اللہ وایاکم انتظارا بہ یغنینا عنا بحرمۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ ہم کو اور تم کو اسی کا انتظار نصیب کرے۔ جس کے سبب اوروں سے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل و برکت سے بے پرواہ کر دے۔ اب یہاں پر خانوادہ خواجگان کے احوال و اقوال کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان کے روشن طریقہ کا بھی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ یہ معلوم رہے کہ ان کا طریقہ اہل السنت والجماعت کا اعتقاد ہے۔ شریعت کے احکام کی اتباع کرنا سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا ہمیشہ عبادت کرنا کہ جس سے وجود غیر کی مزاحمت کے شعور کے بغیر حق سبحانہ کی ہمیشہ معرفت حاصل کرتا ہے۔ اب جو گروہ ان عزیزوں کی نفی کرتا ہے تو وہ اس سبب سے ہوگا۔ کہ ہوا و بدعت کی ظلمت نے ان کے ظاہر و باطن کو گھیر رکھا ہے حسد اور تعصب کی آلائش کے غبار نے انکی بصیرت کی آنکھوں کو اندھا کر رکھا ہے۔ اس لئے ہدایت کے انوار و لایت کے آثار انکو نظر نہیں آتے۔ اور یہ لوگ اُن انوار و آثار کے انکار کرنے سے جنہوں نے مشرق سے لیکر مغرب تک گھیر رکھا ہے اپنے اندھا پن کا اظہار کرتے ہیں۔ افسوس۔ قطعہ۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارند کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

اندرِ دلِ سالک رہ جاذبہ صحبت شان | می بردو سوسۂ خلوت وفکر چلہ ہا
قاصرے گر زند ایں طائفہ را طعن قصور | حاش للہ کہ برآرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند | روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

شیخ ابوالحسن بستی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ خواجہ یوسف ہمدانی کی طرح ابوعلی فارمدی کے اصحاب میں سے ہیں۔ اور یہ رُباعی مشکل جو مشہور ہے جیسا کہ عین القضاۃ ہمدانی کے رسالوں سے معلوم ہوتا ہے آپ ہی کی ہے ؎

دیدیم نہان گیتی و اصلِ جہاں | وز علت و عاء بر گذشتیم آسمان
آن نور سیہ زلانقطہ برتر دان | زاں نیز گذشتیم نہ ایں ماند و نہ آن

شیخ حسن سکاک سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ ابوالحسن بستی کے اصحاب میں سے ہیں۔ اور سکاکیہ خانقاہ سمنان میں ہے۔ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ شروع میں وہیں تھے۔ اور چلے گئے تھے۔ آپ نے کچھ جائیداد وہیں وقف کردی تھی۔ اور انہیں کی طرف منسوب ہے +

محمد بن حمویہ جوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور شیخ ابوالحسن بستی کے اصحاب میں سے ہیں علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ عین القضاۃ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ اس گروہ میں بہت کم لوگ ہیں جو علوم ظاہری کے عالم نہ ہوں۔ خواجہ ابوحامد غزالی اور اس کے بھائی شیخ احمد غزالی انہیں گروہ میں سے ہیں۔ خواجہ امام محمد حمویہ گویا بھی انہیں میں سے ہیں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ اہل علم ہیں۔ وہ بزرگوں میں سے ہیں۔ سلوک میں انکی ایک کتاب ہے۔ تصوف میں ان کی ایک کتاب سلوۃ الطالبین نام ہے۔ اس میں اس گروہ کے بہت سے حقائق اور نکتے درج کئے ہیں +

عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت اور نام ابوالفضائل عبداللہ بن محمد میانجی ہے۔ عین القضاۃ آپ کا لقب ہے آپ شیخ محمد حمویہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور شیخ احمد غزالی رہ کی خدمت میں بھی آپ کے کمالات ظاہری و باطنی آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں۔ عربی فارسی میں جس قدر حقائق کا کشف اور دقائق کی شرح آپ نے کی ہے اور کسی نے کم کی ہوگی۔ آپ سے خرق عادات مثلاً زندہ کرنا۔ مارنا ظاہر ہوا ہے۔ ان میں اور شیخ احمد میں خط و کتابت بہت رہی ہے منجملہ ان کے رسالہ عینیہ ہے۔ کہ شیخ احمد نے ان کو لکھا ہے۔ فصاحت، بلاغت، روحانی اور سلاست میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ بےنظیر ہے۔ عین القضاۃ زبدۃ الحقائق میں لکھتے ہیں۔ بعد اسکے کہ میں علوم رسمیہ کی گفتگو سے برداشتہ خاطر ہوا۔ مصنفات حجۃ الاسلام کی طرف مشغول ہوا۔ اور چار سال تک اس میں لگا رہا۔ جب میں اپنا مقصود اس سے حاصل کیا تو سمجھ لیا کہ میں اپنے مقصود تک پہنچ گیا۔ اور واصل ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا ؎

انزل بمنزل زینب و رباب وادیع بعض امر بع الاحباب

یعنے زینب اور رباب کے مکان میں اتر اور منزل کر۔ کیونکہ یہ دوستوں کی منزل ہے قریب تھا کہ میں طلب سے باز رہوں۔ اور جو علوم کہ میں نے حاصل کئے تھے انہیں پر کفایت کروں۔ ایک سال تک اس میں رہا اتفاقاً سیدی مولائی شیخ امام سلطان الطریقہ احمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ ہمدان میں جو میرا وطن تھا تشریف لائے۔ ان کی صحبت میں بیس دن کے اندر مجھ پر وہ بات ظاہر ہوئی۔ کہ مجھ سے اور میری طلب سے اپنے سوا کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔ الا ماشاء اللہ۔ اب مجھ کو اس چیز میں فنا ہونے کے سوا اور کوئی طلب نہیں ہے۔ اگر نوح علیہ السلام جیسی عمر پاؤں اور اس طلب میں اسکو فناء کر دوں۔ تب بھی میں نے کچھ نہیں کیا۔ اس شے نے تمام جہان کو گھیر رکھا ہے میری آنکھ کسی چیز پر نہیں پڑتی۔ کہ اس کے منہ کو نہ دیکھوں! اور جس سانس میں میرا استغراق نہ بڑھے وہ مجھے مبارک نہ ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ میرا باپ اور میں اور ہمارے شہر کے اماموں کی ایک جماعت صوفی کے گھر کے آگے حاضر تھے۔ پھر ہم رقص کرتے تھے۔ ابو سعید ترمذی ایک بیت پڑھتے تھے۔ میرے باپ نے دیکھا اور یہ کہا۔ خواجہ احمد غزالی قدس اللہ روحہ کو میں نے دیکھا کہ ہمارے ساتھ رقص کرتے ہیں۔ ان کا لباس اس قسم کا تھا۔ اس کا نشان دیتے تھے۔

ابوسعید نے کہا مجھے مرنے کی خواہش ہے میں نے کہا مر جاؤ۔ اسی وقت بیہوش ہوگیا۔ اور مر گیا۔ وقت کے متقی حاضر تھے وہ کہنے لگے جبکہ تم زندہ کو مردہ کرتے ہو تو مردہ کو بھی زندہ کرسکتے ہو۔ میں نے کہا مردہ کون ہے کہا کہ فقیہ محمود۔ میں نے کہا خداوندا فقیہ محمود کو زندہ کردے۔ وہ اسی وقت زندہ ہوگئے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اے عزیز جو کام کہ تو غیر کی طرف منسوب کرتا ہے خدا کے سوا اسکو مجازی جان نہ حقیقی مطلق فاعل حقیقتاً خدا کو سمجھ جہاں اُس نے یہ فرمایا ہے قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ یعنے تم کو ملک الموت ماریگا اسکو مجازی سمجھ حقیقت یہ ہے اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا یعنے اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت پورے طور سے لیتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت مجازی سمجھ اور شیطان کا گمراہ کرنا بھی مجازی جان یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یعنے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے ہم مانتے ہیں۔ کہ لوگوں کو شیطان گمراہ کرتا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ شیطان کو اس صفت پر کس نے پیدا کیا شاید موسیٰ علیہ السلام نے اسی وجہ سے کہا تھا اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ یعنے صرف تیرا ہی فتنہ اور تیری ہی آزمائش ہے۔ ؎

ہمہ جور من از بلغاریان است ۔۔۔ کہ باد کہ مم ہمے باید کشیدن
کند بلغاریاں را نیز ہم نیست ۔۔۔ بگویم گر تو بتوانی شنیدن
خدایا ایں بلاؤ فتنہ از تست ۔۔۔ ولیکن کس نمے یارد نجیدن
ہمے آرند ترکاں را ز بلغار ۔۔۔ زبہر پردۂ مردم دریدن
لب و دندان آں خوباں چوں ماہ ۔۔۔ بدیں خوبی بنایست آفریدن

شیخ برکہ ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ تعالےٰ اپنے مصنفات میں اُن سے حکایت کرتے ہیں۔ ایک جگہ یوں کہتے ہیں جو شخص سورۂ فاتحہ اور قرآن کی چند آیتوں کے سوا اور کچھ یاد نہ رکھے اور وہ بھی شرط کے طور نہ پڑھ سکے۔ اور قال القول کو نہ جانے کہ کیا ہے اور اگر سچ پوچھو تو موزوں حدیث بھی ہمدانی کی زبان سے نہیں جانتا لیکن جانتا ہوں کہ وہ صحیح قرآن جانتا ہے اور میں نہیں جانتا مگر کچھ کچھ اور وہ بعض بھی میں نے تفسیر وغیرہ کے طور پر نہیں جانا ہاں اُن کی خدمت کرکے جانا ہے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ احمد غزالی سے سُنا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے۔ ہرگز

شیخ ابوالقاسم گرگانی نے یہ نہیں کہا ہے کہ ابلیس۔ جب اس کا نام لیتے تو کہتے۔ خواجہ خواجگان سر مہجوران جب یہ حکایت برکہ سے میں نے بیان کی تو کہا کہ ابلیس کو خواجہ خواجگان کہنے سے اس کو سر مہجوراں یعنے دور شدوں کا سردار کہنا اچھا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ برکہ رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرد تھا۔ اس نے اپنے فرزند کو کہا تو کبھی گلئے کی ڈاڑھی بنتا ہے۔ اس نے کہا گلئے کی ڈاڑھی کے کیا معنے۔ کہا یہ کہ صبح کے وقت اپنے گھر سے باہر نکلے۔ اور کہے میں خزانہ پاؤں گا بیٹے نے کہا اے باپ جیسے میں ہوں گلئے کی ڈاڑھی بنا رہا ہوں +

شیخ فتحہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

عین القضاۃ اپنے مصنفات میں ان سے حکایت کرتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک معتبر سے سنا تھا کہ فتح یہ کہتے تھے۔ ابلیس یہ کہتا ہے۔ کہ جہان میں مجھ سے بڑھکر سیاہ گدڑی والا فتحہ ہے اور بس یہ بات بیان کرکے روتے تھے۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جب پیر کامل ہوتے ہیں جانتے ہیں کہ آخر کار ہر مرید کس مقام تک پہنچیگا۔ چنانچہ فتحہ سے بہت دفعہ سنا گیا تھا کہ فلاں شخص کو فلاں قدم ہوگا اور فلاں کو فلاں +

شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی قدس سرہٗ

آپ ظاہری باطنی علوم میں کمال درجہ میں تھے۔ آپ کی تصانیف تالیف بہت ہیں۔ آپ کا نسب بارہ واسطہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضہ تک پہنچتا ہے۔ اور ان کی نسبت طریقہ میں شیخ احمد غزالیؒ سے ہے۔ آپ کتاب آداب المریدین میں فرماتے ہیں۔ واجمعوا علی ان الفقر افضل من الغناء اذا کان مقرونا بالرضاء فان احتج محتج لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم الید العلیا خیر من الید السفلی قیل له الید العلیا تنال الفضیلۃ باخراجہا فیہا والید السفلی تجد المنقصۃ بحصول الشئی فیہا ففی تفضیل السخاء والعطاء دلیل علی فضل الفقر فمن فضل الغنی للانفاق والعطاء علی الفقر کان کمن فضل المعصیۃ علی الطاعۃ بفضل التوبۃ یعنے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے جبکہ وہ رضا کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ اگر کوئی حجتی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے سندلے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ تو کہا جائیگا کہ اونچا ہاتھ فضیلت کو لیتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں سے نکلتا ہے۔ اور نیچے کا ہاتھ

نقصان اس لئے پاتا ہے کہ اس میں شئے حاصل ہوتی ہے۔ سخاوت اور بخشش کو فضیلت دینے میں اس پر دلیل ہے کہ فقر افضل ہے۔ اب جو شخص کہ غنا کو فقر پر اس لئے فضیلت دیتا ہے کہ اس میں خرچ کرنا اور بخشش کرنا ہے تو ایسا ہوگا جس طرح کوئی شخص گناہ کو بندگی پر فضیلت اس لئے دے۔ کہ اس میں توبہ کی فضیلت پائی جاتی ہے۔ امام یافعی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالنجیب سہروردی رح کے ایک مرید کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دن شیخ کے ساتھ بغداد کے بازار میں جا رہا تھا۔ ایک قصاب کی دکان پر پہنچے۔ بکری کٹتی تھی۔ وہاں کھڑے ہو گئے۔ فرمانے لگے۔ کہ یہ بکری یوں کہتی ہے۔ کہ میں مُردہ ہوں۔ حلال شدہ نہیں ہوں۔ قصاب یہ سُنکر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو اس نے شیخ کے اس قول کی تصدیق کی۔ اور توبہ کی۔ آپ ۵۶۳ھ کے مہینوں میں انتقال فرما گئے +

شیخ عمار یاسر قدس اللہ تعالیٰ رُوحہٗ

آپ شیخ ابوالنجیب سہروردی کے مریدوں میں سے ہیں۔ آپ ناقصوں کی تکمیل اور مریدوں کی تربیت اور ان کے واقعات کشف میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ شیخ نجم الدین کبرے کتاب فاتح الجمال میں لکھتے ہیں۔ کہ جب میں شیخ عمار کی خدمت میں پہنچا۔ اور ان کے حکم سے خلوت میں آیا تو میری طبیعت میں یہ گذرا۔ کہ جب سے میں نے علوم ظاہری پڑھے ہیں۔ جب غیبی فتوحات حاصل ہونگی تو میں منبر پر چڑھ کر ان کو طالبانِ حق کو سُناؤنگا۔ جب میں اس نیت سے خلوت میں آیا تو خلوت کا پورا ہونا میسر نہ ہوا۔ تب میں باہر نکل آیا۔ شیخ نے فرمایا دل کی نیت کو صحیح کرو۔ اس کے بعد خلوت کرو۔ آپ نے نور باطن کا پرتوہ میرے دل پر چمکایا۔ میں نے کتابوں کو وقف کر دیا۔ اور کپڑے فقرا کو دے ڈالے۔ صرف ایک جبّہ جو پہنا ہوا تھا وہ رہنے دیا۔ میں نے کہا یہ خلوت خانہ میری قبر کا ہے۔ اور میرے اس کفن کے جبّہ کو دوبارہ باہر آنا ممکن نہ ہوگا۔ میں نے قصد کر لیا۔ کہ اگر باہر آنے کی خواہش غالب ہو تو اس جُبّہ کو پھاڑ دونگا تاکہ ستر باقی نہ رہے۔ اور حیا نکلنے کو مانع ہو۔ شیخ نے مجھے دیکھا۔ اور کہا کہ اب آ کیونکہ تم نے نیت درست کر لی۔ جب میں آیا تو خلوت پوری ہو گئی۔ اور شیخ کی ہمت کی برکت سے فتوحات کے دروازے مجھ پر کُھل گئے +

شیخ روزبہان کبیر مصری قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ دراصل گاذرونی ہیں لیکن مصر میں رہتے تھے۔ شیخ ابو نجیب سہروردی کے مرید ہیں۔ اکثر اوقات استغراق کے مقام میں رہا کرتے تھے۔ شیخ نجم الدین کبرےٰ انکی صحبت میں گئے ہیں۔ وہاں پر ریاضتوں میں مشغول ہوئے ہیں۔ اور خلوتوں میں بیٹھے ہیں۔ شیخ روزبہان نے انکو اپنی دامادی میں قبول کیا ہے اور شیخ کی صاحبزادی سے ان کو دو لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ وفی کتاب تحفۃ البررہ سمعت شیخنا ابو الجناب یقول سمعت روزبہان بمصر یقول قیل لی مرارا اترک الصلوٰۃ فانک لا تحتاج الیھا فقلت یارب انی لا اطیق ذالک کلفنی شیئًا اخر۔ یعنے تحفۃ البررہ میں ہے۔ کہ میں نے اپنے شیخ ابو الجناب سے سُنا وہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے مصر میں شیخ روزبہان سے سُنا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے بارہا یہ کہا گیا۔ تم نماز چھوڑ دو۔ کیونکہ تم کو اس کی حاجت نہیں۔ لیکن میں نے عرض کیا۔ اے پروردگار میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ کہ نماز چھوڑ دوں۔ ہاں کسی اور شئے کی مجھے تکلیف دے۔

شیخ اسمٰعیل قصری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ بھی شیخ ابو النجیب سہروردی کے مرید ہیں۔ شیخ نجم الدین ان کی صحبت میں پہنچے ہیں۔ اور خرقہ اصل انہیں کے ہاتھ سے پہنا ہے۔ انہوں نے محمد بن مالکیل سے۔ انہوں نے محمد بن داؤد معروف خادم الفقراء سے۔ انہوں نے ابو العباس ادریس سے انہوں نے ابو القاسم بن رمضان سے انہوں نے ابو یعقوب طبری سے، انہوں نے ابو عبداللہ بن عثمان سے۔ انہوں نے ابو یعقوب نہرجوری سے، انہوں نے ابو یعقوب سوسی سے۔ انہوں نے عبدالواحد بن زید سے، انہوں نے کمیل بن زیاد قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم سے۔ انہوں نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ ایسا ہی ذکر کیا اس کو شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ نے اپنی بعض تصانیف میں +

شیخ نجم الدین کبرےٰ قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ کی کنیت ابو الجنّاب ہے۔ آپ کا نام احمد بن عمر خیوقی ہے۔ اور لقب کبرےٰ کہتے ہیں۔ کہ

آپ کو کبریٰ اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ جوانی کے دنوں میں جبکہ علم کی تحصیل میں مشغول تھے جس سے مناظرہ مباحثہ کرتے غالب آتے تھے پس آپ کا لقب رکھا گیا۔ طامۃ الکبریٰ یعنے بڑی بلا۔ پھر یہ لقب آپ پر غالب ہو گیا۔ اس کے بعد طامہ کا لفظ حذف کر کے کبریٰ رہنے دیا۔ اور یہی صحیح وجہ ہے۔ یہ لقب آپ کی معتبر جماعت نے دیا ہے۔ بعض یوں کہتے ہیں۔ کہ یہ لفظ محدودہ ہے اور باء کو فتح ہے۔ یعنی نجم الکبراء۔ جو کہ کبیر کی جمع تکسیر ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ امام یافعی رح کی تاریخ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ آپ کو شیخ ولی تراش بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وجد کی حالت میں جس پر آپ کی نظر مبارک پڑ جاتی تو وہ ولایت کے درجہ تک پہنچ جاتا۔ ایک دن ایک سوداگر سیر کے طور پر شیخ کی خانقاہ میں آیا۔ شیخ کی حالت بہت قوی تھی۔ تب آپ کی نظر اس سوداگر پر جا پڑی۔ اسی وقت وہ ولایت کے درجہ تک پہنچ گیا۔ شیخ نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ کہا فلاں جگہ کا۔ آپ نے اس کو ارشاد کی اجازت لکھدی۔ کہ اپنے ملک میں خلقت کو خدا کی طرف بلائے۔ ایک دن شیخ اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ باز نے ہوا میں ممولا کا پیچھا کیا ہوا تھا۔ اتفاقاً شیخ کی نگاہ اس ممولا پر جا پڑی تو ممولا لوٹا اور باز کو پکڑ کر شیخ کے سامنے لے آیا۔ ایک دن اصحاب کہف کے بارہ میں تقریر و تحقیق ہو رہی تھی۔ شیخ سعد الدین حموی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شیخ کے مریدوں میں سے ہیں۔ دل میں خیال کرنے لگے۔ کہ آیا اس امت میں بھی کوئی ایسا شخص ہے کہ جس کی صحبت کتے میں اثر کر دے۔ شیخ نے دانائی کے نور سے یہ بات معلوم کر لی۔ آپ اُٹھے۔ اور خانقاہ کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ اتفاقاً ایک کتا وہاں پر آ گیا اور کھڑا ہو گیا۔ اپنی دُم ہلاتا تھا۔ شیخ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اسی وقت اس پر مہربانی ہوئی۔ وہ متحیر و بیخود ہو گیا۔ شہر سے منہ پھیر کے قبرستان میں چلا گیا۔ زمین پر سر ملتا تھا۔ یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ جدھر وہ جاتا تھا پچاس ساٹھ کتے اکٹھے ہو جاتے اور اسکے گرداگرد حلقہ لگا بیٹھتے۔ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ لیا کرتے۔ اور آواز سے نہ بولتے۔ اور نہ کچھ کھاتے بلکہ عزت کے ساتھ کھڑے رہتے۔ آخر تھوڑے دنوں میں وہ کتا مر گیا۔ شیخ نے حکم دیا۔ کہ اس کو دفن کریں۔ اور اس کی قبر پر عمارت بنائیں۔ شیخ تبریز میں محی السنۃ کے ایک شاگرد کے پاس جو عالی سند رکھتا تھا کتاب شرح السنۃ پڑھتے تھے۔ جب آخر تک پہنچے۔ ایک دن استاد کے حضور میں اماموں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ اور شرح السنۃ پڑھ رہے تھے۔ ایک درویش آیا جس کو پہچانتے نہ تھے۔ لیکن اسکے دیکھنے سے شیخ کی حالت بگڑ گئی۔ چنانچہ بیقرار ہو گئے۔ پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ بابا فرج تبریزی ہیں کہ مجذوبوں اور خدا کے محبوبوں میں سے

ہیں۔ شیخ اس رات بیقرار رہے۔ صبح کو اُستاد کی خدمت میں آئے۔ اور التماس کی کہ اُٹھئے اور بابا فرج کی خدمت میں چلیں۔ اُستاد نے شاگردوں کے ساتھ موافقت کی۔ بابا فرج کی خانقاہ کے دروازہ پر ایک خادم تھا جس کا نام بابا شادان تھا۔ جب اس نے اس جماعت کو دیکھا تو اندر گیا اور اجازت مانگی۔ بابا فرج نے کہا اگر اس طرح آئیں جس طرح خدا کی درگاہ میں جاتے ہیں تو کہدے کہ آجائیں۔ شیخ نے کہا کہ جب میں بابا کی نظر سے کامیاب ہو چکا تھا۔ تو میں اُسکی بات کو سمجھ گیا۔ جو کچھ میں نے پوشیدہ کیا تھا اس کو باہر کر دیا۔ اور ہاتھ سینہ پر رکھ لیا۔ اُستاد اور دیگر دوستوں نے میری موافقت کی۔ پھر ہم سب بابا فرج کی خدمت میں آئے اور بیٹھ گئے۔ ایک لحظہ کے بعد بابا کا حال متغیر ہو گیا اور اس کی صورت پر ایک عظمت ظاہر ہوئی۔ آفتاب کی طرح چمک اُٹھا۔ اور جو کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ پھٹ گئے۔ جب ایک گھڑی کے بعد اپنی ہوش میں آیا تو اُٹھا۔ اور اس جامہ کو مجھے پہنا دیا اور کہا کہ تمہارا یہ وقت دفتر پڑھنے کا نہیں۔ یہ وقت ہے کہ جہان کا سر دفتر بنجائے۔ میرا حال بدل گیا۔ اور میرا باطن بغیر حق سے بالکل منقطع ہو گیا۔ جب ہم وہاں سے باہر نکلے۔ تو اُستاد نے کہا۔ شرح السنتہ تھوڑی رہ گئی ہے اس کو دو تین دن میں ختم کر لو۔ آئندہ تمہارا اختیار ہے جب درس کے پیچھے میں گیا بابا فرج کو دیکھا۔ کہ وہ آئے ہیں اور کہتے ہیں تم کل علم الیقین سے ہزار منزل آگے بڑھ گئے تھے۔ مگر آج پھر علم پر آتے ہو۔ میں نے درس چھوڑ دیا۔ اور خلوت کی ریاضت میں مشغول ہو گیا علم لدنی اور غیبی واردات معلوم ہونے لگیں۔ میں نے کہا افسوس ہے کہ وہ فوت ہو جائے۔ میں نے اس کو لکھنا شروع کیا۔ بابا فرج کو میں نے دیکھا کہ دروازہ میں سے آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ شیطان تجھ کو پریشان کرتا ہے۔ ان باتوں کو مت لکھ۔ تب میں نے دوات قلم پھینک دیا۔ اور دل کو سب سے خالی کر دیا۔ امیر اقبال سیستانی ایک کتاب میں کہ جہاں آپ نے شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی باتیں جمع کی ہیں۔ شیخ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ شیخ نجم الدین کبریٰ ہمدان میں گئے اور حدیث کی اجازت حاصل کی۔ اور سُنا کہ اسکندریہ میں ایک بڑے محدث ہیں۔ جن کی سند عالی ہے۔ آپ وہاں سے اسکندریہ میں گئے۔ اور اُن سے بھی اجازت حاصل کی۔ واپس آنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور حضور سے درخواست کی۔ کہ میری کنیت رکھدیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ کہ ابو الجناب پوچھا کہ ابو الجناب مخففہ۔ فرمایا نہیں مشدّدہ۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اس مطلب میں آپ کو یہ معلوم ہوا کہ دنیا سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اسی وقت تنہائی اختیار کی۔ اور مرشد کی طلب میں مسافر ہوئے جہاں کہیں آپ جاتے

عقیدہ درست نہ ہوتا۔ اس لئے کہ آپ اہل علم تھے۔ کسی کے سامنے سر جھکاتے نہ تھے جب خوارستان کے ملک میں پہنچے۔ تو درد زیول لاحق ہُوا۔ اور وہاں بیمار ہوگئے۔ کوئی آپ کو جگہ نہ دیتا جہاں کہ اُترتے عاجز ہوگئے اور کسی سے پوچھا۔ کہ اس شہر میں کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے کہ کسی مسافر کو جگہ دے تاکہ میں چند روز وہاں آرام سے رہوں۔ اس شخص نے کہا کہ یہاں ایک خانقاہ ہے۔ اور وہاں پر ایک شیخ ہے۔ اگر تم وہاں جاؤ گے تو وہ تمہاری خدمت کرینگے۔ میں نے کہا۔ ان کا نام کیا ہے۔ کہا شیخ اسمٰعیل قصری۔ شیخ نجم الدین وہاں پر گئے۔ آپ نے ان کو ایک صفہ میں جگہ دی۔ جو کہ درویشوں کے صفہ کے مقابل تھا۔ وہاں آپ بیٹھ گئے۔ آپ کی بیماری بڑھتی گئی۔ اور فرماتے تھے کہ باوجود اس سب بیماری کے جس قدر رنج ان کی سماع سے تھا۔ اس قدر بیماری کا رنج نہ تھا۔ کیونکہ سماع کا بڑا منکر تھا۔ اور مکان سے چلے جانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ ایک رات سماع ہوتا تھا۔ شیخ اسمٰعیل سماع کی گرمی کی حالت میں میرے سرہانے آئے اور کہنے لگے تم چاہتے ہو کہ اُٹھو۔ میں نے کہا ہاں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور بغل میں مجھ کو لیا۔ اور سماع میں لے گئے۔ اور تھوڑی ہی دیر مجھ کو اچھی طرح چکر دیا۔ دیوار پر میرا تکیہ لگا دیا۔ میں نے کہا کہ میں ابھی گر پڑونگا۔ جب مجھے ہوش آیا۔ تو میں نے اپنے آپ کو تندرست پایا۔ چنانچہ کسی قسم کی بیماری مجھ میں نہ تھی۔ مجھے آپ کی نسبت عقیدہ ہو گیا۔ دوسرے دن میں شیخ کی خدمت میں گیا۔ اور ارادت کا ہاتھ پکڑا۔ یعنی بیعت ہوگیا۔ اور سلوک میں مشغول ہُوا۔ ایک مدّت تک وہاں رہا۔ جب مجھ کو باطن کے حال کی خبر ہوئی۔ اور مجھے علم تو بہت تھا۔ ایک رات میرے دل میں یہ خیال ہُوا۔ کہ تم علم باطن سے باخبر ہوگئے ہو لیکن تمہارا ظاہری علم شیخ کے علم سے زائد ہے۔ صبح شیخ نے مجھ کو طلب کیا اور کہا جاؤ سفر کرو تم کو شیخ عمار یاسر کی خدمت میں جانا چاہیئے۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ شیخ میرے اس خطرہ پر واقف ہوگئے ہیں لیکن میں نے کچھ نہ کہا۔ اور چلا گیا۔ شیخ عمار کی خدمت میں پہنچا اور وہاں بھی ایک مدّت سلوک طے کرتا رہا وہاں بھی ایک رات یہی بات میرے دل میں آئی۔ صبح کو شیخ عمار نے فرمایا۔ کہ نجم الدین اُٹھو اور مصر میں روزبہان کی خدمت میں جاؤ۔ کہ اس ہستی کو وہ پورے طور سے تیرے دماغ سے نکال دینگے۔ میں اُٹھا۔ اور مصر میں گیا۔ جب اُن کی خانقاہ پر گیا۔ تو شیخ وہاں نہ تھے۔ اُن کے سب مرید مراقبہ میں تھے۔ کسی نے میری طرف توجہ نہ کی۔ وہاں پر ایک شخص تھا۔ اُس سے میں نے پوچھا کہ ان میں شیخ کون ہے۔ اُس نے کہا کہ شیخ تو باہر گئے ہیں۔ اور وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر گیا۔ اور شیخ بہان کو میں نے دیکھا۔ کہ تھوڑے سے پانی میں وضو کر رہے تھے۔ میرے دل میں یہ بات آئی۔ کہ شیخ یہ نہیں

جاننا کہ اس تھوڑے سے پانی میں وضو جائز نہیں۔ تو پھر یہ شیخ کیسے ہو سکتا ہے۔ شیخ خانقاہ میں آئے۔ اور میں بھی آیا۔ شیخ تحیۃ الوضوء پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ اور میں منتظر کھڑا تھا۔ کہ شیخ سلام پھیریں تو میں سلام کروں۔ وہ ایسا ہی کھڑے کھڑے غائب ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ اور دوزخ ظاہر کی گئی ہے۔ لوگوں کو پکڑتے ہیں۔ اور آگ میں ڈالتے ہیں۔ آگ کے راستہ میں ایک ٹیلہ ہے ایک شخص اس ٹیلہ پر بیٹھا ہے۔ جو شخص کہتا ہے۔ کہ میرا تعلق اس کے ساتھ ہے۔ اسکو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو آگ میں ڈالتے ہیں اتفاقاً مجھ کو پکڑ لیا اور کھینچ کر لے گئے۔ جب میں وہاں پہنچا۔ تو میں نے کہا کہ میں اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ تب مجھ کو چھوڑ دیا میں ٹیلہ پر گیا دیکھا تو روزبہان ہیں۔ ان کے سامنے گیا اور ان کے پاؤں پر گر پڑا۔ اس نے ایک سخت تھپڑ میری پیٹھ پر مارا۔ چنانچہ اس کی ضرب سے میں زمین پر گر پڑا۔ اور کہا اس کے بعد اہل حق پر انکار نہ کرنا۔ جب میں گر پڑا تو بیہوشی سے مجھے ہوش آ گیا۔ دیکھا کہ شیخ نماز کا سلام دے چکے تھے۔ آگے بڑھا اور ان کے پاؤں پر گر پڑا۔ شیخ نے ظاہر بھی ویسے ہی ایک تھپڑ میری پیٹھ پر مارا۔ اور وہی لفظ فرمائے۔ تب میرے دل کی بیماری جاتی رہی۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا۔ کہ لوٹ جا۔ اور شیخ عمار کی خدمت میں جا۔ جب میں چلنے لگا تو شیخ نے ایک خط شیخ عمار کی طرف لکھا۔ کہ جس قدر تانبے کی طرح ہوں ان کو بھیجا کرو۔ میں ان کو خالص کر دوں گا۔ اور پھر تمہارے پاس بھیجدونگا۔ وہاں سے شیخ عمار کی خدمت میں آیا۔ اور ایک مدت تک وہاں مقیم رہا۔ جب سلوک طے کر چکا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم خوارزم میں جاؤ۔ میں نے کہا کہ وہاں تو عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ اس طریق و مشاہدہ و قیامت کے منکر ہیں۔ فرمایا کہ تم جاؤ۔ اور ڈرو مت۔ تب میں خوارزم میں آیا۔ اور اس طریق کو پھیلایا۔ بہت سے مرید جمع ہو گئے۔ اور ارشاد میں مشغول ہوئے۔ جب تاتار کے کفار خوارزم میں پہنچے۔ تو شیخ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا وہ ساٹھ سے زائد تھے۔ سلطان محمد خوارزم شاہ بھاگ گیا ہوا تھا لیکن تاتار کے کفار نے جانا تھا۔ کہ وہ خوارزم میں ہے۔ خوارزم میں آ گئے۔ شیخ نے اپنے بعض مریدوں جیسے شیخ سعد الدین حموی اور شیخ رضی الدین علی لالا وغیرہ کو طلب کیا۔ اور کہا جلد اٹھو۔ اور اپنے ملک کو چلے جاؤ۔ کیونکہ مشرق کی جانب سے آگ بھڑک اٹھی ہے۔ کہ وہ مغرب کے نزدیک تک جلا دیگی۔ یہ ایک بڑا فتنہ ہے کہ اس امت میں ایسا کبھی واقع نہیں ہوا۔ بعض اصحاب نے کہا کہ اس میں کیا مضائقہ ہے۔ شیخ دعا کریں۔ شاید کہ یہ بلا مسلمانوں سے ٹل جائے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ ایک قضاء مبرم (قطعی) ہے۔ دعا اسکو دفع نہیں کر سکتی۔ پس اصحاب نے التماس کی کہ سواریاں موجود ہیں اگر حضرت شیخ بھی اپنے

مریدوں کے ساتھ موافقت کریں۔ تو آپ کے ہمرکاب ہو کر خراسان کی طرف ہم چلے چلیں۔ تو مضائقہ نہیں شیخ نے فرمایا۔ کہ میں یہاں شہید ہونگا۔ مجھ کو حکم نہیں کہ باہر جاؤں۔ پھر اصحاب خراسان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب کفار شہر میں آئے۔ شیخ نے باقی ماندہ مریدوں کو بلایا اور کہا قوموا باسم اللّٰہ نقاتل فی سبیل اللّٰہ یعنے خدا کا نام لیکر کھڑے ہو جاؤ۔ کہ خدا کی راہ میں ہم شہید ہو جائیں۔ گھر میں آئے اور اپنا خرقہ پہن لیا۔ کمر مضبوط باندھ لی۔ اس خرقہ کا اگلا حصّہ کھلا تھا۔ ہر دو طرف سے باندھ لیا۔ اور نیزہ ہاتھ میں لیا۔ اور باہر نکل آئے۔ جب کفار سے مقابلہ ہوا تو انکی طرف پتھر پھینکنے لگے۔ یہاں تک کہ کوئی پتھر نہ رہا۔ کفار نے ادھر سے تیر برسانے شروع کئے۔ ایک تیر آپ کے سینہ مبارک پر لگا۔ اس کو باہر نکال دیا۔ اور پھینک دیا۔ اسی پر انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ شہادت کے وقت ایک کافر کا جھنڈا پکڑا ہوا تھا۔ شہادت کے بعد اس کافر ہی شیخ کے ہاتھ سے چھڑا نہ سکے۔ آخر اسکے پھریرہ کو کاٹ لیا۔ بعض کہتے ہیں حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ اپنی غزلیات میں اس قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اپنی نسبت حضرت شیخ کی طرف کی ہے۔ رُباعی

ما ازاں محتشمانم کہ ساغر گیرند | نہ ازاں مفلسگان کان بزلاغر گیرند
بیکے دست مئے خالص ایمان نوشند | بیکے دست دگر پرچم کافر گیرند

آپ کی شہادت قدس اللہ روحہٗ سنہ ۶۱۸ھ کے مہینوں میں ہوئی ہے حضرت شیخ کے مرید بہت ہیں۔ مگر بعض ان میں سے یگانۂ جہان اور مقتدائے زمان ہوئے ہیں جیسے شیخ مجدالدین بغدادی۔ شیخ سعدالدین حموئی۔ باباکمال جنیدی۔ شیخ رضی الدین علی لالا۔ شیخ سیف الدین باخرزی۔ شیخ نجم الدین رازی۔ شیخ جمال الدین گیلی۔ بعض کہتے ہیں کہ مولانا بہاؤالدین والد مولانا جلال الدین رومی بھی انہیں کے مُریدوں میں سے تھے۔ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم +

شیخ مجدالدین بغدادی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ کی کنیت ابو سعید ہے اور آپ کا نام مجدالدین شرف بن موید بن ابی الفتح بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ دراصل بغداد کے رہنے والے ہیں۔ خوارزم شاہ نے خلیفہ بغداد سے کوئی طبیب مانگا۔ تو اُس نے آپ کے والد کو بھیجدیا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ بغداد کشت سے ہیں۔ جو کہ خوارزم کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ وہ سلطان کے مقربوں میں سے تھے۔ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ امرد بے ریشہ تھے۔ جب شیخ کی خدمت میں پہنچے۔ یہ خلاف

واقع ہے وہ پورے مرد تھے۔ لیکن ویسے خوبصورت تھے۔ اوّل شیخ نے ان کو وضو کے پانی کے بھرنے کی خدمت میں مشغول رکھا۔ اُن کی والدہ نے جو استادہ طبیبہ تھیں۔ شیخ بھی طبیب تھے اُن کی والدہ نے کسی کو شیخ کے پاس بھیجا کہ فرزند مجدالدین ایک نازک آدمی ہے یہ کام اس سے مشکل ہو گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں دس غلام ترکی بھیجدیتی ہوں۔ کہ وہ پانی کی خدمت کرینگے۔ آپ اس کو کسی دوسری خدمت پر مقرر فرمائیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اس سے جا کر کہدو۔ کہ یہ تمہاری عجیب بات ہے علم طب پڑھی ہو۔ تم جانتی ہو کہ اگر تمہارے بیٹے کو صفراوی تپ ہو تو میں اس کی دوا ترکی غلام کو دوں۔ تو تیرا بیٹا کب تندرست ہو گا۔ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ کہتے ہیں۔ کہ ایک دن سلطان بایزیدؒ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے جو کہ مرد تجربہ کار تھا مجھ سے کہا کہ تم نے کیونکر اس خاندان سے ارادت وعقیدت کی اور بایزید کی مطابعت کے بغیر سلوک میں چلے۔ میں نے کہا مجھے یہ معلوم نہیں۔ لیکن میں ایک دفعہ وضو کر رہا تھا۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا قبلہ کی دیوار پھٹ گئی ہے۔ اور دوسری طرف ایک میدان ظاہر ہوا ہے۔ آسمان اور ستارہ مشتری نظر آتا تھا میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ ایک نے کہا یہ نور سلطان بایزید کا ہے۔ ایک گھڑی ہوئی تو ایک دوسرا آسمان دیکھا۔ کہ تمام نورانی ہے آفتاب کی طرح روشن ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے کسی نے کہا یہ نور مجدالدین بغدادی کا ہے وہ درویش یہ سُنکر تعجب کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ میں یہ بات اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ ان کے مراتب بیان کر رہا ہوں یا میں شیخ مجدالدین کو سُلطان بایزید پر ترجیح دیتا ہوں لیکن ہر ایک کو خدا تعالےٰ نے ایک مشرب و مذہب کے حوالہ کر دیا ہے۔ جبکہ اس نے اس مشرب کی طرف توجہ کی اور اس طریق کا تابع ہوا۔ حق تعالےٰ نے اس کے قدم ثابت کرنے کے لئے اسی شیخ کے طریق میں اعلےٰ مرتبہ میں اس پر جلوہ کیا ہے۔ ورنہ خصوصاً قیامت میں مراتب ظاہر ہونگے اور بلند مرتبہ کی نشانی اس جہان میں سوائے مطابعت حبیب مطلق صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہو سکتی جس شخص کو اس کی مطابعت زیادہ ہے۔ اس کا مرتبہ بڑھ کر ہے۔ ایک دن شیخ مجدالدین درویشوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپ پر سکر غالب ہوا۔ کہا کہ ہم ایک بطخ کا انڈا تھے دریا کے کنارہ پر۔ اور ہمارا شیخ نجم الدین ایک مرغ تھا تربیت کے پر ہم پر ڈالے۔ یہاں تک کہ ہم انڈے میں سے باہر آئے ہم بطخ کے بچہ کی طرح دریا میں چلے گئے۔ اور شیخ کنارہ پر رہا۔ شیخ نجم الدین نے کرامت کے نور سے اس کو معلوم کر لیا۔ آپ کی زبان پر گذرا کہ دریا میں جاتا ہے۔ شیخ مجدالدین یہ بات سُنکر ڈر گئے۔ اور شیخ سعدالدین حموی کے پاس آئے اور بہت عاجزی کی۔

کہ جس روز شیخ کا وقت خوش ہو مجھے اطلاع دینا تاکہ میں اُن کے حضور میں آؤں اور عذر کروں۔ شیخ کا سماع میں حال خوش ہوا شیخ سعدالدین نے شیخ مجدالدین کو خبر کی کہ شیخ مجدالدین ننگے پاؤں آئے۔ اور طشت آگ سے بھر لیا۔ اور سر پر رکھا۔ جوتیوں کے موقع پر کھڑے ہو گئے۔ شیخ نے اُن کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ جب درویشوں کے طریقہ پر پریشان بات کا عذر چاہتا ہے۔ ایمان و دین سلامت لیجائیگا لیکن تمہارا سر جاتا رہیگا۔ اور ہم بھی تیرے سر کے ساتھ سر دینگے۔ سرداروں اور بادشاہ خوارزم کا سر بھی تیرے سر کے پیچھے جائیگا۔ اور جہان خراب ہو گا۔ شیخ مجدالدین قدموں میں گر پڑے۔ اور تھوڑے عرصہ میں شیخ کی بات ظاہر ہو گئی۔ شیخ مجدالدین خوارزم میں وعظ کہتے تھے۔ اور سلطان محمد کی ماں ایک نہایت خوبصورت عورت تھی۔ شیخ مجدالدین کے وعظ میں آتی کبھی کبھی ان کی زیارت کو جایا کرتی تھی۔ مخالفوں نے موقعہ ڈھونڈھا۔ یہاں تک کہ ایک رات سلطان محمد نہایت نشہ میں مست تھا اس وقت ان کے سامنے بیان کیا کہ آپ کی والدہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق شیخ مجدالدین کے نکاح میں آگئی ہے۔ سلطان ناراض ہو گیا۔ حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ میں گرا دیں۔ یہ خبر شیخ نجم الدین کو پہنچی۔ اُن کی حالت بدل گئی۔ اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مجدالدین کے فرزند کو دجلہ میں گرا دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ پھر سجدہ میں سر رکھا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر سجدہ سے سر اُٹھایا اور کہا کہ میں نے خدا سے درخواست کی ہے۔ کہ میرے فرزند کے خون بہا کے بدلے میں سلطان محمد کا ملک لے لے۔ خدا نے میری دُعا قبول کی ہے۔ سلطان کو اس بات کی خبر دی گئی۔ تب تو بہت ہی پشیمان ہوا۔ پیادہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک طشت سونے کا بھرا ہوا لایا۔ تلوار اور کفن اس پر رکھا ہوا۔ اور سر ننگا کئے ہوئے۔ جوتیوں کی صف میں کھڑا ہو گیا اور کہا اگر عوض خون چاہیئے تو یہ زر موجود ہے۔ اور اگر قصاص چاہتے ہو۔ تو یہ تلوار موجود ہے۔ شیخ نے فرمایا کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتَابِ مَسْطُوْرًا یعنے یہ بات لوح محفوظ میں پہلے سے لکھی گئی ہے۔ اُس کا خون بہا تیرا ملک ہے۔ اور تیرا سر جاتا رہیگا۔ بلکہ بہت سی مخلوق کے سر اور ہمارا سر بھی تمہارے سروں کے ساتھ جائیگا۔ سلطان محمد نا اُمید ہو کر واپس چلا گیا۔ اور عنقریب چنگیز خان نے خروج کیا۔ اور گذرا جو کچھ گذرا۔ ایک قوال نے شیخ مجدالدین کی مجلس میں یہ شعر پڑھا ؎

خوش بافتہ اند در ازل جامۂ عشق ۔۔۔ گر یک خط سبز بر کنارش بودے

شیخ نے اپنی ڈاڑھی پکڑی اور تلوار کا اپنے گلے پر رکھا۔ اور کہا گر یک خط سرخ بر کنارش بودے۔

بیشک اس سے اپنی شہادت کا اشارہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ رُباعی پڑھی۔ رُباعی

در بحرِ محیط غوطہ خواہم خوردن یا غرق شدن یا گُہرے آوردن

کارِ تو مخاطراست خواہم کردن یا سُرخ کنم روئے ز تو یا گردن

شیخ نجم الدین کی خدمت میں ایک درویش تھا۔ موضع بسکرآباد کا رہنے والا۔ اس کو ایک بسکروی کہا کرتے تھے۔ عالی مقام تک پہنچ چکا تھا یہاں تک کہ جب تک وہ خلوت سے باہر نہ آتا تھا۔ سماع کی مجلس ختم نہ ہوتی تھی۔ ایک دن سماع کی حالت میں اس کا وقت خوش ہُوا۔ زمین سے اُٹھا۔ اور وہاں پر ایک اونچا طاق تھا۔ اس طاق پر جا بیٹھا۔ اوپر سے اترنے کے وقت شیخ مجدالدین کی گردن پر آکودا۔ اور پاؤں نیچے لٹکا دئے۔ شیخ مجدالدین ویسے ہی چکر لگاتے تھے یہ حبشی مرد بڑا اونچا اور وزنی تھا۔ شیخ مجدالدین بڑے نازک لطیف تھے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو شیخ نے فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں ہوا۔ کہ میری گردن پر زنگی ہے یا کوئی چڑیا ہے جب وہ گردن سے اُترا تو آپ کے رخسارہ کو دانتوں سے کاٹا۔ چنانچہ اُس کا نشان ہو گیا۔ بارہا شیخ مجدالدین نے فرمایا کہ مجھ کو قیامت میں یہی بڑا فخر ہو گا کہ زنگی کے دانتوں کا اثر میرے چہرہ پر ہو گا۔ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ شیخ مجدالدین بغدادی نے یہ فرمایا ہے۔ کہ میں نے خواب حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ مایقول فی حق ابن سینا قال صلے اللہ علیہ وسلم ھو رجل اراد ان یصل الی اللہ بلا واسطتی فحجبتہ بیدی ھٰکذا فسقط فی النار یعنے آپ ابن سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایک مرد تھا جس نے ارادہ کیا تھا۔ کہ میرے واسطہ کے بغیر خدا تک پہنچے سو میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے روک دیا اس طرح حتٰے کہ دوزخ میں گر گیا میں نے یہ حکایت استاد مولانا جلال الدین چلپی کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اس پہ تعجب ظاہر کیا۔ اسکے بعد فرماتے ہیں۔ کہ میں بغداد سے شام کو جاتا تھا۔ کہ وہاں سے روم کو جاؤں جب موصل تک پہنچا تو ایک رات مسجد جامع میں تھا۔ جب میں سو گیا۔ تو دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے وہاں نہیں جاتے ہو کہ فائدہ حاصل کرو۔ میں نے دیکھا تو ایک جماعت حلقہ مار کر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک شخص اُنکے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ جن کا نور اُنکے سر سے لیکر آسمان تک پہنچتا تھا وہ باتیں کر رہے تھے۔ اور سب سُن رہے تھے میں نے کہا یہ حضرت کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آگے بڑھا اور سلام عرض کیا۔ آپنے جواب دیا۔ اور مجھ کو حلقہ میں جگہ دی۔ جب میں بیٹھ گیا۔ تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ

ماتقول فی حق ابن سینا یعنے آپ بوعلی سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ آپنے فرمایا ھو رجل اضلہ اللہ تعالیٰ علی علم یعنے وہ شخص ہے جسکو خدائے تعالےٰ نے باوجود علم کے گمراہ کردیا۔ پھر میں نے پوچھا ماتقول فی حق شہاب الدین المقتول یعنے آپ شہاب الدین مقتول کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا ھو من متبعینہ یعنے وہ اسی کے تابع ہے۔ اس کے بعد میں نے علمائے اسلام کی بابت پوچھنا شروع کیا۔ میں نے عرض کیا ماتقول فی حق فخر الدین رازی یعنے فخر الدین رازی کے حق میں کیا فرماتے ہو فرمایا ھو رجل معاتب یعنے وہ مرد ہے جس پر عتاب کیا گیا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا ماتقول فی حق حجۃ الاسلام محمد الغزالی یعنے حجۃ الاسلام امام غزالی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا ھو رجل وصل الی مقصودہ یعنے وہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے مقصود تک پہنچ گیا ہے۔ پھر میں نے پوچھا ماتقول فی حق امام الحرمین یعنے آپ امام الحرمین کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں فرمایا ھو من نصر دینی یعنے وہ شخص ہے جس نے میرے دین کی حمایت کی ہے پھر میں نے پوچھا ماتقول فی حق ابی الحسن الاشعری یعنے امام ابوالحسن اشعری کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپنے فرمایا انا قلت وقولی صدق الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ یعنے میں پہلے کہہ چکا ہوں اور میری بات سچی ہے کہ ایمان یمن والوں کا ہے اور حکمت یمانی ہے۔ اس کے بعد ایک شخص نے جو میرے نزدیک بیٹھا تھا۔ مجھ سے کہا کہ ان سوالات کو کیوں کرتا ہے۔ دعا کے لئے درخواست کر کہ جس سے تمہارا فائدہ ہو۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھلایئے آپ نے فرمایا کہو اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیَّ حَتّٰی اَتُوْبَ وَاعْصِمْنِیْ حَتّٰی لَا اَعُوْدَ وَحَبِّبْ اِلَیَّ الطَّاعَاتِ وَکَرِّہْ اِلَیَّ الْخَطِیْئَاتِ یعنے اے پروردگار میری طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ میں توبہ کروں اور مجھ کو بچالے۔ یہاں تک کہ پھر گناہ نہ کروں۔ مجھے عبادت کی محبت اور گناہوں کی کراہت دے۔ اس کے بعد مجھ سے حضور نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ روم کی طرف۔ فرمایا الروم مادخلہ المعصوم یعنے روم میں معصوم داخل نہیں ہوتا۔ جب میں اس خواب سے بیدار ہوا۔ وہاں ایک بالاخانہ تھا جس میں مولنا موفق الدین کواشی رہتے تھے اور آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ میں ان کی زیارت کو گیا۔ پوچھا کہ تم کون ہو۔ میں نے بتایا۔ پوچھا کہاں سے آتے ہو۔ میں نے کہا بغداد سے۔ پوچھا اب کہاں جاؤگے۔ میں نے کہا روم کو۔ کہا روم کو جاتے میں نے کہا ہاں۔ کہا الروم مادخلہ المعصوم جب انہوں نے یہ کلمہ کہا۔ تو میں بڑا تعجب کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ شائد آپ کل کی مجلس میں موجود تھے۔ کہا دعنی یعنے مجھے

چھوڑ مجھے چھوڑ یعنے یہ بات نہ پوچھ۔ آخر میں نے ان کا پیچھا چھوڑا۔ اور واپس آیا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ مولانا جمال الدین ایک بزرگ مرد تھے۔ جن کی مشہور تصانیف علوم میں بہت ہیں۔ اُن میں اور امام غزالی میں دو دو اسطوں سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کی یہ حکایت شیخ مجد الدین کی خواب کی صحت کی دلیل ہے۔ جب شیخ مجد الدین کو سنہ ۶۰۶ھ اور بعض کے نزدیک سنہ ۶۱۶ھ میں شہید کر دیا گیا۔ اور اُن کی بیوی جو کہ نیشاپور کی تھیں انکو وہاں سے لے گئیں۔ اور سنہ ۶۱۰ھ کو ان کو اسفراین میں لے گئے ❋

شیخ سعد الدین حموی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ کا نام محمد بن المؤید بن ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ ہے آپ شیخ نجم الدین کبرےٰ قدس اللہ تعالیٰ روحہ کے مرید ہیں۔ امام یافعی کی تاریخ میں ہے کہ وہ صاحب احوال اور ریاضات تھے۔ اُنکے اصحاب مرید تھے وہ صاحب کلام تھے۔ قاسیوں کے دامن میں (یعنی صالحیہ دمشق) ایک مُدت تک رہے تھے۔ پھر خراسان کی طرف لوٹ آئے۔ اور وہیں فوت ہوئے۔ ظاہری باطنی علوم میں یگانہ تھے انکی تصنیفات بہت ہیں جیسے کتاب محبوب سجنجل الارواح وغیرہ ان کی تصنیفات میں رموز کی باتیں اور مشکل کلمات، رقمیں، شکلیں، دائرہ ایسے بکثرت ہیں۔ کہ عقل فکر کی نظر اس کے کشف وحل سے عاجز ہے اور بیشک جب تک بصیرت کی آنکھیں کشف کے نور سے نہ کھلیں۔ ان کا سمجھنا مشکل ہے آپ فرماتے ہیں۔ بشرنی اللہ سبحانہ وقال من اصغی لکلامک بحسن القبول والاعتقاد فی ذکری وتعریفی فقد اندرجت فیہ نطفۃ العلم والمعرفۃ وان التبس علیہ فی الحال فقد ثبت لہ النصیب فی طور من الطوار لا یعنے مجھ کو خدا تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص تیری بات کو حسن قبول اور اعتقاد کے ساتھ میرے ذکر اور میری تعریف میں سُنے تو اس میں علم اور معرفت کا مایۂ خمیر موجود ہوگا۔ اور اگر بالفعل اس پر وہ امر مشتبہ ہو لیکن اس کے لئے ایک قسم کا حصّہ موجود ہو جائیگا۔ شیخ صدر الدین قونیزی قدس اللہ تعالیٰ سرہ ان کی خدمت میں پہنچے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے سُنا تھا یہ کہتے تھے عہد سات ہیں۔ صرف عہد الست بربکم میں منحصر نہیں ہے۔ میں نے یہ بات شیخ محی الدین قدس سرہ سے کہی۔ اُنہوں نے فرمایا کردہ کلیات کہتے ہیں۔ ورنہ جزئیات تو اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ شیخ مؤید الدین جنیدی

فصوص الحکم کی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ شیخ صدرالدین ایک دن سماع کی مجلس میں شیخ سعدالدین کے ساتھ حاضر تھے شیخ سعدالدین نے سماع کے درمیان اس صفہ کی طرف منہ کیا۔ جو اس مکان میں تھا۔ اور پورے ادب سے کھڑے ہوگئے اس کے بعد اپنی آنکھیں چھپا لیں۔ اور آواز دی کہ صدرالدین کہاں ہیں۔ جب شیخ صدرالدین سامنے آئے تو اُس کے سامنے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم اس صفہ میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے چاہا کہ وہ آنکھیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک سے مشرف ہوئی ہیں پہلے تیرے منہ پر کھولوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری روح کو عروج ہوا قالب سے علیحدہ ہوگئی۔ تیرہ دن تک مردہ کی طرح پڑا رہا۔ کوئی حرکت نہ کرتا تھا جب روح قالب میں آئے جسم کھڑا ہوگیا۔ اسے خبر ہی نہیں تھی۔ کہ کتنے دن تک پڑا رہا ہے۔ اوروں نے جو حاضر تھے بتلایا کہ تیرہ دن ہوگئے ہیں۔ کہ آپ کا قالب ایسا ہی پڑا ہے۔ آپ کے اشعار جو کتاب محبوب میں ہیں ؎

یا راحة مهجتی و نور البصر | استیقظ قلبی بك وقت السحر
ناجیت ضمیر خاطری یا قمری | انی انا فیك وانت فی نظری

یعنے اے میری جان کی راحت اور آنکھوں کی بینائی میرا دل تیرے لئے صبح کے وقت بیدار ہوا میرے دل نے سرگوشی کی اے میرے چاند میں تجھ میں ہوں اور تو میری نظر میں ہے اور یہ فارسی کی رباعیاں بھی اسی طرح کی ہیں۔ **رُباعی۔**

کافر نشوی ار زلف نگارم بینی | مومن نشوی ار عارض یارم بینی
در کفر میامیز و در ایمان مسگر | تا عزت یار و افتقارم بینی

؎

بے تو نظرے بہشت مرا در کارے | بے روئے تو خوش نیایدم گلزارے
در باغ رضائے چو تو زیبا یارے | پیدا و نہاں روئے تو بینم بارے

؎

بے تو نہ بہشت بایدم نے رضوان | نے کوثر و زنجبیل و بحرِ حیوان
با قہر تو دوزخ است و از رضوان | با لطف تو دوزخ ہمہ روح و ریحان

یہ شعر بھی اسی طرح کے ہیں ؎

انت قلبی و انت فیه حبیب ولسقم القلوب انت طبیب
لیس فی القلب من یحبک صدقا غیر ذکراک حالة یستطیب
انت سقمی وصحتی و شفائی وبک الموت والحیاة یطیب
واذا ما نظرت فی بلطف عن فوادی و عینی لا تغیب
لک سری ومحبتی وضمیری ساجد شاهد ومالی نصیب

یعنے تو میرا دل ہے اور اس میں تو حبیب ہے۔ اور دلوں کی بیماری کا تو طبیب ہے اس شخص کے دل میں جو تجھے دوست رکھتا ہے تیرے ذکر کے سوائے اور کوئی ایسی حالت جو اچھی ہو۔ نہیں ہے۔ تم ہی بیماری اور صحت و شفا ہو۔ تیرے ساتھ مرنا جینا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب تو میری طرف بنظر لطف دیکھتا ہے۔ تو میرے دل اور آنکھ سے غائب نہیں ہوتا۔ تیرے لئے میرا باطن جان و دل سجدہ کرنے والے اور حاضر ہیں۔ اور میرا اس میں کچھ حصہ نہیں۔ یعنے سب کچھ تیرا ہی ہے۔ آپ کی عمر ۶۳ سال کی ہوئی ہے۔ عید اضحیٰ کے دن ۶۲۵ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ آپ کی قبر شریف بحرآباد میں ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ سیف الدین باخرزی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ شیخ نجم الدین کبرےٰ رح کے خلفا میں سے ہیں علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد شیخ کی خدمت میں آئے۔ اور تربیت پائی۔ شروع میں جب آپ کو خلوت میں بٹھایا۔ تو دوسرے چلہ میں اُن کی خلوت میں آئے۔ اور اپنی انگشت مبارک اُن کی خلوت کے دروازہ پر ماری کہ اے سیف الدین ؎

منم عاشق مرا غم سازوار است تو معشوقی ترا با غم چہ کار است

اُٹھو اور باہر آؤ۔ اس وقت لے ہاتھ کو پکڑا۔ اور خلوت سے باہر نکالا۔ بخارا کی طرف روانہ کر دیا۔ ایک دفعہ شیخ نجم الدین کے لئے خطا سے ایک لونڈی لائی گئی تھی۔ زفاف کی رات میں اپنے مریدوں سے کہا۔ کہ آج کی رات ہم مشروعہ لذت میں مشغول ہونگے۔ تم لوگ بھی ہماری موافقت کے لئے ریاضت چھوڑ دو۔ فراغت آرام سے سو رہو۔ جب حضرت شیخ نے یہ کہا۔ شیخ سیف الدین نے اس رات بڑا لوٹا پانی کا بھر لیا۔ اور شیخ کے خلوت کے دروازہ پر لبیک کھڑے ہو گئے۔ جب صبح کے وقت شیخ باہر نکلے۔ تو اُن کو کھڑے

ہوئے دیکھ کر کہا کہ کیا ہم نے یہ نہ کہا تھا۔ کہ آج کی رات اپنی لذت وحضور میں مشغول رہو۔ تم نے کیوں اپنے آپ کو اس رنج وریاضت میں ڈال رکھا۔ آپ نے کہا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ جو شخص لذت اور حضور سے مشغول ہو سو مجھے اس سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں کہ حضرت شیخ کے آستانہ پر کھڑا ہوں۔ شیخ نے کہا تجھے خوشخبری ہو کہ بادشاہ تمہاری رکاب میں چلینگے۔ ایک دن ایک بادشاہ شیخ سیف الدینؒ کی زیارت کو آیا۔ واپس جانے کے وقت شیخ سے درخواست کی کہ میں نے ایک گھوڑا شیخ کی نظر کیا ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ شیخ تشریف لے چلیں تاکہ میں اپنے ہاتھ سے آپ کو سوار کروں۔ شیخ نے اس کی التماس قبول کی۔ خانقاہ کے دروازہ تک آئے۔ بادشاہ نے اس کی رکاب پکڑی۔ یہاں تک کہ آپ سوار ہوگئے۔ گھوڑے نے سرکشی کی۔ لگام ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ پچاس قدم کے قریب تک بادشاہ شیخ کی رکاب میں دوڑا گیا۔ شیخ نے بادشاہ سے کہا کہ اس گھوڑے کی سرکشی میں یہ حکمت تھی۔ کہ ہم ایک رات شیخ الاسلام شیخ نجم الدین کی خدمت میں تھے۔ آپ نے ہم کو خوشخبری سنائی تھی۔ کہ تمہاری رکاب میں بادشاہ دوڑیگا۔ اب شیخ کی بات سچی ہوئی۔ آپ کے پاک کلمات میں سے یہ ہے ؎

ہر شب بمثال پاسبان کو بیت
میگردم گرد آستان کو بیت

باشد کہ برآید اے صنم روز حساب
نامم زجریدۂ سگان کو بیت

؎

ہر چند گہے زعشق بیگانہ شوم
باعاقبت آشنا و ہمخانہ شوم

ناگاہ پری رُخے بمن برگذرد
برگردم ازاں حدیث و دیوانہ شوم

ایک دن کسی درویش کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ اے شیخ آپ اس کو تلقین فرمائیے۔ تب آپ میت کے چہرہ کے پاس آئے۔ اور یہ رباعی پڑھنے لگے۔ رُباعی

گر من گنہ جملہ جہان کردستم
لطفِ تو امید است کہ گیرد دستم

گفتی کہ بوقت عجز دستت گیرم
عاجز تر ازیں مخواہ کہ اکنوں ہستم

آپ نے ۶۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ اور آپ کی قبر بخارا شریف میں مشہور ہے قدس اللہ سرہٗ ⁂

شیخ العالم عین الزمان جمال الدین گیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی شیخ نجم الدینؒ کے خلیفہ ہیں۔ بڑے عالم، فاضل ہوئے ہیں۔ شروع میں جب آپ نے ارادہ کیا کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں کتب خانہ میں آئے۔ اور علوم عقلی و نقلی کے لطائف میں سے

ایک مجموعہ انتخاب کیا جو سفر میں ان کا غمخوار ہے جب خوارزم کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رات کو خواب میں شیخ ان سے کہتے ہیں۔ کہ اے گیلیک اپنی گٹھڑی کو پھینک کر آؤ۔ جب جاگے تو سوچنے لگے کہ گٹھڑی کیا ہے، میرے پاس دنیا میں کچھ نہیں۔ اس کے جمع کی مجھے فکر نہیں ہے۔ دوسری رات اسی طرح خواب میں دیکھا تیسری رات بھی آخر شیخ سے پوچھا کہ حضرت وہ گٹھڑی کیا ہے۔ فرمایا وہ مجموعہ جو تم نے جمع کیا ہے۔ پھر جب جاگے تو اس کو جیحوں دریا میں پھینک دیا۔ جب شیخ کے حضور میں پہنچے۔ تو فرمایا اگر تم اس مجموعہ کو نہ پھینکتے تو تم کو کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ پھر ان کو خرقہ پہنا دیا اور چلہ میں بٹھلایا۔ چلے پورے ہونے کے بعد عین الزمان لقب رکھا۔ شیخ جمال الدین قزوین میں رہتے تھے۔ قزوین کے سادات میں سے ایک سید کا شیراز جانے کا ارادہ ہوا۔ شیخ سے التماس کی کہ شیراز کے بادشاہ کی طرف جو آپ کا بڑا معتقد ہے سفارش لکھ دیں۔ شیخ نے ایک ٹکڑا کاغذ کا منگوایا اور اس پر لکھ دیا۔ عسل و رازیانہ۔ اس کو یہ پرچہ دیدیا۔ جب وہ سید شیراز میں گئے اور بادشاہ کی ملاقات کا ارادہ کیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ ان کے شکم میں درد ہے اور حمام میں گئے ہیں وہ سید حمام پر پہنچا۔ دیکھا کہ بادشاہ حمام میں بیٹھے ہیں۔ اور درد شکم سے بڑے پریشان ہیں۔ اس نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ کہا قزوین سے۔ شیخ کا حال پوچھا۔ تب وہ پرچہ کاغذ کا نکالکر اس نے دیدیا۔ کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا عسل و رازیانہ۔ بادشاہ نے کہا کہ شیخ نے اپنے نور فراست و کرامت سے میرا علاج لکھدیا ہے حکم دیا کہ یہ دوا جلد لاؤ۔ چنانچہ شہد اور رازیانہ لایا گیا۔ بادشاہ نے جب کھایا تو اسی وقت اس کو آرام آگیا۔ اس سید کی بڑی خاطر و خدمت کی ؎

باباکمال جندی رحمۃ اللہ تعالیٰ

جب کمال جندی نے شیخ نجم الدین رح کی صحبت میں تکمیل اور اکمال کا مرتبہ حاصل کیا۔ حضرت شیخ نے ان کو خرقہ دیا۔ اور کہا کہ ترکستان کے ملک میں مولانا شمس الدین مفتی کا ایک صاحبزادہ ہے جس کا نام احمد مولانا کہتے ہیں۔ یہ ہمارا خرقہ اس کو پہنچا دینا۔ اور اس سے تربیت حاصل کرنے میں دریغ نہ کرنا۔ جب باباکمال جند میں پہنچے تو بچے کھیل رہے تھے۔ اور احمد مولانا چونکہ ابھی بچہ تھے۔ ان میں موجود تھے لیکن کھیلتے نہ تھے۔ ان کے کپڑے سنبھالتے تھے۔ جب باباکمال کو دیکھا۔ تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کا استقبال کر کے ان کو سلام کیا۔ اور پھر کہا چند ہم دوسروں کے کپڑے

ؔ دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ اصل خرابی زبان نکند ۱۲

سنبھالتے ہیں اور تم ہمارے جامہ کو سنبھالتے ہو۔ بابا کمال نے اُن کو اٹھالیا، اور مفتی صاحب کے مکان میں آئے۔ مفتی صاحب نے کہا ہمارا یہ فرزند مجذوب ہے شاید تمہاری خدمت اچھی نہ کرسکے۔ اس کا چھوٹا بھائی دانشمند مولانا بڑا دانا ہے اور با ادب ہے۔ بابا نے کہا وہ بھی با نصیب ہوگا۔ لیکن ہم تو اپنے شیخ کے حکم سے ان کی خدمت میں آئے ہیں۔ احمد مولانا نے تھوڑے سے عرصہ میں پوری تربیت حاصل کرلی۔ انکے کمالات کا شہرہ پھیل گیا۔ بہت سے طالبین ان کی صحبت سے کمال کے درجہ تک پہنچ گئے۔ منجملہ اُن کے شیخ بہاؤ الدین کبرے ہیں۔ کہ اپنے بھائی دانشمند مولانا کی تربیت کو جن کا نام محمدؒ ہے انکے حوالہ کردیا تھا۔ اور شیخ بہاؤ الدین نے اپنے فرزند ابوالفتح کی تربیت دانشمند مولانا کے سپرد کردی تھی۔ بیشک خواجہ ابوالوفا خوارزمی کی نسبت ابوالفتح کے ساتھ ہے چنانچہ اپنے مشائخ کے سلسلہ میں کہتے ہیں۔ نظم

رسید فیض علی را از احمد مختار | پس از علی حسن آمد خزینۂ اسرار
حبیب طائی و معروف پس سری و جنید | دو بو علی است دگر مغربی سر اخیار
عقیب ایں ہمہ ابوالقاسم وپس از نساج | امام احمد و پس سہروردی و عمار
پس از اکابر مذکور شیخ نجم الدین | کہ بود قدوۂ اخیار و سرور ابرار
کمال و احمد و آنکہ بہاء ملت و دین | دگر محمد و پس بو الفتوح فخر کبار

خواجہ ابوالوفا خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

خواجہ ابوالوفا کو ارباب توحید اصحاب ذوق اور وجد کے صاف مشرب سے پورا حصہ ملا ہوا تھا۔ چنانچہ ان کے رسالوں، شعروں سے خصوصاً رباعیات سے یہ مطلب ظاہر ہوتا ہے اس مطلب کے اثبات کے لئے ان کی چند رباعیاں نقل کی جاتی ہیں۔ رُباعی

اے آنکہ توئی حیاتِ جان و جانم | در وصف تو گرچہ عاجز و حیرانم
بینائی چشم من توئی مے بینم | دانائی عقل من توئی مے دانم

ہ

من از تو جدا نہ بودہ ام تا بودم | اینست دلیل طالع مسعودم
در ذات تو ناپدیدم ار معدومم | در نور تو ظاہرم اگر موجودم

ہ

چوں بعض ظہورات حق آمد باطل — پس منکر باطل نشود جز جاہل
در کلِ وجود ہر کہ جز حق بیند — باشد ز حقیقۃ الحقائق غافل

ہ

او ہست نہاں و آشکاراست جہاں — بل عکس بود بشہودِ اہل عرفاں
بل اوست ہمہ چہ آشکارا چہ نہاں — گر اہل حقے غیر یکے ہیچ مداں

ہ

یکیست ولے نہ آں یکے کش دانی — یکے کہ نباشد آں یکے را ثانی
خود را ز قیودِ خود اگر برہانی — دریابیش نہ از دلایل برہانی

ہ

بد کردم و اعتذار بدتر ز گناہ — چوں ہست دریں عذر سہ دعوئ تباہ
دعوی وجود دعوئ قدرت و فعل — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہ

دردِ دلِ خود مگو بہ بیگانہ و خویش — ہر شربت کہ ازیں آید پیش
جز صبر مداں چارۂ کارِ دلِ خویش — تسلیم و رضا بہر شناس اے درویش

خواجہ ابوالوفا کی وفات ۸۳۵ھ کے مہینوں میں ہوئی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ +

شیخ نجم الدین رازی المعروف بدایہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی شیخ نجم الدین کبرےٰ کے مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ نے انکی تربیت کو شیخ مجدالدین کے حوالہ کر دیا تھا۔ مرصاد العباد اور تفسیر بحر الحقائق کے آپ ہی مصنّف ہیں۔ آپ کو کشف حقائق اور شرح دقائق میں قوت و قدرت پوری تھی۔ چنگیز خاں کی لڑائی کے موقعہ پر خوارزم سے باہر نکل آئے تھے اور روم میں چلے گئے تھے۔ ان کو شیخ صدرالدین قونیوی اور مولانا جلال الدین رومی سے ملاقات کا اتفاق ہوا تھا کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں سب جمع تھے۔ شام کی نماز کھڑی ہوئی۔ آپ سے امامت کی درخواست کی گئی۔ آپ نے دونوں رکعت میں قل یا ایھا الکفرین پڑھا جب نماز پوری کر چکے تو مولانا جلال الدین رومی نے شیخ صدرالدین سے خوش طبعی کے طور پر کہا کہ ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے ایک یار یہ سورۃ تمہارے لئے پڑھی ہے اور ایک بار ہمارے لئے۔ آپ کی وفات

سنہ ۵۴۶ھ میں ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ شونیز یہ بغداد میں شیخ سری سقطی و شیخ جنید رحمہ کے مقبرہ کے باہر ان کا مزار ہے واللہ اعلم۔ آپ کے شعروں میں سے یہ ایک رباعی ہے۔ رباعی

شمع ار چہ چو من داغ جدائی دارد ۔۔۔ با گریہ و سوز آشنائی دارد
سر رشتۂ شمع بہ کہ سر رشتۂ من ۔۔۔ کاں رشتۂ سر بروشنائی دارد

شیخ رضی الدین علی لالا غزنوی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

وھو علی بن سعید بن عبد الجلیل اللالاء الغزنوی یعنی وہ علی بن سعید بن عبد الجلیل لالا غزنوی ہیں۔ اور یہ شیخ سعید کہ شیخ علی لالا کا فرزند ہے حکیم سنائی کے چچازاد بھائی ہیں حج کے قصد سے خراسان میں آئے تھے۔ اور شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ کی خدمت میں پہنچے تھے ان دنوں میں کہ شیخ نجم الدین کبریٰ ہمدان کو حدیث کی طلب کے لئے جاتے تھے۔ تو وہاں سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر جو ایک گاؤں تھا۔ جہاں علی لالا رہتے تھے۔ وہاں پر شیخ اترے تھے۔ اتفاقاً شیخ علی لالا نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک سیڑھی آسمان تک لگائی گئی ہے ایک شخص سیڑھی کے پاس کھڑا ہے لوگ ایک ایک کر کے اُسکے پاس آتے ہیں۔ اور وہ اُن کا ہاتھ پکڑ کر اس کو آسمان کے دروازہ تک لے جاتا ہے اور وہاں پر ایک شخص ہے کہ ان کا ہاتھ پکڑ کے ان کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ اور وہ اُن کو آسمان پر لیجاتا ہے شیخ علی لالا بھی گئے۔ اُن کو سیڑھی کے اوپر لے گئے۔ اور ان کا ہاتھ اُسکے ہاتھ میں دیدیا۔ ان کو آسمان پر لے گئے۔ جب اس واقعہ کو انہوں نے اپنے باپ کے سامنے بیان کیا۔ تو ان کے باپ نے کہا کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو۔ کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ اور اس کا نام جانتا ہوں۔ کہا اسکی طلب کرنی چاہئے۔ کیونکہ تیری کنجی اس کے پاس ہے۔ پس شیخ علی لالا اس کی طلب میں مسافر ہوئے کتنے سال تک جہان کے گرد سفر کرتے رہے۔ مگر اُن کا نام و نشان نہ ملتا تھا یہاں تک کہ شیخ نجم الدین خوارزم میں آئے۔ اور انہوں نے اس طریق کو پھیلایا اس وقت شیخ علی لالا ترکستان میں تھے۔ شیخ احمد یسوی کی خانقاہ میں ایک دن ایک شیخ خوارزم سے آیا تھا۔ شیخ علی لالا خلوت میں تھے۔ سنتے تھے۔ کہ شیخ احمد اس سے یہ پوچھتے تھے۔ خوارزم میں کوئی درویش بھی ہے۔ لوگ کس کام میں مشغول ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ان دنوں ایک جوان آیا ہے۔ لوگوں کی ہدایت کی طرف مشغول ہے لوگ اس کے پاس جمع ہونے جاتے ہیں پوچھا کہ اُن کا نام کیا ہے۔ کہا نجم الدین کبریٰ۔ جب شیخ علی لالا نے یہ نام سُنا۔ خلوت سے باہر

نکل آئے اور سفر کے لئے کمر باندھ لی۔ شیخ احمد لسیوی نے فرمایا۔ کہ کیا ہے۔ کہا میں سفر کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا صبر کرو سردی گزر جائے۔ کہا کہ میں صبر نہیں کر سکتا۔ تب شیخ نجم الدین کی خدمت میں آئے اور سلوک میں مشغول ہوئے۔ اُسکے تھوڑے عرصہ کے بعد شیخ مجد الدین آئے۔ اور مُرید ہوئے۔ شیخ نجم الدین کو پینتیس سال کے قریب ہو چکے تھے۔ کہ سلوک میں مشغول تھے۔ شیخ مجد الدین تین چار سال شیخ علی لالا سے بڑے تھے۔ لیکن شیخ علی لالا بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہ چکے تھے بشروع جوانی میں اس میں مشغول ہوئے تھے۔ اور یہ ابھی اس وقت سلوک میں مشغول نہ ہوئے تھے۔ بلکہ تحصیل علم کرتے تھے کہتے ہیں کہ ایک سو چوبیس مشائخ کامل مکمل سے خرقہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد ان میں سے ایک سو خرقے باقی رہے تھے۔ آپ نے ہندوستان کا بھی سفر کیا تھا۔ اور ابو رضا رتن رضی اللہ عنہ کی صحبت بھی حاصل کی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت اُن سے لی تھی۔ چنانچہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور کہا ہے۔ صحب صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابا الرضا رتن بن النصر رضی اللہ عنہ فاعطاہ مشط من امشاط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنے شیخ علی لالا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو رضا رتن بن نصر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے ہیں۔ اُنہوں نے اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شانہ عنایت کیا تھا۔ اور شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے اس شانہ کو خرقہ میں لپیٹ کر ایک کاغذ میں رکھا۔ اور اُس کاغذ پر اپنے مبارک خط سے یہ عبارت لکھی۔ ھٰذا المشط من امشاط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصل الی ھذا الضعیف من صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھٰذہ الخرقۃ وصلہ ابن ابی الرضا رتن رفم الی ھٰذا الضعیف یعنے یہ ایک شانہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شانوں میں سے اس عاجز کو صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے۔ اور یہ خرقہ بھی ابن ابی الرضا رتن سے اس عاجز کو پہنچا ہے۔ اور شیخ رکن نے یہ بھی اپنے مُبارک خط سے لکھا ہے۔ ایسا کہتے ہیں کہ وہ امانت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شیخ رضی اللہ عنہ علی لالا کے لئے تھی۔ اور یہ رباعی اس حضرت کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ رُباعی۔

ہم جان بہزار دل گرفتار تو است ۔۔۔ ہم دل بہزار جان خریدار تو است
اندر طلبت نہ خواب باید نہ قرار ۔۔۔ ہرکس کہ در آرزوئے دیدار تو است

آپ ۳ ربیع الاول ۶۴۲ھ میں فوت ہوئے ہیں +

شیخ جمال الدین احمد جوزفانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ رضی الدین علی لالا کے مریدوں میں سے ہیں. شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کہتے ہیں۔ شیخ احمد عجیب ذاکر شخص ہوئے ہیں، ان کا تمام مرتبہ ہے۔ میں نے عالم غیب میں ان کے سلوک کا مرتبہ شیخ ابوالحسن خرقانی کے مناسب پایا۔ اور شیخ رضی الدین علی لالا کو سلطان بایزید قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے مناسب پایا۔ شیخ رضی الدین علی لالا کہتے ہیں۔ جو شخص کو ہماے احمد کی خاموشی کی موافقت کرے تو جو کچھ لوگوں نے حضرت جنیدؒ اور شبلیؒ سے حاصل کیا تھا۔ اس سے حاصل کریں۔ ایک دن شیخ سعد الدین حموی جورفان میں پہنچے کسی کو بھیجا اور شیخ احمد کو طلب کیا۔ شیخ احمد نے گوشہ نشینی کی نیت کر لی تھی نہ آئے۔ پھر بھیجا کہ آنا چاہئے کیونکہ مجھے اشارہ ہوا ہے کہ جب تمہارے لئے شیخ علی نے اجازت نامہ لکھدیا ہے میں بھی لکھدوں. شیخ احمد نے جواب کہلا بھیجا۔ کہ میں خدائے تعالےٰ کے اجازت نامہ سے عبادت نہیں کرونگا شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ بات مجھے پسند نہ آئی۔ ایک دفعہ شیخ جمال الدین احمد نے ایک مرید کو دیکھا۔ کہ مراقبہ کئے ہوئے تھا۔ جوتا نکالا اور چند ڈبل جوتے اس کی گردن کے پیچھے لگائے۔ اُس نے کہا میں مراقبہ میں تھا. شیخ کیوں خفا ہوتے ہیں. فرمایا کہ مراقبہ اس شخص کو لائق ہے۔ کہ جس نے ہفتہ بھر کھانا نہ کھایا ہو جب پاؤں کی آواز سنے تو اُس کے دل میں یہ نہ آئے۔ کہ یہ میرے لئے روٹی لاتا ہے۔ آپنے ربیع الآخر کے آخر ۶۶۹ھ میں دُنیا سے رحلت فرمائی ہے +

شیخ نور الدین عبد الرحمٰن اسفرائنی سرقی رحمۃ اللہ

آپ شیخ احمد جوزفانی کے مریدوں میں سے ہیں. طالبوں کو راہ سلوک طے کرانے اور مریدوں کی تربیت اور ان کے کشف وقائع میں بڑے مرتبہ پر تھے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے پوچھا کہ اس زمانہ میں کون کون اولیاء باقی رہے ہیں میں نے کہا کہ ابن عجیل یمن میں شمس الدین ساوجی شتر میں، خواجہ حاجی رح ابہر میں، میں نے چند مشائخ کا نام جو کہ صراط مستقیم پر تھے گنا۔ میرے باپ نے کہا کہ پھر یہ کیا بات ہے کہ باوجود یکہ یہ سب بزرگ موجود ہیں تم نے شیخ نور الدین عبد الرحمٰن ہی سے کیوں ارادت و عقیدت رکھی۔ اور دوسروں کی طرف توجہ نہ کی۔ میں نے کہا میرا ایک مطلب تھا کہ انکے ارشاد کے سوا درست نہیں۔

ہو سکتا تھا۔ اور مجھے اس سے مطلب نہ تھا کہ میں بزرگوں کو دیکھتا پھروں۔ اور جس کو سب سے بڑھ کر پاؤں اسکی خدمت میں جاؤں۔ کیونکہ اگر کسی کو لوہار سے مطلب ہو وہ سُنار کی دکان پر چلا جائے تو اس پر عقل ہنسیگی۔ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ اگر اس آخر زمانہ میں شیخ نورالدین عبدالرحمن قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ کا وجود نہ ہوتا۔ تو سلوک بالکل مٹ گیا ہوتا۔ اس کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔ لیکن جب خدائیتعالیٰ کو اس طریقہ کا قیامت تک باقی رکھنا منظور تھا۔ اس لئے ان کی وجہ سے اسکو نیا کر دیا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دن جماعت خانہ میں غائب ہو گیا۔ تو امام غزالی رحمۃ اللہ کو دیکھا۔ کہ زانو پر سر رکھ کر قلم دو انگلیوں میں پکڑے ہوئے حیران بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ امام کس فکر میں ہیں۔ کہا میں کیونکر فکر نہ کروں۔ کہ میں نے سیمرغ کی بیس صفتیں لکھی تھیں۔ مگر اس وقت دیکھتا ہوں۔ تو سب غلط نکلیں۔ میں نے یہ واقعہ شیخ نورالدین عبدالرحمن کی خدمت میں بیان کیا۔ فرمایا عجب بات ہے۔ میں بھی جب موضع شفان میں تھا۔ اس وقت مجھے معرفت کی باتیں کرنے کی بڑی حرص تھی۔ میں نے غیبت کی حالت میں دیکھا کہ حق تعالیٰ مجھے فرماتا ہے تم نہیں جانتے۔ کہ امام غزالی کو تمام حسرتوں میں سے ایک بڑھ کر یہ حسرت رہی۔ کہ سلوک پورا نہ کر کے ہمارے حضور میں آئے۔ جب میں غیبت کی حالت سے باہر آیا تو اپنی زبان پر گرہ پائی۔ اور خاموشی اختیار کی۔ اپنے کام میں مشغول ہوا۔ آپ کی ولادت شوال ۶۳۹ھ میں ہوئی اور بغداد میں ان کا انتقال ہوا +

ابوالمکارم رکن الدین علاؤالدولہ احمد بن محمد البیابانکی السمنانی قدس اللہ سرہٗ

آپ دراصل سمنان کے بادشاہوں میں سے ہیں پندرہ سال کے بعد سلطان وقت کی خدمت میں مشغول ہوئے۔ ایک لڑائی میں جبکہ سلطان کو دشمن سے مقابلہ پڑا۔ ان کو جذبہ ہو گیا۔ اس کے بعد ۶۸۷ھ ہجری میں بغداد جا کر شیخ نورالدین عبدالرحمن کسرقی کی خدمت میں پہنچے۔ جبکہ وہ عرب سے واپس تشریف لائے تھے۔ اور ۶۸۹ھ میں ارشاد کی اجازت مل گئی۔ اور ۷۲۰ھ کے بعد سکاکیہ خانقاہ میں سولہ سال میں ایک سو چالیس چلّے نکالے کہتے ہیں کہ باقی عمر میں ایک سو تیس چلہ اور نکالے۔ اور آپکی عمر ۷۷ سال کو پہنچی تو شب جمعہ دوسری رجب ۷۳۶ھ میں برج احرار صوفی آباد میں خدا کی رحمت میں جا ملے۔ اور قطب زمان عمادالدین عبدالوہاب کی خانقاہ میں

دفن ہوئے۔ ایک چوپان یادشاہ نے شیخ کے پاس ہرن بھیجا۔ اور سلام کہلا بھیجا۔ عاجزی کی کہ گوشت شکار کا ہے تناول فرمایئے۔ جلال ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھ کو اس وقت امیر نوروز کی حکایت یاد آئی جبکہ وہ خراسان میں تھا۔ اور میں مشہد طوس کی زیادت کو گیا تھا۔ اس نے سُنا اور پنجاہ سوار کے ساتھ میرے پیچھے آیا۔ اور کہا میں چاہتا ہوں۔ کہ جب تک آپ خراسان میں رہیں۔ میں آپ کے ساتھ رہوں۔ چند دن تک اسکی مصاحبت کا اتفاق پڑا۔ ایک دن آیا۔ اور دو خرگوش لایا۔ کہا کہ میں نے تو کھایا ہے تم بھی کھاؤ۔ میں نے کہا یہ خرگوش کا گوشت ہے۔ خواہ کسی نے مارا ہے میں نہ کھاؤنگا۔ کہا کیوں۔ میں نے کہا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق حرام ہے۔ اور جب بزرگوں میں سے ایک نے اسکو حرام جانا ہے۔ تو نہ کھانا اس کا بہتر ہے۔ چلا گیا۔ دوسرے دن ہرن لایا اور یہ کہا کہ اس ہرن کو میں نے شکار کیا ہے۔ ایسے تیر کے ساتھ کہ جس کو میں نے خود تراشا ہے۔ میں اس گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا کہ جو پشت در پشت غارت سے پہلے ہم کو ملا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ وہی حکایت مولانا جلال الدین درگزینی کی ہے۔ کہ ایک مغلئی سردار جو ہمدان کے اطراف میں رہتا تھا۔ اور اُنکے ساتھ عقیدت کا دعویٰ رکھتا تھا ایک دن ان کی خدمت میں آیا۔ دو مرغابیاں لایا۔ اور اُنکے سامنے رکھدیں۔ اور کہا کہ ان کو میرے باز نے پکڑا ہے اور حلال ہے مولانا کھائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مرغابی میں کلام نہیں ہے۔ اس میں کلام ہے کہ تیرے باز نے کل تک کسی بڑھیا عورت کی مرغی کھائی ہے۔ کہ آج اسکو اس مرغابی کے پکڑنے کی طاقت آگئی ہے۔ اُٹھا اور لیجا یہ تمہارے لائق ہے۔ تمہارے گھوڑے نے کل تک کسی مظلوم کے جو کھائے ہیں۔ کہ اُسکو دوڑنے کی قوت آگئی۔ کہ تو اس کی پیٹھ پر ہرن مار سکتا ہے مجھ کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ القصہ ہر چند کہا۔ مگر اس کا گوشت مَیں نے نہ کھایا لیکن میں نے درویشوں سے کہا کہ تم کھالو شاید کہ عجز و نیاز سے لایا ہے تو اسکی نیازمندی کی وجہ سے اس کا کام نکل آئے۔ ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا۔ کہ جب اس بدن کہ خاک میں کچھ نہیں اور جو بدن کہ روح سے فائدہ حاصل کرتا تھا اس سے جُدا ہو گیا۔ اور عالم ارواح میں تو کوئی پردہ نہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ قبر پر جایا جاوے کیونکہ جہاں کسی بزرگ کی روح سے توجہ کی جائیگی۔ تو ویسی ہی ہوگی جو اس کے مزار پر ہوگی۔ شیخ نے فرمایا کہ وہاں جانے میں بہت سے فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب کسی بزرگ کی زیارت کو جاتا ہے جسقدر کہ چلیگا۔ اسی قدر اسکی توجہ زیادہ ہوگی۔ اور جب اسکی قبر پر پہنچیگا۔ اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ تو

تو اُس کی حس بھی اس کی طرف مشغول اور پورے طور پر متوجہ ہو جائے گی۔ اور بڑا فائدہ ہوتا۔
دوم یہ کہ ہر چند ارواح کو حجاب نہیں ہے۔ اور ان کو تمام جہان یکساں ہے۔ لیکن جس بدن میں
کہ ستر سال تک اس سے ملی رہی ہے۔ اور اس کا بدن جو کہ حشر کے بعد ابدالآباد تک رہیگا دمیں
ہوتا ہے۔ اس لئے اس جگہ پر یہ نسبت اور جگہ کے اُس کی نظر اور اُس کا تعلق بڑھ کر ہو گا۔
اس کے بعد حکایت کی کہ ایک دفعہ میں حضرت جنید قدس سرہٗ کی خلوت میں تھا۔ اُن کی خلوت
میں بڑا مزہ آتا تھا کیونکہ وہ جنید قدس سرہٗ کی خلوت تھی۔ باہر نکلا۔ اور اُن کے مزار پر گیا۔
تو وہاں مجھے وہ مزہ نہ آیا۔ اس مطلب کو میں نے شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا
کہ وہ ذوق تم نے جنیدؒ کے سبب پایا تھا یا نہیں۔ میں نے کہا بیشک۔ پھر کہا ظاہر ہے کہ وہ
اپنی عمر میں چند دفعہ وہاں رہے تھے۔ جبکہ یہاں ذوق حاصل ہوتا ہے۔ تو چاہیئے کہ ایسے
بدن میں جو کئی سال تک اس کے ساتھ وہ رہے ہیں۔ زیادہ مزہ حاصل ہو۔ لیکن ایسا نہ
چاہیئے۔ کہ قبر کی طرف دیکھنے میں مشغول رہے۔ اور توجہ میں قصور ہو جائے۔ آخر جس فرقہ میں
اہل دل پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس کا ذوق مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ بدن تو خرقہ سے زیادہ
نزدیک ہے۔ زیارت کے بڑے فائدے ہیں۔ جو شخص یہاں پر توجہ کرے۔ وہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فائدہ پاتا ہے۔ مگر جو شخص مدینہ شریف جائے۔ تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اس کے سفر اور رنج راہ سے باخبر ہوتی ہے اور جب وہاں جاتا
ہے۔ اور اپنی آنکھوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک روضہ کو دیکھتا ہے اور پورے
طور پر متوجہ ہوتا ہے۔ تو اس فائدہ کو اس فائدہ سے کیا نسبت اہل مشاہدہ کو یہ مطلب ثابت
ہے آپ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس لئے آئے ہیں۔ کہ وہ آنکھیں کھولیں۔ اپنے
عیب اور خدا کے کمال پر اپنے عجز اور خدا کی قدرت پر، اپنے ظلم اور خدا کے عدل پر، اپنے
جہل اور خدا کے علم پر، اپنی ذلت اور خدا کی عزت پر، اپنی بندگی اور خدا کی مالکی پر، اپنے فقر
اور خدا کے غنا پر، اپنی تقصیر اور خدا کی نعمتوں پر، اپنے فنا اور خدا کے بقا پر۔ علٰی ہذا
القیاس۔ شیخ اس لئے بھی ہے کہ مریدوں کی آنکھیں اس مطلب کے لئے کھولے۔ پس
جس قدر مرید اپنے اثبات و کمال میں زیادہ سعی کرے یا عمل کرے۔ تاکہ اس کا کمال ظاہر ہو۔
شیخ اس سے زیادہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ شیخ یہ سب اسی کے لئے کھینچتا ہے۔ تاکہ اس کے
کمال دیکھنے والے نفس کی آنکھ کو سی دے۔ اور جو آنکھ کہ خدا کا کمال دیکھے کھولے اور وہ ہر لحظہ

اپنے کمال میں دوسری آنکھ کھولے۔ پھر شیخ کے رنج کے ضائع ہونے میں سعی کرتا ہے۔ اپنے حق میں درویش کو چاہیئے کہ نفس کے گھات میں لگا رہے۔ تاکہ جو آنکھ کہ اپنے کمال میں کھولے اسی وقت اسکو بند کر دے۔ اگر ایسا نہ کریگا تو اس کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ نفس ہر بال کے حرے سے اپنے کمال کے دیکھنے کی آنکھ کھولیگا۔ اور خدا کے دیکھنے سے اندھی کر دے گا کیونکہ نفس کی خاصیت یہی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ یہ لوگ عجیب قسم کے اعتقاد رکھتے ہیں ضرور کہتے ہیں کہ درویش کو چاہیئے کہ گدا و محتاج ہو۔ یہ نہیں جانتے کہ خدائیتعالےٰ نے کبھی بھی کسی مرشد کو مخلوق کا محتاج نہیں رکھا۔ اور ایسا کیوں ہو کہ خدا کے بندے خدا کے سوا کسی کے محتاج رہیں۔ آخر اس دنیا کو باوجود اس نعمت کے اُنہیں کی برکت سے قائم رکھتا ہے۔ بلکہ پیدائش سے مقصود ہی یہی لوگ ہیں۔ کیا شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ روحہٗ کی خانقاہ کا ایک سالانہ خرچ خوراک ۲ لاکھ دینار زر سُرخ نہ تھا۔ اور میں حساب کرتا۔ کہ پانچ لاکھ دینار کی جائداد خرید کر کے ان صوفیوں پر میں نے وقف کی ہے۔ جو ہمارے طریقہ پر ہوں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ حق تعالےٰ نے اس زمین اور مزارعہ کو حکمت سے پیدا کیا ہے وہ چاہتا ہے کہ آباد ہو اور لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ اگر لوگ جانیں کہ دنیا کی آبادی سے کہ فائدہ اور آمدنی کے لئے کریں۔ اس میں اسراف نہ ہو۔ کسقدر ثواب ہے تو ہرگز آبادی کو ترک نہ کریں۔ اور اگر جان لیں۔ کہ آبادی کے ترک کرنے اور زمین کو بیکار چھوڑنے میں کس قدر گناہ ہے۔ تو کبھی نہ چھوڑیں۔ کہ اس کا اسباب خراب ہو جائے۔ ہر شخص اس قدر زمین رکھتا ہے۔ کہ اس سے ہر سال ہزار من غلہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر قصور اور سُستی سے ۹۰۰ من حاصل کرے۔ اور اس کے سبب سے سو من غلہ لوگوں کے حلق سے دور رہے۔ تو اس سے اس قدر نقصان کی بابت گرفت ہو گی۔ ہاں اگر کسی کا یہ حال ہو کہ دُنیا اور اُس کی آبادی کی طرف مشغول ہی نہ ہو۔ تو اس کا وقت خوش رہیگا۔ اور اگر سُستی کی وجہ سے زمین کی آبادی کو چھوڑ دے۔ اور اس کا نام ترک دنیا اور زہد رکھے تو شیطان کی مطابعت کے سوا اور کچھ نہیں۔ کوئی شخص نکمے آدمی سے بڑھ کر دُنیا اور آخرت میں کم درجہ کا نہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص ولایت کے مرتبہ تک پہنچے۔ ممکن نہیں۔ کہ خدائے تعالےٰ اسکے سر پر پردہ نہ ڈالے۔ اُسکو لوگوں کی آنکھوں سے نہ چھپائے۔ اس عبارت کا یہی معنی ہے اولیائی تحت قبائی یعنے میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں۔ یہ قبا بشریت کی صفت

ہے نہ کپڑے وغیرہ کا پردہ اور صفات یہ ہیں۔ کہ اس میں عیب ظاہر کرے۔ یا اُس کے ہنر کو لوگوں کی آنکھوں میں عیب دکھائیں۔ اور لا یعرفھم غیری کا یہ معنے ہے۔ کہ جب تک ارادت کے نور کے ساتھ کسی کی آنکھیں روشن نہ کریں۔ تب تک اس ولی کو نہیں پہچانتا۔ پس وہ نور اس کو پہچانتا ہے نہ وہ شخص۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ جو درویش لوگ کام میں مشغول ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ بیکاری ان میں نہ آنے پائے۔ کیونکہ ایک بیکار شخص سو کام کرنے والے مردوں کو کام سے باز رکھتا ہے ؎

علا ذی البلایدا الی الجلاید سریعة والجمر یوضع فی الرماد فیخمد

کند ذہن کا غلبہ تیز رو میں جلدی ہوتا ہے۔ دیکھو آگ راکھ میں رکھی جائے تو بجھ جایا کرتی ہے آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ چاہیئے کہ درویش سعی کریں کہ کھانا کھانے کے وقت اچھی طرح حاضر رہیں۔ کیونکہ اعمال کا تخم انسانی قالب کی زمین میں ایک لقمہ ہے۔ جب غفلت سے بیج ڈالینگے۔ تو ممکن نہیں۔ جمعیت خاطر حاصل ہوسکے۔ اگرچہ لقمہ حلال کیوں نہ ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ حکیم ترمذی اور مغربیوں کی ایک جماعت یہ کہتی ہے بدایة الاولیاء نھایة الانبیاء یعنے انبیاء کی نہایت اولیاء کی ابتدا ہوتی ہے میں ایک روز بغداد میں شیخ قدس سرہ کی خدمت میں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ بدایة الاولیاء نھایة الانبیاء ان کے پاس ایک عذر ہے ان لوگوں کا۔ اس مقولہ سے یہ مطلب ہے بدایة الاولیاء نھایة الانبیاء فی الشریعة و نھایة الاولیاء بدایة الانبیاء فی الطریقة یعنے شریعت میں اولیاء کی ابتدا اور انبیاء کی انتہاء ہوتی ہے اور طریقت میں اولیاء کی نہایت انبیاء کی ابتدا ہوتی ہے کیونکہ جب شریعت کا کمال نبی کے آخر کام میں تمام ہوچکا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنے آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو کامل کردیا۔ اور ولی جب تک شریعت کو پورے طور پر نہ پکڑے ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ پس جو کچھ کہ نبی کو احکام شرع میں انتہاء میں کام ہوتا ہے۔ وہ ولی کو ابتدا میں پڑتا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص ان احکام پر چلے جو کہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئے تھے۔ اور ان احکام کی آخر عمر میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے پروا نہ کرے۔ تو ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اگر انکار کرے تو کافر ہوجائیگا۔ پس ابتدائے ولایت یہ ہے۔ کہ تمام احکام شرع کو پورے طور پر قبول کرے۔ اور ان کی اتباع کرے۔ لیکن طریقت یہ ہے کہ ہرچند ولی سعی کرے اور اس کا مرتبہ عالی ہو۔ اُس کے روح کو وہ معراج جو نبی کو جسم سے

ہوئی ہے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ہونا محال ہے۔ پس جب ولایت کے انتہائی درجہ پر ولی کی روح جسمِ نبیؐ سے مشابہت کرلیتی ہے۔ تو اب طریقت میں نہایت اولیاء بدایت انبیاء ہوئی آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السّلام عمداً گناہ ہونے سے معصوم ہیں۔ اور اولیاء گناہ کی ذلت سے محفوظ۔ آنحضرت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلّم سے مروی ہے ان تغفر اللھم فاغفر جمادای عبد لک لا الما یعنے اے پروردگار اگر بخشتے ہو تو سب کو بخشو۔ کیونکہ تیرا کونسا بندہ ہے جو گنہگار نہ ہو۔ اس عاجز کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ بندہ اپنے آپ کو مجرم اور قصوروار نہ جانے ✣

میرے بھائی علی مصری رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ ملک شام و روم میں شیخ تھے۔ بہت سے اُن کے مُرید جمع ہوگئے تھے۔ چونکہ وہ ایک منصف مزاج شخص تھے۔ مریدوں کی ایک جماعت سے جو کہ معتقد تھی۔ کہا۔ اگر تم حق کے طالب ہو۔ تو میں بھی اسی کا طالب ہوں۔ میں نے کوئی مرشد نہیں پایا۔ کہ جس کے پاس میں سلوک پورا کرتا۔ میں نے اب خواب میں دیکھا ہے۔ اور ظاہر بھی سنتا ہوں کہ خراسان میں ایک کامل مرشد ہیں۔ اُٹھو تاکہ اُن کے پاس چلیں۔ اور ان سے ملیں۔ مرشد کی خدمت میں چند دن سلوک پورا کریں۔ اور جو کچھ کہ لوگ ہم پر گمان رکھتے ہیں۔ اسکو حاصل کریں۔ القصہ اس جہت سے وہ آئے تھے اور شیخ (رکن الدین علاؤالدولہ) کے مریدوں کے حلقہ میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ داخل ہوئے۔ شیخ نے فرمایا کہ پہلے ان کا عقیدہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس کے بعد میرے ساتھ تمہارا وسیلہ ان کو نفع دے گا۔ کیونکہ میرے نزدیک شیخ اور مصطفٰی صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہر چند کہ خرقہ زیادہ ہونگے۔ راستہ زیادہ روشن اور سلوک زیادہ آسان ہوگا بخلاف اسناد حدیث کہ وہاں پر ہر چند واسطہ کمتر ہوگا۔ حدیث زیادہ صحیح ہوگی۔ کیونکہ وہاں جبکہ خبر ہے جسقدر کم واسطہ زیادہ ہونگے۔ تغیر کا احتمال زیادہ ہوگا۔ لیکن یہاں کہ خرقہ ہے جس قدر کہ مشائخ کا نور زیادہ ہوگا۔ اُسی قدر راستہ زیادہ روشن ہوگا۔ اور اُن کی مدد زیادہ ہوگی! ایک دن منصور حلاج کی حکایت پیش آگئی۔ اخی علی مصری نے اُنکے حال کی بابت دریافت کیا حضرت شیخ نے اُس کے بعد کہ اُن کے بارہ میں بہت سی باتیں فرمائیں۔ یہ کہا کہ جن دنوں میں کہ میرا حال گرم تھا۔ میں اُن کی زیارت کو گیا تھا۔ جب میں نے مراقبہ کیا تو اُن کی روح کو علیین

میں عالی مقام پر پایا۔ میں نے دعا مانگی۔ اور کہا۔ خداوندا۔ یہ کیا بات ہے۔ فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الاَعْلیٰ یعنے میں تمہارا بڑا رب ہوں۔ کہا اور حسین منصور نے انا الحق یعنے میں خدا ہوں کہا۔ دونوں نے خدائی دعویٰ کیا۔ مگر حسین کی روح تو اعلےٰ علیین میں پہنچی۔ اور فرعون کی روح سجین میں۔ اس میں بھلا کیا حکمت ہے۔ میرے باطن میں یہ ندا آئی۔ کہ فرعون خود بینی میں پڑگیا۔ اور اُس نے صرف اپنے آپ کو دیکھا۔ ہم کو گم کر دیا تھا۔ حسین منصور نے سب کو چھوڑ کر ہمیں کو دیکھا اور اپنے آپ کو بھی گم کر دیا۔ دیکھ تو کس قدر فرق ہے +

شیخ نجم الدین محمد بن الاوکانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس سرہٗ کے مرید ہیں۔ آپ کی عمر اسّی سال تک پہنچی تھی۔ ۷۷۶ ہجری کے مہینوں میں دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اسفراین کے علاقہ کے ایک قلعہ میں دفن ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان علیکم بالسواد الاعظم اے بالقرآن یعنے بڑی جماعت کی تابعداری کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن کی تابعداری کرو +

اخی محمد دہقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ نے فرمایا ہے کہ چلہ میں جمعرات کی شب ۲۹ رات کو میں نے عالم غیب میں یہ دیکھا۔ کہ مسافروں کی ایک جماعت آئی ہے۔ اُن میں ایک ایسا جوان ہے کہ پروردگار کی اس کی طرف نظر عنایت ہے اسکو میرے حوالہ کر دیا ہے۔ جب میں ہوش میں آیا تو میں نے خادم سے کہا کہ میرے باہر آنے سے پہلے کسی مسافر کو باہر جانے کی اجازت نہ دیجو۔ اتفاقاً اسی وقت مسافروں کی ایک جماعت آئی۔ میں نے کہا۔ کل جمعہ کا دن ہے میرا چلہ پورا ہو چکا ہوگا۔ تو جمعہ مسجد میں جہاں میں بیٹھا ہونگا ان سب کو لانا تا کہ ان کو دیکھوں۔ جب میں جمعہ کے دن مسجد میں گیا۔ مسافر درویش آئے۔ اور سلام کہا۔ میں نے ہر چند نظر کی جس کو میں نے دیکھا تھا۔ وہ اُن میں نہ تھا۔ میں نے کہا شاید یہ اور لوگ ہونگے ہم سب نے نماز پڑھی اور خانقاہ میں آگئے۔ خادم نے کہا ان درویشوں میں سے ایک شخص ہے جو ان کی خدمت میں مشغول ہے۔ شاید ان کے اسباب کے پاس رہا ہے۔ اور مسجد میں نہیں آیا۔ وہ درخواست کرتا ہے کہ آپ کی زیارت

کرے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ جب وہ شخص آیا دور سے میں نے اسکو دیکھا۔ اور پہچان لیا کہ وہی ہے آیا اور سلام کہا۔ ایک گھڑی بیٹھا اور باہر چل دیا۔ میں نے خادم کو طلب کیا۔ اور کہا جا اس جوان سے جو چلا گیا ہے کہدے تمہیں مناسب ہے کہ چند دن ہمارے پاس ٹھیرے۔ اس جماعت سے علیحدہ رہے مجھے تم سے کچھ کام ہے جب خادم باہر گیا۔ اس کو دیکھا کہ وہ واپس آیا تھا۔ اور کھڑا ہوا تھا۔ خادم نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ شیخ کی خدمت میں یہ عرض کردں کہ مجھ کو قبول کریں۔ اور یہیں درویشوں کی خدمت میں مشغول رہوں۔ خادم نے کہا۔ شیخ نے مجھ کو تمہاری طرف ہی اس مطلب کے لئے بھیجا ہے۔ اسکو لایا مسافر چلدیئے۔ اور اس کو میں نے خدمت میں مشغول کر دیا۔ اس نے ایسی خدمت کی کہ جو آدمی سے اس سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ تین سال تک ذکر کرتا رہا اسکے بعد چند خلوتیں بیٹھا تو اس کو اچھے حالات معلوم ہونے لگے۔ ایک دن ہم سفر میں تھے۔ وہ صفہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں میں تھا۔ اس کے حال پر میری نگاہ جا پڑی۔ میں نے دیکھا کہ اس پر عالی واردات نازل ہوتے ہیں۔ اور اس کو عجیب حال کشف ہوتا ہے۔ اسی وقت میں اٹھا اور وہاں گیا جہاں وہ تھا۔ وہ مغلوب تھا اور اس حال میں مست ہو رہا تھا۔ میں نے اسکو آواز دی اور کہا کہ کیا حال ہے اور کیا دیکھا بیان کرو۔ اس نے کہا میں کہہ نہیں سکتا۔ میں نے کہا بیہودہ باتیں نہ کر اور غصہ سے کہا۔ کہ سچ کہو۔ کہا بیشک مقام تو عالی تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس میں غرور پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ کہ یہ کچھ نہیں۔ میں نے اس کو دور کر دیا۔ بارے اس مقام میں اس نے کچھ پیدا کر لیا۔ اور مدت تک اس کے دماغ سے یہ خیال نہ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد صمدی تجلی سے روشن ہوا۔ وہ ایک ایسا مقام ہے کہ وہاں پر سالک کی سب کی طرف سے حاجت جاتی رہتی ہے۔ جب اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا تو اس میں غرور پیدا ہوا۔ اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔ کہ نہ کھانا خدا کی صفت ہے۔ سو مجھ کو حاصل ہے۔ اسکے باطن میں خدائی دعوے آنے لگا کھانا چھوڑ دیا۔ میں ہر چند اس کو لکڑیاں مارتا اور لکڑی اس کے منہ میں دیتا۔ شربت اس کے منہ میں گراتا۔ مگر وہ پھر باہر نکال دیتا تھا۔ اسکے حلق میں نہ جاتا تھا۔ میں نے چھوڑ دیا۔ کہ شاید اپنی خوشی سے کھائے تاہم کچھ نہ کھایا۔ چھ سال اس پر گذر گئے۔ وہ خدمت برابر کرتا تھا۔ اس کی ایک سعادت یہ تھی۔ کہ اپنے آپ کو مجھ سے کبھی بے نیاز نہ سمجھتا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو وہ اسی گڑھے میں ہلاک ہو جاتا۔ مجھ کو ۳۷ سال ہو گئے۔ کہ شیخ کے اشارہ سے ارشاد خلق

ہیں مشغول ہوں ۔ اس عرصہ میں بہت سے طالبین کو دیکھا ہے لیکن ایسا مرد کہ یہ محمد ہے جس کو دنیا اور اپنے لذت کی نفس سے کچھ بھی میلان نہیں ہے ۔ اور کوئی نہیں دیکھتا پچیس سال ہو گئے کہ وہ درویشوں میں ہے ۔ اس کا بھائی بھی خادم ہے اور خادم یہی ہیں ۔ جو اس سے پہلے گئے ہیں لیکن کسی نے اُسکے منہ سے نہ سُنا ہوگا ۔ کہ مجھے یہ چیز چاہیئے خواہ کھانا ہو یا کپڑا ۔ اور وہ چیز جو نفس کے مزہ کے متعلق ہے کبھی اُس کی زبان سے نہیں سُنی گئی ۔ باوجودیکہ کئی بیماریاں کاٹی ہیں ۔ کبھی کسی نے اس کو سوتے نہیں دیکھا ۔ اور کسی سے کچھ نہیں کہا ۔ کسی شخص سے کوئی دوائی طلب نہیں کی ۔ خلاصہ یہ کہ چھ سال تک اس نہ کھانے کے مقام میں رہا ۔ اس کے بعد مجھے کعبہ شریف کو جانا تھا ۔ اُس کو میں نے اپنے ساتھ لیا ۔ میرا ارادہ یہ تھا ۔ کہ ایک جماعت اس بات کا تعجب اور خدا کی قدرت میں شک کرتی تھی ۔ ان کو یہ بات نقصان دیتی تھی ۔ وہ راستہ میں اسکو دیکھ لیں ۔ اور یقین کرلیں ۔ کہ یہ کچھ نہیں کھاتا ۔ اور وہ شبہ جاتا رہے ۔ جب ہم چلے تو اس جماعت کا شک جاتا رہا جب ہم مدینہ شریف پہنچے تو میں نے اسکو کہا کہ دیکھ اگر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور میرا مرید ہے ۔ تو چاہیئے کہ وہ کام کرو جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور میں کرتا ہوں ۔ ورنہ اُٹھ اور چلا جا ۔ کہ اس سے زیادہ میرے ساتھ تم نہیں رہ سکو گے ۔ علی دوسی حاضر تھے ۔ اُنہوں نے اُسکے منہ میں لقمہ ڈالا ۔ میں نے تین لقمہ معین کردئے کہ ایک دن میں کھالیا کرے ۔ مکہ تک اس کے بیں مکہ میں میں نے کہا ۔ جس طرح اور درویش کھاتے ہیں ۔ تم بھی کھاؤ ۔ پھر اس بھنور سے اس نے خلاصی پائی ✦

ابوالبرکات تقی الدین علی دوسی سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کے مریدوں میں سے ہیں ۔ ایک دن حضرت شیخ فرماتے تھے کہ جب تک سالک تجلی کے وقت کسی صورت کو سمجھے وہ ظاہری تجلی ہے ۔ حق تعالیٰ کو اس صورت سے پاک سمجھنا چاہیئے ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے آواز سُنی تھی اِنّیٓ اَنَا اللہُ یعنے میں اللہ ہوں ۔ جو شخص کہے کہ درخت خدا تھا ۔ وہ کافر ہو جاتا ہے ۔ اور جو شخص کہے کہ یہ بات خدا نے نہیں کہی وہ بھی کافر ہو جاتا ہے ✦

پس ظاہری تجلی پر اس قسم کا اعتقاد رکھنا چاہیئے ۔ اس دن اخی علی دوسی حاضر تھے شیخ نے فرمایا ۔ کہ مجھ کو اس سال علی دوسی کا واقعہ بہت اچھا معلوم ہوا ہے

میں درویشوں کے اعتقاد کی پختگی کے لئے کہتا ہوں حق تعالےٰ نے اس پر اس سال ایک دفعہ کل موجودات کی صورت میں تجلی کی ہے۔ اس کے بعد وہ خدا کی تسبیح و تنزیہ صورتوں سے ایسے لفظ کے ساتھ کہ حق تعالےٰ اسکی زبان پر چلاتا تھا۔ کہتا تھا۔ حق تعالےٰ نے اپنی خودی سے اسکو پوچھا۔ کہ تم نے مجھے دیکھا اُس نے کہا نہیں۔ خدائیتعالےٰ نے فرمایا کہ یہ چیزیں جو تم نے دیکھی تھیں کیا نہیں کہا یہ تمہارے آثار افعال اور صفات کی صورتیں تھیں۔ تو سب صورتوں سے پاک ہے۔ حق تعالےٰ نے اس کی اس بات میں تعریف کی اور اس بات کو اس سے پسند کیا +

امیر سید علی بن شہاب بن محمد ہمدانی قدس اللہ سرہٗ

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ان کے اہل باطن کے علوم میں مشہور تصانیف ہیں۔ جیسے کتاب اسرار النفیظہ شرح اسماء اللہ۔ شرح فصوص الحکم، شرح قصیدہ خمریہ فارضیہ وغیرہ آپ شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ المزدقانی کے مرید ہیں لیکن طریقت کا کسب اقطاب میں صاحب السر تقی الدین علی دوسی سے کیا ہے۔ جب شیخ تقی الدین رحلت فرما گئے۔ تو پھر شیخ شرف الدین محمود کی طرف رجوع کیا۔ اور کہا۔ کیا حکم ہے۔ انہوں نے توجہ کی اور کہا حکم یہ ہے کہ جہان کے گرد پھرے۔ تین دفعہ تمام دنیا کا سیر کیا۔ اور ۱۴۰۰ ولی سے ملے اور چارسو ولی کو ایک مجلس میں پایا۔ ۶۔ ذی الحجہ ۷۸۶ھ میں کبر و سواد ولایت کے نزدیک فوت ہوئے۔ وہاں سے ان کو ختلان میں نقل کر کے لے گئے +

اخی علی قتلق شاہ رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ بھی شیخ عبداللہ کے مُریدوں میں سے ہیں +

شیخ عبداللہ غرجستانی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کے مُریدوں میں سے ہیں۔ غرجستان کے دیہات میں سے ایک گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ آپ چھوٹے تھے۔ کہ جب آپ کے والد فوت ہو چکے تھے۔ انکی والدہ نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا تھا۔ ایک دن کچھ اُس شخص سے ایک ایسا امر ہو گیا۔ کہ اس سے ان کو وہم ہو گیا۔ بھاگ کر گاؤں سے باہر نکل آئے۔ ان اطراف میں ایک بڑا درخت

تھا۔اُس کے نیچے ایک پانی کا چشمہ تھا۔اس درخت پر چڑھ کر اس کی شاخوں اور پتوں میں چھُپ گئے۔اتفاقاً درویشوں کی ایک جماعت نے وہاں پر ڈیرہ کیا۔جب پانی کے چشمہ میں اُس کا عکس دیکھا تو انہیں درخت سے اُتار لیا۔اور اپنے ساتھ لے گئے۔اُن کا گذر سمنان کی طرف ہوا۔شیخ کی خدمت میں سب گئے۔اور اس کو بھی ہمراہ لے گئے۔جب شیخ کی نگاہ اس پر پڑی۔فراست کے نور سے اس میں طریقت کے درس میں پوری قابلیت پائی۔جب درویش سفر کو چلے اپنے درویش بھیجکر اس کو واپس کرالیا۔ان درویشوں نے بہت ہی اضطراب کیا۔حتیٰ کہ حاکم وقت تک رجوع کیا۔مگر چونکہ شیخ کی حقانیت سب پر ظاہر تھی۔اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔پس حضرت شیخ اس کی تربیت میں مشغول ہوئے۔شیخ کی عمدہ توجہ سے مقاماتِ عالیہ تک پہنچ گئے۔جس قدر التفات و توجہ شیخ کو اس کے حال پر تھی۔معلوم نہیں کہ کسی اور سے ایسی ہوئی ہو۔چنانچہ ان رباعیوں سے کہ اسکو خطاب کر کے کہی ہیں ظاہر ہوتا ہے جب وہ تکمیل وارشاد طالبین کے مرتبہ تک پہنچ گئے۔تو ولایت طوس اُن کے حوالہ ہوئی۔پھر وہ وہاں آ کر طالبین کے ارشاد میں مشغول ہوئے۔بادشاہِ وقت نے ان سے التماس کی کہ اُس کے ساتھ بعض لڑائی میں کہ دشمنوں سے اسکو اتفاق پڑا تھا۔ہمراہ رہیں۔آپ اس کے ہمراہ ہو گئے۔اور اسی لڑائی میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔آپ کے جسم مبارک کو طوس میں لے گئے۔آپ کی مزار وہاں ہی ہے۔

بابا محمود طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ عبداللہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ایک دفعہ شیخ عبداللہ نے درویشوں کی ایک جماعت کو چلہ میں بٹھایا ہوا تھا۔ایک رات خانقاہ کے خادم سے کہا کہ آج کی رات دو درویشوں کے قوی حال واقع ہوگا۔خبردار رہو کہ مستی نہ کرنے پائیں۔اور خلوت کی کھڑکی سے باہر نہ نکل جائیں۔خادم حاضر تھا۔اتفاقاً بابا محمود نعرہ لگاتے ہوئے اور چلّاتے ہوئے خلوت سے باہر آ گئے۔اور ایک اور درویش جس کا نام ہندو الیاس تھا وہ بھی بابا محمود کے پیچھے باہر نکل آئے۔خادم ان دونوں کے پیچھے دوڑا۔ہندو الیاس تک پہنچ گیا۔اور اسکو پکڑ لیا۔لیکن بابا محمود نے پہاڑ اور جنگل کا رستہ لیا۔ہندو الیاس شیخ کی اچھی تربیت اور ریاضت سے فی الجملہ ہوش میں آ گئے۔اور بابا محمود ویسا ہی مجذوب عمر گذار گئے۔ان سے بہت سی کرامات،خرقِ عادات ظاہر ہوئے ہیں۔

اخی علی قتلق شاہ رحمتہ اللہ

آپ بھی شیخ عبداللہ رح کے مریدوں میں سے ہیں۔ اور اُن کی حسن تربیت سے کمال مرتبہ پر پہنچ گئے تھے۔ جس زمانہ میں کہ شیخ عبداللہ کو لشکر کی طرف بُلایا گیا تھا۔ اخی علی سفر میں تھے شیخ نے فرمایا تھا۔ کہ ہم اس لشکر میں شہادت کی سعادت حاصل کرینگے۔ ہمارے بعد ہماری جگہ پر اخی علی کو بٹھا دینا ؂

شیخ حافظ بہاؤالدین عمر ابروہی رحمتہ اللہ تعالیٰ

آپ اخی علی کے مریدوں میں سے ہیں کہتے ہیں۔ کہ وہ چھوٹی ہی عمر کے تھے۔ کہ انکے والد فوت ہو گئے تھے۔ جب کچھ اُن کو تمیز آئی تو اُن کے رشتہ داروں نے ان کو درزی کی دکان پر بھیجدیا۔ کہ درزی گری سیکھو ان دنوں میں مولانا رضی الدین علی ما یانی رحمتہ اللہ علیہ کہ شیخ عبداللہ خرجستانی کے مریدوں اور خضر علیہ السلام کے یاروں میں تھے۔ ابروہ میں پہونچے اور پوچھا۔ کہ عمر کا لڑکا کہاں ہے لوگوں نے کہا کہ وہ درزیوں کے پاس ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ جو شخص درزیوں کے پاس جائیگا۔ زیان میں رہے گا۔ اس کو بلاؤ۔ بلایا گیا۔ مولانا اس کو طوس میں لے گئے۔ ایک نیکبخت حافظ کے سپرد کیا۔ کہ اس کو قرآن حفظ کرائے۔ مولانا کچھ عرصہ کے بعد پھر وہاں تشریف لے گئے۔ شیخ حافظ کو دیکھا۔ اور خفا ہو کر اُس کے اُستاد سے پوچھا۔ کہ تم فرزند عمر کو غالباً اسی کھانے میں سے دیتے ہو۔ جو خود کھاتے ہو۔ اُس نے کہا حضرت کیا کروں۔ اور میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ابروہ میں جاؤ۔ اور وہیں رہو جب تک یہ قرآن حفظ کرلے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ شیخ حافظ کہتے ہیں۔ کہ جب شروع شروع میں مجھے سلوک کی راہ میں خدا کی خواہش پیدا ہوئی۔ تو نیشاپور میں مولانا شمس الدین خلیفہ ارشاد میں مشغول تھے۔ اور شیخ علی ایک ویرانہ گاؤں میں تھے۔ جس ولایت میں کہ کسی بزرگ کا میں نام سُنتا تھا متردد ہوتا تھا۔ کہ کہاں جاؤں۔ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان بڑا بلند ہے۔ اُس کی اونچی عمارت ہے۔ وہاں پر ایک جماعت خانہ ہے جو نہایت عمدہ اور پاک ہے۔ اُس کے سامنے ایک چھجہ ہے۔ اُس پر ایک پردہ لٹکتا ہے۔ اس جماعت خانہ میں بہت لوگ ہیں۔ اس چھجہ میں بھی بڑے بزرگوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ مولانا

ف درزیان یا شد یہ ایک لطیفہ ہے جو مولانا نے فرمایا ہے ۱۲۔

شمس الدین خلیفہ اس چھجہ کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس جماعت کے درمیان ایک تاج لٹک رہا ہے۔ مولانا کہتے ہیں۔ کہ یہ تاج جس کے سر پر پورا آئیگا ہم اسی کے حوالہ کر دینگے۔ ہر شخص آتا تھا اور امتحان کرتا تھا۔ لیکن کسی کے سر پر برابر نہیں اُترتا تھا۔ میں ایک گوشہ میں کھڑا ہوا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اتفاقاً مولانا نے میری طرف دیکھا۔ اور کہا بیٹا تم بھی آگے آؤ۔ میں نے چاہا کہ آگے بڑھوں۔ اتفاقاً میں نے دیکھا کہ وہ پردہ جو چھجہ پر پڑا ہوا تھا سرکا اور اُس کے پیچھے سے ایک شخص رعب داب سے باہر نکلا۔ مجھ کو پکڑ کر علی اخی کی گود میں رکھدیا۔ اور فرمایا۔ کہ اس لڑکے کو لو اور دودھ دو۔ اس خواب کی ہیبت سے مجھے جاگ آگئی۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ مجھ کو علی اخی کی خدمت سپرد ہوئی ہے۔ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اُن کی نظر مجھ پر پڑی۔ فرمانے لگے۔ حافظ مدت کے بعد دودھ لے کر آئے ہو۔ میں نے بیعت کا ہاتھ اُنہیں دیا۔ توبہ کی اور تلقین حاصل کی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جب میں عرب کے سفر میں بغداد تک پہنچا۔ تو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفراینی رہ کی خانقاہ میں جا اُترا۔ اس وقت ان کا پوتا شیخ نورالدین عبدالرحمٰن شیخ الاسلام بغداد کا تھا۔ اور اپنی جد بزرگوار کا خلیفہ تھا۔ وداع کے وقت وصیت کی کہ جب روضہ شریفہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا تم کو شرف حاصل ہو تو میرا سلام نیاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچانا۔ اور یہ عرض کرنا۔ کہ ایک بوڑھا گنہگار تیری اُمت کے گنہگاروں میں عبدالرحمٰن بغدادی نے سلام عرض کیا ہے۔ جب میں شرف زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اس کے شرائط ادا کر چکا۔ تو شیخ کی وصیت میرے دل میں آئی۔ جس عبارت میں کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ اسی طرح میں نے عرض کیا۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی ظاہر فرمائی۔ اور مجھے فرمایا کہ تم ایسا مت کہو۔ کیونکہ اُنہوں نے نہایت تواضع سے ایسا کہا ہے۔ وہ میری اُمت کے بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ واپس آنے کے بعد میں نے شیخ سے یہ حال بیان کیا۔ وہ سُن کر بہت خوش ہوئے۔ اور مجھ کو دعائے خیر کی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ اس ولایت میں بڑی وبا پڑ گئی۔ چنانچہ اکثر لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ایک دن رضی الدین بابانی موضع مایاں سے ابروہ میں تشریف لائے۔ گاؤں کے باہر اُترے۔ اور مجھے بلایا۔ اور کہا کہ یہ حکم ہے۔ میرے ہمراہ آؤ۔ شیخ محمد خالد رحمۃ اللہ کی قبر پر اسجیل گاؤں میں قرآن ختم کرو۔ شاید کہ خدا تعالیٰ اس بلا کو دور کرے۔ میں نے یہ حکم مان لیا۔ لیکن اس وجہ سے

کہ ان دنوں میں خواجہ عبدالرحمٰن گھوارہ گر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کہ خدا تعالےٰ کے محبوب مجذوب تھے
اسجیل گاؤں میں ایک پتھر کے سر پر کہ شیخ محمد خالدؒ کے مزار کے دروازہ پر تھا بیٹھے رہتے۔ اور
بلند آواز باتیں کرتے رہتے تھے۔ مولانا رضی الدین علی نہایت پابند شرع تھے۔ میں متفکر تھا۔ کہ کہیں ایسا
نہ ہو کہ کوئی ایسا امر ہو جائے کہ لوگ بلا اور وبا کو پھر طلب کریں۔ جب میں اسجیل کے نزدیک پہنچا ایک
شخص باہر نکلا۔ میں نے اس سے خواجہ کا حال پوچھا کہا ابھی پتھر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتفاقاً کہا
کہ فوج آتی ہے۔ میں اس کے گلہ کا حریف نہیں ہوں۔ وہاں سے اٹھکر قریب ہی ایک خراس
میں چلے گئے۔ اور ایک گڑھے میں چھپ گئے۔ جب ہم گاؤں میں پہنچے۔ اور زیارت گاہ میں آئے
گاؤں کے لوگ جمع ہوئے اس وقت یہ خبر ملی۔ کہ امیر علی بیگ جو کہ ولایت کا حاکم ہے۔ خواجہ
کی زیارت کو آتا ہے۔ گاؤں کے لوگوں نے مولانا سے کہا۔ کہ خواجہ آپ کے سبب اس خراس
میں چلے گئے ہیں۔ اگر علی بیگ آیا اور خواجہ کو اس نے نہ دیکھا۔ تو ممکن ہے کہ ہم پر خفا ہو جائے۔ مولانا
خراس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب خراس میں آئے تو فرمایا کیا مہمان کی یہی خاطر کیا کرتے ہیں۔ جب
خواجہ نے مولانا کی آواز سُنی تو اس گڑھے سے باہر نکل آئے۔ اور ایک دوسرے کے بغلگیر ہوئے
خواجہ نے مولانا کے کان میں کچھ کہا۔ مولانا رونے لگے۔ عرصہ تک وہ ویسے ہی کھڑے رہے۔ ایک
شخص نے مجھ سے کہا کہ امیر علی بیگ دروازہ پر کھڑا ہے۔ انتظار کر رہا ہے میں نے مولانا کو خبر دی۔
مولانا نے فرمایا کہ امیر علی بیگ آپ کا منتظر ہے۔ خواجہ باہر نکلے۔ امیر علی نے خواجہ سے ملاقات کی
خواجہ نے فرمایا۔ مغلوک چلا جا کہ میں ایک عزیز مہمان رکھتا ہوں۔ علی بیگ چلا گیا۔ خواجہ نے اس
کے پیچھے ایک نعرہ مارا کہ ہے تو لک دوڑتا ہے۔ وہ دوڑا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ خواجہ کی نظر
سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد خواجہ اور مولانا زیارت میں آئے۔ اور میں نے اس خوف سے کہ خواجہ
اونچی آواز سے نہ بولیں۔ مولانا سے عرض کیا۔ کہ میں قرآن شریف کو ایک رات دن میں ختم کر
سکتا ہوں مولانا نے فرمایا کہ تین رات دن کا حکم ہے۔ میں نے ختم شروع کیا۔ تلاوت کے
درمیان خواجہ نے اونچا بولنا شروع کیا۔ مولانا نے ان کو چلا کر روکا۔ پھر آخر تک خواجہ نے
کوئی بات نہیں کہی۔ جب ختم پورا ہوا اور دعا سے فارغ ہوئے تو ایک دوسرے کو رخصت
کیا۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے اس بلا کو محض اپنی عنایت و رحمت سے دفع کر دیا +

مولانا فخر الدین لورستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نے ظاہری علوم کی تحصیل کی ہوئی ہے۔ ہمیشہ دل میں یہ تھا۔ کہ تحصیل علوم کے بعد خدا تعالیٰ کی راہ کے سلوک میں مشغول ہوں۔ ایک دفعہ مصر کے ایک مدرسہ کے ایک گھر میں رہتے تھے۔ اور وہاں کتاب کے مطالعہ میں مشغول تھے۔ مطالعہ کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ طبیعت کے بہلانے کے لئے گھر سے باہر نکل آئے۔ سلوک کی خواہش ان کے دل میں تازہ ہو گئی۔ اپنے دل میں کہنے لگے۔ آخر ایک دن اس موجودہ بکھیڑے سے نکلنا ہی پڑیگا۔ وہ آج ہی کا دن ہونا چاہئے۔ دوبارہ گھر میں نہ گئے۔ گھر کو ویسے ہی تمام کتابوں اور سارے اسباب کے ساتھ کھلے دروازہ کو چھوڑ دیا۔ اور شیخ شیئاً للہ رحمۃ اللہ کی خدمت میں کہ اس وقت مصر میں ارشاد کے لئے معین تھے گئے۔ اور سلوک میں مشغول ہوئے۔ جب تک وہ زندہ رہے۔ تب تک تو اُن کی صحبت میں رہے اور جب وہ دنیا سے رحلت کر گئے تو کسی کامل مکمل کی طلب میں سفر کیا۔ اس وقت میں شیخ محی الدین طوسی کہ امام غزالیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ پوری شہرت رکھتے تھے۔ شہر طوس میں رہتے تھے۔ ان کی صحبت میں آئے۔ لیکن جو کچھ کہ چاہتے تھے۔ وہ وہاں نہ پایا۔ وہاں سے ایک اجاڑ گاؤں میں اخی علی قتلق شاہ کے فرزندوں کے پاس گئے۔ وہاں بھی اپنا مطلب نہ ملا۔ جب وہاں سے سفر کیا تو اخی علی کے فرزندوں نے کہا کہ ہمارے باپ کے درویشوں میں ابروہ گاؤں میں ایک درویش ہیں۔ اگر آپ ان کو دیکھیں تو تعجب نہیں۔ دل میں کہنے لگے۔ کہ خراسان کے شیخ وہ اور شیخزادے یہ ہیں۔ تو وہ درویش کیا ہوگا۔ لیکن احتیاطاً ابروہ میں گئے۔ جب وہاں پہنچے تو شیخ حافظ ایک بڑے کام کے لئے دوسرے گاؤں میں گئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے وہاں پر اپنی ولایت کے نور سے اُن کا آنا معلوم کر لیا۔ اور اپنے دوستوں سے کہا کہ ہمارا ایک عزیز مہمان آیا ہے۔ اپنے مطلب کو حاصل نہ کر کے ابروہ میں گیا ہے۔ جب اُس کی آنکھ مولانا پر پڑی تو اس مشہور مصرع کو پڑھنے لگے۔ مصرع

یار در خانہ و ما گرد جہاں مے گردم

ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ جب تک شیخ حافظ زندہ رہے اُن کی صحبت میں رہے۔ اُن کے ساتھ چلوں میں بیٹھے اور تربیت حاصل کی۔ اُن کی وفات کے بعد ولایت جام میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت شیخ الاسلام احمد قدس اللہ سرہٗ کی مزار مقدسہ کے پڑوس میں چلے کھینچے ہیں۔

اور جام کے مشائخ کو وقت کے مشائخ میں سے کسی کے ساتھ اس قدر اخلاص نہ تھا جس قدر کہ اُن کی نسبت تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ الاسلام احمد قدس اللہ روحہ کو اپنی تمام اولاد کے ساتھ توجہ بہت تھی۔ یہاں تک کہ خواجہ محمد خلوتی سے جو کہ ظاہر میں پریشان سے ہیں۔ بہت محبت کرتے ہیں۔ ہرات کے ایک عالم جو کہ زہد اور تقویٰ میں مشہور تھے۔ اور سلوک میں بہت کوشش کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں آئے تھے۔ طلب کا اظہار کیا۔ اُن سے آپ نے کہدیا کہ ہرات میں جانا چاہیئے۔ ہر چند اصرار کیا فائدہ نہ ہوا۔ جب اُن کے حکم کے مطابق واپس ہوئے۔ اور ہرات میں پہنچے تو جلد بیمار ہو گئے خدا کی رحمت سے جا ملے۔ طبیعت میں یوں آتا ہے کہ خرجرد اور جام میں اس سرائے میں کہ فقیر کے والدین سے تعلق رکھتی تھی اُترے۔ تھے۔ میں چھوٹا تھا۔ اور مجھ کو اپنے زانو کے سامنے بٹھا یا تھا۔ اپنی انگلیوں مبارک سے مشہور نام جیسے عمرؓ و علیؓ ہوا پر لکھتے تھے۔ میں ان کو پڑھ لیتا تھا سنتے تھے۔ اور تعجب کرتے تھے۔ آپ کی اس شفقت و محبت کی وجہ سے میرے دل میں اس گروہ کی محبت وارادت کا بیج بو یا گیا۔ اور اس وقت سے ہر وقت بڑھتا جاتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ انہیں کی محبت پر جیوں اور انہیں کی محبت میں مروں۔ اور ان کے دوستوں کے زمرہ میں اٹھایا جاؤں۔ اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین یعنے اے پروردگار مجھ کو مسکینوں میں زندہ رکھیو مسکینوں میں ماریو اور مساکین کے زمرہ میں اٹھائیو۔ ۵۲۰ھ ہجری کے بعد خراسان سے حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً کی زیارت کا ارادہ کر لیا۔ وہاں سے مصر میں گئے۔ اور وہیں خدا کی رحمت میں جا ملے۔ آپ کی قبر قرافہ میں ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی قبر کے نزدیک وہاں پر سیدی فخر الدین مشہور ہے +

شاہ علی فراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کے مرید ہیں۔ آپ کے والد فرہ کے حاکم تھے اور بوڑھے ہو گئے تھے۔ چاہا کہ حکومت سے استعفار کریں۔ اور آخر عمر میں گوشہ نشین ہو کر طاعت و عبادت میں مشغول ہو جائیں اپنے بیٹے شاہ علی کو بادشاہ وقت کے لشکر کی طرف بھیجدیا۔ تاکہ حکومت کا فرمان اپنے نام پر لے لے۔ اور اس کے باپ کو معاف رکھیں۔ ان کا گذر سمنان کے اطراف پر ہوا۔ اس اطراف کے ڈاکوؤں سے ان کو لڑائی کا موقع ہوا۔ چنانچہ ان کے سب متعلقین مارے گئے۔ ان کو بھی بہت سے زخم لگے۔ اور مردوں میں پڑ گئے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کو غیب میں

معلوم ہُوا کہ فلاں موقعہ پر مُردے پڑے ہیں۔ ان میں ایک زندہ باقی ہے۔ اور پوری قابلیّت رکھتا ہے اس کو جا کر لانا چاہئیے۔ آپ گئے۔ مگر وہاں کوئی زندہ نہ پایا۔ دوبارہ پھر حکم ہُوا دوبارہ وہاں گئے تب بھی کسی کو زندہ نہ پایا۔ تیسری دفعہ پھر حکم ہُوا۔ اس دفعہ بہت تلاش کیا۔ تو ان میں سے ایک میں فی الجملہ جان باقی تھی۔ اس کو معلوم کر کے اٹھا کر ہمراہ لے گئے۔ اور خدمت کی۔ اس کو ہوش آگیا۔ اس کے زخم بھی اچھے گئے۔ اور تندرست ہو گیا۔ شیخ نے کہا اب تم تندرست ہوگئے ہو خواہ تم بادشاہ کے پاس جاؤ۔ اور خواہ باپ کے پاس۔ اُس نے کہا کہ میری طبیعت نہیں چاہتی کہ شیخ کو چھوڑ کر کہیں اور جگہ جاؤں۔ یہی چاہتا ہوں۔ کہ شیخ کے دامن کو پکڑ کر بیعت کرلوں۔ آخر اپنے باپ کے پاس گئے۔ اور اُن سے اجازت لیکر شیخ کی خدمت میں آئے شیخ کی اچھی تربیت سے پہنچے جہاں تک پہنچے ؛

شیخ محمد شاہ فراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ظاہری باطنی علوم سے پیراستہ تھے۔ ایک واسطہ سے شاہ علی فراہی کے مرید ہیں۔ آخر میں حج کا ارادہ کیا۔ ہرمز کی راہ سے جب قوجان میں پہنچے۔ تو بیمار ہو گئے وہیں وفات پائی اور وہیں آپ کی قبر ہے صاحب کشف کرامت الہام میں کہتے ہیں کہ حج کے سفر میں ایک شہر میں پہنچے جہاں بدچلن لوگ تھے۔ آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً چیخ ماری ایک عالم نے جو وہاں ہمراہ تھا۔ اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شہر کے خراب لوگوں کا حال مجھ پر منکشف ہُوا۔ ان میں ایک نہایت خوبصورت عورت میں نے دیکھی۔ خداوندا اُس عورت کو میرے لئے بخش میرے دل میں یہ آواز آئی کہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ مجھے اس کی وجہ سے بخش دیں اس عورت نے اسی وقت توبہ کی توفیق حاصل کی ؛

شیخ بہاؤالدین عمر قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ شیخ محمد شاہ کے بھانجے اور مرید ہیں۔ میں نے بعض اکابر سے سُنا ہے وہ کہتے تھے معلوم نہیں کہ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ کے اصحاب کے سلسلہ میں کوئی اُن کا ہم پلہ ہُوا ہو بچپن سے مجذوب تھے۔ جذبہ کے آثار ان پر ظاہر تھے۔ نماز کے ادا کرنے کے وقت کسی کو پاس بٹھا لیا کرتے تھے۔ کہ رکعت کے شمار کی ان کو اطلاع دیدیا کرتے۔ کیونکہ وہ خود بخود یاد نہ رکھ سکتے تھے۔

ایک دفعہ شروع میں نہایت پیاس کی وجہ سے جو اس گروہ کو ہوتی ہے اپنے ماموں شیخ محمد شاہ سے مقصود کے نہ پلنے کی بابت باتیں کرتے تھے۔ ان کے ماموں نے یہ شعر پڑھا ؎

اگر نالد کسے نالد کہ یارے در سفر دارد ۔۔۔ تو بارے از چہ مے نالی کہ یارے در بغل داری

آپ کی یہ عادت تھی۔ کہ جب جامع مسجد میں حاضر ہوتے حکام اور خاص لوگوں سے مسلمانوں کے مقاصد کے کفایت کے بارہ میں باتیں کرتے تھے۔ ان کا اکثر وقت اس میں گذرتا۔ ان کے ایک مہربان دوست نے اس کی بابت سوال کیا۔ کہ مسجد میں ان باتوں کا ذکر کیوں ہوتا ہے آپ نے جواب دیا۔ اگر میں چپ بیٹھا رہوں۔ اور ان باتوں میں مشغول نہ رہوں۔ تو میں مغلوب ، ہلاک ہو جاتا ہوں۔ میرے حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ نہ کان سنتے ہیں۔ نہ آنکھیں دیکھتی ہیں۔ ایک دن ایک درویش آفتاب کے طلوع کے وقت اُن کے پاس آیا۔ آپ زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھے۔ سر اُٹھا کر فرمایا۔ کوئی ایسا شخص بھی ہوگا کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سے اس وقت تک خدا تعالیٰ کی عبادت پچاس ہزار سال تک کر چکا ہو۔ اس بات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت زمانہ کے لئے اُن کی نسبت بسط واقع ہوا تھا۔ اور پنجاہ ہزار سال گذر گئے تھے جس کو عبادت میں صرف کیا تھا۔ آپ دائمی روزہ دار تھے۔ مخدومی مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ آپ کو جنگل میں ایک مرض ہو گیا۔ ہر چند ساتھی مبالغہ کرتے تھے لیکن آپ نے افطار نہ کیا۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ مردانِ غیب کی ایک جماعت آپ کے مکان کی طرف جا رہی تھی۔ جب دروازہ پر پہنچے تو اندر نہ آئے۔ اور پھر گئے۔ میں نے اس قصہ کو اُن سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں وہ قطب تھے انکے اصحاب جب اُن کے دروازہ پر پہنچے میں نے پاؤں لمبے کئے ہوئے تھے یہ جان کر واپس چلے گئے۔ تو میں نے اپنے پاؤں جمع کر لئے۔ تب وہ واپس آ گئے۔ اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ فاتحہ پڑھی۔ مولانا فرماتے تھے۔ کہ اسی دن سے ان کو صحت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس بات کی حاجت نہ رہی کہ وہ افطار کریں۔ اس فقیر کو ان کا یہ شعر یاد ہے جبکہ بعض فقرا کو توجہ کی ہمیشگی اور مطلوب حقیقی کی طرف متوجہ ہونے کے لئے ترغیب دلا رہے تھے ؎

دلا رائے کہ داری دل درو بند ۔۔۔ دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

آپ بروز منگل ۲۹ ربیع الاول ۸۵۷ھ میں فوت ہوئے علیہ الرحمۃ والمغفرۃ۔ جب آپ نے وفات پائی انکے بڑے فرزند اور تمام مریدوں نے موضع چغارہ کے اسی مکان میں جہاں کہ وہ دن کو میٹھا کرتے تھے۔ اُن کی قبر کے کھودنے کے لئے مشغول ہوئے۔ لیکن سلطان وقت نے التماس کی۔ کہ

ان کی قبر شہر کے نزدیک ہو۔ سب نے قبول کر لیا۔ اور جب سلطان اُنکے جنازہ پر حاضر ہوئے تو ان کے جنازہ کو راستہ میں اپنے کندھے پر اُٹھا کر لے گیا۔ اور ہرات کی عیدگاہ کے شمال کی جانب دفن کیا۔ بڑا گنبد بنا دیا۔ جو اب تک مشہور معروف ہے یزار و یتبرک یعنے اسکی زیارت اور برکت حاصل کی جاتی ہے ❊

مولانا شمس الدین محمد اسد رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ ظاہری علوم میں طبیعت کی جودت اور تیز فہمی میں پورے مشہور تھے۔ فرماتے تھے کہ تحصیل کے زمانہ میں مجھے راہ خدا کے سلوک کی خواہش قوی ہوئی۔ اُس وقت زین الدین خوانی رحمۃ اللہ تعالےٰ طالبوں کے ارشاد اور مریدوں کی تربیت میں مشغول تھے۔ میں ایک دن ان کی مجلس میں پہنچا۔ ایک جماعت کو بیعت کر رہے تھے۔ ان کو توبہ اور ذکر کی تلقین کر رہے تھے درویشوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ جب درویش کسی کے ہاتھ کو بیعت کے وقت میں پکڑتا ہے تو بعض اس درویش کے دامن کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور بعض اس دوسرے کے دامن کو جہاں تک کہ پہنچ سکے پکڑتے ہیں۔ میں نے بھی ان بعض کا دامن پکڑا۔ جب میں اس مجلس سے باہر نکلا تو مدرسہ میں اسی حجرہ میں جہاں میں پڑھتا تھا۔ ذکر میں مشغول ہوا۔ اپنے اندرون بدن ذکر کی تاثیر زیادہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ میرا باطن بالکل اس درسگاہ کی طرف جذب ہو گیا۔ اس لئے میں نے تحصیل علم کو ترک کر دیا۔ آپ شیخ بہاؤالدین عمر کی خدمت میں بہت رہے ہیں۔ وہیں چلّے کرتے تھے۔ چنانچہ لوگوں کا یہ خیال ہو گیا۔ کہ یہ اُن کے مرید ہیں لیکن وہ اس کا اقرار نہ کرتے تھے۔ مولانا فخر لورستانی کی خدمت میں بھی رہے ہیں۔ مولانا نے اپنا جامہ ان کو پہنایا تھا۔ وہ اسے کبھی کبھی تبرک کے طور پر پہنا کرتے تھے۔ آخر میں مولانا سعدالدین کاشغری کی خدمت میں بھی بہت رہے ہیں۔ مولانا سعدالدین انکی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انکے ساتھ میں راہ میں جا رہا تھا۔ ان سے باتیں کرتے کرتے وہاں تک پہنچے کہ یوں کہا۔ مجھ کو ان دنوں ایک کلام آپڑا ہے۔ کہ مجھے ہرگز اس کا گمان نہ تھا۔ اور نہ مجھے اسکی توقع تھی۔ مجملاً اُس طرف اشارہ کیا۔ کہ میں اس کی اس تحقیق سے مقام جمع سمجھ گیا۔ واللہ تعالےٰ اعلم قال بعض العارفین اذا تجلی اللہ سبحانہ بذاتہ لاحد یری کل الذوات والصفات والافعال متلاشیۃ فی اشعۃ ذاتہ وافعالہ ویجد نفسہ مع جمیع المخلوقات کانہا مدبرۃ لہا وہی اعضاؤہا لا یلم بواحد منہا شیئ الا

ویراہ ملمابہ ویری ذاتہ الذات الواحد وصفتہ صفتہا وفعلہ فعلہا لاستغلاقہ بالکلیۃ فی عین التوحید ولیس للانسان وراء ہذہ المرتبۃ مقام فی التوحید ولما انجذب بصیرۃ الروح الی مشاہدۃ جمال الذات استتر نور العقل الفارق بین الاشیاء فی غلبۃ نور الذات القدیمۃ وارتفع التمییز بین القدم والحدوث لزہوق الباطل عند مجیئ الحق وتسمی ہذہ الحالۃ جمعًا۔ یعنے بعض عارف کہتے ہیں۔ کہ جب خدا تعالےٰ اپنی ذات سے کسی پر تجلے کرتا ہے۔ تو یہ شخص تمام اشیاء و صفات و افعال کو اس کی ذات و افعال کی شعاعوں میں فنا دیکھتا ہے۔ اور تمام موجودات کے ساتھ اپنے نفس کی ایسی نسبت پاتا ہے کہ گویا وہ ان موجودات کا مدبر ہے۔ اور یہ موجودات اسکے اعضا ہیں۔ اور ان موجودات میں سے کوئی چیز نہیں اُترتی۔ مگر یہ کہ خیال کرتی ہے۔ کہ میں اسی کے ساتھ اتری ہوں۔ اپنی ذات کو وہی ایک ذات حق خیال کرتی ہے۔ اپنی صفت کو اس کی صفت۔ اور اپنے فعل کو اسی کا فعل سمجھتی ہے کیونکہ بالکل عین توحید میں ہلاک ہو چکی ہے۔ انسان کے لئے اس مرتبہ کے سوا اور کوئی مقام توحید نہیں ہے۔ اور جب رُوح کی بینائی جمالِ ذات کے مشاہدہ کی طرف کھنچ جاتی ہے تو عقل کا وہ نور جو اشیاء میں فرق کیا جاتا ہے۔ ذاتِ قدیمہ کے نور کے غلبہ میں چھپ جاتا ہے۔ قدم و حدوث میں فرق جاتا رہتا ہے کیونکہ حق کے آنے کے وقت باطل مٹ جایا کرتا ہے۔ اس حالت کا نام جمع رکھا گیا ہے۔ ایک روز ان کے سامنے خربوزہ کاٹا گیا جو بہت عمدہ لطیف و شیریں تھا۔ جب آپ نے چکھا تو اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا۔ فرمایا۔ میرا اس سے لذت حاصل کرنا مجھ کو اس حالت سے کہ جس میں اب ہوں باز رکھتا ہے۔ آپ کو حال اور وجد کامل تھا۔ یہ کیفیت تھی کہ جب سماع کی مجلس میں آپ کی حالت بدلتی تو چیخیں نعرہ مارا کرتے جس سے اہل مجلس پر بھی اثر ہو جاتا اور سب کا وقت خوش ہوتا۔ آپ شب جمعہ غرہ رمضان سنہ ۸۶۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر دھوبیوں کے گھاٹ پر شیخ الاسلام قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ کی قبر کے نیچے ہے ؎

شیخ بہاؤالدین ولد رحمۃ اللہ تعالیٰ

بعض کہتے ہیں کہ آپ شیخ نجم الدین کبرےٰ کی صحبت میں بیٹھے ہیں۔ اور اُنکے خلیفہ ہیں۔ آپ کا نام محمد بن الحسین بن احمد خطیب بکری ہے امیرالمومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ کی والدہ شاہ خراسان علاؤالدین محمد بن خوارزم شاہ کی لڑکی تھی۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خواب میں اشارہ کیا تھا۔ کہ اپنی لڑکی کا نکاح حسین خطیبی سے کردے ۹ ماہ کے بعد بہاؤالدین ولد پیدا ہوئے۔ جب دو سال کے ہوئے تو آپ کے والد نے انتقال فرمایا۔ جب شعور کے سال تک پہنچے علوم دینی معارف یقینی میں مشغول ہوئے۔ آپ کا کمال یہاں تک پہنچا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کا لقب سلطان العلماء رکھا۔ جب آپ کا پورے طور پر ظہور ہوا۔ اور خاص و عوام کے مرجع بن گئے۔ تو علماء کی ایک جماعت جیسے امام فخرالدین رازی وغیرہ کو اُن پر حسد ہوا۔ اور سلطان وقت پر خروج کرنے سے ان کو متہم کیا۔ اُن کو شہر بلخ سے نکال کر غدر کیا گیا۔ اس وقت مولانا جلال الدین چھوٹے تھے۔ بغداد کے راستہ سے مکہ معظمہ کا قصد کیا۔ جب بغداد میں پہنچے۔ ایک جماعت نے پوچھا کہ یہ لوگ کس گروہ کے ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔ مولانا بہاؤالدین نے فرمایا۔ من اللہ والی اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ یعنے اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اللہ ہی کی طرف جاتے ہیں۔ اور گناہوں سے پھرنے اور عبادت کی قوت بجز توفیقِ خدائی نہیں ہے۔ یہ بات شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ کی خدمت میں پہنچادی گئی۔ تو انہوں نے فرمایا ما ھذا الا بہاؤالدین البلخی یعنے یہ کلام سوائے بہاؤالدین بلخی کے اور کسی کا نہیں ہے۔ شیخ نے آپ کا استقبال کیا۔ جب شیخ مولانا کے برابر پہنچے۔ تو خچر سے اُتر پڑے اور مولانا کے زانو کو چوما۔ اور خانقاہ کی طرف جانے کی التماس کی۔ مولانا نے کہا۔ ہم غلاموں کو مدرسہ زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے مدرسہ مستنصریہ میں اُترے۔ شیخ نے اپنے ہاتھ سے آپ کے موزے اتارے۔ تیسرے دن مکہ مبارکہ کا قصد کیا۔ اور لوٹنے کے بعد روم کی طرف متوجہ ہوئے۔ چار سال آذربائیجان روم میں رہے۔ سات سال لارندہ میں۔ مولانا جلال الدین (رومی) کی اٹھارھویں سال میں شادی کر دی ۶۲۳ھ میں سلطان ولد پیدا ہوئے تھے۔ جب سلطان ولد بڑے ہوئے تو ہر شخص ان کو پہچانتا تھا۔ اور مولانا جلال الدین کے ساتھ بھائیوں کی آنکھ سے پہچانتے۔ بعد ازاں سلطان نے ان کو لارندہ سے قونیہ میں بلا لیا۔ اور بہاؤالد ولد وہیں خدا کی رحمت سے ملے۔

سید برہان الدین محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ حسینی ہیں۔ ترمذ کے رہنے والے ہیں۔ مولانا بہاؤالدین ولد کے مریدوں میں سے ہیں۔

اپنی شرافت کے سبب خراسان اور ترمذ کے لوگوں میں سید سروان مشہور تھے جس روز کہ مولانا بہاؤالدین ولد نے وفات پائی آپ ترمذ میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے افسوس کہ میرے حضرت اُستاد و شیخ اس جہان سے رخصت ہو گئے، چند روز بعد مولانا جلال الدین کی تربیت کے لئے قونیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولانا نے ۹ سال تک اُن کی خدمت و ملازمت میں نیازمندی کرتے رہے تربیتیں حاصل کیں۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ شہاب الدین سہروردی روم میں آئے تھے۔ تو سید برہان الدین کی زیارت کو تشریف لائے۔ سید راکھ پر بیٹھے تھے جگہ سے ہلے، شیخ نے دور سے تعظیم کی اور وہیں بیٹھ گئے۔ کوئی بات نہ ہوئی۔ مریدوں نے پوچھا کہ سکوت کا کیا سبب تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ اہل حال کے سامنے زبان حال ہونی چاہئے۔ زبان قال کی ضرورت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ان کو کیسے پایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک دریا ہے معانی اور حقائق محمدی کے موتیوں کی موجیں مار رہا ہے جو نہایت کھلا ہے اور بہت پوشیدہ۔ شیخ صلاح الدین رحمۃ اللہ تعالے سید کے مریدوں میں سے تھے فرماتے تھے۔ کہ میں نے اپنا حال شیخ صلاح الدین کو بخشا اور اپنا قال مولانا کو۔ سید کا مزار مبارک دار الفتح قیصریہ میں ہے سلام اللہ تعالے وتحیۃ علیہ وعلیٰ جمیع عباد اللہ الصالحین ؎

مولانا جلال الدین محمد البلخی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

مولانا کی ولادت ۶۔ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو بلخ میں ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ مولانا پانچ سال کی عمر میں روحانی صورتوں، اور غیبی شکلوں یعنے ملائکہ لکھنے والوں نیکوکاروں، جنوں جو اہل انسانوں پر جو کہ عزت کے قبوں میں چھپے ہوئے ہیں ظاہر ہوا کرتے تھے۔ اور اُن کے ہم شکل بن جایا کرتے تھے۔ مولانا بہاؤالدین کی تحریر میں یہ لکھا ہوا پایا گیا ہے کہ جلال الدین محمد شہر بلخ میں چھ سال کے تھے جمعہ کے دن چند اور لڑکوں کے ساتھ ہمارے گھروں کے کوٹھوں پر سیر کر رہے تھے۔ ایک بچہ نے دوسرے بچے سے کہا کہ آؤ اس مکان سے دوسرے مکان پر کود پر جائیں۔ جلال الدین محمد نے کہا اس قسم کی حرکت تو کتے۔ بلی اور جانوروں میں ہوتی ہے افسوس ہے کہ آدمی اس میں مشغول ہو جائے اگر تمہاری جان میں قوت ہے۔ تو آؤ آسمان پر اُڑیں۔ اس حالت میں بچوں کی نگاہ سے غائب ہو گئے بچے فریاد کرنے لگے۔ ایک لحظہ کے بعد ان کا رنگ اور طرح کا اور آنکھیں بدلی ہوئی واپس آئے اور کہا جب میں تم سے باتیں کرتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جماعت سبز کپڑے پہنے ہوئے آ کر مجھ کو تم سے اُٹھا کر لے گئی ہے۔ اور آسمانوں کے گرد اگرد چکر دیا۔ عالم بالا کے

عجائبات مجھ کو دکھلائے. لیکن جب تمہاری فریاد کی آواز سُنی تو پھر اسی جگہ اُتار لائے کہتے ہیں کہ اسی عمر میں تین چار دن میں ایک دفعہ کھایا کرتے تھے. کہ جب آپ مکہ معظمہ گئے ہیں. بنشاپور میں شیخ فریدالدین عطار کی صحبت میں پہنچے تھے. شیخ نے کتاب اسرارنامہ ان کو دی تھی جس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے. مولوی فرماتے ہیں کہ میں یہ جسم نہیں ہوں کہ عاشقوں کی نگاہ میں منظور ہوں. بلکہ وہ ذوق اور وہ خوشی ہوں. کہ مریدوں کے باطن میں میرے کلام سے سر نکالتا ہے. اللہ اللہ جب اس دم کو پائے. اور اس ذوق کو چکھے تو غنیمت سمجھ. اور شکر کر کہ میں وہ ہوں. مولوی کی خدمت میں لوگوں نے کہا. فلاں شخص کہتا ہے. میرا دل و جاں خدمت میں ہے فرمایا کہ چپ رہو لوگوں میں یہ بات کہنا جھوٹ کے مشابہ ہے. جو یہ کہتے ہیں. اس نے ایسا دل و جان کہاں سے پایا. کہ مردان خدا کی خدمت میں رہے. اس کے بعد حسام الدین چلپی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اللہ اللہ اولیاء خدا کے ساتھ زانو بزانو ہو کر بیٹھنا چاہئے. کیونکہ اس قرب کے بڑے آثار ہیں. رباعی

یکے لحظہ از دوری نشاید   کہ از دوری خرابیہا فزاید
بہر حالیکہ باشی پیش او باش   کہ از نزدیک بودن مہر زاید

آپ فرماتے ہیں جو پرندہ زمین سے اوپر کو اڑے اگرچہ آسمان تک نہ پہنچے. مگر اس قدر تو ہوتا ہے کہ جال سے بہت دُور جا رہتا ہے. اسی طرح اگر کوئی درویش ہو جائے اور کمال درویشی تک گو نہ پہنچے. مگر اس قدر تو ہو جاتا ہے. کہ مخلوق اور بازاری لوگوں کے گروہ کے ممتاز ہوتا ہے دنیا کی زحمتوں سے چھوٹ جاتا ہے. اور ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ آیا ہے نجا المخففون و هلک المثقلون یعنے ہلکے نجات پا گئے. اور بھاری ہلاک ہو گئے. ایک دنیا دار مولانا کی خدمت میں آ کر عذر کرنے لگا. کہ میں خدمت کرنے سے قصوروار ہوں. آپ نے فرمایا عذر کرنے کی ضرورت نہیں جس قدر کہ اور لوگ تمہارے آنے سے احسان مند ہوتے ہیں. ہم اسی قدر نہ آنے سے احسانمند ہیں. ایک دوست کو غمناک دیکھا. تو فرمایا کہ یہ ساری دلتنگی اس جہان کی محبت کی وجہ سے ہے مردمی یہ ہے کہ اس جہان سے آزاد رہے. اپنے آپ کو مسافر سمجھے. ہر رنگ میں کہ دیکھے. اور ہر مزہ کہ چکھے جان لے کہ اس کے ساتھ نہ رہیگا. پھر دوبارہ کبھی دلتنگ نہ ہوگا. فرماتے ہیں کہ آزاد مرد وہ ہے کہ کسی کی تکلیف دینے سے رنجیدہ نہ ہو. جوانمرد وہ ہے کہ تکلیف دینے کے مستحق کو تکلیف نہ دے. مولانا سراج الدین قونوی صاحب صدر اور بزرگ وقت تھے. لیکن

مولوی سے خوش نہ تھے۔ لوگوں نے ان کے سامنے بیان کیا۔ کہ مولانا یہ کہتے ہیں میں تہتر مذہب
کے ساتھ ایک ہوں۔ جب وہ صاحب غرض تھے چاہا کہ مولانا کو تکلیف دے اور بے عزت کرے
اپنے مقربوں میں سے ایک شخص کو جو بڑا دانا عالم تھا۔ بھیجا کہ سب کے سامنے مولانا سے پوچھ
کر تم نے ایسا کہا ہے۔ کہ میں تہتر مذاہب سے ایک ہوں۔ مولانا نے کہا۔ ہاں میں نے کہا ہے
اس شخص نے زبان کھولی اور گالیاں اور کمینہ پن کرنے لگا۔ مولانا ہنس پڑے۔ اور فرمایا
کہ میں اس کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو۔ ایک ہوں۔ وہ شخص شرمندہ ہو گیا۔ اور واپس چلا گیا۔
شیخ رکن الدین علاء الدولہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ بات بہت اچھی معلوم ہوئی۔ مولوی خادم سے
ہمیشہ یہ سوال کرتے۔ کہ آج ہمارے گھر میں کچھ ہے۔ اگر کہتا کہ خیر ہے۔ اور کچھ چیز نہیں تو خوش
ہوتے اور شکر کرتے۔ کہ الحمد للہ آج ہمارا گھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے مشابہ ہے اور اگر
کہتا کہ آج باورچیخانہ کی ضرورت کے موافق ہے تو شرمندہ ہوتے اور فرماتے کہ اس گھر سے فرعون
کی بو آتی ہے کہتے ہیں آپ کی مجلس میں شمع نہ جلاتے تھے۔ مگر اتفاقیہ۔ روغن وچراغ کے بغیر
کہتے کہ ھذہ للملوک وھذہ للصعلوک یعنے یہ بادشاہ ہونے کے لئے ہے۔ اور یہ مفلسوں
کے لئے۔ ایک دن آپ کی مجلس میں شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ کی حکایت بیان کرتے تھے۔
کہ وہ مرد شاہد باز تھے۔ لیکن پاکباز تھے۔ ناشائستہ کام نہ کرتے تھے۔ فرمایا کاش کرتے۔
اور گذر جاتے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست — بر ہر آنچہ مے رسی بروے مایست

ایک دن فرماتے تھے۔ کہ رباب کی آواز بہشت کے دروازے کی آواز ہے جو ہم سنتے ہیں۔ ایک
منکر نے کہا ہم بھی وہی آواز سنتے ہیں۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ ہم ویسے گرم نہیں ہوتے۔ جیسے
مولانا ہوتے ہیں۔ مولوی نے فرمایا ہرگز نہیں۔ حاشا کہ جو کچھ ہم سنتے ہیں وہ اس کے کھلنے کی آواز
ہے۔ اور جو کچھ وہ سنتا ہے وہ اس کے بند ہونے کی آواز ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک
درویش کی خلوت میں آیا اور کہا تنہا کیوں بیٹھا ہے۔ کہا اس وقت جو تو آیا ہے اور خدا سے مجھے
روکا ہے تنہا ہوا ہوں۔ ایک جماعت نے مولوی سے امامت کی درخواست کی۔ شیخ صدرالدین
قونیوی بھی اس مجلس میں تھے۔ کہا ہم ابدال لوگ ہیں۔ جہاں جاتے ہیں وہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور
وہیں اٹھتے ہیں۔ امامت کے لئے تصوف وتمکین کے لوگ مناسب ہیں۔ شیخ صدرالدین کو اشارہ
کیا۔ یہاں تک کہ وہ امام بنے۔ فرمایا من صلے خلف امام تقی فکانما صلی خلف نبی یعنے جس

متقی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ مولانا سماع میں تھے ایک درویش کے دل میں یہ گذرا کہ آپ سے سوال کرے۔ فقر کیا چیز ہے۔ مولانا نے سماع کی حالت میں یہ رباعی پڑھی۔ رُباعی

الجوھر فقر و سوی الفقر عرض   الفقر شفاء و سوی الفقر مرض

العالم کلہ خداع و غرور   و الفقر من العالم سر و غرض

یعنی جوہر تو فقر ہے اور فقر کے سوا سب عرض ہے فقر شفا ہے فقر کے سوا مرض ہے۔ جہان تمام دھوکا فریب ہے۔ فقر جہان کا بھید اور غرض ہے آپ سے پوچھا گیا۔ کہ درویش گناہ کرتا ہے فرمایا نہیں۔ مگر اس وقت کہ بے بھوک کھانا کھائے۔ کیونکہ بغیر بھوک کے کھانا کھانا درویش کے لئے بڑا گناہ ہے فرمایا کہ صحبت بیماری شے ہے لا تصاحبوا غیر ابنا الجنس یعنے ناجنسوں کے ساتھ صحبت نہ رکھو۔ اور کہا اس بارہ میں میرے خداوند شمس الدین تبریزی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ مرید مقبول کی علامت یہ ہے کہ ہرگز بیگانہ مردوں کی صحبت میں نہ جا سکے۔ اگر اتفاقاً کبھی بیگانہ صحبت میں جا پھنسے تو ایسا بیٹھے جیسا منافق مسجد میں جا بیٹھتا ہے۔ اور بچہ مکتب میں قیدی قیدخانہ میں۔ آخیر مرض میں اپنے اصحاب سے کہا کہ میرے فوت ہونے سے غمناک نہ ہونا کہ منصورؒ کی روح نے ڈیڑھ سو سال کے بعد شیخ فریدالدین عطار کی روح پر تجلی کی اور اس کی مرشد بنی جس حالت میں کہ رہو میرے ساتھ رہنا۔ اور مجھے یاد کرنا تاکہ میں تمہارا مددگار معاون ہونگا۔ خواہ کسی لباس میں ہونگا۔ اور فرمایا کہ جہان میں ہمارے دو تعلق ہیں۔ ایک تو بدن کے ساتھ اور دوسرا تمہارے ساتھ اور جب حق سبحانہٗ کی مہربانی سے فرد اور مجرد ہوتا ہوں اور تجرید و تفرید کا عالم نظر آتا ہے۔ وہ تعلق بھی تمہاری ملک ہو جائیگا۔ شیخ صدرالدین قدس سرہٗ آپ کی عیادت کو گئے۔ تو فرمایا شفاک اللہ عاجلاً یعنے خدا تم کو جلد شفا دے۔ آپ کے درجات بلند ہوں۔ امید ہے کہ صحت ہو گی۔ مولانا جہان کی جان ہے۔ فرمایا کہ اس کے بعد شفاک اللہ تمہارے لئے ہو۔ بیشک عاشق و معشوق کے درمیان شعر سے بڑھ کر کوئی پردا نہیں رہا۔ تم نہیں چاہتے کہ نور نور سے ملجائے ؎

من شدم عریاں ز تن او از خیال   می خرامم در نہایات الوصال

شیخ اصحاب کے ساتھ ملکر رونے لگے۔ حضرت مولانا نے یہ غزل کہی ؎

چہ دانی تو کہ در باطن   چہ شاہے ہمنشین دارم

مولانا نے اصحاب کی وصیت میں ایسا فرمایا ہے اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ و

بقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام وھجر یان المعاصی والاثام ومواظبۃ الصیام و دوام القیام وترک الشہوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام وترک مجالسۃ السفہاء والعوام ومصاحبۃ الصالحین والکرام وان خیر الناس من ینفع الناس وخیر الکلام ما قل ودل والحمد للّٰہ وحدہٗ یعنے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے باطن اور ظاہر میں ڈرتے ہو تھوڑا کھانا کھایا کرو۔ تھوڑا سویا کرو۔ تھوڑی باتیں کیا کرو گناہ چھوڑ دو۔ ہمیشہ روزہ رکھا کرو ہمیشہ قیام شب کیا کرو۔ ہمیشہ شہوت کو چھوڑ دو۔ سب لوگوں کا ظلم اٹھاتے رہو۔ کمینوں اور عام کی مجلس ترک کر دو۔ نیک بختوں اور بزرگوں کی صحبت رکھو۔ بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ بہتر کلام وہ ہے کہ جو تھوڑا اور بامعنی ہو اور خدا اکیلے کی تعریف ہے۔ سوال کیا گیا۔ کہ مولویؒ کی خلافت کے لئے کوئی شخص مناسب ہے فرمایا کہ چلپی حسام الدین۔ تین دفعہ یہی سوال و جواب مکرر ہوا۔ چوتھی دفعہ لوگوں نے کہا کہ سلطان ولد کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ پہلوان ہے وصیت کی حاجت نہیں۔ چلپی حسام الدین نے پوچھا کہ آپ کی نماز کون پڑھیگا فرمایا شیخ صدر الدین اور فرمایا۔ یار تو مجھے ادھر کھینچتے ہیں۔ اور مولانا شمس الدین اس طرف بلاتے ہیں۔ یَا قَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ یعنے اے ہماری قوم کے پکارنے والے کی بات سنو۔ ضرور چلے جانا ہے۔ آپ آفتاب کے غروب کے وقت ۵ رجمادی الآخر ۶۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ موید الدین جندی سے سوال کیا گیا۔ کہ شیخ صدر الدین مولویؒ کی شان میں کیا کہتے تھے کہا واللہ ایک دن شیخ اپنے خاص یاروں جیسے شمس الدین ایکی۔ فخر الدین عراقی۔ شرف الدین موصلی شیخ سعید فرغانی وغیرہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں مولانا کی عادت و طبیعت کی نسبت باتیں ہونے لگیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ اگر بایزید اور بسطامیؒ؟ اس زمانے میں ہوتے تو اس مرد مردانہ کے غاشیہ بردار ہوتے اور اسکو بڑا احسان سمجھتے۔ فقر محمدی کا خوان سالار وہ ہے۔ ہم اس کی طفیل سے مزے لے رہے ہیں۔ تمام مریدوں نے اس کا انصاف کیا اور شاباش کہا اس کے بعد شیخ موید نے کہا میں بھی اس سلطان کے نیازمندوں میں سے ہوں۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

لوکان فینا للالوھیۃ صورۃ　　　ھی انت لا اکنی ولا اتردد

یعنے اگر ہم میں خدائی کے لئے کوئی صورت ہوتی۔ تو وہ تم ہی ہوتے نہ اس میں کنایہ کرتا ہوں۔ اور نہ تردد ؎

مولانا شمس الدین محمد بن علی بن ملک داؤد التبریزی رحمۃ اللہ تعالےٰ

مولوی رُومؒ نے اُنکے القاب میں یہ لکھا ہے المولی الاعز الداعی الی الخیر خلاصۃ الارواح سر المشکوٰۃ والزجاجۃ والمصباح شمس الحق والدین نوراللہ فی الاولین والاخرین یعنے وہ مولا عزیز تر خیر کی طرف بلانے والے ارواح کا خلاصہ طاق اور شیشہ کے اور چراغ کے بھید ہیں۔ حق اور دین کے آفتاب اولین وآخرین میں خدا کے نور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں ابھی مکتب میں تھا اور بالغ نہ ہوا تھا۔ اگر چالیس روز مجھ پر گذرتے۔ سیرت محمدی کے عشق کی وجہ سے مجھ کو کھانے کی آرزو نہ ہوتی تھی۔ اور کھانے کی باتیں کرتے تو میں ہاتھ اور سر سے منع کر دیتا تھا۔ آپ شیخ ابو بکر زنبیل باف تبریزی کے مرید ہیں بعض کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید ہیں، شیخ اوحدالدین کرمانی بھی اُنکے مرید ہیں بعض کہتے ہیں، کہ بابا کمال جندی کے مرید ہیں، ممکن ہے کہ سب کی خدمت میں پہنچے ہوں۔ اور سب سے تربیت پائی ہو۔ آخر حال میں ہمیشہ سفر کرتے تھے کالا بند اپہنے رہتے تھے۔ جہاں جاتے کاروانسرائے میں ٹھیرتے۔ کہتے ہیں کہ جب خطۂ بغداد میں پہنچے شیخ اوحدین کرمانی سے ملے اور پوچھا کہ کس کام میں ہو۔ کہا کہ چاند کو پانی کے طشت میں دیکھتا ہوں مولانا شمس الدین نے فرمایا، اگر گردن پر دنبل نہیں رکھتا تو کیوں آسمان پر نہیں دیکھتا کہتے ہیں کہ اس وقت جبکہ مولانا شمس الدین بابا کمال جندی کی صحبت میں تھے۔ شیخ فخرالدین عراقی بھی شیخ بہاؤالدین زکریا کے فرمان کے مطابق وہیں رہتے تھے۔ جو فتح اور کشف شیخ فخرالدین عراقی کو ہوتی تھی۔ اس کو نظم ونثر کے لباس میں ظاہر کرتے تھے۔ اور بابا کمال جندی کی نظر میں گذارتے تھے۔ شیخ شمس الدین اظہار نہ کرتے تھے۔ ایک دن بابا کمال نے اُن سے کہا اے فرزند شمس الدین جو اسرار وحقائق کہ فرزند فخرالدین عراقی ظاہر کرتا ہے تجھ پر ان میں سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ کہا اس سے بڑھ کر مشاہدہ ہوتا ہے لیکن اس وجہ سے کہ وہ بعض اصطلاحات اختیار کرتا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے کہ ان کو اچھے لباس میں جلوہ دے لیکن مجھے اسکی طاقت نہیں۔ بابا کمال نے فرمایا کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ تم کو مصاحبی نصیب کرے کہ اولین وآخرین کے معارف وحقائق تمہارے نام پر ظاہر کردے۔ اور حکمت کے چشمے جو اس کے دل سے زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ اور حرف اور آواز کے لباس میں آتے ہیں۔ اس لباس کا نقش تیرے نام پر ہو کہتے ہیں کہ مولانا شمس الدین ۶۴۲؁ھ میں مسافرت کی حالت میں قونیہ میں پہنچے۔ شکر ریزان کی سرائے میں اُترے۔ مولانا اس زمانہ میں تدریس علوم میں مشغول تھے۔ ایک

دن آپ فضلاء کی ایک جماعت کے ساتھ مدرسہ سے باہر نکلے اور شکر ریزان کی سرائے کے سامنے سے گذر رہے تھے۔ مولانا شمس الدین سامنے سے آئے اور مولانا کی سواری کی باگ پکڑ لی۔ اور کہا۔ یا امام المسلمین بایزید بڑے بزرگ ہیں یا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولانا نے کہا اس سوال کی ہیبت سے گویا ساتوں آسمان ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور زمین پر گر پڑے اور بڑی آگ میرے دل سے دماغ تک لگی۔ اور وہاں سے میں نے دیکھا کہ دھواں عرش کے ساق تک نکلا۔ اس کے بعد میں نے جواب دیا۔ کہ مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لوگوں سے بزرگتر ہیں چہ جائیکہ بایزید۔ ہم انہوں نے کہا پس اس کا کیا مطلب ہے کہ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں ما عرفناک حق معرفتک یعنے ہم نے تیرا حق معرفت نہیں پہچانا۔ اور ابو یزید کہتے ہیں سبحانی ما اعظم شانی وانا سلطان السلاطین یعنے میں پاک ہوں میری بڑی شان ہے اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے یہ جواب دیا۔ کہ ابو یزید کی پیاس ایک گھونٹ سے بند ہو گئی۔ اس لئے سیرابی کا دم مارنے لگے۔ ان کے ادراک کا کوزہ اس سے بھر گیا۔ وہ نور اس کے گھر کی سوراخ کے برابر تھا لیکن مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑی پیاس تھی۔ اور آپ کا سینہ مبارک اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ یعنے کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔ کے مطابق خدا کی بڑی فراخ زمین بنا ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے پیاس کا دم مارا۔ اور ہر روز قرب کی زیادتی کا تقاضا کیا۔ مولانا شمس الدین نے نعرہ مارا اور گر پڑے۔ اور مولانا خچر سے نیچے اتر آئے۔ اور شاگردوں کو حکم دیا۔ کہ ان کو پکڑ لیں۔ اور مدرسہ میں لیجائیں۔ جب تک ان کو ہوش نہ آیا تھا۔ ان کا سر مبارک زانو پر رکھا تھا۔ اس کے بعد ان کے ہاتھ کو پکڑا۔ اور روانہ ہو گئے۔ وہ تین مہینہ برابر رات دن صوم وصال کے ساتھ خلوت میں بیٹھے اور ہرگز باہر نہ آئے کسی کو طاقت نہ تھی کہ خلوت میں ان کے پاس آئے۔ ایک دن مولانا شمس الدین نے مولانا سے معشوق کی درخواست کی۔ مولانا اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر سامنے لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ میری جانی بہن ہے۔ مجھے ایک نازنین لڑکا چاہئے۔ اسی وقت اپنے فرزند سلطان ولد کو سامنے لائے۔ فرمایا کہ یہ میرا فرزند ہے۔ اب اگر قدرے شراب ہاتھ لگے تو مزہ دیتی۔ مولانا باہر گئے اور آتش پرستوں کے محلہ سے ایک گھڑا شراب کا بھرا ہوا لے آئے۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ میں تو مولانا کے فراخ مشرب کی طاعت کی قوت کا امتحان کرتا تھا جس قدر لوگ کہتے ہیں اس سے وہ بڑھ کر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب ان مشائخ سے پوچھتا ہوں۔ کہ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ یعنے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کیا ایسا وقت ہمیشہ رہتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیشہ نہیں رہتا مقصود

مولانا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے ہمیشہ رہتا ہے۔ اور یہ نادر ہے، فرمایا کہ ایک شخص نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک درویش کو یہ دعا دی اور کہا کہ خدا تعالیٰ تجھ کو جمعیت خاطر دے اُس نے کہا کہ ہے ہے یہ دعا مت کر بلکہ میرے لئے یہ دعا مانگ کہ اے رب اس سے جمعیت خاطر لے لے خدایا اس کو تفرقہ دے۔ کہ میں جمعیت سے عاجز آ گیا ہوں فرماتے ہیں ایک نے کہا کہ غسل خانہ میں خدا کا نام نہ لینا چاہئے۔ قرآن نہیں پڑھنا چاہئے۔ مگر آہستہ۔ میں نے کہا۔ میں یہ کیسے کر سکتا ہوں اس کو اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ گھوڑے سے نیچے نہیں اترتا۔ گھوڑا بیچارہ کیا کرے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ جب مولانا شمس الدین قونیہ میں پہنچے۔ اور مولانا کی مجلس میں آئے۔ تو مولانا حوض کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے تھے چند کتابیں اپنے پاس رکھی تھیں۔ پوچھا یہ کیسی کتابیں ہیں۔ مولانا نے کہا کہ ان کو قیل وقال کہتے ہیں۔ آپ کو اس سے کیا مطلب۔ مولانا شمس الدین نے ہاتھ بڑھایا۔ اور تمام کتابوں کو حوض میں ڈال دیا۔ مولانا بڑے افسوس سے کہنے کہ ہے ہے درویش تم نے یہ کیا کیا۔ ان میں سے بعض میرے والد کے فوائد تھے۔ کہ اب وہ میسّر نہیں ہو سکتے۔ شیخ شمس الدین نے پانی میں ہاتھ ڈالا۔ اور ایک ایک کتاب کو باہر نکالا۔ پانی کا اثر ذرا بھی نہ ہوا۔ مولانا نے کہا کہ یہ کیا بھید ہے شیخ شمس الدین نے فرمایا یہ ذوق وحال ہے تجھ کو اس کی کیا خبر۔ اس کے بعد ایک دوسرے کے پاس آتے رہے جیسا کہ گذرا۔ ایک رات شیخ شمس الدین مولانا کی خدمت میں خلوت میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے دروازہ کے باہر شیخ کو اشارہ کیا۔ کہ باہر آئیے۔ فی الحال اٹھ کھڑے ہوئے۔ مولانا سے کہا۔ مجھے قتل کے لئے بلاتے ہیں۔ بہت توقف کے بعد مولانا نے فرمایا۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی دیکھو اسی کے لئے خلق اور امر ہے۔ وہ اللہ رب العالمین بابرکت ہے۔ سات شخص ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھات میں کھڑے تھے۔ انہوں نے چھری چلائی۔ شیخ نے نعرہ مارا۔ چنانچہ وہ جماعت بیہوش ہو گئی۔ اور گر پڑی۔ ان میں سے ایک علاؤالدین محمد تھا۔ جو مولانا کا فرزند تھا اور اس داغ سے داغدار تھا۔ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔ یعنی بیشک وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہیں۔ جب وہ جماعت ہوش میں آئی۔ تو سوائے خون کے چند قطروں کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اس روز سے اب تک اس سلطان معنی کا نشان ظاہر نہیں ہے۔ اور یہ واقعہ ۶۴۵ھ میں ہوا تھا۔ وہ سب نالائق ایک ایک بلا میں مبتلا ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔ علاؤالدین محمد کو عجیب قسم کی بیماری ہوئی۔ انہیں دنوں میں فوت ہو گیا۔ اور مولانا اس کے جنازہ پر حاضر نہ ہوئے بعض کہتے ہیں کہ شیخ شمس الدین مولانا بہاؤالدین کے پہلو میں دفن ہوئے ہیں۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ ان نالائقوں نے آپ کے بدن مبارک کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ ایک رات سلطان ولد نے خواب میں دیکھا کہ شیخ شمس الدین نے اشارہ کیا ہے۔ کہ میں فلاں کنوئیں میں سوتا ہوں۔ تب آدھی رات کو محرم دوستوں کو جمع کیا اور مولانا کے مدرسہ میں بانی مدرسہ امیر بدرالدین کے پہلو میں دفن کر دیا۔ واللہ اعلم +

شیخ صلاح الدین فریدون القونیوی المعروف بزرکوب رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شروع حال میں سید برہان الدین محقق ترمذی کے مرید تھے۔ ایک دن مولانا زرکوبوں کے محلہ سے گذر رہے تھے۔ ان کے ضرب کی آواز سے ان میں حال ظاہر ہو گیا۔ چکر کھانے لگے۔ شیخ صلاح الدین الہام کے ساتھ دکان سے باہر کود پڑے۔ اور مولانا کے قدم پر سر رکھ دیا۔ مولانا نے اس کو بغل میں لے لیا۔ اور بڑی مہربانی کی۔ ظہر کی نماز سے لے کر عصر تک مولانا سماع میں تھے اور یہ غزل فرمائی ؎

یکے گنجے پدید آمد دریں دکان زرکوبی   زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

شیخ صلاح الدین نے فرمایا کہ دکان کو لوٹ لو۔ اور دونوں جہان سے آزاد ہو گئے۔ مولانا کی صحبت میں روانہ ہو گئے۔ مولانا نے وہی عشقبازی کہ شیخ شمس الدین کے ساتھ رکھتے تھے۔ ان سے شروع کی۔ دس سال تک آپس میں انس و محبت رہی۔ اک دن مولانا سے سوال کیا گیا کہ عارف کون ہوتا ہے۔ کہا وہ جو تیرے دل کی باتیں کہے۔ اور تم خاموش بیٹھے رہو۔ اور ایسا مرد صلاح الدین ہے جب سلطان ولد بلوغ کے درجہ تک پہنچے۔ تو مولانا نے شیخ صلاح الدین کی دختر نیک اختر کو انکے لئے منسوب کیا۔ اور چلپی عارف اس دختر سے پیدا ہوئے تھے۔ شیخ صلاح الدین قونیہ میں مولانا بہاؤالدین کے پڑوس میں فوت ہو گئے +

شیخ حسام الدین حسن بن محمد بن الحسن بن اخی ترک رحمۃ اللہ تعالیٰ

جب شیخ صلاح الدین انتقال فرما گئے۔ تو مولانا کی خدمت کی مہربانی اور ان کی خلافت چلپی حسام الدین کی طرف منتقل ہو گئی۔ اور عشقبازی کی بنیاد ان سے رکھی۔ مثنوی کی نظم کا باعث وہ ہوئے کیونکہ جب چلپی حسام الدین نے اصحاب کا میلان خاطر الٰہی نامہ حکیم سنائی اور منطق الطیر شیخ عطار اور ان کے مصیبت نامہ کی طرف دیکھا۔ تو مولانا سے درخواست کی۔ کہ غزلیات

کے اسرار بہت ہو گئے ہیں۔ اگر ایسی کتاب جس کی طرز الٰہی نامہ سنائی یا منطق الطیر کی ہو نظم کی جائے۔ تاکہ دوستوں کے لئے یادگار رہے۔ تو نہایت مہربانی ہوگی۔ مولانا نے اسی وقت اپنی دستار کے سرے سے ایک کاغذ چلپی کے ہاتھ میں دیا جس پر اٹھارہ بیت اول مثنوی کے لکھے ہوئے تھے۔ اس شعر سے ؎

بشنو از نے چون حکایت میکند　　　از جدائیہا شکایت میکند

لے کر اس شعر تک ؎　　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

بعد ازاں مولانا نے فرمایا پہلے اس سے کہ تمہارے دل سے یہ خواہش پیدا ہو۔ عالم غیب سے میرے دل میں یہ بات القا کی گئی تھی۔ کہ اس قسم کی کتاب نظم کی جائے۔ تب پورے اہتمام سے مثنوی کی نظم شروع کر دی کبھی کبھی ایسا ہوتا۔ کہ اول شب سے طلوع فجر تک مولانا تصنیف کرتے اور چلپی حسام الدین لکھتے جاتے تھے۔ اور اس کے مجموعہ کو بلند آواز سے مولانا کی خدمت میں پڑھتے تھے۔ جب پہلی جلد ختم ہو چکی۔ تو چلپی حسام الدین کی بیوی فوت ہو گئیں۔ اور اسی درمیان میں سستی آگئی۔ دو سال کے بعد چلپی حسام الدین نے مولانا کی خدمت میں بڑی عاجزی سے بقیہ مثنوی کے پورا کرنے کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ دوسری جلد کے شروع میں اس طرف اشارہ کیا ہے ؎

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد　　　مہلتے بایست تا خوں شیر شد

بعد ازاں آخر تک مولانا فرماتے تھے۔ اور چلپی حسام الدین لکھتے جاتے تھے۔ ایک دن چلپی حسام الدین نے کہا کہ جس وقت اصحاب مثنوی مخدومی کو پڑھتے ہیں۔ اور اہل حضور اس کے نور میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ تو میں دیکھتا ہوں کہ ایک غیبی جماعت ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئی دور باش کرتی ہوئی حاضر ہوتی ہے۔ جو شخص اخلاص سے اس کو نہیں سنتے۔ انکے ایمان کی جڑوں اور دین کی شاخوں کو کاٹتے ہیں۔ اور کشاں کشاں دوزخ کے گڑھے میں لے جاتے ہیں مولانا نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے دیکھا ہے ؎

دشمن ایں حرم ایندم در نظر　　　شد مثل سرنگوں اندر سقر

اے حسام الدین تو دیدی حال او　　　حق نمودت پاسخ افعال او

سلطان ولد قدس اللہ تعالےٰ روحہٗ

آپ نے سید برہان الدین محقق اور شیخ شمس الدین تبریزی کی لائق خدمتیں کی ہیں۔ اور شیخ صلاح الدین کے ساتھ جو کہ ان کی بیوی کے باپ تھے۔ اچھا عقیدہ رکھتے تھے۔ ۱۱ سال تک چلپی حسام الدین کو اپنا قائم مقام اور باپ کا خلیفہ بنایا تھا کئی سال تک اپنے والد کے کلام کی فصیح زبان اور فصیح بیان سے تقریر کیا کرتے تھے۔ ان کی ایک مثنوی ہے جو کہ حدیقہ حکیم سنائی کے وزن پر ہے۔ بہت سے معارف و اسرار اس میں لکھے ہیں۔ بارہا مولانا ان کو خطاب کرتے۔ انت اشبہ الناس بی خلقا و خلقا یعنے تم مجھ سے خلق اور خُلق میں بہت مشابہ ہو۔ اُن سے بہت محبت کرتے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے موٹے قلم سے مدرسہ کی دیوار پر لکھ رکھا تھا۔ کہ ہمارا بہاؤالدین نیک بخت ہے۔ خوش زندگی اور خوش چلتا ہے۔ واللہ اعلم کہتے ہیں کہ ایک دن ان پر مہربانی فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ اے بہاؤالدین میرا اس عالم میں آنا تمہارے ظہور کی وجہ سے تھا۔ یہ باتیں میرے قول ہیں۔ اور تیرے فعل۔ ایک دن مولانا نے ان سے کہا۔ دمشق میں جاؤ۔ اور مولانا شمس الدین کو تلاش کرو۔ اس قدر سونا چاندی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور اس سلطان کی جوتی میں گراؤ۔ اور ان کی مبارک جوتی کو روم کی طرف پھیر دے۔ جب تم دمشق میں پہنچو تو صالحیہ میں ایک مشہور سرائے ہے جس کو کسرہ کہتے ہیں۔ وہاں جانا کہ ان کو وہاں پاؤ گے۔ جو فرنگی بچہ خوبصورت کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہونگے۔ جب آپ بازی جیت لیتے ہیں۔ تو سونا اس سے لیتے ہیں۔ اور جب وہ جیت جاتا ہے تو آپ تھپڑ کھاتے ہیں۔ خبردار انکار نہ کیجیو۔ کہ وہ لڑکا بھی اسی گروہ میں سے ہے لیکن وہ اپنے آپ کو جانتا نہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ اس کو اس بات کا آشنا کرے۔ جب سلطان ولد دمشق کی طرف گئے۔ تو مولانا شمس الدین کو وہیں پایا۔ جہاں کہ آپ نے ان کا پتہ بتایا تھا۔ اسی بچہ سے شطرنج کھیل رہے تھے۔ آپ نے ہمراہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے سامنے سر رکھدیا۔ اور بڑی عاجزی کی۔ اس فرنگی بچہ نے جب یہ حال دیکھا۔ تو ان کی بزرگی کو معلوم کر لیا۔ اپنی بے ادبیوں سے نادم ہوا۔ سر برہنہ کیا۔ اور ایمان لایا۔ اور انصاف سے کھڑا ہو گیا۔ یہ چاہا کہ جو کچھ رکھتا ہے۔ اس کو لٹا دے۔ مولانا شمس الدین نے نہ چھوڑا۔ اور فرمایا کہ فرنگستان میں جا۔ اور اس ملک کے عزیزوں کو مشرف باسلام کر۔ اور اس جماعت کا قطب بن۔ بعد ازاں سلطان ولد نے جو کچھ سونا چاندی

کہ لائے تھے ان کی جوتی میں ڈال دیا۔ اور ان کی جوتی روم کی طرف پھیر دی۔ اور مولانا روم کے تمام مخلصین کی طرف سے درخواست کی۔ آپ نے قبول فرمایا۔ جو گھوڑا کہ آپ رکھتے تھے اس کو کسا مولانا شمس الدین سوار ہوئے۔ اور سلطان ولد پیادہ ان کی رکاب میں روانہ ہوئے۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ بہاؤالدین سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے زمین پر سر رکھا اور کہا کہ بادشاہ بھی سوار اور غلام بھی سوار یہ ہرگز جایز نہیں۔ دمشق سے قونیہ تک آپ کی رکاب میں پیادہ گئے جب قونیہ پہنچے۔ تو مولانا شمس الدین نے سلطان ولد کی خدمتیں مولانا سے بیان کیں۔ اور کہتے تھے۔ کہ میں نے اس کو یوں کہا۔ اور اس نے مجھے یہ جواب دیا۔ اور بڑی خوشی ظاہر کرتے تھے۔ پھر کہا کہ مجھ کو خدا تعالیٰ کی بخششوں میں سے دو چیزیں عنایت ہوئی ہیں۔ سر اور سِر اور سر تو مولانا کی راہ میں اخلاص کے ساتھ میں نے فدا کر دیا ہے اور سِر کو بہاؤالدین ولد کو بخش دیا۔ اگر بہاؤالدین کی عمر نوح علیہ السلام کے برابر ہوتی۔ اور سب کو اس راہ میں صرف کر دیتا تو وہ بات اس کو میسر نہ ہوتی۔ جو اسکو اس سفر میں مجھ سے ملی ہے امید ہے کہ تم سے بھی حصے لیگا۔ جب مولانا انتقال فرما گئے تو بعد ساتویں دن کے چلپی حسام الدین اٹھے۔ اور تمام اصحاب کے ساتھ سلطان ولد کی خدمت میں آئے۔ اور کہا میں چاہتا ہوں۔ کہ آج کے بعد باپ کی جگہ پر آپ بیٹھیں مخلصوں اور مریدوں کو ارشاد کرو اور ہمارے سچے شیخ بنو۔ اور میں آپ کی رکاب میں کندھے پر زین پوش اٹھا کر چلوں گا۔ اور غلامی کروں گا۔ یہ شعر پڑھا ؎

برخانۂ دل اے جاں آں کیست کہ استادہ | برتخت شاہ کہ باشد جز شاہ شاہزادہ

سلطان ولد نے سر رکھا اور بہت روئے اور فرمایا۔ الصوفی اولیٰ بخرقتہ والیتیم احریٰ بخرقتہ۔ یعنے صوفی زیادہ لائق ہے اپنے خرقہ کے ساتھ۔ اور یتیم زیادہ لائق ہے اپنے جلن کے ساتھ جس طرح تم میرے والد بزرگوار کے زمانہ میں خلیفہ اور بزرگوار تھے۔ ویسے ہی اس زمانہ میں ہمارے خلیفہ اور بزرگ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے کہا۔ بہاؤالدین اگر تم چاہتے ہو۔ کہ ہمیشہ بڑے بہشت میں رہو۔ تو سب کے دوست بنے رہو۔ کسی کا غصہ دل میں نہ رکھو۔ اور یہ رباعی پڑھی۔ رباعی۔

خواہی کہ بہشتی طلبی زہیچکس بیش مباش | چوں مرہم و موم باش چوں نیش مباش
خواہی کہ زہیچکس بتو بد نرسد | بد گوئی و بد آموز و بد اندیش مباش

تمام انبیاء علیہم السلام نے یہی کہا ہے۔ اور اس عادت کو صورت میں لائے ہیں۔ اس لئے

تمام لوگ ان کے اخلاق کے مغلوب ہو گئے۔ اور اُن کی مہربانی کے گرویدہ ہو گئے۔ جب دوستوں کو یاد کرتا ہے تو تیرے دل کا باغ خوشی سے کھلتا ہے۔ اور پھول ریحان سے بھر جاتا ہے۔ اور جب دشمنوں کا ذکر کرتا ہے تو تیرے دل کا باغ کانٹے اور سانپ سے بھر جاتا ہے۔ اور پژمردہ خاطر ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وفات کی رات انہوں نے خود یہ بیت سنایا ہے ؎

امشب شب آنست کہ بینم شادی ۔۔۔ دریابم از خدائے خود آزادی

آپ ہفتہ کی رات کو ۱۰ شہر رجب ۱۲ھ میں فوت ہوئے ہیں +

شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

امام یافعیؒ آپ کے القاب میں ایسا لکھتے ہیں۔ اُستاد زمانہ، فرید اوانہ، مطلع الانوار، منبع الاسرار، دلیل الطریقہ، ترجمان الحقیقت، استاد الشیوخ، الاکابر الجامع، بین علم الباطن والظاہر، قدوۃ العارفین وعمدۃ السالکین العالم الربانی، شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد البکری السہروردی قدس اللہ سرہٗ۔ یعنے آپ زمانہ کے فرد، انوار کے مطلع، اسرار کے سرچشمہ، طریقہ کے رہنما، حقیقت کے ترجمان، بڑے بڑے شیوخ کے اُستاد، علم باطن وظاہر کے جامع۔ عارفوں کے پیشوا۔ سالکوں میں عمدہ عالم ربانی شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بکری سہروردی خدا ان کے سر کو پاک کرے آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور تصوف میں آپ کا نسب اپنے چچا ابوالنجیب سہروردی سے ملتا ہے۔ اور شیخ عبدالقادر گیلانی رح کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان کے سوا اور بہت سے مشائخ کو ملے ہیں۔ کہتے ہیں۔ مدت تک بعض ابدال کے ساتھ عبادان کے جزیرہ میں رہے ہیں۔ خضر علیہ السلام سے بھی ملے ہیں۔ شیخ عبدالقادر رضؓ نے آپ کو کہا ہے انت آخر المشہورین بالعراق یعنے تم ان بزرگوں کے آخر میں ہو۔ جو عراق میں مشہور ہونگے۔ آپ کی تصنیفات ہیں۔ جیسے عوارف۔ اشف النصائح، اعلام الہدیٰ وغیرہ وغیرہ عوارف کو تو مکہ معظمہ میں تصنیف کیا ہے۔ جب آپ پر کوئی مسئلہ مشکل ہو جاتا۔ تو خدا تعالے کی طرف توجہ کرتے۔ اور بیت اللہ کا طواف کرتے۔ تو اشکال رفع ہوتا۔ اور حق امر ظاہر ہوتا۔ اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔ اہل طریقت دور نزدیک شہروں سے آپ سے مسائل فتویٰ پوچھا کرتے۔ کتب الیہ بعضہم یاسیدی ان ترکت العمل اخلدت الی البطالۃ وان عملت دخلنی العجب فکتب فی جوابہ اعمل واستغفر اللہ من العجب یعنی ایک

شخص نے آپ کو لکھا اے میرے سردار اگر میں عمل چھوڑتا ہوں تو بیہودہ پن کی طرف جاتا ہوں۔ اور اگر عمل کرتا ہوں تو مجھ میں غرور آجاتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ لکھا کہ عمل کر اور تکبر سے توبہ کر۔ رسالہ اقبالیہ میں ہے کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے کہا ہے۔ کہ لوگوں نے شیخ سعد الدین حموی سے پوچھا۔ کہ شیخ محی الدین عربی کو تم نے کیسے پایا ہے کہا بحر مواج لا نہایۃ لہ یعنے وہ ایک موجزن سمندر تھے جسکی انتہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کو کیسے پایا۔ کہا نور متابعۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی جبین السہروردی شیئ آخر یعنے سہروردی کی پیشانی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا نور ایک اور ہی قسم کا ہے۔ آپ کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ ہجری میں۔ اور وفات ۶۳۲ھ ہجری میں ہوئی ہے ✦

شیخ نجیب الدین بن بزغش شیرازی قدس اللہ سرہٗ

آپ عالم اور عارف سرچشمۂ علوم و معارف تھے۔ آپ کے والد بڑے امین سوداگر اور بڑے غنی تھے۔ شام سے شیراز میں آئے تھے۔ اور وہیں عیالدار متوطن ہو گئے تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کھانا لائے ہیں۔ اور ان کے ساتھ کھایا۔ ان کو خوشخبری دیتے ہیں۔ کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ تم کو فرزند صالح نجیب عنایت کریگا۔ جب وہ فرزند پیدا ہوا۔ تو اس کا نام علی رکھا۔ جو کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام تھا۔ اور لقب نجیب الدین رکھا۔ آپ نے شروع حال ہی فقرا کی صحبت اختیار کی۔ ان کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ ہر چند ان کے باپ ان کو فاخرہ لباس پہنایا کرتے۔ اور لذیذ کھانے دیا کرتے۔ لیکن آپ ادھر توجہ نہ کرتے تھے۔ اور کہا کرتے ہیں عورتوں کے کپڑے نہ پہنوں گا۔ اور نازکوں کا کھانا نہیں کھاتا۔ اونی کپڑے پہنا کرتے۔ اور بے تکلف کھانا کھایا کرتے۔ یہاں تک بڑے ہوئے اور طلب کی خواہش ان میں قوی ہوئی۔ تنہا گھر میں بسر کیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا۔ کہ شیخ کبیر کے روضہ میں سے ایک پیر مرد باہر نکلے ہیں۔ ان کے پیچھے اور چھ پیر ہیں۔ جو ایک راہ میں ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں۔ اول پیر آپ کے منہ کو دیکھ کر ہنسے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر آخر پیر کے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا کہ یہ امانت ہے جو خدا تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجی ہے جب جاگے تو اس خواب کو باپ سے بیان کیا۔ باپ نے کہا۔ میں اس خواب کی تعبیر نہیں بیان کر سکتا۔ مگر شیخ ابراہیم بیان کریںگے۔ وہ اُن دنوں میں عقلمند دیوانوں

ہیں مشہور تھے کسی کو اُن کے پاس بھیجا۔ کہ اس خواب کی تعبیر کا سوال ان سے کرے۔ جب شیخ ابراہیم نے اس بات کو سُنا۔ تو کہا کہ یہ خواب سوائے علی بزغش کے اور کسی کی نہیں آیا۔ پیر اوّل شیخ کبیر۔ اور دوسرے پیر وہ ہیں۔ جنہوں نے یہ طریقہ ان سے لیا ہے۔ اور چاہئے کہ یہ آخر پیر زندہ ہو کہ جس کے حوالہ اس کی تربیت کی ہے۔ چاہئے کہ اس شیخ کو طلب کرے تاکہ مقصود تک پہنچے۔ اپنے باپ سے اجازت مانگی۔ کہ اس شیخ کو طلب کرے۔ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے تو ان کو پہچان لیا۔ کہ یہ وہی شخص ہے کہ خواب میں دیکھا تھا۔ شیخ بھی ان کے حال سے اطلاع رکھتے تھے۔ ان کے خواب کے مضمون کو اُن سے بیان کر دیا۔ آپ شیخ کی خدمت میں رہے۔ برسوں گذارے۔ خرقہ پہنا۔ شیخ وغیرہ کی تصنیفات کو شیخ سے سُنا۔ اور شیخ کے حکم سے شیراز میں آئے۔ اور عیال دار بنے۔ خانقاہ بنائی۔ طالبوں کے ارشاد میں مشغول ہوئے۔ اُنکے حالات وکرامات لوگوں میں مشہور ہوئے۔ آپ کی باتیں لطیف اور رسالے شریف ہیں۔ جن سے حضرت شیخ شہاب الدین کے انفاس کی خوشبو آتی ہے۔ ایک دن ان سے لوگوں نے کہا۔ کہ توحید کی بات کو مثال دیکر روشن کیجئے۔ کہا دو آئینہ اور ایک سیب سے ایک فاضل وہاں پر حاضر تھے۔ جنہوں نے اس کو نظم میں کر دیا۔ اور کہا ؎

شیخ کامل نجیب الدین پیر کہن — ایں حرف نو آوردہ بصحرائے کہن
گفتا کہ ز وحدت ار مثالے خواہی — سیبے دو آئینہ تصور میکن

ایک اور دن فرمایا۔ کہ ہمیشہ معشوق کے خال کا میں وصف بیان کرتا ہوں۔ اور یہ عجیب ہے کہ اس کا کوئی خال نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کو کوئی نظم کرے وہی فاضل حاضر تھے۔ جنہوں نے یہ کہا۔ رُباعی

اے آنکہ ترا بحُسن نمثال نیست — چوں حال من از خالِ رُخت خالی نیست
وصافی من ہمہ ز خالِ رخ تست — ویں طرفہ کہ بر رُخ تو خود خالی نیست

آپ ماہ شعبان ۶۷۸ھ ہجری میں فوت ہوئے +

شیخ ظہیرالدین عبدالرحمن بن علی بزغش رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ اپنے باپ کے خلف الصدق اور خلیفہ برحق تھے۔ جب آپ کی والدہ آپ سے حاملہ ہوئیں تو شیخ شہاب الدین نے انکے لئے اپنے خرقہ مبارک کا ایک ٹکڑا ارسال کیا۔ جب پیدا ہوئے۔ تو اُن کو

اس میں لپیٹ دیا۔ اوّل خرقہ کو جو دُنیا میں پہنا ہے اس نے پہنا ہے۔ جب بڑے ہوئے۔ تو باپ کی خدمت میں مشغول ہوئے۔ اور تربیت پائی۔ باپ کی زندگی کے دنوں میں حج کو گئے۔ عرفہ کی رات دیکھا کہ میں روضہ شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہوں۔ اور سلام کہا۔ حجرہ شریفہ میں سے آواز آئی۔ علیک السلام یا ابا النجاشی۔ آپ کے باپ اس پر مطلع ہوئے۔ اور اپنے اہل کو اس خواب کی خبر دی اُن کو خوشخبری سُنائی۔ کہ مقصود حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد درس کہا۔ اور حدیث کی روایت کی اور تصنیف شروع کی۔ آپ کی تصانیف میں سے ایک یہ ہے کہ عوارف کا ترجمہ کیا ہے۔ اور اس میں بہت سی تحقیقات جو کشف والہام سے معلوم ہوئی ہیں لکھی ہیں۔ بلند مقامات تک پہنچے۔ عمدہ کرامات سے مشہور ہوئے۔ اور آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے دو شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

وقد کنت لا ارضی من الوصل بالرضی | واخذنا من فوق الرضی متبرما
فلما تفرقنا وشط مزارنا | قنعت بطیف منک یاتی مسلما

یعنے میں پہلے اس سے وصل کی رضا سے راضی نہ ہوتا تھا۔ اور ہم نے رضا سے بلند تر مرتبہ بطول خاطر لے لیا۔ جب ہم جدا ہو گئے۔ اور ہمارا رجوع دور تک ہو گیا۔ تو میں نے تیرے خیال پر قناعت کی۔ جو سلام کرتا ہوا آتا ہے۔ آپ ماہ رمضان ۷۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ۔

شیخ محمد یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ نجیب الدین برغش قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں چند اصحاب کی جماعت کے ساتھ شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں کھڑا تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ یاروں میں سے کوئی خانقاہ سے باہر جائے۔ ایک مسافر شخص کو جو باہر پائے اس کو اندر لائے۔ کیونکہ محبت کی بو میرے دماغ میں آتی ہے۔ ایک یار باہر گیا۔ تو وہاں پر کسی کو نہ پایا۔ واپس آیا کہ میں نے تو وہاں کسی کو نہیں پایا۔ شیخ نے غصہ سے فرمایا کہ دوبارہ جا کہ تجھ کو ملیگا۔ دوبارہ گیا۔ ایک حبشی دیکھا جس پر مسافرت اور غربت کے آثار تھے۔ اس کو اندر لایا۔ اُس نے ارادہ کیا۔ کہ جوتیوں کی جگہ بیٹھ جائے۔ شیخ نے کہا اے شیخ محمد نزدیک آ۔ کہ تم سے محبت کی خوشبو آتی ہے وہ آگے بڑھا۔ اور شیخ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ شیخ اور اُس نے آپس میں بھید کی باتیں کیں۔ پھر اس حبشی نے شیخ کی ران پر بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ دسترخوان لاؤ۔ کچھ کھانا کھایا۔ میں

روزہ دار تھا۔ شیخ نے فرمایا جو شخص روزہ دار ہے وہ اپنے حال پر رہے۔ اس دسترخوان پر انار تھے۔ شیخ انار کھاتے تھے۔ اور اُس کے دانہ منہ سے نکال کر اپنے سامنے رکھتے تھے۔ میرے دل میں گزرا کہ میں وہ دانہ اٹھالوں۔ کیونکہ شیخ کے منہ کی برکت اُن تک پہنچی ہے۔ میں اس سے افطار کروں گا۔ جب یہ بات میرے دل پر گزری تو اُس حبشی نے ہاتھ بڑھایا اور اُن کو لیکر کھا لیا۔ اور میری طرف دیکھ کر ہنس پڑا۔ میں نے جانا کہ میرے دل کی بات کو اُس نے معلوم کر لیا ہے جب دسترخوان اٹھایا گیا۔ تو شیخ نے کہا۔ شیخ محمد حافظ قرآن ہے لیکن کچھ عرصہ ہوا ہے کہ تنہا پڑھتا رہا ہے وہ چاہتا ہے کہ کوئی حافظ اس کے سامنے ہر روز کچھ قرآن پڑھا کرے۔ شیخ کے مریدوں میں جو حافظ تھا اس نے جب شیخ کی عنایت اس کے حال پر دیکھی تو سب نے اس بات کی خواہش کی۔ میرے دل میں یہ بھی گذرا لیکن میں اپنی زبان پر نہ لایا اور شیخ کے اختیار کے حوالہ کر دیا۔ شیخ نے اسکو میرے حوالہ کیا اور کہا شیخ محمد تم ہر روز علی شیرازی کے پاس جایا کرو اور دو پارہ اس کو سنایا کرو۔ جب رات پڑی تو شیخ عیسیٰ جو شیخ کا خادم تھا آیا۔ اور انار لایا۔ اور کچھ دانے اس میں سے کھائے ہوئے تھے۔ مجھ کو دیا اور کہا۔ کہ شیخ نے کچھ اس میں سے کھایا ہوا ہے اور باقی تم کو بھیجا ہے۔ کہ اس سے تم افطار کرو۔ اور شیخ نے فرمایا ہے کہ تمہیں کہدوں کہ اس انار کے پس خوردہ کے عوض میں ہے جو شیخ محمد نے کھا لئے تھے۔ پھر میں نے اسی سے افطار کیا۔ جب ہم نے صبح کی نماز پڑھی اور میں اپنے گھر میں گیا تو وہ حبشی آیا۔ اور سلام کہا۔ میں نے جواب دیا۔ بیٹھا اور کچھ نہ کہا۔ میں نے بھی کچھ نہ کہا۔ کیونکہ اس کے چہرہ پر ایک ہیبت تھی! ایک پہلا پارہ قرآن شریف پڑھا اور جلد اُٹھ کر اپنے گھر کو چلا گیا۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا۔ تیسرے دن جب اپنا وظیفہ پڑھا تو کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان اُستادی شاگردی کا حق ہو گیا۔ میں حبشی ہوں اور شیراز نہیں دیکھا مجھ کو شیراز کے مشائخ کی تعریف سناؤ۔ میں نے شروع کیا اور اس زمانہ میں جس قدر مشائخ شیراز میں تھے۔ سب کا نام لینا شروع کیا۔ جب میں سب کا نام لے چکا تو کہا زاہدوں اور گوشہ نشینوں کا نام بھی لے۔ میں نے بیان کیا۔ جب میں باتیں کر چکا۔ تو اس کے ہوش جاتے رہے۔ چنانچہ میں ڈر گیا۔ کہ شاید مر گیا ہے کیونکہ اس کا سانس منقطع ہو گیا تھا ایک عرصہ تک اسی حال پر تھا۔ اس کے بعد ہوش میں آیا۔ اور کہا کہ میں گیا ہوں اور میں نے سب کو دیکھا اب تو ہر ایک کے نام بتا تاکہ میں ان کا حال بتاؤں۔ میں نے ہر ایک کا نام بتانا شروع کیا۔ اور وہ ان کی ایسی تعریف بیان کرتا تھا۔ کہ ان کا سلوک ان کا حال اُن کا لباس اس قسم کا ہے گویا اس کے برابر بیٹھے تھے۔ اور وہ ان کو دیکھتا تھا۔ میں نے تعجب کیا۔ پھر آخر میں کہا ان میں

سے ایک شخص جنکو ہم نے یاد کیا ہے۔ کہ اس کو حسین فلان کہتے ہیں۔ وہ ولایت کے مرتبہ سے گر گیا ہے اس کا نام اولیاء کے درجہ سے گرا دیا گیا۔ میں نے کہا اس کا سبب کیا تھا۔ کہا بادشاہ شیراز اتابک ابو بکر کو اس سے عقیدت ہو گئی۔ اس کے پاس جایا کرتا تھا۔ اور اس کو مال و نعمت دی۔ اس سبب سے خدا کی نظر سے گذر گیا۔ پھر میں نے اسکی اس بات کو یاد رکھا۔ جب میں شیراز میں آیا تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ اُس نے کہا تھا۔ پھر گیا کہ ان زاہدوں میں سے جن کا تم نے نام لیا ہے ایک زاہد نے تم کو نشانی دی ہوئی ہے۔ جو تمہارے پاس ہے اس کو بیان کرو۔ تاکہ میں اسکو دیکھوں۔ میں نے ہر چند سوچا۔ مگر میرے دل میں نہ آیا۔ اس نے میری جوتی کو دیکھ کر کہا یہ کیا ہے۔ مجھ کو یاد آیا کہ شیراز میں ایک زاہد تھا جو جوتی سیا کرتا تھا۔ جب میں سفر کو باہر آنے لگا۔ اُس نے مجھے وہ جوتیاں تبرک دیں۔ اور کہا یہ ایک نشانی ہے کہ مجھ کو دعا خیر سے یاد کرنا۔ مجھے اس کی صحبت سے کیا کیا راحتیں اور خوشیاں پہنچی تھیں۔ پھر اُس نے شیخ کی خدمت سے خرقہ پہنا۔ اور شیخ نے اسکو خرقہ پہننے کی اجازت دی۔ تب وہ اپنی ولایت کو واپس چلا گیا۔ اور وہاں مشہور ہو گیا۔ اور بہت سے لوگ اُن کے مرید ہو گئے۔

شیخ ابراہیم مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ وہی ہیں۔ جن کا ذکر شیخ نجیب الدین علی بزغش کے حالات میں گذرا ہے کہ وہ عجیب دیوانہ تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ چند روز کچھ نہیں کھاتا۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ایکدم ہی دفعہ سو سیر کھا جاتا ہے۔ اس کے حالات و کرامات عجیب بیان کرتے تھے۔ مجھے اُن کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے اس سے کہا آ ایک دن باہم ملکر رہیں۔ وہ ایک بار بھی مانتا نہ تھا۔ آخر ایک دن میں نے اسکو بازار میں دیکھا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ کہا کہ یہ وہ وقت ہے کہ ایک جگہ ہم ملکر رہیں۔ لیکن یہ شرط ہے کہ آج کی رات بازار کی مسجد میں رہیں۔ پھر اس کے ساتھ مسجد میں گیا۔ میں نے کہا کھانا لاؤں کہا میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ بارش پڑنی شروع ہوئی پرنالے بہہ نکلے۔ جب مغرب اور عشا کی نماز ہم نے پڑھ لی۔ اور لوگ مسجد سے باہر چلے گئے۔ تب میں اور وہ تنہا مسجد میں رہ گئے اس وقت کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ کچھ کھانا لاؤ کہ میں کھاؤں۔ اندھیری رات تھی اور برف پڑ رہی تھی۔ بارش ہو رہی تھی۔ میں نے چند دینار زر کے جو میرے پاس تھے۔ اس کو دئے اور کہا اس وقت معاف رکھو کیونکہ ظاہر عذر ہے۔ اس زر سے کل کو غذا لے لینا۔ وہ زر تو لے لیا اور تھوڑی دیر صبر کیا۔ لیکن پھر یہ کہا۔ کہ میں بھوکا ہوں اُٹھ اور کچھ لا کہ میں کھاؤں میرا

گھر مسجد سے دور تھا۔ لیکن اس مسجد کے قریب ایک میرا رشتہ دار مالدار تھا۔ میں اس کے گھر گیا اور جب میں سن چکا تھا کہ وہ بہت کھانا کھاتا ہے میں نے کہا ایک جماعت میری مہمان آ گئی ہے اور یہ میں نے اس معنی کر کہا کہ ہر شخص حقیقت میں ایک جماعت ہے کیونکہ اس میں لطائف ہیں۔ یعنی نفس، قلب، روح وغیرہ۔ انہوں نے کہا دیر ہو گئی ہے۔ اور کھانا پختہ رہا نہیں۔ ان کے خدمتگار تھے۔ ہر ایک کے سر پر ایک بھرا ہوا طشت کچے چاول کا۔ اور بعض طشت کچے یا فلاں اور بعض پنیر اور بعض چنے وگیہوں اور ایک دنبہ قدید (سُکھا ہوا گوشت) میرے ساتھ مسجد میں لائے اور کہا کہ خود پکالو۔ میں نے یہ سب طشت اس کے سامنے رکھدئے اور دل میں تخمینہ کیا۔ تو وہ سب پچاس سیر وزن تھا۔ میں نے کہا صبر کر کہ اس کو پکالوں کہا میں ویسے ہی کھالونگا۔ سب کو کچا کھا گیا ایک گھڑی صبر کیا۔ ایک سائل کی آواز آئی۔ جو مانگتا پھرتا تھا مسجد سے باہر وہ ڑا۔ اور جو کچھ اس نے جمع کیا تھا اس سے لے لیا۔ دس سیر کے قدر روٹیوں کے ٹکڑے اور کھانا تھا مسجد میں لے آیا۔ اور سب کھا گیا۔ جب آدھی رات گذری تو مجھ سے کہا اُٹھ اور مسجد کے گوشہ میں جا کر سو رہو۔ کیونکہ تم نے مجھ سے بڑی تکلیف اٹھائی ہے اگر کوئی حرکت کی یا ہلا تو تجھے ہلاک کر ڈالونگا۔ میں مسجد کے گوشہ میں جا کر سو رہا۔ اور یہ طاقت نہ رکھتا تھا کہ حرکت کروں۔ چنانچہ اگر مجھے کہیں کھجلی ہوتی تو کھجلنے کی جرأت نہ کرتا۔ اس مسجد میں ایک بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ ہر دم اُٹھاتا اور اس پتھر کو پکڑتا اور میرے سرہانے لاتا اور اپنے آپ کو کہتا کہ اس پتھر سے اس کو مارونگا۔ اور ہلاک کر دونگا۔ پھر آپ ہی کہتا کہ یہ جائز نہیں کیونکہ اس کا باپ بوڑھا ہے۔ کل کو روئیگا۔ اس پتھر کو پھر وہیں جا کر رکھدیتا چند دفعہ ایسا ہی کیا۔ مجھ کو ڈر کے مارے نیند نہ آتی تھی لیکن اپنے آپ کو ایسا ظاہر کیا کہ میں سوتا ہوں۔ پھر کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ تم نہیں سوتے ہیں تجھ کو بہت تکلیف دیتا ہوں۔ اب میں نے تم کو خدا کے لئے معاف کیا۔ میں مسجد کے چھت پر جاتا ہوں۔ تاکہ تو آرام سے سو رہے پھر وہ چھت پر چلا گیا۔ مسجد کی سیڑھیوں پر ایک حجرہ تھا۔ اس میں وہاں کے امام نے بہت سی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس حجرہ میں چلا گیا۔ میں ڈرتا ہوا گیا۔ اور حجرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اور سو رہا اس کے کھانے کی آواز آتی تھی۔ میں نے تعجب کیا۔ کہ وہ کیا کھاتا ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ اندر کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔ جب صبح کو باہر نکلا۔ اور چلا گیا تو میں حجرہ میں گیا۔ دیکھا۔ تو کتابوں کی تمام جلدیں کھا گیا تھا ✦

شیخ جمال الدین لور رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ نجیب الدین کہتے ہیں کہ جب کوئی مجھے کہتا کہ لوری غریب اس شہر میں آیا ہے۔ اُس کا نام جمال الدین ہے وہ قوی جذبہ رکھتا ہے مسجد جامع میں رہتا ہے تب میں مسجد جامع میں گیا دیکھا کہ بڑے جذبہ والا ہے اور پورا استغراق رکھتا ہے۔ اور اسکی دونوں آنکھیں اس کے اثر سے دو خون کے پیالہ کی طرح تھیں۔ میں آگے گیا اور سلام کہا۔ جواب دیا کہا کہ مجھ کو سفید سیاہ کرنے والوں سے کام نہیں یعنی مجھ کو فقہا اور لکھنے والوں سے مطلب نہیں۔ ایک شخص حاضر تھا۔ اس نے کہا یہ حضرت تو صوفی ہیں۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور اس کے حالات کی بابت سوال کیا۔ کہا ایک مرد لور اور اُمّی ہوں۔ کچھ نہیں جانتا۔ میں گھوڑوں سے بہت رغبت رکھتا تھا۔ اور ہمیشہ گھوڑے رکھتا تھا۔ ایک روز صبح کے وقت گھوڑوں کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً مجھ پر حال کشف ہو گیا۔ اور جذبہ ظاہر ہوا۔ تکبر کا حجاب مجھ سے اٹھا دیا گیا۔ میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ گھوڑوں کے پاؤں میں لوٹتا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا۔ تو توحید کا بھید ظاہر ہو گیا تھا۔ شیخ نجیب الدین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ وہ ہمیشہ شطحیات[1] کہا کرتا تھا۔ چنانچہ علماء صلحاء کی ایک جماعت اس پر انکار کرنے لگی اور ان کو کافر کہنے لگی۔ اس کی تکفیر کا فتویٰ لکھدیا۔ اور اتابک ابوبکر کے پاس جو اس وقت شیراز کا بادشاہ تھا لے گئے عرض کیا لورے کے قتل کی اجازت ہو جائے۔ اتابک نے کہا اگر دو اور شخص جو شیراز میں ہیں تکفیر کا فتویٰ دیدیں تو میں اجازت دیدوں گا۔ ایک تو شیخ نجیب الدین برغش اور ایک شیخ معین الدین کہ اس وقت بزرگ تھے۔ میں نے اس پر لکھدیا کہ وہ مجذوب ہے اور مغلوب الحال۔ اس کا قتل کرنا جائز نہیں۔ اور شیخ معین الدین نے بھی یہی لکھا۔ تب اتابک نے اُس کے قتل کی اجازت نہ دی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دن وضو کر رہا تھا۔ اور جمال الدین دیکھ رہے تھے۔ جب میں نے منہ پر پانی ڈالا تو کہا ارفع الحدث بت یعنے میں حدث کو دور کرتا ہوں۔ اُس نے کہا کوئی حدث باقی رہتا ہے جو تم یہ کہتے ہو یوں کہو ارفع المحدث یعنے رفع کرتا ہوں مخلوق و تعینات کو۔

شیخ شمس الدین صفی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ صاحب کرامات و عظیم حالات ہیں۔ جبکہ شیخ نجیب الدین شیخ

[1] ظاہری شریعت کے برخلاف باتیں کرنا جیسے منصور کا انا الحق کہنا وغیرہ ۱۲

شہاب الدین قدس سرہ کی زیارت کے ارادہ سے بغداد کو گئے تھے۔ تو شیخ شمس الدین اُنکے رفیق تھے اُنھوں نے شیخ نجیب الدین کے سامنے قرآن پڑھا تھا۔ اور شیخ نجیب الدین نے انکو حدیث فقہ سنائی تھی۔ شیخ کی خدمت میں ایک دوسرے کے ساتھ صحبت رکھتے رہے ہیں۔ شیخ نجیب الدین کہتے ہیں کہ جب میں شیراز میں لوٹ کر گیا۔ تو شیخ نے میرے لئے خرقہ پہنانے کی اجازت لکھدی اور شیخ شمس الدین کے لئے بھی لکھی۔ اور چالیس عدد ٹوپیاں ہم کو دیں۔ بیس ۲۰ مجھے اور بیس شیخ شمس الدین کو۔ اور ہر ایک پر ایک بزرگ کا نام لکھا ہوا انعام فرمایا۔ جب تم شیراز میں پہنچو۔ تو اول ہماری نیابت سے یہ ٹوپیاں ان کو پہنا دو کہ جن کے نام ان پر لکھے ہوئے ہیں۔ اس وقت اوروں کو خرقہ پہنانا ٭

شیخ نور الدین عبد الصمد نطنزی رحمتہ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ نجیب الدین علی بزغش کے مرید ہیں علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ شیخ عزالدین محمود کاشی اور شیخ کمال الدین عبد الرزاق کاشی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں ان کے مرید ہیں۔ شیخ کمال الدین عبد الرزاق تاویلات کی تفسیر میں لکھتے ہیں قد سمعت شیخنا المولی نور الدین عبد الصمد قدس اللہ تعالی روحہ العزیز عن ابیہ انہ کان لبعض الفقراء فی خدمۃ الشیخ الکبیر شہاب الدین قدس اللہ تعالیٰ روحہ شہود الوحدۃ ومقام الفناء ولہ ذوق عظیم فاذا ہو فی بعض الایام یبکی ویتاسف فسالہ الشیخ عن حالہ فقال انی حجبت فی الوحدۃ بالکثرۃ ورددت علی فلا اجد حالی فنبہ الشیخ علی انہ بدایۃ المقام البقاء وان حالہ ہذہ اعلی وارفع من حال الاولی وامنہ یعنے بیشک میں نے سُنا اپنے شیخ مولی نور الدین عبد الصمد قدس اللہ تعالیٰ روحہ العزیز سے انھوں نے اپنے باپ سے کہ ایک درویش شیخ کبیر شہاب الدین قدس اللہ تعالیٰ روحہ کی خدمت میں مقام وحدت اور فنا میں تھا۔ اس کو بڑا ذوق تھا۔ اتفاقاً وہ ایک دن رونے لگا۔ اور افسوس کرنے لگا۔ شیخ نے اس کا حال پوچھا۔ تو کہا۔ کہ میں کثرت میں وحدت سے پردہ میں آگیا ہوں۔ اور مقام وحدت سے مردود ہو گیا ہوں۔ اب میں اپنے حال کو نہیں پاتا۔ اس کے بعد شیخ نے اس کو خبردار کیا کہ یہ مقام بقا ہے۔ اور اس کا یہ حال زیادہ بلند اور عالی ہے۔ اس کو یہ بیان کر کے بے خوف کر دیا ٭

شیخ عزالدین محمود الکاشی رحمتہ اللہ تعالیٰ

آپ نے عوارف کا ترجمہ کیا ہے۔ اور قصیدہ تائیہ فارضیتہ کی شرح لکھی ہے، ان دونوں کتابوں میں بہت سے بلند حقائق اور عمدہ معارف درج کئے ہیں۔ قصیدہ کی مختصر مفید شرح لکھی ہے۔ اپنے علم عرفان ذوق وجدان کے مطابق بغیر کسی شرح دیکھنے کے اسکے مشکلات کو حل کیا ہے۔ چنانچہ اس کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ ولم ارجع فی املائہ الی مطالعۃ الشروح کیلا یرتسم منہ فی قلبی رسوم واٰثار تسد باب الفتوح وتتشبث باذیال الروح فانکو تلو الغیر واحذ وحذ وہ تی السیر ودابی فی التحریر تفریغ القلب من مظان الریب وتوجیہ وجہہ تلقاء مدین الغیب استنزالا للفیض الجدید واستفتاحا لابواب المزید یعنے میں نے اس کی تصنیف میں کسی شرح کے مطالعہ کی طرف رجوع نہیں کیا تاکہ میرے دل پر اس شرح سے اوروں کے رسوم و آثار نقش پذیر نہ ہو جائیں کہ جن سے فتوح کا دروازہ بند ہو جائے یعنی امور غیبیہ بند ہو جائیں۔ اور روح کو مقید کر دیں، پھر میں دوسروں کا تابع ہو جاؤں۔ اور سیر میں ان کے قدم بقدم چلوں، میری عادت لکھنے میں یہ ہے۔ کہ دل کو ایسی چیز سے خوش کروں کہ جس میں شک کا گمان نہ ہو۔ اور اپنے دل کی توجہ کو شہرستان غیب کی طرف متوجہ کروں، اور اس توجہ سے نئے فیض کے اتر آنے کو اور زیادتی دروازوں کی کشادگی طلب کروں، انہوں نے اپنے ایک شاگرد کو اجازت نامہ یوں لکھ دیا ہے، وانا اروی الکتاب یعنی عوارف المعارف عن شیخی ومولائی نورالدین عبد الصمد بن الشیخ علی الاصفہانی ومن الشیخ العالم ظہیرالدین عبدالرحمٰن بن علی بن بزغش وھما عن شیخہما الامام العالم العارف نجیب الدین بن بزغش الشیرازی وھو عن شیخہ قطب الاولیاء ومیں العارفین مصنف الکتاب رحمۃ اللہ وعلیہم اجمعین ولی فی کشف حقایقہ و بیان معضلاتہ طریق خاص فی الروایۃ عن مصنفہ بلا واسطۃ وھوانی رایتہ فی مبشرۃ وقرأت علیہ کتابہ المذکور فنبہنی علی حقایقہ ودقائقہ واللہ الموفق من یشاء لما یشاء وھو علی کل شیئ قدیر۔ یعنے میں روایت کرتا ہوں۔ کتاب عوارف المعارف کو اپنے شیخ اور مولانا نورالدین عبدالصمد بن شیخ علی اصفہانی اور شیخ عالم ظہیرالدین عبدالرحمٰن بن علی بن بزغش اور ان دونوں نے اپنے شیخ امام عالم۔ عارف

نجیب الدین بن بزغش شیرازی سے۔ انہوں نے اپنے شیخ قطب الاولیاء سید العارفین مصنف کتاب رحمۃ اللہ وعلیہم اجمعین سے اور مجھے اسکی مشکلات کے حل و بیان میں ایک خاص طریق ہے مصنف کی روایت سے بلاواسطہ اور وہ یوں ہے کہ میں نے خواب میں اُن کو دیکھا۔ اور اُن کے سامنے اُن کی کتاب مذکور کو پڑھا۔ تب آپ نے مجھے اس کے حقائق و دقائق پر آگاہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور جس چیز کی چاہتا ہے۔ وہی سب شئے پر قادر ہے۔ یہ چند رباعیاں اُنکے معارف سے ہیں۔ جو لکھی جاتی ہیں۔ رُباعی۔

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است | تعلیم مکن گرت بدیں دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ | در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

رُباعی

اے عکس رخ تو دادہ نور بصرم | تا در رُخ تو بنور تو مے نگرم
گفتی منگر بغیر ما آخر کو | غیر از تو کسے کہ آید اندر نظرم

ے

اے دوست میانِ من جدائی تا کے | چون من تو ام ایں توئی و مائی تا کے
اغیرتِ تو مجال غیرے چو نماند | پس در نظر ایں غیر نمائی تا کے

اور یہ دو قطعہ بھی اُنہیں کے ہیں۔

ے

کثرت چو نیک درنگری عین وحدت است | ما را شکے نماند دریں گر ترا شک است
در ہر عدد ز روئے حقیقت چو بنگری | گر صورتش بہ بینی ہمہ و مادہ یک است

ے

تا توئی درمیانہ خالی نیست | چہرۂ وحدت از نقاب شکے
گر حجاب خودت بر اندازی | عشق و معشوق و عاشق است یکے

شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ نور الدین عبد الصمد نطنزی کے مرید ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ آپ کی تصنیفات بہت ہیں۔ جیسے تفسیر تاویلات کتاب اصطلاحات صوفیہ شرح فصوص الحکم شرح

منازل السائرین وغیرہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس اللہ سرہٗ کے معاصر تھے۔ اور ان میں وحدت وجود کے قول میں مخالفات مباحثات رہے ہیں۔ اور اس معنی میں ایک دوسرے کو خطوط لکھے ہیں۔ امیر اقبال سیستانی سلطانیہ کے راہ میں شیخ کمال الدین عبد الرزاق کے ساتھ ہمراہ ہوا تھا۔ ان سے اس بارہ میں دریافت کیا تو ان کو اس بارہ میں پورے غلو کے ساتھ پایا۔ پھر آپ نے امیر اقبال سیستانی سے پوچھا کہ تمہارا شیخ شیخ محی الدین بن العربی کی شان میں کیا اعتقاد رکھتا ہے۔ اس نے جواب میں کہا۔ کہ ان کو معرفت میں ایک مرد بڑی شان والا جانتے ہیں۔ لیکن فرماتے ہیں۔ اس امر میں کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کو وجود مطلق کہا ہے غلطی کھائی ہے۔ اس سخن کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ اس کی معرفت کا اصل تو یہی مسئلہ ہے۔ اس سے بہتر کوئی اور بات نہیں ہے۔ عجیب ہے کہ تیرا شیخ اسی امر کا انکار کرتا ہے۔ تمام انبیاء اولیاء اور امام اسی مذہب پر تھے امیر اقبال نے یہ بات اپنے شیخ سے جا کر بیان کی۔ اس کے شیخ نے جواب میں لکھا۔ کہ تمام دینوں میں ایسی بُری بات کسی نے نہیں کہی۔ اور جب اچھی طرح جانچے تو حکمائے طبعیین اور دہریہ کا مذہب ان بدعت سے عقائد سے بہتر ہے۔ کہ جنہوں نے اسکے ابطال میں بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ اور جب یہ خبر شیخ کمال الدین عبد الرزاق کو پہنچی۔ تو شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کی طرف انہوں نے خط لکھا۔ اور شیخ نے اس کا جواب لکھا ہے۔ یہاں پر دونوں خطوں کو انہیں کی عبارت میں لکھا جاتا ہے ۔

مکتوب شیخ کمال الدین عبد الرزاق کاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تائید و توفیق کی امداد والے توحید و تحقیق کے انوار حضرت احدیت میں بظاہر اظہر اور باطن میں اتو ر مولانا اعظم شیخ اسلام او صانع شرع کے حافظ ارباب طریق کے پیشوا و جلال کے خیموں کے مقیم۔ جمال کے پردوں کے پردوں کے قوام درست کرنے والے علاؤ الحق والدین غوث الاسلام والمسلمین پے درپے رہو۔ اور ترقی کے درجات مدارج تخلقوا باخلاق اللہ المتعالی میں رہو (یعنی خدائے برتر کے اخلاق کے عادی ہو جاؤ) مراسم دعا اور اخلاق کے پیش پہنچانے کے بعد ظاہر کہ یہ درویش آپ کا نام کبھی بے تعظیم نہیں لیتا۔ لیکن کتاب عروہ کو میں نے دیکھا تو اس میں دو بحثیں اپنے اعتقاد کے مطابق نہ پائیں۔

اس کے بعد راستہ میں امیر اقبال کہتا تھا۔ کہ شیخ علاؤ الدولہ محی الدین العربی کے طریقہ کو توحید میں پسند نہیں کرتے۔ مدعا گو نے کہا۔ کہ میں نے جن جن مشائخ کبار کو دیکھا اور سنا ہے۔ وہ اسی اعتقاد پر تھے۔ میں نے جو کچھ عروہ میں پایا۔ وہ اس طریقہ پر نہیں ہے۔ اس نے مبالغہ کیا۔ کہ تم کچھ اس بارہ میں لکھو۔ میں نے کہا شائد ان کے موافق نہ ہو۔ اور رنجیدہ ہوں۔ اب یوں ظاہر کرتے ہیں۔ کہ صرف اس بات کے نقل کرنے سے آپ بڑے خفا ہوتے ہیں۔ اور بُرا بھلا کہکر تک نوبت پہنچاتے ہیں۔ درویشی کے لحاظ سے میں نے یہ عجیب بات پائی۔ مجھے کبھی آپ سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور صرف خبر سننے سے تکفیر کر دینا مناسب نہیں۔ آپ یقیناً جانیں کہ جو کچھ میں لکھتا ہوں۔ از روئے تحقیق ہے نہ نفس و رنج کی وجہ سے۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔ اور ہر ذی علم پر ایک زیادہ علم والا ہے۔ پوشیدہ نہیں کہ جو امر قرآن سنت پر مبنی نہ ہو۔ اس گروہ صوفیہ کے نزدیک بے اعتبار ہے۔ کیونکہ یہ لوگ شریعت کی مطابعت کرتے ہیں۔ اور اس مطلب کی بناد دو آیتوں پر ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ یعنی عنقریب ہم ان کو اپنی آیات دکھلائینگے۔ زمانہ میں اور ان کے اپنے نفسوں میں تاکہ ان کو روشن ہو جائے۔ کہ وہی حق ہے۔ کیا تیرا رب کافی نہیں کہ وہ ہر شے پر گواہ ہے۔ یاد رکھو کہ وہ بیشک اپنے رب کے ملنے سے شک میں ہیں یاد رہے کہ وہ بیشک ہر شے کا گھیرنے والا ہے۔ لوگ تین قسم کے ہیں۔ اول مرتبہ تو نفس کا ہے۔ یہ گروہ دنیادار ہے۔ حواس کا متبع اور پردہ میں پڑا ہوا خدا کا منکر ہے جب وہ خدا کو اور اس کی صفات کو نہیں پہچانتا۔ اس لئے قرآن کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں کہتا ہے۔ اس کو خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ یعنے کہدے کہ یہ مجھے بتلاؤ۔ اگر یہ کلام خدا کی طرف سے ہوا۔ پھر تم نے اس کا انکار کیا۔ تو کون زیادہ گمراہ اس سے ہوگا۔ جو کہ دور کی مخالفت میں پڑا ہے۔ ان میں سے اگر کوئی شخص ایمان لے آئے تو وہ دوزخ سے چھوٹ جائیگا۔ دوسرا مرتبہ قلب کا ہے۔ اور اس مقام کے لوگ پہلے مرتبہ سے ترقی پر ہیں۔ ان کی عقلیں صاف ہوتی ہیں۔ وہاں تک پہنچے ہوتے ہیں۔ کہ خدا کی آیات سے دلیل پکڑیں۔ اور ان آیات کے تفکر میں کہ افعال و تصرفات خدائی ہیں۔ زمانہ کے مظاہر اور نفوس میں خدا کے اسماء و صفات کی معرفت کو پہنچ چکے ہیں۔ کیونکہ آثار کے

افعال صفات ہیں۔ اور صفات و اسماء مصادر اور افعال ہیں پس خدا کی علم و قدرت حکمت عقل کی آنکھ سے جو کہ ہوا کے آشوب سے خالی ہے دیکھتے ہیں خدائے سمیع بصیر کلام کو انسانی نفوس اور اس جہان کے نفوس میں پاتے ہیں۔ قرآن اور اس کی حقیقت کے اقراری ہوتے ہیں حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ یعنے یہاں تک کہ ان کو یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہی حق ہے۔ یہ گروہ اہل دلیل و برہان ہے۔ ان کے استدلال میں غلطی محال ہے۔ اور جب قدس کے نور اور حضرت واحدیت کے اتصال سے جو کہ کثرت اسماء کا محل ہے۔ ان کی عقلیں ایسی روشن ہو جاتی ہیں کہ بصیرت حاصل ہو جائے۔ اور اسماء و صفات الٰہی کی تجلیات میں بینا ہو جائیں۔ ان کی صفات خدا کی صفات میں محو ہو جاتی ہیں۔ جو کچھ پہلا گروہ جانتا ہے۔ یہ گروہ اس کو دیکھتا ہے۔ ہر دو قسم کا نفس ناطقہ دل کے نور سے پاک ہو جاتا ہے لیکن عقلمند اخلاق الٰہی کے عادی ہوتے ہیں۔ اور بصیرت والے اس کے اثبات میں ہوتے ہیں پس ان کی بدخلقی محال ہوتی ہے۔ ان سب کو اپنے مراتب میں معذور رکھنا چاہیئے ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ان میں سے ہونگے۔ تیسرا مرتبہ رُوح کا ہے۔ اس مقام کے لوگ تجلی صفات کے مراتب سے گذر کر مشاہدہ کے مرتبہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جمع احدیت کے شہود کو پالیتے ہیں۔ اور خفی سے بھی گذر جاتے ہیں۔ اسماء و صفات کی تجلیات کے پردوں اور تعینات کی کثرت سے چھوٹ جاتے ہیں۔ خدا کی درگاہ میں اُن کا حال اس کے مصداق ہوتا ہے اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اور یہ گروہ مخلوق کو خدا کا آئینہ دیکھتے ہیں یا خدا کو مخلوق کا آئینہ اور اس سے اوپر کا درجہ عین خدا کی احدیت میں فنا کا ہے۔ اور محجوبان مطلق کو یہ فرمایا ہے اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ (ترجمہ ان ہر دو آیات کا اوپر گذر چکا) اور اسماء و صفات کی تجلیات کے مقام میں رہنے والے ہر چند یقین کے سبب سے شک سے خلاصی پا گئے ہیں۔ لیکن ہمیشگی کی ملاقات اور مطلب كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ سے قاصر ہیں۔ یعنے جو چیز کہ زمین پر ہے وہ فانی ہے۔ اور تیرے رب ذو الجلال کی ذات باقی رہیگی۔ اور اس تنبیہ کے محتاج ہیں۔ اَلَآ اِنَّهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ یعنے خبردار بیشک وہ ہر شے کو گھیرنے والا ہے۔ اس حقیقت کے شہود اور اس آیت کے معنی پر كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ یعنے ہر شے ہلاک ہونے والی ہے۔ مگر اسی کی ذات۔ سوائے آخری گروہ کے اور کوئی کامیاب نہیں ہوا۔ اور اس درگاہ میں هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ ظاہر ہے۔ یعنے وہی اوّل ہے۔

وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ اور ہر متعینات میں خدا کی ذات ظاہر ہے اور اس کے اسماء و تعینات کے وجوہ میں تنزہ ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یعنے جدھر تم منہ پھیرو ادھر ہی خدا کی ذات ہے۔ ان کو محقق ہو چکا ہے ؎

گر ز خورشید بوم بے نیرو ست　　از پے ضعف خود نہ از پے او ست

اب اس احاطہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ تمام تعینات سے منزہ ہے اور اس کا تعین عین ذات کے ساتھ اور اس کی احدیت عددی احدیت نہیں۔ تاکہ اس کا ثانی ہو۔ جیسا کہ ثنائی رحمۃ اللہ نے کہا ہے۔ رباعی

احد ست و شمار از و معزول　　صمد ست و نیاز از و مخذول

آن احدنے کہ عقل داند و فہم　　وآن صمدنے کہ حس شناسد و وہم

کیونکہ حس عقل وفہم وہم سب متعین ہیں۔ اور متعین غیر متعین کو ہرگز گھیر نہیں سکتا۔ واللہ اکبران یقیدہ الحجے تبعین فیکون اول اٰخر ھو واحد لاغیر ثانیۃ ولا موجود ثمہ غیرہ مکاثرھو اول ھو اٰخر ھو الظاھر ھو باطن کل ولم یتکاثر یعنے اللہ تعالےٰ بڑا بزرگ ہے۔ اس سے کہ اس کو عقل کسی تعین سے گھیرے تاکہ وہ واحد ہو آخر ہو وہ ایسا واحد ہے کہ کوئی اس کا ثانی نہیں۔ اور یہاں سوائے کثرت کے موجود نہیں۔ وہی اوّل ہے وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے وہ کل ہے کثیر نہیں پس جس شخص کا یہ مرتبہ ہو جائے۔ تو حقتعالےٰ اس کو تعینات کے مرتبہ سے مجرد کر دیتا ہے عقول کی قید سے چھڑا دیتا ہے۔ کشف و شہود سے اس احاطہ تک پہنچ جایا کرتا ہے ورنہ جلال کے پردوں میں رہتا ہے اور ساقی کوثر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں ہے الحقیقۃ کشف سبحات الجلال من غیر اشارۃ یعنے حقیقت یہ ہے۔ کہ جلال کے انوار کا کشف بغیر اشارہ کے ہو جائے۔ اس لئے کہ اگر حسی یا عقلی اشارہ جمال مطلق کی تجلی کے وقت رہ جائے تو عین تعین ظاہر ہو جائے۔ اور جمال عین جلال ہو جائے۔ اور شہود نفس پردہ میں ہو جائے سبحان اللہ من لا یعرفہ الا ھو وحدہٗ یعنے پاک ہے وہ ذات کہ اس کو سوا اس اکیلے کے اور کوئی نہیں پہچانتا۔ انصاف یہ ہے کہ جو بحث عروہ میں اس مطلب کی نفی کے لئے آپ نے فرمائی ہے اس کے دلائل مستقیم طریق اور برہان کے طرز پر نہیں۔ اسی لئے دانا لوگ کہ معقول جانتے ہیں اس کو پسند نہیں کرتے۔ خضر سرگشتہ کی تعریف جو لکھی ہے میں نے شیخ الاسلام مولانا نظام الدین ہروی سلمہ اللہ تعالےٰ سے پوچھا تھا۔ فرمایا کہ

یہ خضر ترکمان ہے۔ اور نبیرہ بیچارہ خضر ترجمان کا حال پوچھا کرتا تھا اور جب شروع جوانی فضولیات اور شرعیات کی بحث سے فارغ ہوا تھا اور ان بحثوں سے بحث اصول فقہ اصول کلام سے کچھ حقیقت نہ کھلی۔ تو دل میں سوچا کہ بحث معقولات و علم الٰہی اور جو کچھ اس پر موقوف ہے لوگوں کو معرفت تک پہنچا تاہے۔ اور اس تردد سے چھڑا سکتا ہے مایک مدت اس کی تحصیل میں گذری اور اس کا یاد کرنا یہاں تک پہنچا کہ اس سے بہتر نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اس سے اس قدر وحشت اضطراب اور پردہ پیدا ہوا کہ قرار نہیں آتا تھا معلوم ہوا کہ مطلوب کی معرفت عقل کے طریق سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان علوم میں ہر چند حکما لوگ صورتوں اور حرام کی تشبیہ سے چھوٹ گئے ہیں۔ لیکن ارواح سے تشبیہ دینے میں پڑ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ صوفیوں اور صاحبان ریاضت مجاہدہ کی صحبت اختیار کی۔ اور خدا کی توفیق مددگار ہوئی۔ ان باتوں سے شروع میں مولانا نورالدین عبدالصمد نطنزی قدس اللہ تعالےٰ کی صحبت میسر ہوئی۔ اور ان کی صحبت سے توحید کا یہی مطلب حاصل کیا۔ آپ فصوص و کشف شیخ یوسف ہمدانی کو بڑے معتبر سمجھتے تھے۔ اس کے بعد مولانا شمس الدین کیسی کی صحبت میں پہنچا۔ جب میں نے مولانا نورالدین سے سنا ہوا تھا۔ کہ اس زمانہ میں ان جیسا معرفت کے طریق میں اور کوئی نہیں۔ یہ رباعی انہیں کی ہے۔ ؎

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیداست   آں صورت آنکس کاں نقش آراست

دریائے کہن چو برزند موجے نو   موجش خوانند و در حقیقت دریا است

اور توحید میں یہی مطلب بیان کیا کرتے اور کہتے تھے۔ کہ مجھ کو کئی چلوں کے بعد یہ مطلب معلوم ہوا اس وقت شیراز میں کوئی ایسا نہ تھا۔ کہ اس کے ساتھ توحید کا یہ مطلب ذکر کریں شیخ ضیاء الدین ابوالحسن کو یہ مطلب حاصل نہ تھا۔ میں اس سے حیران تھا۔ یہاں تک کہ فصوص یہاں پہنچے۔ جب میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ تو اس مطلب کو پایا خدا کا شکر کیا کہ اس مطلب کا طریق موجود ہے اور بزرگ یہاں تک پہنچے ہیں اور اس کو حاصل کیا ہے۔ علیٰ ہذا مولانا نورالدین ابرقوہی و شیخ صدرالدین روزبہان بقلی۔ شیخ ظہیرالدین بزغش مولانا اصیل الدین۔ شیخ ناصرالدین قطب الدین صاحبزادگان ضیاء الدین ابوالحسن اور ایک جماعت بزرگوں کی صحبت میں پہنچا ہوں۔ یہ سب حضرات اس مطلب میں متفق تھے۔ کوئی بھی باہم مخالف نہ تھا۔ اب ایک شخص کے قول سے اسکے برخلاف قبول نہیں کر سکتا۔ باوجودیکہ جب میں خود اس مقام تک نہیں پہنچا تھا۔ ابھی تک دل قرار نہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعد وفات شیخ الاسلام مولانا شیخنا

نور الملۃ والدین عبدالصمد نطنزی میرے مرشد کے جن پر تسلی ہوتی تھی۔ قرار نہ پایا تھا۔ سات ماہ تک ایسے جنگل میں کہ جس میں آبادی نہ تھی خلوت بیٹھا اور کھانا نہایت کم کر دیا یہاں تک کہ یہ مطلب کھل گیا۔ اور اس پر قرار آگیا اور اطمینان ہوا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک خدا کا اس پر شکریہ ہے۔ ہر چند اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ یعنے تم اپنے نفس پاکیزہ ظاہر نہ کرو۔ لیکن یہ بھی فرمایا ہے اَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ یعنے اپنے رب کی نعمت کو بیان کر۔ اس کے بعد بغداد میں شیخ بزرگوار شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفراینی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا انہوں نے انصاف کیا اور فرمایا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے بغیر وقائع تاویل خواب کا علم بخشا ہے اس سے بڑھ کر کسی مقام تک میں نہیں پہنچا۔ صرف ان بحثوں سے جو کہ معقول کے طریق اور مستقیم راہ پر نہیں ہے اس معنی کو کہ جو شہود میں آجاتا ہے۔ ترک نہیں کر سکتے۔ اور شیخ عبداللہ انصاری قدس اللہ سرہٗ کا بھی یہی کلام ہے۔ اور تمام مقامات کے آخیر میں تیسرے درجہ میں توحید خالص تک پہنچا دیا ہے شیخ شہاب الدین سہروردی کے کلام میں چند موقع پر اس کی تصریح کی ہے چنانچہ امام محقق جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کلام کی شرح میں کہا ہے۔ انی اکرر ایۃ حتی اسمع من قائلھا یعنے میں بیشک آیت کو دوبارہ پڑھتا ہوں۔ یہاں تک کہ اس کے قائل سے سنتا ہوں۔ (یعنے خدا تعالیٰ سے) فرمایا کہ اس نے اپنی زبان اس مطلب میں موسیٰ علیہ السلام کے درخت کی طرح پائی۔ کہ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ یعنے بیشک میں اللہ ہوں۔ اس سے سنا۔ اور اگر متعین ہوتا۔ تو دو صورتوں میں کیسے ظہور پاتا۔ اور قرآن مجید میں وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ یعنے اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی۔ کیسے صادق آتا۔ اور جو حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ لو دلی احدکم حبلہ لھبط علی اللہ یعنے اگر کوئی تم میں سے رسا پھینکے تو وہ خدا پر گرے۔ کب درست ہوتا یا جو کچھ کہ عالم میں ہے شاہ رگ سے کیونکر زیادہ قریب ہوتا۔ آخر اس معنی میں غور کرنا چاہئے کہ نص قرآن میں ثالث ثلثہ کفر ہے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ یعنے بیشک وہ لوگ کافر ہوئے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے۔ اور تین میں چوتھا صرف ایمان و توحید ہے۔ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ یعنے تین کی سرگوشی ہوتی ہے۔ تو ان کا چوتھا وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اگر تین میں کا تیسرا ہوتا تو متعین ہوتا۔ اور ان سے ایک ہوتا۔ لیکن تین میں چوتھا یہ ہے۔ کہ اپنے حقانی وجود کے ساتھ کہ بحکم وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْثَرَ

اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ یعنے اور نہ اس سے کم نہ زیادہ ہو۔ مگر وہ اُن کے ساتھ ہے۔ ایک کا دوسرا دوسرے کا تیسرا۔ تیسرے کا چوتھا۔ چوتھے کا پانچواں۔ پانچویں کا چھٹا ہے یعنے ان اعداد کی حقیقت کا محقق اور سب کے ساتھ بغیر نزدیکی کے اور سب کا غیر ہے بغیر جدا ہونے کے جیسا کہ امیرالمؤمنین علی کرم اللہ تعالےٰ وجہٗ نے فرمایا ہے۔ ھو مع کل شئی لا بمقارنۃ و غیر کل شئی لا بمزایلۃ یعنے وہ ہر شئے کے ساتھ ہے لیکن نزدیک ہو کر نہیں اور ہر شئے کا غیر ہے لیکن جدائی کے ساتھ نہیں۔ یہ عاجز اس مدت میں کہ خواجہ بیان کی خدمت میں رہتا تھا۔ ہر چند کہ بعض لوگ طعن کرتے تھے۔ خدا جانتا ہے۔ اس کا یہ سبب تھا۔ کہ ان کی استعداد میں مطلب یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْئُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ کا پاتا تھا۔ یعنے قریب ہے کہ اس کا روغن زیتون روشن ہو۔ اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے۔ اور اس پر پورا بھروسہ رکھتا تھا۔ کہ وہ مخالفوں کی باتوں سے حق سے نہ پھریگا۔ اور دعا گو بھی اگر مشاہدہ میں معلوم نہ کرتا۔ اور اتنے بزرگوں کے اقوال اس مطلب میں موافق نہ پاتا۔ تو اس بیان کو دوبارہ نہ لکھتا۔ اور نہ بہت دلایل بیان کرتا جیسا کہ شرح فصوص وغیرہ کے شروع میں اتفاق ہوا ہے۔ جب تک کہ اہل علم محقق جو سمجھ دار ہوں۔ آپ سے تقریر کریں۔ تطویل ملال خاطر سے احتراز کیا۔ ومن لم یصدق الجملۃ فان علیہ ان لا یصدق التفصیل اور جو شخص مختصر کی تصدیق نہ کرے۔ اس پر آسان ہے۔ کہ تفصیل کی تصدیق نہ کرے۔ حق تعالےٰ سب کو اپنے جمال کی طرف ہدایت نصیب کرے۔ وَاِنَّا اَوْ اِیَّاکُمْ لَعَلٰی ھُدًی اَوْ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ۔ یعنے اور ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں۔ یا کھلے گمراہی ہیں۔ واللہ الموافق والمعین اللہ تعالےٰ توفیق دینے والا اور مددگار ہے +

اُس خط کا جواب جو شیخ رکن الدین علاؤالدولہ نے اُس کی پشت پر لکھا اور کاشان میں بھیجا یہ ہے

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ ہ یعنے کہدے اللہ پھر چھوڑ اُن کو کہ وہ اپنے خوض میں کھیلتے رہیں۔ بزرگان دین اور راہ یقین کے چلنے والے بالاتفاق کہتے ہیں۔ خدا کی معرفت سے وہ شخص فایدہ اٹھاتا ہے کہ اچھا لقمہ اور صدق گفتار اپنا بچھونا بناتا ہے۔ اور جب یہ دونوں امر مفقود ہیں۔ تو ان بیہودہ باتوں سے کیا مطلب۔ لیکن میں نے جو

کچھ کہ نورالدین عبدالرحمٰن اسفراینی قدس اللہ تعالےٰ روحہٗ سے روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ میں ۳۲ سال ان کے شرف صحبت میں رہا ہوں۔ ہرگز مطلب اُن کی زبان پر نہیں آیا۔ بلکہ ہمیشہ مصنفات ابن العربی کے مطالعہ سے منع کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے سُنا کہ مولانا نورالدین حکیم مولانا بدرالدین رحمہم اللہ تعالےٰ بعض طلبہ کو فصوص کا درس دیتے ہیں۔ تو آپ رات کو وہاں گئے۔ وہ نسخہ ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور پھاڑ دیا۔ اور پورے طور پر منع کردیا۔ دوم جو کچھ میرے فرزند عزیز صاحب قرآن اعظم نے کہ خدا تعالےٰ اس کی توفیق کے لشکر سے مدد کرے۔ اور اس کے دل کی آنکھ کو نور تحقیق سے ٹھنڈی کرے جوالہ دیا ہے۔ اُن کی مبارک زبان پر یہ جاری ہُوا۔ کہ میں اس اعتقاد اور معرفت سے بیزار ہوں اے عزیز میں اپنے خوش وقت میں اشارہ کے موافق کتاب فتوحات کا حاشیہ لکھ رہا تھا جب میں اس تسبیح تک پہنچا۔ کہ اُنہوں نے کہا ہے سبحان من اظھر الاشیاء وھو عینھا یعنے پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اشیاء کو پیدا کیا اور وہ ان کا عین ہے اس پر میں نے یہ حاشیہ لکھا۔ ان اللہ لا یستحیی من الحق ایھا الشیخ لو سمعت من احد انہ یقول فضلۃ الشیخ عن وجود الشیخ لا تسامحہ البتۃ بل تغضب علیہ فکیف یسوغ العاقل ان ینسب الی اللہ ھذا الھذیان تب الی اللہ توبۃ نصوحا لتنجو من ھذہ الورطۃ الوعرۃ التی یستنکف منھا الدھریون والطبیعیون والیونانیون والسلام علی من اتبع الھدیٰ یعنے اللہ تعالےٰ حق سے شرماتا نہیں اے شیخ اگر تو کسی سے سُنے کہ وہ یوں کہتا ہے کہ شیخ کا فضلہ عین وجود شیخ ہے۔ تو البتہ اس میں درگذر نہ کرنا۔ بلکہ اس پر غصہ ہو جانا پس کیسے لائق ہے عقلمند کو کہ اس قسم کا ہذیان خدا کی طرف منسوب کرے۔ خدا کی جناب میں خالص توبہ کر۔ کہ اس سخت بھنور سے نجات پائے جس سے دہریہ طبیعیین یونانی کراہت کرتے ہیں۔ اور سلام اس پر ہو جو کہ ہدایت کی اتباع کرتا ہے لیکن آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ عروہ کے دلائل درست نہیں۔ جب بات واقع کے مطابق ہو تو آپ خواہ منطقی دلائل کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ پروا نہیں۔ اور جب نفس کو کسی مسئلہ میں اطمینان ہو جائے۔ اور واقع کے مطابق ہو۔ اور شیطان اس پر اعتراض نہ کر سکے۔ تو ہمیں کافی ہے۔ والحمد علی المعارف التی ھی تطابق الواقع عقلاً و نقلاً بحیث لا یمکن للنفس تکذیبھا وللشیطان تشکیکھا وتطمئن القلوب علی وجوب وجود الحق ووحدانیتہ ونزاھتہ ومن لم یؤمن بوجوب وجودہ فھو کافر حقیقی ومن لم یؤمن بوحدانیتہ فھو مشرک

حقیقی ومن لم یؤمن بنزاهته من جمیع ما یختص به الممکن فھو ظالم حقیقی لانه ینسب الیه ما لا یلیق بکمال قدسه والظلم وضع الشئ فی غیر موضعه ولذلک لعنھم اللّٰه فی محکم کتابه بقوله الا لعنة اللّٰه علی الظالمین سبحانه وتعالیٰ عما یصفه به الجاھلون۔ یعنے خدا کی تعریف ہے ان معارف پر کہ جو واقع کے مطابق ہیں عقلاً نقلاً اس طرح کہ نفس کو ان کی تکذیب اور شیطان کا شک میں ڈالنا ممکن نہیں۔ دل خدا کے وجوب وجود اور اس کی توحید اور تنزیہ پر اطمینان پا لیتے ہیں۔ اور جو شخص کہ اس کے واجب الوجود ہونے کا منکر ہے۔ وہ حقیقی کافر ہے۔ اور جو اس کی توحید کا منکر ہے وہ حقیقی مشرک ہے۔ اور جو اس کی ایسی پاکیزگی پر جس کے ساتھ ممکن خاص ہے ایمان نہیں رکھتا۔ تو وہ ظالم حقیقی ہے۔ کیونکہ خدا کی طرف وہ بات منسوب کرتا ہے۔ کہ جو اس کے کمال قدس کے لائق نہیں۔ اور ظلم اس کا نام ہے۔ کہ شئے کو اس کے غیر محل میں رکھا جائے۔ اسی لئے خدا نے ان کو اپنی محکم کتاب میں لعنت کی ہے۔ جیسے فرمایا ہے۔ کہ لعنت ہو ظالموں پر۔ وہ اللہ تعالےٰ ان باتوں سے پاک ہے۔ جن کے ساتھ جاہل لوگ اس کا وصف کرتے ہیں ۔

فصل بالخیر

جب دوبارہ میں نے خط کا مطالعہ کیا تو کمیشی کی رُباعی پر نظر پڑی۔ دل میں آیا۔ کہ جو کچھ اس مقام میں واضح ہُوا ہے۔ اور اس سے خوش ہُوا ہے۔ کیونکہ اس کی حقیقت پر اطلاع حاصل کی ہے یہ ہے کہ چنداں شروع میں یہ ضعیف اس مقام میں پڑا تھا۔ اور مجھے وہ مقام خوش معلوم ہُوا تھا لیکن اس مقام سے گذر گیا۔ یعنی جب مقام مکاشفہ کے شروع و وسط سے گذر گیا اور مکاشفہ کے مقام نہایت تک پہنچا۔ تو اس کی غلطی اظہر من الشمس معلوم ہوئی۔ اور اس مقام کے قطب میں یقین پیدا ہو گیا۔ کہ جہاں شک کا دخل نہیں تھا۔ پس اے عزیز میں سُنتا ہوں۔ کہ تمہارے اوقات عبادت کے پابند ہیں۔ اور عمر آخر کو پہنچی ہے۔ افسوس ہے کہ مکاشفہ کے شروع مقام میں اس طریق سے کہ بچوں کو چند کھلونوں سے فریب دیں کہ وہ مکتب میں جائے۔ چند معارف کے ساتھ کہ جو ٹھیکریوں کی طرح ہیں باز رہیں۔ اور قرآن کی اکثر آیات بینات کو متشابہ کی چند آیات کی وجہ سے تاویل کریں۔ چنانچہ یہ آیت محکم ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یعنے کہدو کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں۔ اور ان جیسوں اور آیات کی یہ تاویل کرتے

ہیں اور آیت وَمَا رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنے آپ نے نہیں پھینکا۔ جب پھینکا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا ہے۔ کو اپنا مقتدا بناتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ درمیت کہ یہ امر لوگوں کے سمجھانے کے لئے ہے۔ تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت جان لیں۔ فرمایا ہے جس طرح کہ بادشاہ اپنے مقرب کو کسی ملک میں بھیجے اور کہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اُس کی زبان میری زبان ہے۔ اور شیخ بھی مرید کو جب قوم کے ارشاد کے لئے بھیجتا ہے۔ اس کی اجازت میں بھی لکھتا ہے۔ کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ غرضیکہ آیت اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ سے غافل رہنا اور آیت اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا اور ایسے ہی دیگر آیات سے اعراض کرنا یعنی بلاشتبہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اس کو دشمن سمجھو۔ اور اس آیت سے شک کرنا ھُوَ الْاَوَّلُ ھُوَ الْاٰخِرُ ھُوَ الظَّاھِرُ ھُوَ الْبَاطِنُ سے دلیل پکڑنا اور یہ نہ جاننا کہ اس کا مطلب یہ ہے ھو الاول الازلی لینتھی الیہ سلسلۃ الاحتیاج فی الوجود فضلاً عن شئ اٰخر وھو الاٰخر الابدی بایۃ الیہ یرجع الامر کلہ وھو الظاھر فی اٰثارہ الظاھرۃ بسبب افعالہ الصادرۃ عن صفاتہ الثانیۃ لذاتہ وھو الباطن فی ذاتہ لا تدرکہ الابصار ولا یعرف ذاتہ الا ھو وقد صح عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال کل الناس فی ذات اللہ حمقی ای فی معرفۃ ذاتہ وقال علیہ السّلام تفکروا فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ۔ یعنے وہ اول ازلی ہے تاکہ اس کی طرف احتیاج وجود کا سلسلہ منتہی ہو۔ اور شئے کا تو کیا ذکر اور وہ ایسا آخر ابدی ہے کہ جس کی طرف تمام امر لوٹتے ہیں۔ اور وہ اپنے آثار ظاہرہ میں ظاہر ہے اپنے افعال کے سبب سے جو کہ اس کی ان صفات سے کہ اس کی ذات کے لئے ثابت ہیں صادر ہیں۔ اور وہ اپنی ذات میں باطن ہے۔ اس کو آنکھیں ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور اس کی ذات کو سوا اس کے اور کوئی نہیں پہچانتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ تمام لوگ خدا کی ذات میں احمق ہیں یعنے اس کی معرفت ذات میں اور فرمایا علیہ السلام نے خدا کی نعمتوں میں فکر کرو اور خدا کی ذات میں فکر مت کرو۔ ہم مطلب کی بات پر آتے ہیں۔ جبکہ مقام مکاشفہ کے وسط میں اس معرفت کی طرح جو کہ کشتی کی رُباعی میں پڑھا ہے حاصل ہوئی اور وہ یہ تھی۔ کہ حق تعالےٰ دریا کی صورت میں نظر آیا۔ کہ مواجی تبتی ماحی کی صفت سے موصوف تھا۔ اس کو مخلوقات کی طرح دائرہ تھے۔ بعضے فراخ بعضے تنگ بعض کا نعمت پانا۔ جو کہ اس کے لطف کے مظہر ہیں۔ دائرہ کی فراخی اور استقامت کے

موافق نفعے اور بعضے کہ قہر کے مظہر ہیں۔ ان کا دردائرہ کی تنگی اور انحراف سے اور مثبتی صفت سے بعض کو ثابت کرتے ہیں۔ اور ماحی صفت سے بعض کو محو کر دیتے ہیں۔ مواجی صفت سے پھر دائروں کو نئے سرے سے پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ جب میں نے مکاشفہ کے نہایت مقام میں قدم رکھا تو حق الیقین کی ہوا چلی۔ بدایت اور وسط کے معارف کے سگونوں کو گرادیا حق الیقین کا پھل عین الیقین کے غلاف سے باہر نکلا۔ اے میرے عزیز علم مجرد کہ جس کو اعتقاد جازم مطابق واقع کہتے ہیں شرایت کی نسبت رکھو اور مقام ہدایت کے مکاشفہ کے لئے علم الیقین اور مقام مکاشفہ کے وسط کے لئے عین الیقین مقام کی نہایت کے لئے حق الیقین چاہیئے۔ حق الیقین کی حقیقت کہ جو مجرد یقین سے مقصود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ یعنے اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ کو یقین حاصل ہو جائے۔ سو یہ درجہ مقام مکاشفہ کے درجات کے قطب کی طرف تعلق رکھتا ہے۔ اور جو شخص یہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے وہ واقع کے مطابق ہوتا ہے اور یہ جو ظاہر کیا ہے کہ چلنے والوں کی منزل میں سب سے آخر مقامات توحید ہے ایسا نہیں ہے بلکہ وہ اسٹویں مقام میں پڑتا ہے۔ اخر مقامات المائتہ العبودیۃ وھو عود العبد الی بدایتہ حالہ من حیث الولایۃ المفتوح وادھا دائر امع الحق فی شیون تجلیاتہ تمکنا۔ یعنے سوواں مقام عبودیت ہے۔ وہ یہ کہ بندہ کا لوٹنا شروع حال کی طرف ولایت مفتوح کی وجہ سے حق کے ساتھ فکر لگنے والا اس کی تجلیات کے شیون کے ساتھ تمکن طور پر۔ حضرت جنید رحمہ سے پوچھا گیا۔ مانھایۃ ھذا الامر قال الرجوع الی البدایۃ یعنے اس امر کی نہایت کیا ہے۔ کہا شروع کی طرف رجوع کرنا۔ اے عزیز میں نے توحید کی شروع اور وسط مقام میں خاصکر سماع میں ایسی بہت رباعیاں کہال دی ہونگی۔ اور اس ذوق میں مدتوں رہا تھا۔ ان میں سے ایک یہ ہے ؎

این من نہ منم اگر منی ہست توئی ۔۔۔ ور در بر من پیرہنے ہست توئی
در راہ غمت نہ تن بمن ماند نہ جان ۔۔۔ در زانکہ مرا جان وتنے ہست توئی

اور اس مقام میں کہ حلول کسر معلوم ہوتا تھا۔ اور اتحاد توحید میں نے کہا تھا ؎

انا من اھوی ومن اھوی انا ۔۔۔ لیس فی المراٰۃ شیئ غیرنا
قد سھی المنشد اذا انشدہ ۔۔۔ نحن روحان حللنا بدنا
اثبت الشوکۃ شرکا واضحا ۔۔۔ کل من فرق فرقا بیننا

ان ذکری وندائی یا انا لا انادیہ ولا اذکرہ

الیٰ آخرہ۔ یعنے میں وہ ہوں کہ جس کو میں دوست رکھتا ہوں۔ اور جس کو دوست رکھتا ہوں وہ میں ہوں۔ آئینوں میں سوا ہمارے اور کوئی شئے نہیں۔ پکارنے والا بھول گیا۔ جب اس نے اس کو پکارا۔ ہم دو روحیں ہیں جو کہ ایک بدن میں داخل ہوئیں۔ جس شخص نے ہم میں فرق کیا تو اس نے کھلا شرک کیا۔ میں نہ اس کو پکارتا ہوں نہ یاد کرتا ہوں کیونکہ میرا ذکر اور پکارنا یہ ہے کہ اے ہیں۔ اس کے بعد جب میں نے مقام توحید کے نہایت میں قدم رکھا۔ تو یہ امر محض غلط نکلا۔ الرجوع الی الحق خیر من التمادی فی الباطل یعنے خدا کی طرف رجوع کرنا بیہودہ پن میں بڑھتے جانے سے بہتر ہے۔ پڑھا اے عزیز تو بھی اسی کی پیروی کر۔ اور جب خدا تعالےٰ کے اس قول پر نظر پڑی۔ وَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ یعنے تم خدا کی مثالیں نہ دیا کرو۔ تو میں نے پورے طور پر اس مثال کو مٹا دیا۔ والسلام *

شیخ نور الدین عبد الرحمٰن مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اپنے وقت میں طالبین کے قبلہ تھے۔ اور مصر کی ولایت میں ان کی تربیت وارشاد میں متعین تھے۔ شیخوخت کے مقام میں جانشین تھے۔ شروع حال میں اس ملک کے ایک شیخ کے مرید تھے۔ لیکن ان کا کام اس شیخ کے سامنے پورا نہ ہوا تھا۔ مگر انہوں نے کہا تھا۔ کہ تمہارا کام عجم کے ایک شیخ کے پاس پورا ہوگا۔ آپ اس کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شیخ جلال الدین یوسف کورانی مصر میں پہنچے۔ ان کی صحبت میں بیس روز سے کم میں ان کا کام پورا ہو گیا۔ ان کو ارشاد کی اجازت دیدی۔ اور اجازت میں اسکو برادر لکھا۔ کیونکہ وہ پیر اور معمر تھا۔ شیخ جمال الدین کی نسبت دو شخص کی طرف ہے۔ ایک تو شیخ حسام الدین شمشیری سے اور دوسرا شیخ نجم الدین محمود اصفہانی کی طرف۔ اور یہ ہر دو صاحب شیخ نور الدین عبد الصمد نطنزی کے مرید ہیں قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم *

شیخ زین الدین ابوبکر خوافی قدس اللہ روحہٗ

خواجہ محمد پارسا قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ نے اپنے بعض مکتوب میں ان کے القاب اس طرح لکھا ہے۔ ذو العلم النافع والعمل الرافع ملاذ الجمهور شفاء الصدور صلوٰۃ العلماء والعرفا

رافع اعلام السنۃ قامع اضالیل البدعۃ نا ھج مناھج الحقیقۃ سالک مسالک الشریعۃ والطریقۃ الداعی الی اللہ سبحانہ علی طریق الیقین سیدنا ومولانا زین الملۃ والدین یعنے علم نافع اور رافع (چڑھنے والے) کے صاحب جمہور کے پشت پناہ۔ سینوں کی شفا علماء عرفا کے برگزیدہ، سنتہ کے جھنڈے بلند کرنے والے، بدعت کے گمراہیوں کے توڑنے والے حقیقت کے راستوں میں چلنے والے، شریعت وطریقت کے راستوں میں چلنے والے اللہ سبحانہ کی طرف طریق یقین پر بلانے والے۔ سیدنا مولانا زین الملۃ والدین۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ اول سے آخر تک شریعت کے راستہ اور سنت کی متابعت پر کہ اس گروہ کے محققین کے نزدیک بہت بڑی کرامت ہے۔ استقامت کی توفیق حاصل ہوئی ہے طریقت میں اُن کی نسبت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن مصری سے ہے۔ اور شیخ نورالدین عبدالرحمٰن نے ان کی تربیت کے کمال اور تکمیل وارشاد تک پہنچنے کے بعد اس کی اجازت میں یوں لکھا ہے لما استحق الخلوۃ وقبول الواردات الغیبیہ والفتوحات استخرت اللہ واخلیت خلوۃ المعھودۃ وھی سبعۃ ایام مَنّ اللہ تعالیٰ فیھا علی بمیامن فضلہ ففتح اللہ علیہ ابواب المواھب من عندہ فی لیلۃ الرابعۃ وازداد فی الترقیات فی درجات المقامات الی مقام حقیقۃ التوحید وانحلت متہ قیود التفرقۃ فی شھود الجمع قبل اتمام الایام السبعۃ ثم فی اتمامھا ظھر لہ لوامع التوحید الحقیقی الذاتی المشار الیہ علی لسان اھل الحقیقۃ بجمع الجمع وھو لقوۃ استعدادہ بعد فی الترقی والزیادۃ وانی علی رجاء من اللہ ان یاخذہ منہ الیہ تماما ویبقیہ بقاء دواما ویجعلہ للمتقین اماما۔ یعنے جب وہ خلوت وارادت غیبیہ کے قبول اور فتوحات کا مستحق ہوا، تو میں نے خدا سے استخارہ کیا، اور اس سے خلوت مقررہ کرائی جو سات دن ہوتی ہے۔ تب خدا تعالے نے مجھ پر احسان کیا۔ اور اپنی مہربانی کے دروازے اس پر چوتھی رات کو کھول دئے، اور وہ بڑھ گیا ترقیات میں مقامات کے درجوں پر توحید کی حقیقت کے مقام تک اور تفرقہ کی قیدیں جمع کے شہود میں سات دن کے پورا ہونے سے پہلے اس سے کھل گئیں۔ پھر اُن کے پورے ہونے پر اس کے لئے توحید حقیقی ذاتی کے انوار جسکو اہل حقیقت جمع الجمع کے ساتھ اشارہ کیا کرتے ہیں چمکنے لگے۔ وہ اپنی استعداد کی قوت کی وجہ سے ابتک ترقی پر ہے اور مجھے خدا سے یہ امید ہے کہ وہ اس کو اپنی طرف پورا لے لے اور باقی رکھے۔ اس کو ہمیشہ اور اسکو متقیوں کا

امام بنائے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ جو تحریر کہ شیخ نورالدین عبدالرحمن نے لکھی تھی۔ وہ خراسان کے لوٹنے کے وقت بغداد میں رہ گئی۔ ایک مدت مدید کے بعد جبکہ خراسان سے مصر کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ اور شیخ دنیا سے رحلت فرما گئے تھے۔ میں ان کے خلوت خانہ میں گیا۔ تو وہاں پر اپنی اجازت پائی۔ جس میں کچھ فرق نہ تھا۔ مگر بعض حرف کا باوجودیکہ وہ خلوت محفوظ نہ تھی۔ اُس کا دروازہ کھلا رہتا تھا میں نہیں جانتا کہ وہ اصل مسودہ تھا۔ کہ جس پر سے مجھے اجازت نامہ لکھا یا تھا یا خود شیخ نے ولایت کے نور سے جان لیا تھا کہ میرا اجازت نامہ گم ہو گیا ہے میں وہاں لوٹ کر آؤنگا اور اس کو دوبارہ میرے لئے لکھا تھا۔ اور چھوڑ گئے تھے۔ بہرحال اس کا خلوت میں مدتِ مدید تک رہنا جیسا کہ مذکور ہُوا محض کرامت تھا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ جب میں مصر سے آتا تھا اور بغداد میں پہنچا وہ پٹکا کہ شیخ نورالدین نے مجھ کو دیا تھا اور بڑے بڑے اور مشائخ کے سر پر رہ چکا تھا میرے ہمراہ تھا۔ پیر تاج گیلانی سے ملنے کا اتفاق ہُوا اُس نے وہ طاقیہ مجھ سے مانگا جیسا کہ درویشی اور فقر کا مقتضا ہے۔ میں نے اُن کو دیدیا۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ وہ طاقیہ مجھ سے استغاثہ کرتا ہے۔ اور ان بزرگوں کو کہ جن کے سر پر وہ رہا تھا گنتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں فلاں کے سر پر رہا ہوں۔ اب تم نے مجھے گدھے کے سر پر رکھدیا جو کہ شراب میں مبتلا رہتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں ایک دوست کے ساتھ اُس کی تلاش میں باہر نکلا سُنا کہ وہ شراب خانہ میں ہے اور شراب کے پینے میں مشغول ہے میں وہاں گیا۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں گھر میں ہے۔ تب ہم اُس گھر میں آئے۔ تو وہ مست پڑا تھا۔ اور طاقیہ اُس کے سر پر تھا۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ تم باہر جاؤ کہ میں طاقیہ کو لاتا ہوں۔ اس نے طاقیہ اس کے سر پر سے اٹھالیا۔ دروازہ کو بند کر دیا۔ اور اس کو میرے پاس لے آیا۔ کہتے ہیں۔ کہ آخر عمر میں اس کو ایک حالت طاری ہوئی۔ کہ تین رات دن بالکل اپنے ہوش سے غائب تھا۔ جب اس کو اس بیہوشی سے ہوش میں لائے۔ تو قریباً ایک سال تک اس پر خاموشی غالب تھی۔ وہ بات بہت کم کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے درویش احمد سمرقندی سے پوچھا۔ کہ تم نے کہیں ایسا جذبہ بھی دیکھا ہے کہ جذبات پے درپے ہوں۔ اور ہرگز منقطع نہ ہوں۔ درویش احمد نے جواب میں کہا کہ یہ مطلب میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ درویش احمد سمرقندی آپ کے کارکردہ مریدوں اور خلفاء میں سے تھا۔ صوفیوں کی باتوں کو اس نے دیکھا ہوا تھا۔ اور منبر پر چڑھ کر ان باتوں کو اچھی طرح بیان کیا کرتا تھا۔ اور فصوص الحکم کے درس و مطالعہ میں مشغول رہتا تھا۔ میں نے

اس کا خط لکھا ہوُا دیکھا۔ جو آخر فصوص میں لکھا تھا کہ بعد اس کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فصوص الحکم کے درس کا اشارہ کیا میں درویش آباد کی خلوت میں دیکھا۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پوچھا یا رسول اللہ۔ اتقول فی فرعون قال صلے اللہ علیہ وسلم قل کما کتب ثم قلت یا رسول اللہ ما تقول فی الوجود قال صلے اللہ علیہ وسلم ما تراہ تقول الوجود فی القدیم و فی الحادث حادث ثم قال صلے اللہ علیہ وسلم انت اللہ و انت مالوہ انت اللہ بظہور الصفات الا ہیتہ فیک و مظہریتک للا لوہیۃ و انت مالوہ لحصرک و تعینک و خلقیتک وھو علی ما اقول شھید۔ یعنے یا رسول اللہ آپ فرعون کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں، فرمایا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہو جیسا کہ شیخ نے لکھا ہے[1]۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ آپ وجود کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا صلے اللہ علیہ وسلم نے وہی ہے جو تم دیکھتے ہو۔ کہ شیخ کہتے ہے۔ وجود قدیم میں قدیم ہے۔ اور حادث میں حادث، پھر فرمایا صلے اللہ علیہ وسلم نے تو معبود ہے اور تو ہی عابد ہے۔ تم خدائی صفوت کے ظہور کی وجہ سے تھے کہ تجھ میں ہیں۔ اور الوہیت کے مظہریت کی وجہ سے الٰہ اور معبود ہے اور مالوہ[2] یعنی عابد اس لئے ہے کہ تو معین اور مخلوق ہے۔ خدا اس بات پر جو میں کہتا ہوں۔ گواہ ہے۔ شیخ زین الدین روا توار کی شب شوال کے مہینہ میں ۸۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ اول تو ان کو قریہ مالین میں دفن کیا گیا۔ پھر وہاں سے موضع درویش آباد میں لے گئے۔ اور درویش آباد میں عید گاہ ہرات میں اور اب ان کی مزار متبرک پر بڑی عالیشان عمارت بنا دی گئی ہے اور ایسی آباد اور مجمع ہو گئی ہے کہ وہاں پر جمعہ پڑھتے ہیں۔ واللہ اعلم ۔

امیر قوام الدین سنجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شروع حال میں قریہ سنجان خواف کے شرکاء میں سے تھے۔ ان کو جذبہ ہوُا جو کچھ اپنے ملک میں تھا سب سے دست بردار ہو گئے۔ اور راہ آخرت میں مشغول ہوئے رکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کو مسلمانوں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ جو شخص کہ کاغذ لاتا اس کو لکھ دیتے۔

---

[1] شیخ نے فرعون کے بارہ میں کہا ہے ان مات طاہر مطہرا۔ اور اس واقعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصدیق کی۔ واللہ اعلم۔ اس سے اسقدر تو ثابت ہوتا ہے کہ گو عقیدہ جمہور ہی مسلم ہو مگر کم از کم شیخ ابن العربیؒ کی نسبت بدگمانی اور بدزبانی نہ چاہئے کیونکہ واقعات بزرگان دین سے حسن ظن چاہئے ۔ مترجم [2] مالوہ در اصل الٰہ ہی کے معنی میں آتا ہے مگر یہاں مقابلہ کے لحاظ سے عابد لینا چاہئے ۱۲۔

تھے۔ خواہ قرآن شریف ہوتا یا اور کچھ اور اُس شخص کا نام اس پر لکھ دیتے۔ اور طالبوں کے درمیان جس ترتیب سے کوئی لاتا اسی ترتیب سے لکھتے تھے۔ مجالس میں بہت سے معارف بیان کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے مجھے شربت کا پیالہ دیا ہے۔ اس لئے میری یہ باتیں ہیں۔ آپ کے بڑے اشعار ہیں۔ مولانا رومیؒ کی بعض غزلیات کا جواب لکھا ہے۔ اور ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس کا نام مجنون المجانین رکھا ہے۔ اس میں عجیب عجیب باتیں درج کی ہیں۔ شیخ زین الدین کے ہمعصر تھے۔ اور اُن کے درمیان خط و کتابت رہی ہے۔ شیخ فرماتے ہیں۔ کہ امیر قوام الدین سنجانی رُوح اللہ روحہٗ ایک دفعہ جبکہ وہ خواف میں تھے۔ ایک فقیر کو ایک خط لکھا تھا۔ اور خط کے شروع میں یہ شعر تھا ؎

ہر کہ از زین نیست شین بود غین اگر نیست نور عین، بود

وہ ایک وقت آیا تھا۔ کہ جس کے جواب میں یہ شعر لکھے گئے ؎

غین در پیش عین شین بود زین اگر ہست بیم اَین بود

یعنی یار یک پردہ بصیرت کی آنکھ کے سامنے عیب ہے اگر زینت باقی ہے تو حجاب کا خوف ہے۔ جو شخص کہ فانی نہیں ہوا اس بات کا خوف ہے کہ پھر بشریت کی وجہ سے حجاب میں پڑ جائے۔ نعوذ باللہ منہ ؎

شربت وحدت علی الاطلاق گر بود یا قوام زین بود

وحدت مطلقاً تجلی ذات میں من حیث ہی ہی ہوتی ہے۔ اور اس وحدت کا مشاہدہ کہ صفات کی تجلیات میں ہوتا ہے۔ ان صفات کے معانی سے مقید ہوتا ہے۔ اگر اس وحدت علی الاطلاق کا مشاہدہ پورا ہو جائے۔ اس وقت یہ مادہ حیات کا شربت قوام پاتا ہے۔ اور اس وحدت کا مشاہدہ یہ ہے کہ عارف اس وحدت کے مشاہدہ سے کہ تمام صفات کے ضمن میں ہوتا ہے محفوظ رہا ہو اس وقت یہ وحدت کی معرفت خوبصورت ہوتی ہے۔ اور اس مشاہدہ میں د. ئی اُٹھ جاتی ہے۔ پھر اس درمیان میں نہ زینت رہتی ہے نہ قوام اور الہام کی تنبیہ کے ضمن میں قوام سمجھا جاتا ہے ؎

مشرب موسوی اگرچہ علی است در شہودِ حبیب غین بود

اِس لئے کہا کہ مجھ کو موسیٰ علیہ السلام نے شربت کا پیالہ دیا ہے۔ اور یہ میری گفتگو اسی سے ظاہر ہوئی ہے اس کو خبردار کیا گیا ہے۔ کہ اگرچہ یہ مشرب بلند ہے لیکن مشاہدہ حبیب اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم کا حجاب ہے جو شخص چاہتا ہے کہ حبیب کے مشرب سے با نصیب ہو تو اس کو اپنے فنا میں سعی کرنی چاہیئے ؎

وادی ایمنی قدم خواہی | در عدم سیر فرض عین بود

موسیٰ علیہ السلام جبکہ وادی ایمن میں پہنچے تو تمام غموں سے چھوٹ گئے۔ اب جو شخص چاہتا ہے کہ قدم کے معنی وادی ایمن کی طرح معلوم کرے تو اس کو نیستی میں سعی کرنی چاہیئے ؎

راندن معرفت حجاب آرد | کشف اندر سکوت و حین بود

اُن کا یہ طریق تھا۔ کہ مجلس میں بات کہتے۔ اور اس مطلب کی فضیلت جانا کرتے تھے۔ اُن کو خبردار کیا گیا۔ کہ یہ فضیلت حجاب کی خواری کو شامل ہے۔ اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان بیتوں کے معانی کی شرح بیس سے زیادہ اشعار میں کی ہے۔ اختصار کے خیال سے اسی قدر پر کفایت کی گئی۔ مولانا شیخی قہستانی نے امیر قوام الدین کی تاریخ ولادت و وفات میں کہا ہے ؎

امیر تارک مسالک قوام ملت و دین | کہ در طریق طلب مثل شاہ او ہم بود
بسال ہفصد و سی و چہار میلادش | بسلخ روزہ و آغاز عید عالم بود
شب بفار تنش بر مشہور ہشصد و بست | برا تقتضائے قضا پنج شب مقدم بود

خواجہ شمس الدین محمد الکوسی الجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ حضرت شیخ الاسلام احمد جامی نامی کے بڑے صاحبزادوں میں سے ہیں قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ۔ اور حضرت شیخ کا خرقہ جو کہتے ہیں تو یہ وہی خرقہ ہے کہ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ سے ان کو پہنچا ہے۔ اور اس کے گریبان میں ایک پیوند حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیراہن مبارک کا لگا ہوا موجود ہے۔ تمام اولاد میں سے اُن کے خاندان میں پہنچا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ صبح و شام ذکر جہر کے وظیفوں میں شیخ زین الدین کے طریقہ پر چلتے تھے۔ شیخ بہاؤ الدین عمر کی صحبت میں بہت جایا کرتے تھے۔ ان سے بڑا عقیدہ رکھتے تھے۔ شروع حال میں ان کو جذبہ ہوا تھا۔ چنانچہ چند روز تک بیہوش رہے تھے۔ اور اُن کی نمازیں فوت ہو گئی تھیں۔ فرماتے تھے۔ کہ اس جذبہ میں وقت کے مشائخ جیسے زین الدین خوافی۔ شیخ بہاؤ الدین عمر میری تربیت اور اصلاح کی غرض سے مجھ پر ظاہر ہوئے۔ لیکن میں ان میں سے کسی کے سپرد نہ ہوا۔ شیخ زین الدین میرے سینہ پر بیٹھ گئے اور عمل کرتے تھے۔ اُن

سے آواز آتی تھی۔ جس طرح کہ دُھنئے روئی کو دانہ سے جدا کرتے ہیں۔ یہ ذکر جہر کی آواز تھی جو مجھے آتی تھی۔ فرماتے تھے کہ اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہٗ خواجہ ابو المکارم کی شکل میں کہ وہ اُن کے بڑے صاحبزادہ تھے مجھ پر ظاہر ہوئے۔ اور اپنا نفس مبارک کو مجھ میں پھونکا سب مجھے اسی وقت ہوش آگیا۔ میں نے نماز کا وقت پوچھا۔ اور نمازوں کی قضا میں مشغول ہوا۔ شیخ محی الدین بن عربی کی تصنیفات کے معتقد تھے۔ توحید کے مسئلہ کو اس کے موافق ذکر کیا کرتے تھے۔ اور اس کو منبر پر علمائے ظاہر کے سامنے اس طرح بیان فرماتے تھے۔ کہ کسی کو انکار کی مجال نہ ہوتی تھی۔ اور قرآن واحادیث نبویہ اور مشائخ کے کلام کے اسرار و حقائق میں نہایت تیز فہم تھے۔ تھوڑی سی توجہ کے ساتھ ان پر معانی ظاہر ہوا کرتے تھے۔ جو اوروں کے ذہن میں بڑے تامل اور غور کے ساتھ آتے تھے۔ مولانا سعد الدین کاشغری، مولانا شمس الدین محمد رسد، مولانا جلال الدین ابو یزید پورانی وغیرہ بزرگ جو اس وقت موجود تھے اُن کی مجلس میں حاضر ہُوا کرتے تھے۔ اور ان کے معارف و لطائف کی تعریف کیا کرتے تھے وعظ اور سماع کی مجلس میں ان کو بڑا وجد ہو جایا کرتا تھا۔ بڑے نعرے لگایا کرتے تھے۔ جن کا اثر اہل مجلس پر محسوس ہُوا کرتا تھا۔ بعض اوقات کو غالبہ صفات کی صورتوں میں ان کے نفوس پر دیکھا کرتے تھے۔ ایک دن کہتے تھے۔ کہ ہمارے دوست کبھی کبھی انسانی صورت سے نکل جاتے ہیں۔ لیکن جلد اپنے حال پر آجاتے ہیں۔ ایک دو شخص کے نام لئے۔ اور کہنے لگے کہ جب وہ میرے پاس آتے ہیں۔ تو کتوں کی شکل میں آتے ہیں۔ چار آنکھیں نظر آتی ہیں۔ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ ان کی صحبت میں کسی کے دل پر کوئی بات گذرتی۔ تو آپ اس کا اظہار اس طرح کر دیتے کہ اور کوئی شخص نہ سمجھتا۔ آپ ہفتہ کی صبح ۲۶ جمادی الاولےٰ ۸۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی وفات کی تاریخ میں یوں کہا گیا ہے ؎

شیخ اکمل قدوۂ کمل کہ بود | اہل صورت را بہ معنے رہنموں
خواجہ شمس الدین محمد کز غمش | آسماں پوشیدہ دلق نیلگوں
ساخت چادر ساخت قدس قدم | خیمہ زد از خطۂ امکاں بروں
چرخ دوں چوں پایۂ قدرش نبود | سال تاریخش بپرس از چرخ دوں

آپ کی قبر مسجد جامع ہرات کے ایک طرف ہے۔ جہاں کہ مزار مبارک فقیہ ابو یزید مرغزی رحمہما اللہ کا ہے ⁂

مولانا زین الدین ابو بکر تایبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ علوم ظاہریہ میں مولانا نظام الدین ہروی کے شاگرد ہیں لیکن شریعت پر عمل کرنے اور سنت کی متابعت سے علوم باطنی کے دروازے اُن پر کھل گئے۔ ارباب ولایت کے حالات و مقامات عالیہ ان کو حاصل تھے۔ وہ درحقیقت ایسے تھے۔ روحانی تربیت شیخ الاسلام احمد نامقی جامی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ سے پائی تھی۔ ان کی تربیت مقدسہ کی ملازمت بہت کرتے تھے۔ ایسا کہتے ہیں کہ اس کے بعد مولانا نے ایک مدت تک ریاضات مجاہدات میں اشتغال کیا۔ شیخ الاسلام احمد قدس سرہٗ ان پر ظاہر ہوئے۔ اور کہا کہ خدا تعالےٰ نے تمہارے درد کا داروشفاخانہ میں رکھا ہے مولانا سات سال تک پیادہ اور اکثر ننگے پاؤں تایباد سے انکے مزار مبارک پر جایا کرتے تھے۔ اور قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ اور جب اُن کے مزار مقدس پر پہنچتے تو اس گنبد میں جو کہ اُن کے مقابل ہے قیام کرتے۔ اور قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہوتے۔ اور ایک مدت کے بعد تھوڑا آگے بڑھتے یہاں تک کہ سات سال میں ان کے مزار شریف کے سامنے پہنچے۔ اسکے بعد جب انکے مزار پر پہنچتے تو بیٹھتے اور ان کو اس اختلاف حالات سے کہ کچھ وقت دُور کھڑے رہتے اور کبھی نزدیک اور آخر میں بلا توقف بیٹھ جانے۔ سوال کیا گیا تو جواب دیا کہ یہ سب باتیں آنحضرت کے امرواشارہ سے ہوتی ہیں۔ اسکے بعد کہ تیس سال اس طریق پر گذرے۔ انکے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے ہزار ختم اس طریق پر کئے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کی روحانیت سے یہ اشارہ ہوا کہ مشہد مقدس رضوی سلام اللہ علی من حل ضیہ کی زیارت کا احرام باندھے۔ بندہ وہاں پر گیا۔ اور خلعتیں۔ نوازشیں پائیں۔ وہاں سے مزارات طوس کے طواف کا ارادہ کیا۔ رات کو شیخ ابو نصر سراج کے مزار متبرک پر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ کل تم کو طوس میں ایک برہنہ درویش ملیگا اسکی عزت و تعظیم کرنا۔ لیکن سجدہ نہ کرنا۔ جب میں صبح کو طوس میں آیا بابا محمود طوسی کو کہ ایک مجذوب تھے۔ وہ اسی حالت پر جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا آرہے تھے۔ اُس نے جب مولانا کو دیکھا تو خود زمین پر گر گیا۔ اور سجدہ میں سر چھپا لیا مولانا ان کے سامنے گئے اور کچھ دیر کھڑے رہے۔ اس نے ایک گھڑی کے بعد سجدہ سے اپنا پاؤں باہر نکالا اور کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے آپ میں کہنے لگا اے بے ادب اس شخص کی تو تعظیم نہیں کرتا۔ کہ کل پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلّم نے شیخ ابو نصر سراج کے مزار پر تجھ سے

ملاقات کی اور اس کا تجھے نشان دیا۔ کہ جس سے آسمان کے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔ مولانا نے ان کو سلام کہا اُنہوں نے جواب دیا اور کہا جائیے کہ رودبار کے اولیاء تمہارے آنے کے منتظر ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مولانا اس کے بعد ہر سال اپنے ایک خاص مرید کو بابا محمود کی خدمت کے لئے بھیجا کرتے اور وہ ان کی باتیں لکھ کر لاتا۔ اگر وہ باتیں عقلمندوں کے طریق پر نہ ہوتیں تو مولانا ان کا معنی سمجھ جاتے۔ اور ان کا مقصود جان لیتے۔ خواجہ محمد پارسا قدس اللہ تعالےٰ روحہ آخر دفعہ جو حج کو گئے اور مرقد مطہر مولانا پر آئے۔ فرماتے تھے کہ پہلی دفعہ جبکہ میں خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ کے ہمراہ حج کو جاتا تھا جب ہم مرد میں پہنچے۔ تو قافلہ کے دو گروہ ہو گئے بعض تو مشہد مقدس رضوی کو جانا چاہتے تھے اور بعض ہرے کی طرف جانا چاہتے تھے۔ یہ بات قرار پائی کہ نیشاپور میں سب جا کر جمع ہوں حضرت خواجہ ہرے کی طرف چلے۔ اور فرمایا ہم چاہتے ہیں۔ کہ مولانا زین الدین ابوبکر کی خدمت میں جائیں۔ میں جوان تھا اور مولوی کی حالت سے مجھے واقفی نہ تھی۔ میں مشہد میں گیا۔ خواجہ محمد اس مطلب پر ندامت کا اظہار کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ تائباد میں پہنچے۔ اور صبح کی نماز مولانا کے ساتھ جماعت سے اوّل صف میں پڑھی جیسا کہ اُن کا طریق تھا مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ جب مولانا وظائف سے فارغ ہوئے اُٹھے اور ان کے سامنے آ کر معانقہ کیا اور نام پوچھا خواجہ نے فرمایا کہ بہاؤ الدین مولانا نے کہا کہ ہمارے لئے نقش لکھدو۔ خواجہ نے فرمایا کہ ہم اس لئے آئے ہیں۔ کہ نقش لے جائیں۔ مولانا ان کو گھر میں لے گئے۔ اور دو تین دن اکٹھے رہے۔ خواجہ کے ایک مرید نے حج کا ارادہ کیا تھا۔ خواجہ نے اس کو نصیحت کی تھی۔ کہ مولانا زین الدین ابوبکر کی صحبت و زیارت کرنا کیونکہ وہ شریعت پر عمل کرنے سے ایک طریقت و حقیقت کے عالی مقامات تک پہنچے ہیں۔ اس کتاب میں کہ شیخ عالم مفسر، شیخ معین الدین جنید شیرازی نے فرار امت شیرازی کی شرح میں تصنیف کی ہے لکھا ہے کہ مولانا روح الدین ابو المکارم محمد بن ابی بکر البلدی جو کہ بڑے عالم فاضل مشہور شریف اوصاف سے موصوف اور حمیدہ اخلاق سے معروف تھے بڑے بڑے اُستادوں کی خدمتیں کی تھیں عالی سندیں رکھتے تھے۔ برسوں پرانے کپڑوں میں درس میں مشغول رہتے تھے۔ ۷۸۳ھ میں فوت ہوئے تھے۔ اُن کی وفات کے چند روز بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا تو کہا کہ علماء کے مراتب ہوا کرتے ہیں اور کیسے مراتب کہ ان میں اور انبیاء میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوا کرتا ہے۔ میں نے اُس سے سوال کیا کہ جو علماء اس وقت زندہ ہیں۔ اُن میں سے کونسا عالم سب سے بڑھ کر خدا کا مقرب ہے۔ کہا مولانا زین الدین ابوبکر تائبادی۔ میں ان کو نہ جانتا تھا جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے

اُن کی تلاش کی جس شخص نے کہ ان کو خراسان میں دیکھا تھا وہ ان کی تعریف و توصیف کرتا تھا آپ دوپہر کے وقت جمعرات کے دن آخر ماہ محرم الحرام سنہ ۷۹۰ھ میں فوت ہوئے ملک عماد الدین زوزنی نے اُن کی تاریخ وفات کہی ہے۔ **قطعہ**

سنہ احدی و تسعین بود تاریخ — گذشتہ ہفتہ از سلخ محرم
شدہ نصف النہار پنجشنبہ — کہ روح پاک مولانا اعظم
سوئے خلد بریں رفت و ملائک — ہمہ گفتند از جان خیر مقدم

مولانا جلال الدین محمود زاہد مرغابی رحمتہ اللہ

آپ بھی علوم ظاہری میں مولانا نظام الدین ہروی کے شاگرد ہیں اور شریعت کے عمل اور سُنّت کی متابعت کی وجہ سے اس طریق سے کامل حصہ اور پورا نصیب پایا تھا تقوی اور پرہیزگاری میں بڑی سعی کرتے تھے کہتے ہیں کہ ان کے کاشتکار نے زمینداری کے ایک اوزار کو کہ وقف کر چکے تھے ان کے کھیت میں استعمال کیا۔ جب آپ نے اس پر اطلاع پائی تو اس کھیت کی پیداوار کو لے لیا اور حکم دیا کہ فقراء مساکین محتاجین پر صدقہ کردیں۔ ہرات کے بادشاہ نے ایک سونے کی تھیلی تحفہ کے طور پر آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے قبول نہ کی۔ تھیلی بردار نے کہا۔ اگر میں اس کو بادشاہ کے پاس واپس کرتا ہوں۔ وہ رنجیدہ خاطر ہوگا۔ ان فقراء پر کہ آپ کے شاگرد ہیں۔ اور مدرسہ میں رہتے ہیں تقسیم کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ خود اس کو مدرسہ میں لے جا۔ جو شخص قبول کرے اسکو دیدے لیکن اس شرط سے کہ ان کو کہدے کہ یہ زر کہاں سے آیا ہے وہ سونا مدرسہ میں لے گیا مگر کسی نے اسکو قبول نہ کیا۔ ماہ ذی الحجہ ۸۳۸ھ میں آپکا انتقال ہوا ہے۔ آپکی قبر مرغاب ہرات میں ہے ؎

مولانا جلال الدین ابویزید پورانی رحمتہ اللہ تعالیٰ

آپ نے علوم شرعیہ حاصل کئے تھے۔ اور شریعت کی رعایت اور سنت کی متابعت سے مقامات عالیہ تک پہنچے تھے۔ آپ اکثر اوقات وظائف شرعی کو ادا کر کے مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ جو شخص کسی مطلب میں آپ کی طرف رجوع کرتا حتی الامکان اس میں سعی فرماتے۔ اور اس کے پورا کرنے کے لئے جس دنیادار کی طرف جانا مناسب ہوتا آپ خود جاتے جو وعظ و نصیحت آپ کی زبان پر گذرتی سامعین کے دلوں میں اس کا خاص بڑا اثر ہوتا تھا اگرچہ ان کو بارہا سنا ہوتا اس کو

دل پر رکھتے اور ان کا بظاہر طریقت میں کوئی پیر نہ تھا وہ ضرور اویسی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بے واسطہ اسکو دور کر دیتی ہے کہتے ہیں کہ ایک دن اپنے دوستوں سے شانہ طلب کیا اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بایزید کبھی اپنی داڑھی میں کنگھا تو کیا کرو۔ آپ مولانا ظہیر الدین خلوتی کی صحبت میں جایا کرتے تھے انکے طریقہ کے بڑے معتقد تھے اگرچہ اسکی مریدی کے لحاظ سے نہ آتے تھے ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپکا گھر مہمانوں سے خالی ہوتا اُنکے لئے عمدہ کھانے تیار کرتے باوجودیکہ اُن کی آمد باغ و کھیت کی تھوڑی تھی۔ ایکدن کہتے تھے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی دوستوں کی جماعت شہر سے پوران کی طرف جاتی تو مجھ کو معلوم ہو جاتا میں جان لیتا تھا کہ کس قدر آدمی ہیں اور کب پہنچینگے میں انکے لئے مناسب کھانا تیار کرتا تھا کہ جب آ جائیں بے انتظار کھالیں۔ ایک رات مسجد میں ختم قرآن ہوتا تھا ایک ترک نہر کے کنارہ سے چند روغن جوش مسجد میں لایا۔ اور مجھے قسم دی کہ اس میں سے کھاؤ کیونکہ یہ بوجہ حلال ہے ایک روغن جوش اُٹھایا اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ پھر ایک کے دو کئے۔ اور اس میں سے ایک کھایا تو وہ مطلب مجھ پر چھپ گیا اس وقت سے پیچھے اب مہمانوں کی توجہ کی اس طرف کا مجھے علم نہیں ہوتا۔ اُنکے پہنچنے کے وقت کو نہیں جانتا ہوں تشویش میں رہتا ہوں۔ ایک دن جماعت کے ساتھ زیارت کو انکی خدمت میں ہم گئے وہ وقت انگور کا تھا۔ ہم کو انگور کے باغ میں لائے۔ اور آپ چلدئے۔ ہم نے باغ کا چکر لگایا جسقدر انگور چاہیئے تھے ہم نے کھائے۔ جماعت میں سے ایک شخص نے چند خوشہ انگور کے اُٹھا لئے دوسرے نے اس سے کہا کہ مولانا نے اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ اور وہ قصہ بیان کیا۔ کہ ایک عالم وقت سے واقع ہوا تھا یعنی اس کے چند لوگ مہمان ہوئے تھے۔ جماعت میں سے ایک شخص نے انکے دسترخوان سے تبرک اٹھایا تھا۔ جب خادم نے دسترخوان اُٹھایا۔ تو خادم سے کہا کہ تم نے کیوں بڑے کام سے نہ روکا۔ خادم نے کہا کہ میں نے تو کوئی بڑا کام نہیں دیکھا۔ کہا کہ فلاں شخص نے بے اجازت ٹکڑا اٹھا لیا ہے۔ دسترخوان اسکے پاس لے جا کہ اسکو اسمیں ڈالدے۔ خادم دسترخوان اسکے پاس لے گیا اُس نے وہ ٹکڑا اس میں ڈال دیا۔ اسکے بعد مولانا آئے اور ہمارے لئے کھانا لائے۔ جب کھانا کھاچکے۔ تو ہم نے لوٹنے کی اجازت مانگی۔ ہمارے آنے کے وقت دروازہ میں کھڑے ہو گئے۔ اور کہا جن کو میں نے باغ میں آنے کی اجازت دیدی تھی۔ ان کو کھانے اور لے جانے کی بھی اجازت تھی۔ لیکن جو کچھ اس عالم نے کیا اچھا نہیں کیا۔ اگرچہ اول اجازت نہ دی تھی۔ مگر مناسب تھا کہ آخر معاف کر دیتا۔ اس ٹکڑہ کو واپس نہ کرتا یا ایک اور مرتبہ انکی زیارت کا اتفاق ہوا۔ واپسی کے وقت ان میں سے ایک کے

دل میں یہ گذرا تھا کہ اگر مولانا میں کرامت ہے تو چاہیئے کہ مجھے کشمکش تبرک کے طور دیں جب آپ کو ہم نے رخصت کیا تو آپ نے اس شخص کو آواز دی کہ تھوڑی دیر ٹھیرو۔ گھر میں گئے۔ اور ایک طباق کشمکش کا لائے۔ اسکو دیکر کہا معاف رکھنا کہ ہمارے باغوں میں کشمکش نہیں ہوتا۔ میں ایک دفعہ اُنکے پاس نماز شام پڑھتا تھا۔ اُن کو ایسا مغلوب و مستغرق پایا کہ انکو کوئی شعور نہ تھا۔ قیام میں کھڑے ہوتے تھے کبھی دایاں ہاتھ بائیں پر اور کبھی بایاں دائیں پر رکھتے تھے آپ پیر کی رات ۱۰ ذیقعد ۸۶۲ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر پوران میں ہے +

مولانا ظہیرالدین خلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ظاہری باطنی علوم کے جامع تھے مولانا زین الدین ابوبکر تائبادی فرماتے ہیں۔ کہ آسمان کے نیچے ظہیرالدین جیسا میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔ وہ شیخ سیف الدین خلوتی کے مرید ہیں۔ پندرہ سال تک ان کی خدمت میں رہے ہیں۔ شیخ سیف الدین ۸۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ انکی قبر خلوتیوں کے قبرستان میں ہے۔ دھوبیوں کے گھاٹ کے پُل کے پاس۔ شیخ سیف الدین شیخ محمد خلوتی کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ وہ جب خوارزم میں ذکر میں مشغول ہوتے۔ اُنکے ذکر کی آواز چار فرسنگ تک جاتی تھی۔ محمود پہلوان انکے معاصر تھے۔ اور ان سے صحبت رکھتے تھے۔ شیخ ظہیرالدین ساتوں قرأت کے عالم تھے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے پورا قرآن اُستاد کے سامنے پڑھا تو حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں ظہیرالدین مجھے قرآن سُنا۔ میں نے اوّل سے آخر تک سنایا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ چلّے میں بیٹھے ہوئے تھے اس میں صرف چار دفعہ گیہوں اُبالکر اُن سے افطار کیا۔ ہر دس دن میں ایک دفعہ۔ کہتے ہیں جب وہ دھوبیوں کے گھاٹ والی زیارت کو جاتے اور پُل پر سے گذرتے تو پاؤں ننگے کر لیا کرتے کہتے کہ میں اولیاء اللہ سے شرم کرتا ہوں۔ کہ ان کے سامنے جوتی پہنکر جاؤں۔ ۸۰۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ اور اُن کی قبر مزار خلوتیوں میں ہے +

شیخ بہاءالدّین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نے ظاہری علوم کی تحصیل وتکمیل کی تھی۔ بعد اس کے کہ پندرہ سال تک علوم کے درس افادہ میں مشغول رہے۔ ہر روز ستر عالم فاضل آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ نے حج کا ارادہ

کیا۔ لوٹنے کے وقت بغداد میں پہنچے۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ اور اُن کے مُرید ہوئے۔ یہ تمام مرتبہ و کمال اُسکے آستانہ سے حاصل کیا۔ آپ شیخ فخرالدین عراقی اور امیر حسینی رحمہما اللہ کے شیخ ہیں۔ آپکے بعد آپکے فرزند شیخ صدرالدین ارشاد کی سند پر انکے قائمقام ہوئے ہیں۔ امیر حسینی کتاب کنزالرموز میں ہر دو بزرگوں کی شان میں لکھتے ہیں سے

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیا — واصل حضرت ندیم کبریا
مفخر مست بہائے شرع دین — جان پاکش شیخ صدق و یقین
از وجودِ او بنزدِ دوستان — جنت الماوئے شدہ ہندوستان
من کہ اُو از نیک و از بد تافتم — این سعادت از قبولش یافتم
رخت مستی چوں بروں بُرد از میاں — کرد پروازے ہمائیش زاشیاں
وان بلند آوازۂ عالم پناہ — سرورِ عصر افتخار صدر گاہ
صدر دین و دولت آن مقبول حق — نُہ فلک برخوان جودش یک طبق

شیخ نظام الدین خالدی دہلوی معروف بشیخ نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالیٰ

آپ ہندوستان کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں۔ آپ علوم دینی کی تحصیل و تکمیل کے بعد رات کو دہلی کی جامع مسجد میں رہتے تھے۔ صبح کے وقت مؤذن نے منارہ پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ یعنے کیا ایمانداروں کا ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں۔ جب یہ آیت آپ نے سُنی تو آپ کا حال بدل گیا۔ اور ہر طرف سے ان پر انوار برسنے شروع ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو بغیر سفر خرچ وغیرہ کے شیخ فریدالدین شکر گنج کی خدمت میں جانے کو روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر اُن کے مرید ہوئے۔ اور مرتبۂ کمال تک پہنچے۔ شیخ نے ان کو اوروں کی تکمیل کی اجازت دیکر دہلی کو واپس کر دیا۔ وہاں پر طالب علموں اور مریدین کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ حسن و خسرو دہلوی ہر دو آپ کے مرید ہیں شیخ فریدالدینؒ نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے خرقہ لیا اور انہوں نے خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ سے اور انہوں نے خواجہ عثمان ہارونیؒ اور انہوں نے حاجی شریف زندانیؒ سے۔ اور انہوں نے شیخ الاسلام قطب الدین مودود چشتی رحمہم اللہ سے خرقہ حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک کاغذ جس پر بہت سا روپیہ لکھا ہوا تھا لکھوا دیا۔ وہ حضرت نظام الدینؒ اولیاءؒ کی خدمت میں آیا۔ اور اس

کاغذ کے گم ہونے کا قصہ عرض کیا۔ اس میں وہ بہت حیران مضطرب تھا۔ شیخ نے ایک درم اس کو دیا کہ اس کا حلوا خریدا اور شیخ فرید الدین کی روح کو بخش کر درویشوں کو کھلائے۔ جب اس شخص نے وہ درم حلوائی کو دیا۔ اور حلوائی نے تھوڑا حلوا کاغذ میں لپیٹ کر اسکو دیا۔ تب اُس نے جو غور سے دیکھا تو اس کا وہی کاغذ گم شدہ تھا۔ یہ قصہ اسی کے قریب ہے۔ کہ ایک شخص نے سو دینار کسی کے پاس رکھے تھے اس بارہ میں اُس سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ جب مطالبہ کیا تو اسکے پاس وہ تمسک نہیں تھا۔ وہ شخص شیخ بنان جمال کی خدمت میں آیا۔ اور دعا کی التماس کی۔ شیخ نے کہا میں ایک بوڑھا مرد ہوں۔ اور شیرینی کو دوست رکھتا ہوں۔ جا اور ایک رطل (ادھ سیر) حلوا خرید لا۔ کہ پھر دعا کروں گا۔ وہ مرد حلوا خرید لایا۔ اور کاغذ میں لپیٹ کر شیخ کے پاس لایا۔ شیخ نے کہا کاغذ کو کھولو۔ جب کھولا تو اس کا وہی تمسک تھا۔ پھر شیخ نے کہا تمسک کو لے لے اور حلوا بھی لے جا۔ خود کھا اور اپنے بچوں کو کھلا۔ وہ دونوں کو لے گیا۔ کہتے ہیں ایک ملتانی سوداگر کو چوروں نے راہ میں لوٹ لیا۔ اس کا مال لے گئے۔ وہ شخص شیخ صدر الدین فرزند شیخ بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں جو سجادہ نشین تھے۔ حاضر ہوا اور کہا کہ میں دہلی کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ شیخ نظام الدین اولیا کی خدمت میں سفارش لکھدیں۔ کہ آپ توجہ کریں کہ جس سے تجارت کا سامان ہو جائے۔ شیخ صدر الدین نے اس کی التماس قبول کر کے ایک رقعہ دیدیا۔ جب وہ دہلی پہنچا۔ اور وہ رقعہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کو دیا۔ شیخ نے خادم کو آواز دی۔ اور فرمایا کہ کل صبح سے لے کر چاشت کے وقت (۱۰ بجے) تک جس قدر فتوح آئے ہو ہم نے اس مہمان عزیز کو دیدی اس کے سپرد کر دینا۔ خادم نے دوسرے دن اس کو ایک جگہ بٹھا دیا۔ اور جو نذر آتی تھی اس کو دیتا گیا۔ ۱۰ بجے تک بارہ ہزار تنکہ حساب میں آیا۔ وہ اٹھا کر لے گیا۔ ایک دفعہ سلطان علاؤ الدین محمد شاہ خلجی نے زر و جواہر کی تھیلی بھری ہوئی شیخ کی نذر بھیجی ایک قلندر شیخ کے برابر بیٹھا تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ اور کہا ایہا الشیخ الہدایا مشترک یعنے اے شیخ یہ مشترک ہوا کرتا ہے شیخ نے فرمایا لیکن تنہا خوشتر۔ قلندر پھر پیچھے ہٹ گیا۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ آگے آؤ مقصود یہ تھا کہ تم کو تنہا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جب قلندر نے چاہا کہ تھیلی کو اٹھائے تو اس کو اٹھانے کی ہمت نہ پڑی۔ شیخ کے خادم کی مدد کا محتاج ہوا۔ ایک دفعہ نیا وضو کیا تھا چاہا کہ داڑھی میں کنگھا کریں کنگھی طاق میں تھی۔ اور کوئی پاس نہ تھا۔ کہ اس کنگھی کو شیخ کے ہاتھ میں دے۔ کنگھی خود طاق سے کودی اور شیخ کے ہاتھ میں جا پہنچی ٭

شیخ ابو عبداللہ صومعی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ گیلان کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔ اور زاہدوں کے سردار عالی حالات وظاہر کرامت رکھتے تھے عجم کے بعض مشائخ کو ملے ہیں مقبول الدعا تھے جب آپ غضب میں آتے، تو حقتعالیٰ ان کے غضب کا بدلہ جو کچھ چاہتے خدا تعالیٰ ویسا ہی کر دیتا۔ اور جس چیز کی پیشینگوئی کرتے ویسا ہی ہوتا۔ آپ کے مریدوں کی ایک جماعت تجارت کے ارادہ سے سمرقند میں گئی تھی۔ سمرقند کے قریب لوٹیروں کی ایک جماعت اُن کے لوٹنے کے واسطے آئی۔ تاجروں کی جماعت نے شیخ عبداللہ کو آواز دی۔ پھر انہوں نے دیکھا، کہ وہ ان کے درمیان کھڑے ہیں۔ اور کہتے ہیں سبوّح قدّوس ربنا اللہ یعنے پاک ہے ہمارا رب اللہ۔ اے سوارو ہم میں سے دُور ہو جاؤ۔ وہ سب تتر بتر ہو گئے کسی سے یہ نہ ہو سکا کہ اپنا گھوڑا سنبھال سکے بعض پہاڑ کو بھاگ گئے۔ اور بعض جنگل میں، دو شخص ایک دوسرے کے ساتھ مل نہ سکے۔ وہ جماعت اُن کی شرارت سے چھوٹ گئی۔ اس کے بعد شیخ کو اپنے درمیان تلاش کیا تو کہیں نہ پایا۔ جب گیلان میں واپس آئے اور یہ قصہ بیان کیا۔ شیخ کے اصحاب نے کہا کہ شیخ تو ہم میں سے کہیں غائب نہیں ہوئے ⁘

شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی قدّس اللہ تعالیٰ رُوحہ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ علوی حسنی ہیں۔ ابو عبداللہ صومعی کے نواسہ ہیں۔ ماں کی طرف سے آپ کی والدہ ام الخیر امتہ الجبار فاطمہ بیٹی ابو عبداللہ صومعی کی ہے وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میرا فرزند عبدالقادر پیدا ہوا، تو رمضان میں دن کو کبھی دودھ نہ پیتا تھا۔ ایک رمضان کا ہلال ابر کی وجہ سے چھپ گیا۔ لوگوں نے آپ کی والدہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ آج عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا آخر معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا۔ آپ کی ولادت ۴۷۱ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۵۶۱ھ میں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا۔ عرفہ کے دن باہر جنگل کو گیا۔ ایک گائے کی دم کھیت کے لئے پکڑی۔ اس گائے نے منہ موڑا اور کہا اے عبدالقادر مالھذا خُلقت ولا بھذا اُمرت یعنے اے عبدالقادر تم اس لئے نہیں پیدا کئے گئے، اور نہ اس کا حکم ہوا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا۔ اور واپس آ گیا۔ پھر میں اپنے آپ کوٹھے پر چڑھا تو حاجیوں کو دیکھا کہ عرفات میں کھڑے ہیں۔ یہ بات میں نے اپنی ماں سے کہی اور یہ کہا کہ مجھے خدا کے کام میں لگاؤ۔ اور اجازت

دو کہ بغداد میں جاؤں، اور علم پڑھنے میں مشغول ہو جاؤں۔ بزرگوں کی زیارت کروں والدہ نے مجھ سے اس ارادہ کا مطلب پوچھا۔ تو میں نے اُن سے بیان کیا۔ آخر وہ روپڑیں اور اٹھیں اسّی دینار[1] باہر لائیں اور کہا کہ یہ تیرے باپ کی میراث ہیں چالیس دینار تو میرے بھائی کے لئے چھوڑے، اور ۴۰ دینار کو میری بغل کے نیچے جامہ میں سی دیا۔ اور مجھ کو سفر کی اجازت دی۔ مجھ سے عہد کیا کہ ہر حال میں سچ بولنا۔ میرے رخصت کرنے کو دروازہ تک آئیں، اور کہا اے فرزند جا کہ خدا کے لئے میں تم سے قطع تعلق کرتی ہوں۔ اور اب قیامت تک تم کو میں نہ دیکھونگی دیہ بھی گویا کشف سے معلوم کر لیا کہ اب زندگی میں باہمی ملاقات نہ ہوگی) میں تھوڑے نے قافلہ کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں ہمدان سے گذرا تو ساٹھ سوار باہر نکلے، اور قافلہ کو انہوں نے پکڑ لیا۔ لیکن مجھ سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ اتفاقاً ایک نے ان میں سے مجھے آکر پوچھا۔ کہ اے فقیر تمہارے پاس کیا ہے۔ میں نے کہا۔ ۴۰ دینار ہیں۔ اس نے کہا کہاں ہیں۔ میں نے کہا میرے کپڑے میں میری بغل کے نیچے سئے ہوئے ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ یہ شاید ہنسی سے کہتا ہے۔ مجھے چھوڑ دیا اور چلا گیا۔ دوسرا آیا اور اس نے مجھے پوچھا تب بھی میں نے یہی جواب دیا۔ اس نے بھی مجھے چھوڑ دیا۔ وہ دونوں اپنے سردار کے پاس گئے۔ جو کچھ مجھ سے سنا تھا۔ اس سے جا کر کہدیا اس نے مجھے بلایا، اور ٹیلہ پر قافلہ کا مال تقسیم کر رہے تھے مجھے لے گئے۔ اس نے بھی مجھ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے میں نے کہا چالیس دینار۔ کہا کہ کہاں ہیں۔ میں نے کہا کہ میری بغل کے نیچے جامہ میں سئے ہوئے ہیں یہانتک کہ میرے جامہ کو پھاڑا۔ تو جو کچھ میں نے کہا تھا ویسے ہی پایا۔ پھر اس نے کہا تمہیں ایسا کیا ہوا۔ کہ اس کا اقرار کیا۔ میں نے کہا۔ کہ میری والدہ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ سچ بولنا۔ اس لئے میں اس عہد میں خیانت نہیں کرونگا۔ تب اُن کا سردار رو پڑا۔ اور کہا کہ میں اتنے برسوں سے اپنے پروردگار کے ساتھ خیانت کر رہا ہوں۔ پھر اُس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ اس کے ساتھیوں نے کہا۔ کہ تم اس لوٹ مار میں ہمارے سردار تھے۔ تو اب اس توبہ میں بھی ہمارے سردار بنو سب نے میرے ہاتھ پر توبہ کی، اور جو کچھ قافلہ والوں سے لیا تھا سب اُن کو واپس کر دیا۔ یہ لوگ سب سے اول میرے ہاتھ پر تائب ہوئے تھے ہیں ۴۸۸ھ میں بغداد میں پہنچا۔ آپ بڑی سعی کے ساتھ علم کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اول قرآن کی قرأت اور اس کے بعد فقہ حدیث ادب میں ان بزرگوں سے جو اس زمانہ میں علوم میں مشہور

[1] دینار ساڑھے تین ماشہ سونے کا ایک سکہ ہے۔

اور معین تھے تھوڑے سے عرصہ میں اپنے ہمعصروں پر غالب ہو گئے اور سب میں ممتاز بن گئے ۵۲۱ھ میں وعظ کی مجلس شروع کی۔ آپ کی کرامت ظاہر اور حالات مقامات عالی تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ کی تاریخ میں ہے۔ واما کراماتہ یعنی الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ فخارجۃ عن الحصر وقد اخبرنی من ادرکت من اعلام الائمۃ ان کراماتہ تواترات او قربت من التواتر ومعلوم بالاتفاق انہ لم یظہر ظہور کراماتہ لغیرہ من شیوخ الآفاق۔ یعنے آپ کی کرامات یعنی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے شمار سے خارج ہیں۔ اور مجھ کو ان لوگوں نے خبر دی ہے جو کہ مشہور امام ہیں۔ کہ آپ کی کرامات متواتر ہیں یا قریب بتواتر ہیں۔ اور بالاتفاق معلوم ہے کہ ان کے ہمزمانہ کے کسی شیخ سے ان جیسی کرامات ظاہر نہیں ہوئیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ گیارہ سال تک میں ایک برج میں بیٹھا رہا تھا۔ اور خدا تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ جب تک نہ کھلائینگے اور میرے منہ میں لقمہ نہ دینگے نہ کھاؤنگا اور نہ پیئونگا جب تک نہ پلائینگے ایک دفعہ چالیس روز تک میں نے کچھ نہ کھایا۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا۔ اور تھوڑا کھانا لایا۔ اور رکھ کر چلا گیا قریب تھا۔ کہ میرا نفس اس پر گرے کیونکہ وہ بہت بھوکا تھا۔ میں نے کہا۔ واللہ جو عہد خدا سے کر چکا ہوں اس سے نہ پھرونگا۔ میں نے سنا کہ میرے اندر سے کوئی شخص فریاد کرتا ہے اور باآواز بلند کہتا ہے الجوع الجوع یعنے بھوک لگی ہے بھوک لگی ہے۔ اتفاقاً شیخ ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آئے اس آواز کو سنا اور کہا اے عبدالقادر یہ آواز کیا ہے۔ میں نے کہا یہ نفس کا قلق و اضطراب ہے مگر روح خدا کے مشاہدہ میں برقرار ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہمارے گھر چلو وہ چلے گئے۔ اور میں نے جی میں کہا کہ باہر نہ جاؤنگا۔ اتفاقاً ابوالعباس خضر علیہ السلام آئے۔ اور کہا اٹھو اور ابوسعید کے پاس جاؤ میں گیا اور دیکھا کہ ابوسعید اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ کہا اے عبدالقادر جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہا تھا۔ کیا وہ کافی نہیں تھا۔ کہ خضر کے کہنے کی ضرورت پڑی۔ پھر وہ مجھے گھر میں لائے۔ اور جو کھانا تیار کیا تھا۔ اس میں سے لقمہ لقمہ کر کے میرے منہ میں ڈالتے تھے۔ یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے خرقہ پہنایا میں نے ان کی صحبت کو لازم پکڑا۔ شیخ ابومحمد عبدالقادر بن ابی صالح بن عبدالجیلی نے شیخ ابی سعید مبارک علی مخزومی سے خرقہ پہنا۔ انہوں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف قرشی ہکاری سے۔ انہوں نے ابوالفرج طرسوسی کے ہاتھ سے۔ انہوں نے شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز تیمی سے۔ انہوں نے ابوبکر شبلی قدس اللہ ارواحہم سے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں سفر

ہیں تھا۔ ایک شخص ایسا میرے پاس آیا۔ کہ میں نے اس کو کبھی نہ دیکھا تھا اس نے آکر کہا میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا اس شرط پر کہ میری مخالفت نہ کرنا میں نے کہا اچھا۔ میں مخالفت نہ کرونگا۔ کہا یہاں بیٹھ یہانتک کہ میں آؤں۔ ایک سال گذر گیا۔ وہ شخص نہ آیا۔ میں اتنے عرصہ میں وہیں رہا۔ پھر ایک گھڑی میرے پاس آکر بیٹھا۔ پھر اٹھا اور کہا کہ یہاں سے مت جانا جب تک میں نہ آؤں۔ ایک سال اور گذر گیا۔ پھر آیا اور ایک گھڑی بیٹھ کر چلا گیا۔ اور کہہ گیا۔ کہ یہاں سے نہ جانا جب تک میں نہ آؤں۔ ایک سال اور گذر گیا۔ پھر آیا اور اپنے ساتھ روٹی دودھ لایا۔ اور کہا کہ میں خضر ہوں مجھے کہا گیا ہے۔ کہ تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں۔ وہ کھانا ہم نے ملکر کھایا۔ پھر کہا اٹھو اور بغداد میں جاؤ۔ تب ہم ملکر بغداد میں آئے۔

شیخ حماد شیرہ فروش رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ شیخ محی الدین عبد القادرؓ کے شیخوں میں سے ہیں۔ آپ اُمی تھے۔ ان پر معارف و اسرار کے دروازے کھل گئے۔ جن سے بڑے مشائخ کے پیشوا بن گئے۔ شیخ عبد القادرؓ جوان تھے۔ اور شیخ حماد کی صحبت میں رہتے تھے۔ ایک دن پورے ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ جب اُٹھے اور باہر گئے تو شیخ حماد فرمانے لگے کہ اس عجمی کا ایسا قدم ہے۔ کہ اپنے وقت میں تمام اولیا کی گردن پر ہوگا۔ اور ضرور ان کو حکم ہوگا۔ کہ یہ لفظ کہیں قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ یعنے میرا قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہے یہ ضرور کہیگا اور تمام اولیا گردن جھکا ئینگے شیخ حماد ماہ رمضان ۵۲۵ھ میں فوت ہوئے۔ شام کے علماء میں سے ایک عالم جن کا نام عبد اللہ ہے کہتے ہیں کہ میں علم کی طلب میں بغداد میں گیا۔ اور ابن سقا اُس وقت میں میرا رفیق تھا۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں ہم عبادت میں مشغول تھے۔ اور بزرگوں کی زیارت کرتے تھے۔ اُس وقت بغداد میں ایک عزیز تھا جس کو لوگ غوث کہتے تھے۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ جب وہ چاہتے ہیں پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں ظاہر ہو جاتے ہیں پھر میں اور ابن سقا اور شیخ عبد القادر اور وہ ابھی جوان تھے ہم تینوں غوث کی زیارت کو گئے۔ ابن سقا نے راستہ میں کہا میں اُن سے وہ مسئلہ پوچھوں گا۔ دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں شیخ عبد القادر نے کہا معاذ اللہ کہ میں ان سے کچھ پوچھوں۔ میں تو اُن کے پاس اِس لئے جاتا ہوں۔ کہ انکی زیارت کی برکت حاصل کروں۔ جب ہم اُن کے مکان پر آئے تو اُن کو اپنی جگہ پر نہ دیکھا۔ ایک گھڑی

تک ہم وہاں بیٹھے رہے دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تب وہ ابن سقا کی طرف غصہ سے دیکھنے لگے۔ اور کہا ابن سقا تم پر افسوس۔ مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتے ہو کہ جس کا جواب مجھے نہ آتا ہو۔ مسئلہ یہ ہے اس کا جواب یہ ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ جلد تیرے کفر کی آگ بھڑک اٹھیگی۔ پھر میری طرف دیکھا اور کہا اے عبداللہ مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ وہ مسئلہ یہ ہے۔ اور جواب اس کا یہ ہے۔ تجھ کو دنیا دونوں کانوں تک گھیر لیگی کیونکہ تم نے میری بے ادبی کی ہے۔ اس کے بعد شیخ عبدالقادر کی طرف دیکھا اور ان کو اپنے پاس بٹھایا۔ عزت کی۔ اور کہا۔ اے عبدالقادر تم نے اپنے ادب کی وجہ سے خدا اور اسکے رسولؐ کو خوش کیا ہے۔ گویا میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ بغداد کے منبر پر کھڑا ہے اور کہتا ہے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ یعنی یہ میرا قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اور تمہارے وقت کے سب اولیاء کو دیکھتا ہوں کہ سب نے اپنی گردن نیچے کی ہوئی ہے تمہاری بزرگی کی وجہ سے۔ پھر اسی وقت غائب ہوگیا۔ اس کے بعد ہم نے ان کو کبھی نہیں دیکھا۔ جو کچھ شیخ عبدالقادر کی نسبت کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور ابن سقا علم کی تحصیل میں بہت مشغول ہوا۔ اور ہمعصروں سے بڑھ گیا۔ خلیفہ نے اس کو ملک روم کی سفارت پر بھیجا۔ روم کے بادشاہ نے علمائے نصاریٰ کو اس کے مناظرہ کے لئے حکم دیا۔ اس نے سب کو الزام دیا اور ساکت کر دیا۔ بادشاہ کی نگاہ میں اس کی عزت ہو گئی۔ اس بادشاہ کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ اس پر عاشق ہو گیا۔ اس کی نسبت کے لئے بادشاہ سے درخواست کی۔ اس نے کہا اس شرط پر کہ عیسائی ہو جاؤ۔ اس نے قبول کر لیا۔ لڑکی اسکو دیدی۔ تب ابن سقا نے غوث کے کلام کو یاد کیا۔ اور جان لیا کہ جو کچھ اس کو پہنچا۔ اسی کے سبب پہنچا۔ لیکن جب میں دمشق میں پہنچا۔ تو نورالدین شہید نے مجھ کو اوقاف کا متولی ہونے پر مجبور کیا۔ پھر دنیا نے میری طرف منہ کیا۔ جو بات کہ غوث نے کہی تھی وہ پوری ہوئی۔

ایک دن شیخ عبدالقادر اپنی سرائے میں وعظ فرما رہے تھے۔ عام مشائخ قریباً پچاس موجود تھے۔ منجملہ ان کے شیخ علی ہیتی۔ شیخ بقا بن بطو، شیخ ابو سعید قیلوی، شیخ ابوالنجیب سہروردی، شیخ جاگیر قضیب البان موصلی، شیخ ابومسعود وغیرہ بڑے بڑے مشائخ تھے۔ شیخ بات کہہ رہے تھے۔ اثنائے کلام میں کہا۔ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ شیخ علی ہیتی منبر پر چڑھے اور شیخ کے قدم مبارک کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا۔ اور شیخ کے دامن کے تلے آگئے۔ باقی تمام مشائخ نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ شیخ ابوسعید قیلوی کہتے ہیں۔ کہ جب شیخ عبدالقادر نے قدمی ھذہ

علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کہا تو حق تعالیٰ نے اُن کے دل پر تجلّی کی۔ اور رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ مقربین کے ایک گروہ کے ہاتھ سے اولیا مقدمین و متاخرین کی موجودگی میں کہ وہاں حاضر تھے زندے اپنے جسموں سے اور مُردے اپنی رُوحوں سے خلعت پہنادی۔ ملائکہ اور رجال الغیب نے ان کی مجلس کو درمیان میں لے لیا تھا۔ اور کئی صفیں ہوا میں کھڑی تھیں۔ زمین پر کوئی ولی نہ تھا۔ مگر یہ کہ سب نے اپنی گردن کو نیچا کیا ہُوا تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ عجم کے ایک ولی نے تواضع نہ کی۔ تب اس کا حال بگڑ گیا۔ (وہ شیخ صنعا تھے کہ جو کافرہ پر عاشق ہو گئے تھے) ٭

شیخ صدقہ بغدادی رحمۃ اللہ

ایک دن شیخ صدقہ باتیں کہہ رہے تھے جو ظاہر شرع کے موافق اس پر مواخذہ ہو سکتا تھا۔ یہ بات خلیفہ تک لوگوں نے پہنچائی۔ اُس نے ان کو بُلایا۔ کہ تعزیر دے۔ جب ان کے سر کو برہنہ کیا گیا۔ تو اُن کے خادم نے فریاد کی۔ کہ وا شیخا! اِس نوکر کا ہاتھ جس نے آپ کے مارنے کا قصد کیا تھا لنجا ہو گیا۔ اور وزیر پر ایک ہیبت واقع ہو گئی۔ جب خلیفہ نے اس کو مشاہدہ کیا۔ اس پر بھی رعب چھا گیا۔ حکم دیا کہ ان کو چھوڑ دو۔ وہاں سے شیخ عبدالقادر کی سرائے میں آئے دیکھا کہ شیخ اور دیگر لوگ شیخ کے منتظر بیٹھے ہیں۔ کہ باہر نکلیں اور وعظ کہیں۔ آپ آئے اور مشائخ کے درمیان بیٹھ گئے۔ جب شیخ باہر نکلے اور منبر پر جا بیٹھے تو کچھ بات نہ کہی۔ اور قاری کو بھی کچھ نہ کہا کہ پڑھے۔ لیکن لوگوں کو بڑا وجد شروع ہو گیا۔ شیخ صدقہ نے دل میں کہا کہ شیخ نے نہ کچھ کہا ہے اور نہ قاری نے کچھ پڑھا ہے۔ پھر یہ وجد کہاں سے شروع ہوُا۔ شیخ عبدالقادر نے اُن کی طرف توجہ کی۔ اور کہا اے شیخ میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہاں تک ایک قدم میں آیا ہے۔ اور میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ آج حاضرین اس کی مہمانی میں ہیں۔ شیخ صدقہ نے دل میں کہا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں آجائے۔ اُسے توبہ کی کیا ضرورت۔ اور شیخ کی کیا حاجت۔ شیخ نے پھر اُن کی طرف توجہ کی اور کہا اے شیخ وہ اس لئے توبہ کرتا ہے کہ دوبارہ ہوا و ہوس کی طرف نہ جائے۔ اس کی حاجت میری طرف یہ ہے۔ کہ اس کو خدا کی محبت کا راستہ دکھاؤں ٭

شیخ سیف الدین عبد الوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ عبد القادرؒ کے فرزند ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ ایسا نہ ہوتا تھا۔ مگر یہ کہ اپنے چڑھنے سے پہلے میرے والد کی خدمت میں آتا۔ اگر اس میں سختی و برائیاں ہوتیں تو بری شکل میں آتا۔ اور اگر نعمت و خیر کی باتیں ہوتیں تو اچھی شکل میں آتا۔ جمادی الآخرے کے آخر دن جمعہ ۵۶۰ھ میں مشائخ وصوفیہ کی ایک جماعت ان کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ ایک خوبصورت جوان آیا اور کہنے لگا السلام علیک یا ولی اللہ میں ماہ رجب ہوں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو خوشخبری سناؤں کہ میرے اندر کوئی سختی مقدر نہیں ہے۔ اس رجب کے مہینہ میں کوئی برائی نہ دیکھی گئی خیر و نیکی ہی رہی۔ اور جب ماہ رجب کا آخیر دن ہوا۔ تو ایک بدشکل آیا۔ اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ میں شعبان کا مہینہ ہوں۔ آیا ہوں کہ آپ کو ماتم کی باتیں سناؤں۔ اس ماہ میں موت وفنا بغداد میں۔ اور قحط سالی عرب میں، قتل و خون خراسان میں ہوگا۔ جب ماہ شعبان آیا۔ تو جو کچھ اس نے کہا تھا۔ وہی واقع ہوا۔ شیخ ماہ رمضان میں چند روز بیمار ہوئے۔ ۲۹ رمضان کو شیخ کی ایک جماعت ان کے سامنے حاضر تھی جیسے شیخ علی ہیتی۔ شیخ نجیب الدین سہروردی وغیرہما۔ ایک شخص پورے وقار و عزت کے ساتھ آیا۔ اور کہا السلام علیکم یا ولی اللہ میں ماہ رمضان ہوں آیا ہوں۔ کہ اس بات کا جو آپ پر مجھ میں مقدر ہے۔ عذر کروں اور رخصت کروں۔ کہ یہ آخری میرا آپ سے ملنا ہے پھر وہ چلا گیا۔ آپ دوسرے سال کے ربیع الآخر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور اگلا رمضان آپ پر نہ آیا۔ ایک دن شیخ وعظ کہہ رہے تھے۔ اور شیخ علی ہیتی آپ کے برابر میں بیٹھے ہوئے تھے ان کو نیند آگئی۔ شیخ نے اہل مجلس سے کہا خاموش رہو۔ اور آپ منبر سے اتر پڑے۔ اور شیخ علی ہیتی کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اور ان کی طرف دیکھتے رہے۔ جب شیخ علی جاگے۔ تو شیخ نے ان سے کہا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے خواب میں دیکھا۔ انہوں نے کہا ہاں دیکھا شیخ نے کہا میں اسی لئے ادب سے کھڑا ہو گیا تھا۔ آپ نے تم کو کس امر کی نصیحت کی۔ کہا کہ آپ کی خدمت میں رہنے کے لئے۔ اس کے بعد شیخ علی سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ شیخ کے اس فرمانے کا مطلب کیا تھا۔ کہ میں اس لئے ادب سے کھڑا ہو گیا تھا۔ شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں خواب میں دیکھتا تھا۔ وہ اس کو بیداری میں دیکھتے تھے۔ اور یہ شیخ علی ہیتی مشائخ بطائح درمیان عراق۔ عجم۔ عرب سے تھے۔ منجملہ ان کی کرامات کے ایک کرامت یہ ہے۔ کہ اگر کسی کے سامنے شیر آجائے

اور وہ ان کا نام لیوے تو شیر چلا جاوے گا۔ اور جو شخص مصر کی زمین میں ان کا نام لیوے تو وہاں سے مچھر جلتے رہینگے۔

شیخ ابو محمد عبد الرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ایک دن طفسونج میں جو کہ بغداد کے علاقہ میں ہے آپ منبر پر کہتے تھے۔ انا بین الاولیاء کا لکرکی بین الطیور اطولهم عنقا یعنے میں اولیاء اللہ میں ایسا ہوں جیسے کلنگ جانوروں میں جس کی گردن سب سے لمبی ہوتی ہے۔ شیخ ابو الحسن علی بن احمد کہ شیخ عبد القادر رضؓ کے مریدوں میں سے ہیں۔ موضع جنت کے رہنے والے جو اسی اطراف میں ہے۔ آپ کی مجلس میں آئے تھے اُٹھے اور گودڑی سے سر نکال کر کہا مجھے چھوڑ دو کہ تم سے کشتی لڑوں۔ شیخ عبد الرحمٰن خاموش ہو گئے۔ اور اپنے مریدوں سے کہا کہ اس میں ایک مہ کے بال کے برابر خدا کی عنایت سے خالی نہیں پاتا ہوں اور اس کو فرمایا کہ اپنی گودڑی پہن لو۔ اُس نے کہا میں جس سے باہر نکل چکا ہوں اس کی طرف ہرگز پھر نہ جاؤنگا۔ پھر جنت گاؤں کی طرف منہ کیا۔ اور اپنی بیوی کو آواز دی کہ اے فاطمہ میرا کپڑا لا۔ کہ میں پہنوں۔ اُس کی بیوی نے اس گاؤں میں سُن لیا۔ اور راہ میں اس کپڑے کو لا کر دی۔ پھر شیخ عبد الرحمٰن نے اسکو کہا کہ تمہارا شیخ کون ہے۔ کہا کہ میرا شیخ شیخ عبد القادر رضؓ ہے۔ انہوں نے کہا۔ میں نے تو کبھی شیخ عبد القادر کا ذکر نہیں سُنا۔ مگر مجھ کو زمین پر چالیس سال ہو چکے ہیں۔ کہ باب قدرت کے درکات میں ہوں۔ وہاں پر میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا۔ اور اپنے مریدوں کی ایک جماعت کو کہا تم بغداد میں جاؤ اور شیخ عبد القادر رضؓ سے کہو کہ عبد الرحمٰن سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو چالیس سال ہو چکے ہیں کہ میں باب قدرت کے طبقوں میں ہوں۔ مگر آپ کو میں نے وہاں نہیں دیکھا نہ اندر نہ باہر۔ شیخ عبد القادر رضؓ نے اسی وقت اپنے بعض مریدوں سے کہا۔ کہ تم طفسونج جاؤ۔ راستہ میں تم کو شیخ عبد الرحمٰن طفسونجی کے مرید ملیں گے ان کو اپنے ساتھ واپس لے جانا جب شیخ عبد الرحمٰن کے پاس پہنچو تو کہنا عبد القادر آپ کو سلام پہنچاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں انت فی الدرکات ومن هو فی الدرکات لا یری من هو فی الحضرة ومن هو فی الحضرة لا یری من فی المخدع وانا فی المخدع ادخل واخرج من باب السر من حیث لا ترانی بامارة ان خرجت لک خلعة الفلانیة فی الوقت الفلانی علی یدی خرجت لک خلعة الفلانیة فی الوقت الفلانی علی یدی خرجت لک وهی خلعة الرضاء بامارة خروج التشریف الفلانی

فی لیلتنا ھٰذا خلعتان لک علی یدی خرج لک وھی تشریف الفتح و بامادۃ ان اخلع علیک فی الدکات بمحضر من اثنی عشر الف ولی اللہ سبحانہ خلعت الولایۃ وھی فرجیۃ خضراء طرازھا سورۃ الاخلاص علی یدی خرجت یعنے تم نیچے درجوں میں ہو اور جو نیچے درجوں میں ہوتا ہے۔ وہ ان کو نہیں دیکھتا جو حضور میں ہوتے ہیں۔ اور جو حضور میں ہوتے ہیں وہ ان کو نہیں دیکھتے جو کہ پردوں میں ہوتے ہیں۔ میں پردوں میں ہوتا ہوں۔ داخل ہوتا ہوں اور نکلتا ہوں بعید کے دروازہ سے جہاں سے تم نہیں دیکھتے ہو۔ اس کی یہ نشانی ہے۔ کہ میں نے فلاں وقت تم کو فلاں خلعت پہنایا تھا۔ میرے ہاتھ پر تمہارے لئے خلعتِ رضا نکلی تھی۔ اور یہ علامت ہے کہ فلاں خلعت فلاں رات میں تمہارے لئے نکلی۔ تمہارے لئے فتح کا خلعت اور یہ علامت ہے کہ ان طبقات میں میں نے تم کو ۱۲ ہزار ولی اللہ کے سامنے خلعت پہنایا ہے۔ جو خلعت ولایت کا ہے وہ فرجیتہ سبز ہے۔ جس کا نقش سورہ اخلاص ہے۔ جو میرے ہاتھ پر نکلا ہے۔ راستہ میں آپ کے مرید شیخ عبد الرحمٰن کے مریدوں سے جا ملے۔ کہا۔ سچ کہا عبد القادر نے۔ وہ سلطان الوقت اور صاحب تصرف ہیں۔ ایک سوداگر شیخ حماد کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں نے شام کے قافلہ کی تیاری کی ہے۔ اور ۷۰۰ دینار کا مال میرے پاس ہے۔ شیخ حماد نے کہا۔ اگر تم اس سال نہ جاؤ گے تو تمہارا مال لٹ جائیگا۔ اور خود مارا جائیگا۔ سوداگر غمناک ہوا۔ اور شیخ حماد کے پاس سے باہر نکل آیا۔ شیخ عبد القادر اس کو ملے۔ اُس نے اپنا قصّہ آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ خیر و عافیت سے جاؤ گے۔ اور غنیمت سے واپس آؤ گے۔ میں اس کا ضامن ہوں۔ وہ شخص شام کے سفر میں گیا۔ اپنے مال کو ہزار دینار پر فروخت کیا۔ ایک دن استنجے کے لئے سقایہ میں آیا۔ اس ہزار دینار کو طاق میں رکھدیا باہر نکل آیا۔ اور بھول گیا۔ اپنے مکان پر چلا آیا۔ اس کو نیند آ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ قافلہ ہے اور ڈاکوؤں نے اس کو لوٹ لیا ہے اور قافلے کو مار ڈالا ہے اسکو بھی ایک شخص نے تلوار ماری ہے۔ اور وہ مر گیا ہے اس ڈر سے بیدار ہو گیا۔ خون کا اثر اپنی گردن پر دیکھا اور اس مار کا درد معلوم کیا۔ اس کے دل میں آیا کہ ہزار دینار بھول آیا ہوں۔ چلا گیا اور وہ دینار جا کر پا لئے۔ بغداد میں گیا اور دل میں کہنے لگا۔ اگر اول شیخ حماد سے ملتا ہوں تو وہ بڑے بزرگ ہیں۔ اور اگر شیخ عبد القادر کو ملتا ہوں تو اُن کی بات درست نکلی۔ غرضیکہ وہ کشمکش میں تھا اتفاقاً شیخ حماد نے اسکو بازار میں دیکھا اور کہا کہ پہلے شیخ عبد القادر سے مل کیونکہ اسکی بات سچی نکلی ہے۔ انہوں نے سترہ دفعہ خدا سے دعا مانگی ہے کہ جو تیرا قتل بیداری

میں مقدر ہو چکا تھا۔ وہ خواب میں گذرا۔ اور تیرے مال تلف ہونا بھول میں ہو گیا۔ پھر وہ شیخ عبدالقادر کی خدمت میں آیا۔ آپ نے کہا جو تم کو شیخ حماد نے کہا ہے کہ میں نے سترہ دفعہ دعا مانگی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خدائی معبود کی عزت کی قسم میں نے کئی سترہ کرکے ستر دفعہ تک دعا مانگی تھی تب جا کر ایسا ہوا کہ شیخ حماد نے کہا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ میں جوانی میں علم کلام میں مشغول ہو گیا۔ چند کتابیں اس کی میں نے حفظ کیں۔ میرے چچا مجھ کو اس سے منع کرتے تھے ایک دن میرے چچا شیخ عبدالقادر کی زیارت کو گئے۔ اور میں بھی اُن کے ساتھ گیا۔ مجھ سے کہا کہ حاضر رہو۔ کہ ایک ایسے مرد خدا کے پاس جاتے ہیں جس کا دل خدائیتعالیٰ کی خبریں دیتا ہے اور اس کی برکات کا منتظر رہو۔ جب میں بیٹھا تو میرے چچا نے کہا کہ اے میرے سردار میرا بھتیجا عمر علم کلام میں مشغول ہے میں ہر چند اسکو کہتا ہوں۔ مگر یہ باز نہیں آتا۔ شیخ نے پوچھا کہ اے عمر کون کونسی کتاب تم نے حفظ کی ہے۔ میں نے کہا فلاں کتاب فلاں کتاب۔ تب شیخ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر پھیرا۔ واللہ کہ ان کتب میں سے ایک لفظ بھی مجھے حفظ نہیں رہا۔ خدائیتعالےٰ نے ان تمام مسائل کو میرے دل سے بھلا دیا لیکن میرے سینہ کو علم لدنی سے بھر دیا۔ میں آپ کے پاس سے اٹھا ایسی زبان سے جو کہ حکمت بولنے والی تھی مجھ سے کہا یا عمر انت آخر المشھورین بالعراق یعنے اے عمر تم عراق میں سب سے آخر مشہور ہو جاؤ گے۔

شیخ ابو عمرو صریفین قدس اللہ تعالیٰ روحہ

آپ فرماتے ہیں کہ میرا شروع حال یہ تھا کہ میں ایک رات صریفین میں سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ اور منہ آسمان کی طرف کیا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ پانچ کبوتر اڑے جاتے ہیں۔ ایک کہتا تھا۔ سبحان من عندہ خزائن کل شیئ وما ینزلہ الا بقدر معلوم یعنی وہ ذات پاک ہے جس کے پاس ہر شئے کے خزانے ہیں اور نہیں اتارتا اسکو مگر ایک معلوم اندازہ کے موافق۔ دوسرا کہتا تھا۔ سبحان من اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدی یعنے وہ ذات پاک ہے جس نے ہر شئے کو وجود دیا۔ اور پھر اس کو ہدایت دی۔ تیسرا کہتا تھا سبحان من بعث الانبیاء حجۃ علی خلقہ وفضل علیھم محمد صلے اللہ علیہ وسلم یعنے وہ ذات پاک ہے کہ انبیاء کو اپنے مخلوق پر حجت کرکے بھیجا ہے۔ اور ان سب پر محمد صلے اللہ علیہ سلم کو فضیلت دی ہے۔ چوتھا کہتا تھا۔ کل ما

فی الدنیا باطل الا ما کان للہ ورسولہ یعنے جو کچھ دنیا میں ہے وہ باطل ہے مگر جو کچھ کہ خدا اور اُس کے رسول کے لئے ہے۔ پانچواں کہتا تھا۔ یا اھل الغفلۃ عن مولاکم قوموا الی ربکم رب کریم یعطی الجزیل ویغفر الذنوب العظیم یعنے اے غفلت والو جو اپنے مولا سے غافل ہو اپنے رب کی طرف کھڑے ہو جو رب کریم ہے۔ بہت کچھ دیتا ہے اور بڑے گناہ کو معاف کر دیتا ہے جب میں نے ان کو دیکھا اور سُنا تو میں بیہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو دنیا اور دنیا میں جو چیزیں ہیں اُن کی دوستی میرے دل سے بالکل جاتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے خدائے تعالےٰ سے عہد کیا۔ کہ میں اپنے آپ کو کسی شیخ کے سپرد کروں۔ کہ جو مجھے خدا کی راہ دکھلائے۔ اور روانہ ہو گیا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کہاں جاتا ہوں۔ اتفاقاً ایک پیر خوبصورت ہیبت ووقار کے ساتھ میرے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ السلام علیک یا عثمان۔ میں نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ میں نے ان کو قسم دلائی۔ کہ آپ کون ہیں۔ میرا نام آپ نے کیونکر جان لیا۔ کیونکہ میں نے کبھی آپ کو نہیں دیکھا۔ کہا کہ میں خضر ہوں۔ شیخ عبدالقادر کی خدمت میں تھا مجھ کو انہوں نے کہا کہ اے ابوالعباس اصریفین میں کل ایک شخص کو جذبہ ہوا ہے۔ وہ مقبول ہو گیا ہے۔ اسکو ہفت آسمان کے اوپر سے آواز آئی ہے کہ مرحبا بک عبدی یعنے اے میرے بندے تم کو مرحبا ہے۔ اُس نے خدائے تعالےٰ سے عہد کیا ہے۔ کہ اپنے آپ کو کسی شیخ کے سپرد کرے۔ تم اس کی طرف جاؤ۔ اور اُسے میرے پاس لاؤ۔ پھر اس نے مجھے کہا یا عثمان عبدالقادر سید العارفین وقبلۃ الواقدین فی ھذا الوقت فعلیک بملازمتہ خدمتہ وتعظیم حرمتہ یعنے اے عثمان عبدالقادر اس وقت میں عارفوں کے سردار اور (خدا کی طرف سے) آنے والوں کے قبلہ ہیں۔ پس تم کو اُن کی خدمت میں رہنا اور عزت کرنا ضروری ہے۔ میں خود تو حاضر نہ ہوا۔ مگر اپنے آپ کو بغداد میں دیکھا۔ اور خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔ میں نے ان کو سات سال تک نہ دیکھا۔ شیخ عبدالقادر کی خدمت میں آیا۔ تو فرمایا کہ مرحبا بمن جذبہ مولاہ الیہ بالسنۃ الطیر وجمع لہ کثیرا من الخیر یعنے ایسے شخص کو مرحبا ہو۔ جسکو اسکے مولا نے اپنی طرف جانوروں کی زبان سے کھینچ لیا۔ اور اس کے لئے بہت سی نیکی جمع کی۔ اے عثمان جلد ہو گا۔ کہ خدائے تعالیٰ تم کو مرید دیگا۔ جس کا نام عبدالغنی بن نقطہ ہو گا۔ کہ جس کا مرتبہ بہت سے اولیاء اللہ سے بڑھ کر ہو گا۔ اللہ تعالےٰ اسکے سبب فرشتوں پر فخر کریگا۔ اس کے بعد اپنی ٹوپی میرے سر پر رکھدی اس کی خوشی وٹھنڈک میرے دماغ تک پہنچی۔ اور دماغ سے دل تک عالم ملکوت کا حال مجھ پر کھل

گیا ہیں نے سُنا کہ جہان اور جو کچھ جہان میں ہے حق تعالےٰ کی تسبیح کہتا ہے مختلف بولیوں اور طرح طرح کی پاکیزگی کے ساتھ قریب تھا۔ کہ میری عقل جاتی رہے اِس کے بعد چند مہینہ تک آپنے مجھے خلوت میں بٹھایا۔ واللہ کہ مجھ کو جو امر ظاہری یا باطنی معلوم نہ ہوتا تھا پہلے اس سے کہ میں کہوں آپ بتا دیتے تھے! ورجس حال و مقام و مشاہدہ و مکاشفہ پر پہنچتا پہلے اس سے کہ آپسے پوچھوں آپ مجھے بتا دیا کرتے۔ اور مجھ کو ان باتوں سے خبر دی کہ ان کے خبر دینے کے کئی سال بعد ان کا وقوع ہوا مجھ کو آپسے خرقہ پہننے اور ابن نقطہ کے مجھ سے خرقہ پہننے میں ۲۵ سال ہوئے۔ ابن نقطہ ایسے ہی تھے جیسا کہ آپنے فرمایا تھا۔ ایک عالم کہتے ہیں۔ کہ میں شیخ عبدالقادر رضہ کے سامنے آیا۔ ابھی جوان تھا۔ اور اپنے پاس ایک کتاب علم فقہ کی ہمراہ رکھتا تھا۔ شیخ بغیر اسکے کہ اس کتاب کو دیکھیں یا مجھ سے پوچھیں کہ یہ کیا کتاب ہے فرمانے لگے۔ یا فلان بئس الرفیق کتابک یعنے اے فلاں شخص یہ تیری کتاب تیرا برا رفیق ہے۔ اُٹھ اور اس کو جا کر دھو ڈال۔ میں نے ارادہ کیا کہ شیخ کے سامنے سے اٹھ جاؤں، اور اس کتاب کو گھر میں چھوڑ آؤنگا۔ اور دوبارہ اپنے ساتھ نہ رکھونگا۔ شیخ کے خوف سے میرا نفس اسکے دھونے پر دلیری نہ کرتا تھا کیونکہ میں نے اس کتاب کو پڑھا ہوا تھا۔ اور اس سے محبت تھی۔ میں نے چاہا کہ اس نیت سے اُٹھوں۔ شیخ نے میری طرف نگاہ کی۔ کہ جس سے مجھے اُٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ ایسا ہو گیا کہ جیسا کسی نے باندھ دیا ہے۔ پھر کہا کہ اپنی کتاب مجھے دو۔ میں نے کھولا تو اس کے تمام ورق سفید ہو گئے تھے۔ ان پر ایک حرف لکھا ہوا نہ تھا تب میں نے وہ شیخ کے ہاتھ میں دیدی۔ شیخ نے اس کے ورقوں کو لوٹایا۔ اور کہا کہ یہ کتاب فضائل قرآن ہے پھر جو میں نے دیکھا تو وہ فضائل قرآن ہے جو نہایت خوشخط لکھی ہوئی ہے پھر مجھ سے کہا کیا تم نے ایسی بات سے توبہ کی۔ کہ جو دل میں نہ ہو وہ زبان سے نہ کہو۔ میں نے کہاں ہاں بیشک توبہ کی۔ کہا اُٹھو میں اٹھا۔ تو جو کچھ اس کتاب سے یاد کیا تھا وہ سب مجھے بھول گیا تھا۔ اس وقت تک مجھے بالکل یاد نہیں۔ ایک دن ایک شخص ابوالمعالی نام شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا مجلس کے درمیان اس کو حاجت معلوم ہوئی۔ چنانچہ حرکت کی مجال نہ رہی۔ اور بیطاقت ہو گیا۔ شیخ کی طرف استغاثہ کے طور پر دیکھا۔ شیخ منبر پر سے ایک زینہ نیچے اُتر آئے۔ پہلے زینہ پر ایک سر آدمی کے سر کی طرح ظاہر ہوا۔ دوسرے زینہ پر اُترے تو اُس سے مرمونڈھا سینہ ظاہر ہوا۔ اسی طرح زینہ بزینہ نیچے اُترتے تھے۔ اور وہ شکل بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ شکل بالکل شیخ کی شکل ہو گئی۔ اور آواز بھی شیخ کی آواز کی طرح۔ باتیں بھی شیخ کی باتوں کی

طرح کرتے تھے۔ اور اس کو سوا اس شخص کے اور یا جس کو خدا چاہتا تھا اور کوئی نہ دیکھتا تھا شیخ آئے اور اس کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی آستین یا رومال اس شخص کے سر پر پہنا دیا تب اُس نے اپنے آپ کو ایک لق و دق جنگل میں پایا۔ وہاں پر ایک نہر دیکھی۔ جس کے کنارے ایک درخت تھا۔ اپنی کنجیوں کا گچھا اُس درخت پر لٹکا دیا۔ اور قضائے حاجت میں مشغول ہوا۔ اس کے بعد وضو کیا۔ اور دو رکعت نماز ادا کی اور سلام پھیرا۔ شیخ نے آستین یا رومال اس کے سر سے اٹھا دیا۔ تو اس نے اپنے آپ کو مجلس میں پایا۔ اس کے اعضا وضو کے پانی سے تر تھے۔ اور اس کی حاجت جاتی رہی تھی۔ شیخ اپنے منبر پر وعظ فرما رہے تھے۔ کہ گویا ہرگز نیچے اُترے ہی نہ تھے۔ وہ خاموش تھا اور کسی سے اُس نے نہ کہا۔ لیکن کنجیوں کو دیکھا تو اپنے پاس موجود نہ پائیں۔ ایک مدت کے بعد اس کو بلاد عجم کی طرف سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ بغداد سے چودہ روز کی راہ پر سفر تھا۔ ایک جنگل میں اُترا کہ جہاں نہر جاری تھی۔ یہ شخص اُٹھا کہ وضو کرے دیکھا تو وہ جنگل اُسی جنگل جیسا ہے کہ جہاں اُس روز وضو کیا تھا۔ اس درخت کو بھی پہچان لیا۔ اور وہ گچھا کنجیوں کا وہیں لٹکتا تھا۔ جب بغداد میں واپس گیا۔ تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ وہ قصہ بیان کرے۔ شیخ نے اس کے کان کو پکڑا۔ اور کہا اے ابوالمعالی جب تک ہم زندہ ہیں یہ بات کسی سے مت کہو۔ ایک دن شیخ فقہا و علما کی ایک جماعت کے ساتھ قبرستان کی زیارت کو گئے اور شیخ حماد کی قبر کے پاس دیر تک کھڑے رہے۔ چنانچہ ہوا گرم ہو گئی۔ اُس کے بعد واپس ہوئے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر تھے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کا شیخ حماد کی قبر کے پاس کھڑے رہنے کا کیا سبب تھا۔ فرمایا کہ ایک دفعہ ہم جمعہ کے دن شیخ حماد اور ان کے اصحاب کے ساتھ جمعہ کو جا رہے تھے۔ جب ہم پل پر پہنچے۔ تو شیخ حماد نے مجھے ہاتھ مارا اور پانی میں گرا دیا۔ ہوا نہایت سرد تھی۔ اور میں نے پشمینہ کا جُبہ پہنا ہوا تھا۔ میری آستین میں چند جزو تھے میں نے اپنا ہاتھ اونچا کر لیا۔ تاکہ وہ اجزا تر نہ ہو جائیں۔ یہ مجھ کو چھوڑ کر چل دئے میں پانی سے نکلا اور اپنے جُبہ کو نچوڑا۔ اور ان کے پیچھے پہنچا۔ لیکن مجھے بہت سردی لگی جب میں ان تک پہنچا۔ تو ان کے مرید میرے بارہ میں ان سے کہنے لگے۔ آپ نے ان کو منع کیا اور کہا کہ میں نے اس کو اس لئے تکلیف دی کہ آزماؤں۔ میں اس کو ایک پہاڑ کی طرح دیکھتا ہوں۔ جو اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ تب آپ نے کہا کہ آج میں نے اُن کو قبر میں دیکھا۔ کہ جڑاؤ دار موتیوں کا حلہ پہنے ہوئے ہیں۔ اور سر پر یاقوت کا تاج ہاتھ میں سونے

کے کنگن ہیں۔ پاؤں میں سونے کی جوتی ہے لیکن ان کا دایاں ہاتھ بیکار ہے۔ ان کے کہنے میں نہیں۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہے۔ کہا کہ یہ وہی ہاتھ ہے۔ کہ جس سے میں نے تم کو پانی میں ڈالا تھا۔ کیا تم معاف کر سکتے ہو میں نے کہا ہاں۔ کہا پھر خدا تعالٰے سے دعا مانگو۔ کہ خدا مجھے میرا ہاتھ دیدے۔ تب میں کھڑا ہوا۔ اور خدا تعالٰے سے دعا مانگتا رہا۔ پانچ ہزار اولیاء اللہ میرے ساتھ اپنی قبروں میں دعا مانگتے رہے۔ کہ میرے سوال کو ان کے حق میں قبول کرے۔ میں سوال کرتا رہا۔ حتٰی کہ خدا تعالٰی نے ان کے ہاتھ کو واپس دے دیا۔ اور اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیا۔ جب یہ بات بغداد میں مشہور ہوئی۔ مشائخ بغداد اور شیخ حماد کے مریدین جمع ہوئے۔ تاکہ شیخ عبد القادر سے تحقیق کریں۔ جو انہوں نے کہا تھا۔ اور اس کا مطالبہ کریں۔ شیخ کے مدرسہ میں آئے لیکن شیخ کی ہیبت سے کوئی بات نہ کر سکتا تھا۔ شیخ نے خود بات شروع کی اور فرمایا کہ دو مشائخ کو پسند کرو تاکہ جو بات میں نے کہی ہے۔ ان کی زبان پر جاری ہو جائے۔ انہوں نے شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی کو کہ وہ اس روز بغداد میں تھے۔ اور شیخ ابو محمد عبد الرحمن بن شعیب کردی قدس اللہ تعالٰے ارواحہما کو جو وہ بھی بغداد میں مقیم تھے۔ دونو صاحب کشف اور بڑے بزرگ تھے۔ مقرر کیا اور کہا کہ ہم نے دوسرے جمعہ تک مہلت دی۔ کہ دیکھیں ان کی زبان پر کیا جاری ہوتا ہے۔ شیخ نے فرمایا تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہلو یہاں تک کہ یہ امر تحقیق ہو جائے۔ اور سر نیچے ڈال لیا۔ انہوں نے بھی سر نیچے کر لئے اتفاقاً مدرسہ کے باہر سے آواز آئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ شیخ یوسف بہت جلد آ رہے ہیں۔ جب مدرسہ میں آئے تو کہا۔ کہ حق تعالٰے نے شیخ حماد کو مجھے دکھایا اور کہا۔ اے یوسف جلد جا اور شیخ عبد القادر کے مدرسہ میں جا۔ ان مشائخ سے جو وہاں موجود ہیں۔ کہدو کہ شیخ عبد القادر نے جو کچھ کہا ہے۔ ابھی شیخ یوسف نے بات پوری نہ کی تھی۔ کہ شیخ عبد الرحمن کردی آ گئے۔ اور وہی کہا جو شیخ یوسف نے کہا تھا۔ شیخ عبد القادر سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کا لقب محی الدین کیسے پڑا۔ فرمایا کہ جمعہ کے دن بغداد کے جنگل سے آ رہا تھا۔ ننگے پاؤں تھا۔ ایک بیمار لاغر بدن خستہ حال پر گزرا تو اس نے مجھ سے کہا السلام علیک یا عبد القادر۔ میں نے اس کو سلام کا جواب دیا۔ کہا کہ میرے نزدیک آ۔ میں اس کے پاس گیا۔ کہا مجھے بٹھا دو۔ میں نے اس کو بٹھا دیا۔ تو اس کا جسم تازہ ہو گیا۔ اس کی شکل خوبصورت ہو گئی۔ اور رنگ صاف نکل آیا۔ میں اس سے ڈر گیا۔ تب کہا کیا تم مجھے پہچانتے

ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا میں دین اسلام ہوں۔ میں ایسا ہی ہو گیا تھا جیسا کہ تم نے مجھے پہلے دیکھا تھا لیکن خدا تعالےٰ نے تمہارے سبب سے مجھے زندہ کر دیا۔ انت محی الدین تم دین کو زندہ کرنے والے ہو۔ میں اس کو چھوڑ کر مسجد جامع میں گیا۔ ایک مرد سامنے آیا۔ اور جوتیاں میرے پاؤں کے سامنے رکھدیں۔ اور کہا یا شیخ محی الدین۔ جب میں نے نماز پڑھی۔ تو ہر طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ اور میرے ہاتھ پاؤں چومنے لگے۔ اور کہنے لگے یا شیخ محی الدین۔ مجھ کو اس سے پہلے کبھی اس نام سے کسی نے نہ پکارا تھا۔ ایک شیخ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں اور شیخ علی ہیتی۔ شیخ عبدالقادر کے مدرسہ میں تھے۔ اتنے میں ایک بغداد کے بڑے مالدار لوگوں میں سے شیخ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا سیدی قال جدك رسول الله صلے الله علیه وسلم من دعی فلیجب وها انا ادعوك الی منزلی یعنے اے سید آپ کے نانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس شخص کی دعوت کی جائے۔ اسکو چاہئے کہ قبول کرے۔ اور دیکھئے میں حاضر ہوں۔ آپ کو اپنے مکان کی طرف دعوت کے لئے بلاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اجازت ملی تو آؤنگا۔ تھوڑی دیر مراقبہ کیا۔ اور پھر کہا کہ اچھا آؤنگا۔ پھر آپ اشتر پر سوار ہوئے۔ شیخ علی ہیتی نے آپ کی دائیں رکاب پکڑلی۔ اور میں نے بائیں رکاب پکڑ لی۔ یہاں تک کہ اس شخص کے مکان پر آئے۔ دیکھا تو تمام بغداد کے مشائخ و علماء اور سردار جمع تھے۔ دسترخوان لگایا گیا۔ طرح طرح کے کھانے چنے گئے۔ اور وہ شخص ایک بڑا ٹوکرا جس کا سر ڈھکا ہوا تھا لائے۔ اور دسترخوان کے آخر طرف لاکر رکھدیا۔ میزبان نے کہا اجازت ہے۔ شیخ سر نیچے کئے ہوئے تھے۔ کچھ نہ کہا۔ اور نہ کھانے کا اذن دیا کسی نے بھی نہ کھایا۔ واهل المجلس كان علی رؤسهم الطیر من هیبته یعنے اہل مجلس کے سروں پر آپ کی دہشت کے مارے گویا پرندے تھے۔ (یعنی سب سر نیچے ہوئے تھے) پھر آپ نے مجھ کو اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ کیا۔ کہ اس ٹوکرے کو اٹھا لاؤ۔ ہم اٹھے اور اس کو اٹھا لائے۔ وہ بڑا وزنی تھا۔ اس کو ہم نے شیخ کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اس کو کھولو۔ کھولا۔ تو اس میں اس کا فرزند تھا جو کہ مادر زاد اندھا گنجیہ کا مارا ہوا اجذامی فالج زدہ تھا۔ شیخ نے اس کو کہا قم باذن الله معافا یعنے کھڑا ہو جا خدا کے حکم سے تندرست ہو کر۔ وہ لڑکا کھڑا ہو گیا۔ دوڑنے لگا بینا تھا جس میں کسی قسم کی بیماری اور آفت نہ تھی۔ حاضرین میں جوش پیدا ہوا۔ اور سب چلا اٹھے۔ شیخ اس ہجوم میں سے باہر نکل آئے۔ اور کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد ہم

شیخ ابوسعید قیلوی کی خدمت میں گئے۔ اور یہ قصہ سنایا۔ آپ نے کہا۔ الشیخ عبد القادر یُبرِئُ الاکمہ والابرص و یُحیِ الموتیٰ باذنِ اللہ۔ یعنے شیخ عبد القادر مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے ہیں۔ اور مُردوں کو زندہ کرتے ہیں خدا کے حکم سے۔ ایک بُڑھیا شیخ عبد القادر رضؓ کی خدمت میں اپنے بیٹے کو ہمراہ لائی۔ کہنے لگی میں اپنے اس فرزند کے دل کا تعلق آپ کے ساتھ بہت دیکھتی ہوں۔ اس لئے میں نے اپنا حق اس کو خدا کے لئے معاف کر دیا ہے۔ شیخ نے اس کو قبول کر لیا۔ مجاہدہ و ریاضت کا حکم دیا۔ چند دن کے بعد اپنے فرزند کے پاس آئی۔ دیکھا کہ جَو کی روٹی کھاتا ہے۔ اور زرد و لاغر ہو گیا ہے۔ وہاں سے اُٹھ کر شیخ کی خدمت میں گئی۔ وہاں پر ایک طباق دیکھا اور اُس پر مُرغ کی ہڈیاں دیکھیں۔ جو ابھی شیخ کھا چکے تھے۔ بڑھیا نے شیخ سے کہا اے میرے سردار آپ تو گوشت کھاتے ہو اور میرا بیٹا جَو کی روٹی کھاتا ہے۔ شیخ نے اپنا ہاتھ ان ہڈیوں پر رکھا اور کہا قُمْ باذنِ اللہِ الذی یُحیِی العِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ۔ یعنے کھڑا ہو جا اُس خدا کے حکم سے کہ جو ہڈیوں کو زندہ کریگا جو بوسیدہ ہونگی۔ وہ مُرغ زندہ ہو گیا اور آواز دینے لگا تب شیخ نے اُس بڑھیا سے کہا کہ جب تمہارا فرزند اس قابل ہو جائے گا۔ تو اس وقت جو چاہے کھائے گا۔ ایک شیخ عمر نام کہتے ہیں۔ کہ میں ایک رات خلوت میں تھا۔ اتفاقاً دیوار پھٹ گئی۔ اور ایک شخص بدشکل ظاہر ہوا۔ میں نے اس سے کہا تم کون ہو۔ کہنے لگا۔ میں شیطان ہوں۔ تمہاری خیرخواہی کو آیا ہوں۔ میں نے کہا میری خیرخواہی تو کیا کرے گا۔ کہا یہ کہ مراقبہ کا جلسہ تم کو سکھاتا ہوں۔ وجلس القرفصاء وراسہ منکس یعنے پیٹھ پر بیٹھا اور سر اوندھا کیا اور ہاتھوں کو پاؤں تک ملایا۔ جب صبح ہوئی۔ تو شیخ عبد القادرؓ کی خدمت میں آیا تاکہ آپ کو یہ قصہ بتاؤں۔ جب میں نے مُصافحہ کیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا پہلے اس سے کہ میں بیان کروں۔ خود ہی فرمایا۔ یا عمر صدق ک وھو کذوب یعنے اے عمر اس نے تجھ سے سچ کہا حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ اس کے بعد اس کی کوئی بات بھی قبول نہ کرنا۔ چالیس سال تک اس شیخ کا جلسہ اس طریق پر تھا۔ ایک دن شیخ وعظ کہہ رہے تھے۔ بارش شروع ہو گئی۔ اور لوگ متفرق ہونے لگے۔ شیخ نے اُوپر کو منہ اٹھایا۔ اور کہا میں تو لوگوں کو جمع کرتا ہوں۔ اور تو متفرق کرتا ہے۔ اُسی وقت بارش مجلس پر سے موقوف ہو گئی۔ اور مجلس کے باہر برستی تھی۔ شیخ کا ایک مرید کہتا ہے کہ میں جمعہ کے دن شیخ کے ہمراہ مسجد جمعہ کو جا رہا تھا۔ اس دن کسی شخص نے آپ کی طرف توجہ نہ کی۔ اور نہ سلام کہا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ تعجب کی بات ہے۔

ہر جمعہ ہم بڑی تشویش سے جمعہ تک لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے پہنچا کرتے تھے۔ ابھی یہ خطرہ میرے دل پر گذرنے نہ پایا تھا۔ کہ شیخ نے ہنس کر میری طرف دیکھا اور لوگوں نے سلام کہنا شروع کیا اور اس قدر ہجوم ہو گیا کہ مجھ میں اور شیخ میں لوگ حائل ہو گئے۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ وہ حالت تو اس حال سے بہتر تھا۔ شیخ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ یہ بات تم نے خود چاہی۔ تم کو معلوم نہیں۔ کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ اگر چاہوں تو ان کو پھیر دوں اور چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں۔ ایک شیخ کہتے ہیں کہ مدت تک میں خدا تعالےٰ سے درخواست کرتا رہا۔ کہ رجال الغیب مجھ کو دکھلائے۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں احمد بن حنبلؒ کی زیارت کرتا ہوں۔ اور اُن کی قبر کے نزدیک ایک مرد ہے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ یہ مردانِ غیب میں سے ہے۔ جب میں اس امید پر جاگا۔ کہ اس کو بیداری میں دیکھوں۔ تو امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر گیا۔ اس مرد کو میں نے وہاں پایا۔ میں نے زیارت میں جلدی کی لیکن وہ شخص مجھ سے پہلے باہر نکل گیا۔ میں اسکے پیچھے روانہ ہوا۔ جب دجلہ پر پہنچا۔ تو دجلہ کے دونوں کنارے آپس میں اس قدر مل گئے۔ کہ ایک قدم کا فرق رہا۔ جب وہ دجلہ سے گذرے تو میں نے اُن کو قسم دی۔ کہ ذرا ٹھیریئے کہ میں کچھ آپ سے باتیں کروں۔ وہ ٹھہر گئے میں نے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے کہا حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یعنے میں حنیف ہوں (جو باطل مذہب چھوڑ کر حق کی طرف رجوع کرے) مشرک نہیں ہوں۔ (گویا حنیف کے لفظ سے حنفی مذہب کی طرف اشارہ کیا) میرے دل میں یہ آیا۔ کہ وہ حنفی المذہب ہے۔ میں لوٹا اور دل میں کہا۔ کہ جا کر شیخ عبد القادر رح کو بتاؤں۔ میں آپ کے مدرسہ میں گیا۔ اور آپ کے مکان پر جا کھڑا ہوا۔ اندر سے آواز آئی اور آپ نے کہا کہ مشرق سے لیکر مغرب تک کوئی ولی اس کے سوا حنفی المذہب نہیں ہے شیخ کا ایک مرید کہتا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں مشغول رہتا تھا۔ اکثر راتوں کو جاگتا رہتا تھا۔ آپ ایک رات گھر سے باہر آئے۔ میں نے پانی کا لوٹا سامنے رکھ دیا۔ آپ نے ادھر توجہ نہ کی۔ اور مدرسہ کے دروازہ کی طرف توجہ کی۔ دروازہ کھل گیا۔ پھر آپ باہر چلے گئے۔ میں بھی باہر گیا۔ پھر دروازہ بند ہو گیا۔ تھوڑی دور تک آپ گئے تھے۔ تو ہم اتفاقاً ایک شہر میں پہنچے۔ مجھے معلوم نہ ہوا۔ کہ وہ کونسا شہر ہے۔ آپ ایک سرائے میں آئے وہاں پر چھ آدمیوں کو دیکھا کہ بیٹھے

ؔ اس روایت میں کلام ہے کیونکہ ہزاروں اولیاء اللہ حنفی المذہب اس وقت اور اس سے پیشتر اور بعد میں ہوئے ہیں خود حضرت شیخ حنفی المذہب تھے۔ صرف امام احمد حنبل کے اشارہ سے جو عالم مکاشفہ میں ہوا تھا آپنے مذہب حنبلی اختیار کیا۔ جس سے لوگوں کی توجہ اس مذہب کی طرف بھی ہوئی۔ کما لا یخفی علے اہل العلم ۱۲۔ مترجم۔

ہوئے تھے وہ سب سامنے آئے۔ اور آپ کو سلام کہا۔ میں ستون کے پیچھے چھُپا رہا۔ اس سرائے کے ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ تھوڑی دیر میں رونے کی آواز بند ہو گئی۔ اتفاقاً ایک مرد آیا۔ اور جس طرف سے رونے کی آواز آئی تھی اس کے بعد باہر آیا۔ اور ایک شخص کو کندھے پر اُٹھایا ہوا تھا۔ ایک دوسرا شخص آیا جس کی لبوں کے بال لمبے تھے۔ سر برہنہ تھا۔ شیخ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ شیخ نے اُس کو کلمہ شہادت پڑھایا۔ اور اس کے سر اور لبوں کے بالوں کو لیا۔ ٹوپی پہنائی۔ اور محمد نام رکھا۔ ان چھ شخصوں سے کہا کہ میں اس امر پر مامور ہوں کہ اس مردہ شخص کے بدلے اس کو مقرر کروں اُنہوں نے کہا بسروچشم۔ پس شیخ باہر نکل آئے۔ اور اُن کو وہیں چھوڑا۔ میں بھی شیخ کے پیچھے باہر نکلا۔ تھوڑی دیر چلے تھے کہ بغداد کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ اوّل دفعہ کی طرح دروازہ کھُل گیا۔ پھر ہم مدرسہ کے دروازہ تک پہنچے۔ وہ بھی کھُل گیا۔ شیخ اپنے گھر میں آ گئے۔ جب صبح ہوئی تو میں شیخ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تاکہ کتاب پڑھوں لیکن شیخ کی ایسی ہیبت مجھ پر چھائی۔ کہ میں پڑھ نہ سکا۔ شیخ نے کہا اے فرزند پڑھو۔ میں نے آپ کو قسم دی۔ کہ رات کا واقعہ جو میں نے دیکھا تھا اس کو ضرور بیان فرمائیں۔ فرمایا کہ وہ شہر نہاوند تھا۔ اور وہ چھ شخص ابدال تھے۔ جو رونا تھا وہ ان کا سردار تھا۔ اور جو شخص باہر آیا اور ایک شخص کو کندھے پر اُٹھایا تھا۔ وہ خضر علیہ السّلام تھے۔ کہ اس مردہ کو باہر لائے تھے۔ تاکہ اس کے دفن کفن کا بندوبست کرے۔ اور وہ شخص جس کو میں نے کلمہ شہادت پڑھایا وہ ایک نصرانی قسطنطنیہ کا رہنے والا تھا۔ مجھ کو حکم ہوا تھا۔ کہ اس کو اس مردہ کے بدل مقرر کروں۔ پھر اس کو لائے۔ اور میرے ہاتھ پر مسلمان کیا۔ اب وہ ان میں سے ایک ہے۔ ایک دن آپ وعظ کر رہے تھے۔ اتفاقاً چند قدم ہوا میں اُڑے اور کہا اے اسرائیلی کھڑا ہو اور محمدی کلام سُن۔ پھر اپنی جگہ پر واپس آ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات تھی۔ فرمایا کہ ابوالعباس خضر علیہ السّلام ہماری مجلس میں سے جلد جلد جا رہے تھے۔ اس لئے میں چند قدم اسکی طرف گیا۔ اور کہا جو تم نے سُن لیا۔ آپ کا خادم کہتا ہے کہ مہمانوں کی وجہ سے شیخ پر ڈھائی سو دینار زر سرخ قرض چڑھ گیا۔ ایک دن ایک شخص آیا جس کو میں نہیں پہچانتا تھا۔ وہ بغیر اس کے کہ شیخ سے اذن لے چلا آیا اور بیٹھ گیا۔ شیخ سے بڑی باتیں کرتا رہا اور اسی مقدار کے موافق زر نکالا۔ اور کہا کہ یہ آپ کے قرض کے لئے ہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ شیخ نے مجھے حکم دیا کہ یہ سونا قرض خواہوں کو پہنچا دینا۔ پھر فرمایا کہ یہ صیرفی قدر تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک فرشتہ ہے کہ اللہ تعالے اولیاء اللہ کے پاس بھیجا کرتے ہیں۔ کہ ان کے قرض ادا کر دیا کرے ٭

شیخ بقا ابن بطّو رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ نے کہا ہے کہ میں ایک دن شیخ عبدالقادر رض کی مجلس میں حاضر تھا۔ اس درمیان میں کہ آپ منبر کے پہلے پایہ پر وعظ کہتے تھے۔ اتفاقاً بات کو چھوڑ دیا۔ اور ایک گھڑی تک خاموش رہے اور زمین پر اتر آئے۔ اس کے بعد پھر منبر پر چڑھ گئے۔ اور دوسرے زینہ پر بیٹھ گئے۔ تب میں نے دیکھا کہ پہلا زینہ کشادہ ہو گیا۔ اس قدر کہ نگاہ کام نہیں کرتی۔ اور سندس سبز کا فرش بچھا دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ وہاں پر بیٹھ گئے۔ حضرت حق سبحانہٗ نے شیخ عبدالقادر کے دل پر تجلے کی چنانچہ آپ اس قدر جھکے کہ قریب تھا کہ گر پڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پکڑ لیا۔ اور بچا لیا۔ اسکے بعد ایسے چھوٹے اور لاغر ہو گئے جیسے چڑیا ہوتی ہے۔ اس کے بعد بڑھے اور بزرگ ہوئے۔ جو ایک بڑی ڈراؤنی شکل تھی۔ اس کے بعد یہ ساری باتیں مجھ سے پوشیدہ ہو گئیں۔ حاضرین نے شیخ بقا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب کی کیفیت پوچھی۔ کہا کہ پروردگار ان کی ایسی قوت کے ساتھ مدد کرتا ہے کہ اُن کی پاک رُوحیں اجسام اور صفات موجودات کی صورتوں کے ہمشکل ہو جاتی ہیں۔ ان کو وہ لوگ دیکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو یہ قوت دی ہے کہ روحوں کو صورتوں اور جسموں اور صفاتِ موجودات میں دیکھ سکیں اس کے بعد شیخ کے جھکنے چھوٹے اور بڑے ہونے کی نسبت پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ پہلی تجلی اس طرح تھی۔ کہ کسی بشر کو اُس کی طاقت بدون مدد نبوی کے نہیں ہوتی۔ دوسری تجلی صفات جلال کی تھی کہ شیخ پگھل گئے اور چھوٹے ہو گئے۔ تیسری جمال کی صفت تھی۔ جس سے شیخ بڑھے اور بزرگ ہو گئے۔ وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ط یعنے یہ خدا کا فضل ہے جس کو وہ چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے ؛

قضیب البان موصلی قدس اللہ تعالیٰ رُوحہٗ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ شیخ محی الدین بن العربی قدس اللہ تعالےٰ روحہ اپنے بعض رسالوں میں فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے اس گروہ میں سے بعض ایسے بھی دیکھے ہیں کہ اُن کی روحانیت کی صُورت اُن کی جسمانی صورت پر جسمدار اور شکلدار ہوتی ہے اور ان جسمدار صورتوں پر افعال و حالات گذرتے ہیں۔ حاضرین جانتے ہیں۔ کہ جو اُن کی جسمانی صورتوں پر گذرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں۔ ہم

نے فلاں شخص کو دیکھتا ہے۔ کہ ایسا ویسا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ شخص اس فعل سے بری ہے اور ہم نے
یہ باتیں یاد ہا اس گروہ سے مشاہدہ کی ہیں۔ ایسا ہی عبداللہ موصلی کا حال تھا۔ کہ جو قضیب البان مشہور
تھے چاہئے کہ اس پر انکار نہ کریں۔ کیونکہ خدا تعالے کے اسرار جہان کے لوگوں میں بہت ہیں۔ عقل و
ادراک کی قوت سے ان کو معلوم نہیں کر سکتے۔ شیخ عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ تعالے کہتے ہیں۔ کہ مجھے
اہل علم نے خبر دی۔ کہ وہ ایک درویش کو نماز پڑھتے نہ دیکھتا تھا۔ ایک دن اقامت نماز ہوئی۔ اور
وہ بیٹھا رہا۔ ایک فقیہ نے اسکو انکار کے طور پر کہا کہ اٹھو اور نماز جماعت سے پڑھ۔ وہ اٹھا اور
تکبیر نماز کی کہی۔ پہلی رکعت پڑھی۔ منکر فقیہ اُس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ جب دوسری رکعت کے
لئے اُٹھے تو فقیہ نے ان کی طرف دیکھا کہ وہ کوئی اور شخص ہے اس فقیر کے سوا کہ نماز پڑھتا ہے۔
اس کو دیکھ کر تعجب کیا۔ تیسری رکعت میں ان دو کے علاوہ ایک اور ہی شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے
چوتھی رکعت میں ان تینوں کے سوا ایک اور شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھتا ہے۔ جب سلام پھیر چکے
تو دیکھا تو وہی پہلا شخص فقیر اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ فقیر نے اس کی طرف دیکھا اور ہنسکر کہا اے
فقیہ ان چار میں سے کونسا شخص تمہارے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ شیخ عبداللہ یافعی کہتے ہیں کہ اس
قسم کا قصہ میں نے سنا ہے کہ قضیب البان کا ایک قاضی موصل کے ساتھ گذرا ہے کہ وہ اُن کی نسبت
بہت انکار کیا کرتا تھا۔ ایک دن دیکھا کہ موصل کے ایک کوچہ میں سے اس کے مقابل سے آرہا ہے
اپنے دل میں کہا کہ اسکو پکڑنا چاہئے۔ اور اس کا قصہ حاکم شہر تک پہنچانا چاہئے۔ کہ اسکو
سزا دے۔ اتفاقاً دیکھا کہ وہ کردی شکل پر آرہے ہیں۔ جب کچھ دور اور آگے آئے۔ تو ایک اعرابی
جنگلی کی شکل میں تھے۔ جب زیادہ نزدیک آئے تو ایک فقیہ کی شکل میں برآمد ہوئے۔ جب قاضی
تک پہنچے تو کہا اے قاضی کس قضیب البان کو حاکم تک لیجائیگا۔ اور اس کو سزا دلائیگا۔ قاضی نے
اپنے انکار سے توبہ کی۔ اور شیخ کا مرید بن گیا۔ شیخ عبدالقادر رضی اللہ کے سامنے لوگوں نے بیان
کیا کہ قضیب البان نماز نہیں پڑھتے۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کہو۔ اس کا سر ہمیشہ کعبہ کے
دروازہ پر سجدہ میں ہے +

محمد الاوانی معروف بابن القاید قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ شیخ عبدالقادر رض کے مریدوں میں سے ہیں۔ فتوحات مکیہ میں ہے کہ شیخ عبدالقادر انکو مفردین
آنحضرت کہا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ محمد بن قاید مفردین میں سے ہیں۔ صاحب فتوحات مکیہ

اپنی کتاب میں کہتے ہیں۔ کہ مفردون ایک جماعت ہے جو کہ قطب کے دائرہ سے خارج ہے اور خضر علیہ السلام انہیں میں سے ہیں۔ اور ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے ان میں سے تھے۔ ابن قاید کہتے ہیں۔ کہ میں نے سب کو اپنے پیچھے چھوڑا۔ اور حضرت درگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہوا۔ اتفاقاً اپنے سامنے ایک اور پاؤں کا نشان دیکھا۔ تو مجھے غیرت آئی۔ اور میں نے کہا کہ یہ کس کے قدم کا نشان ہے۔ کیونکہ میرا اعتقاد تھا۔ کہ مجھ سے کوئی بڑھا ہوا نہیں۔ کہا گیا کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم کا نشان ہے۔ تب میری طبیعت تسکین پا گئی۔

ابو السعود بن الشبل رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بھی شیخ محی الدین عبد القادر رہ کے مرید ہیں۔ فتوحات میں مذکور ہے کہ میں نے ایک سچے اور ثقہ شخص سے سنا کہ شیخ ابو السعود سے جو کہ وقت کے امام تھے۔ بیان کرتا تھا۔ کہ وہ یہ فرماتے تھے۔ میں بغداد کے دجلہ کے کنارہ پر گذر رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ کیا خدا تعالےٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔ جو کہ پانی میں اس کی پرستش کرتے ہیں۔ ابھی میرے دل میں یہ خطرہ پورا نہ ہوا تھا۔ کہ پانی پھٹ گیا۔ اور ایک مرد ظاہر ہوا۔ کہا۔ ہاں اے ابو السعود خدا تعالےٰ کے ایسے مرد ہیں۔ کہ پانی میں اس کی عبادت کرتے ہیں۔ میں انہیں میں سے ہوں۔ میں ایک مرد ہوں۔ تکریت کے رہنے والا ہوں۔ وہاں سے باہر نکلا ہوں اور کہتا ہوں کہ پندرہ دن کے بعد وہاں پر فلاں حادثہ ہوگا۔ جب پندرہ دن گذرے تو وہ حادثہ بعینہٖ ہوا۔ جو اس نے کہا تھا۔ فصوص میں مذکور ہے۔ کہ شیخ ابو السعود نے اپنے مریدوں سے کہا کہ پندرہ سال ہو چکے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھ کو اپنے ملک میں تصرف دیا ہے۔ لیکن میں نے کوئی تصرف نہیں کیا۔ ابن قاید نے ایک دن ان سے پوچھا کہ تم کیوں تصرف نہیں کرتے ہو۔ کہا کہ میں نے تصرف کو خدا تعالےٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ کہ وہ جس طرح چاہے تصرف کرے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔ کہ امام احمد حنبل کے قبرستان میں میں نے توجہ کی تھی۔ ایک بزرگ قبر پر جس کی قبر لوگوں کے نزدیک معین ہے۔ لیکن مجھے یقین تھا۔ کہ وہ وہاں پر نہیں ہے۔ میں اس قبر پر جایا کرتا تھا۔ راستہ میں ایک گنبد ویران تھا۔ میں نے کبھی نہ سنا تھا۔ کہ وہاں پر بھی کوئی بزرگ ہے۔ جب اس گنبد سے گذرا تو دیکھا کہ گنبد میں سے مجھے اشارہ ہوتا ہے۔ کہاں جاتے ہو۔ آؤ اور ہماری بھی زیارت کر جاؤ۔ میں واپس آیا۔ اور گنبد میں گیا۔ وہاں پر میرا وقت خوش ہوا۔ دیکھتا ہوں۔ کہ اس بزرگ کی روح مجھ سے کہتی ہے

کہ تم بھی ایسی زندگی بسر کرو جس طرح میں نے کی تھی۔ میں نے کہا آپ نے کیسے بسر کی تھی۔ کہا جو کچھ کہ خدا کی طرف سے تجھے پہنچے۔ اسکو قبول کرلے۔ میں نے کہا اگر قبول کرنے کے لائق ہوگا۔ تو قبول کرونگا۔ کہا خیر آج تم کو ایک چیز ملیگی۔ اسکو قبول کرلینا۔ کہا کہ ایسا ہی کرونگا۔ جب شہر میں آیا۔ اور اس قصہ کو شیخ نورالدین عبدالرحمن سے بیان کیا تو فرمایا تم جانتے بھی ہو۔ کہ اس گنبد میں کون بزرگ لیٹے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کہا ان کو ابوالسعود کہتے ہیں۔ وہ عجیب طریق رکھتے تھے۔ جو کچھ خدا سے ان کو ملتا تھا۔ اس کو رد نہیں کرتے تھے۔ اور کسی سے کچھ مانگتے نہ تھے۔ لباس مکلّف پہنتے تھے۔ اور کھانا بھی عمدہ کھاتے تھے۔ ایک دن ایک شخص اُن کے پاس آیا۔ اور اُن کے سر پر دستار دیکھی۔ جو کہ دوسو دینار کی قیمت کی تھی۔ وہ شخص اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ یہ کیا اسراف ہے۔ ایسی دستار جس سے دوسو درویش کے کپڑے اور کھانا تیار ہوسکتا ہے۔ اس کو ایک درویش کیوں سر پر رکھے۔ ابوالسعود اپنی روشنضمیری سے معلوم کرگئے۔ اور کہا کہ اے شخص اس دستار کو ہم نے خود سر پر نہیں باندھا۔ اگر تم چاہتے ہو تو اس کو لے جاؤ۔ اور بیچو اور درویشوں کے لئے کھانا وغیرہ لاؤ۔ وہ شخص لے گیا۔ اور اس کو بیچ ڈالا۔ مکلّف کھانا تیار کیا۔ عصر کی نماز کے وقت جب آیا۔ تو اسی دستار کو شیخ کے سر پر بندھی دیکھا۔ اور تعجب کرنے لگا۔ شیخ ابوالسعود نے کہا تم تعجب کیا کرتے ہو۔ فلاں خواجہ سے پوچھو۔ کہ اس دستار کو کہاں سے لائے ہو۔ اس خواجہ نے کہا۔ کہ میں پچھلے سال کشتی میں تھا مخالف ہوا چلی۔ تب میں نے نذر مانی۔ کہ اگر میں کشتی سے بسلامت نکلونگا۔ تو ایک عمدہ دستار شیخ کے لئے لے جاؤنگا۔ اب چھ ماہ گذر گئے تھے۔ کہ میں بغداد میں ایسی دستار جسکو میرا دل چاہتا تھا۔ طلب کرتا تھا۔ مگر ملتی نہ تھی۔ یہاں تک کہ آج میں نے یہ دستار فلاں دکان پر دیکھی۔ تب میں نے کہا کہ یہ دستار شیخ کے لائق ہے۔ میں نے خریدی اور لے آیا۔ اس کے بعد شیخ نے کہا دیکھا کہ یہ شخص اوروں کی دستاریں لاکر ہمارے سر پر رکھ دیتا ہے۔ اس شیخ کی اس قسم کی حکایات بہت ہیں۔ واللہ اعلم ۰

شیخ ابومدین مغربی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ کا نام شعیب بن الحسین بالحسن ہے۔ اس گروہ کے بڑوں میں سے ہیں۔ بہت سے مشائخ آپ کی صحبت و خدمت میں تربیت پائے ہیں۔ منجملہ انکے شیخ محی الدین عربی ہیں۔ وہ اپنی تصنیفات میں ان کا ذکر بہت کرتے ہیں۔ ان کی باتوں اور معرفت کا ذکر کیا ہے۔ امام یافعی کہتے ہیں۔

کہ یمن کے اکثر شیخ تو شیخ عبد القادر رض سے نسبت رکھتے ہیں۔ اور بعض شیخ ابو مدین سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ تو شیخ مغرب ہیں۔ اور یہ شیخ مشرق ہیں یعنے شیخ عبد القادر رض۔ کتاب فصوص الحکم میں مذکور ہے کہ ایک ابدال نے ایک شیخ سے کہا۔ ابو مدین سے بعد سلام کے کہو۔ کہ اس کا کیا سبب ہے۔ کہ جو چیز ہم پر مشکل نہیں ہوتی وہ تم پر مشکل ہوتی ہے۔ باوجود اس کے جو تمہارا مقام ہے۔ ہم اس کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور تم اس مقام کی کہ جس میں ہم ہیں۔ خواہش نہیں رکھتے۔ فتوحات میں مذکور ہے کہ میں نے ایک ولی اللہ سے سنا کہتے تھے۔ کہ میں نے اس گروہ کے ایک بزرگ سے سنا وہ کہتے تھے۔ میں نے شیطان کو خواب میں دیکھا۔ اور اس سے پوچھا۔ تیرا حال شیخ ابو مدین کے ساتھ جو کہ توحید و توکل میں امام ہیں کیسا ہے۔ کہا میرا حال انکے ساتھ یہ ہے۔ کہ جب میں کوئی شے اُنکے دل میں ڈالتا ہوں۔ تو اسکی ایسی مثال ہوتی ہے۔ کہ کوئی شخص محیط سمندر میں پیشاب کرے۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم نے پیشاب کیوں کیا۔ تو وہ یہ کہے کہ اس لئے کہ سمندر ناپاک ہو جائے۔ اور وضو اس سے نہ ہو سکے۔ سو ایسے شخص سے کوئی بھی بڑھ کر بے وقوف ہوگا۔ اسی طرح میری نسبت ابو مدین کے دل کے ساتھ ہے۔ فتوحات میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ لوگ تیمن اور تبرک کی وجہ سے شیخ ابو مدین سے ہاتھ ملاتے تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر بوسہ دیتے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے نفس میں اس کا کچھ اثر پاتے ہو۔ کہا۔ حجر اسود اپنے اندر کچھ اثر پاتا ہے۔ کہ جس کو بہترین میں سے نکال دے۔ باوجودیکہ اس کو انبیاء اور رسول علیہم السلام اور اولیاء کرام بوسہ دیتے رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ کہا۔ تو بس میں بھی وہی حجر اسود ہوں۔ میرا بھی وہی حکم ہے۔ ایک دن شیخ ابو مدین نے مغرب کے ایک شہر میں اپنی گردن کو پست کیا اور کہا اللھم انی اشھدک و اشھد ملائکتک انی سمعت و اطعت یعنے خداوندا میں تجھے گواہ بناتا ہوں۔ اور تیرے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے تیرا حکم سنا اور اطاعت کی۔ اُن کے مریدوں نے پوچھا۔ کہ حضرت اس دعا کا کیا سبب تھا۔ کہا شیخ عبد القادر رض نے آج بغداد میں کہاہے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ اس کے بعد شیخ عبد القادر رض کے بعض مرید بغداد سے آئے۔ اور خبر لائے کہ شیخ عبد القادر رض نے اسی وقت یہ کلمہ کہا تھا۔ جب شیخ ابو مدین یہ آیت سنا کرتے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا یعنے تم کو تھوڑا ہی علم دیا گیاہے۔ تو کہا کرتے کہ یہ تھوڑا سا علم جو خدا نے ہم کو دیاہے۔ یہ بھی ہمارے ملک میں نہیں بلکہ ہمارے پاس عاریت ہے۔ اور

ہمیں بہت سا علم نہیں ملا پس ہمیشہ ہم جاہل ہیں۔ فتوحات مکیہ میں بھی لکھا ہے۔ کان شیخنا ابومدین بالمغرب قد ترک الحرفة وجلس مع اللہ تعالیٰ علی ما یفتح اللہ لہ و کان علی طریقة عجیبة مع اللہ فی ذالک الجلوس فانہ ما کان یرد شیئًا یؤتی الیہ بہ مثل الامام عبدالقادر الجیلی سواء غیران عبدالقادر کان اخص فی الظاھر لما یعطیہ الشرف فقیل لہ یا ابا مدین لم لا تحترف اولم لا تقول بالحرفة فقال الضیف عندکم اذا نزل بقوم و عزم علی الاقامة کم توقیت زمان وجوب ضیافتہ علیھم قالوا ثلثة ایام قال وبعد ثلاثة ایام قالوا یحترف ولا یقعد عندھم حتی یحرجھم قال الشیخ اللہ اکبر نحن اضیاف ربنا تبارک وتعالی نزلنا علیہ فی حضرتہ علی وجہ الاقامة عندہ الی الابد فتعینت الضیافة فانہ تعالی ما دل علی کریم خلق بعبدہ الا کان ھو اولی بالانصاف بہ قالوا نعم قال وایام ربنا کما قال وان یومًا عند ربک کالف سنة مما تعدون فضیافتہ بحسب ایامہ فاذا اقمنا عندہ فی ثلثة الاف ثلثة وانقضت ولا تحترف بتوجہ اعتراضکم علینا ونحن نموت وینقض الدنیا ویبقی لنا فضلة عندہ تعالی من ضیافتنا فاستحسن ذالک منہ المعترض فانظر فی ھذا النفس ان کنت منھم وکان ابو مدین یامر اصحابہ بالجھاد والطاعات فانہ لم یکن عندہ فاعل الا اللہ۔

یعنی ہمارے شیخ ابومدین مغرب میں رہتے تھے۔ اُنہوں نے کمائی چھوڑ دی تھی۔ اور خدا کے مہمان ہو کر بیٹھے رہتے تھے۔ جو کچھ وہ انہیں دیتا۔ ان کا اس سنت میں خدا کے ساتھ عجیب طریق تھا۔ کیونکہ جو کچھ خدا ان کو دیتا وہ رد نہیں کرتے تھے۔ وہ اور امام عبدالقادر جیلی رہ اس میں برابر تھے۔ مگر یہ کہ عبدالقادر ظاہری تکلف اور شرافت میں اُن سے بڑھ کر تھے۔ ان سے کہا گیا۔ کہ اے ابومدین آپ حرفہ کیوں نہیں کرتے یا کیوں نہیں حرفہ کی تعلیم دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارا مہمان جب کسی قوم میں آئے اور اقامت کا ارادہ کرے تو اس کی ضیافت کا ضروری زمانہ کتنا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ تین دن۔ پوچھا کہ پھر تین دن کے بعد اس کو کیا کرنا چاہئے۔ کہنے لگے۔ اس کو کوئی حرفہ (پیشہ) کرنا چاہئے۔ اور ان کے پاس نہیں رہنا چاہئے۔ تاکہ ان کا حرج نہ ہو۔ شیخ نے کہا اللہ اکبر ہم خدا کے مہمان ہیں۔ اسکے حضور میں اقامت کے لئے ٹھیرے ہوئے ہیں۔ سو ہماری ضیافت اسکے پاس ہمیشہ کے لئے معین ہوگئی۔ کیونکہ وہ خدا جس عمدہ خلق کی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے خود اس کا زیادہ مستحق ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں بیشک۔ کہا کہ ہمارے

رب کے دن جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے۔ کہ ایک دن تیرے رب کے نزدیک ہزار سال کے برابر ہے جس کو تم شمار کرتے ہو۔پس ہماری ضیافت اسی کے دنوں کے مطابق ہوگی۔ اب جو ہم اس کے نزدیک تین ہزار سال تک رہیں۔ اور وہ گذر جائیں۔ پھر ہم حرفت نہ کریں تو بیشک تمہارا اعتراض ہم پر وارد ہوگا۔ حالانکہ ہم مر بھی جائیں گے۔ اور دنیا گذر جائیگی۔ تب بھی خدا کے پاس ہماری ضیافت کا حصہ باقی رہیگا۔ اس جواب کو معترض نے بہت پسند کیا۔ اب اس نفس میں سوچ اگر تو ان میں سے ہے۔ ابو مدین اپنے اصحاب کو طاعات کے اظہار کے لئے حکم کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اللہ کے سوا اور کوئی فاعل نہیں ہے۔ ایک دن شیخ ابو مدین دریا کے کنارے پر جا رہے تھے۔ فرنگ کے کافروں کی ایک جماعت نے ان کو قید کر لیا اور اپنی کشتی میں لے گئے دیکھا کہ وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت قید کی ہوئی ہے۔ جب شیخ نے کشتی میں قدم رکھا۔ تو کافروں نے لنگر چھوڑ دیا۔ تاکہ روانہ ہوں۔ ہر چند کوشش کی وہاں سے کشتی نہ ہلی۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ شاید یہ اس کا ٹھہرنا اس مسلمان کے باعث ہے جس کو ہم نے ابھی پکڑا ہے شاید یہ کوئی ولی آدمی ہے۔ شیخ کو انہوں نے اجازت دیدی کہ آپ کشتی سے اُتر جائیں۔ شیخ نے کہا۔ جب تک یہ سارے مسلمان نہ چھوڑ و گے میں باہر نہ جاؤنگا جب اس کے سوا کوئی علاج نہ دیکھا تو سب کو چھوڑ دیا۔ اسی وقت ان کی کشتی روانہ ہوگئی۔ اور فرماتے ہیں۔ اذا ظهر الحق لم يبق معه غيره یعنے جب حق ظاہر ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ اور کوئی نہیں رہتا اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ ليس في القلب سوى وجهة واحدة فالى اى وجهة توجهت حجبت عن غيرها یعنے دل کی ایک ہی جہت ہے۔ اب جس طرف تو توجہ کریگا۔ اس کے غیر سے چھپ جائیگا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ ماوصل الى صريح الحرية من عليه من نفسه بقية یعنے وہ شخص صریح آزاد نہیں ہوا جس پر اس کے نفس سے کچھ بقیہ ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں من دايته يدعى مع الله حالا يكون على ظاهره منه شاهد فاحذروه ومن كان الا اخذمنه احب الله من العطاء فما شمر رائحة الفقر ومن اشعاره۔ شعر

لا تنكر الباطل في طوره ۔۔۔ فانه من بعض ظهوراته

واعطه منك بمقداره ۔۔۔ حتى توفى حق اثباته

یعنے مت انکار کر باطل کا اپنے طور میں۔ کیونکہ وہ اسی کے بعض ظہورات سے ہے اور دے اسکو اپنی طرف اس کا مرتبہ یہانتک کہ اس کے اثبات کا حق پورا کر دے آپ ۵۹۰ھ ہجری میں

فوت ہوئے +

ابوالعباس بن العریف الصنہاجی الاندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ علوم کے عالم اور قرأت کے اقسام کے عارف تھے۔ اور تمام روایات میں انتہا تک پہنچے ہوئے تھے۔ بہت سے مرید و طالب ان کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ بادشاہ وقت کو ان کی طرف سے دل میں خوف پیدا ہوا۔ اور ان کو طلب کیا۔ آپ راستہ میں فوت ہو گئے بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کے پاس پہنچنے سے پہلے اور بعض کہتے ہیں پہنچنے کے بعد۔ اور ان کی وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی۔ صاحب فتوحات اپنے شیخ ابو عبداللہ غزالی سے نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ یہ کہتے تھے۔ میں ایک دن اپنے شیخ ابن عریف کے پاس سے باہر آیا۔ جنگل میں سیر کرتا تھا۔ جب درخت یا گھاس پر میں پہنچتا تھا۔ وہ کہتا تھا مجھ کو پکڑ کہ میں فلاں بیماری کے لئے مفید ہوں۔ اور فلاں ضرر کو دفع کرتا ہوں۔ مجھ کو اس حال سے حیرانی پیدا ہوئی۔ اپنے شیخ کے پاس واپس گیا اور یہ قصہ ان سے بیان کیا۔ شیخ نے کہا ہم نے تم کو اس کے لئے تو تربیت نہ کیا تھا۔ این کان منك الضار والنافع حین قالت لك الاشجار انها نافعة وضارة فقال یا سیدی التوبة یعنے تم سے نفع ضرر کہاں ہے۔ جب تجھ سے درختوں نے کہا کہ وہ نافع و ضرر رساں ہیں۔ تب اس اس نے کہا اے میرے سردار میری توبہ ہے۔ شیخ نے کہا خدا تعالےٰ نے تجھے آزمایا ہے۔ ورنہ میں نے تو تجھے خدا کا راستہ دکھایا تھا نہ اس کے غیر کا۔ اب تیری سچی توبہ کی علامت یہ ہے۔ کہ اس جگہ پر پھر جائے اور وہ درخت اور گھاس تجھ سے کوئی بات نہ کریں۔ ابو عبداللہ اس جگہ پر پھر گئے۔ تو ان باتوں میں سے پھر کچھ نہ سنا۔ خدا تعالےٰ کے شکر کا سجدہ کیا۔ اور شیخ کی طرف لوٹا۔ اور اس کو بتایا۔ شیخ نے کہا الحمد للہ الذی اختارك لنفسه و لم یدفعك الی کون مثلك من اکوانه یعنے اس خدا کی تعریف ہے کہ جس نے تجھے اپنے لئے پسند کر لیا۔ اور نہ دفع کیا تجھ جیسے کو اپنے اور مخلوق کی طرف۔ صاحب فتوحات یہ بھی لکھتے ہیں۔ کنت یوماً عند شیخنا ابوالعباس العریفی باشبیلیا جالسا وامدنا وراحد اعطاء معروف فقال شخص من الجماعة للذی یرید ان یتصدق الاقربون اولی بالمعروف فقال الشیخ من فوره متصلا بکلام القائل الی اللہ فیما یردها علی الکبد واللہ ما سمعتها فی تلك الحالة الا من اللہ تعالیٰ حتی قیل لی انها کن انزلت فی القرآن مما تحققت بها واشربها قلبی

وکذا جمیع من حضر فلا ینبغی ان یاکل نعم اللہ الا اہل اللہ ولهم خلقت ویاکلها غیرها کم التبعیتہ فهم المقصودون بالنعم یعنے میں ایک دن اپنے شیخ ابوالعباس عریف کے پاس اشبلیہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے ارادہ کیا یا کسی نے ارادہ کیا کچھ عطیہ کا یعنی صدقہ وغیرہ کا۔ تب جماعت میں سے ایک شخص نے صدقہ دینے والے سے کہا کہ قریبی لوگ زیادہ مستحق صدقہ دینے کے ہیں۔ پھر شیخ نے فوراً قائل کے کلام کے ساتھ ملا کر کہا یعنے مراد یہ ہے کہ خدا سے جو زیادہ قریب ہوں پس اس کلمہ کی کیا ہی ٹھنڈک جگر پر پہنچی۔ واللہ میں نے اس حالت میں اسکو نہ سُنا مگر اللہ تعالٰے سے حتٰی کہ مجھ سے کہا گیا کہ قرآن میں ایسا نازل ہوا ہے۔ جس کو میں نے اچھی طرح جان لیا۔ اور میرے دل نے اس کو پی لیا۔ ایسا ہی تمام حاضرین سمجھ گئے اب خدا کی نعمتوں کے لائق صرف اہل اللہ ہیں۔ انہیں کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اور باقی لوگ ان کے تابع ہو کر کھاتے ہیں۔ کیونکہ نعمتوں سے وہی لوگ مقصود ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ ۵۳۶ھ ہجری میں فوت ہوئے +

ابوالربیع الکینفؒ المالقی رحمۃ اللہ تعالٰی

آپ ابوالعباس بن عریف کے مرید ہیں۔ ایک دن اپنے مریدوں سے کہنے لگے۔ کہ اگر بالفرض دو شخصوں کے پاس دس دس دینار ہوں۔ ان میں سے ایک شخص نے ایک دینار صدقہ کر دیا اور نو دینار بچا کر رکھے۔ اور دوسرے نے نو دینار صدقہ کئے۔ اور ایک بچا کر رکھا۔ ان میں سے کونسا زیادہ فضیلت لے گیا۔ لوگوں نے کہا کہ جس نے نو دینار صدقہ کئے۔ شیخ نے کہا یہ زیادہ کیوں زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا اس لئے کہ اس نے زیادہ صدقہ کیا ہے۔ شیخ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا وہ اچھا ہے۔ لیکن تم نے مسئلہ کی جان کو نہ سمجھا۔ تم پر پوشیدہ رہا۔ مریدوں نے کہا کہ وہ کیا بات ہے۔ کہا یہ کہ ہم نے جو دونوں کو مال میں برابر فرض کیا ہے۔ اب جس شخص نے زیادہ دیا تو وہ مقام فقر میں آ گیا سو وہ اس شخص سے بڑھ کر ہے جس نے کہ تھوڑا دیا کیونکہ اس کی نسبت فقر سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ وہ افضل ہے۔ حدیث نبوی اس بارہ میں وارد ہے کہ ستر ہزار دفعہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کی نجات کے لئے یا اسکی نجات کیلئے کہ جس کی نیت پر پڑھا گیا ہے پورا اثر رکھتا ہے۔ شیخ ابوالربیع مالقی فرماتے ہیں۔ کہ اس ذکر کو میں نے ستر ہزار دفعہ کیا تھا لیکن کسی کے نام پر معین نہ کیا تھا۔ حتٰے کہ ایک دن ایک شخص کے دسترخوان پر میں حاضر

ؔ یا ابوالربیع الکفیف؟

ہوا۔ ایک جماعت موجود تھی۔ اور ان میں ایک لڑکا صاحب کشف تھا جب اس لڑکے نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ تو دفعتہً رو پڑا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو۔ کہا میں نے ابھی دوزخ کو دیکھا۔ اس میں اپنی والدہ کو عذاب میں دیکھتا ہوں۔ شیخ ابوالربیع کہتے ہیں۔ کہ میں نے دل میں کہا الٰہی تو جانتا ہے۔ کہ میں نے ستر ہزار دفعہ کلمہ لاالہ الا اللہ کہا تھا۔ میں نے اس کو اس بچے کی ماں کی دوزخ کی آزادی کے لئے معین کر دیا۔ جب میں نے یہ نیت دل میں پوری کی۔ تو بچہ ہنس پڑا۔ اور خوش ہو کر کہنے لگا کہ اب میں اپنی ماں کو دیکھتا ہوں کہ دوزخ کے عذاب سے خلاصی پائی۔ الحمد للہ۔ پھر کھانا کھانے میں سب کے ساتھ مشغول ہوا۔ شیخ ابوالربیع کہتے ہیں کہ مجھ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی صحت اس بچہ کے کشف سے معلوم ہوئی۔ اور اس بچہ کے کشف کی صحت اس حدیث سے ہوئی۔ شیخ ابوالربیع یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں ایک سفر میں تنہا جا رہا تھا۔ جب رات آئی تو ایک جانور آتا اور میرے پاس رات کاٹتا۔ مجھ سے باتیں بھی کرتا۔ ایک رات میں نے سنا کہ تمام رات وہ یا قدوس یا قدوس کہتا رہا۔ جب صبح ہوئی۔ تو پر مارے اور کہا سبحان الرزاق اور اڑ کر چلا گیا۔

عدی بن مسافر الشامی ثم الہکاری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ منبجی اور شیخ حماد دباس کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان پر بہت لوگ جمع ہو گئے تھے۔ پھر ہکاریہ پہاڑ پر جو کہ موصل کے علاقہ میں ہے لوگوں سے قطع تعلق کر دیا۔ وہیں ایک جھونپڑی بنائی۔ اس ملک کے لوگ سب ان کے مرید و معتقد ہو گئے۔ ۵۵۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ہے۔ آپ کی قبر اس ملک میں مزارات متبرکہ میں داخل ہے۔ آپ کے کرامات و نشانات ظاہر تھے تاریخ امام یافعی میں مذکور ہے کہ اسکے مریدوں میں سے ایک کے دل میں جنگل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگوں سے قطع تعلق کر دیا جائے۔ شیخ عدی سے آ کر کہنے لگا۔ کہ اے شیخ میں چاہتا ہوں کہ اس جنگل میں رہوں۔ اور لوگوں سے قطع تعلق کر لوں۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہاں پانی ہوتا۔ کہ میں پیا کرتا۔ اور کچھ کھانے کو ہوتا کہ جس سے میں اپنی قوت بناتا۔ شیخ اٹھا وہاں پر دو بڑے پتھر تھے۔ ایک پر پاؤں مارا تو میٹھے پانی کا چشمہ وہاں جاری ہو گیا۔ اور دوسرے پر پاؤں مارا تو ایک انار کا درخت پیدا ہو گیا۔ درخت سے کہا کہ اے درخت ہر روز خدا کے حکم سے ایک انار شیریں اور دوسرے دن کھٹا دیا کر۔ اور وہ دنیا کے بہترین اناروں میں سے تھا۔

سیدی احمد بن ابی الحسن الرفاعی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

ذوالمقامات العلیۃ والاحوال السنیۃ خرق اللہ سبحانہ علے یدیہ العوائد وقلب لہ الاعیان واظہر العجائب ولکن اصحابہ ففیہم الجید والردی یدخل بعضہم النیران ویلعب بالحیات وھذا ما عرفہ الشیخ ولا صلحاء اصحابہ نعوذ باللہ من الشیطان یعنے آپ بڑے مقامات اور بزرگ حالات رکھتے تھے اللہ سبحانہ نے ان کے ہاتھ پر بہت سے خرق عادات اور قلب ماہیات کی ہیں عجائبات ظاہر کئے ہیں۔ لیکن اُن کے مرید اچھے بھی ہیں اور ردّی بھی ہیں بعض ردی آگ میں گھس جاتے تھے۔ سانپوں سے کھیلتے تھے۔ لیکن اس کو شیخ پسند نہ کرتے تھے۔ اور نہ ان کے نیک بخت مرید شیطان سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے خرقہ کی نسبت پانچ واسطہ سے حضرت شیخ شبلی رہ تک پہنچتی ہے۔ ام عبیدہ کے رہنے والے ہیں۔ جو کہ بطائح کے علاقہ میں ہے الوالحسن علی جو کہ آپ کے بھانجے ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دن ان کے خلوت خانہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ سننے میں ان کے پاس کسی کی آواز سُنی جب میں نے دیکھا تو اُن کے پاس ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا دیکھا کہ پہلے اس سے میں نے اسکو کبھی نہ دیکھا تھا۔ دیر تک ہم باتیں کرتے رہے۔ پھر وہ شخص خلوت خانہ کی کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ اور بجلی کی طرح ہوا میں اڑ گیا۔ تب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ یہ کون شخص تھا۔ کہا کیا تم نے اس کو دیکھا۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ کہا یہ وہ شخص ہے کہ خدا تعالےٰ محیط سمندر کی اس سے حفاظت کرتا ہے۔ چار مردوں سے ایک یہ ہے تین دن ہو گئے ہیں۔ کہ یہ مہجور اور معزول ہے لیکن خود نہیں جانتا۔ میں نے کہا اے میرے سردار اس کی مہجوری کا کیا سبب ہے کہا یہ بحر محیط کے ایک جزیرہ میں رہتا ہے وہاں تین دن تک متواتر بارش ہوتی رہی۔ اس کے دل میں یوں آیا۔ کہ کاش یہ بارش آبادی میں برستی۔ اس کے بعد استغفار کیا۔ سو اس اعتراض کے سبب۔ مہجور یعنی خدا سے دُور جا پڑا ہے میں نے کہا سیدی تم نے اس کو مہجوری کی خبر بھی کی۔ کہا نہیں مجھے شرم آئی۔ میں نے کہا۔ اگر فرمائیں تو میں اس کو خبر دوں۔ کہا تم کر دو گے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا اپنے گریبان میں سر کرلے۔ میں نے کرلیا میرے کان میں ایک آواز آئی۔ کہ اے علی اپنا سر نکال میں نے سر نکالا تو اپنے آپ کو بحر محیط کے ایک جزیرہ میں دیکھا۔ تب میں اپنے کام میں حیران

رہ گیا۔ میں اٹھا۔ اور تھوڑی دور تک گیا۔ اس مرد کو دیکھا۔ تو میں نے اسکو سلام کہا۔ اور وہ قصہ اس کو میں نے کہا۔ مجھے قسم دی کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرنا۔ میں نے کہا ہاں ایسا ہی کرونگا کہا میرے خرقہ کو میری گردن میں ڈال اور مجھ کو زمین پر کھینچ۔ اور کہو یہ اس شخص کی سزا ہے کہ خدا تعالےٰ پر اعتراض کرے۔ میں نے خرقہ کو اس کی گردن میں ڈالا۔ اور چاہا کہ اس کو کھینچوں۔ اتنے میں ہاتف نے آواز دی۔ کہ اے علی اس کو چھوڑ دے۔ کیونکہ آسمان کے فرشتے رونے لگے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان سے خوش ہو گیا۔ جب میں نے یہ آواز سنی۔ تو بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو اپنے ماموں کے پاس دیکھا۔ واللہ مجھے معلوم نہ ہوا کہ کیونکر وہاں گیا۔ اور کس طرح واپس آیا۔ جب کسی وقت کوئی شخص سیدی احمدؒ سے تعویذ مانگتا اور کاغذ لاتا کہ وہ کچھ لکھ دیں۔ اگر سیاہی نہ ہوتی تو کاغذ کو لیتے اور سیاہی بغیر لکھ دیتے۔ ایک دفعہ ایک شخص کے لئے بے سیاہی تعویذ لکھ دیا۔ اور مدت تک وہ غائب رہا۔ اس کے بعد پھر اسی کاغذ کو امتحان کے لئے لایا۔ اور کہا اے شیخ اس پر آپ دعا لکھ دیں۔ جب آپ نے اس کاغذ کو دیکھا تو کہا اے فرزند یہ کاغذ تو لکھا ہوا ہے۔ اور اس کو واپس دیدیا۔ ایک دن آپ کے دو مرید جنگل میں گئے۔ بیٹھ کر بیٹھے اور باتیں کرتے رہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کو اس مدت تک سیدی احمد کی خدمت سے کیا کچھ حاصل ہوا۔ کہا تم جو کچھ آرزو کرتے ہو کرو۔ اس نے کہا اے میرے سردار میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت ہماری دوزخ کی آزادی کا کاغذ آسمان سے اترے۔ دوسرے نے کہا خدا کا کرم بہت ہے اور اس کا فضل بے حد۔ اس حالت میں یہ باتیں کر رہے تھے۔ کہ دفعتہً ایک سفید ورق آسمان سے نیچے گرا۔ اس کو لے لیا۔ اس میں کچھ لکھا نہ تھا۔ تب وہ سیدی احمد کی خدمت میں آئے۔ اور اپنا احوال کچھ بھی نہ کہا۔ صرف اس کاغذ کو آپ کو دے دیا۔ جب سیدی نے اس کاغذ کو دیکھا تو خدا کا سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو کہا۔ قدرت کے ہاتھ سیاہی سے نہیں لکھا کرتے۔ یہ خط نور سے لکھا ہوا ہے اور کہا۔ الحمد للہ الذی ارانی عتق اصحابی من النار فی الدنیا قبل الاخرۃ یعنے خدا کی تعریف ہے۔ جس نے کہ میرے مریدوں کا دوزخ سے آزاد ہونا دنیا میں آخرت سے پہلے ہی دکھا دیا۔ کہتے ہیں باوجود عبادت میں کمال مشغول رہنے کے انکے لطیف اشعار بھی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ ؎

اذا جن لیل ھام قلبی بذکرکم   انوح کما ناح الحمام المطوق

وفوقی سحاب بمطر الهم والاسی — وتحتی بحار الهوی تتدفق

سلوا ام عمرو کیف بات اسیرها — تفك الاساری دونه وهو موثق

فلا هو مقتول ففی القتل راحة — ولا هو ممنون علیه فیطلق

یعنے جب رات پڑتی ہے تو میرا دل تمہاری یاد سے حیران ہو جاتا ہے۔ میں ایسی فریاد کرتا ہوں جس طرح کبوتری طوق دار چلاتی ہے۔ میرے اوپر ایک بادل ہے جو کہ غم و رنج کو برساتا ہے۔ اور میرے نیچے عشق کے سمندر ہیں جو کہ جوش مارتے ہیں۔ ام عمر سے پوچھو کہ تمہارے قیدی عشق نے کیونکر رات کاٹی ہے۔ اس کے سوا اور قیدیوں کی زنجیریں کھول دی گئیں اور وہ بندھا ہے۔ وہ مقتول بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ قتل میں راحت ہے اور نہ وہ ایسا ہے۔ کہ اس پر احسان رکھ کر اس کو چھوڑ دیا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار قوال سے سنے تھے۔ اور انہیں کے سننے سے وہ دنیا سے رحلت کر گئے تھے۔ وہ رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن ۲۲ جمادی الاولی ۵۷۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

حیوة بن قیس الحرانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ

صاحب الکرامات الخارقة والانفاس الصادقة والاحوال الفاخرة والانوار الباهرة والمقامات العالیة والمناقب السامیة یعنے آپ کرامات خارقہ، انفاس صادقہ، احوال فاخرہ، روشن انوار، بلند مقامات تھے۔ آپ ان چار شخصوں میں سے ہیں۔ کہ شیخ ابو الحسن قریشی نے کہا ہے۔ کہ میں نے چار ولیوں کو دیکھا ہے کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جس طرح زندے کرتے ہیں معروف کرخی، شیخ عبد القادر گیلانی، شیخ عقیل منبجی، شیخ حیوة حرانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں یمن سے دریا میں بیٹھا۔ جب ہم دریائے ہند میں پہنچے۔ تو مخالف ہوا چلی۔ اور بڑی موج پیدا ہوئی کشتی ٹوٹ گئی۔ میں ایک تختہ پر رہ گیا۔ موج نے مجھ کو ایک جزیرہ میں ڈال دیا۔ تب میں اس میں پھرا۔ میں نے وہاں کسی کو نہ دیکھا۔ بڑا جنگل تھا۔ اتفاقیہ وہاں ایک مسجد میں پہنچا۔ کہ جس میں چار شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اور میرا حال پوچھا۔ میں نے اپنا حال ان سے بیان کیا۔ باقی دن ان کی خدمت میں رہا۔ اور ان کے حسن توجہ اور ان کے کمال طور پر خدا کی جناب میں مقبول ہونے سے بڑا امر مشاہدہ کیا۔ جب رات آئی شیخ حیوة حرانی آئے۔ وہ جماعت آگے ہو کر دوڑی۔ اور ان کو سلام کہا۔ آگے

پڑھے اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھی، طلوع فجر تک نماز میں کھڑے رہے۔ میں نے سنا کہ شیخ حیوۃ مناجات کرنے لگے اور آخر میں کہا۔ یا حبیب التائبین ویا سرور العارفین ویا قرۃ عین العابدین ویا انیس المنفردین ویا حرز اللاجین ویا ظہر المنقطعین ویا من خشیت الیہ قلوب الصدیقین ویا من انست بہ افئدۃ المحبین وعلیہ عکفت ھمۃ الخاشعین یعنے اے توبہ کرنے والوں کے دوست، اے عارفوں کے سرور، عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، منفردین کے انیس یا پناہ مانگنے والوں کی پناہ۔ اے منقطعین کی پشت پناہ۔ اے وہ ذات جس سے صدیقوں کے دل ڈرتے ہیں۔ اے وہ ذات جس سے محبوں کے دل انس پاتے ہیں۔ اور عاجزین کی ہمتیں اسی کی طرف جھکتی ہیں۔ اس کے بعد سخت روئے۔ میں نے دیکھا کہ انوار الٰہی ظاہر ہونے لگے۔ چنانچہ وہ مکان روشن ہوگیا جیسے چودھویں رات۔ اس کے بعد شیخ حیوۃ مسجد سے باہر نکلے اس جماعت نے مجھ سے کہا کہ تم ان کے پیچھے ہو لو۔ میں ان کے پیچھے گیا۔ دیکھا تو زمین اور جنگل دریا، پہاڑ اس کے پاؤں کے نیچے لپیٹے جاتے ہیں۔ جب وہ قدم رکھتے تھے۔ تو میں سنتا تھا کہ یہ کہتے تھے۔ یا رب حیوۃ کن لحیوۃ یعنے اے حیوۃ کے رب تو حیوۃ کا ہو جا۔ ہم تھوڑے ہی عرصہ میں حران میں پہنچ گئے۔ لوگ ابھی صبح کی نماز میں تھے۔ شیخ حیوۃ حران کے رہنے والے تھے، یہاں تک کہ آپ ۵۸۱ھ میں دنیا سے رحلت کر گئے +

شیخ جاگیر قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

شیخ ابوالوفا نے آپ کی تعریف کی ہے۔ اور اپنی ٹوپی شیخ علی ہیتی کے ہاتھ ان کو بھیجی ہے۔ اور ان کو آنے کی تکلیف نہ دی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدا تعالےٰ سے درخواست کی ہے کہ جاگیر کو میرے مریدوں میں بنادے۔ خدا تعالےٰ نے اسکو مجھے دیدیا ہے۔ شیخ جاگیر دراصل کُرد حال کے تھے۔ عراق کے ایک جنگل میں جاکر گردزہ سامرہ میں متوطن ہوئے۔ وہیں رہتے تھے، یہاں تک کہ ۵۹۰ھ ہجری میں دنیا سے رحلت کر گئے۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ من شاھد الحق عزوجل فی سرہ سقط الکون من قبلہ یعنی جو حق عزوجل کا مشاہدہ باطن میں کر لیتا ہے۔ تو اس کے دل سے موجودات گر جاتے ہیں وہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ ما اخذت العھد علی احد حتی رایت اسمہ مرقوما فی اللوح المحفوظ من جملۃ مریدی وقال الینا اوتیت سیفا ماضی الحد احد طرفیہ بالمشرق والاخر بالمغرب لو اشیر بہ الی الجبال الشوامخ لھوت یعنے میں نے کسی کو مرید

نہیں بنایا جنتے کہ اس کا نام لوح محفوظ میں میرے مریدوں میں لکھا ہوا پایا بلکہ یہ بھی کہا ہے۔ مجھے ایسی تلوار دی گئی ہے کہ جو بڑی تیز ہے اس کی ایک طرف تو مشرق میں ہے اور دوسری مغرب میں اگر اس سے اونچے پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا جائے تو البتہ وہ گر جائیں۔ ایک آپ کا مرید کہتا ہے کہ ایک دن میں آپ کے ساتھ تھا۔ گائے کا گلہ آپ کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ آپ نے ایک گائے کو اشارہ کیا اور کہا کہ یہ حاملہ ہے۔ بچھڑہ کے ساتھ جو اس قسم کا ہوگا۔ اور فلاں دن پیدا ہوگا۔ اس کو ہماری نذر کریگا۔ اور فلاں فلاں اس میں سے کھائینگے۔ ایک اور گائے کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا یہ گائے بچھڑی کے ساتھ حاملہ ہے اور فلاں وقت جنے گی۔ فلاں فلاں اس کو کھائینگے۔ سرخ کتے کا اس میں نصیب ہے۔ واللہ جو کچھ شیخ نے کہا ویسا ہی ہوا۔ ایک سرخ کتا گوشہ میں سے آیا اور اس بچھڑی سے ایک ٹکڑا کھایا۔ آپ سنہ ۵۹۰ھ میں فوت ہوئے +

شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم القریشی الہاشمی قدس اللہ سرہٗ

آپ امام العارفین، دلیل السالکین، صاحب احوال فاخرہ اور کرامات میں روشن ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ العالم من نطق عن سرك واطلع علی عواقب امرك یعنے درحقیقت عالم وہ ہے کہ جو تیرے دل کی باتیں کرے اور تیرے انجام پر مطلع ہو۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں ایک دن منا میں تھا کہیں مجھے پانی نہ ملا۔ اور میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ کہ جس سے پانی مول لوں۔ میں جا رہا تھا کہ کہیں کنواں ملے جس سے پانی پیوں۔ آخر میں نے ایک کنواں پایا۔ جس پر عجمی لوگ جمع ہوئے تھے۔ اور پانی کھینچتے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک شخص سے کہا کہ قدرے پانی اس لوٹا میں ڈال دو۔ مجھ کو مارا اور لوٹے کو میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور پھینک دیا۔ یہاں تک کہ میں نے لے لیا۔ اور بہت شکستہ خاطر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ چو بچہ میں میٹھا پانی ہے اس میں سے میں نے پانی لیا اور پیا۔ میں نے لوٹے کو پانی سے بھر لیا۔ اور دوستوں کے پاس لایا۔ انہوں نے بھی اس سے پیا۔ میں نے یہ قصہ ان سے بیان کیا یہ سب وہاں گئے تاکہ اس سے پانی لیں۔ جب پھر گئے تو نہ وہاں پانی تھا اور نہ اس کا کچھ اثر تھا۔ میں نے جانا۔ کہ یہ خدا کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی تھی۔ وعن الشیخ بن الکسائی قال مرالشیخ ابو عبد اللہ قدس سرہٗ فی بعض قری مصر ومعہ جماعۃ من اصحابہ فوجدوا القریۃ عامرۃ بالبیوت و البساتین ولم یروا بہا احدا فسأل الشیخ عن سبب خلوہا فقیل لہ انہا مشہورۃ بسکن الجن و من

سکنہا من الناس اذوہ اذی قطیعا وقد تفرق اہلہا فی القری فقال الشیخ لبعض الفقراء نادیا علی صوتک فی ارجاء القریۃ معاشر الجان قد امرکم القرشی ان ترتحلوا عن ہذہ القریۃ ثم لا تعودوا الیہا ولا توذوا احد من اہلہا اینما کانوا ومن خالف منکم ہلک فقال الرجل ینادی والفقراء یسمعون من القریۃ جانبہ وصرحا فقال الشیخ ارتحلوا ولم یبق منہم عنہا احد فتسامع اہل ہذہ القریۃ وجاؤہا وعمرت بالناس ولم یتاذا احد منہم من الجان بعد ذالک ومن کلامہ ما فی الوجود اعز من الاخ فی اللہ فاذا ظفرت بہ فاشدد یدک علیہ ومن لم یحفظ الادب ادرکہ العطب ومن لم یصحب الفقراء بالادب حرم برکتہم ومن اعظم النقد ورود النقض علی العہد وہولاء یشعر من لم یکن فی قلبہ شاہد یستحیی منہ فی حرکاتہ لم یتم لہ امر آپ یعنے شیخ ابن کسائی سے منقول ہے کہ شیخ ابو عبداللہ قدس سرہٗ مصر کے ایک گاؤں میں گئے۔ اور ان کے ساتھ فقراء کی ایک جماعت تھی۔ اس گاؤں کو گھروں اور باغوں سے تو آباد پایا۔ لیکن اس میں کوئی آدمی نہ تھا۔ تب شیخ نے اس کے خالی رہنے کی بابت پوچھا تو آپ سے کہا گیا۔ کہ یہ گاؤں جنّوں کی جگہ مشہور ہے۔ اور جو لوگ اس میں رہتے تھے ان کو وہ بہت ستایا کرتے تھے۔ اس لئے وہ گاؤں چھوڑ کر نکل گئے ہیں۔ تب شیخ نے اپنے ایک فقیر سے کہا کہ تم گاؤں کے اطراف میں پکار کر کہدو۔ اے جنّو تم کو قرشی حکم دیتا ہے کہ اس گاؤں سے نکل جاؤ۔ پھر کبھی یہاں نہ آنا۔ اور یہاں کے کسی آدمی کو کہیں بھی ہو تکلیف نہ دینا۔ جو تم سے اُن کی مخالفت کریگا ہلاک ہوگا۔ وہ شخص پکارتا تھا اور فقراء سُن رہے تھے۔ شیخ نے کہا کہ اب وہ چلے گئے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ اس گاؤں والوں نے یہ واقعہ سُنا تو سب آکر آباد ہوگئے۔ اور جنّوں سے پھر کسی نے بھی تکلیف نہ اٹھائی۔ آپ کا یہ کلام ہے کہ وجود میں خدائی بھائی سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں سو جب تو اس پر قابو پالئے تو اس کو مضبوطی سے پکڑلے۔ جو شخص کہ ادب کی حفاظت نہیں کرتا وہ ہلاک ہوجاتا ہے اور جو شخص فقراء کا ادب نہیں کرتا ان کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ بہت بڑا گناہ و غضب الٰہی یہ ہے کہ عہد کا نقص ہو۔ اور اس کو خبر نہ ہو۔ جس کے دل میں ایسا شاہد نہیں۔ جس سے وہ حیا کرے۔ تو اس کا کام پورا نہ ہوگا۔ آپ ۵۹۹ سنہ ہجری میں فوت ہوئے۔

ابوالحسن علی بن حمید الصیدی المعروف بابن الصباغ رحمۃ اللہ

آپ صاحب احوال بلند اور مقامات ارجمند تھے۔ بہت سی کرامات اور بہت سے خارق عادت ان سے ظاہر ہوئے تھے آپ کے والد رنگریز تھے۔ چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا بھی رنگریز ہو۔ لیکن آپ کو یہ بات گراں گذرتی تھی کیونکہ صوفیوں کی صحبت میں جاتے تھے۔ اور ان کا طریق اختیار کرتے تھے رنگنے سے باز رہتے تھے۔ ایک دن ان کا باپ آیا۔ دیکھا کہ لوگوں کے کپڑوں کو نہیں رنگا اور وقت گذر چکا ہے۔ وہ غصے ہو گیا۔ دکان میں مٹکے بہت تھے۔ اور ہر ایک میں اور ہی قسم کا رنگ تھا۔ جب باپ کے غصہ کو دیکھا تو سب کپڑوں کو لے کر ایک ہی مٹکے میں ڈال دیا۔ تب تو باپ کا غصہ اور بھی بھڑک اٹھا اور کہا کہ دیکھا تم نے کیا کیا۔ لوگوں کے کپڑوں کو خراب کر دیا۔ ہر ایک شخص ایک ایک رنگ چاہتا تھا۔ تم نے سب کو ایک رنگ میں ڈال دیا۔ ابوالحسن نے اس مٹکے میں ہاتھ ڈالکر سب کپڑے نکال لئے۔ جب باہر آئے تو ان میں سے ہر ایک کا وہی رنگ تھا جو اس کا مالک چاہتا تھا۔ جب اس کے باپ نے یہ حال دیکھا تو وہ حیران رہ گیا۔ اسکو صوفیوں کے طریق پر چھوڑ دیا۔ اور رنگریزی کے پیشہ سے معذور رکھا۔ آپ کی یہ عادت تھی۔ کہ جب تک کسی کا نام لوح محفوظ میں اپنے مریدوں میں نہ دیکھ لیتے اس کو اپنے پاس نہ رکھتے۔ ایک دن ایک شخص نے ان سے کہا۔ کہ میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں شیخ نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور کہا کہ ہمارے پاس کوئی خدمت کا وظیفہ نہیں رہا۔ کہ جس پر تم قیام کرو۔ اس شخص نے بہت اصرار کیا۔ کہ جس سے گریز نہ ہو سکے۔ کہا کہ اچھا ہر روز ایک گٹھڑ گھاس کا کاٹ لایا کر۔ جب اس نے یہ کام کیا۔ ایک عرصہ کے بعد اس کا ہاتھ درد کرنے لگا۔ اس نے درانتی کو کہ جس سے گھاس کاٹا کرتا تھا پھینک دیا۔ اور فقراء کی صحبت ترک کی۔ ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ قیامت قائم ہے۔ اور لوگ پلصراط پر سے گذر رہے ہیں بعض تو سلامت نکلجاتے ہیں۔ اور بعض آگ میں گرتے ہیں۔ اس نے کوئی چیز طلب کی۔ کہ جس پر ہاتھ مارے کچھ نہ پایا۔ دفعتہً دیکھا کہ اس گھاس کے گٹھر میں سے ایک گٹھر آگ پر چلتا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا۔ تو اس نے اسکو آگ سے باہر نکال دیا۔ اور نجات پائی۔ ڈرتا ہوا خواب سے اٹھا اور شیخ کی خدمت میں آیا۔ شیخ کی آنکھ اس پر پڑی تو کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تمہاری خدمت میرے پاس نہیں ہے۔ شیخ کی خدمت میں استغفار کی اور

اپنے کام کو چلا گیا۔ یعنے وہی گھاس لانے لگا۔ آپ سنہ ۶۱۲ ہجری میں فوت ہوئے +

ابو اسحق بن ظریف رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ محی الدین ابن عربی کے مشائخ میں سے ہیں۔ وہ فتوحات میں لکھتے ہیں کہ وہ ان بڑے مشائخ میں سے ہیں جن کو میں نے دیکھا۔ ان سے بیان کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے کہا ہے جو لوگ کہ مجھ کو پہچانتے ہیں وہ سب اولیاء اللہ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اے ابا اسحق یہ بات کیا ہے۔ فرمایا کہ کوئی ان میں سے دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ میرے حق میں خیر و نیکی کہتا ہے یا اسکے سوا برائی کرتا ہے۔ اگر وہ میرے حق میں اچھا کہتا ہے تو میری وہی صفت کرتا ہے جو خود اسکی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس صفت و مرتبہ پر نہ ہوتا تو وہ میری ایسی صفت نہ کرتا۔ پس یہ شخص میرے نزدیک خدا کا مربی ہے اور اگر میرے حق میں برائی کہتا ہے۔ تو وہ صاحب عقل و کشف ہے کہ خدا تعالےٰ نے اسکو میرے حال پر مطلع کر دیا ہے۔ اب یہ شخص بھی اولیاء اللہ میں سے ہے فتوحات میں یہ بھی لکھا ہے سمعت شیخنا ابا عمران موسی بن عمران الشویجی بمنزلۃ بمسجد الرضا باشبیلیہ وھو یقول للخطیب ابی القاسم بن عفیر وقد انکر ابو القاسم ما یذکرا ھل ھذہ الطریقۃ یا ابا القاسم لا تفعل فانک ان فعلت ھذا جمعنا بین حرما بین لا یری ذالک من نفوسنا ولا تؤمن بہ من غیرنا دما ثم دلیل یردہ ولا قادح یقدح فیہ شرعاً و عقلاً ثم اشھد لی علی ما ذکرہ وکان ابو القاسم یفند فینا فعرفت عندہ ما قالہ بدلیل یتسامہ من مذھبہ فانہ کان محققا فشرح اللہ صدرہ للقبول و شکرنی الشیخ ودعالی فاجمد واللہ یا اخوانا حیث جعلکم اللہ ممن قرع سمعہ اسرار اللہ المخبوۃ فی خلقہ التی اختص اللہ بھذا من شاء من عبادہ فکونوا لھا قائلین مؤمنین ولا تحرموا التصدیق بھا فتحرموا اخیرھا قال الشیخ ابو عبد اللہ القرشی قدس اللہ سرہ لقیت من المشائخ قریباً من ستمائۃ شیخ و اقتدیت باربعۃ ابی زید القرشی والشیخ ابو الربیع الحائقی والشیخ ابو العباس الجوذی والشیخ ابی اسحق بن ظریف رضی اللہ تعالےٰ عنھم +

ابن الفارض الحموی المصری قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ

آپ کی کنیت ابو حفص ہے اور نام عمر ہے۔ آپ بنی سعد کے قبیلہ سے ہیں۔ جو کہ قبیلہ حلیمہ کا

ہے۔ جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم کی دائی کا تھا۔ حموی الاصل ہیں۔ اور مصر کی پیدائش ہے آپ کے والد مصر کے بڑے علماء میں سے تھے۔ آپ کے فرزند سیدی کمال الدین محمد کہتے ہیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میں شروع میں اپنے والد سے سیر اور تنہار ہنے کی اجازت لے کر مصر کے جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرا کرتا تھا۔ ایک رات دن کے بعد والد کی خاطر کی وجہ سے والد کے پاس واپس آیا کرتا تھا جب باپ نے وفات پائی تو پھر میں بالکل سیر و سیاحت و تنہا رہنے کے لئے سلوک طریقت کی طرف ہو گیا لیکن مجھ پر اس طریق کی کوئی چیز نہ کھلی۔ یہانتک کہ ایک دن میں نے چاہا۔ کہ مصر کے کسی مدرسہ میں جاؤں۔ میں نے دیکھا کہ مدرسہ کے دروازہ پر ایک پیر بقال ہے جو وضو کرتا ہے لیکن شریعت کی ترتیب پر نہیں کرتا۔ اُس نے اول ہاتھ دھوئے پھر پاؤں دھوئے۔ اس کے بعد سر کا مسح کیا۔ اس کے بعد منہ دھویا۔ میں نے دل میں کہا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ یہ ایک بوڑھا شخص اسلام کے ملک میں مدرسہ کے اندر فقہاء کے درمیان ایسا وضو کرتا ہے کہ جو شرعی ترتیب پر نہیں ہے۔ اس بوڑھے نے مجھے دیکھا اور کہا اے عمر تجھ پر مصر میں کوئی فتح حاصل نہ ہو گی۔ حجاز اور مکہ میں ہو گی۔ وہاں کا ارادہ کر۔ کیونکہ تیری فتح کا وقت آپہنچا ہے۔ میں نے جان لیا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اور اس کا ترتیب وضو سے مقصود۔ اپنی جہالت کا اظہار اور لوگوں کو شبہ میں ڈالنا اور ایک قسم کا حال ہے۔ میں ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور کہا یا سیدی میں کہاں اور مکہ کہاں۔ حج کے دن بھی نہیں ہیں۔ اور کوئی رفیق بھی ساتھ نہیں ہے نہ کچھ خرچ ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا یہ دیکھ مکہ تمہارے سامنے ہے۔ میں نے دیکھا تو مکہ سامنے تھا۔ میں نے ان کو چھوڑا اور مکہ کی طرف منہ کر لیا مکہ میری نظر سے غائب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں اس میں آ گیا۔ اور فتح کے دروازے مجھ پر کھل گئے اُسکے آثار پے در پے ہونے لگے۔ مکہ کے پہاڑوں اور جنگلوں میں سیر کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک جنگل میں مقیم ہو گیا۔ کہ وہاں سے مکہ تک دس رات دن کا راستہ تھا۔ پانچوں نمازوں کو مکہ میں حرم شریف کی جماعت میں حاضر ہو جایا کرتا میرے ساتھ آنے جانے میں ایک بڑا درندہ شیر میری ہمراہی کرتا تھا۔ اونٹ کی طرح زانو پر آتا اور کہتا۔ اے میرے سردار تم سوار ہو جاؤ۔ لیکن میں کبھی اس پر سوار نہ ہوا۔ پندرہ سال وہاں پر اس طرح گذر گئے۔ دفعۃً اس شیخ بقال کی آواز میرے کان میں آئی۔ کہ یوں کہتا ہے۔ یا عمر تعال الی القاہرہ احضر وفاتی یعنی اے عمر آ مصر کی طرف اور میری وفات پر حاضر ہو جا۔ میں بہت جلد وہاں آیا دیکھا کہ وہ جان بلب ہے۔ میں

نے اسکو سلام کہا۔ اُس نے مجھے بھی سلام کہا۔ چند دینار مجھے دئے کہ ان سے میرا کفن دفن کرنا اور میرے صندوق کے اٹھانے والے کو ایک ایک دینار دینا۔ اور قرافہ کی فلاں جگہ پر مجھے لے جانا۔ کہتے ہیں کہ وہ وہی جگہ ہے جہانکہ اب شیخ ابوالفارض کی قبر ہے۔ پھر کہا کہ میرا صندوق وہاں رکھ دینا اور منتظر رہنا کہ خدا تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ جب انہوں نے وفات پائی۔ میں نے انکی وصیت کے موافق عمل کیا۔ اور صندوق کو وہیں رکھ دیا۔ جہاں اُس نے کہا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک مرد پہاڑ پر سے جانور کی طرح دوڑتا ہوا آیا ہے۔ اور میں نے اُس کے پاؤں کو زمین پر لگتے نہ دیکھا۔ میں نے اس کو پہچان لیا۔ یہ وہ شخص تھا کہ بازاروں میں پیادہ پھرا کرتا تھا۔ لوگ اس کے ساتھ مسخری کیا کرتے تھے۔ اور اس کی پیٹھ پر تھپیڑ مارا کرتے تھے۔ تب اُس نے کہا اے عمر آگے بڑھ کہ اس پر جنازہ کی نماز پڑھیں۔ میں آگے بڑھا۔ میں نے دیکھا کہ زمین آسمان کے درمیان سبز شہید جانور ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب ہم نماز سے فارغ ہو چکے۔ تو ان میں سے ایک سبز جانور بڑا قدآور نیچے آیا۔ اور اُس کے صندوق کے نیچے بیٹھ گیا۔ اس کے صندوق کو نگل گیا۔ اور دوسرے جانوروں سے جا ملا۔ سب تسبیح کہتے ہوئے اڑ رہے تھے یہانتک کہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے اس حال سے تعجب کیا۔ اس مرد نے کہا۔ یا عمر اما سمعت ان ارواح الشہداء فی جوف طیر خضر تسترح من الجنۃ حیث شاء تھم شہداء الشیوف واما شہداء المحبۃ فکلھم اجسادھم وارواحھم فی جوف طیر خضر وھذا الرجل منھم یا عمر یعنے اے عمر کیا تم نے نہیں سُنا کہ شہیدوں کی رُوحیں سبز جانوروں کے پیٹ میں رہتی ہیں۔ وہ جنت میں چلتے پھرتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں۔ اور یہ تلوار کے شہیدوں کا ذکر ہے لیکن جو لوگ محبت کے شہید ہیں۔ ان کے تمام اور ارواح سبز جانوروں کے پیٹ میں ہوتے ہیں۔ اور یہ شخص ان میں سے ہے اے عمر۔ اور میں بھی ان میں سے تھا۔ لیکن مجھ سے ایک قصور ہو گیا۔ اس لئے مجھ کو اپنے دل میں سے نکال دیا۔ اب یا زادون میں مجھے تھپیڑ مارتے اور اس قصور کی سزا دیتے ہیں۔ آپ کا ایک دیوان ہے جو کہ معرفت اور لطیف فنون میں ہے۔ ایک ان قصیدوں میں سے قصیدہ تائیہ ہے کہ جس کے کم و بیش سات سو پچاس شعر ہیں۔ وقد اشتہرت ھذہ القصیدۃ بین المشائخ الصوفیۃ وغیرھم من الفضلاء واھل الحقیقۃ یعنے بیشک یہ قصیدہ مشائخ صوفیہ وغیرہ فاضلوں اور اہل حقیقت میں مشہور ہو چکا ہے بعد سیر اور تمام سلوک کے جو کچھ کہ اس قصیدہ میں حقائق علوم دینیہ اور

معارف یقینیہ اپنے ذوق سے اور اولیاء کاملین و اکابر محققین مشائخ روح اللہ تعالےٰ ارواحہم کے ذوق اس نظم میں جمع کئے ہیں۔ اس عمدہ نظم میں ایسے کہے ہیں۔ کہ اور کسی کو یہ بات میسّر نہیں ہوئی۔ اور کسی فاضل و ہنر مند کو آسان نہ ہوئی۔ بلکہ اکثر لوگوں کے مقدور سے باہر ہے ؎

عن کل لطف فیہ لفظ کاشف　　　فی کل معنی منہ حسن باھر

بحر و لکن النطفاۃ و عنبر　　　مزن و لکن الغیوث لجواھر

یعنے ہر اس کا لفظ ہر لطیفہ کو کھولنے والا ہے اور اس کے ہر ایک معنی میں روشن حسن ہے۔ وہ سمندر ہے لیکن اس کی کف عنبر ہے۔ وہ بادل ہے لیکن اسکی بارش جواہرات ہے۔ شیخ فرماتے ہیں۔ کہ جب قصیدہ تائیہ کہا گیا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ یا عمر ما سمیت قصیدتک یعنے تم نے اپنے قصیدہ کا کیا نام رکھا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کا نام لوائح الجنان و روائح الجنان رکھا ہے۔ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لابل سمہا نظم السلوک فسمیتھا بذالک یعنے تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کا نام نظم السلوک رکھ۔ اس لئے میں نے اس کا نام یہ رکھا۔ لوگ انکے اصحاب سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کا یہ قصیدہ لکھنا شعر کے قاعدہ کے مطابق نہیں تھا۔ بلکہ کبھی ان کو جذبہ آجاتا تھا۔ اور کئی دن ایک ہفتہ بلکہ دس دس دن تک حواس سے غائب رہتے تھے۔ جب ہوش میں آتے تو لکھا کرتے۔ ۳۰ یا ۴۰ یا ۵۰ شعر جس قدر کہ خدا تعالیٰ ان پر اس غائب رہنے کے دنوں میں کھول دیا کرتا تھا وہ لکھ دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد ترک کر دیا کرتے۔ یہاں تک کہ وہ پہلی حالت لوٹ کر آجاتی۔ شیخ شمس الدین ایکی رحمۃ اللہ جو کہ شیخ صدر الدین کی خدمت میں علماء اور طلباء حاضر ہوا کرتے تھے۔ طرح طرح کے علوم میں باتیں ہوتی تھیں۔ اور مجلس کا ختم قصیدہ نظم السلوک کے شعر پر ہوا کرتا تھا۔ حضرت شیخ اس پر عجمی زبان میں غریب باتیں اور لدنی معنے فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا تھا مگر وہی جو کہ اصحاب ذوق میں سے ہوتا تھا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ دوسرے دن یوں فرماتے تھے۔ کہ اس بیت میں ایک دوسرا مطلب مجھ پر ظاہر ہوا ہے جو کہ پہلے معنی سے بڑھ کر غریب اور دقیق ہوتا تھا۔ اکثر فرمایا کرتے کہ صوفی کو چاہئے کہ اس قصیدہ کو یاد کرلے۔ اور جو شخص کہ اس کو سمجھ سکے اس کے سامنے اس کی معانی کی شرح کرے۔ شیخ شمس الدین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ شیخ سعید فرغانی نے اپنی پوری ہمت اس بات کے سمجھنے پر کہ حضرت شیخ نے فرمائی ہے لگائی ہے۔ اس کا حاشیہ

لکھتے تھے۔ اول اس کو فارسی زبان میں شرح کیا ہے۔ اور دوبارہ عربی زبان میں۔ اور وہ سب ہمارے شیخ کے انفاس کی برکت ہے۔ یعنے شیخ صدرالدین قدس اللہ سرہٗ کی۔ قال الامام الیافعی رحمۃ اللہ قد احسن یعنے امام یافعی کہتے ہیں کہ بہت اچھا کہا ہے یعنی شیخ ابن الفارض نے فی وصفہ راح المحبۃ فی دیوانہ المشتمل علی لطائف المعارف والسلوک والمحبۃ والشوق والوصل وغیر ذالک من الاصطلاحات والعلوم الحقیقۃ والمعرفۃ فی کتب مشائخ الصوفیۃ ومن ذالک وصفہ لھا فی ھذا البیت المشہور ؎

ھنیئا لاھل الدیر کم سکروا بھا ۔۔۔ وما شربوا منھا ولکنھم ھموا

علی نفسہ فلیبک من ضاع عمرہ ۔۔۔ ولیس لہ فیھا نصیب ولا سھم

وقال ایضا من المشہور انہ وقع للشیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ اقبض فی بعض حجابہ فاتی الیہ الشیخ الناظم رحمۃ اللہ فاستنشدہ الشیخ شہاب الدین رح من قولہ بیتہ فانشدہ الشیخ الناظم رحمۃ اللہ قصیدۃ واستمر فی انشادھا الی ان قال ؎

اھلا لما لم اکن اھلا لموقعہ ۔۔۔ قول المبشر بعد الیاس بالفرج

لک البشارۃ فاخلع ما علیک فقد ۔۔۔ ذکرت ثم علی ما فیک من عوج

فقام الشیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ فتواجد ومن عندہ من الشیوخ الوقت الحاضرین وکان المجلس عامرا لشیوخ اجلاء وسادۃ من الاولیاء فخلع علیہ ھو والحاضرون قیل اربعمایۃ خلعۃ یعنے ابن الفارض نے اپنے دیوان میں محبت کی شراب کی تعریف کی ہے۔ جو کہ معارف سلوک محبت وشوق ووصل وغیرہ کے لطائف پر شامل ہے۔ جس میں وہ اصطلاحات علوم حقیقۃ ومعرفت کی ہیں۔ جو کہ مشائخ صوفیہ کی کتب میں سے ہیں۔ ان میں سے اس کا شراب محبت کا اس مشہور بیت میں بیان کرتا ہے۔ شراب خانہ والوں کو مبارک باد ہو۔ کہ کس قدر شراب پی ہے۔ انہوں نے شراب نہیں پی۔ لیکن اس کا قصد کیا ہے۔ پس چاہیئے کہ اپنی جان پر وہ شخص روئے کہ جس کو اس میں نصیب اور حصہ نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ قصہ مشہور ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رح کو بعض حجاب میں آکر قبض واقع ہوا۔ اتنے میں شیخ ناظم رحمۃ اللہ ان کے پاس آئے تب آپ نے ان سے کہا کہ دیوان کا کوئی شعر پڑھو۔ پھر شیخ ناظم نے اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ شعر پڑھا جب مجھے خوشخبری اس بات کی ہو جس کا میں اہل نہ تھا خوشخبری سنانے والے کی بات ناامیدی کے بعد خوشی کی بات۔ تجھ کو خوشخبری ہو۔

رب تو سب غم دور کر دے کیونکہ بیشک تیرا ذکر محبوب کے پاس باوجود تیری کجی اور قصور ذکر کیا گیا ہے۔ تب شیخ شہاب الدین سہروردی اٹھ کھڑے ہو گئے۔ اور وجد کرنے لگے۔ اور جتنے ان کے ساتھ شیوخ الوقت حاضرین تھے۔ وہ بھی وجد کرنے لگے۔ ان کی مجلس بڑے بڑے اعلےٰ مشائخ اور سردار اولیاء اللہ سے بھری تھی۔ تب اس پر آپ نے خود اور حاضرین نے خلعتیں نثار کیں۔ کہتے ہیں۔ کہ چار سو خلعت ہو گئیں۔ ایک دفعہ شیخ ابن الفارض سے خطا ہو گئی لوگوں نے اُن پر مواخذہ کیا۔ ان کو ایسا قبض ہوا کہ قریب تھا ان کی جان نکل جائے۔ پھر جریری کا یہ شعر آپ نے پڑھا ؎

من ذالذی ما ساء قط　　ومن لہ الحسنی فقط

یعنے کون شخص ہے کہ جس نے کبھی بُرائی نہ کی ہو۔ اور کون ہے وہ شخص کہ جس کی صرف نیکیاں ہی ہوں وہ سنتے ہیں کہ زمین آسمان کے درمیان کوئی شخص یہ شعر پڑھتا ہے لیکن اس کا وجود نظر نہیں آتا تھا؛

محمد الھادی الذی　　علیہ جبریل ھبط

یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایسے ہادی ہیں۔ کہ جن پر جبریل علیہ السلام اُترتے تھے شیخ برہان الدین ابراہیم جعبری نے کہا ہے کہ میں جعبر کے اطراف میں سیر کرتا تھا۔ اور اپنے دل سے محبت میں فنا ہونے کی لذت کی باتیں کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرد بجلی کی طرح گذرا اور یہ بیت پڑھتا تھا ؎

فلم تھونی مالم تکن فی فانیا　　ولم تفن مالم تجلے فیک صورتی

یعنے تم میرے عاشق نہ ہو گے جب تک کہ مجھ میں فنا نہ ہو گے اور فنا نہ ہو گی جب تک تم میں میری صورت جلوہ گر نہ ہو گی۔ میں نے جان لیا کہ وہ ایک دوست شخص ہے اسکے پیچھے دوڑا اور اس کو پکڑ لیا۔ اور کہا کہ تم کو یہ نقش کہاں سے ملا۔ کہا یہ اشعار میرے بھائی شمس الدین ابن الفارض کے ہیں۔ میں نے کہا اب وہ کہاں ہیں۔ کہا اس سے پہلے اس کی خبر حجاز سے سنتے تھے۔ اب مصر کی طرف سُنے جاتے ہیں۔ اور اس وقت وہ جاں بلب ہیں۔ مجھ کو حکم ہوا ہے۔ کہ اس کے انتقال کے وقت حاضر ہو جاؤں۔ اور اُس پر نماز پڑھوں۔ اب اس کی طرف جاتا ہوں اور مصر کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ میں بھی ادھر متوجہ ہوا۔ اس شخص کی خوشبو پاتا تھا۔ اور اس کی خوشبو کے پیچھے پیچھے جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ابن الفارض کے پاس آ گیا۔ وہ حالت نزع میں تھے۔ میں نے کہا السلام علیک رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس نے کہا وعلیک السلام یا ابراہیم

بیٹھ جا۔ اور تم کو خوشخبری ہو کہ تو اولیاء اللہ کے گروہ میں سے ہے۔ میں نے کہا یا سیدی میں جانتا ہوں کہ یہ خوشخبری خدائے تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ جو اس وقت تمہاری زبان سے نکلتی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کا سبب معلوم کروں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔ کہ میرا نام ابراہیم ہے۔ اور مجھ کو مقام ابراہیمی کے بعید سے کہ جس نے کہا تھا وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِی یعنے لیکن تاکہ میرا دل اطمینان پا جائے نصیب ہے کہا کہ میں نے خدائے تعالےٰ سے درخواست کی تھی۔ کہ میرے انتقال کے وقت اولیاء اللہ کی ایک جماعت حاضر ہو جائے۔ اور تم حاضر ہوئے ہو پس تم بھی ضرور اولیاء اللہ میں سے ہو۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بہشت اس کو دکھایا گیا۔ جب اسکو دیکھا تو آہ بھری اور ان کو بڑا رونا آیا۔ ان کا چہرہ بدل گیا۔ اور یہ شعر پڑھنے لگے ؎

انکان منزلتی فی الحب عندکم ... ماقد رایت فقد ضیعت ایامی

امنیۃ ظفرت روحی بھا زمنا ... الیوم احسبھا اضغاث احلام

یعنے اگر میرا مرتبہ تمہارے نزدیک یہی ہے جو میں نے دیکھا تو پھر میں نے بیشک اپنی عمر ضائع کی۔ وہ آرزو کہ جس سے مدت تک میری روح کامیاب ہوئی تھی۔ آج کے دن اسکو پراگندہ خواب خیال کرتا ہوں۔ میں نے کہا اے سیدی یہ مقام تو بزرگ ہے۔ کہا اے ابراہیم رابعہ ادویہ کہ ایک عورت تھی کہتی تھی۔ وعزتك ماعبدتك خوفا من نارك ولا رغبة فی جنتك بل كرامة لوجهك الكريم ومحبة فيك یعنے مجھ کو تیری عزت کی قسم ہے۔ میں تیری عبادت اس لئے نہیں کرتی۔ کہ مجھے تیری آگ کا خوف ہے اور تیری جنت کی رغبت ہے۔ بلکہ تیرے کریم چہرہ اور تیری محبت کی وجہ سے کرتی ہوں۔ یہ وہ مقام نہیں ہے۔ کہ جس کو میں نے طلب کیا ہے اور اس کی طلب میں ساری عمر گذاری ہے۔ اس کے بعد آرام کیا۔ اور خوش ہو کر مجھ کو سلام کہا اور رخصت کیا۔ اور کہا کہ میرے کفن دفن میں جماعت کے ساتھ موجود رہنا اور میرا جنازہ پڑھنا۔ تین دن تک میری قبر پر رہیو۔ اسکے بعد اپنے ملک کو جانا۔ اس کے بعد دعا اور مناجات میں مشغول ہوا۔ میں نے سنا کہ کوئی کہتا ہے۔ جس کی میں آواز سنتا تھا۔ لیکن خود اس کو نہ دیکھتا تھا۔ یا عمر فما تروم یعنے اے عمر پھر تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا ؎

اروم وقد طال المدی منك نظرة ... وکم من دماء دون مرمای طلت

مدت سے میں تمہارا ایک دیدار چاہتا ہوں۔ حالانکہ میرے مقصود سے ورے بہت سے خون

ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد ہنستا ہوا اور کشادہ چہرہ جان بحق ہوا۔ اس وقت میں نے جان لیا۔ کہ ان کا مطلب مل گیا۔ اور اس کا مقصود اس کی بغل میں رکھا گیا۔ شیخ برہان الدین ابراہیم جعبری یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ انکے انتقال کے وقت اولیاء اللہ کی ایک بڑی جماعت حاضر تھی۔ بعض کو تو میں پہچانتا ہوں اور بعض کو نہیں پہچانتا تھا۔ منجملہ ان کے ایک وہ عزیز جو میری معرفت کا سبب ہوا تھا۔ میں نے اپنی تمام عمر میں اس سے بڑھ کر کوئی بزرگ جنازہ نہیں دیکھا تھا۔ سفید سبز جانور اس کے سر پر اڑتے تھے۔ اور بہت سے لوگ اسکے اٹھانے کے لئے جمع تھے۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک رُوح موجود تھی۔ اور اس پر نماز جنازہ پڑھتی تھی۔ اور دیگر انبیاء و اولیاء انس و جن کی پاک روحیں بھی موجود تھیں۔ میں ہر ایک گروہ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ اس لئے ان کے دفن میں دیر ہو گئی۔ دن کا آخیر حصہ ہو گیا۔ ہر ایک اس میں گفتگو کرتا تھا۔ بعض کہتے تھے کہ یہ اس کے حق میں سزا ہے کہ جو محبت میں بلند مقامی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور بعض اسکے سوا اور کچھ کہتے تھے۔ یہ لوگ اصل بھید سے بیخبر تھے۔ الا من شاء اللہ یعنے مگر جسکو خدا نے چاہا وہ جانتا تھا۔ جب شام کے قریب اسکو دفن کیا گیا تو وصیت کے مطابق میں تین دن تک وہاں رہا۔ بہت سے عجیب و غریب حالات دیکھنے میں آئے۔ کہ جن کے سمجھنے کی عقلوں میں طاقت نہیں۔ ایک دفعہ شیخ برہان الدین مذکور ایک بڑے لوگوں کی جماعت کے ساتھ انکی زیارت کو گئے۔ اور دیکھا کہ بہت مٹی اُن کی قبر کے گرد جمع ہو رہی ہے اس پر گرد اپڑا ہوا ہے۔ تو آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

مساکن اھل العشق حتے قبورھم　　علیھا تراب الذل بین المقابر

یعنے عاشقوں کے گھر حتے کہ ان کی قبریں ان پر ذلت کی مٹی ہے قبروں کے درمیان۔ اس کے بعد اس مٹی و گرد کو جھاڑ دیا۔ اور اپنے دامن مبارک سے صاف کر دیا۔ یہاں تک کہ قبر کے گردے کو پاک کر دیا۔ آپ نے ۸۔ جمادی الاولی ۷۳۲ھ میں انتقال فرمایا +

ابراہیم بن معصاد الجعبری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو اسحٰق ہے۔ صاحب آیات ظاہرہ اور مقامات فاخرہ تھے۔ آپ کا مذہب محو کلی اور نفی وجود افلاس و ناداشت کا تھا۔ شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ فرماتے ہیں ؎

انا بلبل الافصان املاء دوحها طربا وفی العلیاء بازا شہب

یعنے میں خوشبیاں ایک بلبل ہوں۔ کہ جو درخت کو خوشی سے بھر دیتی ہے اور بڑوں میں سفید باز ہوں۔ اور شیخ ابراہیم نے اسکے مقابلہ میں (کسر نفسی سے) یہ کہا ہے ؎

انا صرد الم حاش املا بیوتہ نتنا وفی البید اء کلب اجرب

یعنے میں پاخانہ کی چڑیا ہوں جو غسلخانہ کے کنوئیں کو گندگی سے بھر دیتی ہیں۔ اور جنگل میں خراب کتا ہوں۔ ایک دن ان کا شاگرد آیا۔ اور کہا کہ میں نے دو بیت سنے ہیں۔ جو مجھے بہت اچھے معلوم ہوئے ہیں۔ کہا وہ کونسے ہیں۔ اس نے پڑھے ؎

وقائلۃ انفقت عمرک مسرفا علی معشر فی یتھددلاله

فقلت لہا کفی عن اللوم انتی شغلت بہ عن ھجرہ ووصاله

یعنے بہت سے کہنے والے ہیں کہ یوں کہتے ہیں۔ تم نے اپنی عمر اسراف میں برباد کردی اپنے غرور اور کبر میں۔ میں نے کہا کہ ملامت کو روک لو۔ کیونکہ اسکے سبب سے ہجر ووصال سے آزاد ہو گیا ہوں۔ شیخ ابراہیم نے کہا کہ یہ نہ تیرا مقام ہے نہ تیرے شیخ کا۔ ایسا کہتے ہیں۔ کہ جب اس کی اجل نزدیک آپہنچی تو اپنی قبر کی جگہ پر آئے۔ اور کہا یا قبیر قد جاءک زبیر یعنے اے چھوٹی قبر تیرے پاس زبیر آیا ہے۔ وہیں مقیم ہو گئے۔ بغیر اسکے کہ اس کو کوئی علت یا مرض ہو۔ اور بہت جلد ۶۸۱ھ میں فوت ہوئے *

شیخ محی الدین محمد بن علی بن العربی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

آپ وحدۃ الوجود کے قائلین کے پیشوا ہیں۔ بہت سے ظاہری فقہاء اور علماء نے ان پر طعنہ کیا ہے۔ تھوڑے فقہا اور صوفیوں کی ایک جماعت نے ان کو بزرگ مانا ہے فعظموہ تعظیما عظیما ومدحوا کلامہ من حاکر یما ووصفوہ بعلو المقامات واخبروا عنہ بما یطول عند ذکرہ من الکرامات ھکذا ذکرہ الامام الیافعی رحمہ اللہ فی تاریخہ۔ یعنے ان کی بڑی تعظیم کی ہے اور اسکے کلام کی اچھی تعریف کی ہے۔ ان کے علو مقامات کی تعریف کی ہے انکی نسبت بہت سی کرامات کا ذکر کیا ہے جنکی شرح طویل ہے۔ ایسا ہی امام یافعی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے انکے لطیف غریب اشعار ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ بغداد کے ایک بڑے شیخ نے انکی تعریف میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اور وہاں لکھا ہے۔ کہ

حضرت شیخ کی تصنیفات پانچ سو سے زیادہ ہیں۔ حضرت شیخ نے بعض دوستوں کی التماس سے ایک رسالہ کی فہرست میں اپنی تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ وہاں پر دو سو پچاس کتاب سے زیادہ کا نام لیا ہے۔ وہ اکثر تصوف ہی میں سے ہیں۔ اور بعض دوسرے علم میں بھی ہیں۔ اس رسالہ کے خطبہ میں لکھا ہے کہ میرا ارادہ ان کتب کی تصنیف میں اور مصنفوں کی طرح نہیں تھا۔ بلکہ بعض تصنیفات اس لئے ہوئیں کہ مجھ کو حق سبحانہ کی طرف سے ایسا امر وارد ہوتا تھا کہ قریب تھا مجھے جلا دے۔ اس لئے اپنے آپ کو اسکے بیان میں مشغول رکھتا تھا۔ اور بعض دیگر تصنیفات کا یہ سبب تھا کہ خواب یا مکاشفہ میں حق سبحانہ کی طرف سے حکم ہوتا تھا۔ امام یافعیؒ کی تاریخ میں مذکور ہے کہ کہتے ہیں۔ ان کا شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہما کے ساتھ ملنے کا اتفاق ہوا۔ ہر ایک نے ایک دوسرے کو دیکھا ہے۔ اور پھر اسی وقت ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں۔ ان میں کوئی کلام گفتگو واقع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ان سے شیخ شہاب الدین سہروردی کا حال پوچھا گیا۔ تو فرمایا رجل مملوس فرقہ الی قدمہ من السنۃ یعنے وہ ایک مرد ہے کہ سر سے پاؤں تک سنت سے بھرا ہوا ہے۔ اور شیخ شہاب الدین سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو فرمایا ھو البحر الحقائق یعنے وہ حقائق کے سمندر ہیں۔ تصوف میں ان کے خرقہ کی نسبت ایک واسطہ سے شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہٗ تک پہنچتی ہے۔ اور خرقہ میں دوسری نسبت خضر علیہ السلام کو ایک واسطہ سے پہنچتی ہے۔ قال رضی اللہ عنہ لبست ھذہ الخرقۃ المعروفۃ من ید ابی الحسن علی بن عبد اللہ بن جامع ببستانہ بالمقلی خارج الموصل سنۃ احدی وستمایۃ ولبسہا ابن الجامع من ید الخضر علیہ السلام وفی المواضع التی البسہ ایاھا البسہا ابن جامع وعلی تلک الصورۃ من غیر زیادۃ ونقصان یعنے شیخ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے یہ مشہور خرقہ ابو الحسن علی بن عبداللہ بن جامع کے ہاتھ سے ان کے باغ مقلی میں جو کہ موصل سے باہر ہے ۶۰۱ھ میں پہنا ہے۔ اور ابن جامع نے خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے۔ اور جس موضع میں خضر علیہ السلام نے ان کو پہنایا ہے۔ اسی موضع میں انہوں نے مجھ کو پہنایا ہے۔ اور اسی صورت میں بغیر زیادتی نقصان کے اس کی دوسری نسبت خضر علیہ السلام سے بغیر واسطہ کے پہنچتی ہے۔ قال رحمۃ اللہ علیہ صحبت انا والخضر علیہ السلام وتادبت بہ واخذت عنہ فی وصیۃ اوصانیہا شفاھا التسلیم لمقالات الشیوخ وغیر ذالک ورایت منہ ثلثۃ اشیاء من خرقۃ العوائد

ورایتہ عیسٰی علے البحر وطی الارض ورایتہ یصلی فی الھواء یعنے آپ فرماتے ہیں کہ میں خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہا ہوں۔ ان سے ادب سیکھا ہے اور ان سے وصیت حاصل کی۔ جو انہوں نے صاف طور پر مجھے کہیں۔ کہ شیوخ کے مقالات کو تسلیم کرنا چاہئیے وغیرہ ذالک۔ میں نے ان سے تین باتیں دیکھیں۔ جو کہ خرق عادت میں تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ سمندر پر چلتے تھے۔ دوم زمین کو لپیٹ لیتے تھے۔ سیوم ہوا میں نماز پڑھتے تھے۔ اور طعن کرنے والوں کے طعن کے اسباب میں سے کتاب فصوص الحکم ہے۔ اور بیشک طعن کرنے والوں کا منشا یا تقلید ہے یا تعصب۔ یا یہ کہ ان کی اصطلاحات سے ناواقفیت یا ان حقائق و معانی کی باریک باتیں جو اپنی تصنیفات میں درج کی ہیں۔ اور جس قدر معارف و حقائق کہ انکی تصنیفات میں بالخصوص فصوص اور فتوحات میں سے ہیں۔ اور کسی کتاب میں نہیں پائی جاتیں۔ اور اس گروہ میں سے کسی سے اس قدر ظاہر نہیں ہوئیں۔ اس فقیر نے حضرت خواجہ برہان الدین ابونصر پارسا قدس سرہٗ سے سُنا ہے وہ کہتے تھے۔ کہ فصوص جان ہے اور فتوحات دل ہے۔ اور جہانتک ان کے والد بزرگوار کتاب فصل الخطاب میں کہتے ہیں۔ قال بعض الکبراء العارفین تو مراد اس سے حضرت شیخ قدس سرہٗ ہوتے ہیں۔ روی الشیخ موید الدین الجندی فی شرحہ لفصوص الحکم عن شیخہ الشیخ صدرالدین القونوی قدس سرہٗ انہ روی عن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ انہ قال لما وصلت الی بحرالروم من بلاد اندلس عزمت علی نفسی ان لا ارکب البحر الا بعد ان اشھد تفاصیل احوالی الظاھرۃ والباطنۃ الوجودیۃ مما قدرہ اللہ سبحانہ علی ولی ومنی الی اٰخر عمری فتوجھت الی اللہ سبحانہ بحضور تام وشھود عام ومراقبۃ کاملۃ فاشھدنی اللہ سبحانہ جمیع احوالی مما یجری ظاھراً وباطناً الی اٰخر عمری حتے صحبت ابیک اسحٰق بن محمد وصحبتک واحوالک وعلومک واذواقک ومقاماتک وتجلیاتک ومکاشفاتک وجمیع حظوظک من اللہ سبحانہ ثم رکبت البحر علی بصیرۃ ویقین وکان ماکان ویکون من غیر اخلال واختلال یعنے شیخ موید الدین جندی اپنی شرح فصوص الحکم میں اپنے شیخ صدرالدین قونیوی قدس اللہ سرہٗ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں بحر روم تک پہنچا۔ جوکہ اندلس کے ملک میں ہے تو میں نے پختہ ارادہ کر لیا۔ کہ میں سمندر پر سوار نہ ہونگا جب تک کہ میں ظاہری باطنی حالات معلوم نہ کر لوں۔ جو خدا نے مجھ پر اور میرے لئے اور مجھ سے

آخر عمر تک مقدر کئے ہیں، تب میں اللہ سبحانہٗ کی طرف پورے حضور اور عام شہود اور کامل مراقبہ سے متوجہ ہوا۔ پھر مجھ کو اللہ سبحانہٗ نے تمام میرے حالات ظاہری باطنی آخر عمر تک مجھ پر ظاہر کر دیئے۔ یہاں تک کہ میں نے مصاحبت کی تیرے باپ اسحٰق بن محمدؒ اور تمہاری صحبت اور تمہارے حالات و علوم و ذوق مقامات، تجلیات، مکاشفات اور تمام تمہارے نصیبے جو اللہ سبحانہ سے ہیں۔ فتوحات میں یہ بھی ذکر کرتے ہیں۔ کہ جو اپنی حکایت ہے۔

ولقد امنا باللہ و برسولہ وما جاء بہ مجملاً و مفصلاً مما وصل الینا تفصیلہ و مالم یصل الینا ولم یثبت عندنا فنحن مومنون بکل ماجاء فی نفس الامر اخذت ذلک عن ابوی اخذ تقلید ولم یخطر ما حکم النظر العقلی فیہ من جواز و احالۃ و وجوب فعملت علی ایمانی بذلک حتی علمت من این امنت و بماذا امنت وکشف اللہ عن بصری و بصیرتی وخیالی فرایت بعین البصر ما لا یدرک الا بہ ورایت بعین البصیرۃ ما لا یدرک الا بہ ورایت بعین الخیال ما لا یدرک الا بہ فصار الامر مشہوداً والحکم المتخیل المتوہم بالتقلید موجوداً فعلمت قدر من اتبعتہ وھو الرسول المبعوث الی محمد صلے اللہ علیہ وسلم وشہدت جمیع الانبیاء کلھم من ادم الی محمدٍ علیہا الصلوٰۃ والسلام واشہدنی اللہ تعالیٰ المومنون بھم کلھم حتی ما بقی من احد ممن کان وھو یکون الی یوم القیٰمۃ خاصتھم وعامتھم ورایت مراتب الجماعۃ کلھا فعلمت اقدارھم واطلعت علے جمیع ما امنت بہ مجملاً مما ھو فی العالم العلوی وشہدت ذلک کلہ فما زحزحنی علم ما رایتہ وعاینتہ عن ایمانی فلم ازل اقول واعمل ما اقولہ واعملہ لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا بعلمی ولا بعینی ولا لشہودی فواخیت بین الایمان والعیان وھذا اعز یوجد فی الاتباع فان منزلۃ الاقدام للاکابر انما یکون ھنا اذا وقعت المعاینۃ لما وقع بہ الایمان فتعمل علی عین لا علی ایمان فلم یجمع بینھما ففاتہ من الکمال ان یعرف قدرہ من الکمال ان یعرف قدرہ ومنزلتہ فھو وان کان من اھل الکشف فما کشف اللہ لہٗ عن قدرہ ومنزلتہ فجھل نفسہ فعمل علے المشاہدۃ والکامل من عمل علے الایمان مع ذوق العیان وما انتقل ولا اثر فیہ العیان وما رایت بھذا المقام ذا تحقق بالحال وان کنت اعلم ان لہٗ رجالاً فی العالم لکن ما جمع اللہ بینی وبینھم فی رویتہ اعیانھم واسمائھم فقد

یمکن ان یکون رایت منھم وما جمعت بین عینہ واسمہ وکان سبب ذالک انی ما علقت نفسی قط الی جانب الحق ان یطلعنی علے کون من الاکوان ولا حادثۃ من الحوادث وانما علقت نفسی مع اللہ ان یستعملنی فیما یرضیہ ولا یستعملنی فیما یباعدنی عنہ وان یخصنی بمقام لا یکون لمتبع اعلے منہ ولو اشرکنی فیہ جمیع من فی العالم لم تتاثر بذلک فانی عبد محض لا اطلب التفوق علے عبادہ بل جعل اللہ فی نفسی من الفرح انی تمنی ان یکون العالم کلہ علے قدم واحدۃ فی اعلی المراتب فخصنی اللہ بخاتمۃ امر لم یخطر لی بباقتسکرت اللہ تعالیٰ بالعجز عن شکرہ مع توفیقی فی الشکر حقہ وما ذکرت ما ذکرتہ من حالی للفخر لا واللہ انما ذکرتہ لامرین الامر الواحد لقولہ تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث وایۃ نعمۃ اعظم من ھذہ والامر الاخر یسمع صاحب ھمۃ فیحدث فیہ ھمۃ لاستعمال نفسہ فیما استعملتھا فینال مثل ھذا فیکون معی وفی درجتی داتہ لا ضیق ولا حرج الا فی المحسوس یعنے بیشک ہم ایمان لائے اللہ اور اس کے رسُول پر اور جو کچھ کہ آپ لائے اجمال اور تفصیل سے جو ہم کو اس کی تفصیل پہنچی ہے وہ تفصیل کے ساتھ اور جو نہ پہنچے اور نہ ہم کو ثابت ہوئے۔ ان سب پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ جو کہ حقیقت میں ہے۔ اس عقیدہ کو میں نے والدین سے تقلید کے طور پر سیکھا تھا۔ اور میرے دل میں اس وقت یہ نہ تھا۔ کہ اس میں عقلی نظر کیا کہتی ہے۔ جواز یا محال یا واجب تھا میں نے اس پر اپنے ایمان سے عمل کیا یہاں تک کہ میں نے جان لیا کہ یہ میں نے کہاں سے لیا ہے۔ اور کس چیز پر ایمان لایا ہوں۔ خدا تعالےٰ نے میری آنکھ اور دل اور خیال سے پردہ اٹھا دیا۔ تب میں نے اپنی آنکھ ظاہری سے وہ باتیں دیکھیں جو اسکے سوا ان کو معلوم نہیں کر سکتے۔ اور دل کی آنکھ سے وہ باتیں دیکھیں کہ جو اس کے سوا اور کسی سے دیکھ نہیں سکتے۔ خیال کی آنکھ سے وہ باتیں دیکھیں جو کہ سوا اس کے نہیں دیکھ سکتے۔ تب یہ امر ظاہر ہو گیا۔ اور حکم خیالی وہمی جو تقلید سے تھا۔ وہ موجود ہو گیا۔ پھر میں نے معلوم کر لیا۔ اس کی قدر جس کی میں نے اتباع کی تھی یعنے اس رسول کی جو کہ بھیجا گیا تھا۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اور میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کو آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک دیکھا۔ اور مجھ کو خدا تعالےٰ نے وہ مومن بھی دکھلائے۔ کہ جو ان انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا جو سو چکا تھا۔ اور جو سونے والا تھا۔ قیامت تک خاص و عام سب دیکھے۔ اور جماعت کے سارے مرتبوں کو دیکھ لیا۔ تب میں نے

انکے سبب مراتب کو دیکھ لیا۔ اور جس پر میں مجملاً ایمان لاچکا تھا۔ جو کہ عالم علوی میں ہے اور ان سب کو میں نے دیکھا۔ مجھے اس بات کا علم جس کو میں نے ایمان کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ دور نہ ہوُا۔ پس میں ہمیشہ وہی کہتا اور کرتا تھا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور عمل ہے۔ اپنے علم وعمل شہود سے نہیں کہتا تھا پس ایمان اور مشاہدہ کو میں نے لازم ملزوم کر دیا۔ اور ایسی اتباع بہت کم پائی جاتی ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے لوگوں کے قدم اسلئے یہاں پھسل جاتے ہیں۔ کہ ان کو مشاہدہ اس چیز کا ہوتا ہے۔ جس پر ایمان ہوتا ہے پس وہ مشاہدہ پر عمل کرتا ہے نہ ایمان پر۔ اب ان دونوں میں جمع واقع نہ ہوُا اور فوت ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ کمال کہ پہچانے اس کی قدر و منزلت۔ پھر وہ اگرچہ اہل کشف سے ہوتا ہے لیکن خدا تعالےٰ نے اپنی قدر و منزلت کو اس پر ظاہر نہیں کیا۔ تب اس کا نفس جاہل ہوتا ہے۔ اور مشاہدہ پر عمل کرتا ہے۔ مگر کامل وہ ہے کہ موجودات کے ذوق کے ساتھ ایمان پر عمل کرتا ہے۔ اس سے وہ جاتا نہیں رہتا۔ اس میں موجودات کچھ اثر نہیں کرتے ہیں۔ میں نے اس مقام میں کسی حال کے مزہ چکھنے والے کو نہیں دیکھا۔ اگرچہ میں جانتا ہوں۔ کہ جہان میں اس کے مرد بھی ہیں۔ لیکن خدا نے ان کی ملاقات نہیں کرائی۔ کہ ان کو علانیہ ان کی صورتوں اور ناموں سے دیکھ لوں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ میں نے ان کو دیکھا ہو۔ لیکن ان کے جسموں اور ناموں کو یاد نہ رکھا ہو۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے کبھی بھی اپنے نفس کو خدا کی طرف معلق نہیں کیا۔ کہ مجھ کو موجودات اور حادثات پر مطلع کرے۔ بلکہ میرا دل تو اس بات پر لگا ہوُا تھا۔ کہ خدا مجھ کو ایسے کام میں لگائے جس میں اس کی خوشنودی ہو ایسے کام میں نہ لگائے کہ اس سے دُوری ہو جائے۔ اور یہ کہ مجھ کو ایسے مقام سے خاص نہ کرے۔ کہ کوئی تابعدار اس سے اعلےٰ درجہ پر نہ ہو۔ اگر میرے ساتھ اس میں تمام جہان شریک ہو جائے تاہم میں اس سے ہرگز متاثر نہ ہونگا۔ کیونکہ میں صرف ایک بندہ ہوں خدا کے تمام بندوں پر فوقیت نہیں چاہتا۔ بلکہ خدا نے میرے دل میں یہ خوشی دی ہے۔ کہ میں یہ چاہتا ہوں تمام جہان ایک قدم پر اعلےٰ مراتب پر ہوں۔ پس خدائے تعالےٰ نے مجھ کو امر کے ایسے انجام سے مخصوص کیا کہ جس کا میرے دل میں خیال تک نہ تھا۔ تب میں نے خدا کا شکر ادا کیا جس شکر سے میں عاجز تھا باوجود اسکے توفیق کے شکر میں پورے طور پر۔ اور جو میں نے اپنے حال کا شکر کیا ہے۔ تو خدا کی قسم کچھ فخر یہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کا ذکر دو وجہ سے کیا ہے۔ ایک خدا کے اس قول پر عمل کیا ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنے آپ اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو۔ اور اس نعمت سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہوگی۔ دوم یہ کہ کوئی صاحب ہمت اس حال کو سُنے تو اس میں بھی یہ ہمت پیدا ہو۔

کہ جو کچھ میں نے کام کئے ہیں۔ وہ بھی کرے۔ اور وہ میری طرح نعمت پلٹے میرے ساتھ اور میرے درجہ میں رہے۔ اور تنگی و حرج محسوس ہی میں ہؤا کرتا ہے۔ شیخ صدرالدین قدس سرہ کتاب فکوک میں لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے شیخ کی خاص نظر تھی۔ کہ جب چاہتے کہ کسی کے حال سے واقف ہو جائیں تو اس کی طرف دیکھ کر اسکے آخرت و دنیاوی حالات کی خبر دید یا کرتے۔ فتوحات کے ۴۴ باب میں مذکور ہے شیخ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مجھ کو مجھ سے لے لیا گیا۔ ایک عرصہ مجھ پر ایسا گذرا کہ نماز جماعت سے پڑھا کرتا۔ میں خود امام ہوتا تھا۔ اور نماز کے تمام اعمال جیسے چاہئے بجا لاتا تھا۔ لیکن مجھے اس کی خبر نہ ہوتی تھی۔ جماعت وغیرہ محسوس چیزوں کی بھی کچھ خبر نہ ہوتی تھی۔ اور جو کچھ میں کہتا ہوں میرے ہوش آنے کے بعد لوگوں نے مجھے بتلایا تھا۔ کیونکہ مجھے خود کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ مجھ سے کیا کیا ہوتا ہے۔ وہ سوتے ہوئے شخص کی حرکات کی طرح تھیں۔ مجھے معلوم ہؤا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے وقت کو محفوظ رکھا ہؤا تھا۔ اور میرے ساتھ وہ معاملہ کیا ہؤا تھا۔ کہ جو شبلیؒ سے کیا تھا۔ کہ ان کو نماز کے اوقات میں واپس دے دیا کرتے تھے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ ان کو اس کا شعور تھا یا نہیں۔ حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے کہا۔ تو یہ فرمایا کہ الحمد للہ الذی لم یجر علیہ لسان ذنب یعنے اس خدا کا شکر ہے کہ اس پر گناہ کی زبان کو جاری نہیں کیا۔

فتوحات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت شیخ نے یہ بھی شعر فرمایا تھا۔ ؎

یا من یرانی ولا اراہ   کم ذا اراہ ولا یرانی

یعنے اے وہ ذات کہ مجھ کو دیکھتی ہے۔ اور میں اس کو نہیں دیکھتا کب یہ بات ہوگی کہ میں اسکو دیکھونگا اور وہ مجھے نہ دیکھیگا۔ شیخ کے ایک مرید نے کہا کہ یہ آپ نے کیسے کہا ولا یرانی کہ وہ مجھے نہیں دیکھیگا۔ حالانکہ جانتے ہو کہ وہ آپ کو دیکھتا ہے۔ تب شیخ نے فی الفور یہ کہا ؎

یا من یرانی مجرما ولا یراہ احد   کم ذا اراہ منعما ولا یرانی لائذا

یعنے اے وہ ذات کہ مجھ کو گنہگار دیکھتی ہے اور اسکو کوئی نہیں دیکھتا کس قدر یہ ہوگا۔ کہ میں اس کو نعمت دینے والا دیکھونگا اور وہ مجھے پناہ مانگنے والا نہ دیکھیگا۔ فتوحات میں یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ میں جمعہ کی نماز کے بعد طواف کرتا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ طواف کرتا ہے۔ لیکن وہ کسی سے مزاحمت نہیں کرتا۔ اور نہ اور کوئی اس کی مزاحمت کرتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان آجاتا ہے اور ان کو جدا نہیں کرتا۔ میں نے جانا کہ یہ ایک روح ہے جو جسم دار بنی ہوئی ہے۔ میں نے راستہ میں اس کا خیال رکھا اور اسکو سلام کہا۔ اس نے مجھے جواب دیا۔ میں اسکے ہمراہ ہو لیا۔ میری اُس کی

باتیں ہوئیں ہیں نے جانا کہ احمد سبتی ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کہ کیوں سات دنوں میں سے
تم نے ہفتہ کو کسب کے لئے مخصوص کیا۔ کہا اس لئے کہ خدا تعالےٰ نے اتوار کے دن پیدائش عالم
کی ابتدا کی اور جمعہ میں فارغ ہؤا پس ان چھ دنوں میں جو وہ ہمارے کام میں لگا ہوا تھا۔ تو میں
اسکے کام میں تھا۔ میں نے اپنے نفس کے مزہ کے لئے کام نہیں کیا تھا جب ہفتہ آیا تو اس
کو اپنے لئے مقرر کیا۔ اور اس میں اپنے نفس کے کسب کے لئے مشغول ہؤا۔ کیونکہ دوسرے
چھ دن فوت ہو چکے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے وقت میں قطب زمان کون
تھا۔ کہا میں تھا۔ تب مجھے اُس نے رخصت کر دیا۔ اور خود چلا گیا۔ جب میں اس جگہ پر جہاں
کہ بیٹھا تھا واپس آیا۔ تو میرے دوستوں میں سے ایک دوست نے کہا۔ کہ آج میں نے
ایک مسافر شخص کو دیکھا کہ مکہ میں پہلے اس سے اسکو نہ دیکھا تھا۔ آپ سے طواف میں باتیں
کر رہا تھا۔ وہ کون شخص تھا۔ اور کہاں سے آیا تھا۔ میں نے سارا قصہ سُنایا تو حاضرین نے
تعجب کیا۔ فتوحات میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک شیخ نے مجھ کو کہا۔ کہ فلاں بادشاہ کی لڑکی
ہے جس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہے۔ اور تمہاری نسبت اس کا پورا اعتقاد اور اخلاص ہے۔
وہ بیمار ہے۔ وہاں جانا چاہئے۔ شیخ وہاں پر گئے۔ اُسکے شوہر نے استقبال کیا اور شیخ کو اس
کے سرہانے لاکر بٹھایا۔ شیخ نے دیکھا کہ وہ حالتِ نزع میں ہے۔ شیخ نے کہا اسکو جلد پکڑو کہ یہ
تو چلی۔ اُس کے خاوند نے کہا کہ حضرت میں اسکو کیونکر پکڑوں۔ کہا اس کو پھر خرید لیا ہے اس
کا خون بہا پورا لائے۔ نزع اور جان کندنی کی حالت میں توقف پڑ گیا۔ لڑکی نے آنکھ کھولی اور
شیخ کو کہا۔ شیخ نے اس سے کہا کہ تمہیں کچھ خوف نہ کرنا چاہئے لیکن یہاں ایک دقیقہ اور نکتہ
ہے۔ وہ یہ اس کے بعد کہ ملک الموت آجائے تو وہ خالی واپس نہیں جاتا۔ سو تیرے بدلہ میں
دینے سے گریز نہیں ہو سکتی ہم نے تم کو اس سے چھڑا دیا لیکن وہ ہم سے اپنا حق مانگتا ہے۔
واپس نہ جائیگا۔ مگر یہ کہ کوئی جان قبض کرے۔ اگر تو زندہ رہیگی تو لوگوں کو تجھ سے فائدہ بہت
ہوگا۔ اور تو بڑی قدر و مرتبہ والی ہے۔ اب تیرے بدلہ میں بھی کوئی بڑی قدر کی چیز ہونی چاہئے۔
میری ایک لڑکی ہے۔ جو کہ مجھ کو بہت ہی پیاری ہے۔ میرے نزدیک اس کو تجھ پر سے قربان
کر دیں ما اس کے بعد ملک الموت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا کہ تم بغیر اسکے کہ کوئی جان نہ
لے جائے اپنے پروردگار کے نزدیک نہ جاؤ گے۔ اچھا میری لڑکی کی جان اُس کے بدلہ میں
لے لو کہ میں نے اسکو خدا تعالےٰ سے خرید لیا ہے اس کے بعد شیخ اپنی لڑکی کے پاس گئے۔ اسکو

کوئی بیماری نہ تھی رجا کر کہا کہ اے بیٹا تم اپنی جان مجھے بخشدو کیونکہ تم بادشاہ کی بیٹی کے نفع میں قائمقام نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا اے باپ میری جان آپ کے حکم میں ہے۔ ملک الموت سے کہا۔ اس کی جان لیلے۔ اسی وقت شیخ کی دختر گر پڑی اور مر گئی۔ پھر شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس سے تو گریز نہیں کہ مریض کی جان خریدیں۔ اور کچھ اسکو دیدیں۔ مگر ہاں یہ لازم نہیں کہ اس کے عوض میں دوسری جان ہی دیں۔ کیونکہ ہم نے خود اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ ہم نے کسی کی جان خریدی ہے۔ اور کوئی جان اسکے بدلہ میں نہیں دی۔ فتوحات میں یہ بھی لکھا ہے کہ ۵۲۶ھ میں ہماری مجلس میں ایک عالم آیا جو کہ فلاسفہ کے مذہب پر چلتا تھا۔ اور نبوت کا اثبات جیسے کہ مسلمان کرتے ہیں نہیں کرتا تھا۔ خوارق عادات اور انبیا علیہم السلام کے معجزات کا منکر تھا۔ اتفاقاً جاڑے کا موسم تھا۔ اور مجلس میں انگیٹھی جلتی تھی اس فلسفی نے کہا عام لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ اور وہ نہ جلے لیکن یہ امر محال ہے کیونکہ آگ کا کام بالطبع یہ ہے کہ ان چیزوں کو جو جلنے کے قابل ہوں جلا دے۔ پھر تاویل کرنے لگا۔ اور کہا کہ اس آگ سے جو قرآن میں مذکور ہے نمرود کے غضب کی آگ ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے سے وہی غضب کی آگ مراد ہے جو ان پر ہوا۔ اور اس کے نہ جلنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ اس غضب کو ان پر نہ برتا کیونکہ ابراہیمؑ دلیل و حجت سے اس پر غالب آئے تھے جب فلسفی یہ کلام کہکر فارغ ہوا تو مجلس کے بعض حاضرین نے کہا ظاہر ہے کہ شیخ اس سے پوچھینگے۔ شیخ نے کہا کہ تم اس قرآن کے قصہ کا انکار کرتے ہو میں تمہیں یہ بات دکھا دیتا ہوں۔ مگر میرا مقصود صرف یہ ہے۔ کہ معجزہ کے انکار کو اٹھا دیا جائے نہ اپنی کرامت کا اظہار۔ اسکے منکر نے کہا یہ ہو نہیں سکتا۔ شیخ نے کہا کہ یہ آگ جو اس انگیٹھی میں ہے وہی آگ ہے کہ جس کو تم کہہ رہے ہو کہ بالطبع جلانے والی ہے کہا ہاں وہی ہے۔ آپ نے انگیٹھی کو اٹھایا اور اسکی آگ کو اس منکر کے دامن میں ڈال دیا۔ ایک عرصہ تک چھوڑ رکھا۔ اور اپنے ہاتھ سے ہر طرف اسکو لوٹاتے رہے۔ اس کا کپڑا بالکل نہ جلا۔ آپ نے پھر اس آگ کو انگیٹھی میں ڈال دیا۔ اور منکر سے کہا کہ اپنا ہاتھ اس میں ڈال۔ جب اس کا ہاتھ آگ کے پاس پہنچا تو جلنے لگا۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ اب یہ بات روشن ہو گئی۔ کہ آگ کا جلانا یا نہ جلانا خدا تعالٰے کے حکم میں ہے نہ یہ کہ اسکی طبیعت کا تقاضا ہے منکر نے اقرار کیا اور ایمان لے آیا۔ فتوحات میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ ابو العباس حریری

نے ۶۰۳ھ میں مصر میں مجھ سے کہا کہ ہم شیخ ابو عبداللہ قربانی کے ساتھ بازار میں جا رہے تھے اور اس نے اپنے چھوٹے فرزند کے لئے قصیریہ لیا تھا۔ قصیریہ ایک شیشہ کا برتن ہوتا ہے۔ کہ جس میں بچے پیشاب کیا کرتے ہیں۔ نیک بختوں کی ایک جماعت ہمارے ساتھ ملگئی۔ ہم ایک جگہ بیٹھ گئے۔ کہ کچھ کھائیں۔ اس بات پر اتفاق ہوا کہ سالن کے لئے تدرے شکر کا شیرہ لیں۔ کوئی برتن موجود نہ تھا۔ لوگوں نے کہا یہ نیا قصیریہ ہے اور اسمیں ابھی کسی قسم کی ناپاکی نہیں پہونچی۔ اس شیرہ کو اس میں ڈال دیا۔ جب ہم نے کھا لیا اور لوگ چلے گئے۔ ابو عبداللہ کے ساتھ ہم جا رہے تھے۔ اور قصیریہ اُن کے ہاتھ میں تھا۔ واللہ کہ میں نے اور سا ابو عبداللہ دونوں نے یہ سُنا کہ اس میں سے آواز آئی۔ کہ اسکے بعد مجھ میں خدا کے اولیا نے کچھ کھایا ہو پیشاب و ناپاکی کی جگہ نہ بنونگا۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا۔ وہ برتن ان کے ہاتھ سے کودا اور زمین پر گر کر ٹوٹ گیا اس واقعہ سے ہمارا عجیب حال ہوا۔ شیخ رح کہتے ہیں۔ کہ میں نے شیخ ابوالعباس سے کہا۔ کہ تم اس قصیریہ برتن کی نصیحت سے غافل رہے۔ اس کا مقصود یہ نہ تھا جو تم نے وہم کر لیا ہے بہت سے ایسے برتن ہوئے ہیں کہ تم سے بہتر لوگوں نے اس میں کھایا ہے۔ اور وہ ناپاکی کی جگہ بنے ہیں۔ بلکہ اس سے مقصود تمہاری نصیحت اور آگاہی تھی۔ کہ اس کے بعد کہ تمہارے دل خدائے تعالےٰ کی معرفت کی جگہ ہو چکے ہوں۔ چاہئے کہ اُن کو اغیار کی جگہ نہ بنانا اور اس میں ایسی چیزوں کو جن سے خدائیتعالیٰ نے منع کیا ہے جگہ نہ دینا۔ اور وہ جو ٹوٹ گیا یہ اشارہ اس طرف ہے کہ خدائیتعالےٰ کے سامنے اس طرح شکستہ خاطر اور عاجز بنے رہو۔ شیخ ابو العباس نے انصاف سے کہا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا۔ ہم اس سے غافل تھے۔ فتوحات میں یہ بھی لکھا ہے کہ میرے بھائیوں میں سے ایک شخص تلمسان کا بادشاہ ہوا ہے اُس کا نام یحییٰ بن بغان تھا۔ اس کے وقت میں ایک شیخ تھا۔ جس کو ابو عبداللہ تونسی کہا کرتے تھے۔ اس نے لوگوں سے قطع تعلق کیا ہوا تھا۔ تلمسان کے باہر ایک جگہ عبادت میں مشغول تھا۔ ایک دن اس جگہ سے تلمسان میں گیا۔ یحییٰ بن یغان اپنے لشکر کے ساتھ ان کو راستہ میں ملے۔ اس سے کہا گیا کہ یہ ابو عبداللہ تونسی ہیں۔ گھوڑے کو واپس لایا۔ اور ان کو سلام کہا عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ شیخ سے پوچھا۔ کہ اے شیخ جن کپڑوں کو میں نے پہنا ہوا ہے۔ ان سے نماز جائز ہے۔ شیخ ہنس پڑے۔ یحییٰ نے کہا ہنستے کیوں ہو۔ کہا تمہاری بے وقوفی اور کم عقلی پر کیونکہ تمہارا حال اُس "کُتے" کا ہے۔ کہ مردار میں پڑا ہوا اس سے پیٹ بھر کر کھاتا

ہے۔ سر سے لیکر پاؤں تک نجاست و خون سے آلودہ ہو رہا ہو۔ جب اس کو پیشاب آتا ہے تو اپنے پاؤں کو اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اس پر پیشاب کا قطرہ نہ پڑ جائے۔ تمہارا پیٹ حرام سے بھرا ہوا ہے۔ اور لوگوں کے ظلم تمہاری گردن پر بہت سے ہیں۔ اور اب تم پوچھتے ہو کہ ان کپڑوں میں نماز جائز ہے یا نہیں۔ یحیی یہ بات سن کر رو پڑا اور گھوڑے پر سے اتر پڑا سلطنت کو چھوڑ دیا اور شیخ کا خادم بن گیا۔ جب تین دن تک شیخ کے پاس رہا تو شیخ ایک رسی لائے۔ اور کہا کہ مہمانی کے دن پورے ہو گئے اٹھ اور لکڑیاں لا۔ اور ان کو بیچ۔ رسی لے لی اور گٹھر لکڑیوں کا اٹھا کر بازار میں لایا۔ اور لکڑیوں کو بیچنے لگا۔ لوگ اس کو سلطنت کے بعد اس حال میں دیکھتے تھے اور روتے تھے۔ لکڑیوں کو بیچتا تھا۔ اور اپنے کھانے کی مقدار لیا کرتا تھا باقی صدقہ کر دیتا تھا ہمیشہ اپنے شہر میں رہا یہاں تک کہ فوت ہو گیا۔ جس وقت کوئی شیخ سے دعا کی التماس کرتا تو شیخ فرماتے۔ کہ دعا کی التماس یحیی سے کیا کرو۔ کیونکہ وہ بادشاہی چھوڑ کر زاہد بنا ہے اگر اس میں مبتلا رہتے تو شاید زاہد نہ بنتے۔ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ قدس اللہ تعالے روحہ نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور کمال کا اقرار کیا ہے چنانچہ اس کو یوں خطاب کیا ہے ایھا الصدیق وایھا المقرب وایھا الولی وایھا العارف الحقانی یعنے اے صدیق اے مقرب خدا۔ اے ولی۔ اے عارف حقانی۔ اور اب تک یہ حواشی اُن کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے فتوحات کے حاشیہ پر موجود ہیں لیکن ان کو اس مطلب میں کہ حضرت حق سبحانہ کو وجود مطلق کہا ہے۔ ان کی نسبت خطا بلکہ تکفیر کی نسبت کی ہے۔ اور ایک ہمعصر کہ جس نے ہر دو شیخ کی باتوں کی بہت چھان بین کی تھی۔ اور دونوں سے پورا اخلاص و اعتقاد رکھتا تھا۔ اپنے بعض رسالہ میں لکھا ہے۔ کہ در حقیقت توحید میں ان دونوں حضرات میں اختلاف نہیں۔ اور شیخ رکن الدین کا تکفیر و تخطیہ اس معلیٰ کی طرف راجع ہے کہ انہوں نے شیخ کے کلام سے ایسا سمجھ لیا ہے نہ اس معنی کو کہ شیخ کی وہ مراد ہے۔ کیونکہ وجود عام ہے نہ بشرط لاشرط شے کہ وجود مطلق ہے اور شیخ رضی اللہ عنہ نے جو ذات حق سبحانہ کو وجود مطلق کہا ہے تو وہ آخر معنی کے لحاظ سے کہا ہے۔ اور شیخ رکن الدین علاؤالدولہ نے اسکو عام وجود پر حمل کر کے اس کے انکار کی نفی میں مبالغہ کیا ہے۔ باوجودیکہ خود انہوں نے وجود ذات کے اطلاق کو آخری معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ اپنے ایک رسالہ میں فرمایا ہے الحمد للہ علی الایمان بوجوب وجودہ و تنزاھتہ عن ان یکون مقیدا لمحدد او مطلقاً لا یکون لہ بلا مقید انتہٰ

وجود. یعنی خدا کی تعریف ہے کہ ہم اس کے وجوبِ وجود پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کو پاک سمجھتے ہیں۔ اس سے مقید محدود ہو۔ اور اس سے کہ ایسا مطلق ہو جس کا مقیدات کے بغیر وجود ہو۔ جب مقید محدود نہ ہوا۔ تو مطلق بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا وجود مقیدات پر موقوف ہوتا ہے۔ تو اب ضرور ایسا مطلق ہوگا۔ جو کہ لابشرط شے ہے۔ کہ کسی تقید وعموم سے مشروط نہ ہو۔ قیود و تعینات اس کے ظہور کی شرط ہیں۔ مراتب میں نہ یہ کہ اس کے وجود کے لئے فی حد ذاتہٖ شرط ہیں اور جو نزاع کہ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ اور شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی رحمہما اللہ تعالیٰ میں پہلے اس سے مذکور ہوئی۔ وہ بھی اسی طرح کی ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالسرائر رسالہ اقبالیہ میں مذکور ہے۔ کہ ایک درویش نے شیخ رکن الدین علاؤالدولہ کی مجلس میں پوچھا کہ شیخ محی الدین ابن العربی نے جو خدا کو وجود مطلق کہا ہے۔ کیا قیامت میں اس بات پر ان کو مواخذہ ہوگا یا نہیں۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ میں اس قسم کی باتوں کو قطعاً زبان پر لانے نہیں چاہتا۔ کاشکے وہ بھی ایسا نہ کہتے۔ کیونکہ مشکل بات کا کہنا جائز نہیں۔ لیکن جب کہی گئی۔ تو ضرور اس کی تاویل کرنی چاہیئے۔ تاکہ درویشوں کے دل میں کچھ شبہ نہ پڑے۔ اور بزرگوں کے حق میں بے اعتقاد نہ ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ محی الدین ابن العربی کا اس بات سے یہ مقصود تھا۔ کہ وحدت کو کثرت میں ثابت کرے اُنہوں نے وجود مطلق کہا ہے۔ تاکہ دوسرے معراج کو بیان کر سکیں۔ کیونکہ معراج دو ہیں ایک تو یہ کان اللہ ولم یکن معہ شئ یعنے خدا تعالیٰ تھا۔ اور اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا دریافت کر لینا تو آسان ہے دوم یہ کہ والآن کما کان یعنے وہ اب بھی ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ پہلے تھا۔ اس کی شرح بہت مشکل ہے۔ اس نے چاہا کہ یہ ثابت کرے کہ مخلوقات کی کثرت خدا کی وحدت میں کچھ زیادتی نہیں کرتی۔ وجود مطلق اس کے دل میں پڑا ہوا ہے۔ جب اس کی ایک مشق اس معنی پر درست نکل آئی۔ تو اچھی معلوم ہوئی۔ لیکن دوسری مشق سے جو نقصان لازم آتا تھا غافل رہا۔ پس جب ان کا قصہ وحدانیت کا اثبات ہی ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا ہوگا۔ کیونکہ اہل قبلہ میں سے جس نے کمالِ حق میں اجتہاد کیا ہے۔ اگر خطا بھی کی ہے۔ تو میرے نزدیک چونکہ اس کا مقصود کمالِ حق ہے۔ تو وہ اہل نجات سے ہوگا۔ اور حبیب اور درجہ والوں میں سے ہوگا۔ ولد الشیخ رحمۃ اللہ علیہ بسمنیہ من بلاد اندلس لیلۃ الاثنین السابع عشر من رمضان سنۃ ستین وخمسمائۃ وتوفی لیلۃ الجمعۃ الثانیۃ والعشرین من شہر

ربیع الاخر سنة ثمان وثلاثین وستمایة بدمشق ودفن بظاهرها فی سفح الجبل قاسیون و حالیاعن موضع الصالحیة یعنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ مرسیہ میں جو کہ شہر اندلس کے علاقہ میں ہے پیر کی رات ۱۷ رمضان شریف سن ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور جمعرات کے دن ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ میں دمشق میں فوت ہوئے۔ دمشق سے باہر پہاڑ قاسیون وحالیا میں جو صالحیہ موضع سے مشہور ہے دفن کئے گئے +

شیخ صدر الدین محمد بن اسحٰق قونیوی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ کی کنیت ابو المعالی ہے۔ جامع علوم تھے خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ خواہ نقلی ہوں یا عقلی ان میں اور خواجہ نصیر الدین طوسی میں سوال وجواب ہوئے ہیں۔ مولانا قطب الدین علامہ شیرازی حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ علامہ نے کمال جامع الاصول کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر ان کے حضور میں پڑھا ہے۔ اور اس پر فخر کرتے تھے۔ اور اس گروہ صوفیہ میں سے شیخ موید الدین جندی مولانا شمس الدین رایکی شیخ فخر الدین عراقی۔ شیخ سعید الدین فرغانی قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم وغیرہ اکابر ان کی ہینت کی گود میں آئے ہیں۔ اور ان کی صحبت میں پرورش پائی ہے۔ آپ شیخ سعید الدین حموی کی صحبت میں بہت رہے ہیں۔ اور ان میں سے سوالات کئے ہیں یہ شیخ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت نہ کر بلاد مغرب میں روم کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اپنے بعض مشاہدہ میں اپنی ولادت اور استعداد علوم وتجلیات احوال مقامات اور جو کچھ تمام عمر میں ہوا اور بعد مفارقت کے عالم برزخ میں جو ہوا اور بعد برزخ کے جو ہو۔ غرض سب کچھ آپ کو دکھایا گیا تھا۔ بل شہد احوال اولاد الاھلین ومشاھدھم ومقاماتھم وتجلیاتھم واسماءھم عند اللہ وحیلة کل واحد منھم واحوالھم واخلاقھم وکل مایجری لھم وعلیھم الی اخر اعمارھم وبعد المفارقة فی برازخھم ومابعدھا یعنے بلکہ دیکھ لیا اپنی الٰہی اولاد کے حالات مشاہدات مقامات تجلیات اور ان کے نام جو خدا کے نزدیک ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا قبیلہ حوال۔ اخلاق اور جو کچھ معاملہ اُن کے لئے یا ان پر ہوگا۔ اُن کی تمام عمر میں اور ان کے مقامات دنیا کے بعد عالم برزخ میں اور اس کے مابعد جو کچھ ہوگا۔ سب کو دیکھ لیا۔ تھا۔ آپ کی ولادت کے بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ شیخ داکبر کے نکاح میں آئیں۔ آپ نے شیخ کی خدمت وصحبت میں تربیت پائی۔ آپ شیخ کے کلام کے نقاد

دیر لکھنے والے ہیں: مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ کا مقصود اس طرح سے کہ عقل و شرع کے مطابق ہو۔ آپ کی تحقیقات کے تتبع بغیر سمجھنا آسان نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تصنیفات ہیں۔ جیسے تفسیر فاتحہ۔ مفتاح الغیب فصوص و فکوک شرح حدیث کتاب نفحات الالہیہ کہ آپ نے بہت سے قدسیہ واردات کا وہاں پر ذکر کیا ہے۔ اور جو شخص چاہے کہ اس طریق میں ان کے کمال پر مطلع ہو اس کو کہدو کہ اس کا مطالعہ کرے۔ کیونکہ انہوں نے اس میں اپنے بہت سے احوال ذوق مکاشفات منازلات کا ذکر کیا ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ ۱۷ شوال ۶۵۳ھ میں لیبی خواب میں حضرت شیخ (اکبر) کو میں نے دیکھا مجھ میں اور ان میں بہت سی باتیں ہوئیں۔ آثار احکام اسماء الٰہیہ میں میں نے چند باتیں کہیں۔ میرا بیان ان کو بہت اچھا معلوم ہوا۔ چنانچہ ان کا چہرہ خوشی کے مارے دمکنے لگا۔ اپنے سر مبارک کو مزہ سے ہلانے لگے۔ اور بعض باتوں کو دہرانے لگے۔ اور کہنے لگے ملیح ملیح یعنے یہ بہت اچھی باتیں ہیں۔ میں نے کہا اے میرے سردار ملیح تو تم خود ہو۔ کہ تمہیں یہ قدرت ہے۔ کہ آدمی کو تربیت کرو۔ اور ایسی جگہ پر پہنچا دو۔ کہ ایسی باتوں کو دریافت کر لیا کرے۔ اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے۔ اگر تم انسان ہو تو تیرے ماسوا لوگ سب لاشے ہیں۔ اس کے بعد میں ان کے نزدیک ہوا۔ ان کے ہاتھ کو چوما۔ اور کہا کہ مجھے تم سے ایک مطلب باقی رہا ہے۔ کہا کہ مانگ۔ میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھ کو ابدی شہود تجلی ذاتی کی کہ نسبت آپ کی طرح حاصل ہو جائے۔ وکنت اعنی بذلک حصول ما کان حاصلا له من شهود التجلی الذاتی الذی لا حجاب بعده ولا مستقر للمکمل دونه یعنے میرا مقصود اس سے یہ تھا کہ جو کچھ ان کو ذاتی تجلی کا شہود ہو گیا ہے۔ جس کے بعد کوئی حجاب نہیں ہے۔ اور کاملین کا ٹھکانا اس کے سوا نہیں ہے مجھ کو بھی وہی حاصل ہو جائے۔ تب آپ نے کہا۔ کہ ہاں میں نے سوال کو مان لیا۔ اور کہا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو دیا گیا۔ باوجودیکہ تم خود جانتے ہو کہ میری اولاد اور مرید تھے۔ ان میں سے بہت کو میں نے مارا اور زندہ کر دیا۔ مرا جو مرا اور کشتہ ہوا جو کشتہ ہوا۔ اور کسی کو یہ مطلب حاصل نہ ہوا۔ میں نے کہا اے سیدی الحمد لله علی اختصاصی بهذه التفصیلة اعلم انك تحیی وتمیت یعنے حمد کے اس امر پر تعریف ہے جو اس نے مجھے اس فضیلت سے خاص کر دیا ہے۔ اور جان لے کہ تم زندہ اور مردہ کرتے ہو۔ میں نے اور باتیں بھی کہیں۔ جن کا اظہار مناسب نہیں۔ اس کے بعد اس واقعہ سے باہر نکل آیا یعنی جاگ آگئی۔ والمنة لله علی ذلك یعنے خدا کا اس پر احسان ہے۔ ان میں اور مولانا جلال الدین رومی قدس سرہما میں خصوصیت

صحبت بہت رہی ہے۔ ایک دن بڑی مجلس تھی۔ اور قونیہ کے بڑے بڑے لوگ جمع تھے
شیخ صدرالدین صفہ کے صدر میں سجادہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مولوی آئے۔ شیخ نے اپنا مصلی
انکے لئے چھوڑ دیا۔ مولانا نہ بیٹھے۔ اور کہا کہ میں قیامت کو کیا جواب دونگا۔ کہ شیخ کے سجادہ
پر بیٹھ گیا۔ شیخ نے فرمایا کہ ایک گوشہ پر آپ بیٹھ جائیں۔ اور ایک گوشہ پر میں بیٹھ جاتا ہوں
مولانا بیٹھ گئے۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ سجادہ پر تم کو بیٹھنا نہیں چاہئے۔ تو ہم کو بھی نہیں چاہئے۔
سجادہ کو اٹھا کر دُور پھینک دیا۔ مولانا ان سے پہلے فوت ہوئے تھے۔ اور اپنے جنازہ کی نماز
کی وصیت ان کو کی تھی۔ کہتے ہیں کہ شیخ شرف الدین قونیوی نے شیخ صدرالدین قدس سرہما
سے پوچھا من این الی این وما الحاصل فی البین یعنے کہاں سے کہاں تک اور کیا حاصل
ہوا۔ اور اس درمیان میں شیخ نے جواب دیا۔ من العلم الی العین والحاصل بین تجدد
لنسبۃ جامعۃ بین الطرفین ظاھرۃ ناظرۃ بالحکمین یعنے علم سے موجودات خارجیہ
تک۔ اور اس میں حاصل یہ ہے کہ نسبت جامع کی تجدید ہو جائے جو کہ دونوں طرفوں میں ہے۔
جو کہ ظاہر و ناظر دو حکم کی ہیں +

شیخ مؤید الدین جندی رحمتہ اللہ علیہ

آپ شیخ صدرالدین کے شاگردوں اور مریدوں میں سے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع
ہیں۔ شیخ بزرگ کی بعض تصانیف جیسے فصوص الحکم، مواقع النجوم کو شرح کیا ہے۔ اور فصوص کی
تمام شرحوں کا ماخذ نہی کی شرح ہے۔ اس میں بہت سی تحقیقات ہیں کہ جو باقی کتب میں
نہیں۔ ان کا کمال اس شرح سے معلوم ہو سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ صدرالدین قدس
سرہٗ نے فصوص کے خطبہ کو میرے لئے شرح کیا۔ اس کے اثنا میں غیبی حالات وارد ہوئے۔
اور اس کے اثر نے میرے ظاہر و باطن کو گھیر لیا۔ اس وقت مجھ میں عجیب تصرف کیا۔ اور
کتاب کے مضمون کو پورے طور پر خطبہ کی شرح میں مجھ کو سمجھا دیا۔ اور جب اس مطلب کو
مجھ سے معلوم کر لیا۔ تو کہا کہ میں نے بھی حضرت شیخ سے درخواست کی تھی۔ کہ کتاب فصوص
کو میرے لئے شرح کرے۔ انہوں نے اس کے خطبہ کی شرح کی تھی۔ اور اس کے اثناء میں
مجھ میں تصرف کیا۔ جس سے مجھے تمام کتاب کا مضمون معلوم ہو گیا۔ تب میں اس حکایت
سے خوش ہو گیا۔ اور جان لیا کہ مجھ کو پورا حصہ حاصل ہو گا۔ اس کے بعد مجھے فرمایا۔

کہ اسکی شرح لکھ۔ پس انہی کے حضور میں ان کی بڑی قدر اور حکم کے ماننے کی وجہ سے میں نے خطبہ کی شرح کی۔ آپ اس فتحی کے بیان کے وقت یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ کاملین کو ظہور کی قوت تمام موقعوں پر ہوتی ہے زندگی اور موت کے بعد بھی۔ چنانچہ میں بغداد میں تھا۔ ایک شخص میرے مکان پر آیا جس کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ میں مہدی ہوں۔ مجھ سے اس دعوے پر گواہی طلب کی میں نے کہا کہ میں خدا کے سامنے گواہی دونگا۔ کہ تم مہدی نہیں ہو۔ اور جھوٹ کہتے ہو۔ اس پر وہ میرا دشمن بن گیا۔ اور ایک جماعت بیدینوں نصیریہ کو جمع کیا۔ اور ان کو میری ایذاء و تکلیف پر آمادہ کیا۔ تب میں نے روحانیت شیخ بزرگ شیخ محی الدین سے پناہ لی۔ اور پوری ہمت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوا دیکھا۔ کہ ایک شخص ظاہر ہوا ہے۔ اور اپنے ایک ہاتھ سے اس مدعی کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا۔ اور ایک ہاتھ سے میں نے اس کے دونوں پاؤں کو پکڑا۔ اور کہا کہ میں اس کو زمین پر دے ماروں۔ میں نے کہا اے سیدی تمہارا حکم اور فرمان ہے جو چاہو کرو۔ پس لوٹ کر چلے گئے۔ میں اٹھا اور مسجد میں گیا وہ مدعی اپنے تابعین کے ساتھ جو میری تکلیف کے ارادہ سے جمع ہوئے تھے۔ میں نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ اور محراب کے سامنے جا کر اپنی نماز پڑھی۔ وہ مجھ پر کچھ دست درازی نہ کر سکے۔ خدا تعالےٰ نے ان کے شر سے مجھ کو بچا لیا۔ اس کے بعد اس مدعی نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور مسافر ہو گیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے شیخ صدرالدین سے سنا تھا۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ شیخ بزرگ (اکبر) کو خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ کہا کہ موسیٰ بن عمران صلوات الرحمٰن علیہ کے لئے ہزار مسئلہ اول ولادت سے ان سے ملنے کے وقت تک جو مجھ پر گذرے تھے۔ میں نے تیار کئے ہوئے تھے۔ ان میں سے وہ تین مسئلہ پر صبر نہ کر سکے۔ یہ اشارہ اس امر کی طرف ہے جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لیت اخی موسی سکت حتی یقص علینا من انبائھما یعنے کاش میرے بھائی موسیٰ پر چپکے رہتے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان دونوں کی باتیں ہم پر اور بیان کرتا۔ آپ کے ابن الفارض رحمۃ اللہ کے طریق پر حقائق و معارف کے بیان میں عربی کے لطیف اشعار ہیں منجملہ ان کے یہ دو بیت ہیں۔ جو کہ شیخ فخرالدین عراقی کتاب لمعات میں لائے ہیں ۔

البحر بحر علے ما کان فی قدم ان الحوادث امواج وانھار

لا یحجبنک اشکال لا تشاکلھا عمن تشکل فیھا وھی استار

سمندر سمندر رہی ہے جیسے پہلے تھا۔ بیشک حادثات (نئی چیزیں مخلوق) موجیں اور نہریں ہیں۔ تم کو وہ شکلیں جو ایک دوسرے سے نہیں ملتیں پردہ میں نہ ڈالیں۔ اس شخص سے کہ جس نے اس کی شکلیں بنائی ہیں۔ اور وہ پردے ہیں۔ دوسرا بیت یہ ہے ؎

هوالواحد الموجود فی الکل وحده　　سوے انه فی الوهم سمی بالسوی

یعنی وہی واحد کل میں اکیلا موجود ہے۔ مگر یہ کہ وہم میں اوروں پر ماسوی کا نام رکھا گیا ہے بیشک انہوں نے قصیدہ تائیہ فارضیہ کا جواب لکھا ہے۔ اس قصیدہ میں یہ دو بیت ہیں۔ ؎

فما انفك یرضانی بکل محبة　　وما زلت اهواه بکل مودة

فممتنع عنه انفصالی وواجب　　وصالی بلا امکان بعد قربة

پس وہ ہمیشہ مجھ کو ہر محبت سے راضی کر دیتا ہے۔ اور میں ہمیشہ اسکو ہر دوستی سے چاہتا ہوں۔ میری جدائی اس سے محال ہے اور قربت کے بعد کے امکان کے بغیر وصال واجب ہے۔

شیخ سعدالدین الفرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ اہل معرفت میں بڑے کامل اور اصحاب ذوق و وجدان میں بزرگ گذرے ہیں۔ کسی شخص نے علم حقیقت کے مسائل کو ضبط ربط کے ساتھ ان جیسا جو انہوں نے شرح قصیدہ تائیہ فارضیہ کے دیباچہ میں بیان کیا ہے نہیں کیا۔ پہلے اس کی فارسی عبارت میں شرح کی۔ اور اپنے شیخ شیخ صدرالدین قونیوی کی خدمت میں پیش کی۔ شیخ نے اس کو بہت پسند کیا۔ اور اس بارہ میں کچھ لکھا۔ شیخ سعدالدین نے اس تحریر کو بعینہ تبرک و تیمن کے طور پر اپنی شرح فارسی کے دیباچہ میں درج کیا ہے۔ اور دوبارہ اس کی تعمیم اور فائدہ کے پورا کرنے کے لئے اس کو عربی عبارت میں کر دیا ہے۔ اور نئے فائدے اس پر بڑھائے ہیں۔ خیری اللہ عن الطالبین خیر الجزاء خدا ان کو طالبین کی طرف سے نیک جزا دے۔ ان کی اور تصنیفات بھی ہیں۔ جس کا نام مناہج العباد الی المعاد مذاہب آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارہ میں عبادات اور بعض معاملات کے مسائل میں کہ اس طریق کے سالکوں کو اس سے گریز نہیں۔ اور آداب طریقت میں کہ احکام شریعت کے تصحیح کے بعد راہ حقیقت پر چلنا اسکے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا مجمع یہ ہے کہ وہ کتاب نہایت ہی مفید ہے کہ ہر طالب و مرید کے لئے ضروری ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ مریدوں کا مشائخ کی طرف منسوب ہونا تین طریقہ سے ہوتا ہے۔ ایک تو خرقہ

ہے۔ دوم تلقین ذکر سے، سیوم صحبت و خدمت و ادب سیکھنے سے خرقے دو ہیں۔ ایک تو خرقہ ارادت ہے اور اس کو سوائے ایک شیخ سے دوسرے سے لینا جائز نہیں۔ اور دوم خرقہ تبرک ہے اور اس کو بہت مشائخ سے تبرک کے طور پر لینا جائز ہے۔ اپنی ارادت کے خرقہ کے بارہ میں کہا ہے۔ کہ میں نے شیخ نجیب الدین علی بزغش شیرازی قدس اللہ تعالےٰ روحہ سے لیا ہے۔ انہوں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے اور انہوں نے اپنے چچا شیخ نجیب الدین سہروردی سے انہوں نے اپنے چچا قاضی وجیہ الدین سے انہوں نے اپنے باپ ابو محمد عمویہ اور اخی فرج زنجانی سے ہر ایک کا ہاتھ خرقہ کے پہنانے میں شریک ہے۔ لیکن ابو محمدؒ نے احمد اسود دینوری سے خرقہ پہنا، انہوں نے ممشاد دینوری سے۔ انہوں نے ابو القاسم جنید سے۔ لیکن اخی فرج نے ابو العباس نہاوندی سے۔ اس نے عبداللہ خفیف شیرازی سے۔ انہوں نے ابو محمد رویم بغدادی سے انہوں نے جنید رحمۃ اللہ علیہ سے اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ کی نسبت کو ابو القاسم جنید سے بڑھ کر آگے ثابت نہیں کیا، اور جنید سے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تک صحبت کے ساتھ نسبت دی ہے خرقہ کے ساتھ نہیں۔ لیکن شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کتاب تحفۃ البررہ میں لکھتے ہیں۔ کہ خرقوں کی نسبت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم تک صحیح حدیث متصل معنعن کے ساتھ ثابت ہے اور فرمایا ہے کہ مصطفےٰ صلے اللہ وسلم نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو خرقہ پہنایا ہے۔ اور انہوں نے حسن بصری کو انہوں نے کمیل بن زیاد کو انہوں نے عبد الواحد بن زید کو انہوں نے ابو یعقوب نہرجوری کو انہوں نے نے عمرو بن عثمان مکی کو انہوں نے ابو یعقوب طبری کو انہوں نے ابو القاسم رمضان کو، انہوں نے خاص ابو العباس بن ادریس کو۔ انہوں نے داؤد خادم کو۔ انہوں نے محمد مائکیل کو۔ انہوں نے شیخ اسمٰعیل قصری کو۔ انہوں نے شیخ نجم الدین کبراےؒ کو۔ انہوں نے مزین فقیر یعنی مجد الدین بغدادی کو۔ پس اس بناء پر خرقوں کی نسبت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو گی، واللہ تعالیٰ اعلم لیکن اس فقیر کے ذکر کی تلقین کی نسبت یعنی شیخ سعید رحمۃ اللہ نے اپنے شیخ خرقہ شیخ نجیب الدین علی سے تلقین لی۔ انہوں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے انہوں نے اپنے چچا شیخ ابو نجیب سہروردی سے انہوں نے شیخ الشیوخ احمد غزالی سے۔ انہوں نے ابو بکر نساج سے۔ انہوں نے شیخ ابو القاسم گرگانی سے۔ انہوں نے ابو عثمان مغربی سے۔ انہوں نے ابو علی کاتب سے۔ انہوں نے ابو علی رودباری سے۔ انہوں نے سید الطائفہ جنید قدس اللہ تعالےٰ

اور احہم سے اسکے بعد کہتے ہیں۔ کہ نسبت ارادت اور نسبت تلقین ذکر میں دو شیخ سے خرقہ لینا برُا ہے۔ ہاں نسبت صحبت میں عمدہ ہے لیکن بشرط اجازت یا شیخ اول کی صحبت کے فوت ہونے پر جیسا کہ یہ فقیر ضعیف شیخ نجیب الدین قدس اللہ تعالٰی سرہٗ کی خدمت وصحبت کے فوت ہونے پر مولانا وسیدنا وشیخنا صدر الحق والدین وارث علوم سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سلطان المحققین محمد بن اسحٰق قونیوی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہا۔ اور ان کی صحبت وارشاد وہدایت واقتباس فضائل آداب ظاہری باطنی علوم شریعت حقیقت سے تربیت پائی اور نہایت نفع حاصل کیا۔ علٰی ہذا شیخ ربانی محی الدین محمد بن السکران بغدادی نور اللہ نفسہ اور ان کے ماسوا اور اکابر اولیاء سے تربیت حاصل کی اور نفع اُٹھایا ہے۔ ہر چند میں ان بزرگوار دل کی خدمت ومحبت کے حقوق کی رعایت سے عہدہ برآنہ ہوُا۔ لیکن ان بزرگوں نے اپنے کرم سے اس بیچارہ کو حسن قبول وارشاد سے تلقین فرمایا فجزاھم اللہ عنی احسن الجزاء پس اللہ تعالٰی ان کو میری طرف سے بہت عمدہ بدلہ دے۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ نجیب الدین رحمتہ اللہ علیہ سے سُنا تھا۔ کہ شمس الدین صفی جامع مسجد شیراز کے امام بڑے پاک نیک بخت بزرگ تھے۔ ان کے تمام اوقات ذکر و تلاوت و طرح طرح کی عبادات میں ہی مشغول وآباد رہتے تھے۔ لیکن کسی سے ذکر کی تلقین نہ تھی۔ ایک دن خواب میں اپنے ذکر کو جو نور کی صورت میں متشکل تھا مشاہدہ کیا۔ اُس کے مُنہ سے جدا ہوتا تھا۔ اور زمین میں جاتا تھا۔ دل میں کہا کہ یہ علامت بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں تو اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ ہے۔ یعنے اس کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں۔ جو اس کے برخلاف ہے۔ شاید یہ نقصان اِس لئے ہے۔ کہ میں نے ذکر کی تلقین کسی شیخ سے حاصل نہیں کی۔ پس شیخ روز بھان کے ایک مرید کی خدمت کی طرف رجوع کیا۔ اور ان سے ذکر کی تلقین کی۔ اسی رات واقعہ میں اپنے ذکر کو ایسے نور میں مشاہدہ کیا کہ ادھر کو جاتا ہے۔ اور آسمانوں کو پھاڑتا ہے۔ اس کے بعد شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضؓ کی خدمت میں گئے اور پہنچا جو کہ پہنچا۔

شیخ موسٰی سورانی رحمتہ اللہ علیہ

آپ شیخ ابو مدین مغربی قدس اللہ سرہٗ کے اکابر مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ سعید الدین

مرغانی شرح قصیدہ تائیہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ مغیر طلحہ بن عبداللہ بن طلحہ تستری عراقی رحمۃ اللہ سے ۶۶۵ھ میں سنا تھا کہ انہوں نے شیخ عماد الدین محمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ روحہ سے سنا کہ وہ یوں فرماتے تھے ہیں ایک حج میں اپنے والد کے ساتھ تھا ایسے وقت میں کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کرتا تھا اتفاقاً دیکھا کہ شیخ مغربی طواف کر رہے ہیں۔ اور لوگ اُن سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ اور اُن کی زیارت کرتے ہیں۔ لوگوں نے میری نسبت اُن سے کہا کہ یہ شیخ شہاب الدین کے صاحبزادہ ہیں۔ مجھ کو مرحبا کہا۔ اور میرے سر کو بوسہ دیا اور دعا خیر کہی۔ اُن کی دعا کی برکت کے نشان اپنے میں پاتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ آخرت میں اس کی برکت بھی میرے ہمراہ ہوگی۔ تب میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ان کو شیخ موسیٰ کہتے ہیں۔ جب میں طواف سے فارغ ہوا۔ اور اپنے والد کے پاس گیا۔ اور اُن کو میں نے بتایا کہ میں نے شیخ موسیٰ کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے مجھے دعائے خیر کی ہے۔ میرے والد اس سے بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد حاضرین نے شیخ موسیٰ کی تعریفیں شروع کیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہا کہ ان کا رات دن میں یہ ورد ہے کہ ستر ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ میرے والد خاموش تھے۔ اتفاقاً ایک نے والد کے بڑے مریدوں میں سے قسم کھائی اور کہا کہ یہ بات جو ان سے لوگ کہتے ہیں سچ ہے میں نے اس سے پہلے بھی یہ بات سُنی ہوئی تھی۔ لیکن میرے دل میں کسی قدر انکار تھا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ میں نے شیخ کو رات کے وقت طواف کرتے ہوئے پایا۔ میں ان کے پیچھے کھڑا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اور شروع الحمد سے پڑھنے لگے۔ اور ایسا ہی چلتے تھے۔ جیسا کہ لوگ چلتے ہیں۔ اور ایسا پڑھتے تھے کہ ایک ایک حرف مجھے سمجھ میں آتا تھا۔ جب اسی پہلے طواف میں خانہ کعبہ کے دروازہ سے گذرے جو کہ حجر اسود سے وہاں تک کم و بیش چار قدم کا فاصلہ ہے تو ایک ختم پورا کر دیا۔ چنانچہ اس ختم کو میں نے حرف بحرف سنا۔ میرے والد نے تمام اصحاب سے ملکر تصدیق کی اور جو کچھ کہا تھا قبول کیا۔ اس کے بعد میرے والد سے اس مطلب کی نسبت پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ یہ ایک وقت کی فراخی کی قسم میں سے ہے۔ کہ بعض اولیاء اللہ کی نسبت ہوا کرتی ہے۔ پھر اس واقعہ کی تصدیق کے لئے کہا۔ کہ شیخ الشیوخ ابن سکینہ رضی اللہ عنہ کا ایک مرید سنار تھا اس کا وظیفہ یہ تھا کہ صوفیوں کے مصلے جمعہ کے دن مسجد جامع میں لے جایا کرتا تھا اور بچھا دیا کرتا تھا۔ اور جمعہ کی نماز کے بعد ان کو اکٹھا کر کے خانقاہ میں لے آیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کا ذکر

ہے کہ تمام مصلوں کو باندھ لیا۔ کہ مسجد میں لے جائے۔ پھر وہ دجلہ کے کنارہ پر گیا کہ جمعہ کا غسل کرے کپڑے اُتار لے اور دجلہ کے کنارہ پر رکھے۔ اور پانی میں غوطہ لگایا۔ جب سر باہر نکالا تو دیکھا کہ وہ دجلہ نہیں کوئی اور جگہ ہے پوچھا کہ یہ کونسا دریا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مصر کا نیل ہے۔ تعجب کرنے لگا۔ اور پانی سے باہر نکل آیا۔ شہر کے اندر گیا۔ اتفاقاً ایک ستار کی دکان پر پہنچا وہاں جاکر کھڑا ہو گیا اور اس پر سوا اس تہبند کے کہ جس سے فقط ستر عورت تھا۔ اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ صاحب دکان نے عقل سے معلوم کیا کہ کوئی سُنار ہے۔ اس کی آزمائش کی دیکھا کہ وہ کسب اچھا جانتا ہے اس کی عزت کی اور گھر پر لے گیا۔ اپنی لڑکی کا اس سے نکاح کر دیا۔ اُس سے تین لڑکے پیدا ہوئے سات سال اس پر گذر گئے۔ ایک دن نیل کے کنارہ پر آیا۔ اور پانی میں غوطہ مارا۔ جب سر باہر نکالا تو دیکھا کہ بغداد کے دجلہ میں ہے۔ اسی موقع پر کہ اس سے پہلے تہبند پہنکر پانی میں آیا تھا۔ اور اس کے کپڑے ویسے ہی دجلہ پر رکھے ہوئے ہیں۔ کپڑوں کو پہن لیا اور خانقاہ میں آیا۔ دیکھا کہ صوفیوں کے مصلے ویسے ہی بندھے ہوئے پڑے ہیں بعض دوستوں نے اس کو کہا کہ جلدی جا کیونکہ بعض جماعت کے لوگ صبح سے مسجد کو گئے ہوئے ہیں مصلوں کو مسجد میں لے گیا اور بعد ادائے نماز جمعہ ان کو خانقاہ میں لے آیا۔ اس کے گھر کے لوگوں نے کہا کہ تم نے جن مہمانوں کے لئے کہا تھا کہ مچھلی تلیں۔ وہ کہاں ہیں مچھلی تلی ہوئی ہے۔ تب وہ مہمان کو لایا اور مچھلی کھائی اس کے بعد اپنے شیخ ابن سکینہ کی خدمت میں آیا۔ اور اس پر جو واقعہ گذرا تھا۔ اور اپنی اولاد کا مصر میں رہنا سب کچھ بیان کیا۔ شیخ نے اس سے کہا کہ اپنے فرزندوں کو مصر سے بغداد میں حاضر کر۔ جب لڑکوں کو حاضر کیا جو کچھ اس نے کہا تھا سب سچ نکلا۔ شیخ ابن سکینہ نے اس سے پوچھا کہ اچھا یہ بتا کہ اس دن تم کس فکر میں تھے۔ اور تمہارے دل میں کیا بات آئی تھی۔ اس نے کہا کہ اول دن سے میرے دل میں اس آیت سے ایک تردد اور جھگڑا پڑا ہوا تھا۔ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ یعنے ایسے دن میں کہ جس کی مقدار ہزار سال کی ہوگی۔ شیخ نے کہا کہ یہ واقعہ خدا کی طرف سے تم پر ایک رحمت ہے اور تیرے شبہ کا دور ہونا تیرے ایمان و اعتقاد کی درستی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ بعض بندوں کی نسبت زمانہ کو فراخ اور دراز کر دے باوجودیکہ اوروں کی نسبت وہ تھوڑا زمانہ ہو اور ایسا ہی زمانہ کے قبض کا حال ہے کہ لمبے زمانہ کو تھوڑا کر دے واللہ القادر علیٰ ما یشاء یعنے اللہ تعالےٰ جس پر چاہے قادر ہے اسی کے قریب وہ قصہ ہے جس کو صاحب فتوحات رحمۃ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ ایک جوہری اپنا قصہ یوں بیان کرتا تھا۔ کہ وہ خمیرہ آٹا اپنے گھر سے

تنور میں لے گیا۔ کہ روٹی پکا دیں وہ جنبی تھا۔ دریائے نیل کے کنارہ پر گیا۔ اور پانی میں داخل ہوا کہ غسل کرے۔ اتنے میں اپنے آپ میں غائب ہو گیا۔ دیکھا کہ جس طرح کوئی خواب میں دیکھتا ہے کہ بغداد میں ہے وہاں شادی کر لی۔ اور چھ سال تک اپنی بیوی کے پاس رہا۔ اس سے لڑکے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد اپنی ہوش میں آیا۔ تو اپنے آپ کو پانی کے اندر دیکھا غسل پورا کیا۔ اور کپڑے پہن کر تنور میں گیا۔ اور روٹی لے کر گھر میں آیا۔ اور گھر کے لوگوں سے سارا حال بیان کیا۔ جب چند ماہ گذر گئے تو وہ عورت بغداد سے آئی۔ اپنے فرزند اسکے ہمراہ تھے۔ جوہری کے گھر کو پوچھتی تھی۔ جب دونوں باہم ملے تو جوہری نے اپنی بیوی بچوں کو پہچان لیا۔ اس عورت سے پوچھا کہ کتنا عرصہ ہو گیا کہ تم سے نکاح کیا تھا۔ کہا چھ سال ہو چکے ہیں +

شیخ عیسیٰ بن ہتار یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ

امام یافعی رحمتہ اللہ کہتے ہیں۔ آپ ایک دن فاحشہ عورت کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا۔ عشا کے بعد میں تمہارے پاس آؤنگا۔ وہ خوش ہو گئی۔ اور اپنا بناؤ سنگار کیا۔ عشا کے بعد آپ اسکے پاس آئے اور اس کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھی اور باہر نکل آئے۔ اُس عورت کا حال بدل گیا اور توبہ کی۔ جو کچھ اس کے پاس مال اسباب تھا۔ سب سے علیٰحدہ ہو گئی۔ شیخ نے اُس کا ایک درویش کے ساتھ کر دیا۔ اور کہا کہ ولیمہ کے کھانے کے لئے عصیدہ (ایک قسم کا حلوا) بناؤ اور روغن نہ خریدو۔ وہ فاحشہ جس امیر کی دوست تھی۔ اسکو لوگوں نے خبر کی۔ اُس نے تعجب کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کا ایک درویش سے نکاح کر دیا ہے۔ اور ولیمہ کا کھانا حلوا بنایا ہے۔ مگر گھی ان کے پاس نہیں۔ امیر نے ہنسی سے شراب کے دو شیشہ بھیجے کہ ان کو شیخ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ ہم اس کام سے خوش ہوئے ہیں لیکن سُنا ہے کہ حلوے کے لئے گھی نہیں۔ اس لئے ان کو حلوے کے ساتھ کھائیے۔ امیر کا قاصد آیا تو آپ نے فرمایا۔ تم دیر کر آئے۔ ان شیشوں میں سے ایک کو لیا۔ اور ہاتھ بڑھا کر اس حلوے پر ڈال دیا۔ اور اس دوسرے کو بھی ویسا ہی اُس پر ڈال دیا۔ اس قاصد کو کہا کہ تم بیٹھو اور کھاؤ۔ جب اُس نے کھایا تو وہ ایسا گھی دیکھا۔ کہ اس سے بڑھ کر کبھی عمدہ اس نے نہ کھایا تھا۔ امیر کے پاس گیا۔ اور یہ قصہ بیان کیا۔ تب امیر بھی شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور اُس کے ہاتھ پر توبہ کی +

شیخ ابو الغیث جمیل یمنی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ

آپ بڑے عالی مقامات۔ عمدہ حالات۔ اور کرامات والے تھے شروع حال میں ڈاکو تھے۔ ایک دن قافلہ کے گھاٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دفعتہً سنا کہ کوئی غیب سے کہتا ہے۔ یا صاحب العین علیک عینی یعنے اے شخص جسکی آنکھ قافلہ پر ہے۔ تجھ پر میری آنکھ لگی ہوئی ہے۔ ان میں اس بات نے پورا اثر کیا۔ جو کچھ اُن کے پاس مال اسباب تھا۔ سب سے علیحدہ ہو گئے۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور توبہ ورجوع خدا کی طرف کر لیا۔ شیخ ابن الدقلیح کی صحبت میں پہنچے۔ اُن کا نفس پاکیزہ اور دل روشن ہو گیا۔ اُن سے خوارق عادات ظہور پانے لگے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اس ارادہ سے جنگل کو نکلے کہ لکڑیاں لائیں۔ دراز گوش کو اپنے ساتھ لیا۔ اس درمیان میں کہ ایک جنگل میں لکڑیاں جمع کرتے تھے۔ اُن کے دراز گوش کو شیر نے پھاڑ دیا۔ جب لکڑیاں لائے کہ اُس کو لادیں۔ دیکھا کہ اُن کے دراز گوش کو شیر نے پھاڑ لیا ہے۔ تب شیر کی طرف متوجہ ہوئے کہ میرے دراز گوش کو تم نے پھاڑ لیا۔ اب میں اپنی لکڑیاں کس پر لادونگا۔ مجھے خدا کی قسم ہے کہ ان کو تمہاری پشت پر ہی لادونگا۔ پس لکڑیوں کو جمع کیا۔ اور شیر کی پیٹھ پر لاد لیا۔ اور اس کو چلاتے تھے۔ یہاں تک کہ شہر کے پاس پہنچادیں لکڑیاں اس سے لے لیں۔ اور کہا اب جہاں چاہے چلا جا۔ ایک دن ان کے گھر کے لوگوں نے ان سے قدرے عطر طلب کیا۔ بازار میں گئے کہ خریدیں۔ ایک عطار کے پاس گئے۔ اور اس سے اس بارہ میں بات کی۔ عطار نے کہا میری دُکان میں کوئی عطر نہیں ہے۔ اسی وقت جو عطر اس کی دُکان میں تھا سب نابود ہو گیا۔ عطار ان کے شیخ۔ شیخ ابن الدقلیح کے پاس آیا۔ اور ان سے شکایت کی۔ شیخ نے ان کو بلایا۔ اور اس سبب سے کہ کرامت کا اظہار کیا تھا۔ اُن کو بہت کچھ ڈانٹا۔ اور کہا کہ دو تلواریں ایک میان میں نہیں سما سکتیں۔ تم میری صحبت سے دور ہو۔ ہر چند ابو المغیث نے منت عاجزی کی قبول نہ کیا۔ اور اس کی صحبت سے انکار کیا۔ ابو المغیث چلے گئے۔ اور دوسرے شیخ کی طلب کرتے تھے۔ کہ ان کی صحبت سے فائدہ حاصل کرے۔ جس شیخ کے پاس جاتے وہ یہی کہتا کہ تم کو یہی کافی ہے۔ تم شیخ کے محتاج نہیں ہو۔ یہاں تک کہ شیخ کبیر علی اہدل کی صحبت میں پہنچے۔ شیخ نے ان کو قبول کیا۔ ابو المغیث کہتے ہیں کہ جب میں ان کی صحبت میں پہنچا تو میں گویا قطرہ تھا جو دریا میں جا پڑا۔ یمن کے بادشاہ

نے اُن کے خادم کو مار ڈالا جب اُن کو خبر پہنچی تو خفا ہوئے اور کہا مالی والحراستہ انا انزل عن الشباب وا ترك الزرع یعنے مجھے کیا ہوا کہ میں حفاظت کروں۔ میں پاسبانی سے علیحدہ ہوتا ہوں اور کھیتی کو چھوڑ دیتا ہوں۔ جب یہ کہا اسی وقت بادشاہ مارا گیا۔ ایک دن فقراء نے کہا کہ ہمیں گوشت کھانے کی خواہش ہے۔ کہا فلاں دن بازار کا دن ہے اس روز گوشت کھاؤ گے جب وہ دن آیا یہ خبر ملی۔ کہ ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹا ہے۔ جب ایک گھڑی ہو چکی۔ ایک ڈاکو آیا۔ اور شیخ کے لئے گائے لایا۔ شیخ نے فقرا سے کہا کہ اس گائے کو ذبح کرو۔ اور پکاؤ۔ لیکن اس کا سر جیسا ہے ویسا رہنے دو۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ اور ایک گیہوں کی بوری لایا۔ شیخ کہا اس کو پیسو اور روٹی پکاؤ جو کچھ شیخ نے فرمایا کیا اس کے بعد شیخ نے فقرا سے کہا کھاؤ فقہاء کی ایک جماعت حاضر تھی۔ ان سے بھی کہا گیا کہ دسترخوان پر آؤ وہ نہ آئے شیخ نے فقراء سے کہا۔ تم کھاؤ کیونکہ فقہاء حرام نہیں کھایا کرتے۔ جب فقرا کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو اتفاقاً ایک شخص شیخ کے پاس آیا اور کہا اے شیخ میں نے ایک گائے آپ کے فقرا کی نذر کی تھی۔ لیکن ڈاکوؤں نے راستہ میں لوٹ لیا۔ شیخ نے کہا کہ اگر اپنی گائے کے سر کو دیکھو تو پہچان لوگے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ شیخ نے فرمایا کہ گائے کی سری لاؤ۔ جب لائے تو اس نے کہا کہ یہی میری گائے کی سری ہے۔ اس کے بعد دوسرا شخص آیا اور کہا اے شیخ میں نے ایک بوری گیہوں کی شیخ اور فقراء کی نذر کی تھی لیکن ڈاکوؤں نے لوٹ لی۔ آپ نے فرمایا کہ فقراء کی نذر فقراء کو پہنچ گئی جب فقہاء نے اس کو مشاہدہ کیا۔ تو فقراء کی موافقت کے ترک پر پشیمان ہوئے۔ آپ سنہ ۶۵۱ھ میں فوت ہوئے ÷

شیخ ابوالحسن مغربی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نام علی بن عبداللہ ہے۔ شریف حسنی ہیں۔ اسکندریہ کے رہنے والے ہیں وہاں کے بہت لوگ آپ کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ بڑے اولیاء اللہ اور بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں سیر و سفر میں تھا۔ ایک جنگل میں سویا ہوا تھا۔ اور صبح تک درندے میرے گرد جمع تھے۔ ہرگز اس رات جیسا انس کبھی نہ پایا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ مجھے خدائے تعالیٰ کے مقام انس سے کچھ حاصل ہو گیا ہے۔ ایک نہر پر میں آیا وہاں کم اتنے چکور دیکھے کہ کبھی اتنے نہ دیکھے تھے۔ جب انہوں نے میرے پاؤں کی آواز سنی۔ سب ایک دم

بھاگ گئے۔ یہاں تک کہ ڈر کے مارے مجھے خفقان ہو گیا۔ میں نے سُنا کہ وہ مجھے کہتے ہیں۔ اے وہ شخص جس نے کل درندوں کے ساتھ اُنس حاصل کیا تھا۔ تجھ کو کیا ہو گیا کہ ان چکوروں کے اُڑنے سے ڈر گیا ہے۔ لیکن کل تم ہمارے ساتھ تھے۔ اور آج اپنے نفس کے ساتھ ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اسّی دن تک بھوکا رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ تجھ کو اس کام سے حصہ حاصل ہوا۔ دفعتہً ایک عورت کو دیکھا۔ کہ غار سے باہر آئی جو نہایت خوبصورت تھی۔ گویا اس کا چہرہ ایک آفتاب تھا۔ کہنے لگی۔ منحوس اسّی دن تک بھوکا رہا اور بھیر گیا۔ پھر خدا پر اپنے عمل کا ناز کرتا ہے۔ مجھ کو چھ ماہ گذر گئے ہیں۔ کہ کھانا نہیں چکھا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں ایک دن غار میں تھا۔ میں نے کہا الٰہی میں تیرا ایسا کہ بندہ ہوں۔ پھر میں نے سنا کہ مجھے کہتے ہیں جب اپنے سوا کسی اور کو جس پر انعام کیا گیا ہو نہ دیکھے گا۔ میں نے کہا الٰہی کیونکہ میں نے اپنے سوا کسی اور کو انعام پانے والا نہ سمجھوں۔ حالانکہ تم نے انبیاء علیہم السلام پر انعام کیا ہے۔ بادشاہوں پر انعام کیا ہے۔ میں نے سُنا کہ کہتے ہیں۔ اگر انبیاء نہ ہوتے تو تم راہِ راست نہ پاتے۔ اور اگر علماء نہ ہوتے تو پیروی کس کی کرتے۔ اگر بادشاہ نہ ہوتے تو بے غم نہ ہوتے۔ اور یہ سب میری نعمتیں تم پر ہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ میرا ایک رفیق تھا۔ اس کے بعد میں نے غار میں ایک جگہ بنائی۔ ہم خدا تعالیٰ کے ملنے کی طلب کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ کل مجھ کو فتح ہو گی۔ اتفاقاً ایک مرد آیا جو کہ باہیبت تھا۔ ہم نے کہا کہ تم کون ہو۔ کہا عبد الملک۔ ہم نے جانا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ ہم نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ کہا تمہارا کیا حال ہے۔ اس شخص کا حال کیا ہو گا۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ کل مجھے فتح ہو گی۔ اور اس سے اگلے دن مجھے کشود ہو جائیگی۔ یہ نہ ولایت ہے نہ فلاح۔ اے نفس کیوں خدا کی عبادت خدا ہی کے لئے نہیں کرتا۔ ہم نے جان لیا کہ اس کو ہماری طرف کیوں لائے ہیں۔ ہم نے توبہ استغفار کی اور ہم پر فتح ظاہر ہوئی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا۔ یا علی طھر ثیابک من الدنس تحظ بمدد اللہ فی کل نفس یعنے علی پاک کر اپنے کپڑوں کو میل سے تاکہ خدا کی مدد سے ہر دم تم کامیاب ہو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے کپڑے کونسے ہیں۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تم کو پانچ خلعتیں پہنائی ہیں۔ خلعت محبت۔ خلعت معرفت۔ خلعت توحید خلعت ایمان۔ خلعت اسلام۔ جو شخص خدائے تعالےٰ کو دوست رکھتا ہے۔ اس پر ہر چیز آسان ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص خدا کو پہچانتا ہے۔ اس کی نظر میں تمام چیزیں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ اور

جو شخص کہ خدا کو ایک جانتا ہے۔ تو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا۔ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے وہ ہر چیز سے بے خوف ہو جاتا ہے جو شخص اسلام پر ہو خدا یتعالےٰ کا گنہگار نہیں ہوتا۔ اگر گناہ کرتا بھی ہے تو عذر کرتا ہے۔ اور وہ قبول کر لیتا ہے۔ شیخ ابو الحسن فرماتے ہیں یہیں سے میں نے خدا کے اس قول کا مطلب سمجھ لیا۔ وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ یعنے اپنے کپڑوں کو پاک کر۔ تو شاگرد شیخ ابو العباس مرسی کہتے ہیں۔ کہ مدینہ شریف سے میں نے امیر المومنین حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ راستہ میں ایک اور شخص میرا رفیق بنگیا۔ جب ہم وہاں پر پہنچے تو مزار کا دروازہ بند تھا حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کی برکت سے کھل گیا۔ ہم اندر گئے۔ دیکھا کہ روضہ کے نزدیک ایک مرد دعا مانگتا ہے۔ میں نے اپنے رفیق سے کہا کہ مرد ابدال ہے۔ اور دعا اس وقت مقبول ہے اس نے دعا مانگی کہ خدا تعالےٰ اسکو ایک اشرفی روزی کر دے۔ اور میں نے دعا مانگی۔ کہ خدا تعالےٰ بلائے دنیا اور عذاب آخرت سے نجات دے۔ جب لوٹتے کے وقت مدینہ شریف کے نزدیک ہم پہنچے۔ ایک شخص سامنے آیا۔ اور میرے رفیق کو اس نے ایک دینار دیا۔ اور جب ہم مدینہ میں آئے۔ اور شیخ ابو الحسن کی نظر ہم پر پڑی۔ تو میرے رفیق سے کہا۔ اے خسیس الہمت تم نے ایسی گھڑی پائی تھی۔ کہ جس میں دعا قبول ہوتی تھی۔ مگر تم نے ایک دینار پر خرچ کر دی۔ کیوں تو ابو العباس کی طرح نہ ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ سے دنیا اور آخرت کی عافیت مانگتا۔ خدا تعالےٰ نے اسکی دعا قبول کی۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ شروع حال میں مجھے اس بارہ میں تردد ہوا۔ کہ آیا جنگل میں لوگوں سے منقطع ہو کر رہوں۔ یا آبادی میں آؤں۔ کہ جس میں علماء بزرگوں کی صحبت میسر ہو۔ مجھ کو بتایا گیا۔ کہ پہاڑ پر ایک ولی رہتے ہیں۔ میں نے اُن کی زیارت کا ارادہ کیا۔ رات کے وقت میں وہاں گیا۔ دل میں کہا۔ کہ رات کے وقت ان کی خدمت میں نہ جاؤں۔ اس لئے اس غار کے دروازہ پر سو رہا۔ میں نے سنا کہ وہ اندر سے یہ کہتا ہے کہ خدایا بعض لوگ ایسے ہیں۔ کہ تجھ سے یہ چاہتے ہیں۔ کہ تو اپنی مخلوق کو ان کا مسخر بنا دے۔ تو نے مسخر کر دیا تو وہ تجھ سے اس پر راضی ہو گئے۔ لیکن میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ اپنے مخلوق کو مجھ سے بدگو بنا دے تاکہ مجھ کو تیرے سوا اور کسی کا ٹھکانا نہ ہو۔ میں نے دل میں کہا اے نفس سن لے کہ یہ شیخ کس سمندر کا اقرار کرتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں اُن کے سامنے گیا اور سلام کہا۔ اس کی ہیبت و خوف سے میں بھر گیا۔ میں نے کہا اے میرے سردار کیا حال ہے۔ کہا کہ میں خدا تعالےٰ سے نیکی اور تسلیم، خوشی، رضا کی شکایت کرتا ہوں۔ جس طرح پر

تو تدبیر و اختیار کی گرمی کی شکایت کرتا ہے کہا کہ میں تدبیر و اختیار کی گرمی کو جانتا ہوں اور اس وقت اس میں ہوں۔ اگر فرمائیے کہ نیکی، تسلیم، رضا کیا ہے۔ اور کیوں اس کی شکایت کرتے ہو؟ کہا میں ڈرتا ہوں کہ اس کی سختی مجھ کو خدا تعالےٰ سے مشغول کرے۔ میں نے کہا اے میرے سردار میں نے سنا ہے کہ آپ رات کو کہتے تھے۔ خدایا تیرے بعض ایسے بندے ہیں۔ کہ تم سے یہ چاہتے ہیں۔ کہ اپنی مخلوق کو ان کے مسخر کر دے۔ تو نے ان کے مسخر کر دیا۔ تو وہ راضی ہو گئے شیخ ہنس پڑے اور کہا اے فرزندم جو اللّٰھم سخّرلی کہتے ہو یعنی اے خدا میرے مسخر بنا دے اس کے عوض اگر یوں کہے اللّٰھم کن لی الٰہی تو میرا ہو جا تو کیا تجھے گمان ہے کہ جس کا خدا تعالےٰ ہو جائے وہ کسی کا محتاج ہو گا۔ یہ بد دلی کیا ہے۔ امام یافعی کہتے ہیں۔ کہ میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ جب کوئی ان سے دعا کے لئے کہتا تو آپ کہتے کان اللہ لک یعنی خدا تیرا ہو جائے۔ یہ کلمہ باوجود چھوٹا ہونے کے تمام مقاصد کا جامع ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالےٰ کسی کا ہو جائے تو اس کے سارے مطلب دبدیتا ہے لیکن خدا تعالےٰ اس شخص کا بنتا ہے۔ جو اس کا ہو جائے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من کان اللہ کان اللہ لہٗ یعنے جو شخص کہ خدا تعالےٰ کا ہو جائے خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ شیخ ابو الحسن فرماتے ہیں۔ انا لا نری مع الحق من الخلق احدا او ان کان ولا بد فکالھباء فی الھواء ان فتشتہ لم تجد شیئًا یعنے ہم خدا کے ساتھ کسی مخلوق کو کچھ بھی نہیں دیکھتے اور اگر ضروری ہو تو ایسا دیکھتے ہیں جیسا کہ ایک ذرہ ہوا میں ہوتا ہے۔ اگر اس کی تفتیش کرو تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ لا تکن حظّک من دعائک الفرح بقضاء حاجتک دون فرحک بمناجاتک لمحبوبک فتکون من المحجوبین یعنے تیرا حصہ دعا سے ایسا نہ ہونا چاہئے۔ کہ اپنی حاجت روائی سے خوش ہو۔ اور اپنے محبوب سے مناجات کرنے میں خوش نہ ہو۔ پھر محجوبین میں سے ہو جائے گا۔ یعنے خدا سے دور ہو جائیگا۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کل فقیر لم یکن فیہ اربعۃ اٰداب فجعلہ والتراب سواء الرحمۃ للاصاغر والحرمۃ للاکابر والانصاف من النفس وترک الانتصاف لھا یعنے جس فقیر میں چار آداب نہ ہوں تو اس کو اور مٹی کو برابر سمجھ۔ چھوٹوں پر رحم کرنا۔ بڑوں کی تعظیم۔ نفس سے انصاف چاہنا اور اپنے لئے انصاف کو چھوڑ دینا۔ آپ ۵۶۵ھ میں ایسے وقت میں فوت ہوئے کہ مکہ مبارکہ کی طرف ایسے جنگل میں توجہ کر رہے تھے۔ کہ جس میں کھاری پانی تھا جب آپ کو وہاں دفن کیا تو آپ کی برکت سے وہ پانی میٹھا ہو گیا +

شیخ عفیف الدین تلمسانی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کا نام سلیمان بن علی ہے بعض متعصب فقہاء نے اُن کی طرف زندقہ الحاد کی نسبت کی ہے۔ وجہ اس کی یہ لکھی ہے۔ کہ لوگوں نے ان کو ایک بار کہا انت نصیری بعض منی یعنے نصیر تو میرا ہی جزو ہے اور صوفیہ کی اصطلاحات کے عالم پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ کہ انکے مقامات میں سے ایک مقام جمع ہے۔ کہ اس مقام کا صاحب وجود کے تمام اجزا کو اپنے اجزاء و تفصیل دیکھتا ہے اور سب کو اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ ع

خبر درویش است جملہ نیک و بد

ومن اشعارہ المشعرۃ بذلک ؎

فی طور کل حقیقۃ لی مسلک ولکل مرتبۃ وذوق اسلک

ان دارت افلاک من حولی فبی وعلی دور محیطھا یتحرک

یعنی ان کے اشعار میں سے جو اس طرف کی خبر دیتے ہیں یہ ہیں۔ ہر حقیقت کے طور میں میرا مسلک ہے۔ اور ہر مرتبہ و ذوق میں چلتا ہوں۔ اگر آسمان میرے گرداگرد چکر لگائینگے۔ پس میرے ساتھ اور مجھ پر اس کے محیط کا دور حرکت کرتا ہے اور یہ جو اُنہوں نے النصیر بعض منّی کہا ہے ممکن ہے کہ اسی معنی میں ہو۔ خواہ تحقیق کے طور پر یا تقلید کے طور پر اپنی کتاب منازل السائرین کی جو شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبد اللہ ہروی کی تصنیف ہے عمدہ شرح لکھی ہے جس شخص کو ان صوفیہ کے مشرب کی تھوڑی سی چاشنی بھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ان کی باتیں اکثر قواعد علم و معرفت اور ذوق وجدان کی خصوصیت پر مبنی ہیں۔ ایسا ہی ان کا ایک دیوان ہے۔ کہ جو بڑا لطیف و شیریں ہے۔ جو شخص اس کا مطالعہ کرتا ہے۔ جانتا ہے کہ جھوٹ کے چشمہ سے کبھی ایسا میٹھا پانی صاف جوش نہیں مارا جاتا۔ اور خبیث درخت سے کبھی ایسا عمدہ میوہ پیدا نہیں ہوا کرتا شرح منازل السائرین میں مقام رضا کے درجہ ثالثہ میں لکھتے ہیں۔ وقد ذقت ھذا المقام والحمد للہ تعالیٰ وتحققت صحتہ لی فی ثلث مواطن اولھا انی اشرفت علی القتل بسوت الفریج خذ لھم اللہ تعالےٰ فنظرت فی قلبی فلم اجد عندہ تفاوتا عن الحیوۃ والموت رضی بحکم اللہ تعالیٰ بغلبۃ سلطان المحبۃ والموطن الثانی التی اشرفت علی الغرق فنظرت الی قلبی فما رایت تفاوتا بین الحیوۃ والموت رضی بحکم اللہ تعالےٰ والموطن الثالث

قیل لی احذر من طریق الصوفیۃ لان فیہا مورا تزل القدم فیہا فنظرت الی قلبی و صححت عقد الرضی مع ربی وقلت اعرض بعد الاقبال واخاف مع صحۃ محبتی الله تعالٰی من انزلال ففاضت عینائی من الدموع وسرت فی وجودی ونشرہ المخنوع و الخشوع واخذتنی حالۃ وجد کدت فیہا ان افارق نفسی بعد غیبۃ حسی فلما انفصلت نظمت ارتجالا ؎

انا فی عنان ارادۃ المحبوب اجری لا محالۃ ۔ اما الی محض الھوی طوعا واما للضلالۃ

متی احب احبہ انا عبدہ فی کل حالۃ ۔ ومن اشارہ ۔ شہدت نفسک فینا وھی واحدۃ کثیرۃ ذات اوصاف واسماء ونحن فیک شہدنا بعد کثرتنا عینا بہا اتحد المرائی اوالرائی یعنے میں نے چکھا اس مقام کو اور خدا کی تعریف ہے اس مقام کا حصول مجھ کو تین موقعوں پر ہوا ہے۔ پہلا موقع یہ تھا۔ کہ میں فرنگ کی تلواروں سے خدا ان کو رسوا کرے قتل ہونے کو تھا۔ تب میں نے اپنے دل میں دیکھا۔ تو اس کے نزدیک زندگی و موت میں کچھ فرق نہ دیکھا کیونکہ وہ خدا تعالٰی کے حکم سے بوجہ غلبہ محبت راضی تھا۔ دوسرا موقع یہ تھا۔ کہ میں ڈوبنے لگا تھا تب میں نے اپنے دل کو دیکھا تو پھر بھی زندگی موت میں خدا کے حکم کی رضامندی کی وجہ سے کوئی فرق نہ پایا۔ تیسرا موقع یہ تھا۔ کہ مجھ سے کہا گیا۔ صوفیوں کے طریق سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ اس میں ایسے کام ہیں۔ کہ جس میں قدم پھسلتا ہے۔ تب میں نے اپنے دل کو دیکھا تو اپنے رب کے ساتھ رضا کی گرہ کو درست کر لیا۔ اور میں نے کہا کہ کیا میں خدا کی طرف متوجہ ہو کر کنارہ کرونگا۔ اور باوجود خدا کی سچی محبت کے گمراہی کے خوف سے ڈرونگا۔ تب میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اور میرے وجود میں خشوع خضوع کا نشہ سرایت کر گیا۔ اور وجد کی حالت پیدا ہو گئی۔ قریب تھا کہ بے ہوشی میں میری جان نکل جائے۔ پھر جب مجھے ہوش آیا۔ تو میں نے فوراً یہ نظم کہی یعنی میں محبوب کے ارادہ کی باگ میں ضرور چلتا ہوں یا محض محبت کی طرف خوشی سے اور یا گمراہی کی طرف جب میں اس کو دوست بناتا ہوں۔ تو اس حالت میں کہ میں اس کا ہر حال میں بندہ ہوں۔ اور اس کے اشارات میں سے یہ ہیں۔ یعنے تیرے نفس نے ہم میں مشاہدہ کیا۔ حالانکہ وہ ایک ہے۔ جس کے بہت سے اوصاف اور اسماء ہیں۔ اور ہم تجھ میں دیکھتے ہیں۔ اپنی کثرت کے بعد کہ جس میں دیکھی ہوئی چیز اور دیکھنے والا ایک ہو جاتے ہیں۔ شیخ عفیف الدین سنہ ۶۹۰ھ میں فوت ہوئے

یاسین مغربی حجام اسود رحمۃ اللہ تعالیٰ

حبشی ۱۲

آپ ولی اور صاحب کرامت ہیں۔ لیکن حجامی کی صورت میں اس کو چھپا رکھا تھا۔ امام نودی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرید و معتقد تھے۔ اُن کی زیارت کو گئے تھے۔ ان کی صحبت و خدمت سے تبرک حاصل کرتے تھے اور ان کی نسبت ارادت کے مقام میں تھی جس امر کا وہ اشارہ کرتے اسی پر چلتے تھے۔ ایک دن ان سے کہا کہ جو کتابیں تمہارے پاس مستعار ہیں۔ وہ اُن کے مالکوں کو دیدو۔ اور اپنے گھر کو جاؤ۔ ان کی بات امام نے قبول کی۔ جب اپنے وطن گئے تو دیکھا کہ بیوی بیمار ہے۔ اور فوت ہوگئی۔ شیخ یاسین ماہ ربیع الاول ۶۸۷ھ میں فوت ہوئے۔ اُن کی عمر ۸۰ سال کی تھی۔ امام محی الدین نودی رحمۃ اللہ ۲۴ رجب ۶۷۷ھ میں فوت ہوئے ہیں +

شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ شیخ ابو الحسن شاذلی رہ کے شاگرد ہیں۔ مقامات عالیہ اور کرامات ظاہرہ والے تھے ایک دن ایک شخص آپ کو ضیافت میں لے گیا۔ ان کے امتحان کے لئے ایسا کھانا پکایا جس میں شبہ تھا۔ شیخ کے سامنے وہ کھانا رکھا۔ شیخ نے اس سے کہا کہ اگر حارث محاسبی کی ایک رگ انگلی میں تھی کہ جب شبہ والے کھانے پر ہاتھ ڈالتے تو وہ حرکت کرنے لگتی تھی۔ یاد رہے کہ میرے ہاتھ میں ساٹھ رگیں ایسی ہیں کہ اسی طرح حرکت کرتی ہیں۔ کھانے والے نے توبہ کی اور عذر کیا امام یافعی کہتے ہیں۔ کہ ایک بادشاہ نے ایک شیخ کا امتحان کیا۔ اور کھانے منگوائے کہ جن میں بعض گوشت تو حلال ذبیحہ تھا۔ اور بعض مردہ کا تھا۔ شیخ نے کمر باندھ لی۔ اور کہا اے درویشو! آج میں تمہارا خادم بنتا ہوں۔ کھڑے ہوگئے۔ اور جس کھانے میں کہ گوشت ذبیحہ تھا۔ وہ تو درویشوں کے سامنے رکھدیتے۔ اور جس میں مردہ کا تھا۔ اُس کو دور کرتے اور کہتے کہ یہ بادشاہ کے سپاہیوں کے لئے ہے اور یہ کہتے تھے۔ الطیب للطیب والخبیث للخبیث یعنے پاک پاک کے لئے۔ اور پلید پلید کے لئے۔ سلطان حاضر تھا۔ اس نے اس امتحان سے توبہ کی کہتے ہیں کہ یعقوب نے جو کہ مغرب کے ملک کا امیر المومنین تھا۔ ملک کی غیرت سے اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ اور اس سے پشیمان ہوا۔ اور ایسی توبہ کی کہ جس نے اس میں پورا اثر کیا اس کے باطنی حالات اچھے ظاہر ہونے لگے۔ ارادت والوں کے واقعات دیکھتا

تھا کسی شیخ کا طالب ہو۔ کہ اپنے آپ کو اس کے حوالہ کرے۔ لوگوں نے اس کو شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ کا نشان دیا۔ شیخ کی خدمت میں اس نے التماس کی۔ شیخ نے مان لیا۔ فرمایا کہ حاکم کی اطاعت چاہئے لیکن میں اس تک پہنچ نہیں سکتا۔ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ تلمسان میں جاؤں وہ مغرب کا ایک شہر ہے۔ اس روز شیخ جنگ میں تھے۔ جب تلمسان میں پہنچے۔ تو یعقوب کے قاصدوں سے کہا کہ میرا سلام اپنے صاحب کو کہدو۔ اور یہ کہو کہ تمہاری شفا شیخ ابو الحسن مری کے ہاتھ میں ہے۔ شیخ ابو مدین نے تلمسان میں وفات پائی۔ یعقوب کے پیادے اس کے پاس آئے۔ اور شیخ کی وصیت پہنچائی۔ یعقوب نے شیخ ابو العباس سے درخواست کی۔ وہ بھی خدا کی درگاہ سے یعقوب سے ملنے پر مامور ہوئے۔ ملاقات کے دن یعقوب نے حکم دیا۔ کہ ایک مرغی کا بچہ ذبح کرو۔ اور ایک کا گلا گھونٹ کر علٰحدہ علٰحدہ لاؤ۔ وہ شیخ کے سامنے لائے شیخ نے خادم سے اشارہ کیا۔ کہ اس کو اٹھا دو۔ کیونکہ مُردار ہے۔ اور دوسرے کو کھانے لگے۔ پھر یعقوب نے اپنا ملک بیٹے کو دیدیا۔ اور اپنے آپ کو بالکل شیخ کے سپرد کر دیا۔ شیخ ابو مدین کے دم کی برکت اور شیخ ابو العباس کے حسن ترتیب سے اسکو کشود حاصل ہوئی۔ اور ولایت کے مرتبہ میں ثابت قدم ہو گیا۔ ایک سال لوگ بارش کے لئے محتاج ہوئے شیخ ابو العباس یعقوب کے ساتھ جنگل کو گئے۔ شیخ نے یعقوب سے کہا۔ اے میرے سردار۔ آپ اس کے زیادہ لائق ہیں۔ شیخ نے کہا۔ تمہارے لئے اس کا حکم ہوا ہے۔ پھر یعقوب نے نماز پڑھی۔ اور دعا مانگی۔ فی الفور دعا کی مقبولیت کا اثر ظاہر ہوا۔ اور بارش ہونے لگی +

شیخ سعد حداد (لوہار) اور ان کے مرید شیخ جوہر رحمہما اللہ

شیخ جوہر شروع میں کسی شخص کے غلام تھے۔ پھر آزاد ہو گئے۔ عدن کے بازار میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ اور فقرا کی مجالس میں حاضر ہوتے تھے۔ اور ان سے بڑا اعتقاد و اخلاص رکھتے تھے۔ وہ اُمّی تھے۔ جب شیخ کبیر حداد کی وفات کا وقت آیا۔ جو کہ عدن میں دفن ہیں۔ تو فقراء نے ان سے کہا کہ آپ کے بعد شیخ کون ہو گا۔ فرمایا میرے مرنے کے بعد تیسرے دن اس مقام پر کہ فقرا جمع ہوتے ہیں۔ ایک سبز مرغ آئیگا جس کے سر پر وہ بیٹھ جائیگا۔ وہی شیخ ہو گا۔ جب تیسرا دن ہوا۔ اور فقرا قرآن اور ذکر سے فارغ ہوئے۔ اور شیخ کے وعدے کے منتظر تھے اتنے میں دیکھا۔ کہ ایک سبز مرغ اترا۔ اور فقرا کے پاس بیٹھ گیا۔ بڑے فقرا میں سے ہر ایک

یہ چاہتا تھا۔ کہ وہ مرغ میرے ہی سر پر بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مرغ اڑا۔ اور جوہر کے سر پر جا بیٹھا۔ یہ مطلب اس کے دل میں اور نہ کسی شیخ کے دل میں گذرا تھا۔ سب ان کے پاس آئے۔ کہ اُن کو شیخ کی جگہ پر لائیں۔ اور بجائے شیخ کے اُن کو بٹھائیں۔ وہ رو پڑے اور کہا کہ مجھ کو اس کام کی کیا صلاحیت ہے۔ میں تو ایک بازاری آدمی اور اَن پڑھ ہوں۔ فقراء کا طریق۔ اُن کے آداب مجھے معلوم نہیں۔ مجھ پر لوگوں کے حق ہیں۔ میرے ان کے معاملات ہیں۔ سب فقرا کہنے لگے۔ یہ ایک آسمانی حکم ہے۔ اور آپ کو اس سے گریز نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالےٰ آپ کی تائید کریگا۔ جو مناسب ہوگا اس کی تعلیم دیگا۔ کہا کہ اچھا مجھے اتنی مہلت دو۔ کہ بازار میں جاؤں۔ اور مسلمانوں کے حقوق گردن سے اُتار لوں۔ تب وہ بازار میں گئے۔ اور ہر ایک کا حق ادا کر دیا۔ اُس وقت شیخ کے حجرہ میں بیٹھ گئے۔ اور فقراء کی صحبت کو لازم کر لیا فصار کاسمہ جوھرا ولہ من الفضائل والکمالات ما یطول ذکرہ فسبحان الکریم المنان ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم یعنے تب وہ اپنے نام کی طرح جوہر بن گئے۔ اُن کے فضائل و کمالات اتنے ہیں۔ کہ جن کا ذکر طویل ہے۔ پس کریم منان ہی پاک ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ اللہ بڑے فضل والا ہے ؎

احمد بن الجعد و شیخ سعید ابو عیسیٰ کنیت رحمہما اللہ تعالیٰ

امام یافعی رح کہتے ہیں۔ کہ بلاد یمن میں دو شیخ تھے۔ ایک شیخ کبیر عارف باللہ۔ شیخ احمد بن الجعد اور دوسرا شیخ کبیر عارف شیخ سعید ہر ایک کے اصحاب اور شاگرد تھے۔ ایک دن شیخ احمد نے اپنے اصحاب سے بعض گذشتہ بزرگوں کی زیارت کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور شیخ سعید تک پہنچے۔ شیخ سعید نے بھی موافقت کی۔ جب کچھ اور چلے تو شیخ سعید اُن کی موافقت سے پشیمان ہو کر واپس چلے گئے۔ شیخ احمد اپنے ارادہ سے چلے گئے۔ اور زیارت کی۔ چند دن کے بعد شیخ سعید اصحاب کو لے کر باہر نکلے۔ اور اسی زیارت کا ارادہ کیا۔ شیخ احمد ان کو راستہ میں ملے۔ اور باہم ملاقات ہوئی۔ شیخ احمد نے شیخ سعید سے کہا۔ کہ فقراء کا تم پر حق ثابت ہو چکا ہے کیونکہ اس روز موافقت سے واپس آ گئے تھے۔ شیخ سعید نے کہا مجھ پر کوئی حق واجب نہیں ہوا شیخ احمد نے کہا کہ اُٹھو اور انصاف دے۔ شیخ سعید نے کہا جو ہم کو اُٹھائے ہم اُس کو بٹھائینگے۔ شیخ احمد نے کہا جو ہم کو بٹھائے۔ ہم اس کو مبتلا کرتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کو جو کچھ کہ ایک

نے دوسرے سے کہا تھا پہنچ گیا۔ شیخ احمد کو تو گنٹھیا ہو گیا۔ اور ایک جگہ پڑے رہے۔ یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔ اور شیخ سعید اس امر میں مبتلا ہوئے۔ کہ اپنے بدن کو اکھیڑتے تھے۔ اور کاٹتے تھے یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔ امام یافعی رحمۃ کہتے ہیں۔ کہ فقراء کا حال تیز تلوار سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ حالات میں ایک دوسرے کے برابر ہوں۔ تو ان کے حالات ایک دوسرے میں اثر کر جاتے ہیں۔ اور اگر برابر نہ ہوں۔ تو قوی کا حال ضعیف میں اثر کر جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلا حال اثر کر جاتا ہے۔ اور پچھلا نہیں کرتا۔ یہی ظاہر امر ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ÷

شیخ نجم الدین عبداللہ بن محمد اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ابوالعباس مرسی کے شاگرد ہیں۔ برسوں مکہ کے مجاور رہے ہیں۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔ اور کرامات بے شمار۔ ایک عالم نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے باپ کو بیمار چھوڑ کر حج کو گیا۔ جب مکہ میں پہنچا اور حج کیا۔ میرا دل باپ کی وجہ سے پریشان تھا۔ شیخ نجم الدین سے میں نے کہا۔ کیا مضائقہ ہو۔ اگر آپ بعض مکاشفات میں اپنا دل لگا کر میرے باپ کے حالات سے مطلع ہو جائیں۔ اور مجھے بتائیں۔ انہوں نے اسی وقت دیکھا۔ اور کہا کہ ابھی وہ صحت پا گئے ہیں اور چارپائی پر بیٹھے ہوئے مسواک کرتے ہیں۔ اپنی کتابیں اپنے پاس جمع کی ہوئی ہیں ان کا حلیہ و حالت یہ ہے۔ سچے نشانات بتائے حالانکہ انہوں نے کبھی ان کو نہ دیکھا تھا ایک دن ایک ولی اللہ کے جنازہ کے ساتھ باہر نکلے۔ جب کلمہ تلقین کرنے والا جو کہ ایک فقیہ تھا۔ قبر پر بیٹھا کہ ان کو تلقین کرے۔ شیخ نجم الدین ہنس پڑے۔ ایک شاگرد نے ہنسنے کا سبب پوچھا تو اس کو جھڑکا پھر اس کے بعد بتایا۔ کہ جب تلقین شروع کی۔ تو صاحب قبر نے کہا تعجب نہیں کرتے ایسے مردہ سے کہ زندہ کو تلقین کرتا ہے۔ اس سے کہا گیا کہ کبھی تم نے بیوی کی ہے۔ کہا میں نے ہرگز بیوی نہیں کی۔ بلکہ میں نے ایسا کھانا نہیں کھایا جس کو کسی عورت نے پکایا ہو۔ شیخ نے عجم کے ملک میں ان سے کہا تھا۔ کہ تم بہت جلد مصر کے ملک میں قطب سے ملاقات کرو گے۔ اس لئے آپ قطب کی طلب میں باہر نکلے راستہ میں لٹیروں کے ایک قافلہ نے آپ کو پکڑ لیا۔ اور کہنے لگے یہ جاسوس ہے۔ ان کو حراست میں رکھا اور مقید کر دیا۔ آپ کہتے ہیں۔ میں نے اتفاقاً دیکھا کہ ایک پیر مجھ پر ایسا اترتا ہے۔

جس طرح باز شکار پر۔ اس نے مجھے کھول دیا۔ اور کہا اے عبداللہ اُٹھ کہ تیرا مطلب میں ہوں۔ تب میں گیا۔ یہاں تک کہ مصر میں پہنچ گیا۔ لیکن اپنے مطلوب کو نہ پہچانا اور نہ جانا کہ وہ کہاں ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن لوگوں نے کہا۔ کہ شیخ ابی العباس مرسی آئے ہیں۔ درویشوں کی ایک جماعت نے کہا۔ کہ چلو ان سے ملیں۔ اور سلام کر آئیں۔ جب میری آنکھ ان پر پڑی۔ تو میں نے پہچان لیا۔ کہ یہ وہی پیر ہے جس نے مجھے کھولا تھا۔ اور اُنہوں نے بھی نشانی کہی جس کو حاضرین نے نہ جانا۔ میں نے اُن کی خدمت وصحبت کو ضروری سمجھا۔ یہاں تک کہ دنیا سے انتقال ہوا جب شیخ فوت ہوئے تو مکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ راستہ میں اپنے شیخ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے۔ آپ نے قبر سے ان سے باتیں کیں۔ اور کہا کہ مکہ میں جا کر بیٹھو۔ جب حرم شریف میں پہنچے تو سُنا کہ کوئی غیب سے کہتا ہے قدمت الی خیر بلد وشر اھل یعنے تم اپنے شہر میں آئے ہو جو سب سے بہتر ہے۔ اور جس کے رہنے والے سب برے ہیں۔ آپ مکہ میں مجاور رہے۔ یہاں تک کہ ۷۲۱ھ میں انتقال کر گئے۔ ان کو فضیل بن عیاض رح کی قبر کے قریب دفن کیا گیا۔ مجاورات کے دنوں میں ان کو بظاہر مکہ کے باہر عرفات سے زیادہ دور پر کسی نے نہ دیکھا تھا۔ لیکن باطن میں اس کا جاننا علماء باطن کا کام ہے ایک ولی فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے میں واپس آیا اور مکہ کی طرف متوجہ ہوا۔ مجھے خیال ہوا۔ کہ شیخ نجم الدین کبھی مدینہ شریف میں نہیں گئے۔ اور زیارت نہیں کی۔ دل میں میں ان پر اعتراض کرتا تھا۔ اتفاقاً میں نے سر جو اونچا کیا۔ تو دیکھا کہ شیخ نجم الدین ہوا میں مدینہ کو اُڑے جا رہے ہیں۔ مجھ کو آواز دی کہ یا محمد اور مجھ سے باتیں کیں۔ ایک دن ان کے اصحاب نے ان سے کہا کہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو نہیں گئے۔ اور نہ جاتے ہو۔ کہا کہ منکر دو حال سے خالی نہیں۔ کہ یا شرع ہے یا محقق۔ اگر با شرع ہے تو اس سے کہو کہ کیا غلام کو بغیر اجازت اپنے مالک کے سفر جانے کی اجازت ہے۔ اور اگر محقق ہے تو اس سے کہو کہ جو شخص ہمیشہ تمہارے ساتھ رہتا ہے کبھی اس کی طلب میں تم سفر کرتے ہو۔ خراسان کے ایک بڑے ولی کے خط کا یہ لکھا ہوا پایا گیا ہے۔ کہ ایک میں ۷۰۳ھ میں حرم شریف مکہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ زادہا اللہ شرفاً۔ اس وقت حرم کے شیخ شیخ نجم الدین اصفہانی تھے۔ میں ان کی خدمت میں پہنچا کرتا تھا۔ ایک دن مجھ سے پوچھا کہ کیا تم کو یہ حدیث پہنچی ہے۔ بدا لاء امتی الاربعون

اثنا عشر فی العراق وثمانیۃ وعشرون فی الشام یعنے میری امت کے ۴۰ ابدال ہیں۔ بارہ تو عراق میں ہیں اور اٹھارہ شام میں۔ میں نے کہا ہاں مجھ کو پہنچی ہے لیکن مجھے یہ امر مشکل معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شام و عراق میں کیونکر رہتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جہان کو دو حصہ مقرر کیا ہے۔ نصف شرقی نصف غربی۔ عراق سے نصف شرقی مراد ہے اور شام سے نصف غربی۔ پس عراق وغیرہ جیسے خراسان، ہندوستان، ترکستان اور باقی بلدہ شرقیہ یہ سب عراق میں داخل ہیں۔ اور شام اور اس کے ماسوا جیسے بلاد مصر و مغرب سب شام میں داخل ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ خواجہ قطب الدین یحییٰ جامی نیشاپور کے حال کی بابت سوال کروں۔ بلا اس کے کہ میں سوال کروں۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ خواجہ قطب الدین یحییٰ ان بارہ اشخاص میں سے ہے۔ کہ جو عراق میں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب ✤

خواجہ قطب الدین یحییٰ جامی نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کی کنیت ابو الفضل ہے۔ جام کے رہنے والے ہیں۔ نیشاپور کی پیدائش ہے علوم ظاہری احوال ظاہری سے موصوف معروف تھے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ اور شیخ صفی الدین اردبیلی۔ شیخ صدر الدین اردبیلی۔ شیخ شرف الدین درگزینی کی صحبت میں رہے ہیں۔ سات دفعہ حج کیا ہے۔ ایک دن جنگل میں اپنے گلہ کے پیچھے تھے۔ وہاں پر ان کو بیت اللہ کی زیارت کا پختہ ارادہ ہو گیا۔ وہیں سے روانہ ہو گئے۔ اور یہ رقعہ اپنے اصحاب کو لکھا۔ کہ کل مجھے ایک جماعت کے ساتھ جنگل اور گلہ کے لئے باہر سیر جانے کا اتفاق ہوا۔ رباعی

یا دوست ببوستان شدم رہگذری | بر گل نظرے فگندم از بے خبری
دلدار بطعنہ گفت شرمت بادا | رخسار من اینجا و تو بر گل نگری

اتفاقاً خدا کی غیرت لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ کی گھات سے باہر نکلی۔ یعنی مت پکار و سوا خدا کے اور خدائی جذبوں کے کمند کو مبتلا کے دل کی گردن میں ڈال دیا۔ مصرعہ۔

گر نیاید بخوشی موئے کشانش آرید

وطن کی طرف نہ گیا۔ گلہ چھوڑ کر جنگل ہی سے اس آیت کے اشارہ سے وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا یعنے پکار دے لوگوں میں کہ حج کے لئے تیرے پاس آئیں۔

بیدل بیت اللہ کی طرف روانہ ہوگیا ؎

چوں نرود از پئے صاحب کمند　　آہوئے بیچارہ بگردن اسیر

والسلام علی من اتبع الھدیٰ ۔ یعنے سلام ان لوگوں پر جو ہدایت کی اتباع کرتے ہیں آپ جمعرات کے دن ۱۲ جمادی الآخر ۷۶۴ھ میں فوت ہوئے۔ اور آپ کی قبر فیروزہ باد کے دروازہ کے باہر ہرات میں ہے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ +

ابو محمد عبد اللہ مرجانی مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے بزرگ صوفی مشائخ میں سے ہیں۔ علوم الٰہی اور ربانی معارف کے دروازے آپ پر کھلے ہوئے تھے۔ آپ نے لوگوں نے کہا۔ فلاں شخص یوں کہتا ہے۔ کہ ایک دفعہ شیخ باتیں کرتے تھے۔ آسمان سے اُن کے منہ تک میں نے ایک نور کا ستون دیکھا جب شیخ خاموش ہوئے۔ تو وہ ستون بھی منقطع ہوگیا۔ شیخ ہنس پڑے۔ اور کہا اس کو معلوم نہیں۔ بلکہ جب ستون منقطع ہوا تو میں چپ ہو گیا تھا۔ یعنی وہ نور کا ستون آسمانی امداد الٰہی کی صورت میں تھا۔ جب مدد منقطع ہوگئی تو زبان چپ ہوگئی۔ آپ تونس میں ۶۰۹ھ میں فوت ہوئے +

ابو عبد اللہ المعروف بہ ابن المطرف اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ مکہ کے مجاور تھے۔ اور رات دن ان کا وظیفہ یہ تھا۔ کہ پچاس دفعہ ساتوں طواف کرتے۔ ۵۹۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ مکہ کے بادشاہ نے اپنے نہایت اعتقاد و خلوص سے اُن کے صندوق کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا تھا۔ امام یافعی کہتے ہیں۔ کہ شیخ ابو محمد بکری مغربی کا ایک مرید کہتا ہے کہ جب شیخ عبد اللہ فوت ہوئے تو شیخ نجم الدین اصفہانی نے فرمایا۔ مات الفقر من الحجاز یعنے عرب سے فقر مرگیا (جاتا رہا) مجھ سے کہا کہ شیخ ابو محمد کا ارادہ ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے۔ شیخ ابو عبد اللہ مطرف کے وداع کے لئے آئے۔ شیخ ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ میں نے یوں سُنا ہے کہ فلاں منزل پر پانی نہیں ہے تم کو سختی نوبت ہوگی لیکن آخر بارش برسیگی۔ اور پانی ملجائیگا۔ ہم چار شخص تھے۔ جب اس منزل میں پہنچے تو واقعی جیسے شیخ نے فرمایا تھا۔ وہاں پر پانی نہ تھا۔ ہم راستہ پر آئے تو ہوا گرم ہوگئی۔ اور پیاس نے غلبہ کیا۔ ہمارے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔ ایک شخص نے چاہا کہ وہ پانی پیئے شیخ ابو محمد نے کہا کہ مت پی۔ اگر پئے گا تو

مرجائیگا۔ صرف اپنا گلا اس سے تر کرلے۔ اس کے بعد جب ہم نے بہت سختی اٹھائی، پیاس اور سخت گرمی تھی، کہیں سایہ دار درخت نہ تھا۔ ہم تھوڑی دیر بیٹھے رہے۔ اتنے میں شیخ ابو محمد نے پوچھا کہ شیخ ابو عبداللہ مطرف نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا یہ کہا تھا۔ کہ تم کو سختی بہت پہنچیگی، کہا کہ اس سے بڑھ کر ہم کو اور کیا سختی پہنچے گی۔ پھر پوچھا کہ اور کیا کہا تھا۔ میں نے کہا۔ یہ کہا تھا۔ کہ آخر میں بارش ہوگی۔ اور تم سیراب ہو جاؤ گے۔ شیخ نے کہا تمہیں خوشخبری ہو۔ کہ بارش ہوگی۔ دفعتًہ ہم نے دیکھا۔ کہ ایک طرف سے ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوا ہے۔ اور بڑھتا ہوا ہمارے سر تک پہنچا۔ اور اتنا برسا کہ ہمارے گرداگرد سیل رواں ہو گیا۔ تب ہم نے پانی پیا۔ وضو و غسل کیا۔ اور پانی اپنے ساتھ اٹھا لیا۔ اور چلدئے جب اور چند قدم چلے تو بارش کا کچھ اثر نہ پایا۔

شیخ سلیمان ترکمانی مُولہ رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ دمشق میں رہتے تھے۔ ایک پُرانی میلی عبا پہنے رہتے اور اپنی جگہ سے بہت کم اُٹھتے تھے۔ باتیں بہت کرتے تھے بعض علماء ظاہر باوجود اپنی بزرگی کے ان کے سامنے نیاز مندی کیا کرتے تھے۔ اور بیٹھا کرتے تھے کہتے ہیں کہ وہ رمضان میں کچھ کھایا کرتے اور نماز نہ پڑھتے تھے لیکن اُن کو غائبانہ کشف و اطلاع ہوتی تھی۔ اس کی بابت خبریں دیا کرتے۔ امام یافعیؒ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ بات اپنے حال کے چھپانے اور دھوکہ دینے سے ہو۔ ایسے وقت وہ نماز پڑھتے ہوں کہ کسی کو اس پر اطلاع نہ ہو۔ اور جو کچھ مُنہ میں رکھا اور چبایا ہو۔ اس کے گلے میں نہ اُترا ہو۔ اور ایسی باتیں اس گروہ کی بہت دیکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ قضیب البیان موصلی شیخ ریحان وغیرہ سے منقول ہے۔ شیخ سلیمان ۷۷۱ھ میں فوت ہوئے +

شیخ علی کردی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ دانا دیوانوں میں گذرے ہیں۔ ان سے طرح طرح کی کرامات۔ خرق عادات ظاہر ہوئی ہیں۔ دمشق کے سب لوگ انکے مرید معتقد تھے۔ ان پر آپ حکم کیا کرتے تھے۔ جس طرح مالک غلام پر کرتا ہے۔ وہ سب آپ کے حکم کو مانا کرتے تھے۔ ایک دن دمشق کے بڑے آدمی سے کہا کہ درویشوں کے لئے دعوت و سماع کا فکر کرو۔ اس شخص نے دعوت کی اور قوالوں کو بلایا۔ اور مشہور درویشوں کو بلایا۔ جب یہ لوگ سب جمع ہو گئے۔ تو شیخ علی کردی اس گھر میں

تشریف لائے۔ وہاں پر شکر کے قالب دیکھے۔ صاحب خانہ سے کہا کہ ان سب کو حوض میں ڈال دے۔ سب کو حوض میں ڈال دیا۔ اور درویش شربت پیتے تھے اور سماع سُنتے تھے آخر دن تک بعدازاں کچھ کھایا اور واپس آگئے۔ شیخ علی کردی نے صاحب خانہ سے کہا کہ ان قالبوں کو حوض سے باہر نکال لو۔ سب کو باہر نکال لیا وہ ویسے ہی ثابت تھے جیسے کہ پہلے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی گلا نہ تھا۔ اس کے بعد صاحب خانہ سے کہا تم باہر جاؤ۔ اور دروازہ کو مجھ پر بند کر کے قفل لگا دو۔ میرے پاس تین دن کے بعد آنا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ دوسرے دن وہ شیخ علی کو راستہ میں ملا اور سلام کہا۔ اس کے بعد گھر میں آیا۔ گھر ویسا ہی بند تھا۔ قفل کھولا اندر آیا۔ تو دیکھا کہ گھر کے فرش کا پتھر اُکھڑا ہوا ہے۔ سامنے آیا اور کہا اے میرے سردار گھر کے فرش کو کیوں اکھیڑ دیا۔ کہا کہ کیا یہ جائز ہے۔ کہ تو اچھا آدمی ہو کر حرام کے فرش پر درویشوں اور دوستوں کی دعوت کرے۔ اُس نے کہا اے میرے سردار یہ میرے باپ کی میراث ہے شیخ غصہ ہوئے۔ اور اس کو چھوڑ کر چلدیئے۔ وہ شخص شیخ کے مکاشفات جانتا تھا۔ سوچا۔ اس کے دل میں آیا کہ ایک دفعہ پتھروں کو اُکھاڑا تھا۔ اور اصلاح کی تھی جس اُستاد نے یہ کام کیا اُس کو بلایا۔ اور بڑے اصرار سے اس سے پوچھا۔ آخر اُس نے اقرار کیا۔ کہ میں نے تمہارے پتھر بیچ ڈالے تھے۔ اور مسجد کے پتھر اس کی جگہ استعمال کئے تھے۔ جس وقت کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالے روحہ ایلچی بنکر دمشق میں آئے تھے۔ اپنے مریدین سے کہنے لگے۔ کہ ہم شیخ علی کی زیارت کو جاتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تو ایک ایسا مرد ہے۔ جو کہ نماز نہیں پڑھتا۔ اور اکثر اوقات ننگا رہتا ہے۔ شیخ نے کہا میں ضرور اس کو دیکھوں گا۔ شیخ سوار ہوئے۔ جب ان کے مکان کے قریب پہنچے تو نیچے اُتر آئے۔ جب شیخ علی نے دیکھا۔ کہ وہ قریب آگئے ہیں۔ اس وقت اپنے ستر کو ڈھانک لیا۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ ہم کو تمہاری یہ حالت روک نہیں سکتی۔ آج ہم تمہارے مہمان ہیں۔ پھر نزدیک ہوئے سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ اتفاقاً مزدور آگئے۔ جن کے پاس بہت سا کھانا تھا۔ شیخ علی نے کہا کہ شیخ کے سامنے یہ کھانا رکھدو۔ کیونکہ یہ ہمارے مہمان ہیں۔ شیخ نے کھانا کھایا۔ اور علی کردی کو بزرگ مانا۔ شیخ علی کردی شروع میں مسجد جامع میں رہتے تھے۔ اتفاقاً ایک اور مجذوب جس کو یاقوت کہا کرتے تھے۔ شہر دمشق میں آگیا جس وقت وہ آیا شیخ علی دمشق سے باہر چلے گئے اور جنگل میں رہنے لگے۔ اُس کے بعد شہر میں نہ آئے۔ یہاں تک کہ

فوت ہو گئے۔ اور یا قوت شہر کے (باطنی) حاکم بن گئے۔

شیخ مفرح رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ مصر کے اہل صعید میں سے ہیں۔ بڑے جلیل القدر اور بڑی شان والے ہیں۔ یہ ایک حبشی غلام تھے۔ ان کو ایسا قوی جذبہ ہوا۔ کہ چھ ماہ تک کھانا نہ کھایا نہ پانی پیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ پاگل ہو گئے۔ ہر چند مارا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ان کو قید کر دیا۔ اور قید خانہ میں ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ جب لوگ آئے تو دیکھا کہ قید خانہ کے باہر ہیں۔ جب ایسی چند کرامات ان سے دیکھیں۔ تو چند مرغ بھنے ہوئے ان کے پاس لائے۔ اُن کو آپ نے کہا کہ اُڑ جاؤ سب زندہ ہو کر خدا کے حکم سے اُڑنے لگے۔ آپ کے مریدوں میں سے ایک نے ان کو عرفہ کے دن عرفات میں دیکھا۔ اور دوسرے نے اسی روز اُن کے اپنے گھر میں دیکھا۔ اور تمام دن اُن کے پاس رہا۔ جب دونوں شخص باہم ملے۔ تو اُن میں جھگڑا ہو گیا۔ ایک کہتا تھا۔ کہ وہ عرفہ کے دن عرفات میں تھے۔ اور اس کی سچائی پر طلاق کی قسم کھائی۔ دوسرے نے کہا کہ وہ تمام دن اپنے گھر میں رہے ہیں۔ اُس نے بھی طلاق کی قسم کھائی۔ تب جھگڑتے ہوئے۔ شیخ مفرح کی خدمت میں آئے۔ اور جو کچھ اُن میں جھگڑا ہوا تھا۔ بیان کیا۔ شیخ نے کہا تم دونوں سچے ہو۔ اور کسی کی عورت پر طلاق نہیں پڑی۔ ایک بڑے بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے شیخ مفرح سے پوچھا۔ کہ ہر ایک کا سچا ہونا دوسرے کی قسم ٹوٹنے کا موجب ہے تو پھر کیونکر کسی کی بھی قسم نہیں ٹوٹی۔ اور جس مجلس میں کہ میں نے یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ علماء کی ایک جماعت حاضر تھی۔ شیخ نے سب کو اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں جواب دو۔ ہر ایک نے کچھ کچھ کہا۔ مگر کسی کا جواب شافی کافی نہ تھا۔ اس درمیان میں مجھ پر اس کا جواب ظاہر ہو گیا۔ شیخ نے مجھے اشارہ کیا۔ کہ تم ہی جواب دو۔ میں نے کہا کہ جب ولی کی ولایت ثابت ہو جائے۔ اور وہ ایسے مطلب تک ہو جائے۔ کہ اس کی روحانیت مجسمہ صورت بن سکے تو ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ہی وقت میں مختلف مکانوں میں کئی صورتوں میں دکھائی دے۔ جس طرح پر چاہے۔ پس جس شخص نے آپ کو عرفات میں ایک صورت میں دیکھا ہے۔ وہ سچا ہے۔ اور جس نے دوسری صورت میں ان کے گھر میں دیکھا ہے وہ بھی سچا ہے اور قسم کھانے سے کوئی بھی حانث نہیں ہوتا۔ شیخ مفرح نے فرمایا کہ صحیح جواب

یہی ہے۔ جو تم نے بتلایا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ و نفعنا بہ ٭

شیخ ابو العباس الدمنہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

دمنہور مصر میں ایک موضع ہے۔ ایک سوداگر کہتا ہے۔ کہ میں سفر میں تھا۔ میرے پاس ایک چار پایہ تھا جس پر میرا سب اسباب تھا جب میں مصر میں آیا۔ اور لوگوں سے ملا۔ تو وہ چار پایہ گم ہو گیا۔ ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ ایک میرے دوست نے کہا کہ شیخ ابو العباس دمنہوری کے پاس جاؤ شاید کہ دعا کریں۔ اور میں بھی اس سے پہلے ان کو پہچانتا تھا۔ تب میں ان کے پاس گیا۔ اور سلام کہا اپنا حال بیان کیا۔ اُنہوں نے میری بات کا کچھ خیال نہ کیا۔ لیکن کہا کہ ہمارے مہمان آگئے ہیں۔ اس قدر آٹے کی ضرورت ہے۔ اور اتنا گوشت اور دیگر ضروریات کا ذکر کیا۔ تب میں آپ کے سامنے سے نکلکر باہر آیا۔ اور میں نے دل میں کہا کہ واللہ پھر کبھی ان کے پاس نہ جاؤنگا۔ یہ درویش سوائے اپنے مطالب کے اور کچھ نہیں جانتے پس اس نیت پر چلدیا۔ اتفاقاً ایک شخص مجھ کو ملا۔ کہ جس کے پاس میرا کچھ نکلتا تھا میں نے اُس کو پکڑ لیا۔ اور کہا۔ کہ میں تجھ کو نہ چھوڑونگا یہاں تک کہ جو کچھ تمہارے ذمہ میں نکلتا ہے وہ دیدے۔ اُس نے مجھے ساٹھ درم دئے۔ میں نے کہا کہ ان درموں سے بیوپار کرتا ہوں یا تو جو کچھ گیا ہے وہ آگیا یا یہ بھی اللہ تعالےٰ کی راہ میں چلا جائے۔ جو کچھ شیخ نے کہا تھا وہ میں نے خرید لیا۔ اور چند درم بڑھ گئے۔ تو ان سے کچھ حلوا خرید کیا۔ اور سب سامان ایک مزدور کے سر پر اٹھا کر شیخ کی خدمت کا فیصلہ کیا۔ جب شیخ کے حجرہ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میرا جانور شیخ کے حجرہ کے دروازہ پر کھڑا ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ یہ جانور میرا نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا ہمشکل ہے۔ جب میں اور قریب پہنچا تو پہچان لیا۔ کہ یہ میرا ہی جانور ہے۔ اور میرا سامان ویسا ہی اس کی پیٹھ پر لدا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کو کسی کے سپرد کروں یا اپنے ساتھ شیخ کے حجرہ تک لے جاؤں۔ کہ کہیں پھر گم نہ ہو جائے۔ پھر میں نے کہا کہ جس نے اسکو سلامتی کے ساتھ مجھ تک پہنچا دیا۔ وہ میرے لئے اس کو نگاہ رکھیگا۔ میں شیخ کی خدمت میں آیا اور جو کچھ لایا تھا۔ وہ حاضر کر دیا۔ جب حلوا تک نوبت پہنچی تو شیخ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے کہا کچھ درم زائد بچے تھے۔ ان کا حلوا لے آیا۔ کہا کہ یہ شرط میں داخل نہ تھا۔ میں بھی کچھ زائد کرتا ہوں۔ اٹھ اور اپنا مال بازار میں لے جا اور

بیچ جلدی نہ کرنا۔ اور جو کچھ بیچے۔ فی الحال اس کی قیمت لے لے۔ اس سے نہ ڈرنا۔ کہ اور سوداگر آ کر تمہارے نرخ کو توڑ دینگے۔ دریا میرے داہنیں ہاتھ میں ہے۔ اور جنگل میرے بائیں ہاتھ ہیں۔ تب میں بازار میں گیا۔ اور تمام مال تا ئد قیمت مقررہ سے بیچ ڈالا۔ اور تمام مول لے لیا۔ جب میں فارغ ہوا۔ تو سوداگر سمندروں اور جنگلوں سے ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ تم کہو کہ پہلے قید خانہ میں تھے۔ اور اب ان کو آزاد کر دیا گیا ہے ؁

شیخ ریحان رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ عدن میں رہتے تھے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص عدن کے نزدیک سمندر کے کنارہ پر تھا۔ عدن میں نہ آسکا۔ کیونکہ رات پڑ گئی تھی۔ اور دروازے بند تھے۔ اس لئے رات سمندر کے کنارہ پر رہا۔ اور کھانے کی کوئی چیز اس کے پاس نہ تھی۔ اتفاقاً دیکھا کہ شیخ ریحان کنارہ پر ہیں۔ اُن کی خدمت میں آیا۔ اور کہا اے میرے سردار دروازے بند ہیں۔ اور میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ مجھ کو حریرہ دیں۔ شیخ نے کہا۔ کہ اس شخص کو دیکھو۔ کہ مجھ سے شام کے وقت کھانا وہ بھی حریرہ مانگتا ہے۔ گویا میں حریرہ پکا تا رہتا ہوں۔ میں نے کہا اے میرے سردار مجھے تو یہی چاہیئے لے کر چھوڑونگا۔ دفعتہ میں نے دیکھا کہ ایک حریرہ کا پیالہ گرما گرم موجود ہو گیا۔ لیکن اس میں گھی نہ تھا۔ میں نے کہا حضرت گھی چاہیئے۔ پھر شیخ نے کہا کہ اسکو دیکھو۔ حریرہ بے گھی کا نہیں کھا سکتا۔ کیا میں روغن فروش ہوں۔ میں نے کہا حضرت گھی بغیر تو بندہ کھانے کا نہیں فرمایا اس کوزہ کو سمندر کے کنارہ لے جا۔ اور پانی لا۔ کہ میں وضو کروں۔ میں پانی لایا۔ لوٹا مجھ سے لے لیا۔ اور اس میں سے حریرہ پر پانی ڈال دیا۔ تب میں نے وہ کھایا کہ ایسا روغن کبھی نہ کھایا تھا۔ ایک اور شخص کہتا ہے۔ کہ میں رمضان شریف کے مہینہ میں مغرب عشا کے درمیان بازار کو گیا۔ تا کہ گھر والوں کے لئے کچھ خرید دوں۔ اتفاقاً شیخ ریحان نے مجھے دیکھ لیا۔ اور اپنے پاس کھینچ لیا۔ مجھ کو ہوا پر دور تک لے گئے۔ میں رو پڑا۔ اور کہا میں چاہتا ہوں۔ کہ مجھ کو آپ زمین پر اُتار دیں۔ مجھ کو زمین پر اُتار دیا۔ کہا کہ میں چاہتا تھا۔ کہ تم سیر کرو۔ مگر تمہاری مرضی نہیں ہے۔ امام یافعی کہتے ہیں۔ کہ بیشک اُنہوں نے اس سیر سے آسمان کے عجائب ملکوت کی سیر کا ارادہ کیا تھا۔ ایک

صالح شخص کہتے ہیں۔ ایک دن شیخ ریحان سے میں نے کہا کہ میری طرف توجہ رکھئے کہا جب تک کہ یہ سر درست ہے مت ڈرو۔ اور اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے سمجھ لیا۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں۔ اور یہ ان کا مطلب مجھے جب معلوم ہوا۔ کہ وہ فوت ہوئے۔ اس لئے کہ وہ پہاڑ کے نیچے جا رہے تھے گر پڑے۔ اور ان کا سر ٹوٹ گیا۔ اسی وجہ سے فوت ہوئے رضی اللہ عنہ ٭

شیخ علاؤالدین الخوارزمی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ بزرگ تھے۔ امام یافعیؒ کہتے ہیں۔ کہ آپ ۱۲ دن تک ایک وضو سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ پندرہ سال تک زمین پر نہیں لیٹے۔ کئی کئی دن تک کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔ اور جب کھاتے بھی تو تھوڑا سا موٹا کھانا کھاتے۔ میرے پاس مٹی میں تھوڑا گوشت تھا۔ لیکن میں بھی ان کی موافقت کے لئے بڑی سختی بغیر نہ کھاتا تھا۔ کہتے تھے۔ کہ کئی سال ہو گئے ہیں ان منکرات کی وجہ سے جو دیکھتے ہیں بے اختیار حج کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ امام یافعیؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ علاؤالدین نے فرمایا ہے کہ میں روم کے بعض کناروں میں گوشہ نشین تھا۔ جب عید الفطر کا دن ہوا۔ تو مسلمانوں کے ایک گاؤں میں گیا کہ نماز عید پڑھوں۔ جب وہاں سے واپس آیا تو دیکھا کہ میری جھونپڑی میں ایک شخص نماز پڑھتا ہے۔ جھونپڑی کے دروازہ پر ریت تھی۔ مگر اُس کے پاؤں کا اثر کوئی نہ تھا۔ میں نے تعجب کیا کہ یہ شخص کہاں سے آگیا۔ اس کے بعد وہ سخت رویا۔ میں اس فکر میں ہوا کہ ان کے لئے کیا لاؤں۔ کیونکہ عید کا دن ہے۔ میری طرف توجہ کی اور کہا اے شخص فکر نہ کر کہ غیب میں وہ کچھ نعمتیں ہیں۔ جن کو تم نہیں جانتے۔ لیکن اگر تمہارے پاس پانی ہے۔ تو لاؤ۔ میں اُٹھا کر لوٹا لایا تو دیکھا کہ لوٹے کے سامنے دو بڑی روٹیاں گرم اور بہت سے مغز بادام پڑے ہیں۔ میں نے اُن کو اُٹھا لیا۔ اور اس کے سامنے لے گیا۔ روٹی توڑی اور مغز بادام میرے سامنے ڈال دئے۔ اور کہا کہ کھاؤ کھڑے ہوئے اور مغز بادام مجھے دیتے تھے۔ اور میں کھاتا تھا۔ انہوں نے صرف ایک یا دو مغز کھائے۔ میں نے اُس کھانے کے موجود ہونے کو تعجب سمجھا کہا اس پر تعجب نہ کر۔ کیونکہ خدا کے ایسے بندے ہیں۔ کہ وہ جہاں ہوں۔ اور جو کچھ چاہیں وہی پا لیتے ہیں۔ میرا تعجب اور بڑھ گیا میں نے دل میں کہا۔ کہ میں اُن سے بھائی بننے کی خواہش کروں کہنے لگا جلدی مت کرو۔ کیونکہ

میں پھر تم سے ملونگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ پھر اسی وقت وہ مجھ سے غائب ہو گئے اور نہ جانا کہ کدھر گیا شوال کی ساتویں رات کو پھر آیا۔ اور مجھ سے بھائی بننے کا عہد پختہ کیا رضی اللہ عنہ +

امام عبد اللہ الیافعی الیمنی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ ابو سعادات عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد یافعی یمنی حرمین شریفین کے رہنے والے ہیں رحمہا اللہ و رضی اللہ عنہ۔ آپ اپنے وقت کے بڑے مشائخ ہیں اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم ہیں۔ آپ کی تصنیفات ہیں منجملہ ان کے تاریخ مرأۃ الجنان عبرۃ الیقظان فی معرفت حوادث الزمان اور کتاب روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین کتاب در النظیم فی فضائل القرآن العظیم اس کے ماسوا اور بھی تصانیف ہیں۔ اشعار بھی عمدہ کہتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ شیخ علاؤ الدین خوارزمی نے فرمایا ہے کہ ایک رات شام کے ایک شہر میں اپنی خلوت میں عشا کی نماز کے بعد میں بیٹھا جاگتا تھا۔ اندر سے خلوت کا دروازہ بند کیا ہوا تھا۔ دفعتہ میں نے دو مرد اپنی خلوت میں دیکھے مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ اندر کیسے آ گئے۔ ایک گھڑی تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ فقرا کی باتیں کرتے رہے۔ شام کے ایک مرد خدا کا ذکر کیا۔ اور اس کی تعریف کی اور کہنے لگے۔ وہ نیک مرد ہے۔ اگر وہ جان لیتا کہ کہاں سے کھاتا ہے۔ اس کے بعد کہنے لگے۔ ہمارا اسلام اپنے دوست عبد اللہ یافعی کو پہنچا دینا۔ میں نے کہا کہ اس کو کہاں سے پہچانتے ہو۔ وہ تو حجاز میں ہے کہنے لگے۔ ہم کو معلوم ہے اُٹھے۔ اور محراب کی طرف بڑھے۔ میں نے سمجھا کہ نماز پڑھینگے۔ مگر وہ دیوار سے باہر نکل گئے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ شیخ مذکور نے کہا ہے میں شام کے بعض کناروں میں ماہ رجب ۷۴۲ھ میں ظہر کے بعد دوپہر میری خلوت میں آ گئے۔ مجھ کو معلوم نہ ہوا۔ کہ کہاں سے آئے ہیں۔ اور کس شہر کے ہیں۔ جب مجھ کو سلام کہا اور مصافحہ کیا۔ تو مجھ کو ان سے محبت ہو گئی۔ میں نے کہا۔ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ کہنے لگے سبحان اللہ تم جیسا اس کی بابت سوال کرے۔ اس کے بعد جو میرے پاس جو کا خشک ٹکڑا تھا۔ میں نے ان کے سامنے رکھ دیا۔ کہنے لگے۔ ہم اس کے لئے تو نہیں آئے۔ میں نے کہا پھر کس لئے آئے ہو کہنے لگے ہم آئے ہیں۔ اور تم کو وصیت کرتے ہیں کہ ہمارا اسلام عبد اللہ یافعی کو پہنچا دینا۔ اور کہدو کہ تم کو خوشخبری ہو۔ میں نے کہا تم اس کو کیونکر پہچانتے ہو۔ کہنے لگے۔ کہ ہم ان سے

ملے ہیں۔ اور وہ ہم کو ملتے ہیں۔ میں نے کہا اس خوشخبری دیتے ہیں کہ تم کو حکم ہوا ہے کہنے لگے ہاں۔ اور ایسا ذکر کیا کہ ہم بھائیوں کے پاس سے آتے ہیں۔ جو مشرق میں ہے پھر اسی وقت غائب ہوگئے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مجھے شروع میں تردد تھا۔ کہ علم کی طلب میں مشغول ہو جاؤں کہ جو فضیلت و کمالات کا موجب ہے یا عبادت میں مشغول رہوں۔ کہ جس سے شیرینی اور آفت قیل وقال سے سلامتی پیدا ہوتی ہے۔ اس کشاکش و اضطراب میں مجھ کو نہ آرام تھا نہ نیند آتی تھی۔ میرے پاس ایک کتاب تھی۔ جس کے مطالعہ میں رات دن لگا رہتا تھا۔ اس بے قراری میں میں نے اس کو کھولا۔ اس میں ایک ورق دیکھا۔ کہ پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس میں چند شعر لکھے ہوئے تھے۔ کہ جو کسی سے میں نے نہ سنے تھے۔ وہ یہ شعر تھے ۔

کن عن همومك معرضا	وکل الامور الی القضاء
فلربما اتسع المضیق	ولربما ضاق القضاء
ولرب امر متعب	لك فی عواقبه رضاء
الله یفعل ما یشاء	فلا تکن متعرضا

یعنے اپنے غموں کو چھوڑ دے۔ اور اپنے سب کام قضا کے سپرد کر دے۔ کیونکہ البتہ بسا اوقات تنگی فراخ ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات قضا تنگ ہو جاتی ہے۔ البتہ بہت سے سوچ میں ڈالنے والے کام ہیں۔ جن کے انجام میں تیرے لئے رضا مندی ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے پس تو ہرگز اعتراض نہ کر۔ جب میں نے ان شعروں کو پڑھا۔ تو گویا پانی تھا۔ جو میری آگ پر ڈال دیا گیا۔ میری حرارت و اضطراب کے سخت قلق کو دبا دیا گیا۔ انہوں نے اپنی کتاب مرآۃ الجنان کی بنا سال پر رکھی ہے۔ جو فن تاریخ میں ہے۔ ۷۵۰ھ تک حوادث کا بیان کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کے بعد اور کتنے سال تک زندہ رہے ہیں۔ رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ ۔

شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول رحمۃ اللہ تعالیٰ

ان کا نام یحییٰ بن حبش ہے۔ مشائیوں اور اشراقیوں کی حکمت میں بڑے متبحر تھے اور دونوں دانشوں میں لائق تصنیفات اور عمدہ تالیفات رکھتے ہیں۔ بعضوں نے ان کو سیمیا کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک جماعت کے ساتھ دمشق سے باہر

نکلے۔ اور بکریوں کے گلہ میں پہنچے۔ اس جماعت نے کہا، ہم کو ایک بکری چاہیئے۔ ایک بکری کو پکڑ لیا۔ اور دس درم ترکمان کو دئے جو بکریوں کا مالک تھا۔ وہ اس میں عذر کرتا تھا اور کہتا تھا۔ کہ اس سے چھوٹی بکری لے لو۔ شیخ نے ساتھیوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ اور بکری لے جاؤ۔ کہ میں اسکو خوش کر دونگا۔ وہ چل دئے۔ آپ اس سے باتیں کرتے رہے۔ اور اس کے دل کو خوش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ دور نکل گئے۔ پھر آپ ان کے پیچھے جاتے تھے۔ ترکمان بھی اُن کے پیچھے جاتا تھا۔ اور چلاتا تھا۔ جب وہاں تک پہنچ گیا۔ تو اس کا بایاں ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ کہ کہاں جاتا ہے اس کا ہاتھ شانہ سے جدا ہو گیا۔ اور ترکمان کے ہاتھ میں رہا۔ خون بہنے لگا۔ ترکمان ڈرا۔ اس کو پھینک کر خود بھاگ گیا۔ اس کو لے کر یاروں تک پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں فقط رومال تھا۔ امام یافعی کہتے ہیں۔ بُرے کام ہیں۔ جوان کے ہیں۔ اور وہ بُرے لوگ ہیں جو یہ کام کرتے ہیں۔ وہ بُرے کام ہیں کہ جن کا یہ انجام ہو۔ اور اُن کے یہ اشعار ہیں ؎

خرام علی الاعباد المتخلصۃ ان یلحق فی ملکوت السموٰت
وحل اللہ سبحانہ وانت متخطیا ملان واذکرہ وانت من ملابل لاکوان عریان

اللہ سبحانہٗ کی توحید بیان کر۔ اس حالت میں کہ تو اس کی تعظیم سے لبریز ہے اس کو یاد کر اس حالت میں کہ موجودات کے لباس سے برہنہ ہے اور ان کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں ؎

خلعت ھیاکلھا بجرعاء الحمی وصبت لمغناھا القدیم تشوقا
وتلفتت نحوالدیار فشاقھا ربع عفت اطلالہ فتمزقا
وقفت مسائلہ فرد جوابھا رجع الصدی ان لا مبیل الی اللقا
وکانھا برق تالق بالحمی ثم انطوی وکانہ ما ابرقا

یعنے باہر نکل آیا نفس طبیعت اور شکل کے احکام سے ایسی منزل میں کہ ربع کی نہایت منزل ہے اور شوق سے اپنی منزل قدیم کا میلان کیا۔ کہ مجردوں کا مقام ہے اور دیکھا ان منزلوں کو جن کو قطع کیا تھا۔ پھر آزردہ ہوئا ان منزلوں کا کہ جس کے آثار پُرانے ہو چکے تھے۔ ٹھیرا اس مقام میں۔ اور منزل کے حال سے سوال کیا۔ مگر جواب میں صرف سوال کی آواز کو سُنا جو اس کے سوال کا جواب ہوئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس منزل کی ملاقات کا کوئی طریق نہیں ہے۔ گویا کہ وہ بجلی چمکنے والی تھی۔ چراگاہ میں پھر لپٹی جاتی تھی۔ گویا کہ چمکی ہی نہ تھی۔ امام یافعی کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ان کو اعتقاد

کے ابگاڑ اور حکما متقدمین کے طریق کے اعتقاد سے متہم کیا گیا تھا جب وہ حلب میں گئے تو وہاں کے علمانے ان کے قتل کا فتویٰ دیا بعض کہتے ہیں کہ ان کو قید کر دیا گیا۔ اور گلا گھونٹ کر مار دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ قتل اور سولی دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ ان کو قتل کے اقسام میں اختیار دیا گیا۔ چونکہ وہ نفس کی ریاضت کے عادی تھے یہ اختیار کیا کہ ان کو بھوک سے مار ڈالیں چنانچہ ان کا کھانا بند کر دیا یہاں تک کہ فوت ہوئے۔ ان کی عمر ۳۶ سال کی تھی یا ۳۸ سال کی۔ اور یہ واقعہ ۵۸۷ھ میں ہوا۔ حلب کے لوگ ان کے بارہ میں مختلف تھے۔ بعض تو ان کو زندیق کہتے تھے۔ اور بعض ان کو ولی صاحب کرامت جانتے تھے۔ اور کہتے تھے قتل کے بعد بہت سی ان کی کرامات ظاہر ہوئیں۔ اور یہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے باوجودیکہ شیخ شمس الدین تبریزی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ شہر دمشق میں شیخ شہاب الدین مقتول کو علانیہ کافر کہا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ پناہ بخدا اگر وہ کافر ہوں کیونکہ جب وہ شیخ شمس کی خدمت میں پورے صدق سے آئے تو پیدا کامل بن گئے ہیں نیاز مندان صادق کا بہت ہی نیاز مند ہوں۔ لیکن اس کے منکروں سے بہت ہی متنفر ہوں۔ شیخ شہاب الدین کا علم عقل پر غالب تھا عقل کو چاہیئے کہ علم پر غالب ہو۔ حاکم دماغ کا محل عقل ہے ضعیف ہو گیا تھا۔ عالم ارواح میں ایک گروہ ذوق حاصل کر کے نیچے اترے ہیں۔ اور مقیم ہوتے ہیں۔ عالم ربانی سے باتیں کرتے ہیں لیکن وہی عالم ارواح ہے کہ ربانی پہچانتے ہیں۔ مگر خدا کا فضل ہو یا کوئی جذبہ ہو یا کوئی مرد ہو کہ اس کو بغل میں لے اور عالم ارواح سے عالم ربانی تک لے جائے۔

شیخ اوحد الدین حامد کرمانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید ہیں۔ اور وہ شیخ قطب الدین ابہری کے وہ شیخ ابو النجیب سہروردی کے قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ شیخ محی الدین بن العربی کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ موصوف نے کتاب فتوحات اور دیگر اپنی تصانیف میں ان کی حکایتیں کی ہے فتوحات کے آٹھویں باب میں لکھتے ہیں۔ کہ شیخ اوحد الدین کرمانی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں جوانی میں اپنے شیخ کی خدمت کرتا تھا ہم سفر میں تھے۔ شیخ عماری میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو پیٹ کی بیماری تھی۔ جب ہم ایسی جگہ پہنچے۔ جہاں مارستان (شفاخانہ) کی جگہ کی تھی۔ میں نے درخواست کی۔ کہ آپ اجازت دیں تو دوا لاؤں جو نافع

ہو۔ جب شیخ نے میرا اضطراب دیکھا تو اجازت دیدی۔ میں گیا دیکھا کہ ایک شخص خیمہ میں بیٹھا ہوا ہے اس کے ملازم پیادہ کھڑے ہیں۔ اس کے سامنے شمع جل رہی ہے۔ میں اس کو نہ پہچانتا تھا۔ اور نہ وہ مجھے پہچانتا تھا۔ جب اس نے مجھے نوکروں میں دیکھا۔ تو اٹھ کر میرے پاس آیا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور کہا۔ تمہارا مطلب کیا ہے۔ میں نے شیخ کا حال اس سے بیان کیا۔ اسی وقت دوا حاضر کی اور مجھ کو دیدی۔ میرے ساتھ باہر نکلے۔ خادم شمع ہمراہ لایا۔ میں ڈرا کہ شیخ اس کو دیکھتے نہ ہوں۔ وہ باہر تک آئے۔ میں نے ان کو قسم دی۔ کہ آپ واپس چلے جائیں وہ واپس گئے۔ میں شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور دوا لایا جو کچھ انہوں نے تعظیم تکریم کی تھی۔ اس کا ذکر کیا شیخ ہنس پڑے۔ اور کہا اے فرزند۔ جب میں نے تمہاری بے قراری دیکھی۔ تو مجھ کو تجھ پر شفقت آئی۔ اس لئے میں نے تم کو اجازت دے دی۔ جب تم وہاں پہنچے۔ تو مجھے خوف معلوم ہوا۔ کہ وہ شخص جو وہاں کا امیر ہے تمہاری طرف توجہ نہ کرے۔ پھر تم شرمندہ نہ ہو۔ تب میں اپنی شکل سے علیحدہ ہو کر اس کی شکل میں آگیا۔ اور اس کی جگہ بیٹھ گیا۔ جب تم آئے تو میں نے تمہاری عزت کی۔ اور جو کچھ تم نے دیکھا وہ کیا۔ رسالہ اقبالیہ میں مذکور ہے۔ کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ نے کہا ہے۔ جس روز قافلہ مثنیٰ میں تھا۔ شیخ شہاب الدین قدس اللہ روحہ کا ایک مرید وہاں پر تھا ہم اس کی زیارت کو گئے۔ جب بیٹھے تو ہر ایک قسم کی باتیں ہونے لگیں ہم نے اس سے پوچھا کہ سنا جاتا ہے۔ شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ شیخ اوحدین کرمانی کو بدعتی کہتے تھے۔ اور اپنے پاس آنے نہیں دیا کیا یہ بات سچ ہے۔ اس بوڑھے نے کہا ہاں سچ ہے میں اس مجمع میں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا کسی نے شیخ اوحدین کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ میرے سامنے اس کا نام مت لو۔ کیونکہ وہ بدعتی ہے لیکن دوسرے دن بھی میں شیخ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ شیخ سے لوگوں نے کہا۔ کہ شیخ اوحدالدین نے آپ کی بات سنکر یہ کہا کہ اگرچہ مجھ کو بدعتی کہا ہے۔ لیکن مجھ کو یہی فخر کافی ہے۔ کہ میرا نام شیخ کی زبان پر گذرا ہے۔ اور اس مطلب میں عربی شعر بھی کہا ہے وہ شعر یہ ہے ؎

ماساءنی ذکرک لی بمساءۃ   بل سرنی انی خطرت ببالک

یعنے جو تم نے مجھ کو برائی سے یاد کیا ہے۔ تو یہ مجھے ناگوار نہیں گذرتا۔ بلکہ میں خوش ہوا۔ اس سے کہ تمہارے دل میں میرا گذر ہوا۔ شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ نے ان کے خلق کی تعریف فرمائی۔ شیخ شہاب الدین نے جو ان کو بدعتی کہا ہے۔ تو ممکن ہے ان کی یہ مراد ہو کہ وہ حقیقت کے شہود

ہیں مظاہر صوری کے توسل کرتے تھے۔ اور جمال مطلق کو مقیدات کی صورت میں مشاہدہ کیا کرتے تھے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ کہ شیخ شمس الدین تبریزی قدس سرہٗ نے ان سے پوچھا کہ تم کس کام میں لگے ہو۔ تو کہا چاند کو پانی کے طشت میں دیکھتا ہوں۔ پس شیخ شمس الدین نے کہا کہ تمہاری پیٹھ پہ پھوڑا نہیں۔ تو کیوں آسمان پر نہیں دیکھتے۔ اور مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ سے لوگوں نے کہا کہ وہ شاہد پرست ہیں لیکن پاکباز ہیں۔ مولانا نے فرمایا۔ کہ کاش کرتا۔ اور گذر جاتا۔ اور اُن کی یہ رُباعی بھی اسی مطلب پر دلالت ہے۔ رُباعی

زاں مے نگرم بچشم سر در صورت　　زیرا کہ ز معنی است اثر در صورت
ایں عالم صورتست و ما در صوریم　　معنی نتواں دید مگر در صورت

ایک تاریخ میں مذکور ہے کہ جب آپ سماع میں گرم ہوا کرتے۔ تو لڑکوں کو جوانوں کے پیراہن پھاڑ ڈالتے اور اپنا سینہ ان کے سینہ پر رکھتے۔ جب بغداد میں پہنچے تو خلیفہ وقت کا ایک لڑکا بڑا حسین تھا یہ بات سُنی اور کہا کہ یہ بدعتی اور کافر ہے۔ اگر میری مجلس میں اس قسم کی حرکت کرے تو اس کو مار ڈالوں۔ جب سماع گرم ہوا۔ تو شیخ نے کرامت سے یہ بات معلوم کر لی اور کہا۔ رُباعی۔

سہل است مرا بر سر خنجر بودن　　در پائے مراد دوست بے سر بودن
تو آمدہ کافرے را بکشی　　غازی چو توئی رواست کافر بودن

خلیفہ کے بیٹے نے اپنا سر شیخ کے پاؤں پر رکھ دیا اور مرید ہو گیا۔ ایک بڑے عارف قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ اہل توحید و تحقیق کے نزدیک یہ بات ہے کہ کامل مکمل وہ شخص ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کا مطلق جمال مظاہر موجودات حسی میں آنکھ سے مشاہدہ کرے۔ جس طرح کہ مظاہر روحانی میں دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ یشاھدون بالبصیرۃ الجمال المطلق المعنوی بما یعاینون بالبصر الحسن المقید الصوری یعنے یہ لوگ بصیرت سے جمال مطلق معنوی کو جس طرح پر کہ آنکھ سے حسن مقید صوری کو دیکھ لیتے ہیں۔ حق سبحانہ کا جمال یا کمال دو اعتبار رکھتا ہے ایک تو اطلاق کا کہ وہ جمال والے کی حقیقت ہے من حیث ہے ہی یعنی جس حیثیت سے ہے کہ وہ ہے عارف اس جمال مطلق کو فنا فی اللہ سبحانہ میں مشاہدہ کر سکتا ہے دوسرا مقید ہے اور وہ تنزل کے حکم سے حاصل ہوتا ہے۔ مظاہر حسیہ یا روحانیہ میں پس اگر حسن دیکھتا ہے تو ایسا دیکھتا ہے اور اس جمال کو مراتب کونیہ میں اُتر کر خدا کا جمال جانتا ہے۔ اور غیر عارف

کی جب ایسی نظر نہیں ہوتی۔ تو اس کو چاہیئے کہ معشوق کو نہ دیکھے تاکہ حیرت کے گڑھے میں نہ پڑتا ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ بعض اہل طریق سے وہ لوگ ہیں کہ مظاہر اور خوبصورت چیزوں میں مقید ہیں۔ اور جب سالک عدم ترقی کے درپے ہوتا ہے تو حجاب میں رہتا ہے چنانچہ بعض بزرگوں قدس اللہ اسرارہم نے اس سے بھی پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے۔ نعوذ باللہ من التنکر بعد التعرف ومن الحجاب بعد التجلی یعنے ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اجنبی ہونے سے بعد پہچان کے اور حجاب سے بعد تجلی کے۔ اور اس حرکت حسی کا تعلق اس سالک کی نسبت حسی کی ظاہر صورت سے کہ جس کی صفت سے موصوف ہے نہیں بڑھتا۔ اگرچہ شہود اور کشف مقید اس کو حاصل ہو۔ اور اگر اس تعلق کو حسی میلان صورت سے منقطع ہو جائے۔ تو دوسری صورت کے ساتھ جو حسن سے آراستہ ہو تعلق ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ کشاکش میں رہتا ہے۔ صورت سے تعلق و میلان کا ہونا حرمان فتنہ رسوائی کے دروازہ کے کھلنے کا باعث ہوتا ہے۔ خدا ہم کو اور تمام صالحین کو اسکی برائی سے بچائے۔ حسن ظن بلکہ سچا اعتقاد بڑے بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ جیسے احمد غزالی، شیخ اوحد الدین کرمانی، شیخ فخر الدین عراقی قدس اللہ اسرارہم کو جو مظاہر صوری حسی کے جمال میں مشغول رہے ہیں یہ ہے کہ یہ لوگ وہاں جمال مطلق حق سبحانہ کا مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ اور حسی صورتوں میں مقید نہ تھے۔ اور اگر بعض اکابر کو ان کی نسبت انکار ہوا ہے تو اس سے تو ان کا یہ مقصود ہوگا۔ کہ محجوب لوگ اسکو اپنا دستور نہ بنالیں۔ اور اپنے حال کا قیاس ان پر نہ کریں۔ ہمیشہ طبیعت کی رسوائی اور سب سے نیچے درجہ میں نہ پڑے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم باسرارہم۔ شیخ اوحد الدین کی لطیف نظمیں ہیں۔ مثنوی وغیرہ مصباح الارواح کے آخر میں لکھتے ہیں۔ نظم :-

تا جنبش دست ہست مادام — سایہ متحرک است ناکام
چوں سایہ ز دست یافت مایہ — پس نیست خود اندر اصل سایہ
چیزے کہ وجود او بخود نیست — ہستیش نہادن از خرد نیست
ہست است ولیک ہست مطلق — نزدیک حکیم نیست جز حق
ہستی کہ بحق قوام دارد — او نیست ولیک نام دارد
بر نقش خود است فتنہ نقاشش — کس نیست درین میان تو خوش باش
خود گفت حقیقت و خود در شنید — واں روئے کہ خود نمود خود دید

بس یاد یقین کہ نیست واللہ — موجود حقیقی سوئے اللہ

ان کے رباعیات میں سے یہ بھی ہیں۔ رُباعیات۔

اوحد در دل میزنی آخر دل کو — عمر لیست کہ راہ میروی منزل کو
درویشٔ دو بے وفا میسگروی — پنجاہ دو چلہ داشتی حاصل کو
جز غیستی تو نیست ہستی بخدا — اے ہوشیاران خوشت مستی بخدا
گر زانکہ بحق پرستی ناگاہ — خفاکہ رسی زیت پرستی بخدا
اسرارِ حقیقت نشود حل بسوال — نے نیز بدر باختنِ حشمت و مال
تاخون نکنی دیدۂ دل پنجہ سال — ہرگز ندہند راہت از قال بحال
ذاتم زورلئے حرف بیروں ز حد است — ز چشمۂ لطف آبحیاتم مدد است
علت ز احد باوحد آمد حرفے — علت بگذار کاینک اوحد احد است

امیر سید قاسم تبریزی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ

آپ شروع میں شیخ صدر الدین اردبیلی رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد شیخ صدر الدین علی یمنی سے کہ وہ شیخ اوحد الدین کرمانی قدس اللہ روحہما کے مریدوں میں تھے پہنچے اُن کی ارادت کی نسبت کو میں نے ان کے بعض معتقدین کے خط سے دیکھا ہے سو وہاں پر شیخ صدر الدین علی یمنی مذکور ہے شیخ صدر الدین اردبیلی نہیں۔ ایسا سننے میں آیا ہے۔ کہ سید قدس اللہ سرہٗ شیخ صدر الدین یمنی کو بہت پسند کرتے تھے۔ اور عقیدت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ اہل زمانہ قبول و انکار میں دو گروہ ہیں۔ اور ان سے دو اثر باقی رہ گئے ہیں۔ ایک تو دیوان اشعار جو کہ حقائق و اسرار پر مشتمل ہے کہ جس سے کشف عرفان ذوق وجدان کے آثار ظاہر ہیں دوسری وہ جماعت ہے کہ اپنے آپ کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اور ان کے مرید سمجھتے ہیں۔ اس فقیر نے ان میں سے بعض کو دیکھا ہے بعض کا حال سُنا ہے۔ ان میں سے اکثر تو دین و اسلام کی رسی سے خارج تھے۔ اباحت اور شرع و سُنت کی سُستی کے دائرہ میں داخل تھے ہو سکتا ہے کہ اُس کا منشا یہ ہو کہ توحید کا مشرب سید قدس سرہٗ پہ غالب ہو۔ اور تمام امور میں مبدا پر نظر رکھتے ہوں۔ اعراض و اغراض کے بساط کو بالکل طے کر چکے ہوں۔ اور ذاتی کرم کے باعث جو فتوحات و نذریں آتی تھیں وہ سب لنگر پہ صرف ہوتی ہوں بس وہ اسکے بندوں

کو وہ باتیں وہاں حاصل ہوتی ہوں۔ کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ ایک جماعت طبیعت کی مالک جمع ہوئی ہو۔ ان کے معارف کی بھی باتیں سنی ہوں لیکن نفس و ہوا کی وجہ سے اس میں تصرف کر دیا ہو اور ان کو اپنی خواہش نفسانی کے اشتغال اور مخالفت ہوا کے اغراض کا مقدمہ بنا لیا ہو باعث اور شریعت و سنت کی سستی کے جنگل میں جا پڑے ہوں۔ لیکن وہ خود ان سب سے پاک ہوں۔ میں نے اُن کے ایک درویش کو دیکھا تھا۔ بوڑھا تھا۔ لیکن عبادات وظائف بجا لایا کرتا تھا۔ ہمیشہ ذکر کرتا تھا۔ میں نے اس سے سیدؒ کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ میں ان کی خدمت میں دو دفعہ گیا ہوں۔ ایک دفعہ ہرات میں اور ایک دفعہ بلخ میں۔ ہر دفعہ چند دن ان کی خدمت میں رہا تھا۔ کہا کہ اپنے ملک کو چلا جا اور ان کے درمیان مت رہو کیونکہ تم کو ان کی صحبت نشان دے گی۔ بعض عزیز فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے سمرقند میں سعیدؒ سے ملاقات کی۔ معارف کے بیان کے درمیان حضرت صدیق اکبرؓ سے بہت کچھ بیان کرتے تھے۔ اور جتنی دفعہ صدیق اکبرؓ کہتے تھے رقت ہوتی تھی۔ اور بڑے بڑے آنسوؤں کے سفید قطرے اُن کی آنکھ سے گرا کرتے تھے۔ ان کے مرید کہا کرتے۔ کہ آپ وہ ابوبکری مقام میں ہیں۔ ایک اور عزیز جو ان کی خدمت میں پہنچے کہتے تھے کہ میں نے ان کے ذاتی کرم کے برابر کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک شخص خرجرد جام کے رہنے والے نے کہ قبول و انکار میں غالباً تعصب سے خالی تھا۔ اُن سے بعض کرامات کہ اس گروہ کی ہوتی ہیں بیان کرتا تھا۔ ایک عزیز جس کی باتوں پر سب کو اعتبار ہے بعض معتبر مسافروں سے نقل کرتا تھا۔ کہ جام کی مزار مقدس ہے مشہد مقدس طوس علے ساکنہ السلام کی زیارت کا قصد کرتے ہوئے قافلہ روانہ ہوا۔ راستہ میں رات کے وقت خرجرد کی طرف روشنائی معلوم ہوئی۔ کہ زمین سے اونچی ہو کر آسمان تک پہنچتی ہے۔ لوگ تعجب میں رہے کہ یہ کیسی روشنی ہے۔ رات ہی کو خرجرد میں پہنچے۔ دیکھا تو وہ روشنی سید رہ کے لنگر کی طرف سے ہے قدس سرہ جب لنگر میں آئے اور ان کی زیارت کا قصد کیا۔ ایسا مشاہدہ ہوا کہ وہ ایک نور ہے۔ اس گھر سے جہاں پر آپ کا مزار منور ہے چمکتا ہے بعض درویشوں سے ایسا سنا گیا اور میں نے دریافت بھی کیا ہے۔ کہ ان کی مزار کی طرف توجہ کرنا پوری جمعیت کا باعث ہے واللہ تعالٰی اعلم مخدومی خواجہ ناصر الدین عبید اللہ ان کے ارشاد کے سایہ کو خدا تعالٰی بڑھائے فرماتے ہیں۔ کہ سید قاسم نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ کو ابیورد کے اطراف میں دیکھا تھا۔ اور ان کی صحبت میں رہے تھے۔ ان کے طریقہ کے معتقد تھے اس

سے سمجھا جاتا تھا۔ کہ اپنے آپ کو اس طریق پر رکھتے ہیں۔ دوم یہ فرمایا۔ کہ سید قدس سرہ کہتے تھے کہ جہاں میں پہنچتا تھا۔ مجذوبوں کے حال کی بابت پوچھتا تھا۔ اور اپنے آپ کو ان کی صحبت میں پہنچاتا تھا۔ جب میں روم میں پہنچا تو لوگوں نے کہا۔ یہاں ایک مجذوب ہے۔ لوگ ان کو مولانا جامی کہتے ہیں۔ جب میں ان کے سامنے گیا۔ تو میں نے ان کو پہچان لیا۔ کیونکہ میں شروع تحصیل علم میں ان کو تبریز میں دیکھتا تھا۔ میں نے رومی زبان میں کہا کہ تم کو کیا ہو گیا۔ کہنے لگا ہر صبح کہ میں اٹھتا تھا۔ ایک مرد تھا۔ تفرقہ میں پڑا ہوا۔ مجھے ایک شخص اس کی طرف کھینچتا تھا۔ اور دوسرا اس طرف۔ ایک صبح جو اٹھا تو مجھے ایک ایسی چیز نے پکڑ لیا کہ سب سے چھوٹ گیا فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات چند دفعہ سید سے سُنی تھی۔ جتنی دفعہ سُنتا تھا۔ وہ بدل جاتا تھا۔ اور اس کے آنسو کے قطرے ٹپکا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات اس وقت میں کہ اس عزیز نے فرمائی تھی۔ ان میں اس نے بہت اثر کیا تھا۔ اپنے بعض رسائل میں لکھتے ہیں کہ ۸۲۹ھ میں شہر ہرات میں نئی خانقاہ میں مولانا ظہیر الدین خلوتی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں نئی خانقاہ میں ہم رہتے تھے۔ دفعتہً صبح کے وقت مولانا اپنی خلوت سے روتے ہوئے باہر نکلے۔ اور میری خلوت کی طرف آئے اور فریاد کرنے لگے۔ کہ خدا کے لئے یہ کون کہتا ہے ونحن اقرب الیه من حبل الورید یعنے ہم انسان کی طرف اس کی شاہ رگ سے زیادہ نزدیک ہیں۔ ساٹھ سال گذر گئے ہیں۔ کہ مجھے دوڑاتے ہیں۔ اور اب تک میں نہیں پہنچا۔ فقرا میں سے ایک عزیز حاضر تھا۔ اس نے کہا یہ تو وہی حکایت ماوراء النہر کے مجنوں کی ہے کہ لوگوں کے گھر میں جاتا اور اگرچہ وہاں کھا لیتا۔ لیکن جب باہر نکلتا۔ اور اس سے لوگ پوچھتے کہ تم نے کچھ کھایا ہے۔ تو برا بھلا کہتا۔ کہ چیز کہاں تھی۔ میں نے تو کچھ نہیں کھایا۔ ایک دن ایک امیرزادہ اس کو مکان میں لے گیا۔ اور بہت سی نعمتیں طرح طرح اسکے سامنے رکھیں۔ جب دیوانہ اپنی مرضی کے مطابق کھا چکا تو امیرزادہ نے تلوار کھینچی کہ اور کھا۔ دیوانہ نے تلوار کے خوف سے کچھ اور جس قدر کھا سکتا تھا۔ کھایا۔ اور کہا کہ اگر مار ڈالتا ہے تو مار ڈال۔ لیکن اب کھانے کی گنجائش نہیں جب دیوانہ باہر نکلا۔ تو اس سے لوگوں نے پوچھا کہ کچھ کھایا کہا کھانے بہت تھے۔ لیکن تلوار کے خوف سے اگر کون کچھ کھا سکتا ہے ۸۴۳ھ میں بادشاہ وقت کو ہرات کی جامع مسجد میں ایک شخص نے زخم لگایا ایسا معلوم ہوا۔ کہ سید کے لنگر خانہ میں اس کا گھر متصل موجود ہے۔ اس وہم سے کہ شاید

معاملہ سید کی واقفی میں ہوا ہے۔ ان کو شہر ہرات سے نکالکر عذر کیا تب وہ بلخ و سمرقند کی طرف چلے گئے۔ وہاں سے لوٹے۔ خرجرد میں متوطن ہوئے۔ اور ۸۳۷ھ میں دنیا سے رحلت کر گئے۔ ان کی قبر بھی وہیں ہے

حکیم سنائی غزنوی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ

آپ کی کنیت و نام ابوالمجد مجدود بن آدم ہے۔ وہ اور شیخ رضی الدین کے باپ علی لالا دونو چچازاد بھائی تھے صوفیوں میں سے بڑے شاعر گذرے ہیں۔ اور لوگ ان کے شعروں کو اپنی تصنیفات میں بطور دلیل کے لاتے ہیں۔ ان کی کتاب حدیقۃ الحقیقت ان کی شعر دانی ذوق اور ارباب معرفت کے وجد اور توحید کے کمال پہ قاطع دلیل اور روشن برہان ہے۔ خواجہ یوسف ہمدانی کے آپ مرید ہیں۔ آپ کی توبہ کا یہ سبب تھا۔ کہ سلطان محمود سبکتگین سردی کے موسم میں کفار کے بعض ملک لینے کے لئے غزنی سے باہر نکل آیا تھا۔ سنائیؒ نے اس کی تعریف میں قصیدہ کہا تھا۔ اس کے پاس اس لئے جاتے تھے کہ پیش کریں۔ ایک بھٹی کے دروازہ پہ پہنچے وہاں ایک مجذوب محبوب تھا۔ جو کہ تکلیف کی حد سے باہر نکلگیا ہوا تھا۔ جو لا خوار کے نام سے مشہور تھا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ ردی شراب پیا کرتا تھا۔ اس کی آواز سُنی۔ کہ اپنے ساقی سے کہتا تھا کہ پیالہ بھر محمود سبکتگین کی قبر کے لئے کہ میں پیوں۔ ساقی نے کہا کہ محمود ایک غازی مرد ہے اسلام کا بادشاہ ہے۔ اس نے کہا وہ بڑا مردک ناخوش ہے۔ جو کچھ کہ اس کے حکم کے نیچے ہے اس کو تو ضبط نہیں کرتا جاتا ہے کہ اور ملک لیوے ایک پیالہ لیا اور پی لیا۔ پھر کہا کہ اور پیالہ بھر سنائی شاعر کی خوشی کے لئے۔ ساقی نے کہا کہ سنائی ایک فاضل لطیف الطبع مرد ہے۔ کہا کہ اگر وہ لطیف الطبع مرد ہوتا تو کسی کام میں مشغول ہوتا جو اسکے کام آتا۔ چند بیہودہ شعر ایک کاغذ پہ لکھے ہیں۔ کہ اس کے کسی کام کے نہیں جانتا کہ اس کو کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے سنائی نے جب یہ بات سنی تو ان کا حال بدل گیا۔ اور اس شرابی کے تنبیہ کرنے سے غفلت کی مستی سے ہوشیار ہو گئے پس اس راستہ میں پاؤں رکھا۔ اور سلوک میں مشغول ہوئے۔ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کے اشعار میں مذکور ہے کہ خواجہ حکیم سنائی جس وقت کہ حالت نزع میں تھے زبان میں کچھ کہہ رہے تھے۔ جب حاضرین نے اُن کے مُنہ کے پاس کان رکھے یہ شعر پڑھتے تھے ؎

بازگشتم زانچہ گفتم زانکہ ہست ۔۔۔ در سخن معنی و در معنی سخن

ایک عزیز نے سنا تو کہا عجیب حال ہے کہ شعر سے توبہ کے وقت شعر ہی میں مشغول ہوئے۔ آپ ہمیشہ گوشہ نشین اور قطع تعلق دنیاوی میں رہے دنیاداروں سے علٰحدہ رہتے تھے۔ ایک شخص بڑا جاہ و جلال والا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ آپ کی زیارت کے لئے خدمت میں حاضر ہو۔ شیخ نے اس کو ایک خط لکھا جو بہت سے لطیفوں پر مشتمل تھا۔ منجملہ ان کے یہ تھا کہ اس دعا گو کی خدمت میں عقل و روح ہے لیکن اس کی بناوٹ ایسی ضعیف ہے کہ خدمتگذاری کی طاقت اور عہدہ برآئی کی قوت نہیں۔ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا یعنے بادشاہ جب کسی گاؤں میں داخل ہوتے ہیں۔ تو اس کا ستیاناس کرتے ہیں۔ سو یہ پرانا نکما جباروں کی درگاہ کی کیا طاقت رکھتا ہے اور اونٹنی جدائی کے دودھ کی بھوک کی ماری ہوئی شیروں کے پنجہ کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے۔ خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ جتنی دفعہ آپ کی حشمت کا خیمہ اس زمین میں لگا ہے۔ تو اس ضعیف گوشہ نشین کا سامان عافیت، رب خانہ غولاں میں اور قناعت کا اسباب خضر و الیاس کے سپرد رہا ہے۔ اب آپ کو اس بزرگی کی قسم کی ہے۔ کہ جس کو خدائے بزرگ نے دین دنیا میں بزرگ کیا ہے۔ اس گوشہ نشین کے گوشۂ دل کو اپنی تعریف و عنایت سے خراب نہ کریں۔ کیونکہ اس حقیر بندہ کی آنکھ حضور کی آنکھ کے لائق نہیں ہے
آپ کے مقبولات میں سے یہ اشعار ہیں۔

بس کہ شنیدی صفت روم و چین — خیز و بیا ملک سنائی ببین
تا ہمہ دل بینی بے حرص و بخل — تا ہمہ جان بینی بے کبر و کین
پائے نہ در چرخ بزیر قدم — دست نہ در ملک بزیر نگین
در نہ و کان ملکے زیر دست — جو نہ و اسپ فلکی زیر زین

یہ بھی ان کے اشعار ہیں۔

ایں جہاں بر مثال مرداریست — کرگساں اندرو ہزار ہزار
ایں مر آنرا ہمے زند مخلب — دیں مر ایں را ہمے زند منقار
آخر الامر بگذرند ہمہ — وز ہمہ باز ماند ایں مردار

نظم

با ہمہ خلق جہاں گرچہ زاں — بیشتر گمرہ و کمتر برہند
تو چناں زی کہ بمیری برہی — نہ چناں چوں تو بمیری برہند

یہ بھی ان کے اشعار ہیں ؎

دلہا ہمہ آب گشت و جانہا ہمہ خوں   تا چیست حقیقت از پسِ پردہ دروں
اے با علمت خرد درو گردوں دوں   از تو دو جہاں پر و تو از ہر دو بروں
قائم بخودی ازاں بشب و روز مقیم   ہمت ز ہمو ہست امیدت بہ نسیم
با مانہ از آب و آتشت باشد بیم   چوں سایہ نشدی ترا چہ جیحوں چہ جحیم
بر تیغ سر بریدہ سپاہ آمد عشق   بر ہیم ملوک ملک ماہ آمد عشق
بر کافِ کمال کل کلاہ آمد عشق   با ایں ہمہ یک قدم ز راہ آمد عشق
مردے کہ براہ عشق جاں فرساید   باید کہ بدونِ یار خود نگراید
عاشق براہ عشق چناں مے باید   کز دوزخ واز بہشت یادش ناید
اے نیست شدہ ذات تو در پردہ ہست   وے صومعہ ویراں کن و زنار پرست
مردانہ کنوں چو عاشقاں مے در دست   گر دور کفر گردد گمِ د سر مست
اے من بتو زندہ ہمچو مردم بنفس   در کار تو کردہ دین و دنیا بہوس
گر مت بنیم چو بنگرم با ہمہ کس   سر دی ہمہ از برائے من داری و بس
در ہجر تو گر دلم گراید بخسے   در بر نگذارمش کہ سازد ہوسے
در دیدہ ما نگہ کند بدیدار کسے   در سر نگذارمش کہ ماند نفسے
چوں چہرۂ تو زکعبہ ماشد پر گرد   زنہار ہیچ آبلے آلودہ نگرد
اندر رہ عاشقی چناں باید مرد   کز دریا خشک آید از دوزخ سرد
اے عقل اگر چند شریفی دوں شو   وے دل ز دلے بگرد و ہمچوں خوں شو
در پردۂ آں نگار دیگر گوں شو   اے چشم در آئے و بے زباں بیروں شو
اے عشق ترا روح مقدس منزل   سودائے ترا عقل مجرد مجہل
سبلاحِ جہان معرفت یعنی دل   از دست غمت دست بسر پائے بگل

آپ کا قصیدہ رائیہ ہے کہ جس میں ۸۰ اشعر سے زائد ہیں اس کا نام رموز الانبیا و کنوز الاولیا رکھا ہے۔ اس میں بہت سے معارف حقائق لطائف دقائق درج کئے ہیں۔ اس کا پہلا یہ شعر ہے ؎

طلب اے عاشقاں خوش رفتار   طرب اے نیکواں شیریں کار

تاکے از خانہ ہیں رہ صحرا | تاکے از کعبہ ہیں درِ خمار
در جہاں شاہدے و ما فارغ | در قدح جرعۂ و ما ہشیار
زیں سپس دست ما و دامن دلیست | زیں سپس گوش ما و حلقۂ یار

سوائے اس حدیقۃ الحقیقۃ کے ان کی اور تین مثنویاں ہیں. حدیقہ کے وزن پر لیکن مختصر ہیں ان میں سے یہ بیت ہیں ؎

اے بپرواز بر پریدہ بلند | خویشتن را رہا شمردہ زبند
باز پرسوئے لا یجوز و یجوز | رشتہ در دست صورتست ہنوز
تا تو در بند حبس و تا بیفی۔ | تختہ نقش و کلک تکلیفی

حدیقہ کے پورا ہونے کی تاریخ جیسا کہ خود نظم میں لائے ہیں. ۵۲۵ھ میں اور بعض نے ان کی وفات کی تاریخ بھی یہی لکھی ہے +

شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری قدس اللہ تعالےٰ روحہٗ

آپ شیخ مجد الدین بغدادی کے مرید ہیں. کتاب تذکرۃ الاولیاء کے دیباچہ میں ان کی طرف ہی منسوب ہے لکھتے ہیں. کہ میں ایک دن امام مجد الدین بغدادی کی خدمت میں آیا. ان کو دیکھا کہ روتے ہیں. میں نے کہا خیر تو ہے کہا اچھے سپاہ سالار ہیں جو اس امت میں گذرے ہیں. کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مشابہ ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام جیسے ہیں. پھر کہا کہ میں اس لئے روتا ہوں. میں نے کل کہا تھا. خداوندا تیرے کام بے سبب نہیں. مجھ کو اس قوم میں سے بنا دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے بنا کیونکہ میں تیری قسم نہیں چاہتا. روتا ہوں کہ وہ دعا مقبول ہوتی ہے یا نہیں. بعض کہتے ہیں کہ آپ اویسے ہیں. مولانا جلال الدین قدس سرہٗ کے کلام میں مذکور ہے کہ منصور کا نور ڈیڑھ سو سال کے بعد فرید الدین عطار کے روح پر چمکا اور اس کا مربی ہوا کہتے ہیں کہ ان کی توبہ کا یہ باعث تھا. کہ ایک دن عطاری کے دکان میں مشغول تھے. ایک درویش وہاں پر پہنچے. اور چند دفعہ شیئاً للہ کہا. درویش کی طرف متوجہ نہ ہوئے. درویش نے کہا اے خواجہ تم کیسے مروگے عطار نے کہا جس طرح تم مروگے درویش نے کہا تم مجھ جیسا مروگے عطار نے کہا ہاں کیوں نہیں. درویش نے لکڑی کا پیالہ سر کے نیچے رکھا اور اللہ کہکر جان دیدی. عطار کا حال بگڑ گیا. دکان کو بند کرکے اس طریقہ میں آگئے۔

کہتے ہیں کہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ بلخ سے جاتے اور نیشاپور میں پہنچنے کے وقت اُن کی صحبت میں جبکہ وہ بوڑھے تھے پہنچے تھے۔ آپ نے کتاب اسرار نامہ مولانا کو دی تھی۔ وہ ہمیشہ اس کو اپنے پاس رکھتے تھے (حقائق و معارف میں اس کی اقتدا کیا کرتے تھے) جیسا کہ کہتے ہیں۔ نظم۔

گرد عطار گشت مولانا ۔۔۔ شربت از دست شمس بودش دوش

اور جگہ فرماتے ہیں ؎

عطار روح بود و سنائی دو چشم او ۔۔۔ ما از پئے سنائی و عطار آمدیم

جس قدر توحید حقائق ذوق وجدان کی غزلیات مثنویات میں پائی جاتی ہیں صوفیوں میں سے ایک کے کلام میں بھی نہیں پائی جاتیں جزاہ اللہ سبحانہ عن الطالبین المشتاقین خیر الجزاء۔ اللہ تعالیٰ ان کو طالب مشتاقوں سے بہتر جزا دے۔ ان کے انفاس شریفہ میں سے یہ شعر ہے ؎

اے روئے درکشیدہ ببازار آمدہ ۔۔۔ خلقے بایں طلسم گرفتار آمدہ

یہ قصیدہ بیس بیت سے زیادہ کا ہے۔ بعض صوفیوں نے اس کی عمدہ شرح لکھی ہے۔ اس بیت کی شرح میں ایسا لکھا ہے (مطلب یہ ہے کہ اے وہ ذات جس نے اپنے چہرہ کو کہ ظاہر وجود کا نور ہے تعینات و صورتوں کے برقعہ میں چھپا کر ظہور کے بازار میں آ گئی ہے۔ لوگ اس صورتوں کی طلسم پر کہ اس مخفی خزانہ پر کھینچا ہوا ہے بوجہ کثرت تعینات مختلفہ اور مخالف آثار کے بُعد و ہجر غفلت پندار غیرت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ یا خود بوجہ اس نور کے جمال کے پرتو کے اثر کے مظاہر اور عمدہ صورتوں کے برقعہ میں عشق محبت و محبت کی بلا میں گرفتار ہوئے ہیں۔ بعضے معنی کے عاشق اور صورت کے عاشق ہیں ؎

میل خلق جملہ عالم تا ابد ۔۔۔ گر شناسند و گر نہ سوئے تست

اسی طرح اس تمام قصیدہ کی شرح لکھی ہے۔ اختصار کی وجہ سے اسی پر کفایت کی گئی حضرت شیخ ۶۲۷ھ میں کفار تاتار کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۱۴ سال کی تھی۔ اور آپ کی قبر نیشاپور میں ہے ۔

شیخ مشرف الدین مصلح بن عبد اللہ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ

آپ بڑے فاضل صوفیوں میں تھے۔ شیخ عبد اللہ خفیف قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی خانقاہ شریف

کے مجاورین میں سے تھے علوم سے پورا حصہ اور آداب سے کامل نصیب رکھتے تھے۔ بہت سے سفر کئے تھے کئی ولایتوں میں پھرے تھے۔ بارہا حج کئے سفر میں پیادہ گئے۔ سومنات کے بت خانہ میں گئے اور ان کے بڑے بت کو توڑا۔ بہت سے مشائخ کبار کی خدمت میں گئے ہیں شیخ شہاب الدین سہروردی کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ دریا میں کشتی کا سفر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ بیت المقدس اور شام کے ملک میں مدت تک بہشتی کا کام کرتے رہے ہیں۔ لوگوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خضر علیہ السلام سے ملے۔ انہوں نے ان کو اپنی مہربانیوں اور انعام کے شہر میں پانی سے سیراب کیا۔ ایک دفعہ ایک بڑے سید صاحب اور شریف سے ان کو گفتگو کا موقعہ ہوا۔ تو اس شریف نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ اس کو ملامت کرتے ہیں جب وہ جاگے تو شیخ کے پاس آ کر عذر خواہی کرنے لگے۔ اور ان کو خوش کیا۔ ایک شیخ ان کے منکر تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ آسمان کے دروازہ کھولے گئے ہیں۔ اور فرشتے نور کے طباقوں کو لیکر اترے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ کہنے لگے سعدی شیرازی کے لئے ہے۔ کہ جس نے یہ شعر کہا ہے جو کہ خدا تعالے کے یہاں مقبول ہو گیا ہے۔ وہ بیت یہ ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

وہ بزرگ جب اس خواب سے ہوش میں آئے۔ تو چودھویں رات میں شیخ سعدی کی خلوت میں گئے کہ ان کو خوشخبری دیں۔ دیکھا کہ چراغ جلتا ہے اور کچھ گا رہے ہیں جب کان لگائے تو یہی شعر پڑھ رہے ہیں۔ شب جمعہ ماہ شوال ۶۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

شیخ فخر الدین ابراہیم مشہور بعراقی قدس اللہ تعالے روحہ

آپ صاحب کتاب لمعات ہیں۔ ان کا دیوان مشہور ہے۔ ہمدان کے علاقہ کے رہنے والے ہیں چھوٹی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ اور نہایت عمدہ پڑھتے تھے چنانچہ ہمدان کے لوگ ان کے پڑھنے کے شیفتہ تھے۔ اس کے بعد علم کی تحصیل میں مشغول ہوئے چنانچہ کہتے ہیں کہ سات سال کی عمر میں ہمدان کے مشہور مدرسہ میں علم پڑھنے لگے۔ ایک دن قلندروں کی ایک جماعت ہمدان میں آئی۔ اور ان کے ساتھ ایک لڑکا بڑا حسین تھا۔ اور آپ پر عشق غالب تھا۔ جب اس لڑکے کو دیکھ لیا۔ اس کے گرفتار بن گئے۔ جب تک وہ ہمدان میں رہے انہی کے ساتھ رہے۔ جب انہوں نے ہمدان سے سفر کیا۔ اور چند روز اس پر گذرے تو آپ بیطاقت

ہو کر انہیں کے پیچھے دوڑے جب ان تک پہنچے تو اُن کے ہمراہ ہندوستان میں آئے اور شہر ملتان میں شیخ بہاؤالدین زکریا کی صحبت میں پہنچے کہتے ہیں کہ جب شیخ نے ان کو خلوت میں بٹھایا اور ان کے چلہ میں دس دن گذرے تو اُن کو ایک بڑا وجد ہوا۔ اور ان پر حال کا غلبہ ہو گیا۔ تو یہ غزل کہی۔ غزل

نخستیں بادہ کاندر جام کردند ز چشم مست ساقی وام کردند

اور اس شعر کو بلند آواز سے پڑھ کر روتے تھے۔ جب خانقاہ والوں نے یہ آواز سنی اور اس کو شیخ کے طریقہ کے برخلاف سمجھا کیونکہ ان کا طریقہ خلوت میں سوائے ذکر کے شغل اور مراقبہ کے اور کوئی امر نہیں ہوتا۔ تو اس کو انکار کے طور پر شیخ کے کان میں جا پہنچایا۔ شیخ نے فرمایا کہ تم کو یہ باتیں منع ہیں۔ اور اس کو منع نہیں۔ جب چند دن گذر گئے۔ تو شیخ کے ایک مقرب مرید کا گذر شراب خانہ کی طرف ہوا۔ اور سنا کہ اس شعر کو شرابی اپنے چنگ و سرود کے ساتھ گاتے ہیں۔ شیخ کے سامنے آ کر صورت حال کو ظاہر کیا۔ اور کہا باقی شیخ مالک ہیں۔ شیخ نے پوچھا کہ تم نے کیا سنا بھر کہو۔ جب اس بیت تک پہنچا ہے

چو خود کردند راز خویشتن فاش عراقی را چرا بدنام کردند

شیخ نے کہا کہ اس کا کام پورا ہو گیا۔ اُٹھے اور عراقی کے خلوت کے دروازہ پر آئے اور کہا کہ عراقی اب تم مناجات شراب خانہ میں کرتے ہو۔ باہر نکل آؤ۔ باہر نکلے اور شیخ کے قدم پر سر رکھ دیا۔ شیخ نے اپنے مبارک ہاتھ سے ان کا سر خاک سے اُٹھایا۔ اور پھر ان کو خلوت میں نہ چھوڑا اپنے تن مبارک سے خرقہ نکالا اور ان کو پہنا دیا۔ اس کے بعد اپنی لڑکی کا نکاح اُن سے کر دیا۔ شیخ کی صاحبزادی سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا کبیرالدین لقب کر دیا۔ شیخ کی خدمت میں آپ ۲۵ سال تک رہے۔ جب شیخ کی وفات قریب پہنچی تو اُن کو بلایا۔ اور اپنا خلیفہ کیا۔ اور خدا کی رحمت سے جاملے۔ جب اوروں نے شیخ کی مہربانی ان کی نسبت دیکھی تو اُن کے حسد کی آگ نے حرکت کی۔ بادشاہ وقت تک یہ خبر پہنچا دی کہ اس کے اکثر اوقات شعر میں گذرتے ہیں۔ اس کی صحبت خوبصورت لڑکوں سے رہتی ہے۔ اس کو خلافت کا حق حاصل نہیں ہے۔ جب شیخ عراقی نے یہ معلوم کیا۔ تو حرمین شریفین کی زیارت کا قصد کر لیا۔ زیارت کے بعد روم کی طرف گئے اور شیخ صدرالدین قونیوی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ اور اُن سے تربیت پائی۔ ایک جماعت فصوص پڑھتی تھی۔ اس کا سماع کیا۔ اس کے سماع کے وقت لمعات لکھی جب پوری کی تو

شیخ کی نظر میں گذاری۔ شیخ نے اس کو پسند کیا۔ معین الدین پروانہ جو کہ روم کے امراء میں سے تھا وہ شیخ عراقی کا مرید و معتقد تھا۔ شیخ کے لئے توقات میں خانقاہ بنائی اور ہر روز شیخ کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ ایک دن شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور کچھ زر ہمراہ لایا۔ اور بڑی عاجزی سے کہا کہ شیخ ہمیں کوئی خدمت نہیں فرماتے۔ اور توجہ نہیں کرتے۔ شیخ ہنس پڑے اور کہا اے امیر ہم کو زر سے تم فریفتہ نہیں کر سکتے کسی کو بھیجو اور حسن قوال کو ہمارے پاس پہنچاؤ۔ یہ حسن قوال بڑا خوبصورت اور حسن صورت میں بینظیر تھا۔ ایک جماعت اس کے عشق میں گرفتار تھی۔ حضور اور غائبانہ اس کے چاہنے والے تھے۔ جب امیر نے آپ کی دلی تمنا یہ دیکھی تو اسی وقت کسی شخص کو اس کے بلانے کے لئے بھیجا۔ عاشقوں کے غوغا اور ان کی مزاحمت کے دور ہونے کے بعد اس کو لائے۔ شیخ نے امیر اور دیگر اکابر کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ جب نزدیک پہنچے تو شیخ آگے بڑھے اور اس کو سلام کہا۔ اور بغل میں لے لیا۔ پھر شربت منگوایا۔ اور اس کو مع ان کے یاروں کے اپنے ہاتھ سے پلایا۔ وہاں سے شیخ کی خانقاہ تک لے گئے اور مجلسیں کیں اور سماع کئے۔ شیخ نے اس وقت غزلیں کہیں۔ منجملہ ان کے یہ غزل بھی ہے ؎

سازِ طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است   کز زخمۂ او نہ فلک اندر تگ و تاز است

اس کے بعد حسن قوال نے اجازت مانگی۔ اور اپنے مقام کو واپس چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر معین الدین میدان کی طرف جاتا تھا۔ دیکھا کہ شیخ بلا ہاتھ میں لئے ہوئے بچوں کے اندر کھڑے ہیں۔ امیر نے شیخ سے کہا کہ ہم کدھر ہونگے۔ شیخ نے اس طرف اولا اشارہ راہ کی طرف کیا۔ امیر روانہ ہو گیا۔ اور چل دیا۔ جب امیر معین الدین نے وفات پائی۔ تو شیخ روم سے مصر کی طرف متوجہ ہوئے ان کی سلطان مصر سے ملاقات ہوئی۔ سلطان ان کا مرید و معتقد ہو گیا۔ اور مصر کا ان کو شیخ الشیوخ بنا دیا۔ لیکن آپ بے تکلف بازاروں میں پھرتے تھے۔ اور ہنگامہ کے گرد چکر لگایا کرتے۔ ایک دن موچیوں کے بازار میں چکر لگا رہے تھے۔ تو ایک موچی کے لڑکے پر نگاہ پڑ گئی۔ اور اس کے عاشق بن گئے۔ اس کے سامنے گئے۔ اور سلام کہا موچی سے پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے۔ اس نے کہا میرا لڑکا ہے۔ شیخ نے لڑکے کی لبوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا کیا یہ ظلم نہیں۔ کہ ایسے لب و دندان گدھے کے چمڑے کے مصاحب ہوں۔ موچی نے کہا کہ ہم غریب آدمی ہیں۔ اور یہ ہمارا پیشہ ہے۔ اگر گدھے کا چمڑا دانتوں سے نہ پکڑے تو روٹی نہیں پائیگا۔ شیخ نے پوچھا۔ کہ ہر روز کس قدر کام کرتا ہے۔ کہا ہر روز چار درم کا

شیخ نے کہا میں ہر روز ۸ درم دونگا۔ اور پھر اس کام کو نہ کرے۔ شیخ ہر روز جاتے اور اپنے اصحاب کے ساتھ موچی کی دکان پر بیٹھتے اور فارغ البال ہو کر اس کو دیکھتے اور شعر پڑھتے اور روتے۔ مخالفوں نے یہ خبر بادشاہ تک پہنچادی۔ اس نے ان سے سوال کیا۔ کہ کیا وہ اس لڑکے کو رات یا دن میں اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں یا نہیں۔ کہنے لگے کہ نہیں۔ پھر کہا کہ کیا دکان میں اس کے ساتھ تنہائی کرتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں۔ دوات قلم منگوائی اور لکھا کہ ہر روز اور پانچ دینار وظیفہ شیخ فخرالدین کے خادموں کا بڑھادیا جائے۔ دوسرے دن جب شیخ کا سلطان سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ تو سلطان نے کہا کہ میں نے ایسا سُنا ہے کہ شیخ کی ایک موچی کے لڑکے پر نگاہ پڑی ہے۔ اور تھوڑی رقم شیخ کو خرچ کے لئے مقرر کر دی گئی ہے۔ اگر شیخ چاہیں تو اس لڑکے کو خانقاہ میں لیجا سکتے ہیں۔ شیخ نے کہا کہ ہم کو اس کا فرمانبردار رہنا چاہئے۔ اس پر حکم نہیں چلا سکتے۔ اس کے بعد شیخ کا ارادہ مصر سے شام کی طرف ہو گیا۔ سلطان مصر نے ملک الامراء کی طرف لکھا۔ کہ تمام علماء و مشایخ و ارکان دولت کے ساتھ شیخ کا استقبال کرو۔ جب استقبال کیا گیا تو ملک الامراء کا ایک بیٹا بڑا حسین تھا۔ جب شیخ کی نظر اس پر پڑی تو بے اختیار اس کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ لڑکے نے بھی اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھ دیا اور ملک الامراء نے بھی بیٹے کے ساتھ موافقت کی۔ دمشق والوں کو اس سے انکار دل میں پیدا ہوا۔ لیکن بولنے کی مجال نہ تھی۔ جب شیخ نے دمشق میں مقام کیا۔ اور چھ ماہ گذر گئے۔ آپ کے صاحبزادہ کبیرالدین ملتان سے آئے۔ مدت تک باپ کی خدمت میں رہے۔ اس کے بعد شیخ کو بیماری ہوئی۔ وفات کے دن صاحبزادہ کو اصحاب کے ساتھ بلایا اور وصیتیں کیں اور رخصت کیا اور یہ رُباعی کہی۔ رُباعی

در سابقہ چوں قرار عالم دادند | ما نا کہ نہ برمراد آدم دادند
زاں قاعدہ و قرار کاں روز افتاد | نہ بیش بکس قسمت و نہ کم دادند

۸۔ ذیقعدہ ۶۸۸ھ میں آپ دُنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی قبر صالحیہ دمشق میں شیخ محی الدین ابن العربی کے مزار کے پیچھے ہے۔ قدس اللہ تعالےٰ روحہما۔ اور آپ کے فرزند کبیرالدین کی قبر بھی ان کی قبر ہی کے پہلو میں ہے۔ رحمۃ اللہ

امیر حسینی رحمۃ اللہ تعالٰے

آپ کا نام حسین بن عالم بن الحسین دراصل کریوزہ کے رہنے والے ہیں۔ جو کہ غور کے اطراف میں ایک گاؤں ہے علوم ظاہری و باطنی کے آپ عالم تھے۔ اُن کی کتابوں میں سے کتاب کنز الرموز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے بے واسطہ مرید ہیں۔ اور لوگوں میں بھی ایسا ہی مشہور ہے لیکن بعض کتب میں میں نے ایسا لکھا پایا ہے۔ کہ وہ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے مرید ہیں۔ اور وہ اپنے باپ شیخ صدر الدین کے اور وہ اپنے باپ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہٗ کے مرید ہیں۔ ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ بعضے نظم جیسے کتاب زاد المسافرین بعض نثر ہیں۔ جیسے کتاب نزہۃ الارواح' روح الارواح' صراط مستقیم ان کا ایک دیوان ہے جو نہایت لطیف ہے اور نظم میں سوالات ہیں۔ کہ جن کا جواب شیخ محمود شبستری نے دیا ہے۔ گلشن راز کی بنا اسی پر ہے کہتے ہیں کہ ان کی توبہ کا یہ سبب ہوا تھا۔ کہ ایک دن شکار کے لئے باہر گئے تھے۔ ہرن ان کے سامنے نکلا چاہا کہ اس کو تیر ماریں ہرن نے ان کو دیکھا اور کہا حسینی مجھ پر تیر پھینکتے ہو لیکن خدا تعالےٰ نے تجھ کو اپنی معرفت اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے نہ اس کے لئے۔ پھر غائب ہو گیا۔ تب تو طلب کی آگ اس کے وجود سے شعلہ مارنے لگی۔ جو کچھ مال اسباب تھا سب کو چھوڑ دیا۔ اور فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ ہو لئے۔ ملتان میں پہنچے۔ شیخ رکن الدین نے اس جماعت کی ضیافت کی۔ جب رات ہوئی تو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ میرے فرزند کو اس جماعت میں سے نکال اور اس کو کام میں لگاؤ۔ دوسرے دن شیخ رکن الدین نے ان سے کہا کہ تم میں سید کون ہے انہوں نے امیر حسینی کی طرف اشارہ کیا۔ تب آپ نے ان کو ان میں سے نکال لیا۔ اور تربیت شروع کی۔ یہاں تک کہ عالی مقامات تک پہنچ گئے۔ پھر خراسان کی طرف جانے کی اجازت دی آپ ہرات میں آئے۔ ہرات کے تمام لوگ آپ کے مرید و معتقد بن گئے۔ ۱۶ شوال ۷۱۸ھ میں انتقال ہوا۔ ان کی قبر مصرخ[1] ہرات میں ہے۔ عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے گنبد کے باہر کہ کے مدفون ہیں۔

---

[1] مصرخ فریاد رس کو کہتے ہیں۔ شاید کچہری مراد ہو ۱۲

شیخ اوحد الدین اصفہانی قدس اللہ روحہٗ

ایسا سننے میں آیا ہے کہ آپ شیخ اوحد الدین کرمانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے چنانچہ یہ نسبت اسی بنا پر ہے ان کا ایک دیوان نہایت لطیف اور شیریں ہے اس میں ترجیع بند ایسے ہیں جو کہ حقائق معارف پر شامل ہیں۔ ایک مثنوی حدیقہ شیخ سنائی کے وزن وطرز پر ہے۔ جس کا نام جام جم ہے۔ اس میں بہت سے لطیفے درج ہیں۔ اسی مثنوی میں یہ چند اشعار ہیں۔ نظم

اوحدی شصت سال سختی دید — تا شبے روئے نیک بختی دید
سر گفتار ما مجازی نیست — باز کن دیدہ کیں ببازی نیست
سالہا چوں فلک بسر گشتم — تا فلک وار دیدہ ور گشتم
بر سر پائے چلہ داشتہ ام — چوں نہ از بہر زلہ داشتہ ام
از بروں درمیان بازارم — وز دروں خلو نیست با یارم
کس نہ بیند جمالِ خلوت من — رہ ندارد کسے بہ خلوت من
تا دل من بدوست پیوستست — سورہا گرد سیر من رستست

اس نے حکیم سنائی کے رائیہ کے قصیدہ کا عمدہ جواب لکھا ہے۔ اس کے شعروں کی تعداد ایک سو ساٹھ ہوگی۔ ان کا سب سے پہلا شعر یہ ہے ؎

سر پیوند ما ندارد یار — چوں تواں شد زبخت برخوردار
کار ما با یکے است در ہمہ شہر — واں یکے تن نمیدہد در کار
ہمدمے نیست تا کہ گویم راز — محرمے نیست تا بنالم زار
در خم و ثم ز صیت آن معشوق — در سماعم ز صوت آں مزمار

جام جم کے اتمام کی تاریخ میں کہا ہے ؎

چوں ز تاریخ بر گرفتم فال — ہفتصد رفتہ بود سی و سہ سال
گر من ایں نامۂ ہمایوں فر — عقد کردم بنام ایں سرور
چوں بسالے تمام شد بدرش — ختم کردم بلیتہ القدرش

آپ کی قبر مراغہ تبریز میں ہے۔ اور اس کی تاریخ وہاں پر ۷۳۸ھ لکھی ہے ✦

افضل الدین بدیل الحقائقی خاقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

اگرچہ وہ فلکی شاعر کے شاگرد ہیں۔ اور شعر گوئی میں پوری شہرت حاصل کی ہے لیکن ایسا کہتے ہیں کہ اس کا شعر گوئی میں نرالا طرز ہے۔ کیونکہ اور شعراء اس کے مقابل کے کم ہیں۔ جیسے کہ حضرت مولوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

شعر چہ باشد برم تاکہ زنم لاف ازو   ہست مرا فن دگر غیر فنون شعر را

اس کے شعر اس پر گواہ ہیں۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں ؎

صورت من ہمہ او شد صفتِ من ہمہ او   لاجرم کس من و من نشنود اندر سخنم
زنم ہیچ درے تمام نگو بندآں کیست   چونکہ پرسند مرا باید گفتن کہ منم
حلقۂ یافتم دو عالم را   دل دراں حلقہ چوں نگیں دیدم

ایک اور جگہ کہتا ہے ؎

عشق بیفشرد پا بر نمطِ کبریا   برد بدست نخست ہستی ما را ز ما
ماؤ شما را بقدر بیخودی درخواست   زانکہ نگنجد از و در حرمت ماؤ شما

اس قسم کے اس کے شعر بہت ہیں۔ اور ان سے اس بات کی خوشبو آتی ہے کہ اس کو صافی صوفیوں قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے مشرب سے پورا حصّہ ملا ہے۔ وہ زمانہ خلافت مستضی بنور اللہ میں ہوئے ہیں۔ عربی قصیدہ ہیں کہ بغداد کی تعریف میں لکھا ہے۔ اس کا ذکر کیا ہے اور مستضی سنہ ۵۹۰ھ میں فوت ہوا ہے۔ قصیدہ رائیہ حکیم سنائی کا بھی جواب لکھا ہے اور اس کے شعروں کی تعداد ۱۸۰ سے گذر گئی ہے۔ اس کے تین مطلع کئے ہیں۔ پہلا مطلع یہ ہے ؎

الصبوح الصبوح کا مدکار   الشتار الشتار کا مدکار
کارے از روشنی چو آب خناں   بائے از خوشدمے چو باد بہار
چرخ بر کار ما بوقت صبوح   میکند لعبتان دیدہ نثار

اور آخر قصیدہ میں کہتا ہے ؎

ایں قصیدہ ز جمع سبعیات   ثامنست از غرائب اشعار
از درِ کعبہ گر در آویزند   کعبہ بر من فشاندی دستار

در بنگ را وفائے نیک — وامرالقیس را فگند از کار

شیخ نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کو علوم ظاہری اور رسمی اصطلاحوں سے پورا حصہ حاصل تھا لیکن سب سے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اور حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

ہر چہ ہست از دقیقہائے نجوم — تا یکایک نہفتہ ہائے علوم
خواندم و سطر ہر ورق جستم — چوں ترا یافتم ورق شستم
ہمہ را روئے در خدا دیدم — واں خدا بر ہمہ ترا دیدم

عمر گرانمایہ کو اول سے آخر تک قناعت تقویٰ گوشہ نشینی میں گذاری۔ اور شاعروں کی طرح ہرگز حرص و ہوا کے غلبہ کی وجہ سے امراء و سلاطین کی ملازمت نہیں کی۔ بلکہ زمانہ کے بادشاہ ان سے تبرک لیا کرتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

چوں بعہد جوانی از در تو — بدر کس نرفتم از در تو
ہمہ را بر درم فرستادی — من نمیخواستم تو میدادی
چونکہ بر درگہ تو گشتم پیر — زانچہ ترسیدنی است دستم گیر

اکثر مثنویات پنجگانہ کہ گنج گنج کے نام سے مشہور ہیں۔ اکثر ان کو سلاطین روزگار کی خواہش سے لکھا ہے ان کی یہ امید تھی۔ کہ ان کا نام آپ کی نظم کے ذریعہ زمانہ میں یادگار رہے اس لئے انہوں نے اس کی التماس کی تھی۔ اگرچہ اکثر وہ بظاہر افسانے معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت حقائق کے کشف اور معارف کے بیان کے لئے ایک بہانہ ہیں۔ ایک موقع پر اس مطلب کے بیان میں کہ صوفیہ کہتے ہیں۔ طالبانِ وصال اور مشتاقانِ جمال خدا کے لئے اس کے وجود کی دلیل بھی اسی کا وجود ہے اور اس کے شہود کا برہان بھی اسی کا شہود ہے لکھا ہے ؎

ترد ہست دہ را با و دہاں بند کلید — کز اندازۂ خویشتن در تو دید
کسے کز تو در تو نظارہ کند — ورقہائے بیہودہ پارہ کند
نشاید ترا جز بتو یافتن — عنان باید از ہر درے تافتن

اور جگہ اسی مطلب پر لکھتے ہیں ؎

عقل آبلہ پائے و کوئے تاریک — وانگاہ رہے چو موئے باریک

توفیق تو گر نہ رہ نماید — ایں عقدہ بعقل کے کشاید

عقل از درِ تو بصر فروزد — گر پائے درو نہد بسوزد

ایک جگہ ماسوا اللہ سے علیحدہ رہنے اور خدا کی جناب کی طرف متوجہ ہونے کے لئے ترغیب و حرص دلاتے ہوئے کہتے ہیں ؎

برپر ازیں دام کہ خونخوارہ ایست — زیر کی از بہر چنیں چارہ ایست

گرگ نہ رو یاہ بدندان تراست — روبہ اراں رست کہ پردان تراست

جہد اراں کن کہ وفا را شوی — خود نہ پرستی و خدا را شوی

سکندر نامہ کے اتمام کی تاریخ جو اُن کی آخری کتاب ہے، ۵۹۲ھ ہے۔ اُن کی عمر اُس وقت میں ۶۰ سے گذر چکی تھی۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ سبحانہٗ ✣

خسرو دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کا لقب یمین الدین ہے آپ کے والد قبیلہ لاچین کے امراء میں سے تھے۔ جو کہ بلخ کے اطراف کے ترکوں میں سے تھے۔ وہ سلطان مبارک شاہ خلجی کی وفات کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت و ملازمت میں پہنچے۔ اور ایسے ریاضات مجاہدات شروع کئے کہ چالیس سال تک صوم الدہر رکھا۔ کہتے ہیں کہ اپنے شیخ شیخ نظام الدین کے ہمراہ طی ارض (زمین کے لپٹنے کے طور پر یعنی ہوا پر از کرہ) کے طریق سے حج کیا ہے۔ اور پانچ دفعہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ اور شیخ نظام الدین کے اشارہ سے خضر علیہ السلام سے ملے ہیں اور ان سے التماس کی ہے۔ کہ اپنے مبارک منہ کا لعاب اس کے مُنہ میں ڈالے۔ لیکن خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دولت کو سعدی لے گئے ہیں۔ تب خسرو شکستہ خاطر ہو کر شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حال بیان کیا۔ شیخ نظام الدین نے اپنے منہ کا پانی اُن کے مُنہ میں ڈال دیا۔ جس کی برکات ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ ۹۹ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ میرے شعر پانچ لاکھ سے کم ہیں۔ اور چار لاکھ سے زائد کہتے ہیں کہ شیخ سعدی جوانی کے دنوں میں ملے ہیں۔ اور اس وجہ سے فخر کرتے تھے۔ اس کو عشق و محبت کے شرب سے چاشنی پوری تھی چنانچہ ان کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے صاحب سماع اور وجد و حال تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ

قیامت میں ہر ایک کسی چیز پر فخر کریگا۔ میرا فخر اس ترک اللہ یعنی خسرو کے سینہ کے سوز پر ہوگا وہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میرے دل میں آیا۔ کہ خسرو امراء کا نام ہے کیا اچھا ہوتا۔ کہ میرا نام فقرا کا سا ہوتا۔ کہ قیامت کے دن مجھ کو اس نام سے پکارتے۔ اس مطلب کو میں نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کسی اچھے وقت میں تمہارے لئے نام کی درخواست کی جائیگی۔ خسرو اس بات کے منتظر تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ مجھے ایسا کشف ہوا ہے۔ کہ تجھ کو قیامت کے دن محمد کاسہ لیس پکارینگے۔ آپ شب جمعہ میں فوت ہوئے ہیں۔ ۷۲۵ھ میں آپ کی عمر ۷۴ سال کی تھی۔ اپنے شیخ کے پاؤں کی طرف ان کو دفن کیا گیا ؂

حسن دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا لقب اور نسبت نجم الدین حسن بن علاء سنجری ہے۔ اور شیخ نظام الدین اولیاء کے کاتب و مرید ہیں۔ پسندیدہ اخلاق و اوصاف سے موصوف تھے۔ تاریخ ہند کا مصنف کہتا ہے کہ حسن جیسا میں نے ان اوصاف میں اور کم دیکھا ہے۔ عمدہ اخلاق لطافت۔ ظرافت، مجالس، استقامت عقل روش صوفیہ، قناعت کا لزوم، پاکیزہ اعتقاد دنیا کے تعلقات سے مجرد رہنا۔ بے اسباب ظاہری خوش رہنا۔ اور خوش گذران رہنا۔ ایسے شیریں مجلس مؤدب و مہذب تھے کہ جو راحت ان کی مجالست سے مجھے ملتی تھی۔ اور کسی مجلس میں نہ ملتی تھی۔ اور صاحب تاریخ ہند یہ بھی کہتا ہے۔ کہ برسوں امیر خسرو اور امیر حسن سے میری دوستی رہی ہے نہ یہ لوگ میری صحبت کے بغیر رہ سکتے تھے۔ اور نہ میں ان کی صحبت کے بغیر رہ سکتا تھا۔ اور میرے ذریعہ ہر دو استاد کے درمیان ایسا محبت کا رابطہ مضبوط ہو گیا تھا کہ ایک دوسرے کے گھر میں آمد و رفت کرتے تھے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ چونکہ امیر حسن کو شیخ نظام الدین اولیاء سے کمال اعتقاد تھا۔ اس لئے شیخ کے انفاس متبرکہ مبارکہ کو کہ مجالس صحبت میں سنتے تھے۔ چند جلد میں جمع کیا ہے۔ اور اس کا فوائد الفوائد نام رکھا ہے۔ اور اس زمانہ میں اس ملک میں ارادتمندوں کا وہ وظیفہ بن گیا ہے۔ اس کے سوا ان کے چند دیوان و نثر نظم کتابیں بہت سی مثنویات ہیں۔ ان کی رباعیات میں سے یہ رباعی ہے۔ رباعی

دارم دل کے غمیش بیا مرز و مپرس ‌ ‌ ‌ صد واقعہ در کمیں بیا مرز و مپرس

شہر مندرہ شوم اگر بہر سی علم | اے اکرم اکرمین بیا میر زد مپرس
یک حرف تو چل صباح عالم را نور | یک حرف تو ہشت خلد را مائیہ حور
حرف ہمیں چہل ولی راد ستور | زاں چار چہار رکن عالم معمور

شیخ کمال خجندی قدس اللہ تعالیٰ

آپ بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اور ان کا شعر و تکلفات شاعری میں مشغول رہنا غالباً ستر حال اور اشتباہ کے لئے ہوگا۔ بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے لئے ہو کہ ظاہر باطن مغلوب نہ ہو جائے۔ اور صورت عبودیت کی رعایت سے باز نہ رہے چنانچہ خود ہی لکھتے ہیں ؎

این تکلفہائے من در شعر من — کلمینی یا حمیرا اے معنت

یعنے یہ میرے تکلف شعر میں ایسے ہیں جیسے کلمینی یا حمیرا ہے یعنے کلام کر مجھ سے اے حمیرا دیہ ایک حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض سے فرمائی تھی۔ آپ کا لقب حمیرا ہے) مطلب یہ کہ خدا کی طرف سے ہٹ کر میرا شعروں میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اپنے بیبیوں سے مشغول ہو جاتے ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ خواجہ عبید اللہ ادام اللہ تعالےٰ بقاءہ فرماتے تھے کہ ایک مدت تک تاشقند میں رہے ہیں۔ میرے والد کہتے تھے۔ کہ وہ ایک مدت میں کہ وہاں تھے گوشت نہ کھاتے تھے۔ ہم نے ایک دفعہ ان سے درخواست کی۔ کہ اس میں کیا مضائقہ ہے اگر گوشت کھایا جاوے۔ میرے پاس ایک فربہ گائے تھی۔ جو بڑی موٹی تازی تھی۔ شیخ نے خوش طبعی سے فرمایا کہ جب تم اپنی گائے ذبح کروگے۔ تو ہم گوشت کھائینگے میں نے بغیر اس کے کہ ان کو اطلاع دوں گائے کو ذبح کر دیا۔ اور اس سے کھانا تیار کیا۔ آپ نے میری خاطر کے لئے اس گوشت کو کھا لیا۔ تبریز میں ایک گوشہ خلوت بنا رکھا تھا۔ رات کو وہاں پر رہا کرتے تھے۔ اور کوئی وہاں پر کم جایا کرتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد جب لوگوں نے ان کو دیکھا۔ تو سوائے ایک بوریہ کے کہ جس پر بیٹھا کرتے تھے اور ایک پتھر کے کہ جس پر سر رکھتے تھے۔ اور کچھ بھی وہاں نہ تھا۔ شیخ زین الدین خوافی کہتے ہیں کہ تبریز میں تحصیل علوم کے وقت میں ان کی صحبت میں جایا کرتا تھا۔ مجھ کو اس طریق کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہمارے مرید ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ مجھ کو تمہاری نسبت

دل میں خدشات ہیں کہنے لگے بتاؤ میں اُن کا جواب دونگا۔ میں نے کچھ نہ کہا۔ آخر جب میں اس طریقہ میں داخل ہوا۔ اور مجھ کو اس میں کچھ پتہ لگا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کو ارشاد کا مرتبہ تھا کہ جن کے پاس کام کر سکتے ہیں کہتے ہیں کہ اس وقت میں وہ سرائے میں رہتے تھے۔ وہ ایسی جگہ تھی کہ جب پانی کا زور ہوا کرتا تھا۔ تو وہاں پر بہت نقصان ہوتا تھا۔ جب طغیانی کا وقت آیا۔ تو لوگوں نے یہ قصہ ان سے بیان کیا۔ فرمایا کہ میرے خیمہ کو اس جگہ پر لگادو۔ وہیں آپ اس قدر رہے کہ پانی کی طغیانی کا وقت جاتا رہا۔ اور اس جگہ پر کوئی خرابی پیدا نہ ہوئی آپ کی وفات ۸۰۳ھ میں ہوئی ہے۔ اور آپ کی قبر تبریز میں ہے۔ ان کی قبر کی لوح پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

کمال از کعبہ رفتی بر در یار ہزارت آفرین مردانہ رفتی

مولانا محمد شیریں مشہور بمغربی رحمۃ اللہ تعالے

آپ شیخ اسمٰعیل سیسی کے مرید ہیں۔ اور وہ شیخ نورالدین عبدالرحمٰن سفرائی قدس سرہ کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں مغرب کے ملک میں پہونچے ہیں۔ اور وہاں سے ایک شیخ کے ہاتھ سے جن کی نسبت شیخ بزرگوار شیخ محی الدین ابن العربی کو پہنچتی ہے خرقہ پہنا ہے۔ یہ شیخ کمال خجندی رح کے معاصر تھے۔ اور ان کی صحبت میں رہے ہیں کہتے ہیں۔ کہ جس وقت شیخ نے یہ مطلع کہا تھا ؎

چشم اگر اینست و ابرو این و ناز و عشوہ این الوداع اے زہد و تقوے الفراق اے عقل و دین

جب مولانا تک یہ شعر پہنچا تو کہا کہ شیخ بڑے بزرگ ہیں۔ لیکن ایسا شعر کیوں کہنا چاہئے۔ کہ معنی مجازی کے سوا اور احتمال نہ رکھتا ہو۔ شیخ نے اس کو سنا اور ان سے صحبت کی درخواست کی اور خود نانبائی کا کام شروع کیا۔ مولانا نے بھی اس خدمت میں ان کی موافقت کی۔ اس اثنا میں شیخ نے اسی مطلع کو پڑھا۔ اور فرمایا کہ چشم کے معنی عین کے ہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ اشارہ کی زبان سے عین قدیم سے کہ ذات ہے اس سے تعبیر کریں۔ ابرو کو حاجب کہتے ہیں۔ سو ہو سکتا ہے کہ اس کا اشارہ صفات کی طرف کریں۔ کہ جو ذات کے لئے حجاب ہیں۔ مولانا نے عاجزی کی۔ اور انصاف کیا۔ ایک دفعہ شیخ اسمٰعیل سیسی رحمۃ اللہ نے درویشوں کو چلہ میں بٹھلایا مولانا کو بھی طلب کیا۔ مولانا نے یہ غزل کہی۔ اور اُن کی خدمت میں پہنچائی

غزل

ماھر تو دیدیم ز فلات گذشتیم
از جملہ صفات از پے آن ذات گذشتیم

در خلوت تاریک ریاضات کشیدیم
در واقع از سبع سموات گذشتیم

دیدیم کہ اینہا ہمہ خوابست وخیالست
مردانہ ازیں خواب وخیالات گذشتیم

با ما سخن از کشف وکرامات چہ گوئی
چوں ما زسر کشف وکرامات گذشتیم

اے شیخ اگر جملہ کمالات تو اینست
خوش باش کزیں جملہ کمالات گذشتیم

اینہا بحقیقت ہمہ آفاتِ طریق اند
ما در طلب از جملہ آفات گذشتیم

ما از پئے نوریکہ بود مشرقِ انوار
از مغربی وکوکب ومشکوۃ گذشتیم

جب شیخ نے یہ غزل سنی تو ان کا وقت خوش ہوا۔ اور پسند کیا۔ مولانا نے ۶۰ سال کی عمر میں ۸۰۹ھ میں وفات کی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ ✣

شمس الدین محمد الحافظ الشیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ لسان الغیب اور ترجمان الاسرار ہیں۔ بہت سے غیبی اسرار اور حقیقی معانی ہیں۔ کہ جن کو صورت اور مجاز کے لباس میں ظاہر کیا ہے۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں کہ وہ کسی شیخ کے مرید ہیں۔ یا نہیں اور تصوف میں اس گروہ میں سے کسی ایک کے ساتھ نسبت درست کی ہے یا نہیں۔ لیکن ان کے اشعار اس گروہ کے مشرب کے ایسے موافق ہو گئے ہیں کہ کسی کو ایسا اتفاق نہیں پڑا۔ ایک بزرگ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے سلسلہ میں سے فرماتے ہیں کہ اگر مرد صوفی ہے تو کوئی دیوان دیوان حافظ سے بہتر نہیں۔ چونکہ ان کے اشعار اس سے زیادہ مشہور ہیں۔ کہ ان کے ذکر کرنے کی ضرورت ہو۔ اس لئے نہیں لکھے گئے۔ ان کی وفات ۷۹۲ھ میں ہوئی ہے ✣

اُن نیک بخت عارف بیبیوں کا ذکر جو کہ مردوں کے درجہ تک پہنچ گئی تھیں

صاحب فتوحات رحمۃ اللہ تعالیٰ باب ۷۲ فتوحات میں اس کے بعد کہ بعض بزرگان دین

کا حال بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔ ولکن ماتذکر من ھٰؤلاء الرجال باسم الرجال فقد یکون منھم النساء ولکن یغلب ذکر الرجال قیل لبعضھم کم الابدال قال اربعون نفسا فقیل لہ لم لاتقول اربعون رجالاً فقال قد یکون فیھم النساء یعنے جب ہم ان مردوں کا ذکر کرتے ہیں۔ تو کبھی ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن مردوں کا ذکر بطور غلبہ کے ہوتا ہے بعض صوفیوں سے کہا گیا۔ کہ ابدال کتنے ہیں؟ کہا چالیس شخص ہیں۔ تب ان سے کہا گیا۔ کہ کیوں تم یہ نہیں کہتے کہ۔ وہ مرد ہیں۔ پھر اُس نے کہا کہ کبھی ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ اور شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمیٰ صاحب طبقات المشائخ رحمۃ اللہ نے عابدات اور عارف عورتوں کے احوال کے ذکر میں ایک علیحدہ کتاب جمع کی ہے۔ احوال کے بہتر اور اس کی شرح کی ان سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔ بعض صوفی کہتے ہیں ؎

ولو کان النساء کمن ذکرنا　　لفضلت النساء علی الرجال
فلا التانیث لاسم الشمس عیب　　ولا التذکیر فخر للھلال

یعنے اگر عورتیں ایسی ہوتیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے تو البتہ مردوں پر عورتوں کو فضیلت ہوتی کیونکہ آفتاب کا مؤنث ہونا معیوب نہیں۔ اور ہلال کے مذکر ہونے میں کچھ فرق فخر نہیں ہے؟

رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بصرہ کے رہنے والی تھیں۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کرتے تھے۔ ان کے پاس جایا کرتے۔ ان کی نصیحت اور دعا کی خواہش کیا کرتے۔ ایک دن سفیان ان کے پاس آئے اور ہاتھ اُٹھائے۔ اور کہا اللّٰھم انی اسئلک السلامۃ یعنے اے خدا میں تم سے سلامتی چاہتا ہوں۔ رابعہ رو پڑیں۔ سفیان نے پوچھا کہ تم کیوں روئیں۔ کہا مجھ کو تم نے رُلایا۔ سفیان نے کہا کیونکہ۔ کہا تم نہیں جانتے کہ دنیا کی سلامتی تو اس کا ترک ہے۔ اور تم اس میں آلودہ ہو رہے ہو۔ رابعہ کہتی ہیں کہ ہر چیز کا پھل ہے۔ اور معرفت کا پھل خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ یہ بھی انہوں نے کہا ہے استغفر اللہ من قلۃ صدقی فی استغفر اللہ یعنے میں خدا سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔ اس وجہ سے کہ اس استغفار میں میرا صدق کم ہے۔ سفیان نے پوچھا کہ سب سے بہتر کونسی چیز ہے۔ جس سے بندہ خدا تک تقرب ڈھونڈے کہا یہ کہ جان لے۔ کہ بندہ دنیا اور آخرت میں اس کے سوا اور کسی کو دوست نہ رکھے ایک

دن سفیان نے ان کے سامنے کہا وا حزناہ یعنی اے غم۔ کہنے لگی جھوٹ نہ بولو۔ اگر تم غمناک ہوتے تو تم کو زندگی بھلی نہ معلوم ہوتی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میرا غم اس لئے نہیں کہ میں غمزدہ ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ غمگین نہیں ہوں ؎

لبابہ متعبدہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بیت المقدس کے رہنے والی ہیں۔ فرماتی ہیں۔ کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ وہ مجھ کو غیر کے ساتھ مشغول رکھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں حج کو جاتا ہوں۔ جب وہاں پہنچوں تو کیا دعا کروں۔ کہا خدا تعالیٰ سے وہ چیز طلب کر۔ کہ وہ مجھ سے خوش ہو جائے۔ اور تجھ کو اپنے پسندیدہ لوگوں میں پہنچا دے۔ اور اپنے دوستوں میں تجھ کو گم کر دے ؎

مریم بصیریہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بصرہ کے رہنے والی ہیں۔ رابعہؒ کے زمانہ میں گذری ہیں اور ان کی صحبت میں رہی ہیں۔ اور اُن کی خدمت کرتی رہی ہیں۔ رابعہ کے بعد بھی کچھ مدت زندہ رہی ہیں۔ محبت میں باتیں کرتی تھیں۔ اور جب محبت کی باتیں سنتی تو بیخود ہو جاتی۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک مجلس میں جس میں کہ محبت کی باتیں کرتے تھے حاضر ہوئیں۔ تب ان کا پتہ پھٹ گیا۔ اور مجلس ہی میں جان دیدی وہ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی روزی کا غم نہیں کھایا۔ اور اس کی طلب میں کبھی رنج نہیں اُٹھایا۔ جب سے کہ میں نے یہ آیت سُنی وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوعَدُوْنَ یعنے آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو کچھ وعدہ دیے جاتے ہو ؎

ریحانہ والہہ رضی اللہ عنہا رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بصرہ کے عابدوں میں سے تھیں۔ صالح مری رحمۃ اللہ کے زمانہ میں ہوئی ہیں ان بیتوں کو اپنے گریبان کے اوپر لکھ رکھا تھا ؎

انت انسی وھمتی وسروری ۔۔۔ قدابی القلب ان یحب سواکا

یاعزیزی وھمتی مرادی ۔۔۔ طال شوقی متی یکون لقاکا

لیس سؤلی بن الجنان نعیم ۔۔۔ غیرانی ارید ان القاکا

یعنی اے خدا میری محبت وخلوص اور میری ہمت اور سرور تو ہی ہے دل اس بات کا انکار کرتا ہے کہ تیرے سوا کسی اور کو دوست رکھے اے میرے پیارے اور میری ہمت و مراد میرا شوق بڑھ گیا ہے۔ تیری ملاقات کب ہو گی۔ میرا سوال جنت اور نعیم کا نہیں ہے مگر یہ تجھ سے ملنے کا ارادہ کرتی ہوں +

معاذہ عدویہ رحمہا اللہ تعالےٰ

آپ رابعہ عدویہ کی ہمعصر ہیں۔ اور ان کی صحبت میں رہی ہیں۔ اُنھوں نے چالیس سال تک آسمان کی طرف منہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ اور دن میں کبھی کچھ نہیں کھایا اور نہ رات کو سوئی۔ لوگوں نے کہا کہ تم اپنے نفس کو بڑا نقصان پہنچاتی ہو۔ کہا کہ میں نفس کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتی رات کی نیند کو دن پر ڈالتی ہوں۔ اور دن کا کھانا رات پر +

عفیرہ عابدہ رحمہا اللہ

آپ بصرہ کی رہنے والی ہیں۔ اور معاذہ عدویہ کی صحبت میں رہی ہیں۔ اتنا روئیں کہ ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں کسی نے کہا کہ نابینائی بڑی سخت بات ہے اُنھوں نے کہا خدائے تعالےٰ سے محجوب رہنا بڑا سخت ہے۔ اور دل کا خدائے تعالےٰ کی مراد میں اس کے کاموں سے اندھا رہنا بہت ہی سخت ہے۔

شعوانہ رحمہا اللہ تعالےٰ

آپ عجم کی رہنے والی تھیں۔ اُبلہ میں رہتی تھیں۔ خوش آواز تھیں۔ اور خوش آوازی سے وعظ کیا کرتیں اور کچھ پڑھا کرتیں زاہد عابد۔ اہل دل ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ بڑی ریاضت والی تھی۔ خدا سے ڈرنے والی۔ رونے والی۔ اور رُلانے والی تھی۔ لوگوں نے کہا۔ ہم ڈرتے ہیں کہ رونے کے بعد تمہاری آنکھیں کہیں اندھی نہ ہو جائیں۔ کہا کہ دنیا میں بہت رونے سے اندھا ہونا مجھے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آنکھیں دوزخ کے عذاب سے اندھی ہو جائیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جو آنکھ کہ اپنے محبوب کی ملاقات سے باز رہے اور اس کے دیدار کی مشتاق ہو اس کا رونے کے بغیر رہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا کہتے ہیں کہ اس قدر غم نے ان پر

غلبہ کیا تھا کہ نماز و عبادت سے رہ گئی، خواب میں کوئی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا ؎

ادری دموعک اما کنت شاجیۃ ان النیاحۃ یشفی الحزن نینا
جدی وقومی وصومی الدھر دائبۃ فان الدئوب من فعل المطیعینا

یعنی اپنے آنسو بہا۔ اگر تو بہت روکر غمناک ہو گی تو بیشک چلانا غمناک کو شفا دیتا ہے عبادت میں سعی کر اور کھڑی رہو اور ہمیشہ روزہ رکھ سوز و گداز کے ساتھ کیونکہ پگلنا فرمانبرداروں کا کام ہے پھر عبادت کرنے لگی، اور یہ شعر گانے لگی۔ اور روتی تھی۔ عورتیں بھی ان کے ساتھ روتی تھیں کہتی ہیں کہ جب بوڑھی ہو گئیں۔ تو فضیل عیاض ان کے پاس آئے اور دعا طلب کی۔ کہا اے فضیل تم میں اور خدا تعالےٰ میں کوئی چیز ہے کہ اگر دعا کروں تو قبولیت کا سبب ہو جائے فضیل نے چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔

کبرویہ حفصہ رحمہا اللہ تعالےٰ

آپ بصرہ یا اہواز کے رہنے والی ہیں، شعوانہ کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ اور کہتی ہیں کہ میں ایک رات شعوانہ کے پاس تھی مجھے نیند آ گئی۔ تو اس نے اپنے پاؤں مجھ کو مارے اور کہا کہ اٹھ اے کبرویہ یہ سونے کی جگہ نہیں ہے۔ خواب کی جگہ قبر ہے۔ اس کو لوگوں نے کہا کہ تم کو شعوانہ کی صحبت کی برکت سے کیا ملا۔ کہا اس وقت کے بعد سے جوان کے پاس گئی۔ دنیا کو میں نے درست نہیں رکھا۔ اور روزی کا غم نہیں کھایا، دنیا میں سے کوئی شخص میری آنکھ کو طمع کی وجہ سے بزرگ نظر نہیں آیا۔ اور کسی مسلمان کو میں نے جھوٹا نہیں سمجھا۔ واللہ اعلم۔

رابعہ شامیہ رحمہا اللہ تعالےٰ

وہ احمد بن ابی الحواری کی بیوی ہیں۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ اس کا حال مختلف تھا کبھی تو اس پر عشق و محبت غالب ہوتے اور کبھی اُنس اور کبھی خوف غلبۂ محبت کے وقت یہ شعر پڑھا کرتی تھیں ؎

حبیب لیس یعدلہ حبیب وما السواہ فی قلبی نصیب
حبیب غاب عن بصری وشخصی ولکن عن فوادی لا یغیب

یعنی وہ ایسا محبوب ہے کہ جس کے برابر کوئی محبوب نہیں۔ اور اس کے سوا میرے دل میں اور کسی

سکا نصیب نہیں ہے گو حبیب میری آنکھ اور وجود سے غائب ہے لیکن میرے دل سے وہ غائب نہیں ہے اور انس کے وقت یہ کہا کرتی تھیں ؎

ولقد جعلتك فی الفواد محدثی وابحت جسمی من اراد جلوسی
فالجسم منی للجلیس موانس وحبیب قلبی فی الفواد انیسی

یعنے بیشک میں نے تجھ کو دل میں اپنا ہمراز و ہمسخن بنا لیا ہے۔ اور اپنے جسم کو اس کے لئے مباح کر دیا ہے جو میرے پاس بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے بس میرا جسم تو جلیس سے انس کرتا ہے لیکن دل کا حبیب میرے دل میں انیس ہے اور میں نے سُنا کہ خوف کی حالت میں یہ شعر پڑھتی ہیں ؎

وزادی قلیل الاراہ مبلغی الزاد ابکی ام بطول مسافتی
اتحرقنی بالنار یا غایۃ المنی فاین رجائی منک این مخافتی

یعنے میرا توشہ تھوڑا میں نہیں خیال کرتی کہ وہ مجھے منزل تک پہنچاوے۔ کیا توشہ کے لئے میں روؤں یا لمبی مسافت کے لئے اے میری غایت آرزو کیا تو مجھ کو آگ میں جلائے گی۔ پھر میری تم سے امید اور میرا تم سے خوف کہاں گیا۔ احمد بن الحواری سے کہا تھا ؎

لست احبك حب الازواج انما احبك حب الاخوان

یعنے میں تم اس طرح محبت نہیں کرتی جیسے عورت کو خاوند کی ہوتی ہے بلکہ ایسی جیسے برادران طریقت کی ہوتی ہے جب کھانا پکایا کرتا تو کہتی اے میرے سردار کھا کہ یہ کھانا نہیں پکا مگر تسبیح کے ساتھ۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں۔ کہ ایک دن اس کے سامنے ایک طشت تھا۔ کہا اس طشت کو اُٹھا لو کہ اس میں لکھا دیکھتی ہوں۔ کہ امیر المومنین ہارون الرشید فوت ہو گیا۔ تلاش کی تو معلوم ہوا کہ اسی دن فوت ہوا تھا۔

حکیمہ دمشقیہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ شام کی سردار عورتوں میں سے ہیں۔ اور رابعہ شامیہ کی اُستاد ہیں۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں۔ کہ رابعہ نے کہا میں حکیمہ دمشقیہ کے پاس آئی۔ وہ قرآن شریف پڑھ رہی تھیں۔ کہا اے رابعہ میں نے سُنا ہے کہ تمہارا خاوند یعنی احمد بن ابی الحواری تمہارے سر پر اور عورت لانا چاہتے ہیں میں نے کہا ہاں۔ کہا وہ اپنی عقل سے کہ رکھتا ہے کیونکر پسند کرتا ہے۔ کہ اپنے دل کو دو عورتیں کر کے حق تعالیٰ سے علیحدہ کر دے۔ شاید کہ تم کو اس آیۃ کریمہ کی تفسیر نہیں پہنچی

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ یعنے مگر وہ شخص کہ خدا کے سامنے سالم دل لے کر آئے۔ میں نے کہا مجھ کو تفسیر معلوم نہیں۔ کہا اس آیت کی تفسیر یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ تک تم پہنچو اور تمہارے دل میں خدا کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ رابعہ کہتی ہیں۔ کہ میں ان کے پاس سے باہر آئی۔ اور اس کی بات کے اثر سے جھکتی ہوئی چلتی تھی۔ اور جو لوگ راستہ میں ملتے تھے۔ ان سے شرم کرتی تھی کہ خیال نہ کریں کہ میں ہوں ✣

حفصہ بنت سیرین رحمہا اللہ تعالےٰ

آپ محمد سیرین کی بہن ہیں۔ زہد تقوی میں اپنے بھائی کی طرح تھیں وہ صاحب نشانات و کرامات تھیں کہتے ہیں کہ وہ رات کو اپنے گھر میں چراغ جلاتی تھیں اور اٹھتی تھیں۔ نماز پڑھتی تھیں کبھی ایسا ہوتا کہ ان کا چراغ بجھ جاتا۔ لیکن ان کا گھر صبح تک روشن رہتا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ ✣

اُم حسان رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ اہل کوفہ کے زاہدوں میں سے تھیں۔ سفیان ثوری ان کی زیارت کو جاتے تھے بعض کہتے ہیں کہ ان سے نکاح کر لیا تھا۔ سفیانؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں ان کے پاس گیا تو اس کے گھر میں سوائے ایک پرانے بوریے کے ٹکڑے کے اور کچھ نہ دیکھا۔ میں نے کہا کہ اگر تمہارے چچا زاد بھائیوں کی طرف رقعہ لکھا جائے۔ تو تمہارے حال کی خبر گیری کریں۔ اس نے کہا اے سفیان میری آنکھ اور دل میں تم اس سے پہلے بزرگ معلوم ہوتے تھے۔ اب اس قدر نہیں معلوم ہوتے۔ جب میں ہرگز دنیا کا سوال اس سے نہیں کرتی جو دنیا کا مالک اور اس پر قادر اور قابض ہے۔ تو پھر ایسے شخص سے کیونکر سوال کروں کہ جو اس پر قادر نہیں ہے اے سفیان خدا کی قسم میں دوست نہیں رکھتی کہ مجھ پر کوئی ایسا وقت گزرے۔ کہ خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور سے مشغول ہو جاؤں۔ سفیان اس بات سے رو پڑے ✣

فاطمہ نیشاپوری رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ خراسان کی قدیمی عورتوں میں بڑی عارفہ ہیں۔ ابویزید بسطامی قدس اللہ تعالےٰ سرہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ ذوالنون مصری نے ان سے سوال کئے ہیں۔ مکہ میں مجاور رہی ہے

اور کبھی بیت المقدس میں جاتی تھی۔ اور پھر مکہ میں لوٹ آتی تھیں۔ عمرہ کے راہ میں ۲۳۳ھ میں فوت ہوئی ہیں۔ ایک دن ذوالنون کے لئے انہوں نے کچھ بھیجا۔ ذوالنون نے اس کو قبول نہ کیا اور کہا کہ عورتوں کی چیزوں کے قبول کرنے میں ذلت اور نقصان ہے فاطمہ نے کہا کہ دنیا میں کوئی صوفی اس سے بہتر و بزرگ نہیں کہ جو سبب کو درمیان نہیں دیکھتا۔ ابویزید نے کہا ہے۔ کہ میں نے اپنی ساری عمر میں ایک مرد اور ایک عورت دیکھی ہے۔ وہ عورت تو فاطمہ نیشاپوری ہے۔ میں نے کسی مقام کی اسکو خبر نہیں دی۔ کہ اس کو پہلے سے ظاہر نہ ہو۔ ایک شیخ نے ذوالنون مصری سے پوچھا کہ آپ نے کس کو اس گروہ میں بڑا بزرگ دیکھا ہے۔ کہا کہ ایک عورت مکہ میں تھی جس کو فاطمہ نیشاپوریہ کہتے تھے۔ قرآن کے معنی ایسا بیان کرتی تھی۔ کہ مجھ کو تعجب معلوم ہوتا تھا وہ کہتی ہیں۔ من لم یکن اللہ منہ علی بال فانہ یتخطی فی کل میدان ویتکلم بکل لسان ومن کان اللہ منہ علی بال اخرسہ الا علی الصدق ولزمہ الحیاء منہ والاخلاص یعنے جو شخص خدا کو دل میں نہ لائے یعنی اس کی تعظیم دل میں نہ رکھے تو ہر میدان میں آئیگا۔ اور ہر زبان میں کلام کریگا (یعنی حق باطل میں تمیز نہ کریگا) اور جس کے دل میں خدا کی عظمت ہوگی۔ اسکو خدا تعالے سچ کے سوا گنگا کر دیگا۔ اور حیا و اخلاص اس کو ضروری کر دیگا۔ وہ یہ بھی کہتی ہیں الصادق المتقی الیوم فی بحر تضطرب علیہ امواجہ یدعو ربہ دعاء الغریق یسال ربہ الخلاص والنجاۃ یعنے آج صادق متقی ایک ایسے سمندر میں ہے کہ اس کی موجیں اس پر پڑتی ہیں (یعنی حوادثات) وہ اپنے رب کو ایسا پکارتا ہے۔ جیسا کوئی ڈوبنے والا اپنے رب سے خلاصی و نجات چاہتا ہے وہ یہ بھی کہتی ہیں۔ من عمل اللہ علی المشاہدۃ فھو عارف ومن عمل علی مشاہدۃ اللہ ایاہ فھو المخلص یعنے جو مشاہدہ کر کے خدا کے لئے عمل کرتا ہے وہ عارف ہے اور جو ایسا عمل کرتا ہے کہ خدا اسکو دیکھ رہا ہے تو وہ مخلص ہے ۞

زیتونہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ کا نام فاطمہ ہے۔ ابو حمزہ۔ جنید و نوری قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم کی خدمت کر چکی ہیں وہ کہتی ہیں کہ ایک دن بڑی سردی تھی۔ میں نوری کے پاس آئی۔ اور میں نے کہا کچھ کھاتے ہو کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا لاؤں۔ کہا روٹی دودھ۔ میں لائی۔ اُن کے سامنے آگ روشن کر دی گئی تھی۔ اور ان کا ہاتھ راکھ سے سیاہ ہو رہا تھا۔ اور جہاں ان کے ہاتھ پر دودھ لگتا۔

سیاہی دھوئی جاتی. جب میں نے یہ حال دیکھا تو اپنے دل میں کہا یا رب ما اقذر اولیاءک
مافیھم احد لطیف یعنے اے رب تیرے اولیا کیا ہی گندے ہیں کہ ان میں کوئی بھی پاک
صاف نہیں. پھر میں ان کے پاس سے باہر نکل آئی. ایسی جگہ پہنچی. کہ ایک عورت مجھ کو لپٹ
گئی. کہ یہاں پر ایک کپڑوں کی بقچی تھی. وہ تم اٹھا کر لے گئی ہو. اور مجھے امیر کے سامنے لے گئی
نوری روئے یہ حال سُنا. میرے پیچھے امیر کے پاس آئے اور کہا اس کو تکلیف نہ دینا کیونکہ یہ
اولیاء اللہ میں سے ہے۔ امیر نے کہا میں کیا حیلہ کروں. کیونکہ اس کی مدعی اس سے مال
مانگتی ہے. اتفاقاً لونڈی حبشن ظاہر ہوئی جس کے پاس وہ گٹھڑی تھی. اور کہنے لگی اس
کو چھوڑ دو کیونکہ بقچی مل گئی ہے. پس نوری نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور امیر کے پاس سے باہر
لائے. اور کہا تم نے کیوں کہا تھا. ما اوحش اولیاءک واقذرھم یعنے وہ تیرے ولیوں
میں کس قدر وحشی اور گندہ ہے. میں نے کہا جو کچھ میں نے کہا تھا اس سے توبہ کی +

فاطمہ البردعیہ رحمہا اللہ تعالیٰ

وہ اردبیل میں رہتی تھیں. قیل کانت من العارفات المتکلمات بالشطح یعنے کہتے
ہیں کہ وہ عارفہ تھیں. اور شطحی باتیں (بظاہر خلاف شرع) کہا کرتی تھیں. ایک شیخ نے ان سے
اس حدیث قدسی سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم نے حق سبحانہٗ سے حکایت کی ہے۔
سوال کیا. انا جلیس من ذکرنی یعنے اس شخص کا ہم مجلس ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے اس نے
تھوڑی دیر تک اس سائل سے اور باتیں کیں. پھر یہ کہا. ان الذکر ان تشھد ذکر المذکور لک
مع دوام ذکرک لہ فیفنی ذکرک فی ذکرہ لک ویبقی ذکرہ لک حین لامکان ولا زمان۔
یعنے بیشک ذکر یہ ہے کہ باوجود مذکور (یعنی خدا) کے ہمیشہ ذکر کرنے کے تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ
وہ تجھے یاد کر رہا ہے. پھر تیرا ذکر اس کے ذکر میں فنا ہو جائے. اور اس کا تجھے یاد کرنا باقی
رہ جائے. ایسے وقت میں کہ نہ مکان ہو نہ زمانہ +

اُم علی زوجہ احمد خضرویہ رحمہا اللہ تعالےٰ

وہ بڑے گھرانے کی لڑکی اور بڑی مالدار تھیں. لیکن سب کچھ فقرا کو دیدیا. اور احمدؒ
کے ساتھ جو کچھ اُن کے پاس تھا. موافقت کی. بایزید اور ابوحفص قدس اللہ تعالیٰ روحہما کو دیکھا

تھا۔ اور بایزید سے سوالات کئے تھے۔ ابو حفص کہتے ہیں۔ کہ میں ہمیشہ عورتوں کی باتوں کو بُرا سمجھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ام علی احمد خضرویہ کی بیوی کو دیکھا۔ تب میں نے جانا کہ خدا تعالےٰ اپنی معرفت اور سمجھ جہاں چاہتا ہے رکھتا ہے۔ بایزید قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص تصوف اختیار کرے۔ چاہئے کہ ہمت کے ساتھ اختیار کرے جس طرح کہ ام علی احمد خضرویہ کی بیوی کی ہمت ہے یا وہ حال اختیار کرے جو اس کا حال ہے۔ ام علی کہتی ہیں۔ کہ خدائے تعالےٰ نے لوگوں کو طرح طرح کے لطیفوں اور اچھی باتوں سے اپنی طرف بلایا۔ انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔ تب ان پر طرح طرح کی بلائیں ڈالیں تاکہ ان کو بلا کی وجہ سے اپنی طرف بلائے۔ کیونکہ وہ ان کو دوست رکھتا ہے وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ حاجت کا فوت ہو جانا اُس کے لئے خواری حاصل کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ بلخ کی ایک عورت اس کے پاس آئی کہ میں اس لئے آئی ہوں۔ کہ تمہاری خدمت کے ذریعہ سے خدائے تعالیٰ سے نزدیکی طلب کروں کہا۔ کیوں خدائے تعالےٰ کی خدمت کے ذریعہ سے مجھ سے نزدیکی نہیں ڈھونڈھتی +

ام محمد والدہ شیخ ابو عبداللہ بن خفیف رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ عابدات فرمانبرداروں میں سے تھیں۔ اپنے بیٹے ابو عبداللہ خفیف کے ہمراہ سمندر کے راستہ حجاز کے سفر کو گئی تھیں۔ ان کے مکاشفات، مجاہدات بہت ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ رمضان کے آخر عشرہ میں راتوں کو جاگا کرتے تھے کہ شب قدر پالیں۔ ایک رات مکان کی چھت پر نماز پڑھتے تھے۔ اور اُن کی والدہ ام محمد گھر کے اندر خدا کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھی ہوئی تھیں یہاں تک کہ شب قدر کے انوار ان پر ظاہر ہونے لگے۔ آواز دی کہ اے محمد اے فرزند جو کچھ تم وہاں طلب کرتے ہو وہ یہاں پر موجود ہے۔ شیخ اُترے اور ان انوار کو دیکھا۔ اور والدہ کے قدموں پر گر پڑے۔ اس کے بعد شیخ کہا کرتے تھے۔ کہ اس وقت کے بعد سے میں نے والدہ کی قدر جانی +

فاطمہ بنت ابی بکر الکتانی رحمہا اللہ تعالیٰ

انہوں نے سمنون محب کی مجلس میں جبکہ وہ محبت کے بارہ میں گفتگو کر رہے تھے۔ جان دے دی۔ اور اس کے ساتھ اور تین مردان خدا نے بھی جان دی +

فضہ رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ ابوالربیع مالقی رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایک نیک بخت عورت کا حال سنا۔ کہ وہ ایک گاؤں میں رہتی ہے۔ مجھے اس کی کرامت کی شہرت کی وجہ سے اس کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ اس عورت کو فضہ کہا کرتے تھے۔ جب اس گاؤں میں جہاں وہ رہتی تھی پہنچے۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ اس کے پاس ایک بکری ہے۔ جس سے دودھ اور شہد دوہتی ہے۔ ہم نے ایک نیا پیالہ خریدا۔ اور اس عورت کے پاس آئے اور اس کو سلام کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ تمہاری بکری دیکھنی چاہتے ہیں۔ جس کی نسبت لوگ چرچا کرتے ہیں۔ بکری کو لے آئی۔ ہم نے اس پیالہ میں دوہا۔ دودھ اور شہد تھا۔ ہم نے اس کا قصہ پوچھا۔ تو کہا کہ ہماری ایک بکری تھی۔ ہم فقیر لوگ ہیں۔ عید کے دن میرے خاوند نے جو مرد صالح تھا کہا کہ آج ہم اس بکری کی قربانی دینگے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کیونکہ ہم کو قربانی کے ترک کرنے میں رخصت ہے۔ اور خدا تعالےٰ ہماری حاجت کو جانتا ہے۔ کہ اس بکری کی ہمیں ضرورت ہے۔ اتفاقاً اس رات ایک مہمان آ گیا۔ میں نے شوہر سے کہا۔ کہ ہم مہمان کی عزت کرنے کے لئے حکم دیئے گئے۔ اُٹھو اور اس بکری کو ذبح کر۔ لیکن ایسی جگہ کہ ہمارے بچے نہ دیکھیں۔ کیونکہ اس کے ذبح ہونے پر یہ روئینگے۔ تب وہ اس کو باہر لے گیا۔ کہ دیوار کے پیچھے ذبح کرے۔ اتفاقاً میں نے دیکھا کہ بکری گھر کی دیوار سے کود کر گھر میں آ گئی ہے۔ میں نے کہا شائید وہ بکری خاوند سے بھاگ کر نکل آئی ہے میں باہر نکلی دیکھا کہ شوہر اس کی کھال اُتار رہا ہے۔ میں نے تعجب کیا۔ اور یہ حال شوہر سے بیان کیا۔ اس نے کہا شائید کہ خدا تعالےٰ نے ہم کو اس سے بہتر عنایت کی ہو۔ کیونکہ ہم نے مہمان کی خاطر کی ہے۔ اس کے بعد کہا اے فرزند۔ یہ بکری مریدوں کے دل میں چرتی ہے۔ جب ان کے دل اچھے ہیں۔ تو اس کا دودھ بھی اچھا ہے۔ اور اگر ان کا دل بگڑا ہوا ہے تو اس کا دودھ بھی بگڑا ہوا ہو گا۔ پس تم اپنے دلوں کو خوش رکھو

امام یافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ اس عورت نے جو مریدوں کا لفظ کہا اس سے مقصود وہ اور اس کا خاوند تھا۔ لیکن چھپانے اور شبہ میں رکھنے اور مریدوں کو دل کے پاک رکھنے کی ترغیب کے لئے عام طور پر ذکر کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے دل خوش ہیں تو جو کچھ ہمارے

پاس ہے وہ بھی اچھا ہے پس تم بھی اپنے دل خوش رکھو، تاکہ جو کچھ تمہارے پاس ہے خوش رہے ؛

تلمیذہ سری سقطی رحمہا اللہ تعالیٰ

ایک عورت تھی جو کہ سری سقطی کی شاگردتھیں۔ اس عورت کا ایک لڑکا تھا۔ جو معلم کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ معلم نے اس کو چکی پر بھیجا (پن چکی ہوگی) وہ پانی میں گرا۔ اور غرق ہو گیا۔ معلم نے شیخ سری کو اس کی اطلاع دی۔ سری نے کہا اٹھو۔ اور میرے ساتھ چلو۔ تاکہ اس کی والدہ کے پاس جائیں۔ اس کے پاس گئے۔ شیخ سری نے لڑکے کی والدہ سے صبر کے بارہ میں باتیں کیں۔ اس کے بعد رضا کے بارہ میں۔ عورت نے کہا اے استاد! اس تقریر سے آپ کا مقصود کیا ہے کہا کہ تمہارا بیٹا غرق ہو گیا ہے کہا میرا بیٹا؟ کہا ہاں۔ کہا کہ بیشک خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ شیخ سری نے پھر صبر و رضا میں تقریر کی۔ عورت نے کہا کہ اٹھو اور میرے ساتھ آؤ۔ اٹھے اور اس کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ نہر کے کنارے پر پہنچے۔ پوچھا کہ میرا بیٹا کہاں ڈوبا ہے۔ لوگوں نے کہا یہاں۔ وہاں گئی اور آواز دی کہ فرزند محمد۔ کہا اے لبیک اے ماں وہ عورت پانی میں گئی اور بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور گھر لیے گئی۔ شیخ سری نے شیخ جنید کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہوئی جنید نے کہا۔ یہ ایسی عورت ہے کہ خدا تعالیٰ کے واجبات کی پوری رعایت کرنے والی ہے۔ اور جو شخص ایسا ہو۔ اس کو یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ اس کی نسبت اگر کوئی حادثہ ہو۔ تو اس کی اطلاع اس کو دے دیا کرتے ہیں۔ جب اس کو بیٹے کے فوت ہونے کی اطلاع نہ دی گئی۔ تو اس نے جانا کہ یہ حادثہ ہوا ہی نہیں اس لئے انکار کیا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی کیا ؛

تحفہ رحمہا اللہ تعالیٰ

سری سقطی کہتے ہیں۔ کہ ایک رات مجھے نیند نہ آئی۔ اور عجیب قسم کا قلق و اضطراب تھا چنانچہ میں تہجد سے محروم رہا۔ جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو باہر گیا۔ اور جہاں مجھے گمان ہوتا تھا۔ کہ شاید وہاں اضطراب میں تسلی ہو جائے جاتا تھا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔ آخر میں نے کہا۔ کہ شفاخانہ میں جاؤں۔ اور بیماروں کو دیکھوں۔ شاید کہ ڈر دل اور عبرت حاصل کروں۔ جب

میں شفاخانہ میں آیا، تو میرا دل خوش ہو گیا اور سینہ کھل گیا۔ اتفاقاً میں نے ایک لونڈی کو دیکھا کہ بڑی موٹی تازی عمدہ فاخرہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس سے عمدہ خوشبو میرے دماغ میں پہنچی بڑی خوبصورت تھی لیکن دونوں پاؤں اور دونوں ہاتھوں سے بندھی ہوئی تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو رونے لگی اور چند شعر پڑھے۔ میں نے شفاخانہ کے مالک سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ اس نے کہا کہ ایک پاگل لونڈی ہے۔ اس کے مالک نے اس کو قید کیا ہے شاید کہ تندرست ہو جائے۔ جب اس نے دار وغہ جیل کی باتیں سنیں۔ تو رونا اس کے گلے میں بندھ گیا۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھنے لگی ؎

معشر الناس ماجننت ولکن انا سکرانة وقلبی صاحی
اغللتم یدی ولم آت ذنبا غیر جهدی فی حبه وافتضاحی
انا مفتونة بحب حبیب لست ابغی عن بابه من براحی
فصلاحی الذی زعمتم فسادی وفسادی الذی زعمتم صلاحی
ما علی من احب مولی الموالی وارتضاه لنفسه من جناحی

یعنے اے لوگو! میں دیوانی نہیں ہوں۔ لیکن میں مست ہوں۔ اور میرا دل جلا رہا ہے۔ تم نے میرے ہاتھوں کو جکڑ دیا ہے۔ حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ بجز اس کے کہ اس کی محبت میں میری سعی اور رسوائی ہے۔ میں محبوب کی محبت میں مفتون ہوں۔ اور اس کے دروازہ سے دور ہونا نہیں چاہتی پس جس کو تم نے میرا فساد سمجھ لیا ہے۔ وہی میری درستی ہے۔ اور جس کو تم نے میری درستی خیال کیا ہے وہ میرا بگاڑ ہے۔ جو شخص کہ خواجۂ خواجگان کا محب ہو، اور اس کو اپنے لئے پسند کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اس کے شعروں نے مجھے جلا دیا۔ اور مجھے رُلا دیا۔ جب اس نے میرے آنسو دیکھے تو کہا اے سری یہ رونا اس کی صفت پر ہے۔ اگر اس کو پورے طور پر پہچان لے تو پھر کیا حال ہو۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی۔ تو میں نے کہا اے لڑکی۔ کہا لبیک (حاضر ہوں) اے سری میں نے کہا مجھ کو تم نے کہاں سے پہچان لیا۔ کہا میں اس وقت سے جاہل نہیں ہوں۔ جیسے کہ اس کو پہچانا ہے میں نے کہا۔ میں سنتا ہوں۔ کہ محبت کی یاد کرتی ہے۔ کس کو تم دوست رکھتی ہو کہا اس کو کہ جس نے ہم کو اپنی تین نعمتوں سے واقف کر دیا۔ اور ہم پر اپنی نعمتوں سے دلوں سے قریب ہے اور سائلوں کی بات ماننے والا۔ میں نے کہا۔ تم کو یہاں کس نے قید کر دیا ہے۔

کہا اے سری حاسدوں نے باہم مدد کی۔ اس کے بعد ایک چیخ ماری۔ کہ مجھ کو گمان ہو گیا۔ شاید اس کی جان نکل گئی۔ اس کے بعد ہوش میں آئی۔ اور چند بیت اپنے مناسب حال پڑھے میں نے شفاخانہ کے داروغہ سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اُس نے چھوڑ دیا۔ میں نے کہا جا۔ جہاں چاہتی ہے۔ کہا اے سری میں کہاں جاؤں۔ مجھے جانے کی کوئی جگہ نہیں۔ جو میرے دل کا حبیب ہے۔ اس نے مجھ کو اپنے ایک غلام کا غلام بنا دیا ہے۔ سو اگر میرا مالک راضی ہو تو جاؤں گی۔ ورنہ صبر کروں گی۔ میں نے کہا واللہ کہ وہ مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ اتفاقاً اس کا مالک شفاخانہ میں آ گیا۔ اور داروغہ سے کہا کہ تحفہ کہاں ہے۔ اُس نے کہا کہ اندر ہے۔ اور شیخ سری اس کے پاس ہیں۔ وہ خوش ہوا۔ اور مجھ کو آ کر سلام کہا۔ اور بڑی تعظیم کی۔ میں نے کہا کہ یہ لونڈی میری تعظیم کی نسبت زیادہ تعظیم کے لائق ہے۔ کیا سبب ہے کہ تم نے اس کو قید کر رکھا ہے۔ کہا حضرت یہ بہت سی باتیں کرتی ہے۔ اس کی عقل جاتی رہی ہے نہ کھاتی ہے نہ پیتی نہ سوتی ہے۔ اور مجھے بھی سونے نہیں دیتی۔ بڑی فکرمند اور بڑی روتی رہتی ہے۔ حالانکہ میری ساری جائداد یہی ہے۔ میں نے اس کو اپنا تمام مال بیس ہزار درم دے کر خریدا تھا۔ مجھے امید تھی۔ کہ اس پر مجھے اور فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اپنے فن میں کامل ہے۔ میں نے کہا۔ اس کا کمال کیا ہے۔ کہا یہ مطربہ ہے (گانے والی) میں نے کہا کہ کتنی مدت سے اس کو یہ بیماری ہوئی ہے۔ کہا ایک سال ہو چکا ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کہ اس کی ابتدا کیونکر ہوئی تھی۔ کہا عود۵ اس کی بغل میں تھا۔ اور یہ شعر گا رہی تھی۔ ؎

وحقك لانقضت الدهر عهدا ولاكدرت بعد الصحو ودا

ملأت جوانحي والقلب وجدا فكيف الذ او اسلو واهدا

فيامن ليس لي مولى سواه اداك تركتني في الناس عبدا

یعنے تیرے حق کی قسم ہے کہ میں نے کبھی عہد کو نہیں توڑا۔ اور نہ صفائی کے بعد دوستی کو مکدر کیا ہے۔ میں نے اپنی پسلیوں اور دل کو سوزش سے بھر لیا ہے سو اب کیسے لذت پاؤں یا تسلی یا آرام پاؤں۔ اے وہ ذات کہ جس کے سوا میرا اور کوئی مولی نہیں ہے میں تجھ سے دیکھتا ہوں۔ کہ تو نے لوگوں میں مجھے غلام کر چھوڑا ہے۔ اُس کے بعد اُٹھی

۵ عود ایک ساز کا نام ہے جیسے سارنگی وغیرہ ۱۲

اور عود کو توڑ دیا۔ اور رونے لگی۔ ہم نے اس کو کسی کی محبت کی تہمت لگائی لیکن روشن ہو گیا کہ اس کا کچھ بھی اثر نہ تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا یہی حال گذرا ہے۔ خستہ دل اور شکستہ زبان سے کہنے لگی ؎

خاطبنی الحق من جنانی فکان وعظی علے لسانی
قربنی منہ بعد بُعد وخصنی اللہ واصطفانی
اجبت لما دعیت طوعا ملبیا للذی دعانی
وخفتُ مما جنیتُ قدما فوقع الحب بالامانی

یعنے خدا تعالےٰ نے مجھ سے میرے دل سے خطاب کیا۔ پس میرا وعظ میری زبان پر جاری ہوا۔ مجھ کو بعد دوری کے اپنے قریب کر لیا۔ اور مجھ کو خاص اور پسندیدہ کر لیا۔ جس کے لئے مجھے بلایا سو میں نے خوشی سے اس کو قبول کیا۔ اور پکارنے والے کو لبیک پکاری میں پہلے گناہوں سے ڈری لیکن محبت امیدوں میں پڑ گئی۔ یعنے محبت نے امید دلائی۔ کہ پہلے گناہ معاف ہو جائینگے۔ اس کے بعد میں نے لونڈی کے مالک سے کہا کہ اس کی قیمت مجھ پر ہے اور زیادہ بھی دیتا ہوں۔ وہ چلائی اور کہا اے سری۔ تمہارے پاس کہاں ہے۔ تم تو درویش مرد ہو۔ میں نے کہا تم جلدی نہ کرو۔ تم ابھی یہیں رہو۔ تاکہ میں اس کی قیمت لاؤں۔ اس کے بعد میں روتا ہوا گیا۔ اور خدا کی قسم کہ میرے پاس اس کی قیمت ایک دینار۔ ایک درم تک نہ تھی۔ رات کو اس فکر میں حیران تھا اور تمہارہ کر عاجزی کرتا تھا۔ مجھے نیند نہ آتی تھی۔ میں کہتا تھا کہ اے پروردگار تو میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اور میں نے تیرے فضل پر اعتبار کیا ہے۔ مجھے رسوا نہ کیجیو۔ اتفاقاً ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا کون ہے کہا ایک دوست۔ تب میں نے دروازہ کھول دیا۔ دیکھا تو اس کے ساتھ چار غلام ہیں۔ اور ایک شمع ہے کہا اے اُستاد اندر آنے کی اجازت دیتے ہو۔ میں نے کہا ہاں آ جاؤ۔ جب اندر آیا تو میں نے کہا تم کون ہو۔ کہا کہ احمد بن مثنیٰ ہوں آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو ہاتف پکار کر کہتا ہے کہ پانچ بدرے اُٹھا۔ سری کے پاس لے جا۔ اور اس کی طبیعت کو خوش کر دے تاکہ تحفہ کو خرید لے۔ کیونکہ ہماری تحفہ پر عنایت ہے۔ جب میں نے یہ سُنا۔ تو شکر کا سجدہ کیا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے یہ نعمت دی۔ سری فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا رہا۔ اور صبح کا انتظار کرتا تھا جب صبح کی نماز پڑھ چکا۔ تو باہر نکلا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑا۔ شفاخانہ میں لایا لوروار دغہ

دائیں بائیں دیکھ رہا تھا جب اُس نے مجھے دیکھا تو کہا مرحبا۔ کہ تحفہ کو خدا کی طرف سے قرب کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ رات مجھے ہاتف نے آواز دی ہے اور کہا ہے ؎

انتھا صنا بیالی لیس یخلو من نوال قربت ثم نزحت وعلمت فی کل حال

یعنے وہ محبوبہ ہمارے دل میں ہے اور مہربانی سے خالی نہیں ہے۔ وہ نزدیک کی گئی۔ پھر اس نے ترقی کی اور ہر حال میں بلند ہوئی جب تحفہ نے ہم کو دیکھا تو رونے لگی۔ اور خدا تعالےٰ سے مناجات میں کہنے لگی۔ کہ خدایا مجھ کو لوگوں میں تو نے مشہور کیا۔ ہم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کا مالک روتا ہوا آیا۔ میں نے کہا روؤ مت۔ جو کچھ تم نے کہا میں لایا ہوں۔ پانچہزار نفع لے لے۔ کہا نہیں خدا کی قسم میں نے کہا دس ہزار لو۔ کہا خدا کی قسم نہیں۔ میں نے کہا اس کی قیمت کے برابر نفع لو۔ کہا کہ نہیں خدا کی قسم اگر مجھے تمام دنیا دو گے۔ تو نہ لونگا اور وہ خالصۃً للہ آزاد ہے میں نے کہا بات کیا ہے۔ کہا اے اُستاد۔ کل مجھ کو جھڑک پڑی ہے۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں۔ کہ میں اپنے سب مال سے علٰحدہ ہو گیا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کیطرف بھاگا ہوں اللھم کن لی بالسعۃ کفیلا وبالرزق جمیلا یعنے خداوندا تو میری فراخی رزق اچھا کفیل بن۔ ابن مثنی کی طرف میں نے دیکھا تو وہ بھی روتا تھا۔ میں نے کہا تم کیوں روتے ہو۔ کہا گویا خدا تعالےٰ نے جس امر کے لئے مجھے بلایا تھا مجھ سے راضی نہیں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے اپنا سارا مال خالصۃً للہ کر دیا۔ دیکھئے تحفہ کی کیسی برکات سب پر روشن ہوئی ہیں۔ اُس کے بعد تحفہ اٹھی۔ اور جو اس کے بدن میں کپڑے تھے۔ ان سب کو اُتار دیا۔ اور ٹاٹ کا کپڑا پہن کر باہر چل دی اور روتی تھی۔ میں نے کہا کہ خدا تعالےٰ نے تجھے رہائی دی ہے۔ تو اب رونا کیسا ہے۔ کہا ؎

ھربت منہ الیہ وبکیت منہ علیہ وحقہ ھو سؤلی لا زلت بین یدیہ

حتی انال داحظی بما رجوت لدیہ

یعنے بھاگی میں اس سے اسی کی طرف اس کے حق کی قسم ہے حالانکہ وہ میرا مطلوب و سوال کیا گیا ہے۔ اس کے سامنے سے کبھی دُور نہ ہونگی جتنی کہ اس کو پالوں۔ جو اس سے اُمید رکھتی ہوں۔ اُس کے بعد ہم باہر آئے۔ اور ہر چند تحفہ کو تلاش کیا۔ مگر وہ نہ ملی۔ اس کے بعد ہم نے کعبہ شریف کا ارادہ کیا۔ ابن مثنی تو راستہ ہی میں فوت ہو گیا۔ میں اور تحفہ کا مالک مکہ میں آیا ایسے وقت میں کہ ہم طواف کر رہے تھے۔ اتفاقاً ایک زخمی کی آواز ہم نے سنی کہ زخمی جگر سے

کہہ رہا ہے ؎

محب اللہ فی الدنیا سقیم ۔۔۔ تطاول سقمہ فدواہ داہ
فہام لحبہ و ما الیہ ۔۔۔ سقاہ من محبۃ یکاس
فازوہ المہیمن اذ سقاہ ۔۔۔ فلیس یرید محبوبا سواہ
کذالک من ادعی شوقا الیہ ۔۔۔ یھیم بجبہ حتے یراہ

یعنی خدا کا عاشق دنیا میں بیمار ہوتا ہے۔ اس کی بیماری لمبی ہوتی ہے پس اس کی دوا اس کی بیماری ہے وہ اس کی محبت کی وجہ سے حیران ہو کر اسی کی طرف چڑھتا ہے۔ اس نے اپنی محبت کا پیالہ اس کو پلایا پس اس کو اس کے محافظ (خدا) نے سیراب کر دیا۔ جبکہ اس کو محبت کی شراب پلائی۔ اب وہ اس کے سوا اور کسی محبوب کو نہیں چاہتا۔ ایسا ہی اس شخص کا حال ہے کہ جو اس کے شوق کا مدعی ہے۔ کہ وہ اس کی محبت میں حیران پھرتا ہے یہاں تک کہ اس کو دیکھ لے۔ میں اس کے سامنے گیا۔ جب اس نے مجھ کو دیکھا۔ تو کہا اے سری۔ میں نے کہا لبیک (یعنی حاضر ہوں) تم کون ہو کہ خدا تم پر مہربانی کرے۔ کہا لا الٰہ الا اللہ۔ کہا روشنائی کے بعد ناواقفی ہو گئی۔ میں تو تحفہ ہوں۔ اور وہ تو ایک خیال تھا۔ ہم نے کہا۔ اے تحفہ تم نے لوگوں سے علیحدہ رہنے میں کیا فائدہ دیکھا۔ کہا کہ خدا تعالےٰ نے مجھ کو اپنے قرب میں بلا لیا۔ اور محبت بخشی۔ اور اپنے غیر سے وحشت دی۔ میں نے کہا ابن مثنیٰ تو فوت ہو گیا۔ کہا خدا اس پر رحم کرے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنی نعمتوں میں سے اس قدر دیا کہ کسی آنکھ نے ان کو نہیں دیکھا۔ وہ بہشت میں میرا ہمسایہ ہے میں نے کہا تمہارا مالک جس نے تم کو آزاد کیا تھا۔ وہ میرے ہمراہ آیا ہے۔ تب اس نے پوشیدہ دعا کی۔ اور کعبہ کے برابر گر پڑی اور فوت ہو گئی۔ جب اس کا مالک آیا اور اس کو مردہ دیکھا وہ بھی اس پر گر پڑا۔ میں نے جا کر اس کو بلایا تو مردہ تھا۔ ہم نے ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی۔ اور خاک کے سپرد کر دئے۔ رحمہما اللہ۔

ام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ شیخ عبد القادر گیلانی رض کی پھوپھی ہیں۔ نیک بخت عورتوں میں سے ہیں کہتے ہیں ایک دفعہ گیلان میں قحط پڑ گیا۔ لوگ استسقا بارش کی طلب کے لئے باہر گئے لیکن بارش نہ

ہوئی۔ تمام لوگ ام محمدؒ کے مکان کے دروازہ پر آئے اور بارش کے لئے دعا کے طالب ہوئے۔ ام محمد اپنے گھر کے صحن میں جھاڑو دے رہی تھیں۔ کہا، خداوندا! میں نے جھاڑو دی ہے، تو چھڑکاؤ کر دے۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی۔ کہ اس قدر بارش ہوئی۔ گویا مشکیں کھل گئیں ہیں۔

بیبک مرویہ رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ کہتے ہیں۔ کہ ہم مرو میں تھے وہاں ایک بڑھیا عورت تھی۔ جس کو بیبک مرویہ کہتے تھے۔ ہمارے نزدیک آئی اور کہا، اے ابوسعید! میں فریاد لے کر آئی ہوں۔ ہم نے کہا کہو۔ کہا لوگ دعا مانگتے ہیں۔ کہ ہم کو ایک دم ہماری طرف چھوڑ دے لیکن مجھے تیس سال گذر گئے کہ یہ کہتی ہوں۔ مجھ کو ایک آنکھ کی جھلک چھوڑ دے تاکہ میں دیکھوں کہ میں کون ہوں یا میں خود ہیں۔ اب تک اس کا اتفاق نہیں پڑتا۔

دختر کعب رحمہا اللہ

شیخ ابوسعید ابوالخیر کہتے ہیں۔ کہ کعب کی لڑکی ایک غلام پر عاشق تھی۔ لیکن سب پیر اس پر متفق ہیں۔ کہ جو بات وہ کہتی تھی ایسی بات نہیں کہ مخلوق پر کہہ سکیں۔ اس کا کام اور جگہ تھا۔ ایک دن وہ غلام اس لڑکی کو اتفاقاً مل گیا۔ اس کے آستین کے سرے کو پکڑا۔ تو لڑکی اس پر چلائی۔ اور کہا، تجھے یہ کافی نہیں کہ میں اپنے صاحب کے ساتھ ہوں۔ اور وہاں مبتلا ہوں تجھ کو میں نے باہر کا حصہ دیا ہے۔ کہ مجھ میں طمع کرتا ہے۔ شیخ ابوسعید کہتے ہیں۔ کہ جو بات اس نے کہی ہے وہ مخلوق میں سے کسی میں نہیں پائی جاتی۔ وہ کہتی ہے ؎

عشق را باز اندر آوردم بہ بند	کوشش بسیار نامد سودمند
عشق دریائے کرانہ ناپدید	کے توان کردن شنا اے ہوشمند
عشق را خواہی کہ تا پایاں بری	بس کہ بہ پسندید باید ناپسند
زشت باید دید وانگارید خوب	زہر باید خورد وانگارید قند
توسنی کردم ندانستم ہمے	کز کشیدن تنگ تر گردد کمند

فاطمہ بنت المثنیٰ رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فتوحات میں لکھتے ہیں۔ کہ میں نے سالہا خود اس کی خدمت کی ہے اِس کا سن اس وقت ۹۵ سال سے زیادہ تھا لیکن مجھے بڑی شرم معلوم ہوتی تھی۔ کہ اس کے چہرہ کی طرف دیکھوں۔ کیونکہ اس کے چہرہ کی تازگی اور نازکی ایسی تھی۔ کہ جو شخص اس کو دیکھتا گمان کرتا کہ یہ چودہ سال کی ہیں۔ اس کو خدا تعالےٰ کے ساتھ عجیب معاملہ تھا۔ اور اس نے مجھ کو ان سب لوگوں پر کہ میرے ہمجنس اس کی خدمت میں جاتے تھے پسند کر رکھا تھا۔ اور کہتی تھی۔ کہ فلاں شخص کی طرح میں نے کسی کو نہیں دیکھا جب وہ میرے پاس آتا ہے تو پورے طور پر آتا ہے۔ باہر کچھ نہیں چھوڑتا۔ اور جب باہر جاتا ہے تو بالکل پورے طور پر جاتا ہے میرے پاس کچھ نہیں چھوڑتا۔ شیخ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس سے سُنا کہتی تھیں مجھے اس شخص سے تعجب معلوم ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ اس سے خوشنودی نہیں کرتا۔ حالانکہ حق سبحانہٗ اس کا مشہود ہے۔ اُس کی آنکھ اس کو دیکھ رہی ہے۔ ہر چیز میں ایک لحظہ بھی غائب نہیں ہوتا۔ یہ لوگ کیونکر اس کی محبت کا دعوے کرتے ہیں۔ اور روتے ہیں۔ آیا شرم نہیں رکھتے۔ کہ محب کا قرب تمام مقربوں سے زیادہ ہے۔ پھر کس لئے کہتے ہیں۔ اس کے بعد کہا اے فرزند جو کچھ میں کہتی ہوں۔ اس میں تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا بات یہی ہے کہ جو تم کہتی ہو۔ اس کے بعد کہا واللہ مجھ کو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ میرے حبیب نے مجھ کو فاتحہ الکتاب کی خدمت کے لئے حکم دیا ہے۔ لیکن واللہ کہ کبھی بھی مجھ کو فاتحہ نے اس سے فارغ نہیں کیا۔ اور نہ وہ میری حجاب بنی ہے۔ شیخ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بڑھیا آئی اور ایک شہر کا نام لیا۔ کہ میرا خاوند وہاں پر ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ اور عورت کرے۔ میں نے کہا کیا تم چاہتی ہو کہ وہ لوٹ آئے اس نے کہا ہاں۔ میں نے فاتحہ کی طرف منہ کیا۔ اور کہا اے ماں تم سنتی ہو کہ کیا کہتی ہے۔ کہا تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے کہا کہ اس کا مطلب پورا ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خاوند آجائے۔ کہا بہت اچھا۔ ابھی میں فاتحہ الکتاب کو بھیجتی ہوں۔ اور اس کو وصیت کرتی ہوں۔ کہ اس عورت کے خاوند کو لائے۔ الحمد پڑھنی شروع کر دی۔ اور میں بھی اس کے ساتھ پڑھنے لگا۔ میں نے جانا کہ فاتحہ کی قرأت ایک جسمانی شکل بن گئی۔

ہے۔ اس کو بھیجا اور بھیجنے کے وقت اس سے کہا کہ اے فاتحہ الکتاب فلاں شہر میں جانا۔ اور اس عورت کے خاوند کو دیکھو۔ اس کو بغیر لانے کے نہ چھوڑیو۔ شیخ کہتے ہیں کہ فاتحہ کے بھیجنے اور اس کے خاوند کے آنے میں اس سے زیادہ دیر نہ لگی۔ کہ جتنی دیر میں اس مسافت کو طے کر سکتے ہیں +

حبشن لونڈی رحمہا اللہ

ذوالنون رح کہتے ہیں۔ کہ ایک سیاہ لونڈی تھی۔ میں نے دیکھا کہ لڑکے اس کو پتھر مار رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ بے دینیہ کہتی ہے۔ کہ میں خدا کو دیکھتی ہوں۔ میں اس کے پیچھے گیا۔ مجھ کو اُس نے آواز دی۔ کہ اے ذوالنون رح میں نے کہا۔ کہ تم نے کیسے پہچان لیا۔ کہا کہ اس کے دوستوں کی جانیں اس کے سپاہی ہیں۔ جو ایک دوسرے کے آشنا ہیں میں نے کہا۔ یہ کیا بات ہے جو بچے کہتے ہیں۔ کہا کیا کہتے ہیں۔ کہ تم یوں کہتی ہو۔ میں اللہ تعالےٰ کو دیکھتی ہوں۔ کہا وہ سچ کہتے ہیں۔ جب سے میں نے اس کو پہچان لیا ہے کبھی پردہ میں نہیں ہوئی +

امرۃ مجہولۃ رحمہا اللہ تعالےٰ

ذوالنون مصری قدس اللہ سرہٗ یہ بھی فرماتے ہیں۔ اس درمیان میں کہ میں طواف کعبہ مکرمہ کا کر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک نور چمکا۔ کہ جس کی چمک آسمان تک پہنچتی تھی۔ مجھے تعجب معلوم ہوا۔ میں نے اپنے طواف کو پورا کیا۔ اور دیوار کعبہ سے پیٹھ لگا دی۔ اور اس نور کے بارہ میں فکر کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک غمزدہ کی آواز میرے کان میں پہنچی۔ میں اس آواز کے پیچھے گیا۔ دیکھا تو ایک لونڈی ہے۔ جو کعبہ کے پردوں میں لٹک رہی ہے اور کہتی ہے ؎

انت تدری یا حبیبی من حبیبی انت تدری ونحول الجسم والدمع یبوحان بسری

قد کتمت الحب حتی ضاق بالکتمان صدری

یعنے اے میرے حبیب تم جانتے ہو کہ میرا کون حبیب ہے تم جانتے ہی ہو جسم کی لاغری اور آنسو پوشیدہ فریاد کرتے ہیں۔ میں نے محبت کو چھپایا۔ یہاں تک کہ چھپانے سے میرا سینہ تنگ ہو گیا۔ میں ایک

طرف کو ہو گیا۔ اور اس کے درد سے رونے لگا۔ پھر کہا الٰھی وسیدی ومولائی بحبک لی الا غفرتنی یعنی اے خدا مجھ کو تیری اس محبت کی قسم جو میرے ساتھ ہے کہ مجھ کو ضرور بخشدے میں نے کہا اے لونڈی تجھ کو یہ کافی نہیں بھی الا یعنی میری محبت جو تیرے ساتھ ہے کہ یوں کہتی ہے بحبک لی یعنی تجھے کیا معلوم ہے کہ وہ تجھ کو دوست رکھتا ہے کہا کہ خدا کے خاص ایسے بندے بھی ہیں رکہ وہ ان کو دوست رکھتا ہے پھر وہ اسکو دوست رکھتے ہیں۔ کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّھُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗ یعنے پس قریب ہے کہ خدا ایسی قوم کو لائیگا۔ کہ جسکو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ خدا کی محبت اُن سے ہے ۔ ان کی محبت سے جو ان کو خدا سے ہے۔ پہلے ہے۔ میں نے کہا تم کو بڑا ضعیف لاغر دیکھتا ہوں۔ شاید تم بیمار ہو۔ کہا ؎

محب اللہ فی الدنیا علیل تطاول سقمہ فدواہ داہٗ
کذا من کان للعیادی محبا یھیم بذکرہ حتے یراہٗ

یعنے خدا کا دوست دنیا میں بیمار رہے۔ اس کی بیماری لمبی ہے اس کی دوا اس کی بیماری ہے ایسا ہی وہ شخص ہے۔ جو خدا کا محب ہے۔ اس کے ذکر سے حیران ہے۔ یہاں تک کہ اس کو دیکھ لے۔ پھر مجھے کہا پیچھے دیکھ۔ میں نے دیکھا تو کچھ نہیں تھا۔ پھر اس کو دیکھا تو وہ بھی ندارد معلوم نہیں کہاں گئی +

جاریہ مجہولہ رحمہا اللہ تعالیٰ

ذو النون یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ میرے سامنے ایک عابدہ لونڈی کی لوگوں نے تعریف کی میں نے اس کا حال پوچھا۔ تو کہنے لگے شراب خانہ میں ہے۔ میں وہاں پر آیا دیکھا تو ایک لونڈی ضعیف لاغر ہے کہ رات دن کی بیخوابی نے اس میں لگیا ہوا ہے۔ میں نے اس کو کہا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا۔ اے لونڈی تمہارے کے مکان میں رہتی ہو۔ کہا سر اٹھا۔ کیا خدا تعالیٰ کے سوا دونوں جہان میں کچھ اور دیکھتا ہے میں نے کہا کچھ نہیں۔ میں نے کہا کیا اکیلی رہنے سے گھبراتی نہیں ہو۔ کہنے لگی دُور ہو جا۔ اس نے میرے دل کو اپنی حکمت کے لطیفوں اور محبت سے اس قدر بھر دیا ہے۔ اور اس قدر اپنے دیدار کا شوق مجھ کو دیا ہے کہ اپنے دل میں کوئی جگہ اس کے غیر کے لئے نہیں پاتی۔ میں نے کہا۔ میں تم کو حکیمہ دیکھتا ہوں۔ مجھ کو اس تنگی سے نکال اور سیدھا راستہ مجھ پر کھول دے۔ کہا اے جوانمرد تقوے اپنا زادِ راہ بنالے۔

اور زہد کو اپنا طریقہ اور پرہیزگاری کو اپنی سواری بنا اور ڈرنے والے کے راستہ پر چل۔ تاکہ تو ایسے دروازہ تک پہنچے۔ کہ نہ وہاں پردہ ہوگا نہ دربان۔ اپنے خزانچیوں سے کہدیگا۔ کہ کسی کام میں تمہاری نافرمانی نہ کریں +

ایک مصری عورت رحمہا اللہ تعالیٰ

امام یافعی کی تاریخ میں ایک شیخ سے روایت ہے کہ مصر کے علاقہ میں ایک عورت سال بھر ایک جگہ رہی۔ کہ سردی گرمی میں وہاں سے اور جگہ نہ گئی اور اس سال میں نہ کھایا نہ پیا +

ایک اور مصری عورت رحمہا اللہ تعالیٰ

امام یافعی کتاب روض الریاحین میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک صوفی کہتے ہیں۔ مصر کے اطراف میں میں نے ایک عورت دیکھی جو دیوانی اور حیران تھی۔ تیس سال سے دونوں پاؤں پر کھڑی تھی۔ جاڑے اور گرمی میں نہ کبھی رات کو بیٹھتی نہ دن کو دھوپ بارش میں کوئی اس کو پناہ تھی۔ سانپ اژدہا اس کے گرد سے آجایا کرتے +

ایک عورت خوارزمیہ رحمہا اللہ تعالیٰ

امام یافعی اپنی تاریخ میں یہی لکھتے ہیں۔ کہ ایک عالم بیان کرتے تھے۔ خوارزم میں میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ کہ بیس سال سے زائد ہو چکے تھے نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا +

ایک حبشن لڑکی رحمہا اللہ تعالےٰ

شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلی دفعہ تجرید کے قدم پر جو حج کا ارادہ کیا ابھی جوان تھا میں اکیلا جاتا تھا۔ شیخ عدی بن مسافر مجھے ملے وہ بھی جوان تھے۔ پوچھا کہ کہاں جاتے ہو میں نے کہا مکہ کو۔ کہا تم میرا ساتھ چاہتے ہو۔ میں نے کہا میں تجرید کے قدم پر ہوں اس نے کہا میں بھی ویسا ہی ہوں۔ تب ہم دونوں روانہ ہوئے ایکدن میں نے دیکھا کہ ایک حبشن لڑکی ظاہر ہوئی برقعہ منہ پر تھا۔ میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اور مجھ کو تیز دیکھتی تھی۔ پھر کہا اے جوان تم کہاں سے آتے ہو۔ میں نے کہا عجم سے۔ کہا آج تم نے مجھ کو رنج میں ڈال دیا۔ میں نے کہا کیوں کہا اس وقت میں

حبشہ کے ملک میں تھی۔ مجھ کو مشاہدہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے دل پر تجلی کی ہے اور تجھ کو اس قدر دیا ہے کہ اور کسی کو نہیں میں جانتی ہوں نہیں دیا۔ اسلئے میں نے چاہا کہ تم کو دیکھوں اور پہچانوں۔ تب کہا کہ میں آج کے دن تمہارے ساتھ رہونگی اور آج رات تمہارے ساتھ افطار کرونگی اور چل پڑی وہ جنگل کی ایک طرف چلتی تھی۔ اور ہم ایک طرف چلتے تھے۔ جب رات ہوئی ایک طباق ہوا سے زمین پر اترا جس پر چھ روٹیاں سرکہ اور ترکاری کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں اس لڑکی نے کہا الحمد للہ الذی اکرمنی واکرم ضیفی یعنے اس خدا کی تعریف ہے کہ جس نے میری اور میرے مہمانوں کی عزت کی ہر رات میرے لئے روٹیاں آتی ہیں۔ آج ہر ایک کے لئے دو دو روٹیاں اتریں اس کے بعد تین لوٹے پانی کے اترے ہم نے پانی پیا وہ ایسا شیریں و لذیذ تھا کہ زمین کا پانی اسکی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اسی رات ہم سے جدا ہو گئی اور چلدی۔ جب ہم مکہ میں پہنچے تو شیخ عدی کو طواف کی حالت میں ایسی تجلی ہوئی کہ بیہوش ہو گئے چنانچہ بعضوں نے کہا کہ وہ مر گئے۔ پھر دفعتہً میں نے یہ دیکھا کہ وہی لڑکی اُس کے سر پر کھڑی ہے اور کہتی ہے کہ جس خدا نے تجھے مارا ہے وہ تجھے زندہ کرے سبحان الذی لا یقوم الحادثات لتجلی نور جلالہ الا بتثبیتہ و لا تستقر الکائنات بظھور صفاتہ الا بتائیدہ با خطفت سبحات قدسہ ابصار العقول و خلفت نفحات بھائیہ الباب الفحول یعنے پاک ہے وہ ذات کہ اسکی تجلی کے نور کی وجہ سے تمام حادثات قائم نہیں رہ سکتے۔ مگر اسی کے ثابت رکھنے کے ساتھ اور اسی کی صفات کے ظہور سے کائنات قرار نہیں پکڑ سکتے۔ مگر اسی کی تائید سے بلکہ اس کے قدس کے انوار کی تیزی عقلوں کی بینائی کو اُچک لیتی ہے اور بڑے لوگوں کی عقلوں کو اس کی عزت کی لپٹیں لے جاتی ہیں۔ اس کے بعد مجھ کو طواف میں تجلی ہوئی اور اپنے باطن میں سے آواز سُنائی دی۔ اور اُس کے آخر میں یہ کہا گیا۔ اے عبد القادر ظاہری تجرید کو چھوڑ اور توحید تفرید کو لازم رکھ۔ لوگوں کے نفع کے لئے بیٹھ کہ ہمارے بعض خاص بندے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کو تمہارے ہاتھ پر اپنے قرب سے مشرف کریں۔ اتفاقاً اس لڑکی نے کہا اے جوان میں نہیں جانتی کہ آج کیا تیرا شان ہے کہ تیرے سر پہ نور کا خیمہ لگایا گیا ہے آسمان تک فرشتے تیرے گرد جمع ہیں۔ اور تمام اولیاء کی آنکھیں اپنے اپنے مقامات سے تجھ کو دیکھ کر حیران ہو گئی ہیں۔ اور سب ایسی نعمت کے جو تجھکو ملی ہے امیدوار ہیں۔ اسکے بعد وہ لڑکی چلی گئی پھر کبھی اسکو میں نے نہ دیکھا۔

ایک عورت اصفہانیہ رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ کے ایک مرید کہتے ہیں۔ ایک دن شیخ کو منبر پر استغراق ہو گیا و

آپ کے عمامہ کا ایک پیچ کھل گیا۔ آپ کو معلوم نہیں تھا۔ حاضرین نے ان کی موافقت کی۔ اپنی دستاریں اور ٹوپیاں اُتار کر منبر کے پایہ میں ڈالدیں۔ جب شیخ کو ہوش آیا اور کلام پورا کیا۔ اپنے عمامہ کو درست کیا اور مجھ سے کہا کہ دستاروں اور ٹوپیوں کو اُن کے مالکوں کو دیدو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن ایک پٹی باقی رہ گئی جس کا مالک معلوم نہ ہوا۔ شیخ نے فرمایا۔ یہ مجھے دے اور اپنے کندھے پر رکھدی۔ اُسی وقت وہ غائب ہو گئی۔ میں حیران رہا۔ جب شیخ منبر سے اُترے تو مجھ سے فرمایا جب مجلس والوں نے اپنے عمامے اُتارے تو ہماری ایک ہمشیرہ اصفہان میں رہتی ہے۔ اُس نے بھی اپنی پٹی کو پھینکا۔ جب میں نے اس کو کندھے پر رکھا۔ تو اس نے اصفہان میں سے ہاتھ بڑھایا۔ اور اُس کو اُٹھا لیا+

ایک فارسیہ عورت رحمہا اللہ تعالیٰ

شیخ نجیب الدین علی بزغش رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ایک عورت شہر کلپایگان سے شیراز میں آئی تھی۔ اکثر دفعہ ہمارے گھر میں آتی تھی وہ عورت باخبر تھی۔ چند دن تک ہمارے گھر میں رہی۔ میرا ہاتھ تنگ تھا اور وہ اس حال کو جانتی تھی۔ چند برتن گھر میں تھے۔ جب کبھی خدا تعالیٰ گیہوں، جَو وغیرہ غلہ بھیجتا تھا اس برتن میں ڈال دیا کرتا تھا۔ وہ برتن خالی تھے۔ صرف انکے سر ڈھکے ہوئے تھے تاکہ ضرورت کے وقت تک پاک رہیں۔ اُس عورت نے سمجھ لیا کہ شاید ان برتنوں میں کچھ غلہ ہے مجھ سے کہا جب تنگی نے ستایا ہے تو کیوں اس غلہ سے جو برتنوں میں ہے گذارہ نہیں کرتے ہو۔ میں نے کہا وہ تو خالی ہیں۔ وہ عورت اُٹھی اور اُن کے سروں کو پکڑا اور کھلا چھوڑ دیا۔ کہا اس لئے خالی ہیں کہ اُن کا منہ بند ہے جب ان کا سر کھلا ہوگا۔ تو اس منہ کی طرح ہوگا کہ جو کھلا اور بھوکا ہو۔ پھر خدا تعالیٰ اس کو غذا بھیجتا ہے۔ اور ہر ایک کی غذا حاجت کے وقت اسکے مناسب پہنچاتا ہے پس ان برتنوں کی غذا غلہ ہے جب انکے پیٹ خالی معلوم ہوں گے۔ تو غلہ اور اناج سے بھر جائینگے۔ جب اس عورت نے یہ تصرف کیا۔ تو اسی وقت خدائے تعالےٰ نے اس قدر گیہوں بھیجے۔ کہ وہ برتن پُر ہو گئے۔ وہ عورت اولیاء اللہ میں سے تھی+ فقط۔

تمت بالخیر

مئی ۱۹۵۵ء اتوار (حکیم محمد امین کاتب قریشی فاروقی از سلہو کی ڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ) رمضان المبارک